



اشارات

۱۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ

۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

قریباً
حضرت مولانا محمد عبد القادر قادری

کتب خانہ محمد علی بیگ پبلشرز

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

تشریحات بخاری (اردو)

جلد اول

افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ

استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

کتب خانہ مجیدیہ بیرون دیوبند گیت ملتان

عرضِ ناشر

حضرت شیخ العرب العجم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مرحوم و منفور اور دیگر اکابر دیوبند کے فیوض کی عام اشاعت کے لئے قبل ازیں کتب خانہ مجید یہ ملتان نے تقریر ترمذی شریف ح ثنائی نبویؐ از افادات شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ، شائع کر چکا ہے، بجز اللہ وہ بہت قلیل عرصہ میں اندرون اور بیرون پاکستان مقبولیت کا شرف حاصل کر کے ختم ہو گئی۔ اب استاذ العلماء حضرت مولانا محمد علی قادریؒ، فاضل دیوبند نے علماء، طلباء اور عامۃ المسلمین کے برابر استفادہ کے لئے تشریحات بخاریؒ مرتب فرمائی ہے اس کی اشاعت کا فخر بھی ہمارے کتب خانہ مجید یہ کو حاصل ہو رہا ہے حضرت مولانا قاسمی مدظلہ نے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے یہ افادات آج سے پچاس سال قبل ۱۳۶۰ھ میں جبکہ آپ شریک دورۂ حدیث تھے۔ قلمبند کئے تھے۔ اپنے پچاس سالہ تندرستی تجربہ کے بعد ان افادات کا شائع ہونا یہ خالص علمی خدمت ہے جس پر ہم مولانا موصوف کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ان علمی جواہر کو منظر عام پر لا کر ملت اسلامیہ پر ایک احسان کیا ہے جزاء اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

تشریحات بخاریؒ کی پہلی جلد جو پہلے دو پاروں پر مشتمل ہے پیش خدمت ہے انشاء اللہ تعالیٰ باقی چار جلدیں جلد ہی کتابت اور طباعت کے مراحل طے کر کے منصفہ شہودہ پر آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

ناشر
لال احمد شاہ

عرضِ مؤلف

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مرحوم دمنفور کے افادات تقریر و ترمیمی کے نام سے کتب خانہ مجیدہ لٹران کی جانب سے شائع ہو کر قلیل عرصہ میں ختم ہو گئی جس سے علماء اور طلبہ کو بہت فائدہ پہنچا۔ جناب ناشر کی استدعا اور علامہ خالد محمود آف انگلینڈ کے مشورہ سے کہ اب ایک ایسی کتاب تیب کی جلتے جو حامل متن بلیس ترجمہ اور افادات اکابر دیوبند پر مشتمل ہو جس سے علماء اور طلبہ کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین بھی استفادہ کر سکیں چنانچہ اس ترتیب سے تشریحات بخاری کا آغاز ہوا۔

تجلیۃ المسجد تک حضرت مولانا مدنی کے افادات ختم ہوئے اور کتاب الاستفتاء تک افادات مولانا محمد زکریا اختتام پذیر ہوئے، خدا کا کرنا کہ جناب شفیع سنز کراچی نے لامع الذاری ہتیا فرمادی تو اب قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب لنگوہی کے افادات کا اضافہ ہوا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا حاشیہ بدستور جاری رہا۔ حضرت مولانا احمد علی شہارن پوری کے حاشیہ بخاری سے بھی استفادہ ہوا۔

اب تشریحات بخاری اس طرح مرتب ہوتی ہیں، ترجمہ یا مملوہ (۳) تشریح از شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی مرحوم (۴) تشریح از قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب لنگوہی (۵) تشریح از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا ندھلوی (۶) تشریح از محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند جو مختلف حواشی کا بخور ٹپ ہے مزید برآں بخاری جلد ثانی میں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر میں پھر حضرت مولانا مدنی مرحوم کے افادات درج کئے گئے اس طرح ان اکلید کے افادات مختلف یکجا جمع ہو گئے جس نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے۔ فکر مند تھا کہ کتابت کے مراحل طے ہو جانے کے بعد طباعت کا کیا انتظام ہوگا، اندرون اودیردن ملک مساعی برٹن کے کار لائی گئیں جو لا حاصل رہیں جناب حافظ بلال احمد شاہد مالک کتب خانہ مجیدہ کتابت کی طرح طباعت کا بیڑا بھی اٹھالیا جس سے میرے حوصلے اور بلند ہو گئے اب یہ کتاب کتب خانہ مجیدہ لٹران سے شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے۔

فقط والسلام

محمد عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند مکان نمبر ۲۹
محله ٹی سٹیر خان کچہری روڈ لٹران شہر

فہرست مضامین تشریحات بخاری از اکابر علماء دیوبند

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴	سند از شاہ دلی اللہ تا امام بخاریؒ	۸	مقدمہ، تعریف علم حدیث، موضوع
۳۵	آغاز پارہ اول بحث وحی	۸	غرض و غایت اور دہرہ تسمیہ
۳۸	حدیث انما الاعمال بالنیات کی بحث	۹	نہر اور حدیث میں فرق
۵۱	وحی کی چھ احادیث کی تشریح	۹	تولف اور موجد فن
۶۲	توجہ کے اقسام اربعہ	۹	علم حدیث کی تاریخی حیثیت
۹۸	حدیث ہر قل کی تشریح از شیخ مدنیؒ	۱۰	انواع کتب احادیث
۱۱۲	مناسبت حدیث ترجمۃ الہدٰی از شیخ زکریا	۱۰	مقدمۃ الکتاب
۱۱۳	کتاب الایمان	۱۱	دہرہ تسمیہ کتاب
۱۱۵	شیخ مدنیؒ و شیخ زکریا کی طرف سے ایمان	۱۱	تولف کتاب
،	کی شرعی تحقیق، مذاہب سبعہ اور ان کا رد	۱۲	احوال بخاری
،	حب الرسول من الایمان اور	۱۴	مسند خلق قرآن اور امام بخاریؒ
۱۴۰	اسباب محبت کی تفصیل	۱۵	واقعہ امیر خلد اور حادثہ وفات
۱۴۴	حلاۃ الایمان کی حقیقت	۱۹	تخریج روایات میں محدثین کی شرائط
،	علامۃ الایمان حب لائصار، انصار کی	۲۰	ثلاثیات بخاری
۱۴۵	محبت ایمان کی نشانی ہے	۲۳	مراتب کتب حدیث
۱۴۶	بلا ترجمہ باب لانے کی توجہات	۲۴	سند قاضی من المدنی و سند مولانا کاندھلویؒ
۱۵۰	مناظر حدیث میں ائمہ اربعہ کا اختلاف	۲۵	کتاب کیف کان بدآلوحی
۱۵۳	من الدین الغرار من الفتن، سوالیہ بیان کا بیان	۲۶	تحقیق کیف کان وغیرہ الفاظ حدیث

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	استاد کی خدمت سے علم میں برکت اور والدین کی خدمت	۱۶۶	ایمان اسلام اور دین میں توافقی یا تلازم ہے
۲۷۴	سے رزق میں برکت ہوتی ہے	۱۷۱	کفران العیش و کفران الاحسان سے کفر میں
۲۸۳	اصاعت نفس کے بارے میں علماء کے اقوال	۱۸۰	تشکیک بیان کر لہے تحقیق انیق قابل دید ہے
۳۲۰	قبض علم کی کیفیت	"	ایمان کی طرح علم کے بھی درجہ متفاوۃ ہیں
۳۲۲	تلاشیات بخاری اور نہایت ام ابو حنیفہ	۱۸۲	نفاق کے اقسام
۳۲۴	زیارت نبوی کے بارے میں قول فیصل	"	باب افشاء السلام اور باب یلۃ القدر کے
۳۲۶	حضرت علیؑ کے شخصی علم کے بارے میں	"	در بیان پانچ ابواب کے فصل کی مولانا ذکر کیا
۳۲۹	کتابت میں غلطی ہو جاتے اس کا حکم	۱۸۴	عجیب وجہ بیان فرمانے ہیں
۳۳۲	حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی منقولہ روایات	۱۹۹	کیئت کے بعد کیفیت کے اعتبار سے ایمان
۳۳۴	حدیث قرطاس کی بحث	"	میں کمی و زیادتی کا بیان
۳۵۲	بحث روح کی حقیقت	۲۰۵	اتباع الجنائز من الایمان کی عجیب تشریح
۳۵۷	حضرت امام اعظمؒ کی دو مجلسیں ہوا کرتی تھیں	۲۱۴	دان لم تکن تراء مشاہدہ اور مراقبہ کی تحقیق
۳۶۴	کتاب الوضوء	۲۱۸	علامات قیامت کا بیان
۳۶۶	وضو کی فضیلت کہ میں اور زنیٰ آیت میں	۲۳۰	بیعت کے اقسام
۳۶۷	ابواب وضو میں مشہور ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا	۲۳۲	کتاب العلم
۳۷۵	پاؤں پر رش اور نفع کافی نہیں بلکہ غسل ضروری ہے	۲۳۳	علم کی فضیلت کے بارے میں حضرت عمرؓ کا ارشاد
"	استقبال اور استسقاء بار قبلہ میں آٹھ مذاہب ہیں	"	علی بن ابی طالبؓ کے بارے میں امام اعظمؒ کا ارشاد
۳۸۳	تین مشہور کا بیان ہے -	۲۳۵	امانت کے معنی اور اس کی اصاعت
۳۸۵	منافق حکم میں اختلاف بین الائمہ الاربعہ	۲۳۹	صلوات محمدؐ بن محمدؐ کو بدعت کہنے والوں کا رد
۴۰۱	صغائر اور کبار کے معانی کی بحث	۲۴۱	نحہ کی خوبیاں اہل علم کی نظر میں
۴۰۲	حدیث نفس کے بارے میں محاکمہ	۲۵۹	انما العلم بالتعلم سخت علامہ شامی کا فتویٰ اور
			ملا علی قاری کا واقعہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۱۸	حائضہ روزہ قضا کرے نماز قضا نہ کرے اس کی حکمت۔	"	حضرت گنگوہی کا ارشاد کہ قرآن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جہنم میں نہیں جائے گا امام غزالی
۵۸۰	کتاب التیمم۔ تیمم کے معنی اور اس کے شرائط	"	کی ایسا العلوم سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔
۵۸۵	فاقد الطہورین جس کو نہ پانی ملے اور نہ مٹی اس کا حکم	۴۰۲	مضمضہ اور استنشاق میں مذاہب کی تفصیل اور وضو کا طریقہ۔
۵۹۸	نبی تعظیم فعلی کے لئے مبعوث ہوئے ایک عجیب بحث	۴۰۳	حضرت ابن عمرؓ پر چار اعتراضات اور ان کے جوابات
۶۰۶	کتاب الصلوٰۃ	"	سوا اکلہب میں آئمہ کے چار مذاہب ہیں
۶۰۸	واقعہ معراج کی تفصیل اور مجمعہ مطروح صلوٰۃ ہے	۴۱۱	نواقض وضو کی بحث اور اقوال آئمہ
۶۱۶	شرائط صلوٰۃ میں سے دو جو مستتر ہیں۔	۴۱۸	ماستعمل میں مذاہب آئمہ
۶۶۱	کتاب القبۃ، استقبال قبلہ شرط صلوٰۃ ہے	۴۲۷	نخن لآخرون فی الدنیا المتفردون فی الآخرۃ
۷۱۲	گمردوں کو قبریں نہ بناؤ اسکے تین مطالب ہیں	۴۴۲	کی حکمت، ہم دنیا میں آئے آخرت میں پہلے ہوں گے اس کی حکمت۔
۷۱۳	موضع عذاب دوتے دوتے گزر داسکی حکمت۔	"	ہر سبق کے شروع کا خطبہ از شیخ مدنی رو
۷۱۷	آپ کی خصوصیت شفاعت ہے اس کی تشریح	۴۹۱	پارہ دوم۔ کتاب الغسل۔
۷۲۱	نوم المرأة فی المسجد کو نوم الرجال فی المسجد پر مقدم کرنے کی توجیہ	۵۰۴	غسل کے وقت صلاب اور غلبہ کا استعمال کرنا۔
۷۲۲	مدارس اور خانقاہیں بنانے کی اہل موجود ہے	۵۰۵	یہ معرکہ الاراء باب ہے اس کی توجیہات
"	حضرت جابرؓ کے اونٹ کے واقعہ سے کئی مسائل ثابت ہوتے ہیں۔	۵۱۱	غسل کا سنون طریقہ
۷۲۳	تجیہ المسجد میں پانچ اہمات ہیں۔	۵۱۷	التقا خاتین کی بحث
۷۲۸	حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مسجد کی تبدیلی	۵۳۸	کتاب الحیض دم حیض، استخاضہ اور نفاس کی تعریف اور ان کے احکام۔
"	اور اس کی وجہ۔	۵۴۲	عورت ناقص العقل والدین ہے
۷۳۰	حضرت امیر معاویہؓ صلح حن کے بعد بائیں نہ ہے۔	۵۴۹	
۷۳۱	حضرت علیؓ کے حق پر ہونے کی دلیل		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۵۸	ضرورتِ وقت مسجد میں آواز بلند کرنا جائز ہے	۷۳۳	مسجد کی شل جنت میں گھر ہو گا اس کی وجہ
۷۶۰	مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے۔	۷۳۶	مسجد میں اشعار پڑھنا کیسا ہے
۷۶۲	مسجد میں چت لینا منع ہے۔	۷۳۷	مسجد میں آلاتِ حرب کی نمائش
۷۶۶	گھر اور بازار میں مسجد بنانا کیسا ہے۔	۷۳۹	اشترطی ولحم الولا کی مفصل بحث
	مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے آٹھ منازل	۷۴۱	آداب مسجد اور افعال نبوی در مسجد۔
۷۷۱	کی مسجدوں کا بیان۔		جنات پر حکومت کرنا حضرت سیما کی
۷۷۲	مشاہد اکابر سے استہراک جائز ہے	۷۴۵	خصوصیت ہے۔
۷۷۹	سترۃ الامام بسترۃ للقوم ہو لیکن قرآۃ الامام	۷۴۶	قیدی اور مقررہ کو ستون مسجد باندھا جائز ہے
	قرآۃ للقوم نہ ہو تعجب کی بات ہے۔		اسلام لانے سے پہلے یا بعد غسل کرنے کا حکم
۷۸۵	مکہ منظمہ میں طواف کرنے والوں کے پیچھے بغیر	۷۴۷	اس پرلئے کا اختلاف ہے اس کا بیان۔
	سترہ کے نماز جائز ہے۔		صحابی کے عصا کا روشن ہونا صحابی کی کرامت
۷۹۱	حیوان کا سترہ بنانا کیسا ہے۔	۷۵۰	ادرنی اکرم صلعم کا معجزہ ہے۔
۷۹۵	نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ۔	۷۵۱	بلا ترجمہ باب لانے کی وجوہات
۷۹۸	عورت کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔	۷۵۲	صحابہ کرام کی کرامات ذکر نہ کرنے کی وجہ۔
۷۹۹	عورت کا آگے سے گزرنا قاطع صلوٰۃ نہیں۔	۷۵۳	حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت کا ثبوت۔
۸۰۳	امام بخاریؒ کے نزدیک مسرۃ ناقض وضو نہیں	۷۵۷	مساجد کے دروازے بند کرنا جائز
			مصلحت کی بناء پر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَمْعُهُ وَنَصَلَتْ عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَفَرِیْمِ

مَقْدَمہ

علم حدیث کی تعریف | یہ وہ علم ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال و احوال معلوم ہو جائیں۔

موضوع علم حدیث | علم حدیث کا موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس حیثیت سے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

غرض و غایت علم حدیث | وہ دعائیں اور فضیلتیں حاصل کرنا ہے جو احادیث پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

دوسری غرض یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ دین کا مدار علم حدیث پر ہے۔ کیونکہ اصل دین یعنی قرآن پاک تو مجمل ہے۔ اس کی تبیین و توضیح احادیث سے ثابت ہے۔ تیسری غرض مولانا زکریا کاندھلوی کے نزدیک یہ ہے کہ حدیث جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ ہم محبت رسول ہیں۔ محبوب کے حاکم کو جب پڑھا جائے تو ایک قسم کی لذت و علاوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے۔ غرضیکہ علم حدیث کی تعریف جس کا خلاصہ تدبر ہے۔ علم حدیث کا موضوع جن کا خلاصہ عظمت ہے اور اس کی غرض کا خلاصہ لذت ہے۔

وجہ تسمیہ | اس فن کا نام حدیث ہے۔ حدیث حادث کے معنی میں ہے۔ قرآن مجید تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جیسے ذات باری تعالیٰ قدیم ہے۔ تو اس کی صفت بھی قدیم ہوگی۔ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے تو لامحالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہ بھی حادث ہوگا۔

ان کے ماسوا کوئی علم ہے ہی نہیں۔ علم فقہ قرآن و حدیث کے معارض و منافعی نہیں بلکہ علم فقہ ان دونوں کا خلاصہ ہے۔ کہ فقہاء کرام نے غور و فکر کر کے قرآن و حدیث کے مسائل کو آسانی کے واسطے ایک جگہ جمع کر دیا۔ جیسے حدیث میں بحالت صیام اپنی بیوی کا بوسہ لینے کی اجازت بھی ہے اور ممانعت بھی۔ عامی کے لئے مشکل پیش آگئی تو مجتہدین نے غور و فکر کر کے بتلا دیا کہ حدیث ہنی جوان کے لئے ہے۔ اور حدیث اباحت بوڑھے کے لئے۔ کیونکہ جوان بے قابو ہو سکتا ہے مگر بوڑھا نہیں ہوگا۔

دوسری وجہ تسمیہ یہ بتلائی گئی کہ حدیث کے معنی بات کے ہیں۔ چونکہ علم حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہیں اس لئے ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔ حدیث و خبر میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حدیث تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور خبر کا اطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے اخبار ملک پر بھی ہوتا ہے۔ غرضیکہ دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے۔

مؤلف اور موجد فن | عام طور پر مشہور ہے کہ حدیث کی تدوین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک سو برس بعد ہوئی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص احادیث لکھا کرتے تھے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کا ایک مجموعہ تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کے نام پر لکھا تھا۔ اس مجموعہ کی چھ احادیث امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کی ہیں اور اسی مجموعے کی ستوں کے قریب احادیث مسند بزار میں ہیں۔ لہذا حدیث کی کتابت اور جمع تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ البتہ کتابی شکل میں یہ ذخیرہ بعد میں منتقل کیا گیا۔

علم حدیث تاریخی حیثیت سے | یہ ایک تاریخی اور مسلم مسئلہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز جو غفار راشدین میں شمار ہوتے ہیں اور پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ انہوں نے امراء اجناد کو لکھا کہ میں علم حدیث کے اندر اس یعنی مثنیٰ اور ذہاب علم کا خوف کرتا ہوں۔ لہذا اپنے اپنے بلاد کے علماء کو حکم کریں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جمع کریں۔ چنانچہ عام محدثین اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ سب سے پہلے حدیث کے مدون امام ابن شہاب زہری

الموتوفی ۱۲۵ھ میں۔ اور بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے مدون محمد بن ابی بکر بن حزم ہیں۔ جن کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے۔ وجہ ترجیح یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے باب کیف یقبض العلم کے ذیل میں جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط نقل کیا ہے۔ ان میں انہی کا نام مذکور ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک امیر نے ابو بکر بن حزم کو اور دوسرے نے ابن شہاب زہری کو حکم دیا ہو۔ زمانہ دونوں کا تقریباً ایک ہی ہے۔ بعض حضرات نے دیگر اسرار گرامی بھی ذکر کئے ہیں۔

انواع کتب احادیث | حدیث پاک کے آٹھ ابواب ہیں۔ عقائد۔ احکام۔ تفسیر۔ تاریخ۔ رقائق۔ آداب۔ مناقب۔ فتن۔ جو کتاب ان آٹھ ابواب پر مشتمل ہو اس کو جامع کہتے ہیں۔ جیسے جامع بخاری۔ جامع ترمذی۔

سنن اس کتاب کو کہتے ہیں جس کے ابواب فقہی طریقہ پر ہوں۔ جیسے سنن ابو داؤد و سنن نسائی۔ **مسند** وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی ہر روایت کو ایک جگہ ذکر کیا جائے۔ جیسے مسند امام احمد بن حنبلؒ۔

معجم وہ کتاب جس میں احادیث کی تخریج شیوخ کی ترتیب پر ہو۔ جیسے معجم طبرانی۔ **مستدرک** کسی کتاب کی شرط کے مطابق کسی روایت کو ذکر کیا جائے جس کو مصنف کتاب نے ذکر نہ کیا ہو۔ جیسے مستدرک حاکم۔ **مستخرج** کسی کتاب کی احادیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کرنا بشرطیکہ مصنف اصل حامل نہ ہو۔ جیسے مستخرج ابو عوانہ۔

اغراض مصنفین امام ترمذیؒ کے پیش نظر اختلاف ائمہ کو بتلانا ہے۔ امام ابو داؤدؒ کا وظیفہ مستدرک ائمہ کو بتلانا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد استنباط مسائل ہے۔ مسلم شریفؒ کا وظیفہ صحیح احادیث کا جمع کرنا ہے۔ امام نسائیؒ کا مقصد احادیث کی علیہ غیۃ کا بیان کرنا ہے۔ ابن ماجہ کے اندر تمام احادیث گڈ مڈ ہیں۔

مقدمۃ الکتاب | وجہ تالیف کتاب۔ حضرت امام بخاریؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر کمبلیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور میں ان کو اڑا رہا ہوں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے استاد اسحق بن راہویہ کو سنایا۔ انہوں نے یہ تعبیر دی کہ انت نذیب الکذب عن

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تم کسی وقت میں انشاء اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے ذخیرے سے ان حدیثوں کو نکالو گے جو ضعیف یا موضوع ہیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ان کے استاذ نے ان سے فرمایا کہ تم ایسی کتاب لکھو جس کی سب احادیث صحیحہ ہوں۔ ان کو بھی دلولہ اور شوق ہوا۔ چنانچہ احادیث کے اقسام ثمانیہ کی احادیث صحیحہ اپنی کتاب جامع بخاری میں جمع فرمائیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی خصوصیت جو امام بخاریؒ کی سادہ کھائی قرار دی جاسکتی ہے۔ وہ ان کے تراجم ہیں۔ یعنی احادیث سے مسائل کا استنباط کہنا اسی وجہ سے حضرات علماء کرام نے باقاعدہ اس میں تصنیفات فرمائی ہیں۔ حضرت شاہ دلی اللہ نے تراجم بخاری کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ دیے ایک رسالہ اردو میں حضرت شیخ الہند نے الابواب والتراجم کے نام سے لکھا ہے۔ نیز علماء عظام نے بخاری شریف کی بہت سی تفصیلتیں اپنے تجربات کے بعد لکھی ہیں۔ مثلاً جن جہازیں بخاری شریف کا نسخہ ہوگا۔ وہ جہاز سمندر میں نہیں ڈوبے گا۔ کسی مریض کے لئے اُسے پڑھا جائے تو وہ شفا یاب ہوگا۔ مشکل کام آسان ہوگا۔

وجہ تسمیہ کتاب | اس کتاب کا نام الجامع المند الصمیم من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ و آیامہ۔ جامع تو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اندر آٹھوں ابواب مذکور ہیں۔ پس اس لئے کہ جتنی روایات ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالرفع منقول ہیں۔ اور آثار وغیرہ بالرفع آ گئے ہیں۔ صحیح اس وجہ سے فرمایا کہ اس کے اندر احادیث صحیحہ کا ذخیرہ مذکور ہے۔ کوئی راوی اس کے اندر ضعیف نہیں ہے۔ من حدیث کی قید اس لئے بڑھائی کہ اس کے اندر ساری احادیث ہیں۔ **سننہ** اس لئے زائد کیا تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریرات بھی اس میں داخل ہو جائیں۔ اور **ایامہ** سے وہ دقائق اور حالات مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش آئے۔ بہت سی احادیث امام نے ایسی ذکر فرمائی ہیں جو نہ تو قولی ہیں نہ فعلی ہیں۔ اور نہ تقرری جس کی وجہ سے بہت سے شراح کو اشکال ہو رہا ہے۔ پورے نام پر غور کرنے سے یہ اشکال رفع ہو جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب | اس کتاب کے مؤلف امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردویہ الجعفی البخاری۔ جعفی جعفی کی طرف

نسبت ہے جو عرب کا ایک قبیلہ ہے۔

برودویہ بامفتوحہ بعدہ راضیہ دال کسورہ بردویہ۔ یہ فارسی کی لغت ہے اور فارسی بھی ملک بخارا کی برودویہ فارسی میں کاشتکار کہتے ہیں۔ یہ کھیتی کرتے تھے اور نجوسی تھے۔ حالت کفر میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ ان کے صاحبزادے مغیرہ ہیں یہ مسلمان ہیں اور ایمان جعفری جو اس وقت کابل و بخارا اور سمرقند کے حاکم اور عرب کے باشندے تھے یہ ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ یہ تمام علانیہ حضرت عمرؓ کے زمانے سے لے کر حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک مفتوح ہو چکے تھے۔ عرب کے اندر جن طرح ولایتیں معاقدہ اور ولایات کی نسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح مولات اسلام کی بھی نسبت ہوتی ہے اسی اعتبار سے ان کو مغیرہ جعفری کہتے ہیں۔ اسماعیل امام بخارمی کے والد ماجد ہیں۔ ابراہیم کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ اسماعیل امام مالک کے تلامذہ میں سے ہیں۔

احوال بخاری امام بخاریؒ تیرہ شوال ۱۹۴ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔ امام بخاریؒ کی بعادت بچپن میں جاتی رہی تھی۔ ان کی والدہ نے خوب دعائیں کیں۔ خواب میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا السلام کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بچے کی آنکھیں دست کر دیں بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ امام بخاریؒ بالکل تندرست ہیں۔ امام بخاریؒ بمقام خرمک جو سمرقند کے مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ شنبہ کی رات جو عید الفطر کی بھی شب تھی ۲۵۶ھ میں انتقال فرمایا۔ تنگ آکر دعا فرمائی تھی۔ رمضان شریف میں ہی دعا قبول ہوئی۔ کل عمر باٹھ سال ہوئی۔ امام بخاریؒ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات یاد رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے۔ صدق حمید نور۔ ترجمہ۔ پنج کہا حمید نے کہ وہ نور تھے۔ ابجد کے حساب سے صدق کے ایک سو چورانوے نمبر نکلتے ہیں۔ تو وہ سن پیدائش ہے۔ دوسرے لفظ کے جو باٹھ نمبر ہیں وہ ان کی کل عمر ہے۔ اور نور کے کل نمبرات دو سو چھپن ہیں یہ حضرات امام کاسن وفات ہے۔ میلادہ صدق و ماش حمید او ففضلی فی نور بچپن سے ذہین اور زکی تھے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ان کو احادیث کے یاد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ جب دس برس کی عمر میں مکتب سے تو علماء بخارا کے حلقہ تدریس میں آنے جانے لگے۔ امام بخاریؒ کے والد ماجد (اسماعیل) کا انتقال اسی وقت ہو چکا تھا۔ جبکہ حضرت امام بخاریؒ بالکل بچے تھے۔ والد نے انتقال کے وقت فرمایا تھا کہ میرے مال میں ایک پیسہ بھی مشتبہ نہیں ہے۔ اسی مال سے امام بخاریؒ کی پرورش اور تربیت ہوئی

علماء بخارا میں سے ایک محدث امام داخلی ہیں جن کی مجلس تدریس میں شرکت کرنے لگے۔ اس مجلس میں بڑے بڑے علماء شرکت کرتے تھے۔ یہ بے چارے بھی ایک کوٹنے میں بیٹھ جاتے تھے۔ جس سے ایک دلولہ اور شوق پیدا ہوا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت استاد داخلی نے کسی حدیث کی سند اس طرح پڑھی۔ حدثنا مسفيان عن ابی الزبير عن ابراهيم امام بخاریؒ ”دور ایک کوٹنے میں بیٹھے ہوئے تھے وہیں سے فرمایا کہ عن ابی الزبير صحیح نہیں ہے۔ انہوں نے نہ سنا پھر زور سے کہا۔ کہ ابو الزبير نے ابراہیم سے نہیں سنا۔ کیونکہ ان کا تقار ابراہیم سے ثابت نہیں بلکہ یہ زبير بن عدی ہیں۔ یہ سن کر محدث داخلی مکان میں تشریف لے گئے۔ کتاب کے ایک پرانے نسخہ میں دیکھا۔ تو فی الحقیقت اس میں عن ابی الزبير کی بجائے عن الزبير تھا۔ تو استاد نے مجمع میں اعلان کیا کہ واقعی لو کا صحیح کہتا ہے۔ لوگوں کو ان کی ذہانت پر تعجب ہوا۔ اور اسی دن سے استاد داخلی کی نظر میں مقبول اور وقیع بن گئے۔ گیارہ برس کی عمر میں علماء بخارا کی تمام احادیث یاد کر لیں۔ سولہ برس کی عمر میں اپنی والدہ اور بھائی احمد کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ باقی سب حضرات واپس آ گئے۔ امام بخاریؒ وہیں رہ گئے۔ جہاں جہاں مشہور علماء تھے ان کے ہاں جا کر احادیث یاد کر لیں۔ روایات کو مع اسانید کے ایک مرتبہ سن کر یاد کر لیتے تھے۔ حامد بن اسماعیل ان کے ہم سبق ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب اساتذہ کے پاس جاتے تھے تو ہمارے ساتھ سامان کتابت ہوتا تھا، ہم سن کر کھ لیتے تھے۔ امام بخاریؒ نہیں کہتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہتے کیوں نہیں۔ سماع کافی نہیں ہے۔ وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔

اول اول تو امام بخاریؒ خاموش رہے لیکن جب لوگوں نے خوب بُرا بھلا کہنا شروع کیا اور تنگ کر لے لگے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم آٹھ دن سے شیخ کے پاس آرہے ہیں اور شیخ نے پندرہ ہزار حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان پندرہ ہزار احادیث کو مع اسانید سنا دیا۔ اور وہ کہنے والے امام بخاریؒ کے سنانے پر اپنے کھٹے ہوئے کی تصحیح کرتے تھے جس پر سب حضرات نے تعجب کیا۔ الغرض **فقہ** سے ہی عرصہ میں ان کی شہرت ہو گئی۔ تھوڑی عمر میں علم حاصل کیا۔ اور تھوڑی ہی عمر میں پڑھانا شروع کر دیا کہ مافی وجہ شجرۃ چہرے پر کوئی بال نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک کتاب قضایا صحابہ و تابعین کے نام سے مدینہ پاک میں لکھی امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت عبد اللہ بن مبارک جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ اور دیکھ کی تمام کتابیں حفظیاد

ہو گئی تھیں۔ دوسری تالیف تاریخ کبیر ہے جو آپ نے چاند کی روشنی میں لکھی تھی۔ حضرت امام بخاریؒ کی قوت حفظ ضرب المثل ہے۔ دس سال کی عمر میں اپنے استاد امام داغلی کو لقمہ دیا تھا جب کوئی آدمی کسی خاص چیز میں مشہور ہو جاتا ہے تو پھر اس کا امتحان بھی لیا جاتا ہے۔ چنانچہ دو واقعے ایک سمرقند کا دوسرا بغداد کا پیش آیا۔ بغداد کا قصہ زیادہ مشہور ہے کہ آپ جب دہلی تشریف لے گئے تو دہلی کے دس علماء نے آپس میں مشورہ کے بعد تنوہ احادیث تلاش کیں۔ اور ہر ایک نے دس دس احادیث اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیں، اور ان کی سند اور متن یعنی مضمون حدیث کو ایک دوسری کی جگہ رد و بدل کر دیا۔ جب امام بخاریؒ ایک بڑے مجمع میں تشریف لائے تو ہر ایک نے بڑی عقیدت کا اظہار کیا۔ پھر عرض کیا کہ ہم لوگ کچھ احادیث حضرت کو سنانا چاہتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا سنا دو۔ اس پر ہر ایک نے نمبر وار احادیث سنا کر دریافت کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے۔ امام بخاریؒ ہر ایک کے جواب میں لا اور ہی فرماتے رہے یعنی مجھے معلوم نہیں۔ اب لوگوں میں اشارے ہونے لگے۔ کہ بس یہی ہیں جن کا بڑا شہرہ ہے۔ جب سب سا چکے تو امام بخاریؒ نے اول سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے جس طرح حدیث پڑھی ہے غلط ہے۔ صحیح یہ ہے۔ پھر ہر ایک کو نمبر وار اس کی غلط حدیث اور اپنی صحیح حدیث سنائی۔ یہاں کمال یہ نہیں کہ پوری تنوہ احادیث مع سندیں بلکہ اصل کمال یہ ہے کہ ان کی اسانید اور احادیث متعلقہ کو صحیح کر کے نمبر وار سنا دیا۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کے صرف ہم عصر علماء اور تلامذہ ہی آپ کی فصیلت کے معترف نہیں بلکہ ان کے اساتذہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں۔ حضرت علی بن مدینیؒ جو ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ جن کے متعلق خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل نہیں پایا سوائے علی بن مدینی کے جب علی بن مدینیؒ سے یہ کہا گیا تو انہوں نے فرمایا ذرہ فائز لایزال مثلاً امام احمد بن حنبلؒ بھی ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ کہ سرزمین بخارا نے امام بخاریؒ جیسا کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور بعض میں ہے کہ زمین بخارا نے چار اعلیٰ درجہ کے آدمی نکالے۔ مگر سب سے اقدم امام بخاریؒ ہیں۔

مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاریؒ | جس طرح آج کل علماء کرام میں کسی معاصر کی رفعت نہیں سنی جاتی اس طرح پہلے زمانے میں بھی یہی دستور تھا۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے معاصرین کو بھی امام صاحب سے حسد پیدا ہوا۔ جہاں جہاں ان کا شاندار

استقبال ہوتا۔ وہیں کچھ حاسدین اس کا رد عمل بھی کرتے چنانچہ بہت سی جگہ سے مار پیٹ کر نکلے گئے۔ بہت سے لوگوں نے گالیاں دیں۔ اس زمانہ میں ایک مسئلہ خلقِ قرآن کا بہت زور شور سے چل رہا تھا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ چونکہ ایک مرتبہ کے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کو اس مسئلہ میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا بہت سی مرتبہ جل بھیجے گئے۔ بہت سے علمائے کوڑے کھائے۔ تکلیفیں اٹھائیں مگر جھے رہے۔ چونکہ امام احمد بن حنبلؒ امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ اس لئے ان کا زمانہ پہلے کا ہے۔ اور امام بخاریؒ کا بعد کا ہے۔ امام احمدؒ کے زمانہ میں معتزلہ کا بہت زور تھا اور سلاطین وقت بھی انہی کے ساتھ تھے۔ معتزلہ کا کہنا تھا کہ یہ قرآن حادث ہے مخلوق ہے لفظ کن سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان پر رد کرنے کے لئے حنابلہ حضرات کو میدان میں آنا پڑا اور معتزلہ کا رد کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک قدیم ہے اور یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ جب کوئی مقتد کسی چیز کے متعلق رد کرتا ہے تو خوب زور شور اور مبالغہ سے تردید کرتا ہے اس کے خدام اور مرید بڑے کی بات کو خوب زور شور سے اچھال کر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک قدم اور بڑھایا کہ یہ قرآن مجید قدیم ہے اس کے الفاظ بھی قدیم ہیں اور یہ دختیں یعنی گتہ بھی اور کاغذ بھی قدیم ہے۔ ان مبالغہ آرائیوں کو جب امام بخاریؒ نے دیکھا تو بڑی شدت سے حنابلہ کا رد کیا اور لفظی بالقرآن مخلوق یعنی جو الفاظ قرآن پاک کے ہیں اپنی زبان سے بول رہا ہوں یہ مخلوق اور حادث ہیں۔ اور جو اس سے خلاف کہے وہ کافر ہے۔ اس سلسلہ میں حنابلہ اور امام بخاریؒ کا حنابلہ کے مقابلہ میں اتنا اختلاف ہوا کہ امام احمدؒ نے معتزلہ کے مقابلہ میں سیلابی حنابلہ نے امام بخاریؒ کی خبر لی۔ چنانچہ امام بخاریؒ جہاں جاتے ابتلا میں پھنس جاتے حتیٰ کہ آخر میں سب جگہ سے مایوس ہو کر اپنے وطن مالوف بخارا واپس تشریف لے گئے۔

واقعہ امیر خالہ اور حادثہ فاجعہ | اس وقت بخارا میں امیر خالہ نامی حاکم تھا بخارا پہنچ کر یہ واقعہ پیش آیا کہ لوگوں نے امام بخاریؒ سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ اگر بکرہ سی کا دودھ دو بچے پی لیں تو کیا ان میں رضاعت ثابت ہوگی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہاں رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ بعض حاسدین نے خوب شور مچایا۔ ابو حفص کبیر حنفیؒ کو کہلا بھیجا کہ تم حدیث پر رہو۔ فقہ دانی نہ کرو۔ فقہ وراس کے مسائل ہم لوگوں کے لئے رہنے دو۔ اس کے بعد امیر خالہ نے امام بخاریؒ کو کہلا بھیجا کہ میرے لڑکے آپ سے حدیث پڑھنا چاہتے ہیں آپ کسی وقت آکر ان کو پڑھا دیا کریں۔ امام صاحب

نے جو انا کہلا بھیجا کہ مجھے حدیث پاک کو ذلیل نہیں کرنا ہے پڑھنا جو میرے پاس آکر پڑھے امیر نے اس کو منظور کر لیا اور کہا کہ میں اپنے بچوں کے ہمراہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ اس وقت دوسرے لوگ وہاں تعلیم کے لئے موجود نہ ہوں۔ صرف میرے لڑکے کے تعلیم حاصل کریں گے۔ حضرت امام صاحب نے اس کو بھی منظور نہیں فرمایا۔ اور کہا کہ سب بچے پڑھنے میں برابر ہیں۔ امیر کو اس بات پر غصہ آگیا۔ اس نے امام صاحب کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ بخارا سے نکل گئے نکلنے وقت دعا کی کہ اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھ کو نکالا، تو بھی اس کو ذلیل کر کے یہاں سے نکال دے۔ ایک ماہ سے پہلے ہی اس امیر سے کوئی حاکم اعلیٰ کسی بات پر ناراض ہو گیا اور حکم دیا کہ اس معزول امیر کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے پورے شہر میں پھیر کر اوڑھ۔ تو امام بخاریؒ نے وہاں سے سمرقند کا قصد فرمایا۔ راستہ میں خرتیگ مقام پر کچھ رشتہ دار تھے۔ رمضان کی آمد کی وجہ سے وہاں قیام فرمایا۔ اسی دوران سمرقند سے اطلاع آئی کہ یہاں فضا مہتابا رہے موافق نہیں ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کو اس

خبر سے بہت رنج و غم ہوا۔ اور یہ دعا فرمائی۔ اللھم ضاقت علی الارض فدار جنت فاقبضنی۔
 الیک یہ دعا آپ نے اخیر عشر میں فرمائی جو قبول بھی ہو گئی۔ چنانچہ عید کی رات وفات پائی اور عید الفطر یوم ثنبہ ۲۶۶ھ بعد نماز ظہر اس مجسمہ نور کو مقام خرتیگ میں دفن کر دیا گیا۔ دفن کے بعد سنا ہے کہ مدتوں آپ کی قبر مبارک سے نہایت زوردار خوشبو مہکتی رہی۔

بخاری شریف کے متعلق مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ اس کو سولہ سال کی مدت میں لکھا گیا۔ لیکن کب

کتاب بخاری شریف

تصنیف ہوئی اور کب ختم ہوئی۔ اس کے متعلق حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مرحوم کی رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کتاب کو ۲۱۶ھ میں لکھنا شروع کیا۔ جبکہ امام بخاریؒ کی عمر تیس سال تھی اور اور ۲۳۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ جس کی دلیل بھی آپ نے بیان فرمائی ہے۔

سبب تالیف مشہور یہ ہے کہ حضرت محمد بن اسحاق راہویہ استاد امام بخاریؒ کو کسی شخص نے آ کر کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ایسی مختصر کتاب لکھی جاتی جس میں سب احادیث صحیحہ جمع ہوں۔ یہ بات امام بخاریؒ کے دل میں گھر گئی۔ دوسری بات یہ بیان کی جاتی ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر سے کیساں اڑا رہا ہوں۔ ان کے استاد محمد بن اسحاق راہویہ

نے یہ تعبیر دی کہ تم کسی وقت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث کے ذخیرہ سے ان حدیثوں کو علیحدہ کر دو گے جو ضعیف یا موضوع ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد امام بخاریؒ نے اپنی یہ تالیف شروع کر دی۔ عام طور سے بخاری شریف کے متعلق دو قسم کی روایات ملتی ہیں۔ اول یہ کہ امام بخاریؒ نے یہ کتاب روضۃ من ریاض الجنۃ میں غسل کر کے لکھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حطیم میں لکھی۔ اب اس پر یہ اشکال ہے کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مدت قیام سولہ سال نہیں ہے۔ بلکہ زائد سے زائد تین چار سال ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ سولہ برس تو ساری کتاب کے لکھنے کے ہیں اور تراجم سارے کے سارے ایک ہی مرتبہ روضۃ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر لکھے اس کے بعد جتنی جتنی احادیث ملتی رہیں ان کو چھانٹ چھانٹ کر لکھتے رہے۔ اس کی تائید خود امام بخاریؒ کے اس مقولہ سے ہوتی ہے کہ میں نے ایک حدیث مدینہ میں سنی اس کو بصرہ میں لکھی۔ بصرہ میں سنی تو شام میں لکھی شام میں سنی تو کوفہ میں لکھی۔ رہا یہ سوال کہ حطیم کعبہ اور روضۃ مطہرہ میں تو کافی فاصلہ ہے یہاں پر کس طرح جمع کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری تین بار تصنیف کی ہے۔ اور مصنفین کا قاعدہ ہے کہ ہتم باشان تصنیف میں بار بار نظر ثانی کی جاتی ہے تب بیض کی تسوید کی جاتی ہے۔ ممکن ہے امام بخاریؒ نے تسوید حطیم میں کی ہو اور تب بیض روضۃ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کی ہو یا اس کے برعکس ہو۔ اس سے جو نسخوں میں اختلاف ملتا ہے کہ کہیں باب ہے اور روایت نہیں۔ اس کا جواب بھی نکل آیا کہ تراجم سارے کے سارے ایک مرتبہ لکھے پھر روایات تلاش کر کے لکھیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد رکھتا ہوں اور ان کو چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ چھانٹ کر اخذ کیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نقل فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے جس روایت کی تخریج کی ہے وہ صحیح ہے۔ بہت سی صحیح روایات کو چھوڑ دیا ہے طوالت کے خوف سے۔ البتہ جن کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ وہ سب صحیح ہیں چنانچہ مسند امام احمدؒ کا پڑھنا تو بجائے خود اس کا مطالعہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ لوگوں کی ہمتیں قاصر ہیں تو امام بخاریؒ نے اختصار سے کام لیا۔ اور روایات صحیحہ کو جمع کر دیا۔ اگرچہ امام مسلمؒ اور مسند رک نے بھی احادیث کو جمع کیا ہے۔ ہاں امام مسلمؒ جب تک اپنی کتاب لکھتے رہے امام بخاریؒ سے ملنے کی نوبت نہیں آئی۔ امام مسلمؒ اتصال سند کے متعلق وہ ثبوت لقاؤ کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ان کے

نزدیک امکان بقار بھی ہو تو کافی ہے۔ امام بخاریؒ ثبوت لقار کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ خواہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ جس پر امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کو سخت الفاظ میں یاد کیا ہے۔ لیکن جب امام بخاریؒ سے ملاقات ہوئی اور آپس میں مذاکرات کی نوبت آئی تو علامہ حافظ ابن حجرؒ نقل فرماتے ہیں کہ پھر تو امام مسلمؒ امام بخاریؒ سے اس طرح سوال کرتے تھے جیسے کمزور بچہ اپنے استاد سے پوچھتا ہے۔

الغرض امام بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے بخاری مکملی جن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث مکمرات کو شمار کر کے ساڑھے سات ہزار ہیں اور بغیر مکمرات کے ساڑھے تین ہزار لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کل احادیث نو ہزار ہیں مکمرات حذف کر کے صرف ڈھائی ہزار باقی رہ جاتی ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بخاری کی احادیث کے صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بقیہ کتابوں میں جو احادیث ہیں وہ غلط ہیں بلکہ وہ بھی صحیح ہیں۔ فرق صرف شرائط کا ہے۔ اتصال سند کی تین حالتیں ہیں۔ ثبوت لقار۔ عدم ثبوت لقار اور امکان لقار۔ امکان لقار سے ایسی روایات جو عن عن کے ساتھ ہیں اتصال پر محمول ہیں یا نہیں۔ امام بخاریؒ تو اتصال سند کے لئے ایک مرتبہ ثبوت لقار کو ضروری سمجھتے ہیں۔ جمہور ائمہ ثبوت لقار کو ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ہاں امکان لقار بھی اتصال کے لئے کافی ہے۔ بشرطیکہ ثبوت عدم لقار نہ ہو۔ جمہور محدثین نے امام مسلمؒ کی شرط سے اتفاق کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ امام مسلمؒ کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ مزید برآں امام بخاریؒ فرماتے ہیں جب بھی میں نے کوئی ترجمہ لکھا ہے تو دو رکعت نماز نفل پڑھ کے مراقبہ کرتا تھا۔ مراقبہ کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک پر پہنچ کر پیش کرتا تھا۔ لہذا جو کتاب اس قدر عبادت اور خلوص کے ساتھ لکھی گئی ہو تو وہ یقیناً زیادہ مقبول ہوگی۔ تصنیف کے بعد اپنے اساتذہ کے سامنے پیش کیا اور لوگوں کو پڑھایا۔

فربریؒ مصنف کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ میں سے ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو نوے ہزار افراد نے جناب مصنفؒ سے سنا۔ اب ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ روایت فربریؒ کی ہے جو نہایت قوی ہے۔ تراجم ابواب میں بہت وقت سے کام لیا ہے۔ شرح لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تمام علوم کو ترجمۃ الباب میں لکھا ہے۔ فقہ البخاری فی تراجمہ۔

فربری | الکاظم محمد بن یوسف بن مطرب صراح فربری ہے۔ فربری بکسر الفار و فتح الراء و سکون الباء

ایک گاؤں ہے جو بخارا سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور
 بیس ۲۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔ کل عمر نوے سال ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے انتقال کے وقت
 ان کی عمر پچیس سال تھی۔ گویا چونتیس سال بعد تک زندہ رہے۔ چونکہ بعد میں اتنی مدت تک پڑھایا اور ہر
 سال شاگردوں نے پڑھا اور لکھا اس لئے یہی نسخہ زیادہ متداول اور متعارف ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی
 ہے کہ فریبیؒ نے امام بخاریؒ سے دوبار بخاری شریف پڑھی ہے۔ اول مرتبہ ۲۳۸ھ میں دوسری
 مرتبہ ۲۵۲ھ میں پھر ۲۵۶ھ میں امام بخاریؒ انتقال ہی فرما گئے اور بعض نے لکھا کہ تین مرتبہ پڑھی فریبی
 سے بخاری شریف کے نقل کرنے والے بارہ شاگرد ہیں۔ ان میں سے نو کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے کیا ہے۔
تخریج روایات میں محدثین کی شرائط | رواۃ پانچ قسم میں ہیں۔ اول۔ کثیر الضبط والافتان وکثیر

الملازمۃ شیوہ نعم۔ دوم۔ کثیر الضبط وقلیل الملازمۃ۔ سوم۔ قلیل الضبط وکثیر الملازمۃ۔ چہارم۔ قلیل الضبط
 وقلیل الملازمۃ۔ پنجم۔ قلیل الضبط وقلیل الملازمۃ مع خوائل الجرح سوئی ذلک۔ یہ شرائط خود ائمہ حدیث
 اور مصنفین نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں فرمائی۔ بلکہ ان کے بعد علماء نے ان کی کتب کا مطالعہ کرنے
 کے بعد تتبع اور تلاش سے بیان فرمائی ہیں۔ امام بخاریؒ نے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ مسلمؒ
 کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ کیونکہ ہر روایت کے درمیان دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک راوی کی
 اپنی حیثیت اور اس کا ذاتی جوہر یعنی اس کا عادل ہونا ثقہ ہونا وغیرہ اور دوسری چیز یہ کہ اس کا تعلق اس
 کے استاذ سے ہو۔ امام بخاریؒ نے بھی ان دونوں شرطوں کا اعتبار کیا۔ کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔
 دوسرے یہ کہ اپنے استاذ کے ساتھ اس کا لقاء (طلاقات) ثابت ہو۔ بلکہ اس کے ساتھ سفر و حضر میں رہا
 ہو۔ ورنہ حضر میں تو ملازمت رہی ہو کیونکہ جو آدمی سفر و حضر کا ساتھی ہوگا اس سے غلطی کا امکان کم ہوتا
 ہے۔ امام مسلمؒ پہلی شرط میں تو امام بخاریؒ کے ساتھ ہیں۔ کہ راوی عادل اور ثقہ ہو۔ دوسری شرط یعنی
 لقاء ان کے ہاں ضروری نہیں ہے۔ بلکہ صرف امکان لقاء کافی ہے۔ یہی جمہور محدثین کا مسلک ہے۔
 یہ جو محدثین فرماتے ہیں کہ فلاں حدیث بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس
 حدیث کے رواۃ بخاری کے رواۃ ہیں بلکہ اس حدیث کا علی شرط البخاری ہونا اس وقت ہوگا جبکہ بخاری میں
 بھی کوئی روایت اسی سند کے ساتھ مذکور ہو۔ کیونکہ دونوں رواۃ کے یکجا ہونے سے یہ معلوم ہو گیا کہ
 دونوں راوی ثقہ ہیں اور لقاء بھی ایک دوسرے سے ثابت ہے۔ لیکن اگر دونوں رواۃ بخاری میں ہوں

لیکن ایک کسی سند میں دوسرا کسی اور حدیث کی سند میں ہو تو یہ کافی نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں دونوں کا تعلق ثابت نہ ہوگا۔ ہاں البتہ دونوں کا تعلق ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اب رہے امام ابو داؤد اور نسائی دونوں امام بخاریؒ کی صرف شرط ثانی میں شریک ہیں۔ اور شرط اول یعنی عادل ہونا ان دونوں کے ہاں معتبر نہیں۔ حالانکہ اصلی شرط یہی ہے۔ اسی لئے یہ دونوں مسلم سے نیچے ہیں۔ اور ترمذی شریف میں دونوں شرطیں مفقود ہیں۔ اس لئے وہ ان دونوں سے بھی نیچے ہیں۔ اور ابن ماجہ میں چونکہ خود احادیث ہی گدہ مذہبیں۔ اس لئے وہ بے چاری سب سے آخری درجہ کی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا رواۃ کے جو پانچ درجے بیان ہوئے۔ ان میں سے امام بخاریؒ اول درجہ کے رواۃ کی احادیث بالاستیعاب لیتے ہیں اور دوسرے درجہ کی احادیث کا انتخاب کرتے ہیں۔ امام مسلمؒ اول اور ثانی درجہ کی احادیث بالاستیعاب اور تیسرے درجہ کی انتخاب کرتے ہیں۔ باقی کو چھوڑ دیتے ہیں۔ چوتھے درجہ سے امام ابو داؤد اور نسائی اخذ کرتے ہیں۔ اور پانچویں سے امام ترمذیؒ استخراج کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاریؒ دوسرے درجہ کے رواۃ سے نیچے نہیں اترتے۔ امام مسلمؒ تیسرے سے نیچے نہیں اور امام ابو داؤد اور نسائی چوتھے درجہ سے نیچے امام ترمذیؒ پانچویں درجہ کے رواۃ تک اتر آتے ہیں۔

ثلاثیات بخاری | بخاری شریف میں بائیس ثلاثیات ہیں۔ ثلاثیات کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ ایک تبع تابعی دوسرا تابعی اور تیسرا صحابی کا۔ اور یہ حدیث کی بہت ہی اعلیٰ نوع شمار کی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام تمام کے تمام عادل ہیں۔ الصحابہ کلمہ عدول۔ (۱) بعین اور تبع تابعین یہ سب خیر القرون کے حضرات ہیں۔ علماء نے ثلاثیات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ خود بخاری شریف کے حاشیہ پر اول الثلاثیات و ثانی الثلاثیات مولے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ تو جب ثلاثیات واقعی مفہم ہیں تو فقہ حنفی اس سے بھی مہتمم بالشان ہے۔ کیونکہ وہ تو ثنائی ہے۔ یعنی اس میں ایک واسطہ تابعی کا ہے دوسرا صحابی کا۔ کیونکہ امام اعظم رضی اللہ عنہ احناف کے نزدیک روایت بھی تابعی ہیں اور روایت بھی۔ البتہ غیر حنفیوں کے ہاں اگر روایت تابعی نہیں ہیں تو روایت تابعی ہونا ان کو بھی تسلیم ہے۔ نیز! بخاری کی جو ثلاثیات ہیں اس میں بیس کے تو استاذ حنفی ہیں۔ اور دو کے متعلق دثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حنفی ہیں۔ تفصیل سے ان کا حنفی ہونا بھی اشارۃً ثابت ہو جائے گا۔

تنبیہ | معلوم ہونا چاہیے کہ ہر حدیث پڑھنے والے کو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے۔

کہ وہ یہ معلوم کرے کہ اس حدیث کے متعلق ائمہ حدیث کیا کہتے ہیں اور ان کا مذہب کیا ہے یہ بات ترمذی سے معلوم ہوگی۔ جب مذہب معلوم ہو گیا تو اب اس کی دلیل معلوم ہو یہ وظیفہ ابوداؤد کا ہے۔ اس کے بعد ضرورت ہوتی ہے۔ کہ یہ مسئلہ کیسے مستنبط ہوا۔ تو استنباط مسائل کا امام بخاری بتلاتے ہیں۔ جب احادیث سے مسائل مستنبط ہو گئے اور دلائل سامنے آ گئے تو ان دلائل کی تقویت کے لئے اسی مضمون کی دوسری حدیث ضروری ہوتی ہے۔ یہ کبھی امام مسلمؒ پوری کرتے ہیں۔ اب آدمی مولوی ہو جاتا ہے۔ اب اس کے بعد متحقق بننے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ معلوم کرے کہ یہ حدیث جو متدل بن رہی ہے اس کے اندر کوئی علت تو نہیں اس کا تعلق نسائی سے ہے اس کے بعد آدمی کو ایک مستقل بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب اس کو چاہیے کہ وہ خود احادیث پر غور کرے اور دیکھے کہ اس کے اندر کوئی علت تو نہیں اب تک امام نسائیؒ ساتھ دے رہے تھے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ بغیر کسی کے مطلع کئے ہوئے خود احادیث کو پرکھے اور علل کو تلاش کرے اس کے اندر ابن ماجہ معین ہے۔ کیونکہ اس میں احادیث گڈ منڈ ہیں۔ کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کہ اس کا درجہ کیا ہے۔

اب رہ گئی ترتیب فضیلت کے اعتبار سے تو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سب سے مقدم بخاری ہے البتہ مغاربہ اختلاف کرتے ہیں کہ مسلم شریف سب سے افضل اور اصح ہے۔ جس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جودۃ ترتیب اور احسن سلیقہ کے لحاظ سے اقدم ہے کیونکہ بخاری کے اندر کسی حدیث کا تلاش کرنا کہ وہ اپنے موقع پر مل جائے مشکل ہے الا قلیلاً بخلاف مسلم کے کہ اس میں ایک مضمون کی احادیث ایک ہی جگہ جمع کر دیں۔ باقی اس کے علاوہ بخاری ہر اعتبار سے مسلم پر فائق ہے۔ بخاری کے بعد عند الجمہور مسلم کا درجہ ہے۔ اس کے بعد ابوداؤد کا ہے۔ چوتھا مرتبہ نسائی کا ہے۔ مولانا کاندھلویؒ کے نزدیک طحاوی شریف بھی مرتبہ ثالثہ میں ہے۔ ان چاروں کے بعد ترمذی شریف کا نمبر ہے۔ ان سب کے بعد ابن ماجہ کا درجہ ہے۔ کیونکہ اس کے اندر احادیث ضعیفہ بلکہ موضوعہ بھی آ گئی ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ ماتحت ادیم السماء اصح من الموطا۔ یہ امام شافعیؒ کا یہ فرمان بخاری شریف کی تصنیف سے پہلے پہلے کا ہے۔ کیونکہ بخاری کی تصنیف سے قبل اصح موطا امام مالک تھی۔ غرضیکہ بخاری اصح الکتاب

بعد کتاب اللہ ہے۔ جس کی فضیلت اور شہرت کی وجہ سے لوگوں کو ان سے حسد پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کے اساتذہ نے بھی ان سے حسد کیا۔ امیر بخارا خالد بن احمد نے جب اپنے محل پر اس نے لڑکوں کو بخاری اور تارین پڑھانے کے لئے طلب کیا تو امام بخاریؒ نے فرمایا یہ علم حدیث علم شریف ہے۔ اس کے لئے لوگ چل کر آئیں۔ یہ چل کر نہیں جاتا۔ بس العالم علی باب الامیر و نعم الامیر علی باب العالم۔ گو رنر کو بھی امام بخاریؒ سے بغض پیدا ہو گیا۔ تو اس نے آپ کو شہر بدر کے کایہ طریقہ اختیار کیا کہ بخارا کے علماء کو جمع کر کے امام بخاریؒ کے متعلق فتاویٰ شائع کئے گئے کہ یہ اہل سنت والجماعہ نہیں ہے۔ طرح طرح کے مضامین اختراع کئے گئے بالآخر علماء نے فتویٰ دے دیا کہ ایسے آدمی کا بخارا میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ امام بخاریؒ نے گو رنر سے کہا تھا کہ میں تو لوگوں کو تحصیل علم سے منع نہیں کرتا تو گو رنر ہے میرے حلقہ علم کو بند کر دے۔ تاکہ میرے لئے حجت ہو جائے۔ جس پر اس کو سوائے اس کے جرأت نہ ہوئی کہ امام بخاریؒ کو جلاوطن کر دیا۔ بہر حال جلاوطنی کے دوران خرتنگ میں آپ کی وفات ہوئی۔ وہیں دفن ہوئے۔ عرصہ دراز تک قبر سے خوشبو آتی رہی۔ لوگ مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔ صلیب امت نے یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ یہ ایک فتنہ ہے اسے اٹھا دے۔ جس روز امام بخاریؒ کی وفات ہوتی ہے۔ بعض ائمہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع چند صحابہ کرام کے کھڑے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی انتظار میں کھڑے ہیں۔ آٹکھ کھلنے کے بعد امام بخاریؒ کی وفات کی خبر سنی جو عین خواب کے وقت کے مطابق تھی۔ اس طرح ایک عارف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ تم کب تک مالک کی کتاب کو پڑھتے پڑھاتے ہو گے میری کتاب کو کیوں نہیں پڑھاتے۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میری کتاب بخاری شریف ہے۔ اور بعض عارفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں۔ اور امام بخاریؒ آپ کے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چل رہے ہیں۔ الغرض **۱** یہ کتاب بخاری صبح الکتب ہے۔ جس میں امام بخاریؒ نے اپنی اجتہادی شان دکھلائی ہے جس کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس کو شرح نے تسلیم کیا ہے۔ اس کتاب میں احادیث کی تشریح و توجیح۔ مذاہب کی طرف توجہ ہم ہو گئی۔ زیادہ تر توجہ ابواب اور تراجم کی طرف ہو گئی۔ تراجم ابواب کے متعلق بعض حضرات نے مستقل تصانیف

لکھی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ نے تراجم لکھے ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ کا ارادہ تھا کہ ابواب و تراجم پر مستقل تصنیف لکھی جائے۔ جب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مجاز مقدس میں بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھایا کرتے تھے۔ تو انہیں کئی اشکال پیش آئے۔ ۱۳۲۶ھ میں بیوی محترمہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کرنے کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے تو دوسری مرتبہ بخاری شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کی طبعی رغبت ابتدا میں معقولات کی طرف تھی پھر فلسفہ کی طرف اور بعد میں احادیث کی طرف بڑی رغبت پیدا ہوئی بغیریکہ مولانا مدنیؒ نے ان تراجم کو لکھنا شروع کیا۔ مگر عوارض کی وجہ سے پورے نہ ہو سکے۔ اسارت مالک کے بعد بھی اس کی خواہش ظاہر کی۔ مالٹا میں اس کا ایک مسودہ تیار کیا تھا۔ جس کے چند اصول بھی جمع کر دیئے تھے۔ جزئیات تفصیلیہ کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ زندگی نے وفانہ کی۔ یہ حسرت حضرت شیخ الہندؒ قبر میں ہی ساتھ لے کر گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مراتب کتب حدیث | حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے رسالہ **ما یجب حفظہ للناظر** میں کتب حدیث کے پانچ طبقات بیان فرمائے ہیں۔

پہلا طبقہ وہ ہے جس کے اندر ایسی کتابیں داخل ہیں۔ جن کے متعلق ہم آنکھ بند کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ **ہذا صحیح**۔ اگر کوئی اس کے خلاف ہے تو اس سے دلیل طلب کی جائے گی اس کے اندر صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک، صحیح ابن حبان۔ مسند ابو عوانہ اور مستدرک حاکم داخل ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کتابوں میں جو احادیث مذکور ہیں۔ ان کو ہم صحیح تو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ صالح الاحتجاج ہیں۔ یعنی ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ احتجاج کے لئے صحیح ہونا ضروری نہیں بلکہ حسان سے بھی احتجاج ہو سکتا ہے۔ اس طبقہ میں ابوداؤد و شریف نسائی۔ ترمذی وغیرہ داخل ہیں۔ مولانا کاندھلویؒ ترمذی شریف کی بجائے طحاوی شریف کو ذکر کرتے ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے کہ ان کی احادیث کو نہ تو ہم صحیح کہیں گے اور نہ ہی ان کی تفسیف کریں گے۔ بلکہ غور کریں گے کہ کس درجہ کی احادیث ہیں۔ اس طبقہ میں مصنف عبد الرزاق مصنف ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ اور زوائد مسند ہے۔ زوائد مسند سے مراد یہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے

حضرت عبداللہ بن احمد نے مسند امام احمد بن حنبل پر کچھ روایات کو زیادہ فرمایا ہے۔ جس کو زائد مسند سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

چوتھا طبقہ وہ ہے جو پہلے کے بالکل برعکس ہے۔ کہ اس کے متعلق ہم آنکھ بند کر کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ سب ضعیف ہیں۔ اس طبقہ میں دیلمی کی مسند فردوسی اور حکیم ترمذی کی نوادر الاصول اور کتب تفسیر کی تمام روایات داخل ہیں۔ یہ دونوں وعظ کی کتابیں ہیں۔ جن میں کثرت سے روایات ضعیفہ شامل ہیں۔

پانچواں طبقہ وہ کتب جن میں احادیث موضوعہ جمع کر دی گئی ہیں۔ ان سب میں سب سے زیادہ مشہور علامہ سیوطیؒ کی اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ اور دوسری کتاب ذیل اللآلی ہے۔ اور انہی کی تیسری کتاب التتبیات علی الموضوعات ہے۔ ایک دوسرے محدث ابن جوزی ہیں۔ جو مشہور حافظ حدیث ہیں اور بہت متشدد ہیں ان کے تشدد کی یہ حالت ہے کہ بخاری کی ایک روایت پر بھی موضوع ہونے کا حکم لگا دیا۔ جو درحقیقت موضوع نہیں لیسے ابو داؤد کی نو احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا۔ ملا علی قاری کی موضوعات کبیرہ اور علامہ شوکانی کی الفوائد المجموعہ بھی اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے۔

سند قاسمی من المدنی

محمد عبد القادر قاسمی عن شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی عن رئیس المتکلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی عن شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی عن شاہ محمد اسحق دہلوی عن شاہ عبد العزیز دہلوی عن شاہ ولی اللہ دہلوی الخ

سند مولانا کا اندھلوی

مولانا زکریا محدث عن والدہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی عن قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی عن شاہ عبد الغنی مجددی عن شاہ محمد اسحق دہلوی عن شاہ عبد العزیز دہلوی عن شاہ ولی اللہ دہلوی الخ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں ایک بڑا اشکال یہ کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف کو خطبہ کے ساتھ شروع نہیں فرمایا اور بسمہ کے بعد احادیث شروع کر دیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اَرْدَى بِأَلِّ لَمْ يَبْدُ بِحَمْدِ اللَّهِ فَهُوَ ابْتَدَأَ (الحديث) لہذا اس حدیث کے تحت ان کو حمد لے ذکر کرنا چاہیے تھا۔ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ جن حدیث کے اندر حمد کا ذکر ہے وہ حدیث چونکہ امام بخاریؒ کی شرائط کے مطابق نہیں اس وجہ سے مصنفؒ نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے چونکہ بخاری شریف کے اندر بارکیاں بے انتہا ہیں۔ یہاں بھی مصنفؒ نے ایک بار کی پیدا کی ہے۔ کہ حمد لے سے مقصود اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمالیہ کا اظہار کرنا ہے اور یہ مقصود خود بسم اللہ الرحمن الرحیم سے پورا ہو گیا۔ لہذا یہی حمد لے کی جگہ کافی ہے۔ یہ جواب مولانا کاندھلویؒ کے والد ماجد کا ہے۔

تیسرا جواب علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے محض اساتذہ کبار سے سنا ہے کہ اس کے بعض نسخوں میں حمد لے ہے۔ امام بخاریؒ نے ابتداء کتاب میں حمد لے لکھی تھی لیکن اس جواب کو حافظ ابن حجرؒ نے رد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتاب میں موطا وغیرہ بسمہ سے شروع ہیں ان میں حمد لے نہیں ہے اصل جواب جو مولانا ذکر کیا کاندھلویؒ کو حضرت امام بخاریؒ نے خواب میں بیان فرمایا کہ اس کی تالیف کتابی صورت سے نہیں ہوتی بلکہ الگ الگ اجزاء کتاب العلم۔ کتاب الطہارۃ وغیرہ تالیف ہوتے رہے بعد میں ان کو مرتب کر لیا گیا۔ اس لئے خطبہ کی نوبت نہیں آتی۔

باب اصل میں بوب تھا واؤ کو الف سے بدل دیا باب ہو گیا اجوف واوی ہے کیونکہ اس کی جمع ابواب ہے۔ لفظ باب میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اضافت کے ساتھ پڑھا جائے دوسرے

یہ کہ تنوین کے ساتھ تیسرے یہ کہ وقف کے ساتھ پڑھا جائے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مصنف نے اس کو باب سے تعبیر فرمایا کتاب سے اس وجہ سے تعبیر نہیں فرمایا تاکہ آئندہ آنے والی کتاب اس کی قسم نہ بنے کیونکہ مقسم ہے۔ اور باقی تمام ابواب آئینہ خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاملات سے سب کی سب وحی کی قسمیں ہیں۔ لہذا اگر تمام کو کتاب کے عنوان سے تعبیر فرماتے تو کوئی بھی مقسم نہ رہتا تو فرق پیدا کرنے کے لئے مقسم کو باب سے اور باقی کو کتاب سے تعبیر فرمایا۔ اور حسب قول حافظ ابن حجر بعض نسخوں میں باب کا لفظ نہیں ہے۔

کیف کان | یہاں سے امام بخاریؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ وحی کی ابتدا کیونکہ ہوئی۔ گویا کیفیت کے متعلق ایک سوال ہے۔ حضرت مولانا ذکر فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد بار خود بخاری کے ابواب کو شمار کیا ہے۔ تو پہلی جلد میں جس ابواب اور جلد ثانی میں دس باب ایسے ہیں جن کے اندر اصلاً لفظ کیف کان واقع ہوا ہے اور اصلاً کا مطلب یہ ہے کہ کہیں امام بخاریؒ نے باب و ترجمہ ذکر کرنے کے بعد کیف وغیرہ کہہ دیا۔ مگر وہاں کیفیت وغیرہ کوئی مقصود نہیں بخلاف ان تیس ابواب کے کہ شراح نے ہر جگہ کیفیت بیان کرنے کے واسطے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ مثال کے طور پر اسی باب کے اندر دیکھ لو کہ پہلی حدیث اَتَمَّ الْأَعْمَالُ بِالْخَيْرَاتِ ذکر فرمائی ہے جس کے اندر نہ وحی کا ذکر ہے اور نہ ہی اس کی کیفیت مذکور ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جہاں کہیں اختلاف روایات ہو۔ یا علما کا اختلاف ہو یا احوال کے اندر اختلاف ہو۔ تو امام بخاریؒ اس اختلاف پر متنبہ نہ کرنے کے لئے کیف کان سے باب باندھتے ہیں۔ مثلاً احوال کے اندر اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ ایک حال وحی کا مثل مصلیٰ الجرس ہے اور ایک حال خواب وغیرہ کا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی رائے جو ان کے تراجم سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ بسا اوقات کوئی ترجمہ الباب باندھتے ہیں۔ مگر اس سے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہوتے بلکہ کچھ اور مراد ہوا کرتا ہے۔ ایسے یہاں بھی کیف کان سے کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ عظمت وحی کو بتلا رہے ہیں۔ کہ وحی جیسی عظیم الشان چیز کی ابتدا کیسے ہوئی تو آنے والی روایات نے بتلادیا کہ ان اخلاق عالیہ پر ہوئی۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے یوں ہے کہ بسا اوقات امام بخاریؒ ایک مرکب باب باندھتے ہیں۔ اب یہ ضروری نہیں کہ ترجمہ کا ہر ہر جزو روایت سے ثابت ہو جائے۔ بلکہ اگر

کوئی سا جز بھی کسی روایت سے ثابت ہو جائے تو یہی کافی ہے چنانچہ یہاں پر وحی کا ثبوت ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے یہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ علامہ عینیؒ کے نزدیک تو کسی ترجمہ کے جز کا ثبوت ہو جانا کافی ہے۔ اور حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک ترجمہ کا ثبوت ہو جانا کافی ہے خواہ وہ کسی روایت سے ہو۔ حضرت مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ وحی عام ہے متلو ہو یا غیر متلو وحی الی النبی ہو یا الی سائر الانبیاء اور بد بھی عام ہے۔ خواہ زبانی ہو یا مکانی کسفی ہو یا کمی۔ تو ان کے عموم کی بنا پر تو جہات کی گئی ہیں کہ بد بھی عام ہے اور وحی بھی عام ہے۔ تو اس صورت میں روایات کا انطباق باب سے ہو سکے گا۔ مگر اس پر پہلی روایت اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ایسی آکر پڑتی ہے جس کی وجہ سے تطابقی ٹھکل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں نہ وحی کا ذکر ہے اور نہ ہی مبداء کا ذکر ہے۔ بعض حضرات نے بتکلف یہ جواب دیا کہ امام بخاریؒ یہ حدیث ترجمہ کے لئے لائے نہیں بلکہ قاری۔ استاد۔ کاتب و ناظر حضرات کی تصحیح نیت کے لئے لائے ہیں۔ کہ جس کی نیت خالص اور اعلیٰ ہوگی۔ اس کا ثمرہ عند اللہ عالی ہوگا۔ نیت سافل تو ثمرہ بھی سافل ہوگا۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر تو باب باندھنے سے قبل ذکر کرتے بعد میں لانے کا کیا فائدہ۔ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تاسخین کی غلطی اور سہو ہے۔ مگر ہزارہا بلکہ کروڑہا نسخے لکھے گئے ہیں بلکہ چھاپے گئے سب میں یہو کیسے ہو سکتا ہے۔ تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بالنیات یہ بھی ما ادھی الیہ میں سے ہے۔ لہذا یہ بھی وحی ہوگا۔ مگر اس سے بھی مصنفؒ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس نے باب الوحی نہیں فرمایا۔ بلکہ باب کیف کان بہ الوحی فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث کیفیت بہ وحی پر دلالت نہیں کرتی۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ نے اس جگہ اضافہ بیان یہ قرار دیا۔ ای کیف کان بد الذی هو الوحی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی مبداء اسلام ہے جس میں نہ عقل کو دخل ہے اور نہ کسی دوسری چیز کو۔ تو جب اس جگہ وحی کی کوئی کیفیت بھی بیان کر دی جائے تو تطابقی کی صورت نکل آئے گی۔ لیکن اس پر بھی یہ اشکال ہے کہ پھر اس ایک حدیث کی کیا خصوصیت ہے بلکہ سب احادیث جو مشکوٰۃ نبوی سے صادر ہوتی ہیں۔ سب کو مبداء اسلام کہنا چاہیے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جو وجہ ذکر فرمائی تھی۔ اس کو عموماً شراح تسلیم کرتے ہیں کہ مصنفؒ الفاظ تو دوسرے ذکر کرتے ہیں جن کے مدلول مطابقی سے ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ جس پر اشکال کا غلبہ پیدا ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر مدلول التزامی کو لیا جائے تو تمام روایات میں مطابق ہو جاتا ہے وہ

بدول التزامی غلط دئی ہے۔ قابل اعتبار ہونا اور اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہونا۔
تو جب مصنف "اول دہلے غلط دئی کو بیان کرے گا۔ اس کی بدولت اس کی کتاب بھی قابل اعتماد
رہے گی۔ سوال یہ ہے کہ اس غرض کے مطابق یہ روایت کیوں کہ ہوئی اس کی دو تقریریں کی جاتی ہیں
ایک استدلال اتنی کے طریقہ پر دوسرا استدلال لمی کے طریقہ پر۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ عیسیٰ نیت ہوگی ویسا ہی عمل ہوگا۔ اگر نیت عالی تو عمل بھی عالی ہوگا۔ اگر نیت دنی ہوگی تو عمل بھی دنی
ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اعلیٰ درجہ کی تھی جس پر تاریخ شاہد ہے۔ اگر کسی قسم کی
دنیادی غرض ہوتی تو آپ مکانات بنواتے۔ اموال جمع کرتے۔ لیکن آپ تیس برس تک تبلیغ کرتے
رہے وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار صرف ایک مکان چھوڑا وہ بھی کچھ جس کے متعلق
حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی چھت اتنی نیچی تھی کہ میرے سر کو لگتی تھی۔ حضرت حسن بصریؒ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ مدینہ میں رہے پھر بصرہ چلے گئے حضرت
اتم سلمہؓ کے بیٹے ہیں۔ ان کا علمی خزانہ انہی کی بدولت ہے۔ یہ حضرت علیؓ سے بیعت تھے
بلکہ ان سے خلافت بھی ملی تھی۔ سوائے نقشبندیہ کے باقی سب سلاسل کا تعلق ان سے ہے۔ ان
کی شہادت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی جمع نہیں فرمایا۔ تو نیت عالی پر
شرہ عالی مرتب ہوا کہ ختم نبوت کا تاج سر پر رکھا گیا۔

بدء | یہ لفظ بخاری کے مشہور نسخوں میں با کے فتح اور دال کے سکون اور ہمزہ کے ساتھ نقل
کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ابتداء کے ہیں۔ اور علامہ عینیؒ نے بعض شراح سے بدو بفہم الادل
والثانی و تشدید الواو نقل کیا ہے۔ جس کے معنی اظہار اور ظہور کے آتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے
یہ ہے کہ یہ ہمزہ کے ساتھ بدء ہے۔ کیونکہ بعض نسخوں میں ابتداء کا لفظ وارد ہوا ہے جو اس بات
کی دلیل ہے کہ یہ بدر بمعنی الابتداء ہے نہ کہ بدو بمعنی الظہور۔ اگر کسی نسخہ میں بدو بمعنی الظہور موجود ہو
تو اس صورت میں حضرت کشیخ الہندؒ کے ارشاد کی اشارہ تائید ہو سکتی ہے کہ ارے دئی کا ظہور کہاں
سے ہو گیا۔ روایات نے بتلادیا کہ اوصاف حمیدہ پر نزول ہوا۔

الوحی | لغت میں اس کے معنی الاعلام فی خفا کے آتے ہیں اور اصطلاح میں وحی الکلام
المنزل من اللہ تعالیٰ علی الانبیاء کو کہتے ہیں۔ وحی کی کئی قسمیں ہیں۔ امام حلیمی نے چھالیس قسمیں بیان

فرمائی ہیں۔ پہلی نے وحی کی کل سات قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہی عامۃ الشراح کی رائے ہے۔
 اَوَّلُ خواب یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ اسی واسطے
 حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹے کو ذبح کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء
 نے بیان کیا ہے۔ اگر حضرات انبیاء علیہم السلام سو رہے ہوں۔ تو ان کو جگانا جائز نہیں ممکن ہے
 خواب میں وحی آرہی ہو۔

دوسرا قسم القافی القلب ہے۔ یعنی اگر قلب پر کوئی چیز وارد ہو تو وہ وحی ہوگی اور اگر حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے کسی دلی امتی کے قلب پر کوئی شے وارد ہو۔ تو اہل فن کی اصطلاح کے اندر کشف سے
 تعبیر کرتے ہیں۔ وحی اور کشف میں یہ فرق ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وارد وحی ہوتا ہے اور ہمیشہ
 صواب ہوتا ہے۔ ادلیا کا وارد صواب اور خطا کے درمیان ہوتا ہے۔

تیسرے اللہ تعالیٰ کا مَن وَرَآءُ حِجَابٍ کلام فرمانا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 سے کلام حجاب کی صورت میں ہوا تھا۔

چوتھے یہ کہ نمک اپنی اصلی شکل کے اندر آکر کلام کرے۔ پانچویں انسانی شکل میں آکر کلام
 کرے۔ چھٹے یہ کہ مثل مصلیٰ البحر یعنی گھنٹے جیسی آواز جس کا ذکر روایت میں آ رہا ہے۔ ساتویں
 یہ کہ حضرت جبرائیل کے واسطے سے وحی ہو۔

مولانا ذکر یا کاندھلوی کے نزدیک صرف چار قسمیں ہیں (۱) من وراء حجاب (۲) تلقی بالقلب
 (۳) خواب (۴) وحی جو بواسطہ فرشتے کے ہو۔

الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | رسول اور نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیامبر اور
 واسطہ ہوتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی صاحب شریعت نہیں ہوتا اور رسول صاحب شریعت
 ہوتا ہے۔ رسول اللہ یہ عام لفظ ہے جو اللہ کے ہر رسول کو شامل ہے۔ لیکن یہاں اضافت عہدِ خارجی ہے۔
 اس لئے اسی سے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم | علماء نے لکھا ہے جہاں کسی صحابی کا ذکر آئے تو دلائل رضی اللہ عنہ
 کہنا چاہیے خواہ کتاب کے اندر لکھا ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی
 دلائل صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے چاہے کتاب میں نہ ہو۔ امام کوئی کی رائے یہ ہے۔ ایک بار عمر بھر

میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ بعد ازاں مستحب ہے۔ اور علامہ طحاویؒ کا مذہب یہ ہے کہ۔
 جتنی مرتبہ آپ کا نام پاک آئے ہر بار پڑھنا واجب ہے۔ یہ اختلاف ایک اصل پر مبنی ہے۔
قرآن مجید میں ہے۔ صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اصول فقہ میں ہے الامر المطلق
 لا يقتضي التكرار ولا يحتمل اسی بنا پر امام کرخیؒ کے نزدیک عمر بھر میں ایک بار پڑھنا واجب
 ہے۔ پھر مستحب ہو جاتا ہے۔ لیکن امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ درود شریف کے پڑھنے کا حکم ایک سبب
 کی بنا پر ہے وہ ہے آپ کا اسم سامی اور قاعدہ یہ ہے کہ تکرار سبب تکرار سبب کا تقاضا کرتا ہے۔
 لہذا جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم سامی آئے گا۔ درود کا حکم متوجہ ہوگا۔ اور اس کا پڑھنا
 واجب ہوگا۔ جیسے اَقِمُوا الصَّلَاةَ کا حکم وقت جو سبب صلوة ہے۔ اس وقت کے تکرار سے نماز کا
 حکم متوجہ ہوگا۔

قول اللہ عز وجل | یہ لفظ بالرفع اور بالجرد دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بالرفع کی صورت میں باب
 پر عطف ہوگا۔ خواہ وہ باتوں ہو یا بالاضافہ ہو۔ اور جر کی صورت میں باب کے تحت میں ہوگا۔ اور باب
 مضان ہوگا۔ اور کیف کان پر عطف ہوگا۔ امام بخاریؒ یہ جملہ متعدد جگہ ذکر فرمائیں گے۔ وہاں اس میں تین
 احتمال جاری ہوں گے۔ یا تو یہ جز ترجمہ ہوگا۔ اس صورت میں مثبت بفتح الباء ہوگا۔ یا مثبت بکسر الباء ہو
 گایا ادنیٰ ملا بستہ۔ کی وجہ سے ذکر فرمادیں گے۔ کہ آیت کہ یہ کہ ترجمہ الباب سے ادنیٰ ملا بستہ
 مناسبت ہے۔ خواہ کسی قسم کی مناسبت ہو۔ اور بعض جگہ امام بخاریؒ اتنا بھی ادنیٰ مناسبت کی وجہ
 سے ذکر کرتے ہیں۔ مولانا مدنیؒ فرماتے ہیں کہ مرفوع کی صورت میں ترجمہ الباب کی دلیل ہوگا۔ جبکہ
 یہ مبتدا مخدوف الخبر ہو اسی فیہ قول اللہ تعالیٰ۔ اگر مجرد ہو تو ترجمہ الباب میں شامل ہوگا۔ اس قول
 کی تفسیر کرنی ہے۔ دوسرے کلام سابق کا مفہوم ہو۔ بہر حال اس دوسرے ترجمہ کو بھی دلیل قرار دیا
 جائے گا۔ اس لئے کہ جب ایک باب میں مصنف چند تراجم لاتا ہے تو ان میں مناسبت ہوتی ہے۔
 کبھی ترجمہ ثانیہ ادنیٰ کی دلیل ہوتا ہے۔ اور کبھی دو یا تین مدلول ہوتے ہیں کسی اور کے۔ بہر حال ان
 میں باہمی تعلق ضرور ہوتا ہے۔ اول تقدیر پر بالبداهۃ دلیل ہے۔ بر تقدیر ثانی مختلف وجوہ سے دلیل
 ہے۔ کیونکہ وحی کے تین منازل ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے ملک تک (۲) ملک سے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم تک (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک پہنچنا ہے۔

انا وحیدنا ایک | اس آیت میں اگرچہ نفس وحی کا ذکر ہے۔ کیفیت بدو الوحی کا کوئی تذکرہ نہیں۔

مگر اس آیت سے مبداء اول یعنی اللہ تعالیٰ کی دلیل بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ سخن اور اتا جمع کے صیغے عرب میں مفرد معظم کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ باری تعالیٰ بھی مفرد اور وحدہ لا شریک لہ ہیں۔ وہ جمع کا صیغہ اپنی عظمت کا لحاظ کہ استعمال فرماتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ جب حکم کسی صفت کے ساتھ موصوف ہو۔ تو اس حکم میں صفت کو دخل ہوتا ہے۔ علمیتہ کا یا کوئی اور۔ اس جگہ مسند الیہ کو موصوف بال عظمت قرار دیا گیا ہے۔ تو وجودی اس کی طرف سے نازل ہوگی وہ بھی معظم ہوگی۔ تو اتا اور سلنا سے اس کی عظمت معلوم ہو گئی اور اس کی انتہا بھی معلوم ہو گئی۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر ایک کا لفظ دلالت کرتا ہے تو اس آیت سے مبداء اور منتہا تو معلوم ہو گیا۔ لیکن سفر ثانی میں صراحتہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ اشارۃ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ وَآلِیِّیْنِی

فرمایا گیا۔ جہاں سفر ثانی کا مصداق جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ لہذا یہاں بھی وہی مبداء ہوں گے

النبیین جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے جب جمع محلی باللام ہو تو استغراق کا فائدہ دیتی ہے۔ تو وہ انبیاء علیہم السلام متعدد ہیں۔ یا تو ان سب کے لئے وحی کا ایک طریقہ ہو تو آپ کے لئے بھی ایک ہی متعین ہو گیا۔ اگر طرق متعدد ہیں۔ تو سب طرق آپ میں جمع ہوں گے۔

آپؐ نے جو باں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ اس لئے کہ بعض انبیاء کی طرف وحی ادعیہ کی تھی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام اگرچہ ان کو زیور دی گئی مگر اس میں احکام نہیں تھے۔ صرف ادعیہ تھیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی تورات میں احکام تھے۔ اسی طرح باقی صحائف میں اس اعتبار سے اگر وحی کو کلی مشکک کہا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ کی وحی کوئی نرالی نہیں ہے۔ بلکہ وہی ہے جو انبیاء سابقین کو دی گئی تھی۔ جو انبیاء سابقین کی وحی کو ماننے والے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو مانیں اور اس کا اتباع کریں یہ آیت اس کی دلیل ہے۔ بلکہ یہ سالم دور کو وحی کی مکمل کیفیت پر

مشتمل ہیں۔ پہلے رکوع میں فَاسَدَ الدَّمَارِ لَوُكُلٍ كَابِیَانٍ ہوا کہ فَقَدْ سَأَلُوا اٰلَہٗنَا سِیَ اٰكْبَدَہِیْنَ ذالک (الآیۃ) دوسرے رکوع میں اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ سے صحیح الدمار لَوُكُلٍ کی طرف التفات

ہے۔ جس میں سب حضرات کی وحی کا ذکر کیا گیا۔ جو آدمی کے تمام اقسام اور جمیع کیفیات پر مشتمل ہے۔ آیت بالا کی تشریح میں مولانا ذکر کیا کہ نہ ہلوی فرماتے ہیں کہ آیت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی دجی کو تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت نوح اور دیگر انبیاء کی دجی کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ ان کی دجی کی ابتدا بھی ہوگی۔ اور اس کی کیفیت یہی ہوگی۔ لہذا اس سے کیفیت ابتدا دجی معلوم ہوگئی۔

۲۔ دجی کے مختلف معانی آتے ہیں۔ اصل معنی تو اس کے کلام غنی کے ہیں۔ اور گاہے دجی کے معنی مطلقاً الہام اور القاء کے آتے ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے قرآن کریم میں دادجی ربک الی الخل وار دہوا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس آیت کو ذکر کر کے اشارہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس دجی کی ابتدا آہوئی ہے۔ وہ دجی رسالت ہے۔ نہ کہ دجی الی الحيوانات ہے جن کا تعلق امور مملوکیہ سے ہے۔ لہذا اس سے خود کیفیت دجی معلوم ہوگئی۔

۳۔ مقصود صرف ابتدا دجی میں تشبیہ دینا نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دجی کو مختلف انبیاء علیہم السلام کی مختلف انواع دجی سے تشبیہ دینی ہے۔ جو ان پر مختلف طور سے بھیجی جاتی ہیں۔

۴۔ اس آیت سے تشبیہ کرنا ہے کہ دجی کے لئے تین چیزیں لازم ہیں۔ مرسل۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (۴) مرسل الیہ۔ وہ انبیاء ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (۳) واسطہ وہ جبرائیل ہیں مقصود آیت دجی کے جملہ لوازمات کو بیان کرنا ہے۔

والنبیین من بعدہ آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص کی گئی ہے حالانکہ آپ سے پہلے ادبھی انبیاء گزرے ہیں اور ان پر بھی دجی آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے نبی مرسل ہیں۔ اور احکام تکلیفیہ سب سے پہلے خاص طور پر انہی کے زمانہ میں نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ حدیث حشر میں اول مرسل حضرت نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے بہت ستایا۔ جس پر انہوں نے صبر کیا۔ تو اس سے اشارہ کر دیا کہ تم کو بھی تکلیف ہوگی صبر کرنا دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام شیوع کفر میں مبعوث ہوئے ان سے پہلے کفر کا شیوع نہیں ہوا تھا۔ آپ کو بھی بتلایا گیا۔ کہ آپ بھی شیوع کفر میں مبعوث ہوئے ہیں۔ چوتھی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ طوفان نوح کی وجہ سے تمام انسان ہلاک ہو گئے تھے۔ سوائے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے۔ تو یہ موجودہ نسل انہی سے چلی ہے۔ اس بنا پر ان کو آدم ثانی کہا جاتا ہے تو آیت کریمہ میں باپ کی دجی کے ساتھ تشبیہ دے دی ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمانہ

طفولیت کا ہے۔ احکام تکلیفہ ان کے زمانے میں بہت کم تھے۔ معاش وغیرہ کی تعلیم ان کے زمانہ میں زیادہ تھی۔ اور حضرت شیث علیہ السلام کو علم زراعت اور حضرت ادریس علیہ السلام کو علم صناعت عطا فرمایا گیا۔ احکام تکلیفہ کی ابتداء حضرت نوح علیہ السلام کے دور سے ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر خاص کہ کے تنبیہ کرنا ہے کہ آپ کی وحی احکام تکلیفہ کی جنس سے ہے۔ چھٹی توجیہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمائی ہے کہ ہر ایک چیز کے ساتھ تشبیہ دینے سے دوسری چیز کی نفی نہیں ہوتی جیسے اگر کسی کو کتے سے تشبیہ دی جائے تو اس سے کونک کی سیاہی سے مشابہت کی نفی نہیں ہوتی۔ ساتویں توجیہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوا العزم انبیاء میں سے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی تخصیص سے اشارہ فرمایا گیا کہ آپ بھی اولوا العزم انبیاء میں سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی جملہ انواع وحی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمائی گئی ہیں۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ من بعدہ کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو وحی آئی ہے۔ آپ اس پر تو عادی ہیں۔ لیکن جو وحی ان سے پہلے آئی ہے۔ اس وحی پر آپ مجتمع نہیں جیسے آدم علیہ السلام و شیث علیہ السلام کی وحی۔ حالانکہ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ یہ عالم ایک شخص واحد اکبر ہے۔ اور مخلوقات شخص اصغر ہے۔ خدا جانے اس شخص جیسے اور کتنے اشخاص ہیں لَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ چنانچہ سائنس والے بتلاتے ہیں۔ کہ مریخ اور قمر میں کچھ آبادی ہے۔ دوسری سے ہم ان کو چلتے پھرتے دیکھتے ہیں۔ گفتگو کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید میں بھی ہے۔ وَ مِنَ الْأَنْصِیْنِ چنانچہ ایک بزرگ کو تمام عالم کف دست کے برابر دکھایا گیا۔ مگر یہ مشاہدہ ان کا ہمیشہ نہیں رہتا۔ احوال متبدل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اولید کرام کے لئے یہ مشاہدات ہمیشہ رہتے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اس کے زیادہ مستحق تھے۔

الغرض عالم شخص اکبر ہے۔ اور اس کے اجزائیں سے جزو اشرف انسان ہے۔ اس نوع انسانی کے کئی اجزاء ہیں۔ طفولیت، شباب، شیخوخت کے زمانے۔ حضرت نوح علیہ السلام تک تمام مخلوقات کے لئے زمانہ طفولیت ہے۔ اسی زمانے میں وحی ضروریات زندہ گی بتلانے کے لئے آتی رہی۔ کہیں زراعت کی وحی۔ کہیں صنعت کی وحی۔ کیونکہ بچے کے لئے تو احکام نہیں ہو کہ تے بلکہ ابتدا میں اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ بعد ازاں معلم کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور نو عمری کے عالم میں ہٹ دھری

پر مقرر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی۔ لوگ مہٹ و ہرمی کی وجہ سے سزا کے مستوجب ہوئے۔ پھر حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ اس وقت بھی شرارتیں کی گئیں جن پر مواخذہ ہوا۔ غرضیکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے صرف توحید و رسالت پر کفایت کی گئی۔ ذرا اعت خیاطت وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔ حکم اور احکام کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ جو عالم کی کہولت کا وقت ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حکمت کا شروع ہوتا ہے۔ حکماء یونان و حکما ہند وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ بنا بریں مصلح بعدہ کی قید لگائی گئی تاکہ وحی کی تمیز ہو جائے۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کی وحی احکام کے لئے ہے۔ پہلے کی وحی تکمیل خلقت کے لئے تھی۔ احکام بمنزل عدم کے تھے۔

اب تشریح شروع ہوتی ہے۔

تشریح کرنے والے ایک توشیح الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم و مغفور ہیں اور دوسرے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مرحوم ہیں

سند

قال الشاہ ولی اللہ دہلوی اخیرنا الشیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی قال اخیرنا والدی الشیخ ابراہیم الکردی المدنی قال قرأت الشیخ احمد القشاشی قال قرأت علی الشیخ الحافظ ابی الفضل شہاب الدین محمد بن احمد بن محمد الرطبی عن الشیخ احمد زکریا بن محمد البوکی الانصاری قال قرأت علی الشیخ الحافظ ابی الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن حجر الحقلانی عن ابراہیم بن احمد التنوخی عن ابی العباس احمد بن ابی طالب الحجازی عن السراج الحنین بن المبارک الزبیدی عن الشیخ ابی الوقت عبداللہ بن عیسیٰ بن شعیب السجری الہریدی عن الشیخ ابی الحق عبدالرحمن بن مظفر الدادوی عن ابی محمد عبداللہ بن احمد السرخسی عن ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن فطرن صالح القرطبی عن مولفہ امیر المؤمنین فی الحدیث الشیخ ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
ترجمہ شروع کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔

پہلا پارہ

باب کیف بدؤ الوحي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ یہ باب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتدا کیسے ہوئی۔

وقول الله عز وجل - إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ

وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ

ترجمہ اور اللہ بلند و برتر کا قول ہے کہ بے شک ہم ہی نے آپ کی طرف ایسے وحی بھیجی جیسے کہ ہم نے نوحؑ ان کے بعد نبیوں کی طرف بھیجی۔

۱ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ إِلَى أَخِي السَّنْدُ أَتَهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بِنَ وَقَاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمُنْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِمَّا ذُوِيَ فَرْقٌ كَانَتْ هَجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

ترجمہ حضرت علقمہ بن وقاص لیثی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ عملوں کے اعتبار نیتوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جسکی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے ہوئی یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوئی تو جس چیز کی طرف اس نے ہجرت کی ہے اسی ہجرت کا اس کو ثواب ملے گا۔

تشریح - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ - حدیثنا یہ محدثین کی ایک اصطلاح ہے۔ اور اس کے ساتھ دو لفظ

اور ہیں۔ ایک اخبرنا دوسرا انبأنا بخاری اور مسلم میں کثرت سے حدیثنا اور نسائی میں بکثرت اخبرنا اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق میں بکثرت انبأنا ملے گا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں

ایک ہیں یا ان میں کوئی فرق ہے۔ علمائے سلف جن میں امام بخاریؒ بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی فرق نہیں سب ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہو سکتے ہیں۔ لیکن متاخرین میں مشارقہ اور امام نسائی داخل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لغت اور معنی کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں لیکن استعمال کے اعتبار سے فرق ہوگا۔ وہ اس طرح کہ اگر استاد پڑھے اور شاگرد سنیں تو اس کو حدیث سے تعبیر کریں گے۔ اگر استاد نے اور شاگرد پڑھیں تو اس کو اخبار سے تعبیر کریں گے اور جہاں نہ استاد قرأت کرے اور نہ شاگرد بلکہ صرف استاد اپنی کتاب شاگرد کو دے کر یا ادا اکل پڑھا کر اجازت دے دے تو

اس کو ابنا نا سے تعبیر کیا جائے گا۔ تحدیث کے معنی آتے ہیں حدیث کا بیان کرنا اور اخبار اور انباء دونوں ہم معنی ہیں یعنی خبر دینا۔ محدثین کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ ابتداء میں تو حدیث کا علمی قلم سے لکھتے ہیں اور اس کے بعد جب دوبارہ لکھتے ہیں تو باریک لکھا کرتے ہیں تاکہ سند حدیث کے اندر ابتداء اور غیر ابتداء کا امتیاز ہو جائے۔ اس طرح ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ دوسری مرتبہ حدیث یا اخبار نا تحریر کرنے سے پہلے قال کو کتابتہ حذف کر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ قرأت باقی رہتا ہے۔ گویا تقدیری عبارت قال حدیث نا اخبار نا ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرات محدثین حدیث کی بجائے صرف ثنا اور اخبار نا کی بجائے صرف انا تحریر کرتے ہیں۔ اور ابنا نا کو بنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ متقدمین کی کتابوں میں یہ چیز بکثرت ملتی ہے۔ یہاں پر ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ استاد کا پڑھنا اور شاگرد کا سننا اولیٰ ہے۔ یا برعکس بہتر ہے۔ حضرات محدثین کے ہاں استاد کا پڑھنا اور شاگرد کا سننا اولیٰ ہے۔ اور فقہاء رحمہم اللہ کے یہاں استاد کا سننا اور شاگرد کا پڑھنا اولیٰ ہے۔ محدثین اپنی دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب شاگرد پڑھے گا تو بسا اوقات وہ غلط پڑھے گا اور ممکن ہے استاد غافل ہو جائے تو سارے تلامذہ غلط ہی پڑھیں گے اور غلط ہی نقل کریں گے۔ جب استاد پڑھے گا تو صحیح پڑھے گا۔

لہذا اس میں اعتبار اور اعتماد زیادہ ہے۔ قدماء حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ غلطی ہر جگہ تو ہوتی نہیں کہیں کہیں ہوتی ہے۔ لہذا اگر استاد پڑھتا چلا جائے گا تو شاگردوں کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ جگہ منزلۃ الاقدام ہے۔ لہذا جب شاگرد پڑھے گا اور استاد اس کو غلط بتلائے گا تو تمام طلباء اس کو سنیں گے اور ضبط کر لیں گے۔ لہذا صحت کے اعتبار سے یہی اولیٰ ہے۔ چنانچہ

امام مالکؒ فقہیہ ہونے کی وجہ سے شاگردوں سے پڑھوایا کرتے تھے۔

الحمدی علماء نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے جہاں بہت باریکیاں اپنی کتاب میں رکھی ہیں ان میں مناسبت کے طور پر ایک باریکی یہ ہے کہ سب سے پہلی حدیث حمیدی اور سفیان کی ذکر فرمائی جو کہتی ہیں۔ دوسری حدیث امام مالکؒ کی بیان فرمائی جو مدنی ہیں۔ تو اس سے اشارہ کیا کہ وحی کی ابتداء رکھ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ مدینہ پاک میں ہوا۔

قال حدثنا سفیان محدثینؒ کہے ہاں جب نام کی طرف نسبت کے آئے تو وہ اعراف پر محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن بعض مرتبہ اس میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں اعراف ہلکے ہاں غیر اعراف ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ وہ لوگ اپنے وسعت مطالعہ اور علمی معلومات کثیرہ کی بنا پر ان کو پہچانتے ہیں لیکن ہم ان سے کم واقف ہوتے ہیں۔ اب اس حدیث کے اندر سفیان کا ذکر ہے۔ اور سفیان دو ہیں اور دونوں مشہور ہیں۔ ایک سفیان بن عیینہ اور دوسرے سفیان ثوری۔ اب ان کو پہچاننے کی صورت یہ ہے کہ جہاں اوپنچے طبقہ میں نام آتا ہے تو اس سے سفیان ثوری مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اوپنچے طبقہ کے ہیں۔ اگر سند میں نیچے کے درجہ میں سفیان آئیں تو اس سے سفیان بن عیینہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی سفیان بن عیینہ مراد ہیں۔ اس مقام پر شراح یہ تحریر کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے سند اول کے اندر تحدیث کے چاروں متداول طریقے درج کر دیئے ہیں یعنی تحدیث۔ اخبار سماع اور عنعنہ مگر شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس سند میں عنعنہ نہیں ملا۔ تو میں یوں کہا کرتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے سند اول کے اندر تحدیث کے جو اکثری صیغے ہیں ان کو جمع فرمادیا۔ چونکہ عنعنہ تینوں کو عام اور شامل ہے۔ اس لئے وہ بھی اس میں آگیا۔ ہاں البتہ شراح کی یہ رائے حافظ ابن حجرؒ کے نسخے پر صادق آسکتی ہے۔ ان کے نسخے میں عن بنی ابن سعید الانصاری درج ہے۔

الانصاری محدثینؒ کے ہاں ایک اصطلاح ہے جو خود اولوں کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ وہ یہ کہ چند ناموں کے بعد جو کوئی صفت واقع ہو تو وہ نحو کے قاعدہ کے مطابق اقرب نام کی صفت ہوتی ہے اور محدثین حضرات کے ہاں وہ اول نام کی صفت ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے یہاں استاد مقصود ہوتا ہے اور اسی کے لئے وہ باقی سند کی کڑی ذکر کرتے ہیں تو اس سند کے بعد جو صفت آئے گی تو اس کا موصوف وہی ہوگا جو متکلم کا مقصود ہے۔ درمیان کے اسماء تو تالیف ہیں اور خود اولوں کے

ہاں اعراب مقصود ہوتا ہے۔ اور قاعدہ ہے جب نحو اور حدیث کے قاعدہ میں تعارض ہو جائے تو حدیث کی کتب میں حدیث کے قاعدہ کو ترجیح ہوگی۔ بعض علمائے کبار نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ روایت عزیز ہو یعنی اس کے ہر طبقے کے اندر کم از کم دو راوی ضرور موجود ہوں۔ لیکن بخاری کی یہ پہلی روایت ہی اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ یحییٰ بن سعید کے نیچے نیچے تو یہ روایت مشہور کیا بلکہ متواتر ہے کیونکہ یحییٰ سے نقل کرنے والوں کی تعداد میں مختلف قول ہیں۔ بعض نے دو سو بعض نے ڈھائی سو^{۲۵۰} اور بعض نے سات سو تک شمار کرائے ہیں۔ لیکن ان سے اوپر محمد بن ابیہامیم ترمذی اور علقمہ اور حضرت عمرؓ یہ سب چونکہ تنہا ہیں اس لئے اس اعتبار سے غریب ہے۔ بہر حال یحییٰ بن سعید الانصاری تک تو یہ روایت غریب ہے۔ ہر ایک راوی ایک دوسرے سے متفرد ہے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے حضرت عمرؓ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے میں متفرد ہیں۔

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات قابل غور ہے کہ تین چیزیں ہیں صلوٰۃ و سلام دوسرے ترمذی رضی اللہ عنہ کہنا تیسرے رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ہر ایک پر ان جملوں کو استعمال کہہ سکتے ہیں۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے ہاں صلوٰۃ و سلام کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ اور رضی اللہ عنہ کا کہنا حضرات صحابہ کے ساتھ اور رحمۃ اللہ علیہ غیر صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے البتہ صحابہ کرام پر استعمال بے ادبی میں شمار ہوگا۔

علی المنابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانہ میں منبر نہیں تھا بلکہ شہداء یا سہابہ میں بنا ہے اور حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو جو منبر پر پڑھا ہے وہ اس کی اہمیت کی وجہ سے بڑھا۔ اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پر کسی کے یہاں بھی نہیں کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ اعمال کا وجود نیت سے ہوتا ہے۔ حالانکہ چھٹ پر سے گرنے والا گرنے کی نیت سے نہیں آتا ایسے بھٹو کہ کھانے والا۔ لہذا تقدیر عبارت ضروری ہے۔ امام شافعیؒ صحتہ الاعمال مقدر مانتے ہیں۔ اور حضرات احناف ثواب الاعمال مقدر مانتے ہیں۔ اس قسم کی تقدیریں اجتہاد سے نکالی جاتی ہیں۔ بابریں حنفیہؒ یہ فرماتے ہیں کہ طہارت من الاجناس میں نیت شرط نہیں۔ اگر کپڑے پر پیشاب لگ جائے اور سمندر میں پڑ جائے اور بغیر نیت طہارت کے نکال لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ شافعیہؒ نے الزام دیا کہ پھر تم تیمم میں نیت شرط کیوں قرار دیتے ہو۔ حنفیہؒ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ لفظ

۱۰۔ نیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ یم کے معنی لغت میں قصد کرنا ہے۔ نیز! تیمم طہارت کے اندر اصل نہیں ہے بلکہ خلیفہ اور تابع ہے اس لئے نیت کرنی پڑے گی۔ اور سبب ورود حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے جو حنفیہ کہتے ہیں کہ ثواب عمل نیت پر موقوف ہے۔ یہ کہ یہاں حدیث میں ثواب مراد ہے۔ کیونکہ مصنف کا مقصود اس جگہ اس حدیث کو بیان کرنے سے نیک نیتی پر متنبہ کرتا ہے۔ دوسرا کلام اس حدیث پر یہ ہے کہ انما الاعمال بالنیات فرمایا۔ نیت اور عمل دونوں کو جمع لائے گویا مقابله الجمع بالجمع ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مقابله الجمع بالجمع انقسام الاحاد علی الاحاد کو متقاضی ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کے نزدیک اس جملہ کا مطلب یہ ہو گا کہ ہر ہر عمل کے واسطے الگ الگ ایک نیت ہو۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ایک عمل کے ساتھ مختلف نیات متعلق ہو سکتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے جاتا ہے۔ اگر کسی صالح شخص سے ملنے کی نیت کرے اور کسی کی مدد کرنے کی نیت کرے تو ہر ایک نیت کا الگ الگ ثواب ملے گا۔ تیسرا کلام انما لكل امرء ما نوى پر ہے۔ یہ جملہ اولیٰ کی تاکید ہے یا تاسیس ہے۔ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ جملہ اول ہی کی تاکید ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تاکید پر کلام کو اس وقت محل کرتے ہیں جب کہ تاسیس ممکن نہ ہو۔ لیکن یہاں تاسیس پر محمول کرنا ممکن ہے جس کی صورت یہ ہے کہ جملہ اولیٰ انما الاعمال بالنیات کے اندر تو شارح علیہ السلام نے یہ بتلادیا کہ عمل کا وجود شرعی نیت پر موقوف ہے اور اس ثانی جملہ سے یہ بتلادیا ہے۔ کہ جو کام کرے گا اس پر وہی ملے گا۔ جس کی اس نے نیت کی ہو۔ مگر یہ معنی تو پہلے جملہ سے سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت شیخ زکریا کی رائے یہ ہے کہ جملہ ثانیہ سے تعدد منویٰ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ ایک عمل کے ساتھ مختلف نیات متعلق ہو سکتی ہیں۔ صاحب مظاہر حق نے اس کی ایک لمبی چوڑی مثال دی ہے کہ اگر کوئی مسجد جارہا ہو۔ راستہ میں کسی بزرگ کے پاس بیٹھنے کی نیت کرے۔ کسی کی مدد کی نیت کرے۔ کسی مریض کی عیادت کی نیت کرے تو ان سب پر الگ الگ ثواب ملے گا۔ اس جملہ پر فقہاء کی جانب سے ایک اشکال ہوتا ہے کہ اگر کوئی رمضان میں نفلی روزے کی نیت کرے تو نفل نہیں واقع ہو گا بلکہ فرض واقع ہو گا۔ تو یہاں پر مانوی مرتب نہ ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رمضان نفل کا عمل نہیں ہے۔ لہذا اس کی نیت نفل لغو ہو جائے گی۔ اور یہ بھی

کہا جاسکتا ہے کہ فرض کے اندر نفل خود داخل ہے۔ گویا کہ فرض عبادت نافذ مع شئ زائد ہے تو مانوی مرتب ہوا ہے۔ شئ زائد یہ روایت بخاری شریف میں سات جگہ مذکور ہے۔ ایک جگہ نيات جمع کا صیغہ مذکور ہے۔ باقی چھ مقامات پر مفرد کا صیغہ ہے جہاں پر جمع کا صیغہ ہے وہاں پر تو تعدد منوی کا لحاظ فرمادیا گیا۔ اور جہاں مفرد کا صیغہ لائے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ نیت فعل قلب ہے اور قلب ایک ہی ہے۔ اس لئے وہاں مفرد کا صیغہ ذکر کر دیا۔

حضرت شیخ مدنیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اعمال دو قسم کے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری جن میں ارادہ اور اختیار کو دخل نہیں ہوتا ان پر ترتب مدح و ذم طاعت و دنیا میں اور عتاب و سزا آخرت میں مرتب نہ ہوگی بلکہ اعمال اختیاریہ پر ان کا ترتب ہوگا۔ کیونکہ بعض اعمال انسان سے ایسے سرزد ہوتے ہیں جن کی نیت نہیں تھی۔ مثلاً منڈیر پر سونے والا اگر پڑے اس کی وجہ سے کوئی دوسرا آدمی مر جائے یا کسی مال کا نقصان ہو جائے۔ ایسے جب کوئی شکاری ہرن کو تیر مار رہا ہے۔ اچانک ایک آدمی کو لگ گیا تو ان اعمال میں نیت کو دخل نہیں لیکن قتل عمد اور قتل خطا کی تقسیم کی جاتی ہے۔ قتل خطا میں دیت دلائی جاتی ہے تو انما الاعمال بالنیات میں حصر صحیح نہ ہوا تو علماء نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ انما الاعمال معتبرہ اور مشابہہ بالنیات افعال عامہ کی تقدیر نہ ہوگی۔ کہ اعمال بغیر نیت کے موجود تو ہو جاتے ہیں۔ مگر ثمرات کا ترتب نیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قتل عمد کی سزا جہنم ہے اور قتل خطا کی سزا دیت ہے تو تقدیر عبارت ہوگی الاعمال معتبرہ بالنیات انجسب النیات قتل خطا میں نفس زید کے قتل کرنے کی نیت نہیں مگر نفس قتل کی نیت ہے۔ اس لئے کہ افعال اختیاریہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) جوارح کی حرکات (۲) قلب کا ارادہ۔ ہر ایک کے ثمرات الگ الگ ہیں۔ جوارح کی حرکات سے مادی اثر پیدا ہوگا۔ قلب کی حرکت سے اور اثر ہوگا۔ تو دو شانیں الگ الگ ہوں گی۔ عند اللہ کس چیز کا اعتبار ہے۔ ظاہر ہے کہ جوارح پر مواخذہ نہیں۔ ورنہ قتل خطا میں یہ چیز موجود ہے۔ بلکہ قلب کا اعتبار ہے۔ دوسرا بعض حضرات عمل اور فعل میں فرق کرتے ہیں۔ عمل کا اطلاق ان چیزوں پر ہوگا جو اختیار اور ارادہ سے سرزد ہوں۔ لفظ فعل اختیاری غیر اختیاری دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور امور اختیاریہ کے لئے نیت کا ہونا ضروری ہے تو انما الاعمال بالنیات بالحصر کہنا صحیح ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ہم عمل اختیار ہی اور غیر اختیار ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر الاعمال میں الف لام عہد خارجی کہے۔ اس سے وہ اعمال مراد ہیں جو اختیار ہی ہوں۔ ان میں ارتقار۔ تنزل۔ پرج اور ذم کا ترتب ہوگا۔ اعمال اضطرابیہ میں ترتب نہ ہوگا۔ توجیہ ثانی اور ثالث میں یہ فرق ہوگا کہ توجیہ ثانی میں عمل صرف فعل اختیار ہی کے لئے لغتاً ثابت کیا گیا تھا۔ اور ثالث توجیہ میں عموم تسلیم کرتے ہوئے تخصیص کی گئی۔ کیف ماکان سب حضرات اس پر متفق ہیں کہ اعمال کے درجات کا نیت پر دار و مدار ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ازاں فرمایا انما لامر ما خوی یہ جملہ ماقبل کے لئے موضع ہے۔ لامر میں لام انتفاع کا ہے۔ کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ کس حیثیت سے بیان کیا گیا کہ انتفاع مانوی کے موافق ہوگا۔ تو پہلے جملہ میں ابہام تھا اس کی توضیح کی گئی۔ اس جگہ قلب کی جانب کو بیان کرنا منظور ہے۔ جوارج کی جانب کو بیان نہیں کرنا۔ کیونکہ شہنشاہ بدن قلب ہے۔ تمام حکومت کا دار و مدار شہنشاہ پر ہوتا ہے۔ اگر لڑائی میں بادشاہ ثابت قدم ہو کر ڈٹا رہے تو شکست نہیں مانی جاتی۔ چنانچہ غزوہ خنین میں آپ ثابت قدم رہے۔ شکست تسلیم نہیں کی گئی۔ اس لئے کہ قلب کا اعتبار کیا گیا۔ نیت الفاظ کو نہیں کہتے بلکہ ارادہ قلبیہ کو نیت کہتے ہیں۔ الحاصل اس روایت سے معلوم ہوا کہ نیت اعمال کے درجات کا مبدئ ہے۔ اگر نیت اعلیٰ درجہ کی ہے تو عموماً اللہ اعلیٰ قسم کا درجہ ہوگا۔ اگر نیت ذلیل اور دنی درجہ کی ہے تو اس کا ثمرہ بھی ویسے ہی ہوگا۔ چنانچہ کوئی شخص درزش کی غرض سے نماز پڑھتا ہے کوئی جہنم کے عذاب سے نجات پانے کے لئے کوئی دھال باری تعالیٰ کے لئے کوئی رخصتا مولا کے لئے اور کوئی حقوق عبدیت ادا کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے۔ ایسے ہی ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ کہ اس سے کہا جاتا تھا کہ تو جس قدر عبادت کرے پھر بھی اہل جہنم سے رہے گا۔ کسی آدمی نے یہ سن کر ان سے کہا۔ کہ تعجب ہے پھر بھی عبادت کئے جا رہے ہو۔ اب چھوڑ دو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جس پر اس بزرگ نے فرمایا۔ کہ تو ایک دفعہ یہ آواز سن کر تجھ میں چالیس برس سے اس آواز کو سن رہا ہوں۔ پھر بھی باقاعدگی سے عبادت اس لئے کرتا ہوں۔ کہ حقوق عبدیت ادا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ اب وہ باری تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کرے یا جہنم میں ڈالے یہ اس کی مرضی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ما عبدناك حق عبادتك وما عرفناك حق معرفتك۔ تو حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال کے ارتفاع کا مبدئ نیت ہے اب اس استدلال انی ولمی دونوں طرح

ہو سکتا ہے اگر معلول سے علت پر استدلال ہو تو دلیل رافی ہے۔ اگر علت سے معلول پر استدلال ہو تو دلیل لمتی ہے۔ عالم سے خالق پر استدلال رافی کہلاتا ہے۔ اور نار سے وجود حمارت پر استدلال لمتی کہلاتا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ نیت مبعدہ ہے۔ اس کے مطابق ثمرات کا ترتیب ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اعلیٰ ہونے پر آپ کے افعال حسنہ شاہد ہیں کیونکہ نیت فعل قلبی ہے جس پر اطلاع طاقت بشری سے خارج ہے۔ بلکہ آثار سے اطلاع ہوگی۔ جیسے جو دو دم۔ داد و دہش وغیرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کے متعلق آپ کے افعال اور اخلاق حمیدہ سے فیصلہ کیا جائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسوں کو جنہوں نے بیس برس تک ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور ہجرت کرنے پر قریش نے انصار کو دھمکیاں دیں۔ تسلیم کرنے پر لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ ہیں کہ بیس برس کے بعد مکہ پر غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ قریش کے تین بڑے جاسوسی کی حالت میں پکڑے گئے تھے۔ ان کو بھی قتل نہیں کیا۔ دوسرے روز یہ اعلان کر دیا جبکہ ابوسفیان کے قلب میں رعب پڑ چکا تھا کہ من دخل دار ابی سفیان فہو امن من دخل فی المسجد

الحرام فہو امن اسی پر یہ بھی فرما دیا کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی سب مامون ہیں۔ اس اعلان کے بعد کفار مکہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا ہمارا معاملہ بیس برس کا ہے۔ اب بتلاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔ عرب کا دستور تھا کہ جب دشمن پکڑا جاتا تو اس کو قتل کر دیتے تھے اس پر کفار مکہ نے کہا کہ ہم خافین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فوقیت دی ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لَا تَثْرِيْبَ عَلَیْکُمْ الْیَوْمَ۔ جاؤ ہم نے تم سب کو چھوڑ دیا۔ ایسے سلوک کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علونیت کی خبر ملتی ہے کہ اس میں نفسانیت کا کوئی شائبہ نہیں۔ بلکہ یہ تعلقات خواہ خالق سے یا مخلوق سے ان سے خلوص اور للہیت ٹپکتی

ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو قدموں میں دم آجاتا ہے نصیحت کرنے پر فرماتے ہیں اخلا اکون عبداً شکوذاً آپ نہ اپنی راحت کو چاہتے ہیں نہ اپنے اہل بیت اور خاندان کی راحت کا خیال کرتے ہیں۔ وفات پاتے ہیں تو یہودی کے مقروض ہیں۔ اس معلول سے اس بات کا پتہ چلا کہ خاتم النبیین کی نیت خاتم النبیات ہے۔ توجہ مبعدہ کی شان انتہائی ہے تو اس کے ثمرہ عند اللہ کی شان بھی انتہائی ہوگی اور عند اللہ ثمرات میں سے انتہائی ثمرہ کسی پر وحی کا نازل کرنا ہے اور اپنی کلام کا آپ کی زبان پر جاری کرنا ہے جس کا وعدہ

تورات میں کیا گیا تھا۔ کہ ہم اپنا کلام خاتم النبیین کی زبان پر جاری کریں گے۔ تو مؤلفؒ اس حدیث کو اس لئے لائے ہیں کہ مبتدہ تمام اعمال کا نیت ہے اور وہ انتہائی ہے۔ اور ثمرہ انتہائی وحی ہے۔ جس پر اس کا ترتیب ہوا۔ نیت کے علو سے ثمرہ کے علو کو ثابت کیا گیا یہ دلیل ملتی ہے۔ اور دلیل اتنی اس طرح ہے کہ بڑا احسان باری تعالیٰ کا کسی پر وحی نازل کرنا ہے۔ وہ انتہائی درجہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی نیت عالی ہے تو ترجمہ سے نیت کا عالی ہونا سمجھا جاتا تھا۔ اس کو روایت سے ثابت کر دیا تو کیف کان بہ آوجی ترجمہ ثابت ہو گیا۔

فن کانت ہجرۃ الی دنیا یصیبھا^۱ امام بخاریؒ نے یہاں پوری حدیث ذکر نہیں فرمائی اب سوال یہ ہے کہ یہ حدیث مخفی کس نے کی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خود امام بخاریؒ نے کی ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کے اساتذہ نے کی ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے فن کانت ہجرۃ الی اللہ و رسولہ^۲ فہجرۃ الی اللہ و رسولہ کو چھوڑ دیا۔ شرح حضرات نے اس سے تعرض نہیں کیا۔ لیکن حضرت مولانا کشیغ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت مولانا بدر عالم مرحوم نے جب اس ترک کی وجہ پوچھی تو میں نے یہ وجہ بتلائی کہ جلب منفعت سے دفع مہرت ادلی ہے تو جملہ فن کانت ہجرۃ الی دنیا کے اندر دفع مہرت کی جارہی ہے اور مصنفؒ کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کے اندر نیک نیتی چاہیے۔ یہ نہ سوچے کہ پڑھ کر دنیا کھاؤں گا۔ اگر تم نے دنیا سے منہ موڑا تو یہ خود تمہارے قدموں میں آپڑے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دلوں اخلاص کی قدر ہے۔ اس پر ایک قصہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک مسافر کسی دن کا بھوکا جھگ کی کسی مسجد میں جا پہنچا دیکھا کہ مسجد کے تین کونوں میں ایک ایک آدمی گرہن جھکائے بیٹھے ہیں۔ اس کو ڈھا اس ہوئی یہ بھی ایک کونے میں جا بیٹھا۔ اتنے میں ایک نوجوان خوب صورت لڑکی خوان لے کر آگئی۔ یہ اس کو دیکھنے لگا۔ اولادہ ان تینوں میں سے ایک کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت کھانا حاضر ہے۔ کئی دفعہ کہنے کے بعد انہوں نے سر اٹھایا اس نے فوراً ایک خوانچی میں سے ایک خالی طشتری اور تھوڑا سا پانی نکال کر ان کے ہاتھ دھلائے اور دسترخوان بچھا کر عمدہ بریانی کی ایک بڑی پلیٹ رکھ دی۔ انہوں نے اس میں سے کچھ کھا کر باقی چھوڑ دیا۔ کھانے کے درمیان جب کوئی ہڈی نکلتی تو وہ آدمی اس کے منہ پر مارتے۔ یہی قصہ دوسرے اور تیسرے آدمی کے سامنے پیش آیا۔ اور یہی صورت دہل بھی ہوئی۔ اس کے بعد اس لڑکی نے تینوں رکابیوں کے پچھے ہوئے

کھانے کو ایک جگہ کیا۔ اور اس چوتھے کے پاس لائی۔ یہ تو منتظر ہی تھا۔ کھانا شروع کر دیا۔ تو جب اس کے ہاں بھی ہڈی نکلی تو یہ سوچ کر کہ شاید یہاں کا یہی دستور ہو کہ ہڈی منہ پر مارتے ہوں اس نے بھی مار دی۔ اس عورت نے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ اگر کھانا ہے تو کھالے ورنہ چھوڑ دے۔ اس آدمی نے کہا کہ ابھی تو ان لوگوں نے یوں ہی ہڈی ماری تھی میں یہ سمجھا کہ یہاں کا یہی دستور ہے۔ اس عورت نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ میں دنیا ہوں اور یہ لوگ مجھ سے روٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو منا رہی ہوں۔ اور تو میری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔

الغرض اگر دنیا کو چھوڑ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور دے گا۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہو۔ یہ نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور ظاہر تو کل ہو۔

اولیٰ امرأۃ ینکحہا یہاں پر امرأۃ ینکحہا تخصیص بعد التعمیم ہے۔ کیونکہ عورت زیادہ محل نقہ ہے۔ اس لئے اس کی تخصیص فرمادی۔ کیونکہ انسان زنا وغیرہ کے اندر اسی کی وجہ سے مبتلا ہوتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ جیسے آیات کا شان نزول ہوتا ہے اسی طرح احادیث کا بھی شانِ ورود ہوتا ہے۔ اس حدیث کا شانِ ورود صحاح کی کتابوں میں تو نہیں ملتا البتہ طبرانی وغیرہ میں ملتا ہے۔ کہ ایک شخص نے ام قیس نامی عورت سے نکاح کا پیغام بھیجا اس نے شرط لگائی کہ تم ہجرت کر لو۔ چنانچہ اس نے اسی بنا پر ہجرت کی۔ اسی وجہ سے اس کو مہاجر ام قیس کہنے لگے۔ اس صحابی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا تاکہ صحابی کی تنقیص نہ ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس اور مال دونوں قسم کی ہجرت کو بیان کر دیا گیا۔

فہجرت الی ما ہاجر الیہ ہجرت جس طرح یہ کہ وطن کو چھوڑ کر دوسرا وطن اختیار کیا جائے۔ اس طرح ہجرت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معافی سے اجتناب کیا جائے۔ اسی کو حدیث پاک میں المہاجر من ہجر ما ہنی اللہ عنہ در سولہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حدیث امام ابو داؤد کے مختارات اربعہ میں سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سے اپنی کتاب منتخب کی ہے۔ پھر ان میں سے چار احادیث انتخاب کی ہیں۔ ایک انما الاعمال بالنیات۔ دوسری لایؤمن احدکم حتی یحجب لانیۃ ما یحجب لنفسہ۔ تیسری منی حسن اسلام المرء تمہ کہ لا ینعیہ اور چوتھی الحلال بین الحرمین۔ یہ چاروں اصول دین میں سے ہیں اور بعینہ ہی چار احادیث امام ابو حنیفہؒ کی وصایا

میں ان کے مختارات سے لکھی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ امام صاحب نے ایک اور حدیث اختیار کی ہے

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده آج کل جو عالم کے اندر آئے دن لڑائیاں ہوتی ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کوئی کسی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے محفوظ نہیں رکھتا۔ اگر ہم لوگ تعرض کرنا ہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی پیش نہ آئے۔ ان چاروں احادیث کے اصول دین ہونے کی وجہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ انما الاعمال بالنيات میں تہصح عبادات اور اعمال آگئے۔ حدیث لا یؤمن احدکم الا میں حقوق العباد آگئے۔ حدیث ثالث من حسن اسلام امرء میں اوقات کا تحفظ آگیا۔ اور چوتھی حدیث الحلال بینہم تقویٰ آگیا کہ جہاں کسی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف آگیا تو جانب احوط اختیار کرے یہی سارے اصول دین ہیں۔ حدیث بالا کو ترجمہ الباب سے مناسبت کے بارے میں یہ جواب بھی علماء کرام ذکر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاریؒ نے بمنزلہ خطبہ کے ذکر فرمائی ہے۔ چونکہ یہ حدیث جامع احادیث میں سے ہے اس لئے اس کو بمنزلہ خطبہ کے ذکر فرمایا اس وجہ سے حضرت عمرؓ نے منبر پر خطبہ میں ذکر فرمایا تھا۔ اور بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے اپنے صن نیت کی طرف بطور تحدیث بالنعمة کے اشارہ فرمادیا کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اخلاص سے لکھا ہے اور کتاب پڑھنے والوں کو بھی رغبت دلائی ہے کہ وہ بھی اپنی نیات کو درست کر لیں۔ لیکن تینوں جوابات پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پھر تو اس حدیث کو باب سے پہلے ذکر کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث ہنورا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سب سے پہلے بیان کر دی تھی۔ اور باب بدالوحی ہے۔ لہذا مدینہ کی وحی کی ابتدا ہوگی۔ نیز حمید دی کی ہیں اور مالک مدنی دونوں روایتیں ذکر کر کے بتلادیا کہ وحی کی ابتدا مکہ سے ہوئی اور اس کا پھیلاؤ میں ہوا۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدو کی اضافت وحی کی طرف بیانی ہے اور مقصود ابتدا امر جو کہ وحی ہے یعنی ابتدا دین کو بیان کرنا ہے۔

حدیث ۲۔ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَأْتِيَنِي هَتَلٌ صَلْبٌ لَوِ الْجَرَسُ وَهُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ

رَجُلًا فِيكُمْ مَنِّي فَأَعْنَى مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَلَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ
فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبُرْدِ فَيَقْصِمُ عَنْهُ وَإِنْ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا (الحديث)

[ترجمہ]

تمام مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راضی ہو سے روایت ہے کہ
بے شک حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے
اللہ کے رسول آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو
وحی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ حالت مجھ پر سخت گراں ہوتی ہے پس جب وہ
مجھ سے جدا ہوتی ہے تو جو کچھ اس فرشتے نے کہا وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ اور کبھی وہ فرشتہ میرے
پاس کسی آدمی کی شکل میں آتا ہے۔ پس وہ میرے سے کلام کرتا ہے تو اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے وہ
میں سب یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت نبی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ واقعی میں نے آپ کو
اس حالت میں دیکھا جب کہ سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی اترتی ہے۔ پھر وہ آپ سے جدا
ہوتی ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے خوب پسینہ بہ رہا ہوتا ہے۔

[تشریح] عن عائشة ام المؤمنين اس روایت میں ام المؤمنین کا لفظ زاد کیا گیا

ہے۔ ازدواج مطہرات کی کیفیت نص قطعی سے ثابت ہے ابھی اولیٰ بالمؤمنین ازدواجہ امہاتہم۔ جب یہ مائیں
ہیں تو جتنے تعلقات ماں اور بیٹے کے درمیان ہوتے ہیں وہ سب ثابت ہوں۔ میراث بھی جاری
ہو۔ پردہ بھی نہ ہو۔ وغیرہ۔ مگر یہ نین علیہن من جلاہیہن کا حکم ہے واسلوہن من وراء حجاب بھی نازل ہوا
ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جس طرح کی ابوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اسی طرح کی
امیت ازدواج مطہرات کے لئے ہے۔ جیسے یہ ابوت اور امیت روحانی ہے پردہ اور میراث
جسمانی احکام ہیں۔ پردہ کا حکم تو واسلوہن من وراء حجاب کی آیت سے ہے۔ اور نکاح نہ کرنے کا
حکم ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا سے ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اپنی قبر اطہر کے اندر زندہ ہیں۔ جب زندہ ہیں تو نکاح باقی ہے کسی کی منکوحہ سے کسی دوسرے
کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ حارث بن ہشام جو مکہ معظمہ میں ایمان لائے تھے۔

کیف یأتیک الوحی وحی کے معنی آوا القافی کے ہے۔ اگر مصدر ہے تو معنی صحیح ہیں
اگر صفت ہو تو وہ چیز مراد ہوگی جو القاف کی جاتی ہے۔ مگر اتیان خاصہ ذات کا ہے۔ صفات کا اتیان نہیں

ہوتا۔ لہذا مجاز بالحدف کے طور پر حامل الوحی کہا جائے گا یا مجاز عقلی ہوگا کہ نہ ہر جاد کی طرح ادنیٰ طلبتہ کی وجہ سے اضافت ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو چیز وحی ہو رہی ہے یعنی مایوحی اسی کا انتقال ہو رہا ہے۔ تو پھر مجاز بالحدف کا قول نہیں کہا جاسکتا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وحی کے ساتھ طریقے ہیں مگر اس جگہ صرف دو ہی ذکر کئے گئے۔ کیونکہ یہی دو طریقے کثیر الوقوع ہیں۔ وہی اعم اور اغلب ہیں۔ تو لاتیان وحی بد الوحی سے اعم ہونے کی بنا پر بدر کو بھی شامل ہوگا۔

احیاناً فعل مقدر کی صفت ہے بطور ظرف کے۔ اسی یا قی ایتاناً ایتاناً۔

مثلاً صلصلة الجرس صلسلہ کہتے ہیں زنجیر کا لڑھکے پر کھینچنا اور جس جس ڈھول کو کہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ شدت اور سختی کے اعتبار سے ایسی آواز ہوتی تھی جیسے ڈھول پر زنجیر کھینچی جائے۔ ایک دوسری روایت میں سلسلہ سین کے ساتھ بھی واقع ہوا ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہے۔ اب یہ آواز کیسی ہے اور کیا چیز ہے اس کے اندر چھ قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ باری تعلق کے کلام نفسی کی اپنی اصلی آواز ہوتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعلق کی طرف سے موحی بہ یعنی وحی میں تخلیق صوت ہوتی تھی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اصلی آواز ہوتی تھی۔ اور جب شکل انسانی میں آتے تھے تو وہ انسانی آواز ہوا کرتی تھی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شئی کسی دوسرے کا رتی (ہینت) اختیار کرتی ہے۔ تو اس شئی کے اوصاف خود اس میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ اگر جن چاہے تو تم کو اٹھا کر پھینک دے۔ اور وہی جن جب سانپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو ایک ہی لاشی میں مرقباتا ہے۔ بہر حال جبرائیل علیہ السلام جب اپنی اصل شکل میں ہوتے ہیں۔ تو ان کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ رعد کے متعلق سناتے ہیں کہ وہ ایک فرشتے کی آواز ہے۔ شیخ زکریا فرماتے ہیں۔ کہ اگر بجلی کرٹکے اور کوئی شخص آیت کریمہ يَسْتَمِ السَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ پڑھے تو وہ آدمی نہ صرف بجلی سے محفوظ رہتا ہے بلکہ جس مکان وغیرہ میں کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے گا تو وہ بھی بجلی کی زد سے محفوظ رہے گا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی یہ آواز ہوتی ہے۔ جیسے یل کے آنے کی آواز دور سے ہی معلوم ہو جاتی ہے

پانچواں قول یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے پردوں کی یہ آواز ہوا کرتی تھی علماء کرام اسی کو

اصح الاقوال بتلاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ایک یہ روایت ہے کہ اذا قضی اللہ فی سماء امرًا ضربت الملائکۃ باجنحتہا خضفًا لقولہ کانہا مصلصلۃ علی صفوان کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے پردوں کو ایسے ہلاتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔

چھٹا قول شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ کا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس مبارکہ وحی کے وقت اس عالم کی اشیاء سے معطل ہو کر دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جایا کرتے تھے۔ اور اس تعطل کے بعد حواس میں جو کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ یہ اس کی تعبیر ہے جیسے کانوں کو خوب بند کر لینے سے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ کیونکہ باہر کی آواز سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ جب انقطاع ختم ہو جائے گا یعنی انگلی ہٹائی جائے۔ تو پھر وہ آواز بھی ختم ہو جاتی ہے۔ شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اقل قول صحیح ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کا صوت سے تکلم کرنا روایات سے ثابت ہے۔ کتاب التوحید میں امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ مصلصلہ اس آواز کو کہتے ہیں جس میں تمیز نہ ہو سکے جیسے گونج ہوتی ہے اور جس یعنی گھنٹی کی آواز متدارک اور مسلسل ہوتی ہے۔ اس میں حروف اور الفاظ کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اب یہ آواز کا ہے کی ہے اگر سوال حاصل وحی سے ہے تو ملک کے اڑنے کی آواز ہے۔ جو اس کے اجنبی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ آواز کے سماع کی رفتار دیکھنے سے بہت کم ہے۔ اس لئے کہ نظر کی رفتار تیز ہے اور آواز کی رفتار کُست ہے۔ حامل وحی کو دیکھنے سے پہلے یہ آواز سنائی دی۔ تاکہ آپ متوجہ ہو جائیں۔ پھر دیکھنے کی نوبت آتی تھی۔ اور جو چیز تیزی سے چلتی ہے اسی سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

وہو اشدہ علی شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اشد شدیدہ سے ماخوذ ہے شدیدہ کے معنی قوی اور گراں کے آتے ہیں۔ شاق ہونے کی مشہور وجہ یہ ہے۔ کہ چونکہ آواز متدارک ہے اس کا سمجھنا بہت مشکل ہوتا تھا اس لئے آپ کو بہت متوجہ ہونا پڑتا تھا یا شدیدہ ہونا اس بنا پر ہے کہ کلام نفی کے الفاظ کی وجہ سے آپ کو عالم غیب کی طرف متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہوتی

تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی کو ذکر اللہ سے کچھ مناسبت ہو جاتی ہے تو بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ یہ جسم مادی ہے۔ اور ذکر کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ روح کو عالم تجربہ کی طرف کھینچے تو ان دونوں میں تنازع ہوتا ہے۔ چنانچہ فلاسفہ لکھتے ہیں کہ کلوڈی کے جلنے کی وجہ سے اس میں اجزاء دغانیہ پیدا ہوتے ہیں۔ آگ ان کو لے کر اپنے مرکز اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ راستہ میں پانی سے تنازع ہو جاتا ہے تو اس میں چپک پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ روح عالم تجربہ کی طرف کھینچتی ہے۔ اور جسم عالم اسفل کی طرف۔ اس تنازع کی وجہ سے ذاکر میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے تو یہاں دو حالتیں ہیں۔ جب آپ کو عالم علوی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو آواز سنائی دیتی ہے اور مشقت ہوتی ہے۔ اور جب ادھر سے ٹک آتا ہے تو مشقت نہیں ہوتی۔

کس نہ اند کہ منزل آں یارب است
غیر ازین نیست کہ با بگ جبر سے میآید

ادریہ قاعدہ ہے کہ چیزیں جس قدر تجربہ ہوگا اس میں لطافت ہوگی۔ اور جس قدر مادیت ہوگی اتنی کثافت ہوگی۔ چنانچہ ہمارے اندر جو قوت خیالیہ رکھی گئی ہے وہ مجرّد ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی قوت ضعیف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس کو مجتمع کیا جائے تو خوب قوت پیدا ہوتی ہے مسمریم والے اسی خیال کو جملتے ہیں۔ مگر یہ لوگ مادیات کی طرف قوت خیال کو بڑھاتے ہیں۔ صوفیاء کرام روحانیات کی طرف بڑھاتے ہیں۔ چنانچہ دو شیخ نقشبندی پتھر کی چٹان درمیان میں رکھ کر کھینچنے لگے تھوڑی دیر بعد پتھر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ادھر ہو گیا دوسرا ادھر ہو گیا۔ غرضیکہ چیزیں جس قدر تجربہ ہوگا اسی قدر اس میں قوت ہوگی۔ بنابرین آپ کو عالم علوی کی طرف توجہ کرنی پڑتی تو اس وقت سخت مشقت اٹھانی پڑتی تھی۔ ٹک نازل ہونے کی صورت میں کوئی مشقت نہیں ہوتی تھی۔ تو پانچ صورتیں ہوئیں ۱۔ ٹک کے اجنبی کی آواز (۲) ٹک کے آنے کی آواز (۳) ٹک کے بولنے کی آواز اگر بواسطہ ملک کلام سنائی گئی (۴) خود کلام نفسی کو سنایا گیا۔ جس پر اشعرہ ادرماتریہ یہ دونوں کا اتفاق ہے کہ کلام نفسی قابل سماع ہے۔ (۵) کلام لفظی کو باری تعالیٰ بغیر واسطہ کے سنا لیتے ہیں۔ ادریہ الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن مابعد کے قرائن سے پہلی تین توجہات کی تائید ہوتی ہے۔ جو حضرات بقیہ دو توجہات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کہ یہ تمثیل

یہ یاقینی کے مقابل ہے۔ پہلے کلام نفسی سنائی گئی پھر ملک آیا۔ اور پھر تمثیل ہوا۔ اور شدت کی ایک توجیہ شیخ ذکر کیا مرحوم نے بھی تحریر فرمائی ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آکر کلام سناتے تو اس آواز سے وحی قرآن کا اخذ کرنا بڑا مشکل ہوتا تھا گویا یہ جھٹی توجیہ ہوتی۔

فیفصم عنی یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ باب افعال سے علی بنار الفاعل دوسرے مجرور سے بھی علی بنار الفاعل تیسرے علی بنار المفعول از باب ضرب یضرب یہاں اس سے مراد ہٹانا اور ازالہ کرنا ہے اسی یقطع الوحی ادا الملک۔

وقد وعیت یہ جملہ حالیہ ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے لَا تُحَرِّکْ لَهُ يَمًا لِسَانُكَ لَتَعَجَلَ بِہِ (الآیت) کے ذریعہ اس کا مکفل فرمایا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سب کچھ یاد ہو جاتا تھا اور تمام کیفیت راسخ ہو جاتی تھی۔ اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اس وقت آپ کو عالم لاہوت میں لایا جاتا تھا۔ سمآذ نیل سے مرکز عالم تک عالم ناسوت ہے۔ سمآذ دینا سے فلک الافلاک تک عالم ملکوت ہے اور فلک الافلاک سے اوپر عرش و کرسی تک عالم جبروت کہلاتا ہے۔ جس میں مجربات ہوتے ہیں۔ اور اس سے اوپر عالم لاہوت ہے چونکہ ہمارے ارواح بوجہ کثافت کے ان عوالم کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ جن حضرات کے ارواح لطیف ہیں ان کو عالم امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ یہ وہ عالم ہے جس کو لفظ کن سے پیدا کیا گیا۔ اسے صوفیاء کرام عالم جبروت کہتے ہیں۔ اور عالم لاہوت کسی کے امر اور خلق سے پیدا شدہ نہیں۔ اس لئے ان جمیع عوالم کی سیر کرانے کے بعد آپ پر وحی نازل کی گئی۔

واحياناً يتمثل لى الملك رجلاً یہ رجلاً روایات کے اندر نصب ہی ساتھ آتا ہے مگر وجہ نصب کیا ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ مفعول مطلق ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ يتمثل لى الملك تمثیل رجل مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کا اعراب دے کر مضاف کے قائم مقام بنا دیا۔ اور بعض اسے منصوب بنزع الخافض فرماتے ہیں یعنی يتمثل لى الملك برجل بعض اسے حال قرار دیتے ہیں اور تقدیر عبارت یوں بیان فرماتے ہیں۔ يتمثل لى الملك حال کو نہ رجلاً۔ علماء نے لکھا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اکثر حضرت وحیہ کلبی کی شکل میں آیا کرتے تھے۔ حسن ظاہری کی بنا پر کیونکہ حضرت وحیہ بہت حسین و جمیل تھے۔

قالت عائشة رضي الله تعالى عنها - یہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وہو اشد علی کی توضیح اور تبیین فرما رہی ہیں کہ وہ نوع اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سخت گزرتی تھی کہ سخت سردی کے زمانہ میں بھی آپ پسینہ پسینہ ہو جایا کرتے تھے - یہ قصہ عرق آبی لیل عرقا یہ مبالغہ کے لئے ہے - اس حدیث میں وحی کی اقسام میں سے صرف دو کا بیان ہوا - ایک نوع اعلیٰ اشہ ہے اس کو مثل صلصلة الجرس سے بیان فرمایا دوسری نوع بکثرت واقع ہوتی تھی اس کو تمثیل سے بیان فرمایا - اس حدیث کو ترجمہ الباب سے مطابقت اس طرح ہوئی کہ مبادی وحی کی کیفیات میں سے یہ بھی ہے کہ سخت سردی کے اندر آپ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے - یہ معنی مطابقتی کے طور پر ہے - اور اصل یہ ہے کہ جو چیز انسان خود اختیار کر لے اس میں مشقت اور یہ کیفیات نہیں ہوا کرتیں - اگر وحی کے آنے میں آپ کا کسی قسم کا تصنع ہوتا تو یہ کیفیات ظاہری نہ ہوتیں - معلوم ہوا کہ اس میں آپ کا کوئی تعفن نہیں کفار کا کہنا غلط ہے کہ غیر اللہ کی جانب سے ہے - اگر غیر اللہ کا دخل ہوتا تو یہ صداقت اور عالمی ہمدردیاں نہ ہوتیں واضح ہوا کہ وحی ایک ذی عظمت چیز ہے جس کی معصومیت اور جس کا قابل اعتماد ہونا یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے - علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مناسبت بالکل ظاہر ہے کہ اس روایت میں وحی کا ذکر ہے -

۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْظَرٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْهُ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْرِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ وَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ فَيَتَحَنَّنُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَنْزِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدَ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لَيْلَهَا حَتَّى جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَقَالَ فَآخِذْنِي فَنُظِنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَآخِذْنِي فَنُظِنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدُ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَآخِذْنِي فَفَعَّلَنِي الثَّلَاثَةَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ يَا سَمِيعُ الَّذِي خَلَقَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ فََرَجَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ

فَوَادُهُ فَدَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِلُونِي فَرَمَلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ
عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِحَدِيجَةَ وَأَخْبَرَهَا الْخَبْرَ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي فَقَالَتْ
خَدِيجَةُ كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَتَّصِلُ الرَّحِمَ وَتَجْمَلُ الْكُلَّ
وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرَى الضِّيفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَاذْطَلَمْتُ بِهِ خَدِيجَةَ
حَتَّى آتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلٍ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى ابْنَ عَمِّ خَدِيجَةَ وَ
كَانَ امْرَأْتُ تَنْصَرُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِزَّانِي فَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ
بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ هَمِيَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ
يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِّي ابْنِ أَخِيكَ فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ يَا ابْنَ أَخِي مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هَذَا النَّاسُ مُوسَى
الَّذِي نَزَلَ اللَّهُ عَلَى مُوسَى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَدُّ عَائِثَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذَا يُخْرِجُكَ هُوَ مُلْكُ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُخْرِجِي هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمَّا يَأْتِ رَجُلٌ
قَطْبًا بِمِثْلِ مَا جِئْتُ بِهِ الْآعُودِي وَإِنْ يَدْرِكُنِي يَوْمَكَ أَنْصُرَكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ
لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُؤْتِي وَفَزَعَ الْوُحْيُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ وَهُوَ يَحْدِثُ عَنْ
فَتْرَةِ الْوُحْيِ فَمَا قَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَنَا أَنَا أَمْشِي إِذَا سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ
بَصَرِي فَإِذَا الْمَلِكُ الَّذِي جَاءَ فِي بَحْرَاءِ جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
فَرَعَيْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِلُونِي زَمِلُونِي فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ
قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَشِيبَاكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَجِئِيَ الْوُحْيُ
وَتَتَابَعْتُ تَابِعَهُ هِلَالُ بْنُ رَوَادٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرُ كَوَادِرُهُ

[ترجمہ] ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے پہل جو آنحضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی ابتداء ہوئی۔ وہ نیند میں پچھے خواب تھے تو جب بھی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کوئی خواب دیکھتے تھے وہ صبح بچھٹنے کی طرح روشن آتا تھا۔ پھر اور آپ کو غلوت مرغوب ہوئی۔
چنانچہ آپ فارغ ہر میں غلوت گزین ہو کر عبادت کرتے تھے تمنث کے معنی عبادت کرنے کے ہیں۔

اپنے اہل و عیال کے ہاں لوٹنے سے پہلے کئی کئی ایسی مسلسل عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور ان دنوں کے لئے آپ اپنا خرچہ خوراک (توشہ) ہمراہ لے جاتے تھے جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آکر لے جایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اسی غارِ حرا میں ہی وحی آئی۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ پڑھیے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو اس نے مجھے پکڑ کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے اس سے مشقت پہنچی پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ پڑھو میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس نے پکڑ کر دوسری مرتبہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ مجھے مشقت تکلیف پہنچی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو میں نے اسی طرح کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو پھر اس نے مجھے تیسری دفعہ پکڑ کر بھینچا پھر چھوڑ دیا۔ اور کہا (ترجمہ) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا جس نے انسان کو لوٹھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھو تمہارا رب بڑا عزت والا ہے۔ آپ ان آیات کو لے کر اس حال میں گھر واپس آئے کہ آپ کا دل کانپتا تھا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے چادر اڑھا دو۔ مجھے چادر اڑھا دو انہوں نے چادر اڑھا دی۔ یہاں تک کہ آپ سے وہ خوف جاتا رہا۔ جس کی وجہ سے دل کانپ رہا تھا۔ پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سارے واقعہ کی خبر دی اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا جس پر حضرت خدیجہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کہ (جن بھوت کے سپرد کر دے) کیونکہ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے قرضے کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ معدوم المال مفلس و قلاش کو کمائی والا بنا دیتے ہیں یا مفلسوں کے لئے کمائی کرتے ہیں۔ اور مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حق کے مصائب میں آپ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ اس تسلی دینے کے بعد حضرت خدیجہ الکبریٰ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی درقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو زمانہ جاہلیت میں نہرانی ہو گیا تھا۔ اور اب عبرانی کتاب لکھتا تھا چنانچہ انجیل مقدس میں عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ جو چاہتا وہ لکھتا تھا۔ اور اب وہ بہت بوڑھا ہو کر نابینا ہو گیا تھا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا کہ میرے چچا کے بیٹے اور اپنے بھتیجے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنو انہوں نے کیا دیکھا تو درقہ نے کہا بھتیجے بتاؤ تم نے کیا دیکھا آپ نے جو کچھ دیکھا تھا درقہ کو سب کچھ سے خبردار کر دیا۔ جس پر درقہ نے کہا یہ تو

وہ فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ دجی دے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا کاش میں آپ کی اعلان نبوت کے دور میں نوجوان ہوتا کاش میں زندہ ہوتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ مجھے نکلنے والے ہوں گے۔ اس نے کہا ہاں! کیوں کہ جو شریعت آپ لے کر آتے ہیں جو نبی بھی ایسی دجی لے کر آیا ہے اس کی قوم نے اس سے دشمنی کی ہے۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کے ظہور کا زمانہ مل گیا۔ تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ لیکن درقہ زیادہ عرصہ نہ رہ سکا کہ اس کی وفات ہو گئی اور آپ کی دجی بھی منقطع ہو گئی۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے ابوسعلمہ بن عبد الرحمن نے خبر دی کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری فترۃ دجی کے بارے میں بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چل رہا تھا کہ آسمان سے میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا وہ آسمان اور زمین کے درمیان کہ سی پر بیٹھا ہے جس کی وجہ سے میں گھبرا گیا اور گھر واپس آ گیا گھر والوں سے کہا مجھ پر عا در ڈالو جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا أَيُّهَا الْمَدْيَنَةُ اذکلی اوڑھنے والے اٹھو اور قوم کو ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھو اور بتوں کو چھوڑ دو پھر دجی کثرت سے اور مسلسل آنے لگی اس روایت کی موافقت عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح اور بلال بن رزاد نے زہری سے روایت کی اور یونس اور معمر نے فوادہ کی بجائے بوادرہ کہا یعنی آپ کے گوشت کا وہ ٹکڑا کاٹنے لگا جو کندھے اور گردن کے درمیان ہوتا ہے۔

[تشریح] اس روایت پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور قول کے مطابق چھ سال کی عمر میں ہوئی۔ خواہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہو یا ہجرت والے سال بہر حال اس وقت حضرت عائشہ ضعیفہ تھیں۔ جو یہ حدیث بیان کر رہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعد براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو گایا حضرات صحابہ کرام سے سن کر یہ فرما رہی ہیں۔ پہلی صورت میں حدیث متصل ہوگی اور دوسری صورت میں اسے مراسلات صحابہ کرام میں سے شمار کیا جائے گا۔ اور مراسلات صحابہ ہمارے نزدیک محبت ہیں۔

الشرقیہ الصالحۃ ای الصادقہ معلوم ہو چکا ہے کہ وحی کی چھالیس قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک روایا صالحہ بھی ہے۔ چونکہ نصوص سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے خواب وحی میں داخل ہیں لہذا کہا جائے گا کہ یہ نوع اول ہے جو پہلے سے شروع ہو گئی تھی اور دوسری نوع وحی کی غار حرا سے شروع ہوئی یا یوں کہا جائے کہ روایا صالحہ کی حیثیت مقدمہ کی سی ہے اور حقیقی وحی وہ ہے جو غار حرا سے شروع ہوئی۔

الاجزاء مثل فلق الصائم یعنی وحی میں ایسی جزئیات معلوم ہوں جیسے کہ زمانہ سابقہ میں اس طرح واقع ہوئی ہوں۔ یا آئندہ اس کے مطابق واقع ہوں۔ اس کی تائید فلق صبح کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ جبکہ کمال روشنی ہوتی ہے۔ القیاس کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر اس سچی بات کو جس میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے ضوع صبح۔ فلق صبح سے تعبیر کرتے ہیں۔ فلق کے معنی چیرنے کے آتے ہیں۔ چونکہ ضو بھی تاریکی کو چیرتی ہے۔ اس لئے روشنی کے ظاہر ہونے کو فلق کہتے ہیں۔ یا اس بنا پر تشبیہ ہے کہ اصل میں تمام عالم مظلم ہے۔ اور آفتاب اس کی ظلمت کو چیرتا ہے۔ جیسے اصل میں تمام عالم بارہ ہے۔ آفتاب کے ذریعہ اس میں حرارت پہنچتی ہے۔ تو ضو کو اول معنی میں مجازاً فلق کہا گیا اور دوسرے معنی میں شمس حقیقتہً فلق ہوا۔ اور دوسرے معنی روایا صالحہ کے یہ ہیں کہ وہ خواب جس میں صلاح اور خیریت پائی جاتی ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی خیریت ہو۔ جیسے انبیاء۔ ملائکہ یا اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اسی لئے فرمایا گیا۔ روایا صالحہ نبوت کے چھالیسویں اجزائیں سے ہے۔ اس کے اندر معنی عام مراد لئے جاتے ہیں۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاً روایا صالحہ سے واسطہ پڑا اور بعض شراح تجزیہ نبوت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ نبوت کی مدت تیس سال ہے۔ جس کی چھالیس ششماہیاں ہوتی ہیں۔ اور روایا صالحہ چھ ماہ آتے رہے۔ مگر محققین فرماتے ہیں کہ تجزیہ نبوت حروف مقطعات کی طرح متشابہ ہے۔ الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا سے ہی آثار نبوت تھے۔ اور خوارق عادت اسرارِ خدا ہوتی تھیں مگر وحی قبل از نبوت نہ پہلے کسی نبی پر ہوئی اور نہ آپ پر ہوئی۔ البتہ شق صد بچپن اور جوانی میں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہر قل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کبھی تم نے آپ کو متہم بالکذب بھی پایا ہے۔ یہ سوال ستم میں کیا جا رہا ہے۔ اس مدت میں قریش کو کوئی جھوٹ معلوم نہیں ہوا۔ بلکہ کفار مکہ نے صفا پہاڑی والے خطاب میں کہا تھا۔

مَا جَرَّ بَنَّاكَ كَذِبًا قَطُّ کہ ہم نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں سنا۔ تو اخلاق حسنہ اور اخلاق حمیدہ یہ امور آپ میں ابتدا سے ہی موجود تھے۔ پھر ان میں ترقی ہوتی گئی۔ اس لئے اس جگہ اول مابہ کے ساتھ من الوحی کہا گیا۔ کیونکہ یہ عالم غیب کا تعلق ہے۔ اولاً عالم ظاہر کی چیزیں یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عالم غیب کی اشیاء کو عادت الہی کے مطابق تدریجی طور پر منکشف کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو رب اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ تدریجاً تربیت کرتے ہیں۔ تو علوم عالیہ اور عالم کلیات سے پہلے جزئیات بتلائے گئے تاکہ مناسبت پیدا ہو۔ فی النوم جاد مجرور رویا کے متعلق ہے۔ قالہ شیخ مدنیؒ حضرت شیخ زکریا مرقوم فرماتے ہیں کہ جیسے خواب دیکھتے تھے ویسے ہی پیش آتا تھا۔ چونکہ ان رویا صالحہ کی وجہ سے ایک جلا باطنی اور ایک نور پیہا ہو گیا تھا اس لئے دنیا کی کدورتوں سے طبیعت متنفر ہو گئی تھی پھر کیا تھا وہ ہوا جو آگے آ رہا ہے کہ خلوت سے محبت ہو گئی۔ ثم جب الیہ انحلاد صوفیاء کا کہنا ہے کہ جب ذکر کے آثار شروع ہوتے ہیں تو آدمی کو خلوت بہت پسند ہوتی ہے۔ اس کا ماخذ حدیث پاک کا یہی جملہ ہے۔

شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کان یخلو یغادر احراً کی وجہ یہ ہے کہ بعد میں کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو۔ کہ یہ باتیں جو آپؐ بتلا رہے ہیں کوئی دوسرا آدمی آپؐ کو بتلا رہا ہے۔ اس لئے میل جول کو ترک کر دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ عالم غیب کی طرف آپؐ کو متوجہ کرنا ہے۔ اور قاعدہ کہ ان النفس لا متوجه الی شئین فی ان واحد کہ نفس انسانی بیک وقت دو چیزوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ دنیا کا عاشق جب اپنے معشوق کی توجہ کسی دوسرے کی طرف دیکھنا نہیں چاہتا تو معشوق حقیقی کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جن امور کو آپؐ پر ظاہر کرنا ہے۔ ان کا القاء تنہائی میں ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے سامنے ان کا القاء مناسب نہیں تھا۔ اس لئے وحشت ڈالی گئی۔ بعض حضرات تو خود ہی باری تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتے ہیں۔ اور بعض کے لئے ادھر سے منظور دی ہوتی ہے اور ادھر سے جذبیت ہوتی ہے۔ اس لئے علائق منقطع کئے گئے۔

حرأء کا لفظ ممدودہ غیر منصرف ہے بتاویل بقعہ کہ بقعہ کا علم ہے۔ اور منصرف بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ غار مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ تحنث حنث سے ماخوذ ہے۔ باب تفعیل میں تا کبھی سلب کے لئے ہوتا ہے۔ حنث کے معنی گناہ کے ہیں۔ اور ازالہ حنث کے لازمی معنی

تعب کے ہیں جیسے تہجد میں تاسلب کے لئے ہے۔ وھو التعبد یہ کلام مدح ہے۔ کہ ایک کلام روایت میں سے تو نہ ہو۔ مگر راوی روایت کرتے وقت اس کو بیان کر دے۔ الیالی تحنث کے متعلق ہے۔ تعب کے متعلق نہیں ورنہ معنی فاسد ہو جائیں گے۔

ذوات العدد کبھی تو عدد کا ذکر کرنا کثیر کے لئے ہوتا ہے اور کبھی تفریل کے لئے۔ جیسے دراهم معدودہ ایام معدودات۔ ذوات العدد سے ظاہر یہ ہے۔ کہ وہ راتیں تھوڑی تھیں اکثر آپ دنوں میں رہتے تھے۔ مگر بعد کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صرف یالی میں عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ ایام میں بھی کرتے تھے تو ایام مع یالیہن کے الفاظ معدود ماننے پڑیں گے یا یالی سے مجرد وقت مراد لیا جائے اسے زمانا قلیلا بہر حال ہر دو تقدیر پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ لفظ کیوں حذف کیا گیا۔ یا دوسری تقدیر پر زمانا کیوں نہ لایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ رات کو اپنے گھروں کو واپس آجاتے ہیں۔ دن میں ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔ ایسا شخص تو جنگلات اور اندھیرے میں رہ سکتا ہے۔ جس پر جذبہ اور شوق کا غلبہ ہو۔ عقل کے غلبہ کی صورت میں وحشت پیدا ہوتی ہے۔ تو بتلانا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کی وحشت سے نہیں گھبراتے تھے۔ اور دن کو تو وہاں رہتے ہی تھے۔ اور ذوات العدد کا لفظ ممکن ہے کثیر کے لئے ہو۔ اگر بہت آدمی ہوں تو گننے کی نوبت آتی ہے تھوڑے آدمیوں کو گننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو اس سے اربعینات مراد ہو سکتے ہیں اور اس سے زمانہ بھی۔ چالیس روز تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر رہنا پڑا۔ کتاب اللہ لینی بقی۔ اس کے لئے انقطاع کی ضرورت تھی۔ نیز اکوہ طور پتیش دن رہے۔ مگر اس میں بعض چیزوں پر مواخذہ ہوا یعنی مسواک پر۔ جس کی وجہ سے چالیس دن تک ٹھہرنا پڑا۔ خلاصہ یہ ہے کہ چالیس کے عدد کو اخلاق و اطوار میں خصوصیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منی کا قطرہ خون اور مضغہ و علقہ وغیرہ چالیس چالیس دن میں بنتے ہیں۔ صوفیا کرام نے ریاضات کے لئے چلہ کشی کو اسی سے ثابت کیا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی قابلیت اس کو تقاضا نہیں کرتی۔ کہ اتنی مدت انتظار کیا جائے۔ مگر ہم کو تعلیم دینے کے لئے ایسے کیا گیا۔

یتحنث اور بعض روایات میں یتحنف کے الفاظ ہیں۔ تحنف کا معنی ہے ملتہ حنفیہ پر عمل کرنا اور ملتہ حنفیہ سے ملتہ ابراہیمیہ مراد ہے۔ جن نسخوں میں تحنث ہے اس کو تحنف سے متبدل

کہتے ہیں۔ بہر حال یہ معلوم ہوا کہ آپ غارِ صرا میں کھانے پینے اور کھیل کود میں وقت نہیں گزارتے تھے۔ بلکہ عبادت الہی کرتے تھے اور اس کا طریقہ طریقہ ابراہیمی تھا۔ اگرچہ بالکل ملتہ ابراہیمی نہیں تھی مگر اکثر اس کی چیزیں باقی تھیں۔ مولانا شیخ زکریا مرحوم فرماتے ہیں یہ نیچری اور مودودی کے لوگ غافلچوں میں بیٹھنے کو شریعت کے خلاف اور چلہ کشی کو لارہبانیۃ فی الاسلام کے خلاف سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ بھلا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کی ضرورت پیش آئی جن کا سینہ اطہر بالکل صاف تھا تو ہم بے چارے کیا ہیں اور ہماری کیا حیثیت ہے۔ اور یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں نبوت کے ملنے سے قبل ہی بیٹھا کرتے تھے بلکہ نبوت ملنے کے بعد آپ کا خلوتوں میں رہنا اور جنگوں میں قیام فرمانا ثابت ہے۔ اور دلیل اس کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جو ابوداؤد کی باب الحجرت میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اونٹنی دی اور فرمایا کہ اس پر سامان وغیرہ باندھ دو۔ اور پھر آپ جنگوں میں دو۔ دو۔ دو۔ تین تین دن کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چونکہ اس سے تبہل (تہائی) حاصل ہوتا ہے۔ اور اختلاط سے جو اثر دل پر پڑتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا تھانویؒ نے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو لکھا تھا کہ جی چاہتا ہے خلوت اختیار کروں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ "ہمارے اکابر کا طریقہ نہیں ہے" اس جواب سے یہ سمجھ لینا کہ قبل اختیار کرنا اکابر کا طریقہ نہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حضرت گنگوہیؒ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ بالکل تبہل اختیار کرے ماس اس اور خوانی کو چھوڑ دیا جائے۔ یہ ہمارے سلف کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر شریعت پر رہتے ہوئے عوائق دنیا سے اپنے قلب کو فارغ کرنے کے لئے خلوت اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت شاہ دلی اللہ محدثؒ اپنی متعدد تصانیف میں مختلف عبادات کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ چند چیزیں ایسی ہیں جن پر مجھے مجبور کیا گیا۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ میرا جی چاہتا تھا کہ کسی کی تقلید نہ کروں اس پر مجھے مجبور کیا گیا کہ تقلید تو کمافی پڑے گی۔ چاہے کسی کی کر دو۔ چونکہ شاہ صاحب کو خلاف طبع تقلید پر مجبور کیا گیا۔ اسی وجہ سے کہیں کہیں ان کی زبان سے خلافِ تقلید بات نکل جاتی ہے۔ مگر چونکہ اجبار ہے اس لئے جلدی منہل جاتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے کہ ہندوستان میں بلا تقلید خفیہ چارہ نہیں ہے۔ نیز! فرماتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ توکل اختیار کروں ترک اسباب کے ساتھ اسی طرح میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت علیؑ کی افضلیت کا قائل ہو جاؤں۔ کیونکہ وہ بچپن میں اسلام لائے۔ اور اسلام کے اندر ان کا نشوونما ہوا۔

اس کے علاوہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبت میں اتنے قریب ہیں کہ چچا زاد بھائی ہیں۔ اور صوفیاء کرام کے سارے سلاسل تقریباً انہی سے ملتے ہیں۔ بخلاف حضرات شیخین کے کہ ان کی زندگی ایک حصہ کفر میں گزرا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں بھی اتنے قریب نہیں۔ لیکن مجھے اس پر مجبور کیا گیا کہ میں حضرات شیخین کی تفصیلات کا قائل ہوں۔ جب میں نے وجہ دریافت کی تو بتلایا گیا کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ سے میری ظاہری شریعت کا تحفظ ہے۔ اور حضرت علیؓ سے باطنی شریعت کا۔ اور ظاہر باطن پر مقدم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر شریعت کے جو کام ہیں۔ ان کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور یہی مطلب حضرت گلگوئیؒ کے فرمان کا بھی ہے کہ ظاہر شریعت کے پابند بنے رہو۔ یہ نہیں کہ درس و افتاء چھوڑ کر بالکل گوشہ نشین بن جاؤ۔ بہر حال میرا خیال یہ ہے کہ بزرگوں کا یہ چلہ بھی اسی سے مانوڈ ہے۔ اصل مانوڈ تو قرآن شریف کی آیت۔ واذ اعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃً واثم نبھا بعشر ہے۔ کیونکہ اس آیت موسیٰ علیہ السلام کو بھی چلہ گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسرا مانوڈ کتاب القدر کی وہ روایت ہے جس میں آتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن مٹی کا قطرہ نطفہ کی شکل میں رہتا ہے۔ پھر چالیس دن علتہ اور پھر چالیس دن بعد مضغ بنتا ہے۔ تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اربعینہ کو احوال کے تغیر میں بہت دخل ہے۔ اور میرا تو یہ بھی خیال ہے کہ تبلیغ والوں کے یہ تین چلے اسی حدیث سے مانوڈ ہیں۔ کہ اس میں یکجہ تیار ہو جاتا ہے اور علماء کے لئے سات چلے اس کے نشوونما کی دلیل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت ملت ابراہیمی کے مطابق ہوتی تھی یا نہ یہ وہاں بطریقہ عبادت تعلیم کیا گیا تھا یا عبادت سے مقصود اللہ کا ذکر اور اس سے تعلق قائم کرنا تھا۔ ہر فطرت سلیمہ اس کا تقاضا کرتی ہے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زائد سلیم الفطرت ہیں۔ تو اس کے مقتضیٰ پر کہ اقرار ربوبیت و وحدانیت اقدس ہے عمل کریں گے اسی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ کسی کے پاس دعوت اسلام نہ پہنچی ہو لیکن پھر بھی اس کے لئے وحدانیت کا اقرار و اعتراف ضروری ہے۔

حتی جاءہ الحق یہ غایت محذوف کی ہے۔ ای لم یزل ہکذا حتی جاءہ

الحق ای الوحی یا مصنف محذوف ہے۔ ای رسول الحق وھو جبرائیل علیہ السلام
یا رحمتہ الحق وفضل الحق کے معنی ہیں۔ فجاءہ الملک یہ ماقبل کی تفسیر ہے۔ الملک میں الف لام عہد خارجی

کا ہے۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔

قبل ان یذرع الی اہلہ بعض روایات میں ہے کہ کبھی کبھی ایک ماہ تک نہیں لوٹتے تھے۔ چنانچہ مسلم میں ہے۔ جاوردت بحراء شہراً۔

فقال اقراء یہاں یہ اشکال ہے کہ جب فرشتے کو معلوم تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قاری نہیں ہیں اور پڑھے کھے نہیں تو فرشتے نے قرأت کا حکم کیسے دے دیا۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکلیف مالا یطاق نہیں بلکہ پڑھانے کی ابتدا ہے۔ جیسے کوئی استاد چھوٹے بچے کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ منا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لے۔ پیارے بسم اللہ کہہ دے۔ تو یہاں بھی جبرائیل علیہ السلام نے قرأت کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ تعلیم قرأت کا حکم دیا ہے۔ لیکن حضورؐ نے ظاہر الفاظ سے یہ سمجھا کہ مجھے قرأت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسی لئے جواباً مانا بقاری فرما دیا۔

حتی بلغ منی الجہد جہد بمعنی مشقت اور جہد بضم الجیم طاقت اور وسعت الجہد فاعل اور مفعول دونوں ہو سکتا ہے۔ حتی بلغ منی الجہد مبالغہ یا مفعول ہے یعنی یا تو میں مشقت میں پڑ گیا۔ یا حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی تمام طاقت صرف کر کے مشقت میں پڑ گئے۔ یا بلغ کا فاعل غلط ہے۔ یعنی دبانا نہایت زور کا ہوا۔ تو رفع کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ مجھ کو انتہائی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ وہ فرشتے تھے اور حضور بشر تھے۔ اور نصب کی صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ جبرائیل علیہ السلام میری طرف سے تکلیف کو پہنچ گئے۔ یعنی انہوں نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ خود پسینہ پسینہ ہو گئے۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب ایک آن میں پوری قوم لوط کی بستی کو الٹ دیں تو جب وہ مشقت کو پہنچیں گے اور حضورؐ کو دبا یں گے تو حضورؐ زندہ کیسے رہیں گے۔ جواب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اس وقت آدمی کی شکل میں تھے اور قاعدہ ہے کہ آدمی کی ذنی میں ہونے کی وجہ سے ان کے آثار بھی ان میں آجائیں گے۔ تو اب جبرائیل علیہ السلام میں صرف انسانی طاقت رہ گئی تھی۔ اسی نوع سے حضرت موسیٰؑ کا حضرت عزرائیلؑ کا پھیر مار کر آنکھ نکال دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دبانا اور پھر اقرار کہنا اس سے کس چیز کی قرأۃ کا حکم ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سیر کی روایات میں ہے جو اگرچہ تو یہ نہیں ہیں مگر ان میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک حریر (ریشم) کا قطعہ لے کر آئے تھے جس میں یہ آیات لکھی ہوئی تھیں اس کو پیش کیا تھا جس پر آپؐ نے فرمایا ومانا بقاری۔

یہ حافظ بن حجر عسقلانی کا قول ہے۔ مگر دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اگرچہ اقرارِ فعل متعدی ہے۔ مگر کبھی اس کو بمنزلِ لازم کے لیا جاتا ہے۔ اور فعل کا ایجا دمراد ہوتا ہے۔ جیسے ان یسریٰ حبصہ و یسیرہ تیرے دشمن کا سا سودا تو نہ دیکھا نہ سنا۔ چاہتا ہے کہ کوئی دیکھنے والا بھی نہ ہو۔ تو اقرارِ بمعنی اوجہ القرآن کے ہوگا۔ جب کہ محقر کوئی چیز نہ ہو۔ لیکن دونوں تقدیر پر ایک امی کو تکلیف مالا یطاق دینے کا اشکال باقی ہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام تلقین کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تکلیف مالا یطاق تو وہ ہوتی ہے کہ نفس انسان میں طاقت نہ ہو۔ اور ایک چیز یہ ہے کہ اس طاقت کا اس کو علم نہ ہو۔ ایسے آپ کو اپنی طاقت کا علم نہ تھا۔ جیسے مولانا رومؒ نے ایک شیر کے بچے کا واقعہ لکھا ہے جو بکریوں میں رہ کر اپنی طاقت بھول گیا تھا۔ اس طرح نفوس قدسیہ کی حالت اور ہے۔ ان کے ہاں تو نظریات بھی بیدہات ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض نے انبیاء علیہم السلام کو ادب ہی دوسری صنف قرار دیا ہے۔

دوسری ناس ناس صفا۔ دان کانت اہم جیب عظام۔

و اما انما منہم بالعیش فیہم۔ و لکن معدن ذہب رغام۔

یعنی جیسے سونا کچھ دین پایا جاتا ہے۔ ایسے میں بھی ان میں پایا جاتا ہوں۔ یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کہ ہم میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میں قاری نہیں ہوں اس غلط فہمی کو زائل کرنا ہے۔ اور اس طاقت کو دکھلانا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز ذہن میں راسخ ہو جائے اُسے آہستہ آہستہ زائل کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپؐ نے چالیس برس لوگوں میں پرورش پائی۔ تو ایسے ہی خیالات پیدا ہوئے اس لئے ان کو زائل کیا گیا۔ اور اس کے مانجنے کے لئے بلکہ زنگ دور کرنے کے لئے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اس لئے تین دفعہ دبایا گیا اور اسی وہم کو زائل کیا گیا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ کاملوں کے نفوس سے ناقصوں کے نفوس پر اثر ڈالا جاتا ہے اہل تصوف اسے توجہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ توجہ کی کئی اقسام ہیں۔ مشائخ نقشبندیہ حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں۔ اور طالب کے قلب کی طرف خیال کرتے ہیں۔ مشائخ قادریہ اور چشتیہ کا اور طریقہ ہے۔ غرضیکہ اس طریقہ کا نام توجہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مریدوں کے قلوب کی نجاسات کو دور کرنے میں مرشد کو اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ جس قدر ماں کو بچے کے پیچھے دھونے میں تکلیف

ہوتی ہے۔ بہر حال یہ توجہ وہی ہے جیسے "وَيُزَكِّهِمْ" فرمایا گیا۔ یعنی اپنی قوت روحانی سے قلوب حاضرین کی کثافتوں کو دور کرتے ہیں۔

توجہ کی چار قسمیں ہیں (۱) انکاسی (۲) القائی (۳) اصلاحی (۴) اتحادی۔

۱۔ انکاسی توجہ یہ ہے کہ شیخ کی مجلس میں بیٹھے شیخ کا قلب صاف ہے اور انوار کا مجمع ہے اس کی مجلس میں بیٹھنے سے قلوب الناس پر اس کا اثر پڑے گا اور اس کی وجہ سے غفلت دور ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اور مؤمنین کی شان میں فرماتے ہیں۔ اِذَا رُؤِیَ اِذَا ذِکَرَ اللّٰہِ۔ یہ کمزور توجہ ہے۔ جیسے کوئی عطر لگا کر بیٹھے۔

۲۔ توجہ القائی کی صورت یہ ہے کہ ریاضات میں مشغول ہو۔ ذکر اللہ کی تیاری کی مرشد نے اس میں ایک دیاسلانی لگا دی۔ جیسے بتی پہلے روشن نہیں تھی دیاسلانی لگانے سے جلتی رہے گی۔ توجہ اپنی طرف سے تیاری ہو۔ فیض باقی رہے گا۔ لیکن اس میں دو نقصان ہیں۔ ایک تو یہ کہ مثلاً کوئی چراغ لئے جا رہا ہو۔ اور سخت آندھنی چل پڑے تو چراغ بجھ جائے گا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ایک جوگی کو دیکھا کہ اپنے شاگردوں پر توجہ ڈال رہا ہے۔ تو یہ مقابلے کے لئے بیٹھ گیا تو چاروں طرف ظلمت چھا گئی پھر شیخ کے پاس آئے شیخ نے کہا کہ تم گئے کیوں! اب میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ اور شہر کے ایک شیخ کے متعلق کہا جو رستی بٹ رہے تھے۔ اس بیٹنے سے ان کی ظلمات چلی گئیں۔

۳۔ توجہ اصلاحی یہ ہے کہ جو کدورات ہیں ان کو بھی دور کیا جائے اور مجاری سے کدورات دور کر کے ان سب کے اندر روشنی بھر دی جائے۔ یہی تزکیہ ہے۔ کہ اس میں پوری اصلاح کی گئی۔ مگر فائدہ بمقدار ظرف ہوگا۔ جس قدر قابلیت ظرف میں ہوگی اسی قدر فائدہ بھی ہوگا۔

۴۔ توجہ اتحادی یہ ہے کہ کامل اپنی روح کو ناقص کی روح سے متحد کر دے جیسے دودھ کو پانی سے ملایا جائے توجہ متحد بن جائے گا۔ تو جو کیفیت کامل کی تھی وہی ناقص کی ہو جائے گی۔ یہ سب سے قوی ہے۔ اس کا نہ ہر شخص مالک ہے اور نہ ہر وقت ہوتی ہے۔ بھرت خواجہ باقی باللہ کا واقعہ ہے کہ ان کے گھر مہمانوں کے کھلانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ پاس والے نابنائی نے رحم کھایا اور عمدہ کھانا کھلا دیا۔ اس پر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ اس نے کہا مجھے اپنا سا بنادو۔ آپ نے فرمایا تم سے اس کا تحمل نہیں ہو سکے گا۔ اس نے کہا کہ پھر نہیں دینا چاہیے۔ آخر حجرہ میں

لے گئے توجہ اتحادی قمرائی۔ باہر نکلے تو دونوں ایک جیسے تھے۔ فرق اتنا تھا کہ خواجہ صاحب کی حالت المیہ نانی تھی اور ان کی اضطرابی۔ تین دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید تفصیل فرماتے ہیں۔ ففطنی الثالثة اس حدیث کے اندر یہ لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ اس سے علما ظاہر نے استدلال کیا کہ اسٹاذ کو تین مرتبہ شاگرد کو متنبہ کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ کیونکہ اس وقت جبرائیل علیہ السلام محکم تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متعلم تھے۔ اگر یہ سوال ہو کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کے اسٹاذ کیسے ہو گئے۔ تو کہا جائے گا کہ ان کا پڑھانا قبل از نبوت تھا۔ اور پڑھتے پڑھتے حضور کا مرتبہ بلند ہو گیا۔ اور بعض مرتبہ شاگرد اسٹاذ سے فوقیت لے جاتے ہیں۔ ان غفلات ثلاثہ کے متعلق علما باطن یہ فرماتے ہیں کہ غلطہ ادنیٰ اس واسطے تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے اقرار فرمایا آپ نے ما انا بقاری فرمایا۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ عوائق بشریہ مانع ہوئے ہیں۔ ان سے فارغ کرنے کے لئے ایک مرتبہ بھینچا اور دوبارہ تحصیل ملکیت کے لئے بھینچا تیسری بار اتحاد بالملکیت حاصل ہونے کے واسطے بھینچا۔ اتحاد بالملکیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں کہ مشائخ جو مریدین پر توجہ ڈالتے ہیں وہ چار قسم ہے۔ سب سے پہلی قسم انکاسی ہے جو سب سے ضعیف ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فی نفسہ مرید میں کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ کے پاس بیٹھنے سے شیخ کا عکس اس کے قلب پر پڑتا ہے۔ مجاہدہ اور مشائخ کی صحبت سے قلب کے اندر ایک صفائی پیدا ہو جاتی ہے۔ جن سے وہ مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر اشیا منعکس ہونے لگی ہیں۔ اور اس کے دل کے اندر اثر پڑتا ہے۔ یہ نسبت سب سے ادنیٰ درجہ کی ہے۔ کیونکہ اس کی بقا اس وقت تک ہے جب تک شیخ کی مجلس میں رہے۔ اور جب وہاں سے دور ہو گا وہ نسبت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے آئینہ جب تک سامنے ہے۔ اس کے اندر عکس موجود رہے گا اور جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو عکس بھی ختم ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نسبت پختہ نہیں ہوئی اس نسبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فردش کے پاس رہتا ہو۔ تو جب تک وہ اس کے پاس رہے اس کا دماغ عطر سے معطر ہوتا رہے گا۔ جب وہاں سے اٹھے گا تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔

دوسری نسبت جو اس سے اونچی ہے اس کا نام القانی ہے۔ کیونکہ یہاں شیخ اپنی نسبت کو مرید

کی طرف القا کرتا ہے۔ اور اپنے انوارِ باطنہ اور قوتِ روحانیہ سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اب مرید میں کچھ صلاحیت پیدا ہو گئی۔ یہ درجہ اول سے قوی ہے مگر ہے یہ بھی ضعیف۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے چراغ جب تک اس میں تیل رہے گا اور سخت ہوا سے محفوظ رہے گا جلتا رہے گا ورنہ بجھ جائے گا۔ اسی طرح شیخ اپنے قلب سے انوار کا تیل اس کے چراغ میں ڈالتا ہے۔ اور اپنی قوتِ نورانیہ سے اس کو روشن کر دیتا ہے۔ اب مرید کا کام یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرے۔ اور معاصی کی ہوا سے اس کی حفاظت رکھے بالخصوص نظر بند سے کہ وہ سم قاتل ہے۔

تیسری نسبت اصلاحی ہے۔ یہ اقل دوم سے بہت قوی ہے کہ اس کے اندر مرید اپنے قلب کو ریاضات اور مجاہدوں سے بالکل صاف کر لیتا ہے۔ اور شیخ کے توجہ ڈالنے پر اس کے انوارات پوری طرح حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی محنت کے بعد نہر کھودے اور اس کو بالکل صاف کرے اور اس کا دہانہ کسی دریا سے ملا دے جس کی وجہ سے اس کی نہر میں بھی پانی آجائے۔ اب اس نہر میں اگر کوئی خس و غاشاک اور مٹی وغیرہ آئے گی تو پانی کے دباؤ سے خود بخود بہتی چلی جائے گی۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من قال لا اله الا الله دخل الجنة اس پر حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا دان زنی وان

سرق تو آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا وان زنی وان سرق علیٰ ربحم انف۔ (ابی ذرؓ) (الحديث) چوتھی نسبت نسبت اتحادی ہے کہ شیخ کے ساتھ طبیعت اتنی متحد ہو جائے۔ جو اس کے قلب میں آئے وہی مرید کے قلب میں آئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ نے جو یہاں تین مرتبہ بھیجا وہ اسی نسبت اتحادی پیدا کرنے کے لئے کیا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت حاصل تھی وہ نسبت اتحادی تھی۔ یہی وجہ ہے جو آپؐ سے صادر ہوا وہی ابوبکرؓ صدیق سے صادر ہوا مثلاً اسازی بدر کے بارے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ تھا کہ سب کو فدیہ لے کر بھجور ڈیا جائے لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کہ سب کی گردن اڑا دی جائے اور اسی طرح جب صلح حدیبیہ واقع ہوئی۔ تو حضرت عمرؓ غصے سے بھرے ہوئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں کیا یہ دین حق نہیں ہے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ ہاں واقعی میں اللہ کا سچا نبی ہوں اور ہمارا دین برحق ہے اور تم حق پر ہو۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر ایسا کیوں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ایسا ہی مناسب ہے۔ حضرت عمرؓ یہاں سے اٹھ کر سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور وہی بات کہی جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر آئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی لفظ بلفظ وہی جواب دیا۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے تھے۔ اسی اتحاد کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بلا فصل ہوئے۔ اگرچہ اس وقت خدا نخواستہ حضرت عمرؓ یا اور کوئی خلیفہ بن جاتا تو کھرام پرج جاتا۔ اس لئے کہ ایک طرف تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ ہوتا۔ اور دوسری طرف چونکہ وہ اتحاد حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں تھا تو یقیناً کچھ نہ کچھ کام خلاف بھی صادر ہو جاتے اسی لئے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے جب وفات نبوی کا صدمہ کچھ ٹھکا ہو گیا اور انتظامات درست ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو بنا لیا گیا۔ کیونکہ اب ضرورت انہی کی تھی۔ یہاں فوج بھیج دیاں فوج بھیج یہ انتظام وہ انتظام اس کی سرکوبی اس کی تادیب یہ سب حضرت عمرؓ ہی کر سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل الوحی جو چھ ماہ ریاضت اور مجاہدہ میں گزارے جس کے اندر منامات اور رؤیا صالحہ کا خوب درد ہوا۔ تو اس وقت آپ کا قلب مبارک صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے ملاقات کی تو نسبت انعکاسی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد غلط اولیٰ سے نسبت القافی اور غلط ثانیہ سے نسبت اصلاحی اور غلط ثالثہ سے نسبت اتحادی پیدا ہوئی اور پھر اس کے بعد تیرہ سال قبل از ہجرت جو معالج اور منازل طے فرمائے وہ بعد کی ترقیات ہیں۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق یہاں چند باتوں کا جانا ضروری ہے اول یہ کہ سب سے پہلے قرآن پاک کا کون سا حصہ نازل ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اقرأ کی اولین پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ نازل ہوئی اور تیسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سورۃ مدثر نازل ہوئی۔ ان تینوں کے درمیان علمائے جمع کی صورت بیان فرمائی ہے کہ اولیت حقیقیہ ان پانچ آیات اقرأ کو حاصل ہے اور پوری سورۃ جو سب سے پہلے نازل ہوئی۔ تو وہ سورۃ فاتحہ ہے۔ اور چونکہ اقرأ کی ان آیات خمسہ کے نزول کے بعد فترۃ الوحی واقع ہو گئی تھی۔ تو تین سال کے بعد سورۃ مدثر نازل ہوئی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ یہاں تینوں کے

اندر مختلف ہیں۔

دوسری بات جس کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ علامہ زعزعی نے بسم اللہ کا متعلق اقرآنا ہے جو بسم اللہ سے مؤخر ہے۔ لیکن قرآن پاک میں یہاں اقرآ کو اسم رب سے مقدم لایا گیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اقرآ باسم ربک میں جو اقرآ ہے اس کا تعلق اقرآ باسم ربک سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ بطور تنبیہ کے ہے۔ جیسے ایک استاد اپنے شاگرد کو تنبیہ کرتا ہے۔ فی الحقیقت اس کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی اقرآ باسم ربک الذی اقرآ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے امر بالقرآۃ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلسل انکار ہوا تو اس سبب سے اس میں اہمیت پیدا ہو گئی۔ بنا بریں اقرآ کو مقدم کیا گیا۔

اور تیسری بات یہاں یہ ہے کہ آیت کریمہ اقرآ باسم ربک میں ابتدا نہ تو اسم جلالت یعنی لفظ اللہ سے ہو رہی ہے۔ حالانکہ وہ اسم ذات ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ اسم اعظم بھی ہے۔ اور نہ ہی اسماء جلالت یعنی الرحمن اور الرحیم سے ہو رہی ہے۔ بلکہ اسم رب سے ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اور تربیت الشیء یہ ہے کہ اس کی ساری چیزوں کی کفالت کی جائے۔ جیسے ماں بچے کی کفالت کرتی ہے۔ کیونکہ بچہ نہ خود اٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے۔ اس لئے سب امور کی نگہداشت ماں ہی کرتی ہے۔ اسی لئے رب العالمین سب کی کفالت کرتے ہیں۔ اب چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مانا بقاری فرما رہے تھے۔ تو اسم رب سے شروع کر کے متوجہ کیا کہ رب کے نام سے پڑھو وہ رب العالمین جو ضروریات قرآۃ وغیرہ کی پیش آئیں گی وہی سب کی کفالت کرنے لگا۔ اور پڑھنے کو آسان فرمائے گا۔ اس کے بعد مزید شان ربوبیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فرمایا۔ خلق الانسان من علق یعنی جس ذات نے ایک نطفہ ناپاک اور پانی کے قطرے سے افضل المخلوقات اور احسن المخلوقات کو پیدا فرمایا وہی قرأت بھی سکھلا دے گا۔ مزید ترقی کرتے ہوئے فرمایا علم بالقلم کہ جو ذات ایک بے جان شے یعنی قلم کے ذریعہ سے علم سکھاتی ہے۔ اور آدمی علم سیکھ جاتا ہے۔ تو اگر وہ ذات ہی براہ راست علم سکھانے پر آمادہ نہ ہو تو کیسے علم نہیں سیکھ سکتے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جملہ علم بالقلم سے اشارہ فرمادیا ہو۔ کہ علم کو قلم سے مقید کرنا چاہیے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں جو یہ آتا ہے کہ قید العلم بالکتاب

یہ اسی جملہ کی شرح ہو۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ علم قلم سے مدتوں باقی رہتا ہے۔ چنانچہ یہی بخاری شریف جو میری تحقیق کے مطابق ۲۳۳ھ میں لکھی گئی آج ایک ہزار برس سے زائد ہو گئے اسی طرح باقی ہے۔ اگر کوئی حفظ یاد کرنا تو کچھ ہی دن باقی رہتا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ باسم ربک اسی اقرا کے متعلق ہے مگر اس جگہ عارض کو اہمیت دی گئی ہے۔ اصلی کو اہمیت نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ آپ کو ابتدا قرآۃ کے متعلق کہا جا رہا ہے۔ اگرچہ اہمیت ذاتیہ باری تعالیٰ کو حاصل ہے۔ مگر اہمیت عارضہ قرآۃ کو حاصل ہوگی بنا بریں اس کو مقدم کیا گیا۔ پھر آپ کو قرآۃ کے متعلق استبعاد تھا ان آیات خمسہ سے اس کو زائل کر دیا گیا۔ کہ انسان ابتدا میں معدوم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے موجود کیا۔ پھر علقہ سے بدل کر اس کی یہ حالت ہے کہ حی و مرید وغیرہ ہے۔ تو جس ذات نے انسان کو ایسا بنا دیا اس ذات سے کیا بعید ہے کہ وہ ایک امی کو عالم بنا دے اسی استبعاد کے رفع کے لئے ایک دوسری چیز بیان کی گئی۔ کہ انسان تو ذمی ارادہ ہے۔ مگر قلم غیر ذمی روح ہے۔ اس کے باوجود اس کے ذریعہ سے علوم سابقہ پائے جاتے ہیں۔ اگر ایک امی کے ذریعہ علوم الہیہ کا اظہار کیا جائے تو کیوں مستبعد ہے۔ اور دوسری چیز یہ فرمائی کہ انسان جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو کسی چیز کو نہیں جانتا تھا۔ اسے قدرت الہیہ سے علم دیا گیا۔ تو ان تین مشاہدات کے ذریعہ سے اس استبعاد کو رفع کیا گیا۔ کہ یہ سب قدرت خداوندی کے مظاہر ہیں۔ ورنہ ذہن اور قلم کے ذریعہ سے علوم کا جمع ہونا قرین عقل نہیں ہے۔ دماغ ایک چند ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ الغرض ان مشاہدات سے آپ کا استبعاد رفع ہوا۔ اس کے بعد جو علوم آپ کو دئے جائیں گے تو ان کو باسانی اخذ کر سکیں گے۔ اور جبرائیل علیہ السلام محض سفیر ہیں اس سے ان کی فضیلت لازم نہیں آتی۔ من حیث الکل تو آپ افضل ہیں۔ اگر فضیلت جزئی جبرائیل علیہ السلام کو حاصل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رہا ان الفاظ کی وجہ سے قرآن مجید کا حادث ہونا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تکلم بالقرآن الآن تو حادث ہے۔ جیسے شیخ سعدی کی کتاب کے الفاظ جو کہ آج سے پانچ چھ سو سال پہلے کے ہیں اس اعتبار سے کہ ہم اب پڑھ رہے ہیں۔ وہ آج کے الفاظ ہیں اور اس اعتبار سے کہ شیخ سعدی کی زبان سے نکلے ہیں وہ آج سے چھ سو سال پہلے کے ہیں۔ ایسے قرآن مجید کا حکم ہے۔ بنا بریں امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ القرآن

کلام اللہ مکتوب فی المصاحف محفوظ فی صدورنا مقرر بالسنن غیر حال فیہا۔ تو لفظی بالقرآن و کتابی بالقرآن و غفل
بالقرآن و حادث و لکن القرآن قدیم۔ کتاب اصل میں مؤلف کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ کاتب اور قاری کی
طرف منسوب نہیں ہوتی۔ ایسے ہی قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے ازل میں تالیف فرمایا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ
اس میں خط عثمانی پیدا ہوا۔ اس مسئلہ کی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ کی شہادت ہوئی۔ اور خود حنابلہ کو
خبط ہوا۔ کہ جلد اوراق اور نقوش وغیرہ سب کو قدیم کہہ دیا۔ حالانکہ روزمرہ کی چیزوں کو بھول گئے۔ آج
بھی انہی ادبام کی وجہ سے قرآن مجید پر اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

فرجع بہا رسول اللہ۔ بہا کی ضمیر ان آیات کی طرف راجع ہے۔ آپؐ نے ان کو حفظ
کر لیا حالانکہ آپؐ اسے مستعد سمجھ رہے تھے۔ اور ممکن ہے کہ بھاکا مرجع وہ کیفیت ہو جو پہلے گور
چکی ہے۔ اور اس میں بآسمانیہ کی ہو۔ بسبب ہذہ ایکفیتہ پہلی صورت میں بآسمانی مع کے تھا۔

یرجع فؤادہ دوسرے معنی کی تائید کرتا ہے۔ قلب پر جب اثر پڑا تو کپکپی طاری ہو گئی۔ اور
قلب پر صدمہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کے دبانے سے تھا اگر شبہ ہوا کہ قلب
کو کیوں نہیں دبایا گیا۔ جسم کو کیوں دبایا گیا۔ تاکہ صدمہ جسم کو ہوتا قلب کو کیوں ہوا۔ جواباً تو کہا جائے گا کہ
جسم کا صدمہ قلب کو ہوتا ہے اور قلب کا جسم کو۔ ہر ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے رہتے ہیں۔ اور
دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے ثقل کی وجہ سے یہ صدمہ ہوا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ سَنُلْقِيْ
عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۔ اولاً جب یہ آیات نازل ہوتی تھیں تو قلب متاثر ہوتا تھا اور بالقطع وبالعرض
تمام جسم پر اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ عرب جب مالابار میں پہنچے ہیں اور وہ کشتی سے اترتے تو دیکھا کہ ان لوگوں نے
ایک لڑکی کو ہانگھا رہنا رکھا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا۔ کہ یہاں ایک مکان میں ایک دیور رہتا ہے۔
اور ہر سال ایک حسین و جمیل لڑکی مانگتا ہے۔ تو جب ایک صحابیؓ نے قرآن مجید پڑھا تو وہ اس مکان سے
نکل بھاگا۔ اگرچہ ہمیں قرآن مجید کا ثقل محسوس نہیں ہوتا لیکن جب اسے جنات پر پڑھا جائے تو وہ چیخ و پکار
کرتے ہیں۔ ہمارے لئے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ فرمایا گیا
ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی روح کے ساتھ متحد کیا۔ تو کیفیات روحانیہ کی وجہ سے اثر پڑا قلب کو کچھ اضطراب لاحق ہوا۔ چوتھی توجیہ
یہ ہے کہ جب انسانی زہا کو آپؐ کے قلب اطہر سے زائل کیا گیا۔ تو یکبارگی مٹانے سے تکلیف

ہوتی تو پکی کا طریق ہوا۔

زملونی زملونی ای لقونی جب قلب کے اندر اضطراب ہو تو اس کا اثر تمام بدن پر پڑتا ہے۔ اس لئے آپ لحاف میں پیٹے گئے۔ کیونکہ پکی کو لحاف وغیرہ کے ذریعہ سے دفع کیا جاتا ہے اور لفظ جمع کا یا تو اس بنا پر ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ آپ کی بیٹیاں یا خادماں تھیں یا تعظیم کے طور پر بولا گیا۔ البتہ یہ شبہ باقی رہا کہ زملینی کہنا چاہیے تھا جب کہ مخاطبہ ایک تھیں۔ تو کہا جائے گا کہ جس

طرح انہما کانت من القانتین فرمایا گیا من القانتات نہیں بولا گیا جس کے بارے میں جہور فرماتے ہیں کہ فوت، جال کی صفت ہے نسائی نہیں لیے یہاں بھی جو اب حضرت خدیجہؓ نے دیا۔ وہ بھی رجال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اس لئے جمع نہ کر کا صیغہ لایا گیا قالہ اشخ مدنی۔ فدخل علی خدیجۃ بنت خویلد (قولہ اشخ زکریا) حضرت خدیجہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لڑلی اور چہیتی بیوی تھیں۔ ان کی عمر چالیس برس کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی اب یہیں سے ان آریوں کا اشکال ختم ہو گیا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام شادیاں اپنی گیارہ عورتوں سے نکاح شہوت پرستی کی بنا پر کئے تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک بھلا جب حضورؐ اپنی بھری جوانی میں تھے اور خوب شباب کا زمانہ تھا اس وقت آپؐ نے ایک پر قناعت کی جو کہ بیوہ بھی تھی اور جب آپؐ خود بوڑھے ہو گئے تو پچاس سال کی عمر میں ان کی وفات پر دوسری عورتوں سے نکاح شروع کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تعداد ازدواج میں یقیناً کوئی مصلحت تھی وہ یہ کہ ان کے ذریعہ دین کو فروغ ہو۔ ورنہ آپؐ اپنی جوانی میں ضرور کسی جوان عورت سے نکاح فرماتے۔ نیز! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہوت کی ہی غرض سے نکاح کرنا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کیوں انکار کرتے جب کہ ابتدائے دعوت اسلام کے وقت قریش نے آپؐ کے سامنے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپؐ کو نکاح کی غرض ہے تو آپؐ جس لڑکی سے چاہیں نکاح کر لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ اصرار سے چل کر سیدھے حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آپؐ کا گھر تھا اور مصیبت کے وقت آدمی اپنے گھر کی طرف واپس آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت خدیجہؓ اکبرؓ آپؐ کی بیوی تھیں۔ اور جب پریشانی کی بات ہوتی ہے تو آدمی بیوی سے کہتا ہے۔ فقال زملونی زملونی پہلے بات یہاں پر وہی ہے کہ نصف عرقا پر زملونی زملونی سے اشکال ہوتا ہے۔ کیونکہ نصف عرق کا تقاضا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اور زملونی کا تقاضا یہ ہے کہ سردی معلوم ہوتی تھی۔ اس لئے کہ جب کسی کو سردی لگتی ہے تو اس کو لحاف وغیرہ اٹھلتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی عین نزول وحی کے وقت محسوس ہوتی تھی۔ جب کہ روایات سے ثابت ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپکتا تھا۔ اس کے بعد جب آثار ختم ہو گئے۔ پسینہ صاف کیا۔ اس کے بعد جو سردی لگتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ پسینہ آنے کے بعد جب ہوا لگتی ہے تو سردی بھی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو روایات وحی کے ذکر میں آتی ہیں۔ ان میں پسینہ اور گرمی کا ذکر ہے۔ چادر اور کپل اوڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف بھی ہوا کرتا تھا۔ اس لئے سردی کے اثرات زیادہ معلوم ہوتے تھے۔ پھر جب طبیعت مبارکہ کو گرم ہو گئی تو چادر اوڑھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ دوسرا جواب اصل اشکال کا یہ بھی دیا گیا ہے کہ آدمی کو جب خوف لاحق ہوتا ہے تو وہ چادر اوڑھتا ہی ہے۔ خواہ اس کے ساتھ حرارت ہو یا نہ ہو۔ زمین کی بجائے زلوفی فرمانا اس لئے تھا کہ ایسے مواقع خدمت پر محاورات میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرتے چنانچہ گھر جا کر عام طور سے بیوی سے کہا جاتا ہے کہ کھانا لاؤ۔ یہی جواب رائج معلوم ہوتا ہے۔

لقد خشيت على نفسي میں لام مؤنثه للقسم ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے بارہ تیرہ اقوال نقل کئے ہیں۔ لقد خشيت على نفسي ان اکون مجنوناً اور بعض نے کہا کہ ان الآتی رجل من جان او شيطان لیکن یہ جواب بالکل غلط ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت میں شک تھا۔ حالانکہ ہر نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جیسے کہ امت کو اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۳۔ حضرت منگو ہی فرماتے ہیں کہ آپ کو خوف اس وجہ سے پیش آیا۔ کہ نہ معلوم عبا نبوت کا تحمل ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

۴۔ علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ حضرت خدیجہؓ کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے فرمایا کیونکہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی میں یہ فرمادیتے کہ میرے اوپر فرشتہ وحی لے کر آتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ان کو یقین نہ آتا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی آدمی بڑائی کی بات کرتا ہے۔ تو دوسرے کو ناگوار ہی ہوتی ہے۔ اگر تواضع اور عاجزی کے ساتھ بات کرے تو طبیعت خود بخود پسچ جاتی ہے۔ تو اولا حضرت خدیجہؓ کو مانوس کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔ کہ اپنے ہی

ترجمہ کہ آنے والا آدمی نبی تھا یا شيطان تھا۔

خوف کا اقرار کر لیا۔ اور حضرت خدیجہؓ نے جب آپؐ کا یہ نکسر دیکھا تو آپؐ کے اوصاف جمیلہ شمار فرما کر آپؐ کی ڈھارس بندھا دی۔

۵۔ حضرت شیخ زکریا مروجہ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خوب دبوچا تھا۔ اس لئے آپؐ کو اپنی موت کا خوف ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دوبارہ دبوچا تو کہیں موت واقع نہ ہو جائے۔

۶۔ حضرت مدنیؒ ابن حجر کے اس قول کو نقل فرماتے ہیں۔ لقد خشيت على نفسي من الموت او المرض او دوام المرض ان تينون معاني كوراج قرار دیتے ہیں۔ اور علامہ سندھیؒ کے قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو درجہ شک میں متصور کرتے ہوئے اس آنے والے شخص کو جن یا شیطان یا اپنے آپ کو مجنون اس لئے ظاہر کیا کہ یہ سیاست تھی۔ ورنہ آپؐ کو تو یقین تھا اگر اولاً اس کا ذکر کر دیتے تو پھر تبلیغ مشکل ہو جاتی۔ گھر میں جھگڑا ہو جاتا۔ جب اپنی اضطرابی حالت ظاہر کی۔ بصورت مخالف اپنے آپ کو پیش کیا۔ تو اس پر حضرت خدیجہؓ کو اپنا ہمہ رد بنالیا۔ جس پر انہوں نے آپؐ کو تسلی دی۔ یہ توجیہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ جس قدر انکار تھا اسی قدر تاکیدات لائی گئیں۔ کلاً اور قسم وغیرہ کو اسی ازالہ کے واسطے لایا گیا۔ کیونکہ حضرت خدیجہؓ بھی فصیحہ بلیغہ تھیں۔ کلاً کی علت و امتزاج نیک سے اور پھر اس کی دلیل انک متصل الرحم سے بیان کی گئی۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے مکارم اخلاق بیان کر دیئے اور قاعدہ ہے کہ ہر بنائے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز سے الفت ہوتی ہے۔ اور ہر پالنے والے کو اپنی پروردہ سے محبت ہوتی ہے۔ ایسے باری تعالیٰ کو اپنی مخلوقات سے الفت ہے الخلق عیال اللہ فرمایا گیا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ مایخزیک اللہ ابد اسے حضرت لنگوہیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپؐ کا یہ سارخوف اسی وجہ سے تھا کہ شاید آپؐ ابدائے نبوت کا تحمل نہ کر سکیں۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ خلق خدا کی خدمت تین طرح سے (۱) اقارب۔ اباعد کی خبر گیری کرنا۔

(۲) اعانتہ بالجسم والمال حالانکہ المال شقیق الروح کہا گیا ہے اور چڑھی جائے و مڑی نہ جائے۔ کہادت مشہور ہے۔ پھر کسی کو دینا بغیر کسی توقع کے اور ایسے لوگوں کی امداد کرنا جو بالکل عاجز ہوں۔ بالکل مشکل کام ہے۔ اسی طرح اپنے قول اور عمل میں صداقت سے کام لینا یہ بھی مکارم اخلاق میں ہے۔ اگرچہ آپؐ ان مکارم اخلاق

کو جانتے تھے۔ مگر حضرت خدیجہؓ بطور دعویٰ مع البیتہ کے مکارم کو پیش کر رہی ہیں کہ جب آپ اللہ تعالیٰ محبوب ہیں۔ اور اس کے عیال کے خدمت گذار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جن بھوت کے سپرد کر کے کیسے تکلیف دے سکتے ہیں۔ یہ جواب حضرت خدیجہؓ کا دانشمندانہ تھا۔ جس کو آپ نے پسند فرمایا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ان سے زیادہ محبت ہو گئی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی محنت کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مجھے ازواجِ مطہرات میں سے کسی پر اتنی غیرت نہ آتی تھی۔ جس قدر ان پر غیرت آتی۔ حالانکہ میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا لیکن آپ ان کا ذکر کثرت سے کرتے اور ان کی سہیلیوں کو تنھے تحائف بھیجتے تھے رضی اللہ عنہا۔

انک لتصل الرحم صلہ رحمی بہت مشکل ہے۔ کیونکہ ان سے تعلقات بہت ہوتے ہیں۔ عموماً خلافِ طبیعت امور پیش آتے ہیں۔ برابر والے کی رضا مندی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ الکل من لا یستقل باہرہ یعنی جو خود اپنی ضروریات کا متکفل نہیں ہو سکتا۔ کل کے معنی ثقل اور بوجھ کے ہوتے ہیں پھر اس ہر شخص کو کہنے لگے جو ثقیل اور بوجھل ہو جائے جس سے کوئی امید نہ ہو۔

شیخ ذکر کیا فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خدیجہؓ نے تمام اوصاف میں سے سب سے پہلے صلہ رحمی کو ذکر کیا کیونکہ غیر کے ساتھ حسن سلوک کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ اس لئے کہ اگر کسی کی حالت گری ہوئی دیکھی اس کے ساتھ احسان کر دیا۔ مگر چونکہ قرابت داروں کے ساتھ ہر وقت سابقہ پڑتا ہے۔ اور ان کی نرم و گرم سننی پڑتی ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ اگر احسان کرنا بھی چاہے گا تو وہ سختیاں اور بے عنوانیاں یاد آ کر طبیعت رک جائے گی تو حضرت خدیجہؓ نے سب سے پہلے اسی کو بتلایا کہ آپ تو دوسروں کی غلطیوں کو خیال میں لائے بغیر صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پھر کیسے خدا آپ کو ضائع کر دے گا۔ یاد رہے کہ جو شخص جتنا زیادہ صلہ رحمی کرے گا وہ اتنا ہی غیر کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرنے والا ہوگا۔

وق حمل الکمل یعنی آپ بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ کل بمعنی بوجھ جس سے حتیٰ اور معنوی دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

ونکب المعدوم حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسب مجرد ہو تو متعدی الی المفعول الواحد ہوگا۔ اگر مزید سے ہو تو متعدی الی المفعولین ہوگا۔ کسب اکثر متعدی الی مفعول واحد ہوتا ہے یہی مشہور ہے مگر کبھی مجرد بھی متعدی الی المفعولین ہوتا ہے۔ المعدوم روایت مشہور میں ہے اور المعدوم بھی آیا ہے معدوم

بمعنی مفلس اور معدوم ضد موجود کی ہے۔ اس کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔ اگر تکسب مزید ہے تو اس کے معنی ہوں گے تکسب المعدوم المال یعنی اسے راس المال دے دیا اور وہ تجارت کرنے لگا۔ مدینہ کے لوگ کھیتی باڑی کرنے والے تھے اور مکہ کے لوگ تاجر تھے۔ ان کی تجارت گرمی میں شام کی طرف اور سردیوں میں یمن کی طرف ہوا کرتی تھی۔ اس لئے کہ شام سرد ملک ہے اور یمن گرم ملک۔ یا کچھ مال کسی کو ہبہ کیا۔ اور اس سے شرکت کر لی۔ یا اسے کوئی صنعت بتلا دی۔ یعنی کسی شخص کے پاس بٹھلا دیا۔ اور اس کی کفالت کی تو تکسب بمعنی تجلہ ذاکسب اور تکسب مجر وہی مزید کے معنی میں ہوگا۔ اگر المعدوم ہے تو پھر ظاہر ہے۔ اگر معدوم ہو تو فقیر کے معنی میں ہوگا۔ اس لئے کہ فقیر فقر کی حالت میں سب قوامی معدوم کر بیٹھتا ہے۔ تو معدوم سے معدوم ہی مراد ہوگا۔ لان المفلس فی حکم المعدوم اگر تکسب متعدی الی مفعول واحد ہو۔ تو اس وقت المعدوم المال مخدوف کی صفت ہوگی۔ اسی تکسب المال المعدوم او الربح المعدوم یعنی جو مال دوسرے حاصل نہیں کر سکتے۔ آپ اس مال کو حاصل کر لیتے ہیں۔ اور عرب میں اس پر بھی تمدح ہوتا تھا۔ کہ کوئی شخص ماہر فی التجارۃ ہو۔ اور اس قدر نفع حاصل کرے کہ دوسرے نہ کر سکیں۔ چنانچہ آپ کا یہی حال ہوتا۔ جس پر حضرت خدیجہؓ نے آپ کو مضاربت پر مال دیا تھا۔ اور اپنا ایک غلام بھی ساتھ کر دیا تھا۔ اس مال سے آپ زیادہ نفع لائے۔ جس کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کو فریفتگی ہوئی۔ غلام نے راستہ میں آپ کے اخلاق اور احاسات سب کو دیکھا۔ احاسات قبل از نبوت کے خوارق کو کہتے ہیں۔ غلام نے دیکھا کہ بادل سایہ کئے ہوئے ہے اور درخت آپ کو سلام کرتے ہیں۔ اور اخلاق کی یہ حالت تھی۔ کہ آپ خود لکڑیاں چھننے چلے جاتے تھے۔ سفر کو سفر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رفقاً سفر کے حالات کھلتے اور ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے نیک آدمی کی تین صفات ذکر فرمائیں کہ سفر میں۔ پڑوس میں اور شرکت میں رفقاً کے اخلاق معلوم ہوتے ہیں۔

الحاصل جب حضرت خدیجہؓ نے مال کا نفع بھی زیادہ دیکھا۔ غلام سے آپ کے اخلاق اور احاسات بھی سنے تو اس کو آپ سے زیادہ محبت پیدا ہو گئی۔ اور یہ حضرت خدیجہؓ عرب کی متمولین عورتوں میں سے تھی۔ عقلمند اور جمیلہ بھی تھی۔ کسی عرب سے اب شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر ان واقعات کی بنا پر اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ آپ نے بوجہ فقر کے انکار فرمایا۔ تو حضرت خدیجہؓ نے خود ایک طریقہ بتلایا۔ کہ حضرت ابوطالب پیام نکاح لے کر خویلد کی مجلس شراب میں

جائیں۔ چونکہ نسبی حیثیت سے آپؐ کا نسب عرب میں سب سے اچھا اور اونچا تھا۔ غولید نے کہا کہ خدیجہ ایسا فعل ہے کہ جس کے ناک پر ڈنڈا نہیں مارا جاسکتا۔ لیکن باپ نے جب بیٹی سے اس کا اظہار کیا تو خدیجہؓ نے رضامندی ظاہر کی جس پر عقد نکاح ہوا۔ اور حضرت خدیجہؓ کے مال کا ہر طرح کا تصرف آپؐ کو عطا کیا گیا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ اسی بمال خدیجہؓ۔

اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ تکسب المرءل المعدوم یعنی جو شخص مرچکے ہے اس کی اولاد عاجز و در ماندہ ہے۔ آپؐ ان پر احسان کر کے اپنا بنالیتے ہیں۔ الانسان عبید الا احسان تو اب المعدوم المرءل کی صفت ہوگی۔

شیخ زکریاؒ کا ارشاد ہے کہ اگر متعدی ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ آپؐ فقیہ کو کمواتے ہیں یعنی دوسرے سے کہہ کر اس کی مدد کرتے ہیں۔ اگر لازم ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ آپؐ فقیہ کو کماتے ہیں۔ یعنی آپؐ اس کو مال عطا کرتے ہیں۔

تقری الضیف (قالہ المدنی) قری بمعنی مہمانی کرنا۔ عموماً مہمانی اس کی ہوتی ہے جو شہر کا رہنے والا نہ ہو۔ مہمانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جو کہ عرب میں برابر چلی آ رہی ہے۔ اور آج بھی مہمانی کا یہی عالم ہے۔ کہ بدوی اعرابی اگرچہ گھروں کچھ نہ رکھتا ہو۔ قرض لے کر مہمان کے لئے پورا دنبہ ذبح کرے گا۔ اور عرب میں قریش اور قریش میں سے بنو ہاشم مہمان نوازی میں خصوصی شہرت کے مالک تھے۔ اور بنو ہاشم میں سے بھی آپؐ زیادہ مہمان نواز تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے واردین کی روزانہ خبر گیری کرتے تھے۔ جو بڑا مشکل کام ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر حاتم طائی آج موجود ہوتا تو آج سخاوت پر اس کو اتنی شہرت حاصل نہ ہوتی۔ غرضیکہ تحمل الکمل تکسب المعدوم اور تقری الضیف ان سب میں احسان بالا جانب پایا جاتا ہے۔

وتعین علی ذنائب الحق ذنائب جمع نائبہ کی بمعنی مصیبت کیونکہ وہ نوبت بنوبت آتی رہتی ہے۔ ذنائب دو قسم کے ہیں۔ ذنائب باطلہ جو فعل شنیع کی وجہ سے وارد ہوں۔ اور ذنائب حقہ جو فعل حسن کی وجہ سے پیش آئیں تو ذنائب الحق میں اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہوگی۔ یا اضافۃ حقیقہ ہے اسی ذنائب اللہ یعنی ذنائب آسمانی۔ ان میں انسان مداخلت کرنے سے عاجز ہوتا ہے۔ اور ایسی مصیبت میں اعانتہ بالمال والجمہ ودر طرح سے ہوتی ہے۔ تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفات سماویہ غیر اختیاریہ میں

بھی مدد کرتے ہیں۔ تو آفات ارضی میں تو ضرور مدد کریں گے۔ اس روایت میں راوی نے دو چیزوں کو اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ ایک تصدیق الحدیث اور دوسرے ادا الالمانت یا روایت بالمعنی کر کے بعض کو بھول گیا۔ تو یہ سب چیزیں حضرت خدیجہؓ نے استدلال میں پیش کیں۔ یہ تین طریقے تسلی کے اختیار فرمائے۔

ایک شروع سے (کلا ۲) واللہ یا بخیر یک اللہ۔ اور تیسرا ایک لتقل الرحم اللہ اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ایک پیر مرد کے پاس لے جاتی ہیں جو کہ کامل عالم ہے۔ درقہ بن نوفل اور دوسرا زید بن نفیل۔ یہ دونوں شخص مکہ معظمہ کے جو انب سے نکلے ہیں۔ بت پرستی کے طریقہ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ دین حق کی تلاش میں نکلے اور یہودی جبر (عالم) سے ملے۔ اس نے ان کی سمیت افزائی نہ کی تو ایک نصرانی عالم کے پاس گئے۔ اس نے بھی کہا کہ لن تدخل فی دیننا حتی تاخذ نصیباً من الضلال۔ آخر دونوں نے آپس میں کہا کہ دین ضعیفی پر عامل رہو۔ وہ دین خلیلی تھا۔ درقہ بن نوفل تو نصرانی بن گیا۔ اور عبرانی زبان سیکھی۔ اور عبرانی کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے لگا۔ اور جب حضرت خدیجہؓ آپ کو لے کر گئی ہیں تو درقہ بن نوفل بہت سن رسیدہ ہو چکا تھا۔ اور آنکھیں بھی کھو بیٹھا تھا۔ ایسے بزرگ کی بات کا آخر اعتبار ہوتا ہی ہے۔ اس لئے آپ کو لے کر گئیں۔

قالہ شیخ زکریا۔ یہ درقہ بن نوفل اور زید بن نفیل ابتداءً مشرک تھے۔ فطرت سلیمہ کی وجہ سے مشرک سے تائب ہو کر وحدانیت باری تعالیٰ کے قائل ہوئے۔ حتیٰ کہ زید بن نفیل تو بتوں کی مذمت میں بہت آگے تھے کہا کرتے تھے کہ ان کی پرستش کرتے ہو۔ جن کو اپنے ہاتھ سے بناتے ہو۔ اور جو تمہاری کوئی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ یہ زید جب مشرک سے بیزار ہوئے تو علماء یہود کے پاس گئے اور ان سے یہودی ہونے کی درخواست کی۔ تو انہوں نے کہا شوق سے ہو جاؤ۔ لیکن اس مذہب سے کچھ حصہ غضب الہی کا بھی ملے گا پھر نصاریٰ کے پاس جا کر نصرانیت قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ان لوگوں نے کہا ہو جاؤ۔ مگر کسی قدر حصہ ضلالت کا بھی ملے گا۔ ان کے پوچھنے پر نصاریٰ نے دین ابراہیمی کے قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ جس پر انہوں نے ملت ابراہیمی کو اختیار کیا۔ اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ دوسرے ساتھی درقہ بن نوفل نے نصرانیت اختیار کی اور بعد میں نصرانیت کے بہت بڑے عالم ہوئے۔ کہ انجیل کو عبرانی زبان سے عربی میں منتقل کیا کرتے تھے۔ اور عربی زبان سے عبرانی زبان میں منتقل کیا کرتے تھے۔

فی کتب من الانجیل بالعبرانیہ تورات عبرانی زبان میں تھی۔ اور انجیل سریانی زبان میں۔ ورقہ بن نوفل چونکہ نصرانی تھے۔ اس لئے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے عبرانی میں کر کے اپنے یہاں کے لوگوں کو دیتے تھے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عبرانیہ کی بجائے عربیہ ہے۔ کیونکہ خود ورقہ کی زبان عربی تھی جب کہ حاشیہ کے اندر العربیہ ہی واقع ہوا ہے۔ اور یہی کتاب التفسیر میں بھی آ رہا ہے۔ لیکن علمائے دونوں میں اس طرح جمع کیا ہے کہ ورقہ دونوں زبانوں میں ماہر تھے۔ عربی کے بھی کہ ان کی مادری زبان تھی۔ اور عبرانی کے بھی۔ لہذا انجیل کو سریانی زبان سے عبرانی زبان میں منتقل کیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ عرب میں یہود بھی رہتے تھے۔ اور تورات بھی اسی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ تو بعض کو عبرانی زبان میں اور بعض کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے دیتے تھے۔

اسمع عن ابن اخیث ورقہ بن نوفل حضورؐ کے بچا نہیں تھے۔ مگر چونکہ اہل عرب ہر بڑے کو چچا اور ہر چھوٹے کو بطور تعظیم اور شفقت کے بھتیجا کہتے ہیں۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ نے بھی بطور مہربان کرنے کے ابن اخ کہہ دیا۔ اور واقعہ بھی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادا عبد مناف ہیں۔ جو کہ عبد العزیٰ کے بھائی ہیں۔ تو بھی ابن اخ کہنا صحیح ہوگا۔

هذا الناموس۔ ناموس کے معنی صاحب الستر کے ہیں۔ ناموس اور جاسوس ان لوگوں کو کہتے ہیں جو خبر لائیں۔ ناموس تو اس ندیم کو کہا جاتا ہے جو خیر کی خبر لائے۔ اور جاسوس وہ ندیم جو شر کی خبر پہنچائے۔ یہاں ناموس سے مراد فرشتہ ہے۔ چونکہ عبرانی میں علیہ السلام حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاس خیر کی خبر لاتے تھے اس لئے ان کو الناموس کہا گیا۔

نزل اللہ علی موسیٰ۔ یہاں شبہ ہے کہ ورقہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام کیوں نہیں لیا۔ جب کہ ورقہ نصرانی تھے۔ علمائے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ چونکہ نصرانیوں کی نسبت عرب میں یہودی زیادہ تھے ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شہرت تھی اس لئے ان کا نام لیا گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان کی قوم کی طرف سے شدت اور سختی میں مبتلا کیا گیا تھا وہ اس بات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے۔ اس وجہ سے ان کا ذکر فرما دیا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت بین الیہود والنصارى مسلم تھی۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کو صرف نصاریٰ مانتے تھے۔
چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو وحی اتوری تھی۔ وہ امثال۔ عبر۔ رافہ۔ اور رحمت پر مشتمل ہوتی تھی۔ بخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحی کے کہ اس میں ادا امر دنوا ہی تھے۔ جہاد اور قتال کا حکم تھا۔ تو درقہ نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی آئے گی وہ ادا امر دنوا ہی پر مشتمل ہوگی۔ یہ علم ان کو کتب سماویہ سے حاصل ہوا کیونکہ ان کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مذکور تھے۔

یا لیتنی فیہا جذعاً ای قویاً شدیداً۔ ہزعمہ اصل میں قوی اونٹ کو کہتے ہیں اور فیہا کی ضمیر مجرور اس ایام نبوت کی طرف راجع ہے۔ جو ماقبل سے مفہوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کاش میں ایام دعوت اسلام میں قوی ہوتا کہ ان کا مقابلہ کرتا جس وقت کہ وہ لوگ آپ کو شہر سے نکالیں گے۔ تو منازل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طے کرنے پڑیں گے۔ تو معنی ہوں گے جند عا اور قوا شدیدہ انی مدۃ دعوتک لانی مدۃ نبوتک کیونکہ یہ سب کام مشقت والے جوانی میں کئے جاسکتے ہیں بڑھاپے میں قوی مفعل ہو جاتے ہیں۔ او مخرجی ہم چونکہ اہل عرب میں عصبیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنے اہل قرابت کی حمایت کرتے ہیں۔ خواہ حق پر ہوں یا ناحق پر۔ دوسرے افلاق حمیدہ کی وجہ سے آپ مقبول عام ہو چکے تھے جو حجر اسود کے رکھنے کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیا جس سے سب راضی ہو گئے۔ ایسے ایک پڑوسی کے مظالم بیان کرنے والے کو آپ نے ترکیب بتائی تھی۔ کہ سامان نکالنا شروع کر دو۔ جس پر وہ شرمندہ ہو کہ مظالم سے باز آ گیا۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے انشی یا تنوا کے قریب کتب سابقہ کو دیکھا جن میں مرقوم تھا کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ فاتم النبیین کی عقل کا تمام دنیا کے عقلمندوں کی عقل سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کی عقل سب سے فائق رہے گی۔ اس لئے آپ کو خبر اعراج پر تعجب ہوا۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ زندگی بہت محبوبانہ گزری تھی۔ این اور صادق کے لقب سے آپ مشہور تھے۔ بنا بریں آپ کو نکالنے کی خبر پر تعجب ہوا۔ آپ کے استعجاب پر درقہ بن نوفل نے وجہ بیان فرمائی۔

لعمیأت رجل قط بمثل ما جئت بہ الاعدویٰ درقہ نے کہا یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ آپ جیسی چیز (نبوت) جو کوئی بھی لے کر آیا۔ اس کو ستایا گیا اور اس سے دشمنی

کی گئی۔ ای امعادہی وعجز جی ہم وان یدر کنی دیومک انصرک نصیر اھو زراً بمعنی تو یا مبلغا یہاں ورقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ورقہ حضور پر ایمان لائے ہوں گے تبھی تو مدد کا وعدہ کر رہے ہیں۔ اب اگر ان کو مسلمان مان لیا جائے۔ تو اب اول المؤمنین ورقہ ہوئے اور حضرت صدیق اکبرؓ سے مقدم ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں صحابہ کی قسم اول میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ قسم اول کا مطلب یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے حروف تہجی کے اعتبار سے اصابہ کے اندر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہر حرف کے چار و بے متعین کئے ہیں مثلاً الف قسم اول الف قسم ثانی الف قسم ثالث الف قسم رابع اور طریقہ حافظ کا یہ ہے کہ قسم اول میں کبار صحابہ کے نام ذکر فرماتے ہیں۔ اور قسم ثانی میں صغار صحابہ کے اسماء لکھتے ہیں جن کو روایت حاصل ہے۔ اور قسم ثالث میں مخضربین کا ذکر فرماتے ہیں مخضرم وہ کہلاتا ہے جس کو حضورؐ کا زمانہ ملا ہو۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکا ہو۔ اور قسم رابع میں ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی صحبت کے وہ خود منکر ہیں اگرچہ کسی اور نے ان کو صحابی کھ دیا ہو۔ ورقہ کی صحبت کا بعض حضرات نے انکار کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے ان کو قسم اول میں شمار کیا ہے۔ اب آیا یہ حضرت صدیق اکبرؓ سے قدیم الاسلام ہوتے یا نہیں اس لئے کہ ابتد آدمی کا واقعہ ہے۔ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ سے ورقہ سے پہلے ہی مل چکے ہوں اور ابو بکرؓ ایمان لائے ہوں۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اول من آمن اس وجہ سے ہیں کہ بالتقریح اشہد ان لا الہ الا اللہ کہنے والوں میں سب سے پہلے ہیں۔ اور حضرت ورقہ اگرچہ مقدم ہیں مگر بالتقریح کلمہ گو نہیں کیونکہ ان کا ایمان ان کے اقوال سے مستفاد ہوتا ہے۔

ثم لم یثب ورقہ ان توفی ورقہ بن نوفل ملک شام چلے گئے تھے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مکہ کے لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے ہیں۔ تو یہ اعانت کے لئے وہاں سے چل دیئے مگر راہ میں کسی نے قتل کر دیا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ مکہ میں ہی کچھ دنوں بعد انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ لم یثب بمعنی لم یثبت یعنی فوت ہو گئے۔ کہ کہیں لوگ یہ گمان نہ کریں کہ آپ ورقہ سے اخذ کہ کے بیان کر رہے ہیں۔ حضرت ورقہ بن نوفل کو مؤمن کہا جائے گا اس لئے کہ وہ دین عیسوی پر تھے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاحال مأمور بالتبلیغ نہیں ہوئے تھے۔ اور انہوں نے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ کاش آپ مأمور بالتبلیغ ہوتے اور میں زندہ رہا تو آپ کی ضرور مدد کرتا۔ اس سے

بھی ان کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اقرار پایا جاتا ہے۔ اور انبیاء سابقین اور صلحا وغیرہ کا اقرار معتبر تھا۔ لہذا یہ اقرار بھی معتبر ہوگا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت درقہ کو خواب میں دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے جنت میں پھر رہے ہیں۔ الغرض **غیرت** خداوندی نے اس کو بھی گوارا نہ کیا کہ اخذ من الغیر کا کوئی شائبہ باقی رہ جائے۔ اور اسی وجہ سے ماں باپ اور دادے کا سایہ بھی اٹھایا گیا خود ہی مرتی ہوئے۔

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری — غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

وَفَلَا الْوَحَىٰ اس کے بعد تین برس تک وحی نہیں اتری۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی فرشتہ آپ کے ساتھ نہیں رہتا تھا بلکہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میکائیل اور جبرائیل علیہما السلام ہر وقت آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ فرت اور قطع وحی کا یہ مطلب ہے کہ کوئی فرشتہ وحی لے کر نہیں آتا تھا جس کی وجہ سے قلب پر اثر پڑتا تھا۔ جیسا کہ اہل سلوک کے ساتھ قبض ہوتا رہتا ہے جس سے تڑپ اور بے قراری ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کو اس بارے میں کئی مکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسرے آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک تو اسی وقت دوسرے لیلۃ المعراج میں اس کے علاوہ اور شکل میں نمودار ہوتے تھے۔

شیخ زکریا مرقوم لکھتے ہیں کہ یہ فرت وحی مسلسل تین برس تک رہی اس کی کیا حکمت تھی حقیقی حکمت کو اللہ تعالیٰ شائد ہی جانتے ہیں۔ مگر بعض علما نے لکھا ہے کہ فرت اس لئے واقع ہوئی تاکہ آپ آیات منزلہ میں غور و فکر کریں۔ اور تدبر و تفکر ہو۔ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ وحی ایک دوزنی چیز تھی۔ اِنَّمَا مَسْنُوقٌ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا میں ارشاد ہے تو کچھ دنوں کے لئے اس کو روک دیا گیا تاکہ طبیعت مبارکہ اس بوجھ کی خواہش نہ کرے۔ اور ثقل برداشت کرنے لگے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب وحی ایک ثقیل چیز ہوتی ہے۔ تو ہم کو اس کا ثقل کیوں نہیں معلوم ہوتا۔ بات یہ ہے کہ ہم غور و فکر ہی نہیں کرتے۔ اور اس کے مقابلے میں سمجھتے ورنہ اکابر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور دھڑلے سے مار مار کر روتے تھے۔

یا پھر اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرما رکھا ہے۔ اور اس کے ثقل کو سخت سے بدل دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے وَلَقَدْ هَمَمْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّةٍ لَّكُمْ اور بعض علما نے یہ کہا ہے کہ فرت تحصیل انس کے لئے ہوئی۔ کیونکہ اگر پہلے درپے اس امر ثقیل کا نزول ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ طبیعت مبارکہ میں نفرت اور وحشت پیدا ہو جاتی۔ جیسا کہ بار بار کی سختی سے بسا اوقات وحشت ہو۔ نے

لگتی ہے۔ یا اس کی یوں تعبیر کہ چونکہ جبارِ رسالت سے آپ کو خوف تھا۔ تو اس کے تحمل کے لئے نہایت دے دی گئی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ صوفیا کرام کے یہاں معمول ہے کہ جب کسی کو تلقین وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں تو اس کو کچھ دنوں کے لئے اپنے سے دور کر دیتے ہیں۔ تاکہ اس کا علم ہو جائے کہ جو نسبت مرید کو حاصل ہے۔ وہ نسبت انکاسی تو نہیں یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی پیش آیا۔ تاکہ صوفیا کے لئے مشعل راہ ہو۔

قال ابن شہاب یہ تعلق نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو دہم ہو گیا۔ چونکہ ابتداء حدیث سے لے کر یہاں تک کے حالات حضرت عائشہؓ کی روایت سے بواسطہ عروہ مذکور تھے۔ مگر قصہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے امام زہریؒ فرما دے کہ دوسرے واسطے سے بیان فرما رہے ہیں۔ اور وہ واقعہ حضرت جابرؓ کی روایت میں بواسطہ ابوسلمہ بن عبد الرحمن موجود ہے۔

وہو یحدث۔ ہو کی ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابرؓ دونوں کی طرف لوٹ سکتی ہے۔ لیکن راجح یہ ہے کہ یہ ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجح ہے۔

فَرُئِيتُ کہ میں مرعوب ہو گیا کیونکہ جب یہ دیکھا کہ ایک معلق کسی پر فرشتہ بیٹھا ہے تو یہ عجیب بات دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔

وَالرُّجُزُ فَاهُ جُزٌّ رَجَزٌ کے معنی یا تو او ر قسیم کے ہیں یا عبادۃ اللادنان کے ہیں اشکال یہ ہے۔ کہ آپؐ نے تو کبھی بتوں کی عبادت نہیں فرمائی پھر ترک کا حکم کیوں دیا جا رہا ہے۔ تو جواباً کہا جائے گا کہ بسا اوقات کسی شے سے رکاوٹ اور ممانعت اس کی غایت قباحت کے پیش نظر ہوتی ہے۔ گو مخاطب نے کبھی بھی اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ جیسے لَعْنٌ اِنْ اَشْرَكَتْ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ یا جیسے بیعت میں شیخ يَبْنِي عَلَى اَنْ لَا يَشْرِكَنَّ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقَنَّ وَلَا يَزْنِيَنَّ کے الفاظ کہلاتا ہے۔ حالانکہ ہر آدمی زانی اور چور نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ مدنیؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ فاهجہ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ الرجز فامر الجبران یعنی لوگوں کو ہجران رجز کی تبلیغ کریں۔ یا رجز کے اندر تاویل کی جائے۔ رجز کے معنی صنم کے نہیں بلکہ ذنب کے معنی ہیں صنم کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ذنب کبیر ہے۔ تو آٹام کے مہجران کی تبلیغ ہوگی۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ کل ما شغلک عن الحق فهو طاغوتک۔ یعنی جو چیز حق سے روکنے والی ہو وہ طاغوت ہے۔ اگرچہ

وہ علم میں کیوں نہ ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ غیر اللہ کے ساتھ تعلق کو چھوڑ دو۔

فحی الوحی اگر کوئی چیز پہلے در پہلے ہوتی رہے تو اسے وحی یعنی گرم ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ روایت ایسی ہے کہ ترجمۃ الباب سے التزاماً اور مطابقت من کل الوجہ روشنی ڈالتی ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ منشأ نبوت اخلاق حمیدہ ہیں۔ کیونکہ نبوت عطیہ الہی ہے۔ اور اس کے لئے کچھ اسباب ہیں۔ آپ کی نبوت کے بواعث عالم اسباب میں یہ اخلاق حمیدہ ہیں۔ جن کو حضرت خدیجہؓ نے بیان فرمایا جو شخص ایسے اخلاق اور صفات سے متصف ہو۔ وہ مستحق رفعت ہے۔ بلکہ جو ایسے اخلاق کا مالک ہو اسے نبوت ملے گی۔ لیکن بغیر دینے کے وہ نبی نہیں بن سکتا۔ قابلیت کو تو مدار نبوت کہا جاسکتا ہے جیسے کوئی شخص گورنری کی قابلیت رکھتا ہو۔ مگر بغیر اعطائے کے وہ گورنر نہیں بن سکتا۔ ایسے یہاں بھی نبوت کا مدار اخلاق پر ہے۔ اور اس کی علامات معجزات ہیں۔ جو کہ بطور تائید کے ہوتے ہیں۔ لیکن نبوت کا مدار معجزات پر نہیں معجزات کا مدار نبوت پر ہے۔ فوارق عادت چیزیں قدرت الہیہ میں سے ہوتی ہیں۔ ظاہر کرنے والی کی قدرت میں نہیں ہوتیں۔ ان اخلاق میں سے مہتمم بالشان شفقت علی الخلق ہے۔ اس لئے کہ رسول کے قلب میں مرسل الیہ کی محبت ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے اس کی اصلاح اور پرورش ہو۔ جیسے ماں باپ کے قلب میں شفقت ڈالی جاتی ہے۔ بنی کے قلب میں اس سے بھی زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اور جس قدر محبت زیادہ ہوگی اس قدر تربیت اچھی ہوگی۔ چنانچہ واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں ایک جگہ پر آپ نے مع لشکر پڑاؤ کیا۔ پیلو کے درخت کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کی پیلو چن کر لاؤ۔ لوگوں نے اس پر تعجب کیا۔ کہ آپ کو اس کا کیسے علم ہو گیا۔ کیونکہ ایک مکہ میں پیلو نہیں دوسرے اہل باد یہ کو اس کا زیادہ علم ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بچپن میں بکریاں چرائی ہیں۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گورا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اور یہ شفقت کی بنا پر تھا۔ کہ بکری شرم جانور ہے جو اس پر شفیق ہو گا وہ انسانوں پر بھی شفقت کرے گا۔ تو مبادی نبوت میں سے ایک شفقت علی الخلق بھی ہے۔ اور ایسے امانت و دیانت ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی نہایت معصوم ہے اور قابل اعتماد ہے۔ کہ اس پر غیر تعلیم یافتہ بھی اعتماد کرتے ہیں۔

تاجہ عبد اللہ بن یوسف متابعت کی دو قسمیں ہیں۔ متابعت تامہ اور متابعت ناقصہ۔ متابعت تامہ یہ ہے کہ کوئی شخص ابتداء ہی سے اساتذہ راوی حدیث کا شریک بن جائے۔ اور متابعت ناقصہ یہ

یہ ہے کہ اوپر سند میں کوئی راوی کسی راوی حدیث کی متابعت کرے۔ متابعت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے روایت اور راوی کو تقویت ملتی ہے۔

وقال یونس ومعمربوادرہ یہاں سے امام بخاری اختلاف روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ زہری کے شاگرد عقیل نے تو فوادہ کہا اور یونس اور معمر نے بوادرہ کہا ہے۔ بوادرہ جمع بادرہ کی ہے بادرہ گردن اور مونڈھے کے درمیان فی حصہ کو بولتے ہیں۔ خوف کی شدت میں جس طرح دل کانپتا ہے اس طرح یہ حصہ بھی حرکت کرنے لگتا ہے۔ یہ روایت باب بءالوحی کے بالکل مطابق ہے۔ چونکہ حضرت شیخ الہند کے نزدیک ترجمہ کا مقصد عظمت وحی کو بتلانا ہے۔ اس طرح موافقت ہو جائے گی۔ کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان اور فخر المرسل اس وحی کو لے آئے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ترجمہ کی غرض ان اوصاف جمیلہ کو بیان کرنا ہے۔ جن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ تو یہ بھی اس روایت نے بتلا دیا کہ وہ اوصاف صلہ رحمی وغیرہ کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِمْلِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُفْجِلَ بِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَإِنَّا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَهْزِئُ حَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُفْجِلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمَعَهُ لَكَ صَدْرَكَ وَ تَقْرَأَهُ فَأَدَّاهُ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْمَعْ لَهُ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا آتَاهُ جِبْرَائِيلُ اسْمَعْ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرَائِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهُ۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتُفْجِلَ بِهِ (جلدی کرنے کے لئے آپ زبان کو حرکت

نہ دیں) فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے آثارے جانے کے وقت سخت تکلیف برداشت کرتے تھے جس کی وجہ سے بسا اوقات آپ اپنے دونوں ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرکت دیتے تھے۔ اور ان کے شاگرد حضرت سعید بن مسیبؓ نے فرمایا کہ میں بھی اسی طرح ہونٹوں کو ہلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباسؓ کو ہونٹ ہلاتے دیکھا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَفْجَلَّ بِهٖ اٰتٰی کہ بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس وحی کا آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور اس کا پڑھنا مراد ہے۔ اور فَاِذَا قَرَأْتَ فَاصْبِرْ پس جب ہم اس وحی کو پڑھائیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ یعنی کان لگا کے سنیں اور چپ رہیں۔ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا بَيِّنَاتٌ یعنی پھر ہمارے ذمہ ہے کہ آپ اس کو پڑھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جب بھی جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپ کان لگا کے ان کی بات سنتے تھے پھر جب جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے تو آپ اس طرح پڑھتے جس طرح جبرائیل علیہ السلام پڑھا کے گئے تھے۔

تشریح لا تحرك به لسانك۔ یاد کرنے کے لئے کسی چیز کا بار بار پڑھنا اس کا مؤید ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی وحی آتی تھی تو آپ اس خوف سے کہ کہیں وحی بھول نہ جائے اپنے کانوں کو وحی کی طرف متوجہ کرتے اور زبان کو ادا الفاظ کی طرف۔ اس سے نفس کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے لا تحرك به لسانك نازل ہوا۔ یعنی بھول جانے کے معنی میں ہے۔

مِمَّا يَحْكُرُكُ میں مما بمعنی رب کے ہے۔ اور من کو زائدہ اور ما کو مصدر یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اکثر آئمہ تحریر یک شفقت یاد کرنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حلاوة وحی کی وجہ سے تھا۔ لیکن پہلی توجیہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ تَجَلَّ بِهٖ اٰتٰی علی العجلۃ۔

جمعہ لك صدر لك جمع اگر فعل ماضی ہے تو صدر ك فاعل ہوگا۔ اگر جمعہ مصدر ہو تو صدر ك منصوب ہوگا۔ اسی جمع اللہ لك فی صدر ك۔ سمع اور استماع میں فرق ہے۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں۔ آواز آنے یا نہ آنے۔ انصات۔ چپ رہنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بہری نمازیں امام کے پیچھے چپ رہنا چاہیئے۔ سر یہ میں نہیں۔ پھر تو فاسمعا کہا جاتا۔ فاسمعا نہ فرماتے

کیونکہ سمیع کے معنی سننے کے ہیں جب کہ آواز پہنچے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کا تکفل ہے۔ (۱) وحی کا زبانی جاری کرنا (۲) یاد کرنا (۳) اس کے معافی کا بیان کرنا۔ اس روایت میں مبدی وحی کی طرف اشارہ ہوا کہ آپ مبدی وحی میں ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ بعد میں اسے اٹھا دیا گیا۔ اور کفالت کر لی گئی۔ تو معنی مطابقی ظاہر ہوئے۔ اور معنی التزامی (وحی کا معصوم ہونا) وہ اس سے زیادہ واضح معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ باری تعالیٰ نے وحی کی حفاظت کے لئے خود ان تینوں چیزوں کی کفالت لے لی۔ اور آپ کو اس سے مستغنی کر دیا۔ حیات میں تو کوئی آفت پہنچ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے محسوس قابلِ اعتماد نہیں رہتا۔ اخباریں کبھی غلط عشوائی ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا اعتماد بھی نہیں رہتا۔ تو باری تعالیٰ نے ان سب کا تکفل فرمایا۔ تو اس سے عظمت وحی واضح طور پر معلوم ہوتی۔ یہاں پر ایک اشکال ہے کہ سورۃ ممتحنہ میں جو مضمون اس آیت سے پہلے اور اس کے بعد ہے۔ وہ احوال قیامت میں سے ہے۔ ان کے درمیان اس آیت کو رکھا گیا۔ ظاہر کوئی مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ مفسرین نے اس کی کئی وجوہ لکھی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ صاف وہ وجہ ہے جو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ کہ یہاں جزاءِ سزا کی تکالیف کا مدار مالہ التاخیر و مالہ التقديم کے رکھنے پر ہے۔ یعنی ہر چیز کو اپنے مرتبہ پر رکھا جائے تب نجات ہوگی۔ اگر مؤخر کو مقدم اور مقدم کو مؤخر کر دیا تو عذاب ہوگا۔ جس پر فرمایا گیا کہ بَلْ تُجِئُونَ الْعَاجِلَةَ وَ تَذُرُونَ الْآخِرَةَ جس سے معلوم ہوا کہ تقدیم و تاخیر کو اپنے مرتبے پر رکھنے سے جزاءِ سزا کا ترتیب ہوگا۔ اور امور شرعیہ اور مفروضات میں معلوم ہوتا تھا کہ اس میں تقدیم و تاخیر نہ ہوگی تو فرمایا گیا کہ اس میں بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ کیونکہ استماع کو قرآنہ یا مقدم کرنا تھا۔ اس کے خلاف پر بھڑک دیا گیا۔ اس طرح اگر کوئی شخص دنیا میں تقدم و تاخر کا لحاظ نہ رکھے گا تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا ورنہ جزا کا۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا۔ تو باری تعالیٰ نے بھی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ عَلِيمٌ بے ترقیبی کی وجہ سے بہت سی خوابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا۔ يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ بِمَا قَدَّمَ وَ أَخَّرَ۔ یعنی جس نے آخرت اور ہماری رضا جوئی کو مقدم رکھا اس کے لئے فلاح ہے اور جس نے دنیا کو مقدم کیا یعنی تقدیم ماحقہ التاخیر کیا تو فلاح نہ ہوگی۔ تو فرمایا گیا کہ امور شرعیہ یا دنیاوی و آخروی سب میں ترتیب ضروری ہے۔ (کمالات شیخ مدنی)

حضرت شیخ زکریاؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک کے ذریعہ سے تربیت پیدا کرنی مقصود ہے۔ جیسے مربی درمیان کلام میں کوئی بات غیر متعلق کہہ دیتا ہے۔ جیسے باپ بچے کو کھانا کھلاتے کھلاتے نصیحت بھی کر رہا ہو۔ اسی اثنا میں بچہ کسی غیر مناسب جگہ میں ہاتھ ڈال دے تو باپ درمیان گفتگو اس کو منہ کر دیتا ہے کہ ایسا مت کر۔ اتنا کہہ کر پھر پہلی بات شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ آیت کریمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سکھا رہے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے خوف سے اپنی زبان سے اس کو بار بار دہراتے تھے۔ تو درمیان کلام میں تنبیہ کر دی کہ ایسا مت کر۔ پھر سابقہ کلام شروع فرما دیا۔

حدیث نمبر ۳ میں متابعت کے بارے میں حضرت شیخ مدنیؒ نے فرمایا کہ متابعت کسی راوی کا دوسرے کے ساتھ مطابقت کرنا اور مطابقت کی دو صورتیں ہیں تامہ اور ناقصہ۔ تامہ تو یہ ہے کہ سب شیوخ کے اندر مطابقت ہو۔ اگر استاد الا تادیں یا کسی اوپر کے راوی میں ہوئی تو یہ ناقصہ ہوگی مصنف کسی روایت کو کبھی متابعت تامہ سے اور کبھی متابعت ناقصہ سے روایت کرتے ہیں۔ روایت سابقہ میں مصنف کا استاد یحییٰ بن بکر تھا۔ تو اس کی مطابقت عبد اللہ بن یوسف نے کی مصنف کی متابعت تب ہوتی جب کوئی یحییٰ بن بکر سے روایت کرتا تو مصنف تابعی کہتا اس وقت متابعت تامہ ہوتی۔ اس جگہ متابعت ناقصہ ہے۔ متابعت ناقصہ میں مروی عنہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔ متابعت تامہ میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔

کات محامیحرک شفیتہ اگر شبہ ہو کہ سارے حروف تو شفوی نہیں ہیں۔ تو یحرک شفیتہ کہنا کیسے صحیح ہوگا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک فرمایا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ چونکہ زبان کی حرکت ہمارے سامنے نہیں ہے اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا باری تعالیٰ کے سامنے ہے وہاں ذکر ہوا۔ شفیتین ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ جن کی حرکت ہمارے سامنے ہوتی ہے اس لئے اس کو ذکر کیا گیا۔

قال ابن عباس انا احركهما يها حضرت سعيد بن مسيبؒ نے کہا روایت ابن عباسؒ یحرک کھما فرمایا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؒ نے کہا روایت رسول اللہؐ انہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت سعيد بن مسيبؒ نے حضرت ابن عباسؒ کو تحریک شفیتین کرتے دیکھا تھا۔ اور حضرت ابن عباسؒ

نے نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ ابتدا دجی میں تو ابن عباسؓ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ تو انہوں نے یا تو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تحریک شفقت کے متعلق سنا یا کسی اور صحابی سے تو پھر یہ روایت مر اسیل صحابہ کے قبیل سے ہوگی۔

إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ عَامَةً مَفْسَرِينَ نے اس جملہ کی تفسیر ان علینا تو ضیح مشکلات و تبیین مہمات سے کی ہے اور ابن عباسؓ نے ان فقرہ کے ساتھ کی ہے۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے ذمہ آئندہ اس کو پڑھوانا ہے۔ آپ اس کو بھول نہیں سکتے۔ یہاں یہ جمہور اور ابن عباس کی تفسیر میں فرق ظاہر ہے۔

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ آیات قرآنیہ کے اندر ترتیب کا ہونا باعتبار نزول کے اور ہے۔ اور باعتبار قرآۃ کے اور ہے۔ نزول تو مخلوقات کے مصالح کی بنا پر ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اس ترتیب کو سیکھ گئے۔ تو پھر اس کی ضرورت نہیں جیسے طبیب کے نسخہ میں پہلے پہل ایک ترتیب کی رعایت ہوتی ہے۔ بعد میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔ چنانچہ نماز تہجد فرض تھی۔ مدینہ میں آنے کے بعد اعمال کو لایا گیا۔ جب کہ لوگوں کی اعتقادی حالت درست ہو گئی تھی۔ بنا بریں نزول آیات کی ترتیب اور تھی تلاوت کی ترتیب اور ہے۔

چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اس آیت کو فلاں جگہ رکھا جائے۔ اور اس آیت کو فلاں جگہ پر۔ تو ترتیب آیات توقیفی ہوئی۔ البتہ ترتیب سور میں اختلاف ہے۔ بعض توقیفی اور بعض اجتہادی کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس ترتیب پر بیان کیا۔ بعض فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ترتیب دی۔ جس پر اجماع صحابہ منعقد ہوا۔ تو اجماع صحابہ منعقد ہونے کے بعد اس ترتیب کو باقی رکھنا ضروری ہو گا۔ کیونکہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مَعْنٰی یُشَاقِقِ الرَّسُولَ الْفَرْمَانِ رَبَّانِیْ موجود ہے۔ اور جمع قرآن کے متعلق باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سے تثبیت اور مصالح ناس مقصود ہیں۔ آج کسی نے خلاف ترتیب پڑھا تو اسے حرام یا مکروہ تحریمی کہا جائے گا۔ جبکہ عمدہ پڑھے۔

۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرَائِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَّمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ

مَنْ الرِّبَاحُ الْمُرْسَلَةُ

[ترجمہ] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپؐ کی سخاوت رمضان شریف کے مہینہ میں سب سے زیادہ ہوتی تھی۔ جب کہ جبرائیل علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوتی تھی۔ اور جبرائیلؑ کی ملاقات رمضان کی ہر رات کو آپؐ سے ہوتی تھی۔ تو جبرائیل علیہ السلام آپؐ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ بنا بریں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم نفع رسانی میں آندھی سے بھی زیادہ ہر قسم کی خیر کے سخاوت کرنے والے ہوتے تھے

[تشریح] شیخ زکریا مہوم۔ یہاں پر سند میں ح واقع ہوئی ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ حاً مہملہ ہے۔ یا خا مجھے جو لوگ غاً مجھے قرار دیتے ہیں۔ وہ اس کے اندر دو قول بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ یہ مخفف ہے الخ کا یعنی کوئی مضمون طویل ہو۔ یا کوئی آیت یا حدیث ہو۔ لکھنے والا اس کو پورا نہیں لکھتا تو تخفیف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے الخ لکھ دیتا ہے۔ اور معنی اس کے اسی آخر الکلام کے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مخفف ہے اسناد آخر کا۔ لیکن دوسری جماعت کثیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حاً مہملہ ہے۔ اسی جماعت کے اندر چار فریق ہیں۔ ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ الحدیث کا مخفف ہے۔ لہذا یہاں پہنچ کر الحدیث پڑھنا چاہیے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مخفف ہے صحیح کا۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جہاں کہیں کسی تحریر میں تردید ہو جاتا ہے۔ تو قاعدہ یہ ہے کہ اسی تحریر پر پھوڑا صحیح بنا دیتے ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ عبارت میں شک و شبہ نہ کر دے۔ یہ عبارت صحیح ہے۔ اس صورت میں اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔ صرف تنبیہ کے لئے ہوتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ الحائل کا مخفف ہے۔ حائل کے معنی آڈ کے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سدا دل اور سند ثانی کے درمیان حائل ہو رہی ہے۔ اس کو پڑھا نہیں جائے گا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ تحویل کا مخفف ہے۔ اسی تحویل من سند الی سند آخر۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہاں پہنچ کر حاً پڑھا جائے گا۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی حدیث کی دو سندیں ہوں۔ اور اوپر کا حصہ دونوں کا ایک ہو۔ اور نیچے سے دونوں سندیں الگ الگ ہوں تو تطویل سے بچنے کے لئے دونوں مختلف سندوں کو ذکر کر کے جب اتحاد شروع ہوتا ہے تو دہاں ح بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ دمعمر حوہ اس حدیث کے لئے امام بخاریؒ نے دو سندیں ذکر فرمائیں۔ پہلی سند میں عبدان نقل کرتے ہیں عبد اللہ سے

وہ یونس سے وہ زہری سے گویا عبدان کی سندیں زہری سے نقل کرنے والے صرف یونس ہوئے۔ اور دوسری سند کے اندر بشر بن محمد نقل کرتے ہیں انہی عبد اللہ اور یہ یونس اور معمر سے نقل کرتے ہیں اور یونس اور معمر امام زہری سے نقل کرتے ہیں۔ اور امام بخاری نے معمر کے بعد نحو کا لفظ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ زہری سے یونس اور معمر دونوں نقل کرتے ہیں مگر الفاظ حدیث یونس کے ہیں۔ معمر اس کے صرف معنی اور مفہوم کو ذکر کرتے ہیں۔ لیکن الفاظ بیان نہیں کرتے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجود الناس أجود الناس ابود الناس یہ مطلقاً ہے۔ واقعی آپ کی صفات کاملہ سب کی سب علی طریق المبالغۃ تھیں۔ جو دو سخاوت کا کمال بھی تب ہے۔ جب کہ اپنی حاجت کے ہوتے ہوئے ہو۔ فی رمضان اسی حال کو نہ فی رمضان۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا آنا دیسے بھی ہوتا تھا۔ مگر رمضان کے مہینہ میں روزانہ تشریف لاتے تھے۔

شیخ زکریا فرماتے ہیں۔ کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدتوں آپ کے گھر آگ نہیں جلا کرتی تھی۔ کچھ نہ ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ دو دو ماہ گزر جاتے تھے ہمارے پوہلے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ تو پھر جو دو سخاوت کے کیا معنی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو دو سخاوت آپ کے فقر و فاقہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اسی جو دو کم کی وجہ سے تھا۔ جو کچھ آیا فوراً تقسیم کر دیا۔ گھر پر اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک وہ سارا تقسیم نہیں ہو گیا۔ لہذا جس کا یہ حال ہو گا۔ اس کے پاس کیا رہے گا۔ اور اسی پر بس نہیں اگر اپنے پاس کچھ نہ ہوتا تو کسی دوسرے سے لے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ سے کہہ رکھا تھا۔ کہ وہ قرض لے کر دے دیا کریں پھر بعد میں ہم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اسی طرح قرض لے کر حاجت مندوں کو دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے کہا کہ بلالؓ تم روزانہ قرض مانگتے ہو۔ لوگوں سے لینے کی ضرورت نہیں میں مجھ سے لے لیا کر دو۔ جب تمہارے پاس کہیں سے آجایا کرے تو ادا کر دیا کر دو۔ حضرت بلالؓ کو اس کی بڑی خوشی ہوئی۔ اور اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ان غنیمت کا فروں کا دستور یہ ہے کہ جب یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب مقروض کا مکان وغیرہ سب فروخت ہو سکتا ہے تو آکر تھاضا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ یہودی بھی اسی کا منتظر تھا۔ ایک دن حضرت بلالؓ کو آواز دی۔ اوجبشی اوجبشی یہاں آ۔ حضرت بلالؓ تشریف لے گئے۔ اس نے کہا کہ اس مہینے کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔ فرمایا چار دن۔ کہنے لگا یا تو چار دن کے اندر سارا قرض ادا کر دے ورنہ غلام

بنالوں گا۔ اور پھر اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بڑا غم ہوا۔ دن تو کسی طرح گزر گیا۔ شام کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ بیان کر کے دو چار دن کے لئے کہیں روپوش ہونے کی اجازت مانگی۔ اور عرض کیا جب آپ کے پاس کچھ آجائے گا تو آپ ادا فرمادیں۔ پھر میں ظاہر ہو جاؤں گا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت فرمادی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ میں روپوش ہو جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی بلانے کے لئے پہنچا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے دروازہ پر کچھ سامان دیکھا ہے؟ عرض کیا۔ چار اونٹنیاں مال سے لدی ہوئی کھڑی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ شاہِ فدک نے میرے پاس بھیجے ہیں۔ تم اس سے اپنا قرض ادا کر دو۔ چنانچہ صبح ہی صبح حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس یہودی کے پاس لے گئے۔ اور اس کا سارا حساب ادا کر دیا۔ یہودی بھی حیرت میں رہ گیا۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ بلال کچھ مال باقی ہے۔ عرض کیا ابھی تو بہت باقی ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سب کو تقسیم کر دو۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے تھوڑا سا تقسیم کر کے باقی اس خیال سے روک لیا۔ کہ کل کو کوئی مصیبت پیش آئے گی اس میں کام دے گا۔ جب بلال رضی اللہ عنہ خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ سب تقسیم ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ آدمی کم آئے تھے اس لئے پنج گیا۔ آپ نے فرمایا جب تک وہ سارا مال ختم نہیں ہو گا میں گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ رات آپ نے مسجد میں گزاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے۔ (رواہ ابو داؤد فی باب الامام یقبل بہ یا المشرکین) بہر حال اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین جود کا ذکر ہے۔ ایک تو اوجود الناس سے معلوم ہوا۔ دوسرا اوجود مایکون فی رمضان سے معلوم ہوا۔ حتیٰ کہ ماہ رمضان میں قرض لے کر بھی لوگوں کو کھلایا کرتے تھے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مسرت ہوتی ہے تو آدمی خوب خرچ کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں زیادہ خوشی و مسرت ہوتی تھی۔

حین یلقاہ جبدا میںل تیسرا جود اس جملہ سے معلوم ہوا۔ کہ ماہ رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوتی۔ تو اس وقت کے جود کا حال نہ پوچھو۔ اس وقت صفت جود اور بڑھ جاتی تھی۔ فیدارسہ القرآن یہ ارس فعل مضارع ہے باب مفاعلہ سے جس کے معنی دہر کرنے کے ہیں۔ ایک پڑھے اور دوسرا سنے۔ اس سال تک جتنا قرآن نازل ہو چکا ہوتا تھا اس کو جبرائیل علیہ السلام سننے تھے۔ باوجودیکہ حفظ قرآن کی کفالت باری تعالیٰ نے لے لی۔ اور آپ ہر رات کو پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہر

رمضان میں جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں سنتے ہیں۔ سناتے ہیں۔ اور آخری سال تو جبرائیلؑ نے دو مرتبہ تدارس کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ نے وحی کی خوب حفاظت فرمائی۔ یہی ان حفاظ کی دلیل ہے۔ جو رمضان شریف میں دُور کرتے ہیں۔ اور اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ قرآن مجید کو رمضان کے ساتھ خصوصیت ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے رمضان میں اتارا گیا۔ کسی خاص تاریخ یا کسی خاص مہینے میں اتارنا اس کے یہ معنی ہیں کہ ام الکتاب سے اسے اتارا گیا۔ پھر تجا فنجاء جبرائیل علیہ السلام لاتے رہے۔ ام الکتاب سے لوح محفوظ میں اتارنا اور وقت ہے اور لوح محفوظ سے آپ کے قلب اطہر پر اتارنا اور وقت ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بار بار سننا اور سنانا اس کو اتارنے کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اَوَّلًا غارِ حرا میں وحی رمضان شریف میں نازل ہوئی تو معنی مطابقی کے طور پر بھی ترجمہ الباب سے مناسبت ہوگی (اقالہ المدنی)

شیخ زکریا مروجہ فرماتے ہیں کہ یہاں القراءۃ کا لفظ اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے یہ چاہتا ہے کہ ہر رمضان میں پورے قرآن کا دور فرماتے تھے۔ اور یہی ایک جماعت کی رائے ہے کہ رمضان میں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآن کا دور فرماتے تھے اور رمضان شریف کے علاوہ بقیہ ایام میں آیات دسور علی حسب الفزرة اترتی رہتی تھیں۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ قرآن سے مراد مانزل ہے۔ اس لئے کہ اگر پورے قرآن کا دور فرماتے تو قصہ انکب میں اتنی پریشانی کیوں برداشت کرنی پڑتی کیونکہ واقعہ انکب ۳۷ کے اندر ہے تو اگرچہ سال تک دور کیا تھا تو ساری بات گویا پہلے ہی سے معلوم تھی پھر اتنی پریشانی کیوں ہوتی۔ ایسے ہی یَسْأَلُونَكَ عَنِ الزُّفُوحِ مِیْنِ سَكُوتٍ نہ فرماتے۔ یہ دونوں باتیں اس کی دلیل ہیں کہ اسی کا دور ہوتا تھا جس قدر کہ وحی کا نزول ہو چکا ہوتا تھا۔

فلرسول الله صلى الله عليه وسلم اجود بالخير من الريح المرسلة چونکہ ہوا بادل کو لاتتی ہے۔ اور اس سے پانی برستا ہے۔ جو ان کثیر نعمتوں کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔ اس لئے اس کثرتِ خیر کو ریحِ مرسلہ سے تشبیہ دے دی یعنی ہوا جو کہ اتنی خیرات کثیرہ کا سبب ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی زیادہ خیر کے سخاوت کرنے والے تھے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عدم تمام شہور کا مرکز ہے اور وجود تمام خیر کا۔ باری تعالیٰ کا تمام اشیاء کو وجود عطا کرنا۔ یہ ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ پھر اس کے بعد صفات دے دینا اور وہ بھی

اپنی صفات یہ اس سے بھی عظیم الشان نعمت ہے چنانچہ شمس کو نور اور وجود دیا گیا اسے ارادہ وغیرہ سے نہیں نوازا گیا۔ البتہ انسان کو اپنی صفات کاملہ میں سے عطا کر کے فرمایا۔ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ ان سب انعامات میں سے زیادہ عظیم الشان کلام اللہ ہے۔ جو کہ صفت قدیمہ ہے۔ اس کو مختلف طرق سے اتار کر ہم تک پہنچایا۔ اس کے برابر کوئی انعام نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً امت محمدیہ کو اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اس انعام کی قدر و منزلت کو مختلف آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ اور آپ کا وجود جو قرآن مجید کے بارے میں ہوتا تھا وہ رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ تو جس طرح باری تعالیٰ نے انسان پر وجود کیا اسے اپنی صفت قدیمہ قرآن مجید اتار کر عطا فرمائی تو انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اس کی قدر و منزلت میں سخاوت سے کام لے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت رمضان شریف میں زیادہ ہوتی تھی تخلقاً باخلاق اللہ۔

دیح مرسلہ سے مراد آندھی کی وہ ہوا ہے جو چاروں طرف جاتی ہے۔ اور سب جگہ پہنچتی ہے۔ اس کو کسی سے ابا نہیں ہوتا۔ تو آپ کی سخاوت بھی رمضان شریف میں ایسے ہوتی تھی کسی سے بخل نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت کو معنی مطابقتی کے طور پر تو ترجمہ باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ کہ وحی رمضان شریف میں آتی تھی اور باعتبار معنی التزامی کے وحی کی عظمت اور عصمت پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ کہ باری تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ تیس سال تک اس کی مداخلت نہ کرانی گئی۔ اور ہر رات اس کے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بخلاف اور مراکز علم کے کہ ان میں یہ چیز نہیں پائی جاتی۔ لہذا اعتماد اسی وحی پر ہونا چاہیے۔

حضرت شیخ زکریا مروجوم کا ارشاد ہے کہ فی رمضان میں لفظ رمضان سے ترجمہ ثابت ہے کہ اس سے کیفیت بدوحی کی طرف اشارہ ہوا۔ کہ رمضان میں پورا لوح محفوظ سے سار دینا پر نازل ہوا۔ یہ بد زمانی ہوا۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ترجمہ یلقاہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ لقا اپنے عموم سے لقا بوقت ابتداء کو بھی شامل ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں تین مراتب جو د کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ وہ صفات عالیہ یہ ہیں جن پر نزول وحی مرتب ہوئی۔

۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْإِسْطَخَانِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُوَيْبٍ بَنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا اتَّجَادًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دَفِيهَا أَبَا سُوَيْبٍ وَكَفَّارَ قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِأَنْبِيَاءَ قَدَعَا هُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ الرُّومِ

ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا تَرْجَمَانَهُ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا لِهَذَا الرَّجُلِ الَّذِي
يَزْعَمُ أَنَّهُ بَنِيٌّ قَالَ أَبُو سَفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا أَقْرَبُهُمْ نَسَبًا فَقَالَ أَذْنُوهُ مِثْقَى وَ
قَرَبُوهُ أَصْحَابُهُ فَاجْعَلُوهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ ثُمَّ قَالَ لَتَرْجِمَانِهِ قُلْ لَّيْسَ لِي مِنْ
سَائِلٍ هَذَا عَنْ هَذَا الرَّجُلِ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذَّبُوهُ فَوَاللَّهِ لَوْ لَا الْحَيَاءُ مِنْ
أَنْ يَأْثُرُوا عَلَيَّ كَذِبًا لَبَيْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ أَوَّلُ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهُ فَيَكُنْ قُلْتُ
هُوَ فَيَنَادُوهُ وَنَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا قَالَ
فَأَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاءُ هُمْ قُلْتُ بَلْ ضَعَفَاءُ هُمْ قَالَ أَيْزِيدُونَ
أَمْ يُنْقِصُونَ قُلْتُ بَلْ يَزِيدُونَ قَالَ فَهَلْ يَزِيدُ أَحَدٌ مِثْلَهُمْ سُخْطَهُ
لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَذَا اسْمُهُ تَتْلُمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ
أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِي مَدَّةٍ لَا تَذُرِي
مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيهَا قَالَ وَلَمْ تَمْكِنِي كَلِمَةً أَدْخُلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هَذِهِ الْكَلِمَةِ
قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ قُلْتُ الْحَرْبُ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سَجَالٌ يَتَّالُ مِنْهُ وَنَنَالُ مِنْهُ قَالَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُولُ اعْبُدُوا
اللَّهَ وَحْدَهُ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَاشْرِكُوا مَا يَقُولُ آبَاؤُكُمْ وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ
وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ وَالصَّلَاةِ فَقَالَ لِلتَّارِجَمَانِ قُلْ لَهُ سَأَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهِ فَذَكَرْتَ
أَنَّهُ فِيكُمْ دُؤُسٌ وَكَذِبٌ لَكَ الرَّسُلُ تَبَعْتُ فِي نَسَبِ قَوْمِهِمَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ
قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا قُلْتُ لَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا
الْقَوْلَ قَبْلَهُ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَأْتِي بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ
أَبَائِهِ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مِنْكَ أَبِيهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ
تَتْلُمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا فَقَدْ أَعْرِفُ أَنَّهُ لَمْ
يَكُنْ لِيِنَّ رَأْيَ الْكَذِبِ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبُ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ أَشْرَافُ النَّاسِ
اتَّبَعُوهُ أَمْ ضَعَفَاءُ هُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّ ضَعَفَاءَ هُمْ اتَّبَعُوهُ وَهُمْ أَتْبَاعُ الرَّسُلِ وَ
سَأَلْتُكَ أَيْزِيدُونَ أَمْ يُنْقِصُونَ فَذَكَرْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذَلِكَ

أَمْرُ الْإِيمَانِ حَتَّى يَمُوتَ وَسَأَلْتُكَ أَيَّرَدُّ أَحَدٌ سَخَطَةَ لِدِينِهِ بَعْدَ أَنْ
يَدْخُلَ فِيهِ فَذَكَرْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حِينَ تَخَاطَبَتْهُ
الْقُلُوبُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَذَكَرْتُ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الرَّسُلُ لَا تَغْدِرُ
وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتُ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا
بِهِ شَيْئًا وَبَيْنَهُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَ
الْعَقَابِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيْ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ
خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنَّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ
وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَفَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ شَمًّا وَعَابَكِتَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ وَحْيَةِ الْكَلْبِيِّ إِلَى عَظِيمٍ بِضَرْبِ فَدَفَعَهُ عَظِيمٌ
بِضَرْبٍ إِلَى هِرْقُلَ فَقَرَأَهُ فَأَذَا فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُسْتَحْدٍ
عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرْقُلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ
فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمَ تَسْلِمَ يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ
فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِشْمَ الْيُودِيِّينَ وَيَا هَلْ الْكِتَابُ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا تَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا تَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
أَدْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعُودُوا أَشْهَدُ وَأَبَا تَأْمِنُونَ قَالَ أَبُو
سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَّغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتْ
الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَهْرَأَ أَمْرًا ابْنُ أَبِي
كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مِثْلَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوقِفًا أَنَّهُ سَيُظْهِرُ حَتَّى أَدْخُلَ
اللَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَكَانَ ابْنُ النَّاطِلِ صَاحِبُ إِيْلِيَاءَ وَهَرَقُلَ سَقْفًا عَلَى
نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنَّ هِرْقُلَ حِينَ قَدِمَ إِيْلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمًا خَبِثَتْ النَّفْسُ
فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدْ اسْتَشْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطِلِ وَكَانَ هِرْقُلُ
حَزَنًا يَنْظُرُ فِي الشَّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ تَقَلُّتُ
فِي الشَّجُومِ مِثْلَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يُخْتَنُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا لَيْسَ

يَخْتَنِي إِلَّا الْيَهُودَ فَلَا يَبْهَمَنَّكَ شَأْنُهُمْ وَاکْتُبْ إِلَى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَيَقْتُلُوا مَنْ
فِيهِمْ مَنِ الْيَهُودَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى أَمْرِهِمْ أَقْبَى هِرَقْلُ بِرَجُلٍ أَرْسَلَ
بِهِ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا
اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ أَذْهَبُوا فَأَنْظُرُوا إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَنِيٌ وَ
سَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَنِنُونَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَذَا أَمْلِكُ هَذِهِ الْأُمَّةِ
قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلَى صَاحِبِ لَهُ بِرُومِيَّةً وَكَانَ نَظِيرُهُ فِي الْعِلْمِ
وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى جَمْعٍ فَلَمْ يَزِمِ جَمْعٌ حَتَّى آتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُؤَافِقُ
رَأْيَ هِرَقْلٍ عَلَى خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ
لِعُظَمَاءِ الرُّومِ فِي دَسَكِرَةٍ لَهُ بِجَمْعٍ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَعُلِقَتْ شَعْرًا أَطْلَعَ فَقَالَ
يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتَبَايَعُوا
هَذَا النَّبِيَّ فَحَاصُّوا حَيْصَةً حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوا هَا قَدْ
عُلِقَتْ فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفَرَهُمْ وَأَيْسَ مِنَ الْإِيْمَانِ قَالَ رُدُّوهُ هُمْ عَلَى وَ
قَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُهَا شِدَّتْكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ رَأَيْتُ فَسَجَدُوا
لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذَلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَوَاهُ
صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُونُسُ وَمَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ -

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خبر دی کہ انہیں ابوسفیان بن حرب نے خبر دی کہ ہرقل نے اس کی طرف
آدمی بھیجا جبکہ وہ قریش کے ایک قافلہ میں تھے۔ اور یہ عرب لوگ شام میں تجارت کرنے کے لئے گئے تھے۔
اس مدت میں جب کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کھار قریش کے ساتھ صلح کر
لی تھی۔ تو یہ عرب لوگ ہرقل بادشاہ روم کے پاس اس وقت پہنچے جب کہ ہرقل اور اس کا عملہ ایلیا یعنی
بیت المقدس میں تھا۔ تو ہرقل نے ان کو اپنی مجلس میں بلا بھیجا جب کہ اس کے ارد گرد روم کے بڑے بڑے
سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ہرقل ان عرب کو اور اپنے ایک ترجمان کو بلوا کر کہنے لگا کہ وہ آدمی جو نبی ہونے
کا دعویٰ کرتا ہے۔ تو تم میں سے کون نسب کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہے۔ تو ابوسفیان کہتے
ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نسب کے اعتبار سے ان کے زیادہ قریب ہوں تو ہرقل نے کہا اس کو میرے

قریب کرو۔ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پاس بٹھاؤ۔ اس طرح کہ وہ لوگ ابوسفیان کی پٹھ کی طرف بیٹھیں چنانچہ اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں تم سے اس نبی کے متعلق کچھ باتیں پوچھتا ہوں۔ اگر تمہارا یہ نمائندہ مجھے جھوٹ بتلائے تو تم لوگ اس کو جھٹلا دینا۔ حضرت ابوسفیان فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات سے شرم نہ ہوتی کہ یہ لوگ مکہ میں جا کر مجھے جھوٹا مشہور کریں گے۔ تو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ نہ کچھ جھوٹ ضرور نقل کرتا۔ بہر حال پہلے پہل جو اس نے مجھ سے آپ کے متعلق دریافت کیا۔ تو کہا کہ آپ نسب کے اعتبار سے تمہارے اندر کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ ہمارے اندر بڑی نسی حیثیت رکھتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے بھی کسی آدمی نے تم میں سے اس قسم کا دعویٰ نبوت کیا ہے۔ میں نے بتلایا کہ نہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ کیا آپ کے آباء اجداد میں سے کوئی بادشاہ گزر رہا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا چودہویں لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ۔ میں نے کہا کمزور لوگ اس کے پیروکار ہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا ان کی فہمی بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ بڑھ رہی ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا کوئی شخص داخل ہونے کے بعد اس کے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے یعنی مرتد ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا نہیں پھر اس نے پوچھا کہ اس دعوت نبوت سے پہلے کبھی تم نے اس پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں میں نے کہا نہیں حالانکہ ہم صلح کی اس مدت میں تھے جس کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ آپ اس میں ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ یہی ایک موقع تھا کہ جس میں اپنی طرف سے کچھ گڑبگڑ کر سکتا تھا مگر مجھے کسی کلمے کے داخل کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ پھر اس نے پوچھا کیا تمہاری ان سے لڑائی بھی ہوتی ہے۔ میں بولا۔ ہاں۔ اس نے کہا تو پھر تمہاری لڑائی کیسی رہتی ہے۔ تو میں نے کہا کہ ہمارے ادران کے درمیان لڑائی ڈول کی طرح رہتی ہے۔ کبھی وہ ہم پر غالب آجاتے ہیں (جیسے بدر میں) اور کبھی ہم ان پر غالب آ جاتے ہیں (جیسے کہ اُحد میں) بعد ازاں اس نے پوچھا کہ وہ آپ لوگوں کو کس کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسے خدا کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور وہ بت پرستی جو تمہارے باپ دادا کا دیرہ رہا ہے اس کو چھوڑ دو۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے۔ سچ بولنے۔ پاکدامن رہنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ تو ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے کہو کہ میں آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پوچھتا ہوں تم نے بتایا کہ آپ ہماری قوم میں اپنے نسب

والے ہیں۔ انبیاء اور رسول علیہم السلام بھی اسی طرح اپنی قوم میں اپنے نسب والے ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایسا دعویٰ نبوت کسی اور نے بھی آپ سے پہلے کیا تھا تم نے بتلایا نہیں اب میرا کہنا یہ ہے کہ اگر آپ سے پہلے کسی نے ایسا دعویٰ کیا ہوتا۔ تو میں کہہ سکتا تھا کہ یہ کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنے سے پہلے ہی ہوئی بات کی تقلید کر رہا ہے۔ پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا ان کے آباء اجداد میں سے کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کے آباء اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہنے میں حق بجانب تھا کہ یہ آدمی اپنے باپ کی بادشاہی کا طلب گار ہے۔ پھر آپ سے پوچھا کہ کیا اس سے قبل آپ لوگوں نے کبھی ان پر جھوٹ کی تہمت لگائی ہے۔ تم نے بتلایا کہ نہیں۔ تو اس سے میں پہچان گیا کہ جو لوگوں پر جھوٹ گوارا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے بول یا باندھ سکتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس کے پیروکار جو ہر قسم کے لوگ ہیں یا کمزور یا پختلے درجے کے لوگ۔ تم نے بتایا کہ پختلے درجے کے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ انبیاء اور رسول کے پیروکار ایسے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ پھر میں نے تم سے پوچھا کہ وہ لوگ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں تم نے بتلایا کہ ان کی نفی بڑھ رہی ہے۔ تو ایمان کا معاملہ بھی اسی طرح تمام ہوتا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اس سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ تو تم نے بتایا کہ ایسا نہیں ہے۔ تو ایمان کی بھی یہی کیفیت کہ جب اس کی بشارت اور وضاحت دلوں میں پیوست ہوتی ہے تو پھر وہ بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ بدعہدی کرتا ہے تم نے بتلایا کہ نہیں تو انبیاء کرام اور رسول عظام کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔ پھر میں نے ان کے مامورات پوچھے ہیں تم نے بتلایا کہ وہ توحید کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت کرو اس کا کسی چیز کو ساجھی نہ بناؤ۔ اور وہ تمہیں بتوں کی پوجا پاٹ سے منع کرتا ہے۔ نماز۔ سچائی۔ پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ تم نے بتلایا ہے اگر یہ سچ ہے تو عنقریب اس نبی کی حکومت میرے دونوں قدموں تک پہنچ کر رہے گی۔ اور مجھے علم تھا کہ عنقریب ان کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا۔ کہ وہ تمہیں سے ہوگا۔ بہر حال اب اگر مجھے علم ہو جائے کہ میں کسی طرح ان تک پہنچ سکتا ہوں۔ تو میں ان تک پہنچنے کی زحمت گوارا کر کے ان سے ضرور ملاقات کروں گا۔ اور میں ان کے پاس ہوتا تو میں ضرور ان کے قدم دھوتا پھر ہر قیل بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط منگوایا جس کو حضرت وحیہ کلبی بصری کے حاکم پاس لے کر آئے تھے تاکہ وہ عظیم بصری

ہرقل بادشاہِ روم تک پہنچائے۔ جب ہرقل نے وہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم (شرع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے) اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام۔ ہر اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ گے تو بیچ جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دو ہر اثواب عطا فرمائیں گے۔ اگر آپ پھر گئے تو پھر تمام کسانوں۔ مزارعین اور خدام کا گناہ تمہارے ذمہ ہوگا۔ اے کتاب والو! اس کلام (فارمولہ) کی طرف آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو ساجی نہیں ٹھہرائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب نہیں بنائیں گے۔ پس اگر تم اس متفقہ فارمولہ سے پھر جاؤ تو پھر گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں ہی۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب اپنی بات کہہ چکا اور خط پڑھنے سے فارغ ہو گیا۔ تو اس کے پاس اس قدر شور و شغب شروع ہو گیا کہ آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں نکال دیا گیا۔ باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابو بکثہ کے بیٹے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تو عظیم الشان ہو گیا کہ بنو الاصفہ یعنی رومیوں کا بادشاہ بھی اس سے ڈرتا ہے۔ جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ عنقریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب آکر رہیں گے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور ابن ناطور جو ایلیا (مبیت المقدس) کا حاکم اور ہرقل کا ساتھی تھا وہ شام کے نصرانیوں کا لاڈ پادری تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا (مبیت المقدس) میں حاضر ہوا تو ایک دن صبح کو اٹھا تو بہت ادا اس تھا اس کے بعض خواص نے اس سے پوچھا کہ آج آپ کی طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے۔ ابن ناطور کا کہنا ہے کہ ہرقل بنجوم کے علم میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ تو ان خواص کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ آج رات جب میں نے ستاروں میں غور و فکر کیا۔ تو معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب آگیا ہے۔ تو بتاؤ کہ اس زمانے میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں۔ کہ یہود کے سوا اور کوئی ختنہ نہیں کرتا۔ آپ ان کی فکر نہ کریں۔ اپنی مملکت کے شہروں کے حاکموں کو لکھیں کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں یہودیوں کو بچن بچن کر قتل کر دیں۔ وہ لوگ اس یہودیوں کے قتل کی فکر میں تھے کہ ہرقل کے پاس بادشاہ عسٹان کی طرف سے ایک آدمی آیا۔ جس نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی خبر سنائی۔ جب ہرقل نے اس آنے والے سے آپ کے متعلق خوب پوچھ گچھ کر لی تو حکم دیا کہ جاؤ اس خبر لانے والے کو دیکھو کہ یہ مخنون

ہے یا نہیں دیکھنے والوں نے آکر بیان کیا کہ وہ واقعی مثنوی ہے۔ پھر اس نے عرب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ بھی غتنہ کراتے ہیں۔ جس پر ہرقل نے کہا کہ بس انہی لوگوں کا بادشاہ غالب آکر رہے گا۔ پھر ہرقل نے رومیہ شہر میں اپنے ایک ساتھی کو اس بارے میں لکھا جو علم نجوم میں اس جیسا تھا اور خود وہ حمص چلا گیا۔ اور اس وقت تک حمص میں مقیم رہا یہاں تک کہ اس کے ساتھی کا اسے خط ملا جس میں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدج اور آپ کے نبی کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کی تھی۔ بنا بریں ہرقل نے حمص کے اندر اپنے خاص محل میں سردارانِ روم کو طلب کیا اور اس محل کے سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا پھر ان کے سامنے ظاہر ہو کر کہا کہ اے روم کے لوگو! اگر تم دینِ دنیا کی کامیابی اور ہدایت چاہتے ہو اور یہ بھی کہ تمہارا ملک و حکومت برقرار رہے تو اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لویا اس کی پیروی کر دو۔ تو وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح محل کے دروازوں کی طرف بھاگے۔ جن کو انہوں نے بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی اس نفرت کا مظاہرہ دیکھا اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا۔ تو حکم دیا کہ ان کو میرے پاس واپس لاؤ۔ جب واپس آئے تو کہنے لگا کہ یہ بات جو ابھی ابھی میں نے تم سے کہی تھی اس سے میرا مقصد تمہاری دین پر نیچگی کا امتحان کرنا تھا سو میں نے دیکھ لیا کہ تم سچتے ہو۔ تو یہ سن کر وہ سب سجدہ میں گر گئے اور اس ہرقل سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تو یہ ہرقل کا آخری انجام تھا کہ وہ ایمان سے محروم رہا۔

[تشریح] از شیخ نہ فی غزوہ مدینہ سلمہ میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر تشریف لے گئے تھے۔ اس سے پہلے غزوہ خندق۔ احد اور بدر واقع ہو چکے تھے۔ خندق میں خریش کی پوری قوت صرف ہو چکی تھی۔ دس ہزار نوجوان جمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کا پروگرام تھا کہ اب کسی مسلمان کو نہ چھوڑیں گے۔ اور مدینہ کی سرزمین پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ اور اسی بنا پر بعض لوگوں کو مدینہ کی کھجوریں دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ بہر حال طبع دے کر اتنی بڑی جمیعت ساتھ لے کر جب مدینہ کے قریب پہنچے دیکھا کہ سہل راستہ کے آگے خندق ہے۔ گھوڑوں کو دوڑا کر اور خود بھی دوڑ کر خندق عبور نہیں کر سکتے ادھر دوسری جانب پہاڑیوں کی گھاٹیوں پر مورچے قائم ہیں۔ پہلے سے ان کو طریقہ معلوم نہ تھا۔ یہ طریقہ تو صرف حضرت سلمان فارسیؓ نے آپ سے ذکر کیا تھا جس پر عمل کیا گیا۔ قریباً اٹھائیس یا تیس دن تک پٹے رہے حملہ کرتے تھے ادھر سے حضرت سلمانؓ فارسیؓ پتھر گراتے تھے۔ غرضیکہ بہت تنگ آگئے تھے ادھر

خدا کی قدرت ایک سخت آندھی چلی جس نے تمام غیموں کو اڑا دیا۔ دیگوں کو ریت سے بھر دیا۔ اونٹوں کو گرادیا۔ گھوڑے اڑ گئے۔ لیکن اس آندھی سے مسلمانوں کا کچھ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ جبلِ سلع کے دامن میں رہتے۔ ہوا مشرق سے چلی تھی یہ مسلمان لوگ مغربی جانب میں تھے۔ جب قریش کا بہت سا نقصان ہوا تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کے ذریعے جادو کیا ہے۔ مجبور ہو کر واپس چلے گئے۔ یہی پروا ہوا قومِ عاد پر بھی آئی تھی جس نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتے تھے کہ خود اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی۔ الحاصل ہے کفار قریش کا مالی نقصان بہت ہو چکا تھا۔ ہتھیاروں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ چنانچہ بعد ازاں ان کو مسلمانوں پر چڑھائی کی ہمت نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ اب انشاء اللہ جاری ان پر چڑھائی ہوگی۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ جانا چاہتے ہیں۔ لیکن قریش نے روک لیا۔ بالآخر دس برس کے لئے صلح ہو گئی۔ کہ اب لڑائی نہیں کریں گے۔ جب آپ کو قریش سے اطمینان ہو گیا۔ تو یہودِ خیبر پر حملہ کر دیا۔ اور اسے فتح کیا۔ اس وقت آپ نے سلاطینِ ممالک کی طرف خطوط بھیجے ہیں۔ چنانچہ ایک خط ہرقل کو بھی بھیجا۔ جو رومیوں کی بڑی حکومت کا مالک تھا۔ مہران دنوں اس کے ماتحت تھا۔ مہر سے لے کر حدودِ فارس تک رومی ہی حاکم تھے۔ جب ہرقل کو آپ کا خط ملا ہے تو وہ ایلیا یعنی بیت المقدس میں شکر یہ کے طور پر عبادت کے لئے آیا ہوا تھا۔ کیونکہ رومیوں اور فارسیوں میں لڑائی ہوتی تھی۔ پہلی مرتبہ توفارسیوں کو فتح اور رومیوں کو شکست ہوتی تھی۔ لیکن دوسری مرتبہ رومیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ ہرقل نے نذرمانی تھی کہ اگر ہمیں فتح ہوئی تو میں پاسبانہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے جاؤں گا۔ ایسی حالت میں آپ کا قاصد حضرت وحیہ کلبی اس کے پاس پہنچا تھا۔ پہلے تو وہ خطِ بصری کے گورنر کو ملا بعد میں اس نے ہرقل بادشاہِ روم کو پہنچایا۔ ہرقل نے خط پڑھنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی پر اطلاع حاصل کرنا چاہی چونکہ وہ لوگ عربی پڑھے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے اس کا ترجمہ کرایا گیا۔ اور آپ کے حالات معلوم کرنے کے لئے عرب کے لوگ تلاش کئے گئے۔ چنانچہ ایک تجارتی قافلہ جو دمشق آیا ہوا تھا اسے بیت المقدس بلوایا گیا۔ ان کا سردار قافلہ ابوسفیان تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قومی اور مذہبی ہر طرح سے مخالف تھا۔ لیکن نبی حیثیت سے آپ سے زیادہ قریب تھا۔ مگر تھا قاضی دشمن غیر قافلہ بھی یہی نکال کر لے گیا تھا۔ غزوہ خندق میں بھی یہی سردار قریش تھا۔ بہر حال اس کو بلایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے گئے جس پر

ابوسفیان نے کہا۔ فی رجب ابوسفیان سے حال ہے۔ مادۃ فیہا ای اعطی المدۃ صلحاً یعنی جس مدت میں صلح مدینہ ہوئی تھی اس مدت کے اندر یہ واقعہ رونما ہوا کہ ایک جماعت ہرقل کے پاس آئی۔ ہم کامر جمع بھی یہی جماعت ہے۔ ایلیا بیت المقدس۔ وحوالہ عظامہم یعنی کچہری میں بلوایا۔ عندظہرہ مقصود یہ ہے کہ ابوسفیان کوئی غلطی نہ کرے اور ہرقل کا شک دور ہو جائے۔ کیونکہ یہ کوئی غلط بات کہے گا۔ تو دوسرے اس کی تکذیب کر دیں گے۔

جب آنکھیں چا رہوتی ہیں تو محبت آہی جاتی ہے۔

ابوسفیان کو خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ غیر کے سامنے بھی میری تکذیب کریں گے اور مکہ میں جا کر بھی اس کا اظہار کریں گے۔ تو ان دو چیزوں نے مجھے جھوٹ بولنے سے روکا۔ تو سب سے پہلے ہرقل نے نسب کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ دہوینا ذونسب امی ذونسب عظیم۔ اس کی تصریح طرق بخاری میں موجود ہے۔ کہ اعلیٰ نسب والے بنو ہاشم ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب تین قسم ہیں۔

۱۔ عرب بادیہ جو کہ ہلاک ہو گئے۔ جو سام بن نوح کی اولاد میں سے تھے۔ جیسے عاد۔ ثمود۔

۲۔ عرب مستعربہ جیسے محد بن عدنان یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

۳۔ عرب متعربہ و عرب بن قحطان کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔

درحقیقت یہ لوگ عرب کے باشندے نہیں۔ بلکہ بابل کے رہنے والے تھے۔ بابل سے ہجرت کر کے فلسطین گئے۔ چونکہ بابل نمرود کا ملک تھا۔ لہذا شام کی طرف ہجرت کی۔ جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ عورت و مرد میں جھگڑا کی وجہ سے حضرت بنی جابرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ میں آکر آباد ہونا پڑا۔ قبیلہ جرہم بھی یہیں آباد ہو گیا۔ کیونکہ یہ پانی کی تلاش میں نکلے تھے۔ حضرت جابرہ کے پاس زم زم کے چشمے پر رہنے کی اجازت طلب کی تھی۔ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم میں پرورش پائی تھی۔ اس لئے ان سے عربی سیکھی شادی بیاہ ہوا۔ پھر ان کی اولاد پھیلی تو انہوں نے جرہم کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ خود عرب مستعربہ وہاں بسنے لگے۔ اور ان میں بنو ہاشم زیادہ ذی شرف تھے۔ لیکن ان میں آج تک کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

ہرقل (از شیخ زکریا) بکسر الہاء فتح الراء سکون القاف و بکسر الہاء و سکون الراء و کسر القاف دونوں طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ یہ روم کے بادشاہ کا نام ہے۔ اور وہاں کے بادشاہوں کا لقب

قیصر ہوا کرتا ہے۔ جیسے فارس کے بادشاہ کا لقب کسری ہوتا ہے۔ لہذا ان روایتوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہوگا۔ جن میں بعض کے اندر قیصر کا لفظ ہے اور بعض میں ہرقل کا ہے۔ یہ حدیث اسی مناسبت سے حدیث ہرقل کہلاتی ہے۔ اس کو امام بخاری نے تیرہ جگہ ذکر فرمایا ہے تین جگہ مفصل اور دس جگہ اختصار کے ساتھ کچھ کچھ ٹکڑے۔ تفصیل کے ساتھ تو ایک جگہ یہاں جو ہمارے سامنے موجود ہے، دوسرے ۱۲۲ پر اور تیسرے ۶۵۳ پر آئے گی۔

فاتوہ یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھی قیصر کے پاس آئے یا قیصر کے فرستادے ابوسفیان کے پاس آئے۔

وہم بایلیاء اس ہم کے اندر بھی دونوں احتمال ہیں۔

و حول عطاء الروم ای من عمائد السلطنة و اراکین الدولة و من الاساقفة و الراهبنة

و عابد ترجمانہ ترجمان اس لئے بلایا کہ ابوسفیان وغیرہ کی زبان عربی تھی۔ اور قیصر کی زبان یونانی افرنجی تھی۔

ایکم اقرب نسباً اقرب نسب کو اس لئے پوچھا کہ قریب کا آدمی جن قدر حالات سے مطلع ہوگا۔ دوسرا اس قدر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قریبی آدمی کا ہر وقت رہنا سہنا معاملہ وغیرہ ہوتا ہے۔ فقال ابوسفیان قلت انا اقربہم نسباً یہ اس لئے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کے دادا پانچویں پشت میں ایک ہو جاتے ہیں۔ گویا پانچویں پشت میں ابوسفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہو جاتا ہے۔ ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ اور حضور اقدس کا نسب یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف پھر عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے ہاشم مطلب عبد شمس اور نوفل۔ عبد شمس سے ابوسفیان نکلا۔ اور بنو ہاشم کی اولاد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

فاجعلوہم عند ظہرہ ابوسفیان کی پشت پر اس لئے کر دیا۔ کہ ممکن ہے ابوسفیان کوئی سچ بات کہنا چاہے تو یہ لوگ سامنے ہونے کی وجہ سے اشارہ وغیرہ سے منع کر دیں۔ اور بعض نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔ کہ اگر سامنے ہوتے اور وہ کوئی بات معلوم کرنا چاہتا تو ممکن ہے سامنے ہونے کی وجہ سے حجاب

اظہار حق سے مانع ہو جاتا۔

فواللہ لولا الحیاء من ان یأثروا یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ اگر میں نے جھوٹ بول دیا تو وہ پردہ راز میں نہیں رہے گا۔ بلکہ افشا ہو کر رہے گا۔ اور مجھے اس کا بھی خوف نہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کچھ نہیں بگڑے گا میں ہی رسوا ہو جاؤں گا۔ اور نہ معلوم میرے جھوٹ پر کتنے قصائد لکھے جائیں گے۔ تو میں جھوٹ بول دیتا۔

شم کان اول ما سألتی قیمر نے دس چیزوں کے متعلق سوال کیا۔
ذو حجب وہ تو بڑے شریف نسب والے ہیں۔

هذا القول منکم احد قبلہ قط یہ دوسرا سوال ہے۔ یہاں یہ اشکال ہے کہ لفظ قط کلام منفی کے اندر تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام مثبت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے۔

قال فاشراف الناس اتباعہ ام ضعفاء ہم یہ چوتھا سوال ہے۔ اس سے شرافت نبی مراد نہیں بلکہ شرافت فی عین الناس مراد ہے۔ ورنہ تو حضرت عمرؓ۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عثمانؓ وغیرہم سارے کے سارے قریش تھے۔ قلت بل ضعفاء ہم اس پر یہ اشکال ہے کہ اس وقت حضرت عمرؓ اور حضرت امیر حمزہؓ جیسے حضرات اکابر موجود تھے ان کو ضعفائیں کیسے شمار کیا۔ جواب یہ ہے کہ غالب کے اعتبار سے کہہ دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ضعفاء ہم کا مقابل ان کے نزدیک وہ لوگ ہیں جن کی ناک بہت اونچی ہوتی ہے۔ اور اپنے آپ کو خود بھی اونچا سمجھتے ہیں اور یہ حضرات ان میں سے نہیں تھے۔

ایزیدون ام ینقصون یہ پانچواں سوال ہے۔

قال فہل یرتد احد منہم مسخطة لدینہ الخ یہ چھٹا سوال ہے۔ کہ آیا کوئی ان کے دین سے بیزار ہو کر مرتد ہو جاتا ہے۔ اور پھر اپنا آبائی دین اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ دین چھوڑنے کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی مال کی لالچ میں کوئی کسی عورت کے عشق میں یا دین میں کسی غامی کی وجہ سے۔ اگر دین میں کوئی غامی پا کر مرتد ہوا تو یہ اس دین کے نقصان کی دلیل ہوگی۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہوتا۔

سختی سے معنی ساخط کے ہے۔ غضب ناک اور مغول مطلق بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ فعل محذوف ہو۔ یا ہم معنی ہونے کی وجہ سے اسی فعل کو عامل قرار دیا جائے۔

ارتداد کے وجہ میں سے ایک وجہ خطرہ جان بھی ہے۔ مالی طمع یا قبائح بھی دین چھوڑنے کا باعث بنتے ہیں ان سب کی نفی کرنا مقصود تھا۔

فہل تتہمونہ بالکذب یہ ساتواں سوال ہے۔ ایک تو ہوتا ہے کسی کا کاذب ہونا مثلاً کوئی جھوٹ بولنے کے اندر مشہور ہو جیسے جرمنی کا گوٹز۔ دوسرے یہ کہ جھوٹ بولنا تو ثابت نہ ہو مگر اس کو کسی وجہ سے مہتمم بالکذب کہتے ہوں۔ یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے ادون ہے۔ توجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہتمم بالکذب نہ تھے۔ تو کاذب تو بدرجہ ادویٰ نہ ہوں گے۔ ابوسفیان نے کہا ہم ان کو مہتمم بالکذب بھی نہیں سمجھتے۔ یعنی واقعی اور غیر واقعی کسی طریقہ سے بھی آپ کی طرف کذب کی نسبت نہیں کی جاتی۔ اگرچہ بعد نزول وحی غیر واقعی طور پر آپ کی طرف کذب کی نسبت کی گئی مگر قبل از وحی تو واقعی اور غیر واقعی دونوں طرح سے کذب کی نفی ہے۔

قال فہل یقدر یہ آٹھواں سوال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو عہد معاہدہ ان کے اور تمہارے درمیان ہوتا ہے تو کیا حضور (نعمذ باللہ) بدعہدی کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے اس کی بھی نفی کر دی۔ کیونکہ کسی آدمی کی عادت کو دیکھنے سے انسان باسانی نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ فلاں آدمی عذر نہیں کرے گا۔ اگرچہ یہاں ان کو کہنے کا موقع تھا۔ کہ اب تک تو ہم سے عذر نہیں کیا لیکن ممکن ہے کہ مستقبل میں ایسا کر دیں۔ اگرچہ یہ غیر واقعی تھا۔ مگر اس کو بھی اس نے کہہ دیا کہ نہیں۔ یہی کلمہ غیر ہذہ الکلمۃ سے مراد ہے اس لئے کہ عادات اور اخلاق سے مستقبل میں عذر کا امکان نہیں تھا۔ جس پر ابوسفیان نے اعتماد کا اظہار کیا۔

قال فہل قاتلتموہ یہ نواں سوال ہے۔

الحرب بیننا و بینہم سجال شرح کی رائے یہ ہے کہ عرب کے اندر بڑے بڑے ڈول ہوتے ہیں۔ ایک ہی آدمی اس کو برابر نہیں کھینچ سکتا اس لئے نوبت بنوبت کھینچتے ہیں۔ ایک نے ایک مرتبہ کھینچا دوسرے نے دوسری مرتبہ اسی طرح باری باری ہوتا ہے۔ عرب میں پہلے یہ دستور تھا کہ کنوئیں کے اوپر ایک چرخہ ہوتا تھا جس میں ایک رسی بندھی ہوتی تھی اور دونوں جانب بڑے بڑے ڈول لگے ہوتے تھے۔ جب ایک طرف سے خالی ڈول کو کنوئیں میں جھکا دیا جاتا تو دوسری طرف سے خود بخود پھر اسی اوپر آجاتا۔

اس میں آسانی ہوتی تھی۔ کیونکہ اوپر کو کھینچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نسبت نیچے لٹکانے کے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ کبھی وہ اوپر کبھی ہم اوپر کبھی ان کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی ہمیں غلبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ غزوہ بدر میں مسلمان غالب رہے اور احد میں کفار کا غلبہ رہا۔ اور خندق میں دونوں برابر رہے۔ ینال منا وننال منہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔

ماذا یا حرمکم یہ دسواں سوال ہے۔ فقال للترجمان اب یہاں ہر قتل ان سوالات کے بارے میں اپنا عندیہ ظاہر کرتا ہے کہ جو سوالات میں نے کئے۔ اور ان کے جو جوابات تم نے دیئے وہ ایک نبی کے اوصاف ہوا کرتے ہیں۔ لیکن عندیہ کے اظہار میں ہر قتل نے ترتیب میں کچھ تغیر کر دیا۔ اور ہر سوال کی وجہ بیان کی۔ ان میں سے نویں سوال کی وجہ اس حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ علمائے بیان کیا ہے۔ کہ یہ کسی راوی کا تصرف ہے۔ یا اس کو بیان ہو گیا۔ ورنہ ۱۲ پر یہ حدیث دو بارہ آ رہی ہے۔ دہاں نویں سوال کی وجہ مذکور ہے۔

قلت رجل یطلب ملک ۱۰ بیہ یہ اس لئے کہ ملک بغیر اعوان اور انصار کے تو حاصل نہیں ہو سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ مددگار پیدا کرنے کے لئے دعوائی نبوت کی صورت اختیار کی ہو۔

وسألتک بل کنتم تتہمونہ بالکذب یہ مضمون سوالات کی ترتیب میں ساتویں نمبر پر پٹھا یہاں چوتھے نمبر پر آ گیا۔

وسألتک اشراف الناس یہ سوالات کی ترتیب میں چوتھے نمبر پر پٹھا۔ یہاں پانچویں نمبر پر آ گیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو ترقی ضعفا سے شروع ہو کر اقویا کی طرف جاتی ہے وہ قوی ہوا کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور جو شہرت اغنیاء کی طرف سے ہو وہ کمزور ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ ملحوظ ہے کہ قبول عام کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ قبول جو خواص سے شروع ہو کر عوام تک پہنچے دوسرا وہ کہ جو عوام سے شروع ہو اور اس کا اثر خواص تک بھی پہنچ جائے۔ پہلا قبول علامت مقبولیت ہے نہ کہ دوسرا۔ کیونکہ حدیث میں جو مضمون علامت مقبولیت آیا ہے کہ پہلے اس سے اچھے لوگوں کو محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسروں کو۔ پس جو مقبولیت اس کے برعکس ہوگی۔ وہ دلیل مقبولیت نہیں ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا ہے۔ تو اہل وہ لوگ معتقد ہوئے جو اس زمانے میں سب سے اچھے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ جو ان سے کم تھے اور آخر میں اچھے بڑے سب زیر اثر آ گئے۔ حتیٰ کہ آپ کے ملنے والے

کچھ منافقین بھی تھے۔ اور اسی بنا پر جو ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے وہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد وہ جو بدر سے پہلے مسلمان ہو اس کے بعد جو احد سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو خندق سے پہلے مسلمان ہوئے انہیں بعد صلح حدیبیہ سے پہلے والے اور اس کے بعد جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور فتح مکہ کے بعد تو سب ہی مطیع ہو گئے اور آپ کی مقبولیت بہت عام ہو گئی۔ (ماخوذ از اردو حثلاش)

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ علما نصاریٰ میں دو آدمی بہت بڑے ملنے جاتے تھے۔ ایک یہی ہرقل اور دوسرا ضحاک۔ ہرقل نے کتب سابقہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات معلوم کی تھیں ان کے بارے میں سوال کیا چونکہ بعثت سے مقصد لوگوں کو فلاح کی دعوت دینا اور منکرین پر حجۃ قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے حضرات انبیاء علیہم السلام میں ایسے امراض نہیں پائے جاتے۔ جن سے لوگ نفرت کریں۔ بخار۔ وجع راس وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لیکن جذام طاعون وغیرہ میں مبتلا نہیں ہوا کرتے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق جو مشہور ہے اس میں محققین علما کو کلام ہے۔ بعض نے تو سرے سے انکار ہی کر دیا۔ قرآن مجید میں مراحۃ اس بیمار کا ذکر نہیں۔ اگر اسرائیلیات کو مان بھی لیا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ وہ مامور بالتبلیغ ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ اگر بعد کا ثابت بھی ہو جائے تو اسے استثنائاً پر محمول کیا جائے گا۔ ایسے نبی کا عورت ہونا اور دنی النیب ہونا بھی قابل نفرت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کے پاس لوگ میل جول کم رکھتے ہیں۔ اور بیٹھے بھی کم ہیں اگرچہ اصل میں یہ نفرت نہ ہونی چاہیئے کلمۃ الحق ضلالتہ المؤمن کے مطابق حق جہاں سے ملے لینا چاہیئے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک لڑکے نے کہا تھا کہ میرے گرنے سے تو صرف میں اکیلے کا نقصان ہوگا۔ اور تم امام ہو۔ تمہارے پھلنے سے عوام الناس کا نقصان ہے۔ ایسے ہی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ساتھ بھی ایک کتے کے بچے کا واقعہ پیش آیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی تھی۔ الغرض بنو آدم کو حقیر جاننا جائز نہیں بلکہ بزرگوں کا تو کہنا ہے کہ معرفت خداوندی اس شخص پر حرام ہے جو لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے یا جسے ہمہ باری تعلقے حضرات انبیاء علیہم السلام میں نسب کی بلندی کا اس لئے لحاظ فرماتے ہیں تاکہ لوگوں پر حجۃ تام ہو۔ اور کسی کو نفرت کرنے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس نسب کا لحاظ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ کیونکہ وہ سد ام کی قوم میں سے نہیں تھے۔ بنا بریں انہوں نے ساوی الی رکن شدید فرمایا تھا۔ لیکن ان کے بعد انبیاء علیہم السلام اعلیٰ نسب کی اقوام میں بھیجے گئے تاکہ لوگ ان سے گھین نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے بڑے

نسب کے ایک بطن سے دوسرے بطن کی طرف منتقل کیا گیا۔ فقد اعرف انه لم يكن يدنا
الكذب یعنی جب کمزور پر چھوٹ نہیں بولتے تو بارہی تلے جس کا انتقام بڑا سخت ہے ان پر چھوٹ
کیسے بول سکتے ہیں۔

ان ضعفاء هم اتبعوه اس لئے کہ ذومسکنہ کی طرف رحمت ایندھی جلدی آتی ہے۔ سخت اور
کبر والوں کے پاس اتنا جلدی نہیں آتی۔ چنانچہ قریش نے بہت دیر کے بعد اسلام قبول کیا۔ ذومسکنہ نے
تو قبول نہیں کیا۔ ابوجہل غزوہ کی وجہ سے مارا گیا۔

ہر قل نے جو بات کی وہ واقعی عند اللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ تو اشرف سے وہ چیز مراد ہوگی جو ضعفاء
کے مقابل میں ہو یعنی ذوقہ اور ذومسکنہ لوگ۔ اگر قبولیت اہل دنیا میں اولاً ہو۔ اور ضعفاء میں آخر کے اندر ہو تو
وہ عند اللہ قبولیت نہیں ہوتی۔ جیسے مرزائی، مشرقی اور سرسید کی مقبولیت ہے۔ کہ عوام سے شروع نہیں
ہوئی۔ کھلتے پیتے لوگوں سے شروع ہوئی۔ بہر حال ہر قل نے قبولیت کا ایک معیار بتایا جو بہت اچھا معیار ہے۔

ولم اكن اقلت انه منكم یعنی مجھ کو یہ تو یقین تھا کہ بنی آخر الزمان پیدا ہوں گے مگر یہ خیال نہیں
تھا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوں گے۔ یہ اس کی غلطی بلکہ دسیسہ کاری ہے۔ کیونکہ بائبل اگرچہ محرف ہو چکی ہے
مگر اس میں بھی یہ موجود ہے کہ خاتم النبیین بنی اسرائیل سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں بنو اسماعیل میں پیدا ہوگا۔
اور فاران پہاؤ کا ذکر ہے جو حجاز میں واقع ہے۔ چونکہ بشارات میں اجمال و ابہام ہوتا ہے اس لئے اسے
اشتباہ ہو گیا۔

انی اخلص الیہ یعنی باسانی پہنچ سکتا اور کوئی مانع پیش نہ آتا۔ لنت جشمت لقاتہ تو میں ان کی
ملاقات کے لئے مشقت برداشت کرتا۔ قد میہ ای التواب عن قد میہ او الوسخ
عن قد میہ یعنی آپ کے قدم مبارک دھو کہ بتیاء۔

ثم دعا بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ والا نامہ آخر ذی الحجہ ۱۰ سال میں ارسال فرمایا جو محرم ۱۱ء میں پہنچا۔ کیونکہ اس وقت ہوائی جہاز وغیرہ نہیں
تھے اونٹوں پر سفر ہوتا تھا۔ اب تو ظہر کہ اچھی میں اور عمر جدہ میں پڑھ سکتے ہیں۔

فقرء قرأ الترجمان اور ممکن ہے کہ ہر قل نے خود پڑھا ہو۔ اور ترجمان سے ترجمہ کر لیا ہو۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد بن عبد اللہ ورسولہ۔ یہاں پر بسم کو مقدم کیا گیا۔ اور آپ نے اپنا نام مؤخر کیا۔

اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَ اِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سليمان عليه السلام کا نام بسم اللہ سے
مقدم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اندر من سليمان قرآن پاک کے اندر حضرت سليمان کے خط کا عنوان نہیں۔ بلکہ خط
تو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوتا ہے۔ اور جملہ اندر من سليمان کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سليمان
کی طرف سے خط کا مضمون یہ تھا جب بسم اللہ الرحمن الرحیم تک ہر قل کے ہاں پڑھا جا چکا تو اس کا بھائی بہت
خفا ہوا کہ یہ کون بے ادب ہے۔ جس نے اپنا نام بادشاہ کے نام سے پہلے لکھا ہے۔ اسی وجہ سے
پرویز شاہ فارس نے آپ کا خط پھاڑ دیا تھا۔ لیکن ہر قل نے بھائی کو خاموش کر دیا کہ چپ رہو۔ اگر یہ وہی شخص
ہے اس کو ایسا ہی لکھنا چاہیے۔

الی ہر قل عظیم الروم اس لفظ پر بھی اس کا بھائی بہت غصہ ہوا۔ سلام علی من اتبع الهدی
یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی کافر سلام کرے تو اس کو اپنی الفاظ کے ساتھ جواب دے اگر کافر کو لکھنا ہو تو یہی الفاظ
لکھے جائیں۔

ادعوك بدعايت الاسلام دعايتہ اور داعيتہ دونوں ہم معنی ہیں بمعنی بلانا۔ اسلم تسلیم علمانے اس
جملہ کو جوامع الکلم میں شمار کیا ہے کہ اس ایک لفظ کے اندر سب کچھ فرما دیا۔ يَوْمَ تَكُ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرْتَيْنِ
بمعنی صنفین کے ہے۔ کیونکہ یہ اپنے نبی پر بھی ایمان لایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق بھی
کی۔ فان عليك اشعر اليريسين یہاں دو نسخے ہیں ایک یريسين یا کے ساتھ دوسرے اليريسين الف کے
ساتھ اقل یريس اور ثانی۔ اليريس کی جمع ہے۔ جس کے معنی اکار یعنی کاشتکار کھیتی کرنے والا کیونکہ اکثر اہل روم
وشام کاشتکاری کرتے تھے۔ اس لئے صرف انہیں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے رومی ہیں۔ اور ان لوگوں کا گناہ
بادشاہ پر اس لئے ہو گا کہ عموماً لوگ اپنے بادشاہوں کی اقتدا کرتے ہیں۔ الناس علی دین ہلوکھم اب اگر
وہ ایمان لانا تو تمام لوگ اس کی اقتدا کرتے۔ اگر وہ ایمان نہیں لاتا تو تمام لوگ اس کی اقتدا میں ایمان نہیں لائیں
گے من سنۃ سیتہ۔

فعليه وزرها ووزر من عمل بها۔ یا اهل الکتاب تعالوا الی کلکۃ تسووا النساء
بمعنی مستوا اور دونوں بمعنی پہلے کے۔ یعنی ان کو تقرب کا ذریعہ بناؤ۔ اس آیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ
کے خط تحریر کرنے سے پہلے یہ آیت اتہ چکی تھی یا بعد میں اتہی۔ امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ یہ آیت پہلے
اتہ چکی تھی بعد میں آپ نے خط میں تحریر فرمائی۔ جیسے بخاری کتاب الجہاد میں یہ روایت آ رہی ہے۔ اور ایک جماعت

کی رائے یہ ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت فصاحت ہے کہ جو لکھا وہی نازل ہوا جیسے حضرت عمرؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریر کرانے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ حضورؐ نے فرمایا اس کو بھی لکھ دو یہ لکھ حضرت عمرؓ کے حق میں تو باعث شکر ہوا لیکن عبد اللہ بن سعد بن سرح یہ کہہ کر مرتد ہو گیا کہ بس جی جس کی زبان سے جو اچھا لکھ نکلا بس کہہ دیا اسی کو لکھ دو۔ اگر یہ اشکال ہو کہ قرآن پاک کی یہ آیت ناپاک اور جھٹی کو کیوں لکھ دی گئی۔ تو کہا جائے گا یہ آیت شریف نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تھا۔ اور توار کے قبیل سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مقدار قلیل ہے۔ اور ایک دو آیت میں گنجائش ہے۔

کثر عندہ الصخب جب ان لوگوں نے دیکھا کہ ہر قریبی تو ساری باتوں کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور یہ کہہ رہا ہے کہ سیمک ہو قح قدمی ہاتین۔ تو وہ شور کرنے لگے کہ یہ کیا ہوا۔ وَاخْرَجْنَا اس خوف سے کہ ہم پر کوئی حملہ نہ کر دے۔

لقد أمر امرأی بکبشہ امر بمعنی عظم یعنی ابن ابی کبشہ کا کام تو بہت بلند ہو گیا کہ روم کا بادشاہ تک خوف کھلنے لگا۔ اس سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کی تبلیغ کا کام نہایت تیز اور بلند ہو رہا ہے۔ ابن ابو کبشہ سے آپ کو اس لئے تعبیر کیا کہ ابو کبشہ آپ کے جد فاسد یعنی ماں کی جانب سے دادا (نانا) ہیں ان کی طرف منسوب کیا گیا۔ اور بعض نے کہا کہ ابو کبشہ قریش میں ایک ایسا شخص گزرا ہے جس نے دین قریش میں فساد کیا تھا کہ عبادت اوثان ترک کر کے توحید اختیار کر لی تھی۔ تو اسی توحید کے اختیار کرنے کی وجہ سے آپ کی نسبت اس کی طرف کمر دی گئی۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ ابو کبشہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضہ کے خاوند کی کنیت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضورؐ کے رضاعی والدہ کے دادا کی کنیت ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ آپ کے آباء اجداد میں کسی کی کنیت ابو کبشہ تھی۔ اس غیر معروف کی طرف نسبت کرنے سے آپ کی تہذیب و استہزاء مقصود ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم تو طرح طرح سے آپ کی مخالفت کرتے تھے۔ یہاں تو ان کی بڑی شان بن گئی۔

انه لي خافه ملك بني الاصفربنواصفروميوں کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے عیص بن اسحاق ہیں ان کے صاحبزادے روم ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ عیص کا بیاہ حبشہ کے بادشاہ کی لڑکی سے ہوا تھا جس کی وجہ سے رنگ گورا نہیں رہا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کو ان کی دادی سارہ نے سونے

کازیور پہنایا تھا۔ تو تحلیلہ کی وجہ سے مشہور ہوا اس لئے یہ اصغر بن ردم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی طرف منسوب ہوئے۔

فَمَا زِلْتُ مَوْقِنًا اِنَّهُ سَيَطْهَرُ يَعْنِي يَه دیکھ کر ہر قل بھی باوجود اتنی بڑی سلطنت ہونے کے ڈرتا ہے تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ حضور اکرم صلیم کو غلبہ حاصل ہو گا۔ حتیٰ ا دخل اللہ فرمایا اسلمت نہیں کہا کیونکہ یہ ایک انعام تھا جس کو ظاہر کرنا تھا کہ ابوسفیان مجبوراً اسلام میں داخل ہوا۔ کہ فتح مکہ کے دن ابوسفیان حکیم بن عزام اور ایک تیسرا آدمی جس کے لئے نکلے تھے کہ حضرت عمرؓ اور ان کے ساتھیوں نے جو جاسوسی کے لئے پھر رہے تھے ان کی آواز سن کر پھوٹ کر آپ کے پاس لے گئے تھے آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا۔ جن کے کہنے پر یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وکان ابن الناطور یہ امام زہری کا مقولہ ہے جس کو امام بخاریؒ تکمیل قصہ کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ ابن الناطور ایلیاء کا گورنر تھا گویا ایلیاء کا سیاسی حاکم تھا اور ہر قل کا ندیم تھا اور مذہبی شیخ بھی تھا صاحب ایلیاء خزاوہل ہے اور یثرب خبزانہ ہے۔ کان کی۔ جنلاء نجومی کو کہتے ہیں۔ یہ قصہ ابوسفیان کے گذشتہ واقعہ سے پہلے پیش آیا۔ ہر قل کا عطش ایلیاء پر ہے اور ایلیاء کی طرف مضاف کرنے کی صورت میں صاحب کے معنی گورنر کے ہوں گے اور ہر قل کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں ساتھی اور دوست کے معنی ہوں گے۔ ایلیاء سریانی لفظ ہے۔ علما نے اس کے معنی بیت اللہ کے کہتے ہیں اس طرح کہ ایل بمعنی اللہ اور یا کے معنی بیت کے۔ جبرائیل کے اخیر میں جو ایل ہے اس کے معنی بھی اللہ ہی کے ہیں۔

سقف علی نصاریٰ شام یعنی شام کے نصاریٰ پر اسقف بنا دیا گیا۔ اسقف ہمارے ہاں پوپ کو کہتے ہیں۔ گویا کہ یہ بڑا پوپ اور پادری تھا۔ اسقف رفیع کی صورت میں مہبت احمدیہ کی خبر بنے گا۔ اور نصب کی حالت میں کان کی خبر یا اسقف مجہول ماضی یعنی ان پر پوپ مقرر تھا سب کا باوا تھا۔

فقال بعض بطارقتہ بطارقتہ بطریق کی جمع ہے جس کے معنی اخص الخواص کے آتے ہیں۔ ملک الختان سے مراد وہ لوگ جو ختنہ کرتے ہیں۔ ان ملک الختان قد ظہروں ظہور یا تو ضد خفا ہے یا ضد مغلوبیتہ ہے۔ اس جگہ قد ظہروں کے معنی تو غلب کے ہیں ورنہ نفس ظہور تو پہلے ہو چکا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ صلح حدیبیہ ہو گئی تھی جس کو بظاہر مسلمانوں کی شکست کہا جاتا ہے

لیکن درحقیقت یہ صلح مسلمانوں کی فتح کا باعث ہوئی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر یہ آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا نازل ہوئی تھی۔ تو صلح حدیبیہ مقدمہ الفتح نبی اور مقدمہ البقیۃ نبی شہداء کے حکم پر ہوا کرتا ہے۔ غسان ایک چشمہ پانی کا نام ہے جو حدودِ شام پر واقع تھا۔ سب کے کچھ لوگ نکل کر یہاں بس گئے تھے انہیں میں سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہوئے جن کو اوس اور خزرج کہا جاتا ہے غسان والے تو عیسائی ہو گئے تھے۔ اوس و خزرج اپنے آبائی دین پر قائم رہے۔ بیس بیعتت الایہود یہاں صرف یہود کا ذکر کر دیا کیونکہ اہل عرب ان کے یہاں کچھ شمار نہیں ہوتے تھے۔ اور جو کچھ ان کو حاصل ہوا وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا۔

فلا یحمنک شایعہو یعنی یہود سے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں وہ کون سے شان و شوکت والے ہیں ان کے ختم کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ اپنے ملک کے شہروں میں ایک حکم لکھ کر بھیج دو کہ وہ سب کو قتل کر دیں۔ مائن جمع مدینہ کی یعنی شہر

شوکت ہرقل الی صاحب لہ ہرمیۃ رومیہ اطالیہ کا پایہ تخت ہے اسے رومۃ الکبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ مشرقی حصہ کا پایہ تخت اطالیہ تھا۔ صاحب اللہ اس کا نام ضفاطیر تھا۔ جب ہرقل کا خط اس کے پاس پہنچا تو یہ خط پڑھ کر مشرف ہا سلام ہوا لیکن اس کی قوم نے اس کو دہیں قتل کر دیا یہ واقعہ آپ کے خط پہنچنے سے پہلے کا ہے۔ مگر یہ الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں کہ ابوسفیان سے گفتگو کرنے کے بعد اس خط بھیجنے کی نوبت آئی۔ ضفاطیر اور ہرقل دونوں نے آنحضرت مسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔ ضفاطیر تو اپنے قول پر برقرار رہا اور قتل ہو گیا۔ ہرقل رغبت الی الدنیا کی وجہ سے اس پر قائم نہ رہا۔

وسکہ وہ محل بڑا جس کے گرد اگر گھر بنائے گئے ہوں غُیْفَتِ الابواب یعنی درمیان والے محل کے دروازے بند کر دیئے گئے تاکہ وہ لوگ اس پر ہجوم نہ کر سکیں۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ باہر والے گھروں کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ تاکہ یہ لوگ بھاگ نہ جائیں۔ چنانچہ فوج دوہا قد غلقت اس کی تائید کرتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ محل دروازے بند ہیں اور چابیاں اپنے پاس رکھ لیں۔ اور اونچی جگہ پر چڑھ کر کہنے لگا ہل مکوف الضلع یعنی اگر تم دنیا و آخرت کی فلاح چاہتے ہو تو نبی اگر مسلم کی اقتدار کرو۔ اگر تم نے ان کی اقتدار نہ کی تو تمہارے ہاتھ سے جاوے گا ہی آخرت کا بھی ناس ہو جائے گا۔

فوج دوہا قد غلقت اور کنبیاں ملی نہیں اس لئے کہ ہر قتل نے اپنے پاس رکھ لی تھیں اور خود اوپر محفوظ جگہ میں بیٹھ گیا تھا۔ اگر کہیں نیچے ہوتا تو پس ڈالتے فَجَدَ وَاللّٰہ ان لوگوں کی عادت تھی کہ ملک کو مسجد کیا کرتے تھے۔ اب ہر قتل کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ وہاں سے نکل کر آنحضرت صلیم کے پاس آجانا۔ یا ضغاطر کی طرح اظہار کرتا۔ مگر اس نے دنیا کی طرف رغبت کی اور اور غزوہ موتہ میں ایک لشکر آنحضرت صلیم کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور کافر ہو کر مرا۔ کیونکہ ہر قتل کے ابتدائی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے اس آخری مقولہ اِخْتَبِ بھاشد تک مع دینکھونے تمام کلام پر پانی پھیر دیا۔ اب اس کے اندر اختلاف ہو گیا کہ وہ مسلمان تھا یا نہیں فکان ذالک امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ تم خود فیصلہ کر لو کیونکہ اس کا یہ کہنا کہ اگر میں پہنچ سکتا تو ضرور جاتا اور قدموں کو دھو کر بیٹھا اور ان کا قلبہ یہاں تک ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس کے بالمقابل اس کا یہ کہنا کہ میں تو تمہاری شدت دیکھ رہا تھا اور باوجود اظہار دین پر قادر ہونے کے اس کو ظاہر نہ کیا۔ اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ یہ سب باتیں چاہتی ہیں کہ وہ کافر ہو۔

ما فظ بن عبد البر صاحبے استیعاب میں یہ رائے لکھی ہے کہ وہ مسلمان تھا اختب بھاشد تکھو علی دینکھو یہ اپنی جان بچانے کے لئے کہا مگر اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ وہ مسلمان نہیں تھا اگرچہ اس نے اسلام کی تمنا کی۔ مگر محض تنہا سے کام نہیں چلتا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے آنحضرت صلیم کے مقابلہ میں جنگ موتہؓ میں ایک لشکر بھیجا تھا۔ اور بعض ضعیف روایات میں یہ بھی ہے کہ جنگ تبوک میں بھی آنحضرت صلیم کے مقابل میں اس نے ایک لشکر بھیجا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ کافروں کو ناکامی ہو رہی ہے۔ تو اس نے آپؐ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ میں مسلمان ہوں کیا کروں جان کے خوف سے ظاہر نہیں آتا۔ اس پر آنحضرت صلیم نے فرمایا کذب عدو اللہ مگر یہ روایت محدثین کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر مفتح الباری میں لکھا ہے کہ فکان ذالک آخر شان ہر قتل اس سے امام بخاریؒ نے آخر کتاب کی طرف اشارہ کر دیا لیکن حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد کتاب کے ختم کی طرف اشارہ کرنا نہیں بلکہ تم لوگوں کے اختتام کی طرف متنبہ کرنا مقصود ہے یعنی اکثر

اکثر واذکر ہاذا ملل الذات الموت تو ایسے یہاں بھی آغوشان ہر قل سے متنبہ کر دیا کہ اس کا انجام تو یہ ہوا کہ یا جنت ہو یا دوزخ تم بھی اپنے انجام کی فکر کرو موت کو یاد کرو گو یا کہ وہ آنے والی ہے اب روایت کو ترجمہ باب سے کیا مناسبت ہے۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ والا نامہ میں آپ نے ان کو ہدایت کی طرف بلا یا ہے وہ کلمہ سواً بیننا و بینکم ہے جو ترجمہ الباب میں تھا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ وحی جو آپ کی طرف آئی تھی۔ وہ انبیاء سابقین کی وحی کے مطابق ہے۔ مگر یہ تکلف ہے۔ بلکہ اتنی بڑی روایت تو مہادی وحی پر کثرت سے دلالت کرتی ہے۔ ہر قل نے آپ کے نسب اور اخلاق وغیرہ کے متعلق سوالات کئے جو شخص ایسے حسب و نسب والا ہو وہ ضرور قابل و لائق وحی ہے وَاَلَا فَلَ تَوَانِ اَشْيَاءُ سے مہادی وحی کی طرف زیادہ اشارہ ہوتا ہے۔ کتب سابقہ اور علم نجوم وغیرہ کے ذریعہ بھی مہادی وحی کی طرف زیادہ اشارہ ملا۔ اور یہ وحی عظمت والی ہے اور معصوم ہے کہ اس پر اعتماد کیا جائے۔

حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کیف بدالوحی کا ترجمہ منعقد فرمایا اور روایت میں موطا علیہ وسلم کا ذکر نہیں لہذا بطور تکملہ کے اس کو ذکر فرمایا۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ واقعہ بھی وحی کے ابتدائی زمانوں میں پیش آیا۔ امام بخاریؒ کا مقصد وحی کے ابتدائی احوال کو بیان کرنا ہے کہ وحی ابتدائی کن کن منازل سے گزری ہے اور کیا کیا حالات پیش آئے۔ تو اس صورت میں حدیث ہر قل احوال ابتدائیہ میں داخل ہو جائے گی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ابتدا سے ابتدا آنی مراد نہیں بلکہ ابتدا زمانی ممتد مراد ہے۔

اور تیسرا جواب یہ کہ اس حدیث میں آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہر قل کے سوالات کے جوابات میں آیا ہے۔ اور ابتداء وحی اخلاق حمیدہ سے ہوتی تھی۔ اس مناسبت سے یہ حدیث ذکر کر دی گئی اور چونکہ جواب حضرت شیخ الہندؒ کا ہے کہ باب کی غرض عظمت وحی کو بیان کرنا ہے اور حدیث ہر قل میں آنحضرتؐ صلعم کے اخلاق عالیہ کو بیان کیا گیا جس سے آپ کی عظمت معلوم ہوتی ہے موطا علیہ کی عظمت سے وحی کی عظمت خود ظاہر ہے۔ حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ یوں منعقد فرمایا۔ کیف کان بدالوحی الخ حدیث ہر قل میں کلمہ سوار کی دعوت ہے۔ تو شیخ مدنیؒ کی موافقت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہی کلمہ توحید تمام انبیاء علیہم السلام کا کلمہ ہے جس کے سائے داعی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الایمان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ وَهُوَ قَوْلُ:
وَفِعْلُ وَبِزَيَادٍ وَيَنْقُصُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِيَزِدَادُوا إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَزِدْ لَهُمْ
هُدًى وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى
وَأَتَمَّهُمْ تَقْوَاهُمْ وَيَزِدَادُ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ أَتَيْكُمْ زَادَتْهُ
هَذِهِ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَ تَقْوَاهُمْ إِيْمَانًا وَقَوْلِهِ فَأَنشُرُهُمْ فَمَا أَزِيدُهُمْ
إِيْمَانًا وَقَوْلِهِ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيْمَانًا وَتَقْوَاهُمْ وَالْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ
مِنَ الْإِيْمَانِ وَكُتِبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيٍّ ابْنِ عَدِيٍّ إِنَّ لِلْإِيْمَانِ
مَوَاطِنَ وَشَوَاطِئَ وَخُدُودًا وَسُنَنًا فَمَنْ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ وَمَنْ لَمْ
يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيْمَانَ فَإِنْ أَعِشَ مَسَاطِبُهَا لَكَوْ حَتَّى تَعْلَمُوا إِيْمَانًا وَإِنْ أَمُتَ
فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكَ بِمَرْئِيٍّ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَكِنْ لِيُطْمَئِنَّ قَلْبِي
وَقَالَ مُعَاذُ الْجَلَسِ بِنَا لَوْ مِنْ سَاعَةٍ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ الْبَقِيَّةُ إِلَّا إِيْمَانُ كُلُّهُ وَقَالَ
ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيقَةَ التَّقْوَى حَتَّى يَدَعَ مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ وَقَالَ
بُجَاهِدُ شَرَّ لَكَوْمٍ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوْحًا وَأَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدٌ وَإِيَّاكَ دِينًا
وَاحِدًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُرْعَةٌ وَمِنْهَا جَانِبِيْلًا وَسُنَّةٌ وَدُعَاءُ كُفْرًا إِيْمَانُكُمْ
مَحَدُّنَا، عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ
عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ
الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ
وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ.

ترجمہ :- یہ کتاب ہے جس میں ایمان کی بحث ہے۔ باب آنحضرت مسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ ایمان قول اور فعل کا نام ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے تاکہ ان کا ایمان اپنے ایمان کے ساتھ بڑھتا رہے۔ اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ہدایت زیادہ کرتا ہے جو ہدایت پا گئے اور جو ہدایت پا گئے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا اور ان کو ان کی پرہیزگاری دے دی۔ اور ایمان والوں کا ایمان بڑھتا رہتا ہے اور قول تعالیٰ کا قول ہے کہ ان آیات نے کن کا ایمان بڑھایا پس جو لوگ ایمان لائے ان آیات نے ان کا ایمان بڑھا دیا۔ اور یہ بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں بڑھایا اس بات نے مگر ان کا ایمان اور سپرداری حب فی اللہ اور بغض فی اللہ بھی ایمان میں سے ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے عدی بن عدی کی طرف لکھا کہ بے شک ایمان کے لئے فرائض اور احکام میں حدود اور طریقے ہیں۔ پس جس نے ان کو مکمل کر لیا تو اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اور جس نے ان کو مکمل نہ کیا وہ اپنا ایمان مکمل نہ کر سکا پس اگر نہیں زندہ رہا تو ان احکام و شرائع کو تھکے لئے خوب اچھی طرح واضح کر دوں گا تاکہ تم ان پر عمل کر سکو۔ اور اگر کہیں مر گیا تو مجھے تمہاری صحبت کا عرصہ نہیں ہے اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ اور حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ ہمارے ساتھ بیٹھو تاکہ کچھ گھڑی ایمان کی باتیں کر لیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ یقین سارے کا سارا ایمان ہے۔ اور ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندہ تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک ان چیزوں کو نہ چھوڑے جو اس کے سینہ میں شک پیدا کرتی ہیں اور مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین اختیار فرمایا جس کی حضرت نوح علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی کہ اے محمد مصطفیٰ صلعم ہم نے آپ کو اور ان کو ایک ہی دین کی وصیت فرمائی شریعت و مضاہج کے بارے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ منہاج سے مراد راستہ اور سنت ہے۔ اور لولہ الدعاء میں دعا کی تفسیر ابن عباسؓ نے ایمان سے فرمائی ہے۔ اور حدیث ابن عمرؓ کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایمان کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

تشریح :- از شیخ زکریاؒ تمام بخاری شریف میں کئی مرتبہ کتاب سے قبل اور کبھی کتاب کے

بعد بسم اللہ آئے گی جیسا کہ یہاں باب کے بعد ہے اور اس سے قبل باب سے پہلے تھی اور بعض جگہ بے جوڑ بھی بسم اللہ آئے گی۔ اس کے دھڑھلے نزدیک اختلاف نسخ ہے کہ کسی نسخہ میں باب سے پہلے ہے اور کسی نسخہ میں باب کے بعد ہے جہاں بے جوڑ آئے گی وہاں اس کی وجہ ذکر کر دی جائے گی۔

جانتا چاہیے کہ اصحاب جوامع یعنی جو محدثین اپنی کتاب کے اندر حدیث کے ابواب ثمانیہ ذکر کرتے ہیں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جامع کو کتاب الایمان سے شروع کرتے ہیں جیسے مشکوٰۃ شریف اور مسلم شریف وغیرہ اور خود امام بخاریؒ بھی اصحاب جوامع میں سے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بخاری کتاب کو کتاب الایمان سے شروع فرمایا ہے مگر ایک جہت یہ پیدا فرمائی کہ کتاب الایمان پر وحی کے باب کو مقدم کر دیا۔ یہ ان کی دقت نظر کی دلیل ہے کہ باب وحی کو کتاب الایمان پر اصل چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مقدم فرمادیا کہ ایمانیات کے اندر معتبر وہ ہے، جو بواسطہ وحی کے ہو۔ ایمان باب افعال کا مصدر ہے جس کے معنی لغت میں تصدیق کے ہیں ممانعت بمعنی تھا اور اس کا مادہ امن ہے کہ مؤمن مؤمن بہ کو بتلا دیتا ہے کہ تم ہماری طرف سے تکذیب سے مامون ہو۔ تو اب اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اس کی تصدیق کرے اور اصطلاح شریعت میں ایمان نام ہے تصدیق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بما جلاوہ کا۔ اور شریعت کا مدار ایمان پر ہے۔ بنیہ ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں ومن یعمل من الصالحات من ذکر وانفی و هو مؤمن فرمایا گیا اس لئے مصنف نے ایمان کی بحث شروع کر دی۔

شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان امن سے ماخوذ ہے۔ باب افعال میں متعدی ہوگا۔ الایمان ای جعل العین فیہ امن چونکہ تصدیق کرنے والا اپنے مخاطب کو مطمئن اور مامون کر دیتا ہے تکذیب کرنے سے۔ اس لئے باعتبار لغت کے یہ مؤمن ہوگا۔ تو حرف مام میں ایمان بمعنی تصدیق کے آتا ہے۔ تصدیق کے لئے کوئی قید نہیں۔ لیکن شریعت میں تخصیص ہے تصدیق بما جاءہ النبی صلوا وعلو حجیہ بالضرورة تو تصدیق جنس ہوئی۔ اور ما جاءہ النبی فصل اول اور علم حجیہ بالضرورة فصل ثانی ہوئی۔ کیونکہ جمیع ما جاءہ النبی میں بہت سے مستحبات اور سنن ہیں جن میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ تو اس کا کیا معیار ہوگا۔ تو قید بڑھائی گئی۔ علم حجیہ بالضرورة کیونکہ آپؐ جو احکام لے کر آئے ہیں بعض تو وہ ہیں جن کو سب جانتے ہیں کہ یہ امور مامور بہا ہیں یا منعی عنہا ہیں۔ شراب کی ممانعت

اور نماز کی فرضیت اُن کو ہر صغیر و کبیر جانتا ہے۔ لیکن مسئلہ تھا تھا کہ کیا یہ معاملہ عہد بالضرورت سے نہیں ہے بلکہ اس کی تخریج اور باب اجتہاد اپنے اجتہاد سے کرتے ہیں۔ بالضرورت یعنی بالبدھتہ واللزوم ایمان کی تحقیق کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ کہ مؤمن یہ کیا چیز ہے جس کے بغیر ایمان متحقق نہیں ہو سکتا۔ متکلمین (اشاعرہ اور ماتریدیہ) کا مسلک یہ ہے کہ ایمان نام تصدیق، جمیع ما جاء به النبی یعنی فقط تصدیق قلبی کو ایمان قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعی، امام احمد اور جہور محدثین اور اہل طحاوی کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق بالجمان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ بروایت المتکلمین امام ابو حنیفہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اور دوسرا قول امام صاحب بروایت الاصولیین یہ ہے کہ الایمان تصدیق بالجمان والاقرار باللسان ہے۔

چوتھا قول مرحۃ کہ ہے کہ وہ ایمان صرف اقرار باللسان کو کہتے ہیں یعنی جس لے صرف اقرار کر لیا عمل نہیں کیا وہ مؤمن اور ناجی ہے۔ گویا ان کے نزدیک اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اعمال سیئہ مضر ہیں۔ ان کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وان زنی وان سرق ہے۔ اور پانچواں مذہب خوارج اور بعض معتزلہ کہ ہے کہ ایمان مرکب ہے تصدیق قلبی، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح لہذا اگر کوئی شخص اعمال کو چھوڑ دے گا تو وہ کافر ہو گا۔ اسی طرح ان کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ مرکب کبیرہ کافر خارج عن الاسلام ہے۔ ان کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لا ینفی الذنایا حین ینفی وهو مؤمن الخ ہے۔ اور چھٹا مسلک اکثر معتزلہ کہ ہے کہ ایمان مرکب ہے تصدیق اقرار اور اعمال سے مگر مرکب کبیرہ حد اسلام سے تو خارج ہے۔ لیکن کفر کے اندر داخل نہیں ہو گا۔ یہ لوگ اس کو اسلام سے اس لئے خارج قرار دیتے ہیں کہ ان کے ہاں اعمال ایمان کے اجزاء میں سے ہے اور کفر میں اس لئے داخل نہیں کرتے کہ توحید موجود ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ محدثین، متکلمین اور فقہاء میں بالکل تضاد ہے اور معتزلہ اور خوارج محدثین کے ساتھ متفق ہیں۔ کیونکہ محدثین بھی ایمان کو مرکب مانتے ہیں قومن اختلف عن الاعتقاد القلبی فهو کافر ومن اختلف عن الاعمال فهو یس مؤمن اس لئے کہ اذا فالت الجزئات کلک معتزلہ اور خوارج تو اس پر عمل کرتے ہیں۔ البتہ درجہ بین الدرتین مانتے ہیں۔ لیکن محدثین اور فقہاء شوافع وغیرہ ایمان کو مرکب ماننے کے باوجود مرکب کبیرہ کو خارج عن الاسلام اور مخلد فی النار نہیں مانتے، وجہ یہ ہے کہ اجزاء دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اجزاء مکملہ دوسرے اجزاء مقومہ جیسے درخت کے اجزاء

پتے، شاخیں بن وغیرہ ہیں مگر یہ اجزاء مکملہ ہیں۔ ان کے انتفاع سے درخت کا انتقال نہیں ہوگا۔ اس طرح ناک کان بازو انسان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان کے کٹ جانے کی صورت میں انسان ویسے ہی باقی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ اجزاء مقومہ نہیں بلکہ مکملہ ہیں جن کے انتفاع سے نقص آجائے گا لیکن کل کی نفی نہیں ہوگی تو اشاعرہ ماتریدہ یہ محدثین اور فقہاء شوافع کا اختلاف لفظی ہوا۔ اہلئہ خوارج اور معتزلہ سے نزاع حقیقی ہے۔ محدثین صورتہ معتزلہ اور خوارج کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں لیکن درحقیقت وہ متکلمین کے ساتھ ہیں جو ایمان کو بسیط کہتے ہیں جیسے مناطقہ تصدیق کو بسیط کہتے ہیں اور امام رازی تصدیق کو مرکب مانتے ہیں۔ مگر محدثین کا ایمان کو مرکب کہنا متکلمین کے خلاف نہیں اس لئے کہ وہ اعمال کو اجزاء مکملہ مانتے ہیں مقومہ نہیں مانتے۔ معتزلہ اور خوارج ان کے اجزاء مقومہ مانتے ہیں نزاع لفظی ہونے کا معنی یہ ہے کہ احناف یا متکلمین یہ نہیں کہتے کہ تارک اعمال سیدھا جنت میں جائے گا جیسا کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں جائے گا اس کے بعد شفاعت وغیرہ سے اس کو نجات ملے گی۔ اور حضرات محدثین و شافعیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ تارک اعمال جہنم میں جائے گا مگر مختلف النار نہیں ہوگا۔

دوسری بحث یہ ہے کہ قوم متکلم پر اقرار باللسان کو ایمان کے ساتھ کیا نسبت ہوگی اس لئے کہ ان کے یہاں ایمان جزم کا نام ہے تو جمیع متکلمین اور احناف فرماتے ہیں کہ اقرار باللسان اجزاء احکام شرعیہ کے لئے شرط ہے۔ کیونکہ قلبی حالت پر ہم واقف نہیں دنیاوی احکام کے اجراء کے لئے کوئی امارۃ ہونی چاہیے وہ اقرار باللسان ہے جس کی وجہ سے ہم اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کریں گے اور جس شخص نے تصدیق تو کی لیکن اقرار نہ کیا یہ شخص عند اللہ نجات پا جائے گا لیکن اس پر احکام اسلام کا اجراء نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو اقرار کا تمکن نہیں تصدیق ہے تو ان دونوں صورتوں میں تمکن ہو یا نہ ہو اس کا ایمان عند اللہ معتبر ہے ہم اسے مقابر مسلمانوں میں دفن نہ کریں گے وغیرہ اور جو لوگ اقرار کو حقیقت ایمان میں داخل کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ مؤمن نہ ہو گا۔ جیسے مرجئہ کا قول ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ کی بھی ہے۔ ایسے معتزلہ اور خوارج کے ہاں بھی مؤمن نہ ہوگا۔

تیسری بحث یہ ہے کہ آیا ایمان زائد اور ناقص ہوتا ہے یا کہ نہیں مشہور یہ ہے کہ متکلمین و اشاعرہ

ماترید یہ ایمان کی زیادتی اور نقصان کا انکار کرتے ہیں۔ اور محدثین معتزلہ وغیرہ اس کو مانتے ہیں بات یہ ہے کہ جو لوگ ایمان کو مرکب کہتے ہیں ان کے ہاں زیادتی و نقصان ہوگا جن کے ہاں ایمان بسیط ہے فقط تصدیق کا نام ایمان ہے۔ ان کے ہاں زیادتی و نقصان نہیں ہوگا کیونکہ یقین کے کم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اذمان نہ پایا گیا۔ بلکہ ظن اور شک ہے۔ تو ایمان ہی نہ پایا گیا لہذا اس اعتبار سے ایمان زائد اور ناقص نہ ہوگا۔ اعمال کو داخل فی الایمان ماننے والے زیادتی اور نقصان کے قائل ہوں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ متکلمین اور محدثین کے درمیان نزاع لفظی ہے۔ وہ اعمال کو ایمان کے اجزاء مکملہ ماننے ہیں تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان کامل میں زیادتی نقصان ہوگا۔ نفس ایمان میں زیادتی و نقصان نہ ہوگا۔ چونکہ معتزلہ اور خوارج ان کو اجزاء منقوۃ قرار دیتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی ایمان زائد اور ناقص ہوگا۔ بلکہ اختلاف کی صورت میں ایمان کی نفی ہوگی۔ اس کی تائید میں امام ابوحنیفہؒ کے یہ قول پیش کیا جاتا ہے کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل لاکٹل ایمان جبرائیل تو کہا جائے گا کہ متکلمین اور امام ابوحنیفہؒ ایمان میں باعتبار کمیت کے تو زیادتی و کمی کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ باعتبار کیفیت کے انکار نہیں کرتے۔ جیسے روشنی کی کیفیت میں تفاوت ہو تا ہے ایسے ایمان کی کیفیت میں بھی تفاوت ہے جبرائیل کا ایمان بالمشاء ہمارا ایمان بالغیب ہے۔ تو ایمان بسیط ہو کر باعتبار الشراح کے اس میں زیادتی نقصان ہو سکتی ہے چنانچہ یقین کے تین قسمیں ہیں۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔

علم الیقین جو دلائل اور براہین سے یقین حاصل ہو۔ عین الیقین دلائل اور براہین سے جزم حاصل ہو جانے کے بعد مشاہدہ بھی ہو جائے۔ اس مشاہدہ سے جو نور اور علم حاصل ہوگا وہ یقیناً پہلے علم سے بڑھ کر ہوگا۔ اسے عین الیقین کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر قوم کی گوسالہ پرستی کو سنا تھا علم تو ہو گیا لیکن وہاں غصہ نہیں آیا۔ جب مشاہدہ کیا تو سخت غصہ آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ پہلے سے اقوامی ہے اور جو چیز مشاہدہ فی النفس سے حاصل ہوا ہے عین الیقین کہتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنی انگلی آگ میں ڈالے اور وہ جل جائے یا مٹھائی کو دیکھنے کے بعد اس کو چمکے تو یہ حق الیقین ہے۔ یہ عینوں اقسام جزم اور تصدیق کے ہیں مگر ان میں باہمی تفاوت ہے۔ تو یہ ایک کسبی چیز ہوئی۔ کمیت کا اس میں دخل نہیں تو امام صاحبؒ کا یہ فرمانا کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل دلائل و اقوال ایمانی شل ایمان جبرائیل صحیح ہوا یعنی نفس جزم میں تو مساوی ہیں مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ایمان بالمشاہدہ

وہ اقویٰ ہے اس کی مثل نہیں۔ اور حق یقین ان سب سے یقین کا قوی درجہ ہے اور یہ مشاہدہ فی النفس سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے فلاسفہ کہتے ہیں کہ قوت قدسیہ کے نزدیک نظریات بدیہات بن جلتے ہیں اور حائے نزدیک بدیہات نظریات بن جاتے ہیں تو ہماری غباوت کی وجہ سے ہوا علم اس نور کا نام ہے۔ عوام انکس کا ایمان ایمان تقلیدی نہیں بلکہ ایمان مع البراہین ہے۔ جیسے ایک خراسانی کا منطقی سے مناظرہ ہوا کہ جیون اور سیجون تیرے باپ نے بنایا۔ اور ایک اعرابی نے کہا البعۃ تدل علی البعید خلاصہ یہ ہے کہ ہم تصدیق اس کو کہتے ہیں کہ جس یقین میں وقائع کا خلاف نہ ہو اس میں تقلید اور براہین وغیرہ سب داخل ہیں

چوتھی بحث ایمان اور اسلام میں فرق جس طرح ایمان کے دو معنی ہیں نفس ایمان تصدیق جمیع ما بآبہ البنی الخ دوسرا ایمان کا بل ہے تشریحات میں دونوں طرح کا اطلاق آتا ہے اس طرح اسلام کے بھی دو معنی ہیں۔ اسلام بمعنی انقیاد وہ دو قسم ہے انقیاد ظاہری اور انقیاد باطنی منافق انقیاد ظاہری رکھتا ہے باطنی نہیں رکھتا۔ مؤمن دونوں قسم کا انقیاد رکھتا ہے۔ ذمی اور صاحب انقیاد باطنی ہوتا ہے ظاہری نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ایمان میں یقین تو ہوتا ہے مگر اطاعت نہیں ہوتی۔

جاننا ہول ثواب طاعت دزد ، پر طبیعت ادھر نہیں آتی

اگرچہ مدار اسلام کا انقیاد باطنی پر ہے لیکن اس کا ظہور انقیاد ظاہری کی شکل میں ہوگا اور کبھی ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں متلازمین کی نسبت ہوتی ہے۔ تو گو یا مفہوم کے اعتبار سے متباہن ہیں اور مصداق کے اعتبار سے متلازم ہیں کہ ایمان بغیر اسلام کے مقبول نہیں اور اسلام بغیر ایمان کے معتبر نہیں اور اسلام اور ایمان شرعی مراد ہیں۔ تو ایمان اور اسلام کے مفہوم میں اقرار وغیرہ داخل نہیں۔ البتہ مصداق میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ مصنف امام بخاریؒ کا مقصد مرحبہ اور خوارج پر رد کرنا ہے۔ جن سے عالم میں بڑا فساد برپا ہوا۔ یہ مرحبہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط قول لا الہ الاہ کا نام ہے۔ اعمال کو نہ مقبوضاً دئل ہے اور نہ مکمل اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی چیز کا خلل نہ ایمان کو ضرر پہنچتا ہے اور نہ دفع دیتا ہے۔ آجکل لمحہ اور دہری اعتقاد کے لوگ یہی کہتے ہیں، جس سے ان لوگوں نے آپ کے مشن کو سخت کو سخت نقصان پہنچایا لوگ کی طبیعت میں کسل ہے وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ

اعمال نہ کرنے پڑیں ان مرحبہ کی دلیل یہ ہے کہ نصوص قطعہ سے مطالبہ قول کا ہے تصدیق کا نہیں ہے چونکہ امام بخاری محدثین میں سے ہیں اس لئے ایمان کے ذواجزاء اور زیادت نقصان کے قبول کرنے پر باب باندھتے ہیں۔ قرآنی آیات اور دوسرے دلائل کے ذریعہ مرحبہ پر رد کرتے ہیں اور خوب زور سے تردید کرتے ہیں۔ اور کہیں کہیں معتزلہ پر بھی رد فرمایا ہے۔ اب یہ کہ امام بخاری نے مرحبہ پر اتنا زور کیوں باندھا اور معتزلہ پر کہیں کہیں رد فرمایا۔ حالانکہ دونوں فرق باطلہ میں داخل ہیں تو علماً نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں دنیاوی حیثیت سے کوئی نقصان نہیں۔ آخر میں جو بھی انجام ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک تارک اعمال ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ لہذا معتزلی تو اعمال کو چھوڑ ہی نہیں سکتا۔ اس ڈر سے کہ کہیں ایمان سے نہ نکل جاؤں۔ اور مرحبہ کے ہاں اعمال کی کوئی حقیقت نہیں اس لئے ان پر شدت سے رد فرمایا۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ امام بخاری متکلمین اور امام صاحب پر رد کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ متکلمین اور محدثین کے درمیان تو نزاع لفظی ہے۔ نفس ایمان محدثین کے نزدیک بھی تصدیق ہے۔ تو ان کے یہاں بھی اعمال نہ نفس ایمان جز ہوں گے اور نہ اس میں کمی بیشی ہوگی۔ تو جو کچھ رد ہو گا وہ مرحبہ پر ہو گا۔ اور اس طرح مرحبہ کا ایک گروہ کراہید بھی ہے جن کے نزدیک ایمان محض کلمتین شہادت کا نام ہے ان پر بھی امام بخاری رد فرماتے ہیں۔

اب یہاں ایک اشکال ہے کہ حدیث جبرائیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے لیکن مصنف کتاب الایمان کہہ کر نبی الاسلام علی خمس فرماتے ہیں جس سے تسادی معلوم ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کا اطلاق نفس ایمان پر بھی ہوتا ہے اور ایمان کامل پر بھی۔ اور ایمان کامل اور اسلام کامل کا تلامز ہے۔ تو ان میں تلامز ہوا۔ البتہ بتائیں یا عموم خصوص وہ نفس ایمان اور نفس اسلام میں ہے۔ احادیث اور امور شرعیہ میں جو ایمان اور اسلام کے الفاظ آتے ہیں۔ ان سے ایمان اور اسلام کامل مراد ہو گا لہذا کتاب الایمان میں جو ایمان ہے اس سے ایمان کامل جو امور شرعیہ پر مشتمل ہے اور وہ اسلام کامل کو لازم ہے لا یفتقران تو بنی الاسلام علی خمس کہنا صحیح ہو گا تو امام بخاری فرماتے ہیں جب اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ ذواجزاء ہو گا جہاں اجزاء ہوں گے وہاں ایمان کامل جہاں اجزاء پورے نہ ہوں گے وہاں ناقص لہذا زیادتی اور نقصان بھی

ثابت ہو گئی۔ اس جگہ ایک اشکال ایسا ہے کہ جب اسلام پانچ چیزوں پر مبنی ہے۔ تو اسلام مبنی اور اشیاٰ
 خمسہ مبنی علیہ ہوں گی اور قاعدہ ہے کہ مبنی مبنی علیہ کا غیر ہوتا ہے۔ تو ان میں تغایر ثابت ہوا حالانکہ
 ایسا نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ نحو کے قاعدہ کے مطابق جب حروف بارہ ایک دوسرے کے قائم مقام
 ہوا کرتے ہیں تو یہاں علیٰ معنی من کے ہو گا یعنی بنی الاسلام من خمس کہ اسلام پانچ چیزوں سے بنایا
 گیا ہے۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریب الی الفہم کے لئے اسلام کو ایک
 خمیرہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس میں ایک ستون درمیان میں ہو۔ اور چار کناے کناے پر شہادت
 تو بمنزلہ عمود کے ہے اور یہ چاروں ستون بمنزلہ اطباء کے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی نہ رہے گا۔ تو وہ جگہ
 ناقص رہے گی اور اگر عمود گر جائے تو خمیرہ ہی باقی نہ رہے گا۔ اسی طرح اگر شہادت نہ رہی تو ایمان
 ہی نہ رہے گا۔ حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ اسلام کو مکان سے تشبیہ دی گئی اور پانچوں چیزیں مانند
 دیواروں اور ستون کے ہیں۔ جن کے بغیر مکان کا بقا نہیں۔ لہذا پانچوں چیزیں اسلام کا موقوف علیہا
 ہوئیں۔ وهو قول وفعل جب ایمان قول اور فعل کے مجموعہ کا نام ہے۔ تو مرکب ہوا اس لئے کہ ایک
 قول ایک جز ہے۔ فعل دوسرا جو ہے۔ ویزید وینقص امام بخاریؒ نے ترجمہ کو تین چیزوں سے مرکب
 فرمایا ہے۔ اول بنی الاسلام علیٰ خمس دوسرے قول وفعل اور تیسرے یزید وینقص سے درحقیقت یہ تینوں
 تراجم ایک دوسرے کی تائید اور تقویت کرتے ہیں جس سے توضیح اور تبیین ہوتی ہے۔ کیونکہ بنا علیٰ خمس
 ترکیب پر دلالت کرتا ہے۔ قول اور فعل کا مجموعہ ہونا بھی ترکیب ہے اور زیادہ و نقصان بھی مرکب ہی
 میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ بنی الاسلام علیٰ خمس دوسرے تراجم کے لئے علت ہے
 یہ خمس اشیاٰ اسلام کے قوام میں داخل ہوئیں۔ گویا موقوف علیہا ہوئیں۔ جب اسلام قول اور فعل ہو
 گا تو بعض موقوف علیہ فعل اور بعض قول ہوں گے۔ افعال اور اقوال مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لہذا یزید
 وینقص بھی ہوا تو تینوں تراجم صحیح ہوئے۔ اور ان تراجم متعدد ہیں سے ہر ایک کو دلالت مطابقی سے ثابت
 نہیں کیا بلکہ جز اول کو مطابقت حدیث سے ثابت کیا اور باقی تراجم التزامی طور پر ثابت ہوئے۔

شیخ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانے کے اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اس جملہ سے
 حنفیہ پر رد کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایمان کی بساطت کے قائل ہیں اور امام بخاریؒ ایمان کو ذوا جزا ثابت
 فرماتے ہیں۔ جب ہی تو زیادتی اور نقصان کو قبول کرے گا۔ مگر یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ

فرماتے ہیں۔ کہ ایمان کے لئے اذعان قلبی ضروری ہے۔ بغیر اس کے مؤمن ہو نہیں سکتا۔ اگر کسی کو اذغان نہ ہو۔ بلکہ اس میں نقصان ہے مثلاً شک ہو تو وہ کسی سے باہل مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ہاں یقین کے درجات مختلف ہیں۔ جیسا کہ بیان ہوا۔ مثلاً اس بات کا یقین کہ مکلف ایک شہر ہے اس شخص کو بھی یقین ہے۔ جس نے دیکھا نہیں اور اس کو بھی ہے جس نے دیکھا ہے۔ البتہ دونوں کے یقین کے اندر فرق ہے۔ اس طرح ایمان تو نفس تصدیق کا نام ہے۔ مگر کمالات کے ذریعہ زیادتی ہوتی رہتی ہے بخلاف مرتبہ کے وہ بالکل کسی قسم کی زیادتی کے قائل نہیں۔ لہذا ان پر رد ہوا حنفیہ پر تو کسی حال میں رد ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ بھی ایمان کے لئے اجزاء مکملہ ملتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ یزدا دوا یمانا امام بخاری نے ایمان کے ذواجزاء اور قابل زیادتی اور نقصان ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کس آیات قرآنیہ ذکر فرمائی ہیں۔ آٹھ آیات تو ایک جگہ متصلاً بیان فرمائی ہیں۔ اور دوا اس کے بعد آرہی ہیں۔ جب ان آیات سے زیادتی ایمان ثابت ہوگی۔ تو نقصان بھی ثابت ہوگا اس لئے کہ زیادتی نقصان کو مستلزم ہے کیونکہ زیادتی اسی شئی میں ہو سکتی ہے جس میں نقصان بھی ہو سکتا ہو۔ الغرض تراجم کے بعد امام بخاری نے آیات اور تعلیقات کو بیان فرمایا ہے جو تراجم کے لئے دلیل بن جلتے ہیں۔ پہلی آیت لیزدا دوا ایمانا مع ایمانہ۔ چونکہ اس جگہ قول پر زیادتی معلوم ہوتی ہے لہذا قول ہی مراد ہو گا۔ اور زیادتی اور نقصان بھی ثابت ہوا۔ دوسری آیت میں زدنا هو ہدی ہدی سے مراد ایمان ہے کیونکہ ایمان کامل بغیر ہدایت کے ہو نہیں سکتا۔ خواہ ہدایت سے وصول الی المطلوب مراد ہو یا ارأۃ الطريق چونکہ ان میں تلازم ہے لہذا ایک کی زیادتی سے دوسرے کی زیادتی ثابت ہوگی۔ اور ہدی بمعنی اعتداء کے ہیں۔ اگر ہدایت کے معنی ارأۃ الطريق کے ہوں تو اس کے بھی بہت سے طرق ہوتے ہیں۔ اگر روشنی دکھانے والے کی زیادہ ہو تو دیکھنے والے میں بھی زیادتی ہوگی۔ جب دکھانے والے باری تعالیٰ ہیں۔ تو اعتداء میں بھی زیادتی ہوگی۔ اور اعتداء میں ایمان ہے امیکو لدنہ ہذا ایمانا جب قرآن پاک کی آیات نازل ہوتی تھیں تو کفار مومنین سے پوچھا کرتے تھے کہ اس آیت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا۔ معلوم ہوا کہ ایمان میں زیادتی ہو سکتی ہے۔ الغرض ان آٹھ قرآنی آیات سے امام بخاری نے زیادۃ فی الایمان کو ثابت کیا ہے۔ زیادہ اور نقص متضادین ہیں۔ جن کا عمل ایک ہوتا ہے۔ جب زیادہ کو قبول کیا تو نقصان کو بھی قبول کرے گا نیز زیادتی کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ

اس سے قبل اس پر نقصان تھا۔

والحب فی اللہ البغض فی اللہ الحب فی اللہ میں فی تعلیل ہے۔ جیسے عذبت فی حرة میں ہے۔ جب اور بغض کو بھی ایمان میں سے قرار دیا گیا اور جب کسی سے محبت ہوئی ہے تو جو چیز اس کی طرف منسوب ہوگی اس سے بھی محبت ہوگی۔ جب باری تعالیٰ سے محبت ہوئی تو اس کی طرف منسوب اشیاء بھی من حیث الخلق محبوب ہوں گی محبت اور بغض متضادت ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا ایمان میں میں بھی نقص اور ازدیاد ہو گا۔ حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی ہدایت اس کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی اور اس کا مضمون صحیح ہوتا ہے تو حضرت امام بخاریؒ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ فرمادیتے ہیں چنانچہ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ یہ الوداد کی روایت ہے اس سے امام بخاریؒ نے ایمان کے ذواجزار ہونے کو ثابت کیا ہے۔ اس لئے کہ جب حب اور بغض کی مشکک ہے اس کے ہزاروں درجے ہیں۔ ایک محبت تو وہ ہے جس کے متعلق یقینی کہتا ہے۔

ھوی الاخبة منه فی سودایہ کہ دوستوں کی محبت دل کے سیاہ حصہ میں ہے۔ اور ایک وہ ہے جو راہ چلتے ہو جاتے۔ اور ایک عداوت یہ ہے کہ ہاں سے ماضی کے لئے تیار رہے اور ایک یہ ہے کہ وقتی طور پر غصہ آجائے۔ اس طرح جب محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ ایمان میں سے ہیں اور اس کے اندر مراتب ہیں تو ایمان کا قابل زیادت و نقصان ہونا ثابت ہو گیا۔

وكتب عمر بن عبد العزيز امام بخاریؒ ثبوت دعویٰ کے لئے صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں عمر بن عبد العزیز اگرچہ صحابی نہیں ہے۔ بلکہ تابعی ہے۔ مگر ان کا شمار خلفاء راشدین میں ہوتا ہے۔ حالانکہ سنہ ۱۰۰ اور ۱۰۱ میں ان کی خلافت کا دور ہے۔ علم اور تقویٰ میں اس قدر فوقیت حاصل کر گئے کہ اسلام میں ان کو محبوب نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ان کی والدہ حضرت عمرؓ کی پوتی ہے حضرت امروہؓ ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک دروازے پر پہنچے ہیں کیا سنتے ہیں کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا کہ خلیفہ وقتؓ نے مناعت کر دی ہے۔ اور خلیفہ کی اطاعت علانیہ اور خفیہ ضروری ہے۔ حضرت فاروقؓ اعظمؓ نے سمجھ لیا کہ اس لڑکی کے قلب میں تقویٰ پانے صاحبزادے عہمؓ کا نکاح اللہ سے کرا دیا۔ جن سے حضرت عبد العزیزؓ کی بیوی اور حضرت عمرؓ کی ماں پیدا ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اولاً بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے۔ اس قدر عطر استعمال کرتے تھے کہ لوگ اگر ان کے دھوئی

کو کپڑے اس لئے دیتے تھے کہ وہ معطر ہو جائیں گے خلیفہ سلمان بن عبد الملک نے ان کو خلیفہ بنایا جبکہ حجاج بن ارطاة نے منبر پر کھڑے ہو کر وہ خط پڑھ کر سنایا جو اس کے پاس محفوظ تھا۔ اس حکم کی وجہ سے ان میں اٹھنے کی ہمت نہ رہی۔ بہت مرعوب ہو گئے۔ سب سے پہلا کام خلیفہ کو دفن کرنے کا انجام دیا۔ جب آرام کے لئے گھر آئے تو بیٹے نے کہا کہ بنو امیہ نے جو لوگوں کی جائیدادیں ضبط کر رکھی ہیں۔ وہ جلد واپس کر دو۔ اس نے کہا کہ میں قبیلہ کرلوں بیٹے نے کہا کہ اگر قبیلہ کی حالت میں جان نکل گئی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ ان کو بھی بات سمجھ آ گئی بنا بریں فوراً بنو امیہ کے مظالم کو رفع کرنا شروع کر دیا اور ان کی بیوی کے پاس جو ایک غصب شدہ بار تھا وہ بھی واپس کر دیا۔ الغرض انہوں نے بہت اصلاحات کی ہیں اور لوگوں کو بنو امیہ کے مظالم سے نجات دلائی ہے۔ جس پر ان کی پھوپھی نے کہا کہ میں نے کہا نہیں تھا کہ عبد العزیز کی شادی حضرت عمر بن عبد العزیز کے خاندان میں نہ کرو۔ ان کو بعض اہل الشنہ خواب میں دیکھا کہ عمر بن عبد العزیز اس حضرت صلعم کے بالکل قریب بیٹھے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز بیٹھے ہیں پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ ان دونوں نے زمانہ عدل میں عدل کیا مگر عمر بن عبد العزیز نے زمانہ جور میں عدل کیا ہے چنانچہ ابن جوزی نے انہیں کے زمانہ میں شیر اور بکری کا ساتھ چرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا اثر دنیا اور مافہما پر پڑتا ہے۔ اس لئے سلطان ظل اللہ کہا گیا ہے۔ ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس نے ٹیکس نہیں لگایا تھا تو ایک انار سے ڈیڑھ گلاس رس نکلتا تھا جب ٹیکس لگانے کا خیال آیا۔ تو انار بچوڑنے پر آدھا گلاس بھی نہ نکلا۔ جب توبہ کی تو پہلے کی طرح ڈیڑھ گلاس نکلا۔ بادشاہ کی نیت پر برکت اور عدم برکت کا دار و مدار ہوتا ہے۔ آج ہندوستان میں جو برکت نہیں رہی وہ انگریزوں کی نیت کی خرابی کی وجہ سے ہے چنانچہ سر ولیم جئس ہیکس سیکر ٹری انڈیا ۱۹۳۱ء میں کہتا ہے کہ ہم نے ہندوستان کو ہندوستان کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا۔ اس طرح حضرت شیخ الہند سلطان مالگیر کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہندوستان میں بارش نہ ہوئی۔ نماز استسقاء کے لئے علما کو جمع کیا گیا۔ مگر نماز سے پہلے وہ خود سجدے میں گر پڑا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھ گنہگار کی وجہ سے ساری مخلوق پر کیوں عذاب نازل فرمایا۔ زار و قطار روتا تھا۔ اس اسی وقت بارش شروع ہو گئی۔ غرضیکہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بنو امیہ کی بہت اصلاح فرمائی۔ دو سال اس کا دور خلافت ہے۔ بالآخر بنو امیہ نے زہر دلا کر اس کو مروا ڈالا۔ ان کے زمانہ میں علم دین کی بہت ترویج ہوئی۔ انہوں نے بہت سے احکامات نافذ فرمائے تھے۔ ان میں ایک یہ

بھی تھا جو عدی بن عدی کے پاس لکھا۔ فرائض سے وہ اعمال مراد ہیں جن کے بغیر نجات نہیں ہوتی جیسے صلوٰۃ، صوم وغیرہ۔ شرائع سے عقائد اسلامیہ مراد ہیں اور حدود سے منہیات اور سنن سے مستحبات مراد ہیں۔ فہم استکملہا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کامل میں یہ سب امور داخل ہیں۔ تو ایمان کا ذواجز ہونا اور قابل زیادت و نقصان ہونا ثابت ہو گیا ان میں سے جتنے اجزاء ہائے جانیں گے۔ اتنا ایمان کامل ہو گا اور جتنے یہ اجزاء کم ہوں گے۔ اتنا ہی ایمان ناقص ہو گا۔ فہم استکملہا الخ یہ بہن دلیل ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد حنفیہ پر رو کرنا نہیں کیونکہ احناف تو اعمال کو کمالات ایمان میں سے قرار دیتے ہیں۔ اور ان میں مؤکدات۔ غیر مؤکدات۔ فرائض سنن سب داخل ہیں جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے یہی امام بخاریؒ کا مقصد ہے۔ اشاعرہ نفس ایمان کو بسیط کہتے ہیں۔ نیز حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ ان کے دور خلافت میں کبھی غسل ان پر واجب نہیں ہوا۔ نہ بیوی سے اور نہ باندی سے جملع کیا بلکہ عشاء کی نماز کے بعد برابر دربار الہی میں گزر گزرتے رہتے ہی طرح رات گزر جاتی۔

و لکن بیطمین قلبی یہ بھی ایمان کی ترکیب کی دلیل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اچھا موتی کے متعلق سوال کیا۔ رب ارفی کیف یحیی الموقی اگرچہ یہ علم اور ایقان تھا کہ اللہ تعالیٰ اچھا پر قادر ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَوْ كُنْ نَوْمُومٌ قَالَ بَلٰی سے ظاہر ہے۔ لیکن اپنے اس ایمان اور یقین میں زیادتی پیدا کرنے کے لئے سوال کیا۔ جس سے ان کا مقصد کیفیت اچھا موتی کا مشاہدہ کرنا تھا۔ تو باری تعالیٰ اپنے مقررین سے شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کیف تھی الموقی سے سوال بیطمین قلبی کے لئے تھا۔ اگر سوال ہو کہ اطمینان قلب میں جزم ہے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو وہ اضطراب اور شک ہے تو ایمان کیسے ہوا۔ اس کی کئی توجیہات کی گئی۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرتبہ میں الیقین حاصل کرنا چاہتے ہیں کمخالہ ابن ہمام تو طمانیت قلب سے مضبوط کا وہ درجہ مراد ہے۔ جو کہ مشاہدہ سے حاصل ہو۔ جیسے کسی کو دمشق کے عروس البلاد ہونے کا یقین نہ ہو۔ مگر وہ اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو ایمان نہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام رب ارفی اچھا الموقی فرماتے تو پھر اشکال تھا۔ وہ تو کیفیت اچھا کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ ہاں کبھی کیف استغماہ کے لئے بھی ہوتا ہے اس لئے اَوْ كُنْ نَوْمُومٌ

سے اس کا ازالہ کیا گیا تو اس وقت طمانیت کا تعلق نفس ایمان سے نہ ہوا۔ بلکہ کیفیت میں اضطراب تھا جس کی بنا پر سوال کیا یہاں پر ایک اشکال ہے کہ امام بخاریؒ نے اس آیت کو ماقبل کی آیات میں کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ علیحدہ ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے تو کہا جائے گا۔ کہ آیات ثمانیہ میں صراحت زیادتی کا ذکر ہے اور اس آیت میں زیادتی کی تصریح نہیں بلکہ استنباطی طور پر زیادتی معلوم ہوتی ہے۔

وقال معاذ اجلس بنا تو من ساعة اس سے بھی زیادتی ایمان ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ نو من کے یہ معنی تو ہو نہیں سکتے کہ آدایمان کا وجود حاصل کریں۔ کیونکہ حضرت معاذؓ تو پہلے سے مسلمان تھے۔ تو نو من کے معنی ہوں گے فزاد ایمان ساعة اس لئے کہ ذکر اللہ آزدیاد ایمان ہوتا ہے۔ ذرا بیٹھو اللہ کا ذکر کریں جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ ہمارے ایمان میں زیادتی ہوگی۔

قال ابن مسعود اليقين الايمان كله امام بخاریؒ نے اس جملہ سے بھی ایمان کی ترکیب ثابت کی دو طریقہ سے اول یہ کہ یہاں ایمان کی تاکید لفظ کل کے ذریعہ سے لائی گئی ہے۔ تاکید بلفظ کل ذوا جزاء شیئی کی لائی جاتی ہے۔ کل سے تاکید دفع بعضیہ کے لئے ہوتی ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس جملہ کے اندر یقین کو ایمان کہا گیا ہے اور یقین کے مراتب مختلف ہیں۔ تو اس سے بھی ترکیب ثابت ہو گئی وقال ابن عمر لا يبلغ العبد حقيقة التقوى حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بندہ حقیقت تقویٰ کو پہنچ ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ ان شبہات کو نہ چھوڑے جو دل میں کھٹکتے ہوں۔ یہ قول ماخوذ ہے حضور صلم کے ارشاد دَع مایر یبک الی مالایر یبک حاک بمعنی اختلج بمعنی بعض اشیاء کی قلت اور حرمت کا یقین ہے۔ اور بعض کی قلت و حرمت کا یقین نہیں ہوتا۔ تو اشتباہ ان قلوب پر ہوگا۔ جو طبائع سلیمہ رکھتے ہوں۔ اس جگہ امام بخاریؒ نے لفظ حقیقت سے استدلال کیا ہے۔ اس طرح کہ لفظ حقیقت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ کلی مشکک ہے اس کے مراتب ہیں تقویٰ اور ایمان متلازم ہیں۔ جب تقویٰ کے لئے حقیقت اور غیر حقیقت ہے تو ایمان میں بھی تشکیک ہوگی۔ اور حقیقت سے کمال تقویٰ مراد ہے۔ تو ایمان میں زیادتی اور نقصان آجائے گا۔

وقال مجاهد شرع لکومن الدین ما وضحی بہ نوحًا اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاء کا دین اور معتقد علیہ ایک قرار دیا ہے۔ اعمال اور شرائع باعتبار موسم۔ مکان۔ زمان اور فاعل کے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اوحیٰک یا محمد وایاہ بہ ما وضحی بہ نوحا کی تفسیر ہے شرع لکوا لک کی نہیں ہے۔

جس طرح بعض کو شبہ ہو گیا۔ اس آیت میں دین کو واحد کہا گیا۔ لیکن دوسری آیت میں ہے شرعة ومنهاجا
 محتاج بمعنی مطرک اور شرعة بمعنی طریقہ اور سنت تو اس سے معلوم ہوا کہ دین متغایر ہیں تو امام بخاری
 ان دونوں کے مجموعے سے ترجمہ نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ جب اتحاد دین کے باوجود ایک کا محتاج اور سبیل
 الگ الگ ہے۔ تو دین اور ایمان میں ازدیاد ہوگا کہ اصول میں اتفاق اور فروع میں اختلاف تو ایمان
 میں ازدیاد اور نقصان ہوا۔ ان فروع کے بغیر ایمان اور دین کامل نہیں ہو سکتا۔ تو آیت کا مطلب یہ
 ہوا کہ اے محمد مصطفیٰ صلعم ہم نے آپ کو اور نوح علیہ السلام کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔ حالانکہ اس
 سے قبل کے ادیان اور اس دین کے اندر جزئیات میں بڑا فرق ہے۔ پھر بھی ایک دین فرما رہے ہیں۔ تو
 معلوم ہوا کہ دین کوئی مرکب شئی ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ شرع لکھو اس سے استدلال اس طرح
 بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آخر آیت ہے جس میں ان اخیموال دین ہے۔ اور اقامتہ دین بغیر ایمان کہہ ہو
 نہیں سکتی۔ کیونکہ جو تصدیق اور طاعت احکام میں اعمل ہوگا۔ اس کا ایمان کامل ہوگا۔

شیخ ذکر فرماتے ہیں کہ بعض علما نے قال مجاہد سے لے کر سبیل اور سنت تک کو ایک استدلال
 شمار کیا ہے۔ یعنی ان دونوں آیتوں کے ملانے سے ایمان کی ترکیب ثابت ہوگی کہ تمام انبیاء کا ایمان اور
 دین اصولی اعتبار سے ایک ہے۔ لیکن فروعی اعتبار سے مختلف طریقوں اور شعبوں سے مرکب ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے مختلف طریقے پیدا فرمائے ہیں۔ اسی سے ترکیب ثابت ہوگئی مولانا درمی کی اپنی رائے
 یہ ہے کہ ان آیات کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد ان دونوں آیات کے درمیان تطبیق دینا ہے۔ کہ
 اول آیت شرع لکھو من الدین الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے۔ اور دوسری
 آیت نکل جعلنا منکھو شرعة ومنهاجا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے لئے دین کے طریقے اور راستے
 الگ الگ ہیں۔ تو اس تنازع کو اس طرح رفع فرمایا کہ اول آیت سے جو دین کا اتحاد معلوم ہوتا ہے وہ
 اصلی اعتبار سے ہے۔ اور فروع اعتبار سے اختلاف ہے۔ کہ بعض احکام میں کسی کے ہاں سختی ہے اور کسی کے ہاں نرمی
 اور بعض علما نے شرعة ومنهاجا کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کیا ہے کہ تمہارے لئے
 مختلف احکام مقرر فرمائے گئے ہیں۔ مسافر کے لئے اور عقیقہ کے لئے علیحدہ اور مریض کے لئے علیحدہ
 اور نوح علیہ السلام کی تخصیص کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ جیسے نوح علیہ السلام کو احکام تکلیفیہ دیئے جائیں گے
 ایسے آپ کو بھی۔

اس حیثیت سے وہ ایمان کے ملازم ہے۔ اور انقیاد ظاہری کے اعتبار سے ان پر عموم و خصوص من وجہ ہے۔ اس اعتبار سے لما یجد خذل الایمان فی قلوبہم فکفر یا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ملے معنی من کے ہے کیونکہ حرف جارہ ایک دوسرے کے معنی میں آیا کرتے ہیں۔ تو معنی ہوں گے بنی الاسلام علی خمس ای من خمس تو اب سلام کا معنی امور خمسہ کا ہونا ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ توحید کی شہادت دینا وجود باری تعالیٰ کی شہادت کو مستلزم ہے تو اس سے وہ شبہ بھی زائل ہو گیا کہ جو شخص توحید کا قائل ہے مگر صفات کمالیہ اور وجود باری کا منکر ہے۔ اسے مؤمن نہ کہا جائے تو یہاں مؤمن کی شان میں توحید باری کے ساتھ ساتھ وجود باری اور صفات کمالیہ کو بھی بیان کیا گیا چونکہ توحید وجود باری اور صفات کمالیہ کو مستلزم ہے اس لئے ان کا ذکر نہیں ہوا۔ یا یہ کہا جائے کہ اولاً مخاطب عرب ہیں۔ وہ وجود باری اور صفات کمالیہ کے قائل تھے۔ اختلاف صرف مسئلہ توحید میں تھا اس لئے اس کا ذکر ہوا۔ جن امور کو وہ مانتے تھے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بہر حال شہادت اقرار ہیں اور اقام الصلوٰۃ وغیرہ افعال ہیں۔ تو الایمان قول و فعل یزید و ینقص ثابت ہو گیا۔ پھر اشکال ہے کہ جو چیز اصلی تھی یعنی تصدیق قلبی اس کا ذکر تو نہیں ہوا تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت لفظ فرمایا قول نہیں فرمایا۔ شہادت اس کو کہتے ہیں کہ جس میں اذعان ہو۔ یعنی قول قلب کے مطابق ہے۔ تو شہادت قول۔ عمل اور تصدیق سب کو مستلزم ہوا۔ اس کے بعد عمل کی چند چیزیں ذکر کر دی گئیں۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ باری تعالیٰ کی صفت جلال پر متفرع ہیں حج اور صوم صفت جمال پر۔ صفت جلال کا تقاضا ہے کہ انتہائی ادب سے کام لیا جائے اور جمال کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بالکل طور عقل سے نکل جائے۔ صفت جمال عشق و فریفتگی کو چاہتی ہے جس پر توجہ الی الحبیب ہوتی ہے۔ اور غیر سے اعراض ہوتا ہے۔ صوم میں اعراض عن غیر اللہ ہے اور حج میں توجہ الی اللہ ہے

باب امور الایمان وقول اللہ عزوجل لیس الیتر ان تولو اوجوهکم قیلاً
المشرق والمغرب ولكن البیت من آمن بالله الی قوله المتقون قد افلح المؤمنون الآیۃ
حدیث ۹ حد شاعید اللہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال الایمان بضع و سئلون شعبۃ و الایمان شعبۃ من الایمان

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ساٹھ سے اور کئی شعبے اور شاخیں ہیں۔ اور جہاں بھی اس کا ایک خاص شعبہ اور شاخ ہے۔

تشریح :- امور الایمان میں اضافہ بیان نہیں ہے۔ کیونکہ ایمان کامل ان امور کا مجموعہ ہے۔ تو الامور الٰہی ہی الایمان کے معنی ہوں گے اور ممکن ہے کہ اضافہ لامیہ ہو۔ ای الامور الٰہی تحقیق من الایمان تو اب زیادہ ونقص کا تحقق ہوگا۔ اضافہ بیان یہ امام بخاریؒ کے مسلک کے زیادہ قریب ہے۔ وقول اللہ عزوجل ایضہ قول اللہ الخ یہود نے بہت سے اعتراضات کئے تھے ان میں سے ایک تحویل قبلہ کے متعلق بھی تھا کہ کبھی آپؐ نماز میں بیت المقدس کا استقبال کرتے ہیں اور کبھی بیت المقدس کا۔ ان پر قبلہ مشتبہ ہے۔ اگر پہلا صحیح تھا تو اب ایمان صحیح نہیں اگر اب قبلہ صحیح ہے تو پہلے کا ایمان معتبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ بہترین نیکی تو ایمان میں ہے کمال بت فروغ میں نہیں بلکہ حقیقت ایمان میں ہے۔ فروغ تو نیچے کی چیزیں ہیں۔ بعد ازاں اعتقاد عبادات بدنیہ اور مالیہ سیاسیات لوگوں کے ساتھ تعلقات اور مربیات بھی ذکر فرماتے جن سے اخلاق پر بہت اثر پڑتا ہے اور دوسری آیت قد افلح المؤمنین الخ اس میں تو مبین کی صفات بطور تفسیر ذکر کی گئی تو معلوم ہوا کہ امور دین جن پر نجات کا دار و مدار ہے۔ وہ صرف پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ اور بھی ہیں۔

بضع و مستول : بضع کا لفظ کسور پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ یعنی عقود کے درمیان جو کسور ہوتے ہیں ان کو بضع سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض نے تین سے لے کر دس تک اور بعض نے ایک سے لے کر دس تک کا کہل ہے۔ اب تعارض یہ ہے کہ اس جگہ تو مستول کا لفظ ہے اور بعض روایات میں سبعون کہل ہے۔ اور بعض میں کچھ اور ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ستون و سبعون سے حصر مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے لہذا تعارض نہ رہا۔ شعبہ شخ کو پھر راستہ اور درختوں کی شاخ کو کہتے ہیں۔ ایمان کے شعبے بہت ہیں جن سے مراد ایمان کے حصائل ہیں جس طرح کفر کے خصائل ہوتے ہیں اس طرح ایمان کے بھی خصائل ہیں بلکہ اتفاق کے بھی خصائل ہیں الحیاء کے معنی انکسار اور انفعال نفس کے ہیں جو منافات ذم اور مخافة عذاب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حیاء کی وجہ سے اس فعل کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ چاہے کو ایمان کا شعبہ اس لئے کہا گیا کہ حیاء من اللہ میں جمیع امور عین مرضیۃ عند اللہ کو ترک کرنا اور حیاء من الناس میں خلاف انسانیت امور کو ترک کرنا ہوتا ہے قائلہ الشیخ مدنیؒ حضرت شیخ ذکر کیا فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جب کسی شے کے اثبات پر اترتے ہیں تو اس کو مختلف

طور پر ثابت فرماتے ہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ کو ترکیب ایمان ثابت کرنی ہے۔ اس لئے اس کو اس طرح ثابت فرما رہے ہیں کہ امور ایمان بہت سے ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کے والد صاحب مرحوم نے یہ فرمایا کہ امام بخاریؒ ایمان کی ترکیب تو پہلے ثابت فرما چکے ہیں۔ اب اس جگہ ان امور کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جنہیں مسلمانوں کو حاصل کرنا چاہیے گویا کہ امور ایمانیہ پر ترغیب دلا رہے ہیں شیخ ذکر کیا کہ اپنی ذاتی یہ ہے کہ بظاہر حدیث بخاریؒ علیٰ السلام سے ایک طرح کا ابہام حصر فی الجنس معلوم ہوتا تھا اس کو رفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایمان انہی پانچ چیزوں میں منحصر نہیں بلکہ اس کے اور اجزاء بھی ہیں۔ قول اللہ تعالیٰ لیس البوائ الآیۃ قد اقلع المؤمنون الآیۃ دون آیات کو ذکر کر کے ایمان کے اجزاء ثابت کئے اور امور مرغوب فیہا کو ذکر کیا یا پھر حصر فی الجنس کے ابہام کو رفع کر دیا۔ قد اقلع المؤمنون کے بارے میں حضرات شراح کی رائے یہ ہے۔ المتفقون کی تفسیر فرما رہے ہیں جو آیت سابقہ میں ہیں مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے اس آیت کو بھی استدلال کے طور پر ذکر فرمایا ہے کہ جس طرح مکملات ایمانیہ پہلی آیت کے اندر مذکور ہیں۔ ایسے ہی اس آیت میں بھی ان بہت سی اشیاء کا ذکر ہے جو پہلی آیت کے اندر نہیں ہیں۔

بضع و سنون اور دوسری حدیث میں بضع و سبعون آیا ہے۔ اس کا بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ مفہوم عدد کا اعتبار نہیں کثرت مراد ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار وحی نازل ہوتی تھی۔ تو بعد میں اضافہ ہوتا رہا بہر حال یہ حدیث ایمان کی ترکیب پر دلالت کرتی ہے۔ اور مولانا ذکر کیا کہ اس آیت کے مطابق اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام امور خمسہ میں منحصر نہیں۔ اور اس حدیث کے بعض طرق میں افضلہما قول لا الہ الا اللہ وادبھا ماظلة الہدی عن الطریق وارد ہوا ہے۔ حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے مراد رتبی نہیں بلکہ ادنیٰ اقرب کے معنی میں ہے اور ادنیٰ سے مراد نفس اور اس کی شہوات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ طریق تزکیہ سے نفس کو ہٹا دینا اقرب ایمان ہے۔

والحیاء شعبۃ من الایمان اس جگہ دو طرح سے کلام ہے۔ اول تو یہ کہ آخر حیا۔ کو بضع و ستون شعب کے اندر ایسی کیا خصوصیت ہے جو اس کو مستقل ذکر فرمایا۔ پہلا جواب یہ ہے کہ حیا ایک ایسا شعبہ ہے جس پر بہت سے شعبے مرتب ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ حیا ان کے وجود کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن چونکہ حیا کذب سے بچاتی ہے اس لئے کہ حیا ہوگی تو سوچے گا کہ اگر کل کو جھوٹ ثابت ہو گیا تو کیا ہو گا۔ اس وجہ سے پھر جھوٹ نہیں

بولے گا اس طرح زنا۔ چوری غرضیکہ ہر قبیح کام سے بچ جائے گا۔ دوسرا کلام یہاں یہ ہے کہ جیسا ایک فطری شئی ہے۔ لہذا جیسا ایمان کا جز۔ کیسے بن گئی۔ پہلا جواب تو شرح نے یہ دیا ہے کہ جیسا کی دو قسمیں ہیں ایک طبعی دوسرے عقلی جس جیسا کو ایمان کے شعبہ میں شمار کیا گیا ہے اس سے عقلی جیسا مراد ہے جو کتب ہے مطلب یہ ہوا کہ ایک تو غزیرہ طبع ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ وہ تو وہی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس جیسا کے مقتضی پر عمل کرے۔ تو وہ جیسا عقلی ہوگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جیسا ابتداء تو فطری ہوتی ہے اور انتہا کبھی ہو جاتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جیسا سے اس کے ثمرات اور نتائج مراد ہیں۔ اور وہ اختیاری ہیں۔ تو پہلے جواب میں جیسا کی دو قسمیں بنائی گئی تھیں۔ اس جواب میں ثمرات اور نتائج مراد لئے گئے۔

حدیث نمبر ۱۰ اباب السلیح من سلوا المسلمون من لسانہ ویدہ حدثنا آدم الخ
عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله عليه وسلم قال المسلمون من سلوا المسلمون
من لسانہ ویدہ المماجر من هجر ما نهي الله عنه الحديث .

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ اور مہاجر وہ ہے جس نے ان سب کاموں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے

تشریح :- از شیخ مدنیؒ نفس صبیحہ کا تقاضا یہ تھا کہ جو شخص اس صفت کے ساتھ متصف ہو وہی مسلم ہوگا۔ حالانکہ اسلام کی تعریف پہلے گزر چکی ہے بنی الاسد مدعی خمس اور اس طرح حضرت جبرائیلؑ کے۔ قرآن کے جواب میں جو آپؐ نے تفسیر فرمائی۔ اس میں یہ امور نہیں ہیں۔ لہذا حصر حقیقی نہ ہوگا بلکہ صر مال کا ہوگا۔ یعنی نفی ادعائے اس میں دو چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ سلامتی من اللسان یہ ہے کہ کسی دوسرے کے بارے میں تکلیف دہ الفاظ نہ بولے جائیں۔ کیونکہ جراحات اللسان لہ التیام ولا یلتام ما جرح اللسان۔ نیز کے زخم مل جاتے ہیں۔ زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ اور سلامتی ہاتھ میں ید کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ اغلب افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں تو حدیث کا مقصد یہ ہوا کہ قول و فعل سے کسی کو نہ ستایا جائے۔ اگر معصیت سرزد ہو تو اس سے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلیع کو تکلیف ہوتی ہے۔ مرزا بہیل کا واقعہ ہے کہ اس کی دائرہ تراشی ہوئی تھی۔ سفیر ایران نے اعتراض

کہ مرزا بیل ریش مے تراشی۔ جواباً انہوں نے کہا کہ دل کے رائے فرام اس نے بے ساختہ کہا کہ بے دلے رسول اللہ میخراشی ان کے قلب پر اثر ہوا اور سر نیچا کر دیا۔ تین روز تک زندہ رہے شرمندگی کی وجہ سے باہر نہ نکلے۔ چونکہ آنحضرت صلعم پر اعمال امت ہفتہ میں دوبار پیش کئے جاتے ہیں۔ اس سے آپ کو کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔ المسلمون سداً صیغہ حضر کا فرمایا۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ لوگوں کو اذیت سے بچانا اس کو اسلام میں اس قدر دخل ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کا حصر اس میں کیا جاسکتا ہے۔ تو ترجمہ کا یہ کہنا کہ اسلام میں اعمال کا کوئی دخل نہیں نہ نفع میں نہ نقصان میں غلط ثابت ہوا۔ اگر پیشہ ہو کہ بعض کافر ایسے ہیں جو کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے جیسے جینی مذہب کے لوگ بلکہ ان میں سے بعض لوگ اپنے منہ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں۔ کسی جانور کو تکلیف دینا ان کا گوشت کھانا جائز نہیں سمجھتے اس لئے ذبح حیوانات ہندوؤں میں ممنوع ہے اگرچہ ان کی پرانی کتابیں اس کی شہادت نہیں دیتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ المسلمون سداً فرمایا ہے ہمیشہ کسی وصف کا موصوف کے لئے ذکر کرنا علیت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کسی مسلمان کو اس کے اسلام کی وجہ سے نہ ستایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں کے لئے یہ علامت بتلائی ہے۔ غیر مسلم میں یہ کمال نہ پایا جائے گا جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرے۔

والمهاجر من ہجر ما غنی عنہ شریعت میں مہاجر اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اپنے وطن دارالحرب کو چھوڑ کر دارالاسلام میں سکونت اختیار کی ہو۔ جبکہ دارالحرب میں فرائض کی ادائیگی مشکل ہو گئی ہو۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے فرمایا لا ہجرت الا بعد الفتح اس سے خاص وہ ہجرت مراد ہے۔ جو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ البتہ دارالحرب کے دیگر ممالک میں جبکہ فرائض کی ادائیگی آسان نہ ہو۔ اس جگہ سے ہجرت کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ جس جگہ جا رہے ہو۔ وہاں فرائض کی ادائیگی آسانی سے کر سکو۔ ہندوستان سے ہجرت کرنا مستحب ہے۔ غرضیکہ وطن سے ہجرت کرنا صرف یہی کافی نہیں بلکہ مہاجر کامل وہ ہے جو ما غنی اللہ کو بھی ترک کر دے جس نے وطن سے ہجرت کی مگر ما غنی اللہ کو نہیں چھوڑا وہ مہاجر کامل نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ ذکر فرماتے ہیں کہ اس باب میں بھی وہی تین باتیں جاری ہوں گی کہ اس حدیث سے ایمان کی ترکیب ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمان وہ ہو جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایمان کا جز ہے ترکیب ثابت ہوتی اور آپ کے والد صاحب کی توجیہ یہ ہے کہ ترکیب تو پہلے باب سے ثابت فرما چکے جہاں کس آیات آثار اور احادیث ذکر فرمائی تھیں

ابن امیر لایمان سے لے کر کتاب العلم تک ان امور کو ذکر فرما رہے ہیں۔ جو مومن کے اندر ہونی چاہئیں۔ گویا کہ ترغیب ہے۔ اور خود مولانا کے ہاں ابہام انحصار فی الخمس کو رفع کرنا ہے۔ یہ تینوں امور آخر تک چلیں گے۔

من لسانہ ویدۃ یہ حدیث ان احادیث خمسہ میں سے ہے۔ جس کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب فرمایا ہے۔ اس حدیث میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ اول یہ کہ من لسانہ کیوں نہیں فرمایا۔ دوسرے لسان کو یاد پر کیوں مقدم فرمایا۔ حالانکہ ہاتھ وغیرہ سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ زبان سے زائد سے زائد گالی ہی دے سکتا ہے۔ لیکن ہاتھ سے تو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اول سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کی علامت ہے کہ من لسانہ فرمایا من کلامہ نہیں فرمایا۔ کیونکہ اگر من کلامہ فرماتے تو زبان سے جو اور ایذائیں بغیر کلام کئے پہنچتی ہیں وہ شامل نہ ہوتیں مثلاً کسی کو زبان سے چڑاتا چونکہ لسان اعم ہے نسبتہ کلام کے اس لئے لسان کا ذکر فرمایا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ زبان کا زخم زیادہ دیر تک باقی رہتا ہے۔ جراحات

انسان لھا التیام ۱۶

دوسرا جواب یہ ہے کہ لوگ زبان کی ایذاؤں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ چنانچہ جب کوئی آدمی کسی کے کچھ کہنے سننے پر ناراض ہوتا ہے۔ تو کہنے والا یہی کہتا ہے کہ کیا میں نے تجھے مارا تھا صرف ایک بات ہی تو کہی تھی۔ تو اس کے اہتمام کے لئے لسان کو مقدم فرمایا کہ یہ معمولی چیز نہیں ہے۔

والمہاجر من ہجر الخ یوں فرماتے ہیں کہ ہجرت ایک تو یہ ہے کہ اپنے گھر بار کو ایمان کے لئے چھوڑ دے لیکن حقیقی مہاجر وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفیات کو چھوڑ دے۔ شرح نے اس حدیث کی دو غرضیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ تنبیہ اور تنبیہ کرنا ہے۔ مہاجرین کو کہ صرف ان کا ہجرت کر لینا کافی نہیں۔ بلکہ ہجرت کے بعد آدمی گناہوں سے بچے تب اس کی ہجرت کا فائدہ مرتب ہوگا۔ ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ دوسری غرض یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان لوگوں کو تسلی دینا مقصود ہے جو کسی وجہ سے ہجرت وطن نہیں کر سکے۔ کہ تم لوگ اگرچہ اس کے ثواب سے محروم ہو لیکن اصل ہجرت یہ نہیں بلکہ اصل ہجرت یہ ہے کہ آدمی گناہ اور ہر قسم کے صفیات کو ترک کر دے۔ اور یہ تم لوگ اب بھی کر سکتے ہو یہ اعلیٰ درجہ ہے کہ داد ثواب کماؤ۔

باب ، اٰیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

حدثنا سعید ۱۶ عَنْ اَبِي مُوسٰی قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ
قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ تَسَانُفِهِ وَكَيْدِهِ ۝

ترجمہ حدیث نمبر ۱۱:- حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ صحابہ کرام نے آنحضرت معلّم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ کے رسول کون سا اسلام افضل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے مسلمان محفوظ ہوں۔

تشریح:- یہ روایت کلام سابق کی توضیح ہے کہ حصر باعتبار حقیقت کے نہیں بلکہ باعتبار کمال کے ہے۔ لفظ آی کا مضاف الیہ وہ چیز واقع ہوتی ہے جس میں تعدد ہو۔ لیکن اسلام ایک حقیقت منقسمہ ہے تو ای کا مضاف الیہ کیسے بنے گا تو کہا جائے گا کہ اس عبارت میں حذف مضاف ہے یعنی ای خصال اسلام یا ای اجزاء اسلام افضل ہے۔ پھر اشکال ہے کہ سوال صفات سے ہو رہا ہے۔ اور جواب ذات سے دیا جا رہا ہے۔ تو کہا جائے گا اس جگہ بھی حذف مضاف ہے ای اسلام من سلحا المسلمون کی تعذیر ہوگی۔ (شیخ مدنی)

شیخ زکریا نے فرمایا اگر شبہ ہو کہ امام بخاری نے کتاب تو مستند فرمائی ایمان کی لیکن انہوں نے اس میں ایمان، اسلام اور دین تینوں کو ذکر فرمادیا اس کا جواب یہ ہے کہ مہنوم لغوی۔ ان تینوں کا جو چاہے ہو۔ چونکہ ہر ایک کے اندر تلازم ہے اس لئے سب کو جمع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان دہی معتبر ہے جو اسلام کے ساتھ ہو۔ کیونکہ ایمان نام ہے ایقان اور اذعان کا۔ اس طرح اسلام دہی معتبر ہے۔ جو ایمان کے ساتھ ہو کیونکہ اگر اسلام بغیر ایمان کے ہو گا تو وہ اسلام نہیں بلکہ نفاق ہو گا اور کفر ہو گا۔ اسلام کہتے ہیں۔ گردن نہادن کو۔ اس طرح دین کے معنی طریقہ کے ہیں۔ اور طریقہ دہی معتبر ہے جو ایمان اور اسلام کے ساتھ ہو۔ اسی طرح ان تینوں میں تلازم ثابت ہو گیا۔

باب اطعام الطعام من الاسلام

حدیث نمبر ۱۲ احداثا عَصْرُوْنِ خَالِدٍ الْخَمْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تَطْعُمُهَا طَعَامًا وَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ عَلَى مَكٍّ عَرَفْتَ وَمَنْ لَوْ تَعْرِفَ -

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص راوی ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کون سا بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ تو کھانا کھلائے اور ہر اس شخص پر سلام پڑھے جس کو تو پہچانتے یا نہ پہچانتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس حدیث سے مرجہ کار دو ہو گیا مگر تَطْعَمًا لَطْعَام فرمایا گیا تو کلا الطعام اس لئے نہیں فرمایا گیا تاکہ شمیم ہو جائے خواہ کھانا ہو۔ یا شرب ہو، یا ذواق ہو یا ضیافت ہو۔ سب پر طعام کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ علی من عرفتم الخ اس میں مسلمان کی تخصیص کی جائے گی۔ کفار پر سلام نہ کرنا ہو گا۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ تم کسی کو جلتے ہو یا نہ ہر مسلمان کو سلام کرو۔ غیر مسلم پر بغیر ضرورت کے سلام نہ کرنا چاہیے۔ آجکل یہ حکم ہم سے متروک ہو گیا خصوصاً اپنے گھر میں۔

شیخ زکریاؒ نے ارشاد فرمایا کہ اطعام کے اندر صرف مسلم کی قید نہیں بلکہ کافر کیا جانوروں تک کے کھلانے کا اجر و ثواب ہے البتہ مسلمان کو کھلانے کا ثواب اور ان کے کھلانے سے زیادہ ہو گا اور تَطْعَمًا لَطْعَام کا حکم اہتمام کے لئے اس کو ذکر کیا گیا کیونکہ گزر ظلی سخن دریں است۔

وَقَفَرُوا السَّلام الخ یعنی اسلامی سلام وہ ہے جو تعلقات کی بنا پر نہ ہو۔ بلکہ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کو سلام کیا جاتے۔ یہاں آنحضرت صلم نے تسلیم السلام نہیں فرمایا دہر یہ ہے کہ لفظ تَقَرُّوْا عام ہے جو کتابت کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ اگر آدمی خط میں کسی کو سلام لکھے تو وہ بھی قرأت میں داخل ہے لفظ تسلیم کی صورت میں یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

باب، مِنْ الْوَيَاكِ أَنْ يُجِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُجِبُّ لِنَفْسِهِ -

حدیث نمبر ۱۳۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ مَنْ أَحَدٌ كُفِّرَ حَتَّى يُجِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُجِبُّ لِنَفْسِهِ

ترجمہ :- حضرت انسؓ آنحضرت صلم سے راوی ہیں کہ آنحضرت نبی اکرم صلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

تشریح :- از شیخ مدنیؒ؛ اس جگہ ایمان کامل کی نفی ہے۔ یہاں پر ایک شبہ طبعی ہے کہ انسان اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے تو کیا دوسرے کے لئے بھی اسے پسند کریں اور نقلی طور پر بھی اعتراض ہو تا ہے کہ حضرت سلمان علیہ السلام نے فرمایا رُبَّ هَبٍّ لِيْ مِثْلُ مَا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي طرَح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مخصوص دعا فرمائی۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ امامت بھی مخصوص ہے اور اس طرح آنحضرت صلم کے لئے بعد ازان دعا مخصوص ہے وَاجْعَلْهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی محبت کے

مراد نہیں بلکہ مجازی معنی ہیں۔ عیب لادھیہ کنا یہ ہے۔ حسد اور غیبت سے کسی پر حسد کی وجہ سے زوالِ نعمت کی کوشش نہ کرے اور ان ادعیہ مخصوصہ میں کسی قسم کا حسد نہیں ہے دوسری توجیہ یہ ہے ماحکو مخصوص منہ البعض ہے یعنی معایمکن ذیہ الاشتراک اور بیرو میں اشتراک جائز نہیں۔

از شیخ زکریا اس باب میں جو حدیث امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے۔ عیب لادھیہ الخ یہ ان پانچ احادیث میں سے ہے جس کو امام ابو حنیفہؒ نے انتخاب فرمایا ہے اور یہی روایت ان چار میں سے ہے جس کو امام ابو داؤدؒ نے انتخاب فرمایا ہے۔ اور بھائی ہے بھی یہی بات کہ کمال ایمان اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ جتنے فادات دنیا میں پورے ہیں۔ اگر صرف اسی حدیث پر عمل کر لیا جائے تو سب کی جڑ کاٹ جاتی ہے۔ اس لئے جب کوئی شخص کسی کے ساتھ جو کوئی معاملہ بھی کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ لے کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو کیا اس چیز کو پسند کر لیتا جو میں اس کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں اگر صرف یہی سوچ لے تو سارا فساد ہی نیست و نابود ہو جائے۔ اور مخصوص دعاؤں کے بارے میں حضرت شیخ زکریا کا جواب یہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دعا کرنا جواز کی دلیل ہے یا اہتمام کے حصہ سے ہے۔ یا وہ دعا امور طبعیہ کے قبیل سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد امیر کے بارے میں ہے جسے کوئی پسند نہیں کرتا۔

باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان

حدیث نمبر ۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَاتٍ الْخَمَثِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا لَذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ تشریح از شیخ مدنی:۔ محبت بھی ایک فعل ہے تو قول کے علاوہ ایک اور چیز ایمان میں داخل ہوئی۔ اور محبت زائد و ناقص ہوتی رہتی ہے۔ لہذا ایمان بھی زائد و ناقص ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۵۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الْخَمَثِيُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِلِ جَمْعُ عَيْنٍ۔

ترجمہ، حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی: اَلنَّاسُ اَجْمَعِينَ میں انسان کا اپنا نفس بھی داخل ہے تو اس حدیث سے پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد بیٹے حتیٰ کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہونے چاہتے ہیں۔ حالانکہ ایمان میں محبت نفس داخل نہیں۔ تو لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ اِلَّا كَيْسَ مِجِجٍ ہو گا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ محبت کے معنی میلانِ قلب کے ہیں۔ جو اختیاری چیز نہیں ہے۔ بسا اوقات انسان محبت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مگر وہ پیدا نہیں ہوتی۔ اور بسا اوقات اسے دفع کرنا چاہتا ہے لیکن وہ دفع نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں اپنا نام دناہوس بھی مٹ جاتا ہے۔

يَا مَعْشَرَ الْمُعْشَاةِ يَا لِلّٰهِ خَيْرٌ وَّا : اِذَا حَلَّ عِشْقٌ بِاِلْفَتٰى كَيْفَ يَصْنَعُ
يَدِ اَوْى هَوَاكَ ثَعَّ يَكْجُحُو سِرُّكَ : يَنْشَعُ رُفِى مَحَلِّ الْاُمُورِ وَيَخْضَعُ
یعنی اے گروہ عاشقانِ خدا کے لئے مجھے بتاؤ کہ جب کسی نوجوان کو عشق لگ جائے تو وہ کیا کرے
اپنی محبت کا علاج کرے اور پھر اس کا راز چھپائے۔ تمام امور میں جھک جائے اور عاجزی اختیار کرے
غالب کہتا ہے ۔

عشق پہ زور نہیں یہ وہ آتش ہے کہ غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

تو محبت فعل اضطراری ہوا۔ انسان کو اس کا مکلف کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ اور محبت بھی اتنے درجہ کے یہ تو اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر فرمایا۔
کے اَنْتَ اَحِبُّ اِلَىَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِی کہ آپ تمام چیزوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں مگر میری
نفس سے نہیں جس پر آپ نے فرمایا کہ ابھی ایمان مکمل نہیں ہوا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا ومن نَفْسِی
یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اَلَا تَیَا عَمْرُؤُا کہ آپ کا ایمان مکمل ہوا۔ امر اول کا جواب یہ ہے
کہ لَا یُؤْمِنُ بِنَفْسِی کَمَالِی کی مراد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ محبت عقلی مراد ہے طبعی مراد نہیں جو غلیظ اختیار
ہے کہ مایہ نفع سے محبت کرنا اور مایہ ضرر سے بچنا گویا کہ اس میں نافع اور ضار کا اعتبار ہے۔ اور محبت

طبی کبھی اس کے معارض ہوتی ہے۔ اور کبھی اس کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔ محبت عقلی اختیار ہی ہے جو کہ علم بالشیئی پر موقوف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنا یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کا اتباع کرنا سب سے بالاتر ہوگا۔ غرضیکہ آپ کی اطاعت والدہ۔ ناس اور نرس کی اطاعت سے بالاتر ہوگی۔ اسی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے المقوم کجمل انصہ حیث قید انقاد و حیث اُنصیح اُتخا الحدیث۔ ترجمہ، مومن کی مثال نکیل دارا ونٹ کی طرح ہے کہ جہاں اسے کھینچا جائے کھینچا جائے جہاں بٹھایا جائے وہاں بیٹھا جائے۔ یہی شان مومن کی ہونی چاہیے کہ جہاں اللہ کا رسول کھینچے کھینچا جائے۔ کیونکہ رسول باری تعالیٰ کے سفیر ہیں۔ اور باری تعالیٰ کا ارشاد ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے اللہ کے رسول کا کہنا مانا اس نے اللہ کا کہنا مانا۔

الفرض اگر محبت کو محبت عقلی پر محمول کیا جائے تو دو نو شبہ دور ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے محبت عقلی کو لیا اور محبت طبعی کو ترک کرتے ہوئے اپنی بیوی کو باپ کے کہنے پر طلاق دے دی۔ اس طرح آپ کا ارشاد سب سے بالاتر ہوگا۔ اس کو محبت ایمانی بھی کہتے ہیں فرق اتنا ہے کہ محبت عقلی میں نافع سے محبت اور ضار سے اجتناب ہوتا ہے۔ لیکن محبت نبوی بھی نافع محض ہے۔ کیونکہ اسی میں نفع ہوگا۔ غیر کی محبت میں شائبہ ضرر کا ضرور ہوگا۔

حدیث شریف میں والدہ کا ذکر کیا گیا۔ کیونکہ کبھی بڑوں سے محبت ان کی عظمت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور چھوٹوں سے اجزاء ہونے کی وجہ سے ناس سے تعلقات کی بنا پر محبت ہوتی ہے۔ اور محبت ایمانی۔ ایمان کا تقاضا ہوتا ہے۔ اس میں نفع اور نقصان کے اعتبار سے محبت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں عظمت، جزیت اور تعلقات کا بالکل اعتبار نہیں ہوتا۔ اور یہی ایمان بالرسول کے معنی ہیں۔ تو اب لایو من اپنے حقیقی معنی پر ہوگا۔ اور بعض نے کہا مجازی معنی مراد ہیں۔ کہ لفظ بولا اور اس کا اثر مراد لیا تو احب یعنی اطوع ہوگا۔ جیسے باری تعالیٰ کے لئے غضب اور حیا وغیرہ کا اثر اور نتیجہ مراد لیا جاتا ہے۔ تو ایسے یہاں اکثر طوائف کے معنی ہوں گے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ محبت سے محبت طبعی مراد ہے۔ لیکن لایو من میں منفی کمال کی لی جائے۔ اب اس کی تکلیف نہیں کہ اس کے بغیر نجات نہ ہوگی۔ بلکہ اس سے کمال پیدا ہوگا۔ یہ بعینہ پہلا جواب ہے۔ چوتھی توجیہ یہ ہے کہ محبت سے محبت طبعی مراد ہو۔ اور نفس ایمان کا تحقق مراد لیا جائے محبت

طبعی کے واسطے علم محبوب شرط ہے۔ بغیر ادراک کے محبوب ہو نہیں سکتا۔ آپ نے محبت طبعی زیادہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ آپ کو دیکھنے کی یا حواس خمسہ میں سے کسی کے ذریعہ سے ادراک کی نوبت آئے۔ دنیا میں اسباب محبت چار سے زائد نہیں۔ جمال۔ کمال۔ قرابت اور احسان محبوب مجازی عموماً جمال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بد صورت عورت سے محبت نہیں ہوتی۔ لیکن شمع کے جمال پر پردانہ عاشق ہے۔ گل پر بلبل عاشق ہے۔

میں نے پوچھا ہے صنم وہ کیا ہوا حسن و جمال
بولے گھبرا کر کہ وہ شانِ خدا متقی میں نہ تھا

اور کمال کی وجہ سے بھی محبت ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کسب کمال کن کہ عزیزے جہاں شوی اور قرابت یعنی وہ شئی تمہاری جز ہو یا تم اسی کے جز ہو۔ یا دونو کسی اور چیز کا جز ہو۔ باپ، بیٹا، بھائی اس کے مصداق ہیں ان سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اور احسان کے متعلق تو مشہور ہے انسان عبید الامان انسان احسان کا بندہ ہے۔ الغرض ان چار کے علاوہ اور کوئی سبب محبت نہیں پایا جاتا۔ بنا بریں آنحضرت صلعم میں ایک نہیں چاروں اسباب محبت موجود ہیں۔ آپ میں جمال ظاہری و باطنی جہانی و روحانی دونو پائے جاتے ہیں چنانچہ کعبہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کو خوشی ہوتی تو اس سے آپ کا چہرہ ایسے دکھتا تھا۔ جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ حضرت برابر بن عازب فرماتے ہیں۔ یقول فاعنتہ ما رأیت مثله قبلہ ولا بعدہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رات کے اندھیرے میں آپ کے چہرہ انور کی روشنی میں سوتی میں تا کہ ڈالتی تھیں۔ حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے۔

خُلِقْتَ مُبَيَّنًّ أَمِنْ كُلِّ عَيْبٍ ۖ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

کہ آپ ہر عیب سے بری پیدا کئے گئے ہیں گویا جیسا آپ نے چاہا اسی طرح پیدا کئے گئے۔ اس پر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کا اس قدر حسن و جمال بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر تو عورتوں نے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ لیکن آپ کے بارے میں ایسا منقول نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ اس شخص کو باری تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر کے اس کی اس طرح حفاظت کی کہ بشری پردہ ڈال دیا چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ایک مدحیہ قصیدہ ہے جس کے اشعار میں یہ ہے کہ

رہا جمال یہ ترے حجاب بشریت ۖ نہ جانا تجھ کو کسی نے بجز خدا زخار

پہنچ سکے تیرے جلوے کو حسن یوسف کب : وہ دلبر باز لیجا تو شہر ستار
 تو معلوم ہوا کہ آپ کے جمال جسمانی میں بھی آپ کا کوئی نظیر نہیں۔ اور حکماء یونان کہتے ہیں کہ
 اعتدال حقیقی پر سوائے آپ کے کوئی نہیں پایا گیا۔ افلاطون کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اعتدال کے قریب تھا۔
 اور حکماء اسلام کہتے ہیں کہ آنحضرت معلوم میں اعتدال حقیقی پایا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ عشق کا تقاضا رہا ہے
 کہ وہ محبوب پر رغبت کھائے۔ اس لئے اس میں شرکت کو پسند نہیں کیا جاتا۔ تو باری تعالیٰ بطریق اولیٰ اپنے
 محبوب میں شرکت کو گوارا نہیں کریں گے۔ اس لئے بشری لباس ڈال دیا۔ یہی روکنے کا ذریعہ تھا، چنانچہ
 عورتوں کے متعلق فرمایا گیا کہ پہلے تو وہ گھر سے باہر نہ نکلیں اگر نکلیں وَهْتَ تَفْلَاتٍ مِی میلے نکلیے
 کپڑوں میں نکلیں۔ تاکہ جمال ظاہر نہ ہو۔ تاکہ کوئی عاشق نہ ہونے پائے۔ قصائد قاسمی میں اس کے متعلق شہاد
 میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ اور آسمان اور زمین کی فضیلت کا فیصلہ بھی کیا ہے ۔

فلک پہ میٹھی دادریس ہیں تو خیر سہی

زمین پہ جلوہ منور ہے احمد مختار

دوسرا وصف کمال ہے۔ اس میں بھی آپ کا سب مخلوق پر فائق ہوتا بدیہی امر ہے۔ بعض وہ کمالات
 ہیں جن کو دشمن بہت تسلیم کرتے تھے۔ وہ کمالات ظاہر یہ ہیں۔ چنانچہ صفا پہاڑی پسب قبائل عرب کو جمع کر کے
 جب آنحضرت معلوم نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑی کے اس طرف دشمن ہے جو تم پر حملہ آور ہونے
 والا ہے تو کیا مجھے سچا سمجھو گے سب نے بیک آواز کہا مَا حَتَّ بِنَاكَ كَذِبًا قَطَّ صفوان بن عیینہ اور
 ابوسفیان وغیرہ سب نے اس کا اقرار کیا۔ کیونکہ ان کا سا لہا سال کا تجربہ تھا۔ اور امانت داری میں
 کمال کی شہادت حضرت خدیجہ الکبریٰ نے دی۔ اور بعض وہ کمالات ہیں جو ہندو جی معلوم ہوئے۔ آنا
 سید ولد آدم و لا غنی میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں جس پر مجھے فخر نہیں یہ محض اللہ کی دین ہے
 تنہا یہ کمالات متقاضی ہیں کہ آپ سے محبت کی جائے۔

تیسری چیز احسان ہے جواب دنیا پر ظاہر ہے۔ کیا یہ معمولی احسان ہے کہ جس ریگستان میں تمدن تہذیب
 بادشاہت ہم کی چیز نہ تھی۔ آپ نے تیس سال تبلیغ کے صحرا اور دوں کو سلطنتوں کا مالک بنا دیا۔ اور درخ
 سے نجات دلائی۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا اور سب امتوں سے زیادہ تعداد میں جنت کے اندر
 داخل ہونا وغیرہ وغیرہ یہ آپ کے احسانات دنیاوی اور اخروی سب بڑے ہوئے ہیں۔ ان کے مقابل

میں کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔ جب معمولی احسان پر ہم غلام بن جاتے ہیں۔ تو آپ کے ان عظیم الشان احسانات کی صورت میں آپ سے بھرپور محبت کیوں نہ ہوگی۔

چوتھا سبب محبت قربت ہے۔ جو قرب سے ماخوذ ہے۔ آپ سے قرب روحی اور ماں باپ سے قرب جسمانی ہے۔ روح اعلیٰ جسم اسفل ہے۔ قرآن مجید میں ہے النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وہ نبی مؤمنوں کی جانوں سے ان کے زیادہ قریب ہیں۔ مؤمن کو ایمان پیغمبر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ معلول کو اپنی علت اور وسائل سے جس قدر قرب ہوتا ہے اس قدر اپنے نفس سے قرب نہیں ہوتا۔ پھر صوفیاء کرام تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ وجود کا طوق ذریعہ اور واسطہ بھی ذات محمدی ہے۔ جیسے شمس کے نور سے قمر نور کا استفادہ کرتا ہے۔ پھر اس قمر سے باقی اشیاء نور حاصل کرتی ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باری تعالیٰ سے نور کا اکتساب کیا اور واسطہ فی العروض کے طور پر جمیع عالم کا وجود ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اول ما خلق اللہ نوری و کنت نبیاً و آدم بیت الما و ایلین تو اس سے زیادہ قرب اور کیا ہوگا۔ تو پتہ چلا کہ آپ ہمارے روحانی باپ ہیں۔ اور ازواج مطہرات ہماری روحانی امہات ہیں۔ تو جب آپ روحانی باپ ہوئے۔ تو آپ سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ دنیاوی محبت میں جب ان چاروں میں سے ایک بھی سبب بن جاتا ہے تو جہاں چاروں اسباب پائے جاتے وہاں محبت انتہائی درجہ کی ہونی چاہیئے۔ اگرچہ باری تعالیٰ میں بھی یہ کمالات، جمالیات اور احسانات پائے ہیں مگر وہ ذاتی اور ازلی ہیں۔ آپ میں یہ اسباب عارضی اور حدیثی ہیں۔ اس لئے آپ کا مرتبہ تمام عالم سے بڑھا ہوا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان اسباب محبت کے باوجود وہ فریفتگی اور جذب کیوں نہیں جو مجازی عشاق میں پایا جاتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ علم بالمحبوب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ علم بالنبی اختیاری ہے جس کی ہمیں تکلیف دی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اس پر شاہد ہے۔

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

طبیعت ہر بشر کی کچھ نہ کچھ بل کھا ہی جاتی ہے

حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ یہاں جو محبت مطلوب ہے وہ طبعی ہی ہے۔ لیکن یہ جو شہہ ہو تلے کہ بسا اوقات اولاد کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زائد معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواقع بہت کم پیش آتے ہیں بخلاف اولاد اقارب کے۔

چنانچہ اگر دونوں میں تصادم ہو جائے۔ تو آپ کی محبت راجح ہوگی۔ مثلاً کسی کی بیوی نمود باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہے۔ تو وہ ہرگز برداشت نہیں کرے گا بلکہ گلاتمک گھونٹ دے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا لڑکا قرآن پاک پر پیر رکھ دے تو دوسری سے ڈانٹتا ہوا دوڑے گا۔ اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو وہ مسلمان ہی نہیں۔ اس باب کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس باب کو دوسرے ابواب پر مقدم ہونا چاہیے تھا مگر چونکہ حقوق العباد مقدم ہیں اور حضرت کو دفع کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے اس لئے دوسرے ابواب کو مقدم کیا گیا۔

والد کو ولد سے پہلے اس لئے ذکر کیا گیا کہ جس طرح اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے۔ اسی طرح کبھی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہوتی ہے یہاں پر ادنیٰ سے ترقی ہے جو والد کی محبت ہے اعلیٰ کی طرف جو ولد کی محبت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ والد کے احترام کی وجہ سے اسے مقدم فرمایا گیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ محبت فطری اور طبعی ہوتی ہے۔ یہاں محبت تعظیمی اور اعتقادی مراد ہے۔ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ روایات میں حضور کی محبت کو والد اور ولد سے مقدم رکھا گیا۔ لیکن اپنے نفس سے محبت کے تقدم اور عدم تقدم کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کا ایک جواب علما نے یہ دیا ہے کہ بعض روایات میں من تفسر کا لفظ موجود ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ذکر باعتبار ظہور کے ہے اور اپنے نفس سے محبت کا ظہور نہیں ہوا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لڑکے کی محبت اپنی ذات سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ والنا من اجمعین دوسری روایت کو اس جملہ کی وجہ سے ذکر فرمایا ہے۔ اور اسی کے عموم میں نفس اجل بھی داخل ہو گیا۔

باب حلاوة الایمان

حدیث نمبر ۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةً إِيْمَانٍ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ يُعَوِّدَ فِي الْكُفْرِ مَا يُحِبُّ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ (المحدث)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں گی وہ ایمان کا میٹھاس پائے گا۔ پہلی تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس شخص ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔ اور یہ آدمی جس شخص سے محبت کرے تو وہ محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ تیسری یہ کہ کفر میں داپس جانا اس طرح ناپسند ہو جیسے آگ میں پھینکا جانا

ناپسند ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ: حلاوت ایک وصف ہے جو نفس شنی سے زائد ہوتی ہے۔ یہاں پر عام تشریح کے نزدیک حلاوت معنویہ مراد ہے۔ لیکن حقیقہ اور ظاہر بھی ہو سکتی ہے۔ قبل ازیں ایمان کے اندر زیادتی اور نقصان کو بتلایا تھا۔ اب اس کے کمالات میں زیادتی اور نقصان کو ثابت فرماتے ہیں۔

ان یحب المسامح لا یحبہ اللہ حضرت شیخ زکریا فرماتے ہیں یہ معیار محبت اس لئے ہے کہ اگر کسی نے دنیا کے واسطے محبت کرنا ہو تو جب یہ معلوم ہو گا کہ یہ تو بڑا بخیل ہے۔ تو پھر اس سے نفرت ہو جائے گی۔ اور اگر شہوت کی وجہ سے کسی سے محبت کر لے اور وہ منہ پھیر لے تو دو تین مرتبہ کے بعد یہ بھی کہہ اٹھے گا کہ مار کم بخت کو لیکن اگر اللہ کے لئے محبت کرتا ہے تو اگر چہ وہ اس کو کچھ نہ دے اور پٹائی کرے پھر بھی وہ اس کے ساتھ محبت کرے گا۔ اس لئے کہ وہ ذات جس کے لئے یہ محبت کرتا ہے وہ تو اسی طرح باقی ہے۔

ان یکوہ ان یعود فی الکفر یہ بات اس وقت ہوگی جب کہ ایمان دل کی جڑ میں پیوست ہو جائے اور یہ ایمان کے اندر بخلگی لا الہ الا اللہ کی کثرت سے ہوتی ہے۔ اور اس میں ذکر بالجہ ضروری نہیں بلکہ زبان سے آہستہ آہستہ بھی کافی ہے۔

حضرت شیخ مدنی فرماتے ہیں کہ ان یکوہ ان یعود الم عہد نبوی کے تو مناسب ہے مگر آج کل ہم تو ماں کے پیٹ سے ہی مسلمان پیدا ہوئے ہیں تو پھر ہم میں عود فی الکفر کیسے ہوگا۔ تو بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ علامت آپ کے عہد کے ساتھ مختص ہے۔ اور بعض نے کہا کہ عود فی الکفر سے مجازی معنی ان یکوہ کے ہیں۔ بہر حال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص میں یہ تینوں چیزیں ہوں گی۔ اس کو زیادہ حلاوت حاصل ہوگی۔ اور جس میں کم ہوں گی اس قدر حلاوت بھی کم ہوگی۔ تو جب کمالات میں بھی زیادتی و نقص پایا جاتا ہے تو مرحہ کا انکار کیسے صحیح ہوگا۔

باب علامۃ الایمان حب الانصار

حدیث نمبر ۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْمِصْمَعِيُّ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْإِيمَانِ مَحَبَّةُ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْتَفَاقُ يُعْضُ الْأَنْصَارِ (راحدیث)
ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی

نے فرمایا کہ ایمان کی نشانی انصار سے محبت کرنا ہے۔ اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض رکھنا ہے۔
 تشریح از شیخ زکریا۔ انصار سے محبت کرنا جزا ایمان تو نہیں ہے۔ لیکن چونکہ امام بخاریؒ نے ایمان کے ابواب ذکر فرمایا ہے ہیں۔ تو ایمان کے بعض مناسب امور کا بھی ذکر فرمایا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی محبت کی تحریص فرمائی ہے کیونکہ انہوں نے دین کی مدد کی لہذا ظاہر ہے کہ اگر کوئی ان سے محبت کرتا ہے۔ تو اسی وجہ سے کہ انہوں نے دین کی مدد کی ہے۔ آپ کی اعانت فرمائی ہے۔ تو حقیقتاً یہ دین سے محبت ہوگی۔ اس لئے اس کو ایمان کی علامت فرمایا گیا۔ اب اسی طرح اگر کوئی حضرات انصار سے عداوت رکھتا ہے تو اس کے بھی دل میں ایمان نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی دشمنی اس نصرت اور مدد کی بنا پر ہو گی۔ اسی لئے انصار سے عداوت اور بغض کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔

حضرت شیخ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ انصار مدینہ آپ کے سچے عاشق ہیں۔ مہاجرین نے تو مجبور ہو کر کفار کے جبر سے گھر بار چھوڑا اگرچہ یہ بھی عشق ہے مگر انصار بخوشی آپ پر ایمان لائے۔ اور بیعت عقبہ کے تمام دنیا کی دشمنی مولیٰ مسلمانان مکہ کو بلوایا اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ٹھکانا دیا۔ حالانکہ سارا عالم آپ کا دشمن ہو چکا تھا۔ بلکہ آپ کے متعلق یہ اعلان ہوا تھا کہ جو آپ کو بچو کر ہمارے حوالے کرے گا اسے چالیس اونٹ دیں گے۔ اور ٹھکانا دینے والوں کو کفار نے دھمکی بھی دی تھی۔ ان تمام مواقع کے باوجود انصار آپ کی تشریف آوری پر عید مناتے ہیں۔ اور بدر و احد میں مہاجرین کی نسبت ان کے افراد زیادہ شہید ہوئے ہیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ انصار کی فدائیت اور مہاجرین سے ان کی ہمدردی اور موافقات کی بے اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔

یہ سب چیزیں عشق نبویؐ پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر آپ میں یہ جاذبیت نہ ہوتی۔ تو یہ فدائیت کیسے پائی جاتی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عشاق ایسے نہیں تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے تو کہہ دیا اذہب انت و ربک فقاتلانا ہنا قاعدون بہر مال جب کسی سے عشق ہوتا ہے تو اس کے چاہنے والوں سے بھی عشق ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو آنحضرتؐ صلعم سے محبت رکھے گا۔ وہ آپ کے ان فیما یوں سے بھی محبت رکھے گا۔ ورنہ محبت نہیں ہو سکتی۔ انصار میں ہر قسم کی فدائیت پائی جاتی تھی

چنانچہ آفریں فتح مکہ کے موقع پر جب سرداران قریش کو اونٹ دیئے گئے تو جو انان انصار نے اقرض کیا کہ تواریں ہم چلائیں اور مال یہ لوگ لے جائیں۔ اس پر آنحضرتؐ صلعم کا ارشاد ہوا۔ اے انصار تمہیں یہ پسند

ہیں ہے کہ لوگ تو مال و مویشی لے کر جاتیں۔ اور تم اللہ کے رسول کو لے کر گھر لوٹو۔ تو جعون بن رسول اللہ چنانچہ انصار نے کہا رضینا رضینا ہم راضی ہیں ہم راضی ہیں۔ ایسے جان نثاروں پر لوگ اعتراضات کر کے اپنے بغض باطن کا انہار کرتے ہیں جو من اَحِبُّهُمْ وَفَجَبِي اَجَبُّهُمْ وَمِنَ الْبُغْضِ هُوَ بَغْضُ الْغَضِ
ایسے لوگوں کو آپ سے محبت نہیں ہو سکتی بلکہ یہ نفاق ہے۔

باب، حدیث نمبر ۱۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَاتٍ الْهَمَزُ أَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَاتَ شَهْمَةَ بَدْرًا وَهُوَ أَحَدُ السُّنَمَاءِ وَكَيْلَةُ الْعُقَيْبَةِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايَعُونِي عَلَى أَنْ لَا تَشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَشْرُقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِمِثْمَاتٍ تَفْتَرُونَهَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَقْصُرُوا فِي مَعْرُوفٍ فَحَمَنَ وَفِيكُمْ فَاجِرٌ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارٌ لَهُ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا شَوْ سَتَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنَّ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبَايَعْنَاكَ عَلَى ذَلِكَ -

ترجمہ ۱۔ حضرت عبادہ بن الصامب جو ایک بدری صحابی ہیں۔ کہ بدر کی لڑائی میں حاضر ہوئے تھے۔ اور عقبہ والی رات اپنی قوم کے نمائندوں میں ایک نمائندہ تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ ارشاد فرمایا جبکہ آپ کے ارد گرد آپ کے صحابہ کی جماعت بیٹھی تھی کہ تم اس بات پر ہر ہاتھ پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ گے۔ نہ چوری کرو گے۔ نہ زنا کرو گے اور نہ ہی اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ ہی تم کسی پر کوئی ایسی تہمت لگاؤ گے جس کو تمہارے ہاتھ اور پاؤں نے ٹھریا ہو۔ اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں میری نافرمانی کرو گے۔ پس جس نے تم سے اس معاہدہ کو پورا کیا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور جس شخص نے ان گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی وجہ سے اسے دنیا میں منازل گنی تو یہ سزا اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گی اور اگر کسی نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کر دی تو پھر اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے۔ چلے اسے معاف کر دے چاہے اسے سزا دے تو ہم سب نے اس معاہدہ پر آپ سے بیعت کر لی۔

تشریح از شیخ زکریا یہ باب بلا ترجمہ ہے جس کی کئی وجوہات ذکر کی جاتی ہیں۔ مشہور وجہ یہ ہے کہ

حضرت امام بخاریؒ باب بلا ترجمہ وہاں لاتے ہیں جہاں اس باب کو باب سابق سے فی الجملہ مناسبت ہو۔ اور فی الجملہ تفارق ہو۔ چنانچہ اس باب بلا ترجمہ میں جو حدیث آرہی ہے اس کا من وجر پہلے باب سے تعلق یہ ہے کہ جیسے وہاں انصار کا ذکر ہے۔ ایسے اس حدیث میں بھی انصار کے کچھ حالات بیان کیے گئے لیکن فی الجملہ مناسبت نہیں کیونکہ پہلے باب میں حب انصار کا ذکر ہے۔ اس باب میں مطلق انصار کا ذکر ہے حب بغض کا نہیں۔ مولانا زکریا فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں انصار کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا تھا۔ باب بلا ترجمہ باندھ کر تہلا دیا کہ انصار سے محبت ایمان کی علامت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ابتداء اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی دین کی اشاعت کی۔ آپ کے ساتھ موافقت کی۔ اور قاعدہ ہے جو آدمی مصیبت کے وقت کام آئے۔ نسبت اور ول کے اس کو زیادہ خصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرات مہاجرین نے گو مدد کی مگر اجتماعی طور پر انصار ہی نے ابتدا کی تو باب سابق میں جو حب انصار کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ خود بخود معلوم ہوگئی۔

حضرت شیخ الہندؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کبھی کبھی باب بلا ترجمہ تشبیذ اذہان کے لئے لایا کرتے ہیں۔ تشبیذ اذہان کے معنی ہیں ذہنوں کو تیز کرنا۔ کہ امام بخاریؒ ناظر کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ روایت کو دیکھ کر کوئی ترجمہ خود اس کے مناسب منعقد کرے۔ کہ اتنے ابواب تو ہم نے بیان کئے تم بھی مناسب حال کوئی ترجمہ باندھو تو باب اجتناب الکبار علامۃ الایمان واجتناب المعاصی من الایمان ہو سکتا ہے اور دوسرا قاعدہ شیخ الہندؒ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ کبھی کبھی تکثیر تراجم کے پیش نظر باب بلا ترجمہ ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اگر خود ہی کوئی ترجمہ منعقد فرمادیتے تو وہی رہتا اب ناظر غور و فکر کر کے جو ترجمہ مناسب سمجھیں وہی ترجمہ وضع کریں گے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ نے ابواب سابقہ میں مرحلہ پر رد فرمایا ہے۔ لیکن اس باب سے مرحلہ اور خوارج دونو پر رد ہے۔ تو تمایز کے لئے باب بلا ترجمہ ذکر فرمایا۔ خوارج پر رد تو ان شائعہ عاصی سے کیا کہ وہ گناہگار کافر نہیں ہوتا بلکہ معافی ہو سکتی ہے۔ اور مرحلہ پر رد ان شائعہ عاصی سے فرمایا کہ اعمال نہ کرنے کی صورت میں عذاب دے سکتے ہیں۔

اور بعض شراح کی رائے یہ بھی ہے کہ گلبہ باب بلا ترجمہ اختلاف طرق کے واسطے بھی پیش فرماتے ہیں۔ اور گلبہ امام بخاریؒ باب بلا ترجمہ رجوع الی الاصل کے ذکر فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ ایک باب قائم کر کے اس کے بعد دوسرا باب اس کے مناسب ذکر فرمادیا۔ یا پھر کوئی روایت ایسی ذکر فرمائی جو باب

متصلہ کے مناسب نہیں ہے۔ لہذا باب بلا ترجمہ ذکر کر کے اشارہ فرماتے ہیں کہ اب ہم باب اول کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وکان شہد بدرا یہ بطور منقبت کے ذکر فرمایا چونکہ بدر میں حاضر ہونے والوں کے بڑے فضائل ہیں۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ لَعَلَّ اللّٰہُ لَا یُطْلِعُ عَلٰی اَہْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَہُمْ رَافِعُوْا اَمَّا شَرُّکُمْ فَحَقَّقْدُ غَفَرَ اَنْتُمْ لَکُمْ یعنی شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جہانکے فرما دیا ہو کہ تو اس قابل تو نہ تھا کہ تجھے چھوڑ دیا جلتے مگر ہم نے محض اپنے فضل سے تجھے بخش دیا تو اب کس کو دم مارنے کی مجال ہے۔ اس خصوصیت کی بنا پر کہیں کہیں کان شہد بدرا لکھ دیتے ہیں و ہواحد النقباء لیلۃ النبیۃ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت سے پہلے یہ دستور تھا کہ آپ قبائل پر اسلام پیش فرماتے تھے وہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کی بجائے الٹا ایذا میں پہنچاتے تھے۔ اور یہ بھی دستور تھا کہ ایام حج میں منیٰ اور عرفات میں جا کر لوگوں کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ نبوی میں انصار کے چھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمیں کوئی وقت رات کا کسی خاص مقام میں دیا جائے تاکہ ہم آپ سے کوئی بات کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھاٹی مقرر فرمادی۔ رات کو آپ اور وہ چھ آدمی حاضر ہوئے۔ ان میں ایک اسعد بن زرارہ بھی تھے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ صبح کو شوزمخ گیا کہ یہ لوگ صابی ہو گئے۔ مگر چونکہ چند آدمی تھے بات پھیل نہ سکی۔ انہوں نے اس کی شد و مد کے ساتھ تغلیط کر دی۔ اس کے بعد سلسلہ نبوی میں بارہ آدمی حاضر خدمت ہوئے۔ اور اسی گھاٹی میں اسی طرح بات چیت ہوئی اور یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے پھر سلسلہ نبوی میں ۴۰ آدمی حاضر ہوئے۔ اور اسی گھاٹی میں ایمان لائے اس لیلۃ العقباء لائلۃ میں جہاں اور باتیں ہوئیں وہاں یہ بات بھی ہوئی کہ ان حضرات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے ہاں مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ ہم لوگ آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ بس یہی ہجرت کا سبب اور آغاز ہوا اس مجلس میں حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب مدینہ لے جانے کی باتیں ہو رہی تھیں تو انہوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو نہیں مانتے جس کی وجہ سے آپ سب کی نظروں میں مقنوب ہیں۔ لہذا تم اس شرط پر لے جاؤ کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ بڑے عہود و مواثیق کے بعد یہ حضرات رخصت ہوئے نقباء جمع نقیب کی ہے۔ وہ شخص جو اپنی قوم کا سردار ہو۔ اور ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو اور کبھی اس کو عریف (چوہدری) کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ تو نقباء سے وہی لوگ مراد ہوتے ہیں

جو موسم حج میں پوشیدہ طوع پر اس گھاٹی میں اسلام لائے۔ اور لیلۃ العقبہ وہ رات کہلاتی ہے جس میں یہ سب لوگ جمع ہوئے تھے۔ اب حضرت عبادہ بن الصامتؓ کے متعلق مشہور تویہ ہے کہ وہ لیلۃ العقبہ الثانیہ کے نقیاً میں سے ہیں۔ لیکن بعض نے ان کو بیعت اولیٰ کے نقباء میں شمار کیا ہے۔ اس لئے محشی نے بین السطور الاولیٰ اور الثانیہ لکھ دیا۔ مگر مشہور یہی ہے کہ وہ بیعت ثانیہ کے نقباء میں سے ہیں اس تمام واقعہ سے جب انصار کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو آپؐ سے کتنی محبت تھی۔ جس کی بنا پر ان لوگوں نے آپؐ کو اپنے پاس بلایا۔ اس صحت میں اس حدیث پاک کو جب الانصار علامۃ الایمان سے خوب مناسبت ہو جائے گی۔ کہ جیسے یہ حضرات آنحضرتؐ سے محبت کرتے تھے ایسے ہی یہ خود بھی اس لائق ہیں کہ ان سے محبت کی جائے۔

بایعونی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت عقبہ معنی بیعت اسلام ہے۔ لیکن اس سے قبل جو جملہ وارد ہوا ہے بمعنی وحولہ عصایہ من الصحابہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں۔ کیونکہ اسی بیعت کے وقت صحابہ موجود نہ تھے۔ ایک دو تھے۔ لہذا حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔ بعض لوگ جاہل اعتراض کرتے ہیں کہ بیعت صوفیہ بدعت ہے۔ مگر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ خود آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت الاسلام بیعت الجہاد بیعت السلوک سب ثابت ہیں۔ یہاں وہ حضرات اس روایت پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ بیعت تو اسلام کی بیعت ہے۔ لیکن حضرت عبادہؓ کی روایت سے بیعت السلوک بھی ثابت ہے۔ کہ آپؐ نے دوبار فرمایا بایعونی جب کہ وہ بیعت اسلام کر چکے تھے۔ اور اس وقت کہیں جہاد پر جانے کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ تو پھر یہ بیعت السلوک کے سوا اور کیا تھی۔ لا تشرکوا باللہ شیئاً میں شخصاً اس لئے نہیں فرمایا کہ اس سے عموم مراد ہے

لا تأخون بھتان الخ بہتان یہ ہے کہ کسی آدمی پر وہ عیب لگایا جائے۔ جو اس میں نہ ہو۔ اس کے معنی میں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول یہ ہے کہ بین ایدیکو وار جکو سے مراد منہ در منہ اور آمنے سامنے ہے۔ مطلب یہ کہ کسی کو آمنے سامنے بہتان نہ باندھو کیونکہ اول تو بہتان فی نفسہ قبیح ہے۔ مگر کسی کے سامنے بول کہنا کہ تو رات کہاں گیا تھا۔ تو نے کیا کیا۔ یہ زیادہ قبیح ہے اس سے اس کو شرم آنے کی دوسرا مطلب یہ ہے کہ بین ایدیکو وار جکو سے فرج مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو فرج کا بہتان نہ لگاؤ۔ کیونکہ یہ بہت قبیح ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ بین ایدیکو وار جکو سے مراد قلب ہے۔ کیونکہ وہ سینے

کے درمیان بھی ہے اور یدین اور جلیں کے درمیان بھی چونکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کو نفی دلد کے سلسلہ میں بہتان مت باندھو۔ یعنی یہ مت کہو کہ وہ حرامی ہے۔ پانچواں مطلب یہ ہے کہ زنا کر کے اپنے شوہر پر بہتان مت باندھو کہ بد فعلی عرب میں عام تھی۔ اور کسی سے زنا کرا لیا۔ اور جو بچہ پیدا ہوتا اس کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرتی تھیں بس یہی بہتان ہے اور اسی سے منع کیا گیا ہے۔

وَلَا تَخْصُوا فِي مَعْرُوفٍ ! اگرچہ آنحضرت صلعم نے جتنے بھی اوامر فرمائیں وہ سب معروف ہیں مگر آپ نے اپنے کلام میں یہ قید تعلیم امت کے لئے لگائی ہے کہ لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق اللہ کا حکم و کفارۃ اللہ۔ اس سے ایک مسئلہ خلا فیہ مستنبط ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ ہیں وہ شخص عند اللہ ماخوذ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اسے توبہ کرنی پڑے گی حضرت حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہیں وہ صرف زواجر کے درجہ میں ہیں۔ مگر ذنب جو حق اللہ کے بارے میں تھا وہ باقی ہے اس کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ امام بخاریؒ بھی امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں۔ لیکن واضح ہے کہ حضرت اقدس گنگوہیؒ کا مشہور مقولہ ہے کہ حدیث کو جتنی سرسری نظر سے دیکھا جائے گا وہ اتنی ہی حضرت حنفیہ کے خلاف ہوگی۔ اور جتنا حدیث پاک میں تو غل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حنفیہ کے بالکل موافق ہے۔ نیز! احناف کے ہاں ایک قاعدہ ہے کہ پہلے قرآن پر نظر کی جائے۔ اور حدیث موافق بالقرآن ہو اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ کیونکہ اکثر احادیث روایت بالمعنی ہیں۔ اور الفاظ قرآن قطعی ہیں۔ مثلاً حدیث میں رفع اور عدم رفع دونوں وارد ہوتے ہیں۔ قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ قوموا للہ قانتین کے موافق عدم رفع ہے۔ ایسے ہی احادیث میں آئین بالجہر وبالسر دونوں وارد ہیں۔ لیکن آئین بالسر قوموا للہ قانتین کے زیادہ موافق ہے۔ ایسے بعض احادیث سے جلسہ استراحت کا ثبوت اور بعض سے عدم ثبوت کا پتہ چلتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت میں دو حرکتیں ہوتی ہیں۔ اور عدم جلسہ میں ایک حرکت ہوتی ہے۔ لہذا یہ بھی اس آیت کریمہ کے موافق ہوا اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جو اس قاعدہ مسئلہ پر مرتب ہوں گی۔ اس قسم کے اصول دوسرے ائمہ کے نزدیک بھی ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے مرجحات قویہ میں سے یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اہل مدینہ کے عمل کو دیکھتے ہیں۔ جو حدیث بھی عمل اہل مدینہ کے موافق ہوگی وہی ان کے نزدیک رائج ہوگی۔ موطا امام مالکؒ کے بخور مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگی۔ مکمل وجہ ہو موطیہا حضرت احنافؒ اذنی بالفاظ القرآن کو اس لئے رائج قرار دیتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے

اور اس کے الفاظ منقول من اللہ ہیں۔ لہذا جو حدیث اس کے موافق ہوگی وہ زیادہ اقرب الی الصواب ہوگی۔ کیونکہ چند احادیث ہی روایت باللفظ ہیں۔ جن میں سے ایک مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا يَبْتَوَعُ مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ ہے، ترجمہ، جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ باقی سب روایات بالمعنی ہیں اور حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اسلام مدینہ میں آیا اور یہیں رہا۔ لہذا جتنے اہل مدینہ واقف ہوں گے۔ اور کوئی واقف نہ ہوگا۔ اور شافعیہ کے یہاں اہم اصول میں اخذ بروایت الاول ہے اور خاندانی کی اصل اعظم اخذ بروایت الثانیہ ہے خواہ اختلاف بھی کیوں نہ ہو۔ جب یہ اصول معلوم ہو گئے تو اب حنفیہ کے نزدیک توبہ تو کفارہ بن سکتی ہے۔ محض حدود کفارہ نہیں بنیں گے۔ کیونکہ قرآن پاک پر جو نظر ڈالی جلتے تو یہ آیت سلتے آتی ہے کہ السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزا بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم اس آیت میں چونکہ سزا قطع ید ذکر فرمائی گئی ہے۔ وہ تو بیان ہو چکی آگے فرماتے ہیں، فمن تاب من بعد ظلمه واصبح فان الله يتوب عليه ان الله غفور رحيم تو ہمیں پوچھنا یہ ہے کہ جزا ختم ہو چکی اور حدود کفارات ہیں۔ اور کفارہ سید ہو چکا تو اب فمن تاب کیا مطلب ہے۔ اور اس فاقصیب کے لانے کی وجہ کیا ہے؟ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ حدود کفارہ نہیں ہیں بلکہ توبہ کی بھی ضرورت ہے اور یہ کہ حدود سا تراثم ہیں رافع اثم نہیں ہیں۔ ایسے ہی ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔ والذین یؤمنون بالمحسنت ثلوا بناتوا باریعة شمداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً واولئک هوالفاسقون الا الذین تابوا الالیہ توجب حد تذف انشی کوڑے مارے جا چکے اور حدود کفارات ذنوب ہیں تو پھر الا الذین تابوا کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ استثناء کسی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔ اور جو روایات میں فھو کفارۃ لہ وارد ہوا ہے اس کا مطلب وہ ہے۔ جو دوسری احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب کسی بندہ کو کوئی مصیبت پہنچی ہے۔ تو وہ اس کے لئے کفارہ بنتی ہے۔ حتیٰ اشوکتہ یشاکھا اس طرح اس کو یہاں تکلیف پہنچی ہے کہ اس نے حد کی مشقت اور مصیبت برداشت کی تو اس پر اس کو جو اجر ملے گا۔ اس کو کفارہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی کفارہ لہ کی مراد ہے۔ اور احناف کا تیسرا مسئلہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تغدوا علیہم الایۃ جس سے معلوم ہوا کہ حدود کفارات نہیں ہیں بلکہ زواجر ہیں کہ جن کی وجہ سے لوگ جراثم سے

باز آجائیں گے مگر ذنب کے سقوط کے لئے تو یہ ضروری ہے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں تو اور بات ہے۔ حضرت شیخ مدنی فرماتے ہیں کہ اس جگہ بعض احناف نے کہا کہ آپ نے فرمایا لا ادری الحدود کفارة ام لا مگر یہ روایت ضعیف ہے اگر مجمع بھی ہو۔ تو کہا جائے گا کہ یہ روایت پہلے کی ہے بعد کو جب علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا فهو کفارة لہ اور یہ روایت صحیحہ ہے۔ بہر حال امام صاحب کا استدلال اس روایت سے نہیں ہے۔ بلکہ ان کا استدلال ان قرآنی آیات سے ہے جو گزر چکی ہیں۔ اور اس روایت سے جو کنارہ معلوم ہوتا ہے۔ تو چونکہ یہ خبر واحدہ ہے۔ نص قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بایں ہمہ ہم جمع بین الروایتین کی صورت بیان کرتے ہیں کہ آپ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے جیسے ترمذی جلد ثانی صفحہ ۹۲ پر ہے کتاب الایمان قاللہ اکرم من ان يعود فی شئعی قد عفا عنه کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت بلند ہیں کہ وہ اس چیز کی طرف واپس آئیں جس کو معاف کر چکے ہیں اور پھیلی روایت میں تھا ان شاء عاقبہ وان شاء عفا عنه کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے معاف کر دے۔ تو آیت اور ان تینوں روایات میں جمع کی یہ صورت ہوگی کہ آپ کا ارشاد قضا کے متعلق ہے۔ کہ جس میں احد الخصمین کی کوئی رعایت نہ ہو۔ یا احد الخصمین میں سے کسی ایک کی یاد و نوکی رعایت کر کے فیصلہ کر دیا جائے۔ قضا فیصلہ تو عادلانہ ہوگا مگر احد صما کی رعایت یا دونوں کی رعایت ہو یہ شغفنا ہوگی جس میں مصالحانہ انداز ہوگا۔ باری تعالیٰ نے جو نکالاً من اللہ فرمایا ہے۔ وہ فیصلہ قضا ہے۔ اس کے بعد تو یہ کا ذکر ہے۔ اس طرح بغاۃ اور متذنب میں تو یہ کا بیان ہے۔ اور ان شاء عاقبہ میں یہ فیصلہ رجاء ہے۔ اور قاللہ اکرم الخ اور فهو کفارة لہ یہ بھی رجاء اور مصالحانہ فیصلہ ہے۔ چنانچہ امام صاحب بھی فرماتے ہیں کہ فهو کفارة لہ یہ فیصلہ بھرتی عدل نہیں بلکہ مصالحتہ و رجاء ہے

باب، مِنَ الدِّينِ الْفَوَاحِشُ مِنَ الْفِتَنِ،

حدیث نمبر ۱۸۷۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ التَّمِيمِيُّ قَالَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِيكَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِينَ يَتَّبِعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ بِفَرٍّ بَيْنَهُ مِنَ الْفِتَنِ - (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں گی جن کے پیچھے وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کے اترنے کی جگہوں میں پھرے گا۔

اس حال میں کہ فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کو لے کر بھاگتا پھرے گا۔
 تشریح از شیخ زکریا پہلے ان امور کا ذکر تھا جن کو حاصل کرنا چاہیئے اب یہاں سے ان امور کا ذکر فرماتے ہیں جن سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے ویدھا تبتین الاشیاء امام بخاریؒ نے یہاں لفظ دین استعمال کیا ہے اور پہلے ابواب میں کہیں ایمان کہیں اسلام کا لفظ اطلاق کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تینوں ایک ہیں۔ مشترک المعنی اور مختلف الالفاظ۔ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ شہر میں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر لوگ شہر سے بھاگ کر جنگلات کو مسکن بنائیں گے۔

از شیخ مدنیؒ ایمان اسلام اور دین کے درمیان ترادف بیان کرنے کے بعد امام بخاریؒ اس لئے بھی لفظ دین کو لاتے ہیں کہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ دین کا استعمال فرمایا ہے جس کو ترجمہ میں امام بخاریؒ لائے مراد وہی ایمان ہے۔ تکمیل دو طرح سے ہوتی ہے۔ تخلیہ اور تحلیہ سے۔ اب ہم تخلیہ سے ایمان کی تکمیل بیان ہوئی کہ کن کن اشیا سے ایمان مکمل ہوتا ہے خدامن الفتن باب تخلیہ سے ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے اندر صرف عمل ہی نہیں بلکہ قول و فعل میں تروک میں شامل ہیں یوشک ان یكون المؤمن معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے میل و جہل سے تنہائی اچھی ہوگی حالانکہ میل و جہل کے ذریعہ نماز جمعہ۔ جماعۃ عیدین۔ جنازہ وغیرہ میں شمولیت کا آپ نے حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ انسان مدنی الطبع ہے۔ تو اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ آخر میں ایسا آئے گا کہ تفرّد اجتماع سے بہتر ہوگا۔ اور تفرّد کی صورت یہ بتلائی کہ چند بکریاں لے کر پہاڑوں میں چلا جائے۔ جبکہ لوگوں کے ضرر سے بچنا مشکل ہو جائے۔ تو اس کی خیریت اسی تنہائی میں ہے۔ چنانچہ لوگ یا ایہا الذین آمنوا علیکوا نفسکوا لا یضرکوا من ضلّ اذا اھتدیتم سے استدلال کرتے ہیں۔ اور علیک بما ضلّ نفسک بھی آپ کا ارشاد ہے جس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسی آیت علیکوا نفسکوا کو پڑھا اور فرمایا کہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کأى الناس ظالمًا فلو باخذوا علی یدیه اوشک ان یمھقوا العقاب الحدیث کہ اے لوگو! تم تو یہ آیت علیکوا نفسکوا کہ اپنی فکر کر دو۔ کو پڑھ کر مطمئن ہو جاتے ہوں۔ اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنے ان کالوں سے سنا کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب ایسا عذاب نازل ہوگا جو سب کو اپنی پیٹ میں لے لیگا۔ تو اس آیت

اور دیگر روایات میں جمع کی صورت یہ ہوگی کہ جب تک امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دین کا تحفظ ممکن ہے تو اخلاط جائز ہے۔ اور جب لوگوں کو تم سے نفع نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اپنے دین کا ان سے تحفظ کر سکتے ہو تو پھر عزت اور نہائی ضروری ہے تو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہوگا کہ ان چیزوں کا بھی ایمان میں دخل ہے تو مرتبہ پر رد کرنا ہوگا۔ ہاتھ پکڑنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ خود پکڑے دوسرے یہ کہ اس کے خلاف پردہ پکینڈا کرے اور اپنے ہم خیال بنائے۔ اور پھر اجتماعی طور پر ایک دم ان پر پورس کرے اور یہ بھی ہے کہ سلام و کلام ترک کر دیا جائے۔ جیسے حضرت کعب بن مالکؓ کے ساتھ ہاتھ پکڑا گیا جو ضاقت علیہم الارض بما رجعت کا مصداق بن گئے تھے۔ پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔

باب ، قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ وَأَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَكِنْ يَوْمًا اخْذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۔

حدیث نمبر ۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ عَمْرِوَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ هُمْ أَمَرَهُمْ مِنْ الْأَعْمَالِ بِمَا يُطِيقُونَ قَالُوا لَا نَأْكُنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ غَضِبَكَ مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخُرُ فَيَغْضِبُ حَتَّى يُعْرِفَ الْغَضَبُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ يَقُولُ رَأَيْتُ أَتَفْكَرُوا أَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ أَنَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو کسی چیز کا حکم دیتے تو اعمال میں سے ایسے عمل کا حکم دیتے جس کی وہ ہمیشہ کے لئے طاقت رکھتے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم لوگ آپ کی طرح نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی ہیں (گویا ہم ایسے نہیں ہیں تو امور شاقہ بھی انجام دینے چاہئیں) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جواب سے سخت غضب ناک ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا یہ غضب آپ کے چہرہ انور سے پھانا جاتا تھا۔ پھر آپؐ فرمانے لگے کہ بیشک میں تم سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔ اور میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے ہوں۔

تشریح، از شیخ مدنیؒ اب تک امام بخاریؒ نے ایمان کامل کی زیادتی اور نقصان کو ثابت کیا یہاں سے نفس ایمان کی زیادتی اور کمی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ اس طرح کہ آپؐ نے اَنَا أَعْلَمُكُمْ فرمایا۔ اور علم کے لئے اسم تفضیل کا صیغہ لایا گیا۔ جو کمی اور زیادتی کو تقاضا کرتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ علم تو کلیات سے تعلق رکھتا

ہے۔ اور معرفت جزئیات سے دوسرے علم کا اطلاق باری تعالیٰ پر ہوتا ہے معرفت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا کہ یہ فرق عرف منطق کے اعتبار سے ہے۔ اطلاقات شرعیہ ہیں علم اور معرفت ایک چیز ہیں۔ تو ایمان کی زیادتی معلوم ہوتی۔ کیونکہ علم قول بھی فعل بھی ہے۔ اگرچہ فعل قلبی ہے۔ جس پر مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ آیت اس پر دال ہے۔ اصل ترجمہ تقانا اعلیٰ کو ہے ان لمعرفت اور آیت کریمہ ازالہ شہات کے لئے لائے گئے ہیں۔ پہلا شبہ یہ تھا کہ علم فعل ہے یا نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ علم فعل ہے۔ اگرچہ فعل جوارح نہیں مگر فعل قلبی ہے جس پر مواخذہ ہوگا۔ آیت کا یہی تفسیر ہے۔ تو اس سے ایمان کا قول و فعل ہونا اور اس کا زائد ناقص ہونا بھی معلوم ہوا۔

شیخ زکریاؒ فرماتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ اس باب کو کتاب العلم میں لانا چاہیے تھا۔ کتاب الایمان میں لانا بے جوڑ ہے۔ تو بعض حضرات شراح کی رائے یہ ہے کہ یہاں روایات مختلفہ میں بعض روایات میں بجائے انا اعلیٰ کو باللہ کے انا عفو حکو باللہ ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے علم سے معرفت مراد لی ہے۔ اور اس کی تائید امام بخاریؒ کے قول ان المعرفت فعل القلب سے ہوتی ہے۔ اور معرفت بھی ایمان میں ہی داخل ہے۔ لہذا اس باب کو کتاب الایمان سے مناسبت ہو گئی۔ اس باب سے امام بخاریؒ قیاس اور نظریے ایمان میں کمی اور زیادتی ثابت فرماتے ہیں۔ کہ علم ایک قلبی شے ہے۔ اور حضور اقدس صلی علیہ وسلم نے یہاں علم اسم تفضیل کے ارشاد فرمایا ہے جو زیادتی کو چاہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلبی اشیاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور مشائخ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے انا اعلیٰ کو فرما کر بتلادیا کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کے پاس اور دلوں کی نسبت زیادہ علم تھا۔ اور علم سے مراد معرفت ہے۔ اور معرفت فعل قلبی ہے۔ اور قلبی اشیاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور ایمان بھی قلبی ہے۔ لہذا اس کے اندر بھی کمی زیادتی کی شان پائی جائے گی۔ اب یہ کہ معرفت فعل قلبی کیوں ہے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ و لکن یؤخذ کو بما کسبت قلوبہما اگر معرفت فعل قلب نہیں تو مواخذہ کے کیا معنی؟ اس باب سے مفسدان لوگوں کا رد کرنا ہے جو ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں۔ لیکن یہ حنفیہ کی تردید نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ تو خود ہی ایمان اور ایقان کی زیادتی کے قائل ہیں۔ البتہ ایمان کامل کی قید لگاتے ہیں نفس ایمان ان کے ہاں بھی بسیط ہے۔

امروہو بما یطیعون از شیخ مدنیؒ اس لئے کہ مرتبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حکم کا امر کرے جس پر دوام ہو سکے۔ لیکن صحابہ کرام تو ندرت میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن مظعونؓ

کی قیادت میں کچھ لوگ ازدواج مطہرات سے آپ کی عبادت کا حال سن کر اس کو قلیل سمجھتے ہوئے فرمانے لگے۔ آپ صلم تو گناہوں سے معصوم ہیں ان کو عبادات کی کیا ضرورت ہے۔ ایک نے کہا میں سرے سے نکاح نہیں کر دوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں رات ہمیشہ عبادت کرتا رہوں گا۔ نیند نہیں کر دوں گا جس پر آپ نے غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اَرْقَدُوْا صَلَّوْا صَوْمَ وَاَفْطَرُوْا اِنَّكُمْ اَلْحَدِیْثُ - کھیا تدھ ای کمال ہیئتھ قد غفرلک الم کے مجازی معنی مراد ہیں کہ آپ صلم کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ سوتے ہیں۔ کیونکہ نبی معصوم ہوتا ہے تو یہ کناہ ہوا عن البلوغ مبلغ الوضأ الکامل تو معنی ہوں گے انت بمنزلة رجل یقال له قد غفرلک ما تقدم من ذنبک الم مقصد صحابہ کرام کا یہ تھا کہ آپ کو اطمینان ہے البتہ جہیں خطرہ ہے اس لئے ہمیں مجاہدہ کی اجازت ملنی چاہیے جس پر آپ سخت ناراض ہوئے کہ تزوج کو ترک کرنا نہ سونا اور نہ کھانا نہ پینا یہ تو فطرت کے خلاف ہے جس پر آپ نے فرمایا انفاکھ واعلمکھو باللہ انا دوسری روایت میں ہے کہ جو چیزیں بانٹا ہوں اگر تمہیں ان کا علم ہو جائے۔ تو تم ہنسنا چھوڑ دو اور یہ واقعہ بھی ہے۔ کیونکہ آپ کو غیب کی ایسی باتیں معلوم ہیں ان کا اگر ہمیں علم ہو جائے تو ہم تو دنیا ہی چھوڑ چھاڑ دیں یہی انا اعلمکھو محل استغناء ہے۔ تو کیفانفس ایمان میں بھی زیادتی اور نقصان ہے اس کا انکار امام ابو حنیفہ بھی نہیں کرتے قیغضب حتی یمرخ الغضب نبی اکرم صلم کے چہرہ انور پر غصہ کا اور خوشی و مسرت کا بہت زیادہ اثر ہوتا تھا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو جتنا حسین ہوگا۔ اس کا چہرہ اتنا ہی زیادہ ان اشیا کے اثرات کا مظہر ہوگا۔ اور آنحضرت صلم تو سب سے زیادہ حسین تھے۔

باب، مَنْ كَرِهَ أَنْ يَعُوذَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيمَانِ
حدیث نمبر ۲۱ حَدَّثَنَا، سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الم عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوذَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَتَاهُ اللَّهُ وَكَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ - الحدیث

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلم نے ارشاد فرمایا تین خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں گی وہ ایمان کی مٹھاس کو حاصل کر لے گا۔ ایک تو وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول

ان دونوں سوا سے زیادہ محبوب ہو دوسرا وہ جو کسی بندہ سے محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہی محبت کرے تیسرا وہ کہ کفر میں واپس جانا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے نکالا ہے اس کو ایسا ناگوار ہو جیسے کہ آگ کے اندر ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ من الایمان جو باب میں مذکور ہے وہ یحود یا یلقی کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ خبر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے۔ اس باب کو کتاب الایمان کیا مناسبت ہے۔ بعض شراح کی یہ رائے ہے کہ امام بخاری ہر جگہ اعداد کو ذکر فرماتے ہیں۔ اگر علم کا ذکر آئے گا تو جہل کو ضرور ذکر فرمائیں گے۔ اگر ایمان کا ذکر فرمائیں گے۔ تو اس کے ساتھ کفر کو بھی ضرور ذکر کریں گے۔ ولضدھا تبییناً لالہ شیان۔ لہذا اس عادت مبارکہ کے مطابق یہ باب یہاں ذکر فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے باب میں خوار من العتق کو دین قرار دیا تھا۔ اب یہاں سے بتلانا چاہتے ہیں کہ خوار من الکفر بھی دین میں داخل ہے۔ لہذا جس طرح ہر شخص خوار من النار کی کوشش کرتا ہے ایسے خوار من الکفر کی کوشش کرے، تیسرا جواب یہ ہے کہ جب کہ اہل کفر اس قدر ہے کہ جہنم میں جانا تو گوارا ہے۔ لیکن کفر کو اختیار کرنا گوارا نہیں تو یہ مین ایمان ہے۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس سے کراہتہ فی الکفر کی انتہا بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آگ میں جانا گوارا کرے۔ مگر کفر اختیار کرنا مشکل ہو۔ تو عمل کی طرح تروک کا بھی ایمان میں دخل ہوا۔

باب، تَفَاوُلِ أَهْلِ الْإِيمَانِ فِي الْأَعْمَالِ -

حدیث نمبر ۲۲ حَدَّثَنَا، رَمُاعِيلُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ أَبِي عَرَبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرَدٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا وَافْلَقُونَ فِي نُهُرِ الْحَيَاةِ وَالْحَيَاةِ شَدَقَ مَا لَكُمْ فَيَذْبُتُونَ كَمَا تَذْبُتُ الْحَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلَوَّنِيَّةً قَالَ وَكَيْفَ حَدَّثَنَا عَنْهُمْ وَالْحَيَاةُ وَقَالَ خَرَدٍ مِنْ خَيْرِ الْحَدِيثِ

ترجمہ، حضرت ابی سعید خدریؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے

کہ جہنم سے ہر شخص کو نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے کے مقدار ایمان ہو۔ چنانچہ وہ لوگ جہنم سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ وہ سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ تو ان کو نہر جیا یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا۔ اس لفظ میں مالک راوی کو شک ہے) تو وہ ایسے آگیں گے جیسے سیلاب کے پانی سے ایک طرف دانا اگتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو کہ وہ دانہ زرد سا اور مڑا ہوا نکلتا ہے۔ وحیب راوی فرماتے ہیں کہ عمرو راوی نے بغیر شک کے الحیاء بیان کیا ہے اور فردل من ایمان کی بجائے فردل من خیر فرمایا ہے یعنی جس کے پاس نیکی رائے کے دانے کے برابر ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے

تشریح از شیخ مدنی یہاں سے بھی ایمان کا بل میں زیادتی اور کمی کو ثابت کرنا ہے۔ من ایمان پر شبہ ہوتا ہے کہ اہل اعمال کے تفاضل کو ثابت کرنے کے لئے باب منعقد کیا مگر روایت سے ترجمہ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ روایت میں ہے کہ من کان فی قلبہ ایمان کہ ایمان میں تفاضل ہے بعض کا فردل کے برابر اور بعض کا اس سے زیادہ تو یہ نفس ایمان میں تفاضل ہوا اعمال میں تفاضل نہ ہوا۔ مگر کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ روایت کے اخیر میں لفظ ایمان کی بجائے من خیر کا لفظ لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفاضل خیر کے اعتبار سے ہے۔ تو جس روایت میں لفظ ایمان وارد ہوا ہے اس سے نفس ایمان نہیں بلکہ خیر مراد ہے تاکہ روایات موافق ہو جائیں۔ ورنہ متخالف ہو گا تو لفظ خیر لا کر امام بخاریؒ نے اشارہ کر دیا کہ نفس ایمان میں زیادتی کمی نہیں بلکہ وہ اعمال مراد ہیں جن کا ترتیب انحال خبر سے ایمان پر ہوتا ہے۔ تو دوسری روایت سے ترجمہ الباب سے موافقت ثابت ہو گئی۔ متقال حیۃ من خردل یعنی نہایت ضعیف درجہ کا ایمان تھا۔ کیونکہ تمام جوب میں سے سب سے چھوٹا دانہ فردل کا ہوتا ہے۔ تو آپ نے مثیلاً فرمایا کہ ایسے شخص کی بھی نجات ہوگی۔ اور نجات بعد از عذاب ہوتی۔ اہل کفر پر تو عذاب انتقاماً ہوتا ہے اہل ایمان پر عذاب تنقیض ہوتا ہے۔ بلکہ اکراماً ہوتا ہے جس کی مثال کپڑے جیسی ہے کہ جو کپڑا قابل اکرام ہوتا ہے اسے دھو بی کو دیا جاتا ہے۔ اگر قابل اکرام نہ ہوتا تو اسے پھاڑ دیا جاتا۔ اس طرح مومن کا عذاب اکراماً ہو گا۔ اور اکرام کا تقاضا ہے کہ اسے میل کچیل سے صاف کیا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مومن کو مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اگر مومن کو کانٹا بھی جیسے تو وہ اس کے معاصی کا کفارہ بن جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ من یؤد اللہ بہ خیراً یصبہ الحدیث جس شخص سے اللہ تعالیٰ مہلاتی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جس کی تفسیر میں محدثین نے لکھا ہے کہ بلایا میں مبتلا کرنا پاک صاف کرنے

کے لئے ہوتا ہے۔ بہت سے بندوں کو اللہ تعالیٰ دنیا سے پاک و صاف کر کے اٹھاتے ہیں۔ جن کے معاشی کثیر ہوں۔ تو سکرات الموت کی تکالیف اس کی تطہیر کا باعث بنتی ہیں۔ اگر معاشی اس سے بھی بڑھ جائیں تو حشر کی تکالیف سے تدارک کیا جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی معاشی زائد نکلیں تو پھر دوزخ میں ڈال کر پاک کر دیا جائے گا۔ تو مومنین کا جہنم میں ڈالنا اہانتہ نہیں بلکہ اکراماً ہوا۔ آخر جوا کا امر یا تو شفاعت کی بنا پر ہو گا یا حکم خصوصی اور رحمت اس کا باعث ہوگی۔ فیحز جون یہ روایت مختصر ہے۔ دیگر روایات میں آتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ نمازی نہیں تھے تو آگ اس کے تمام اعضا کو چھوئے گی جس سے سارا بدن سیاہ ہو جائے گا۔ جس کی بنا پر اسے نہر الجبار میں ڈالا جائے گا۔ جہاں کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ بارش عرش سے اترتی ہے اور اس سے نہر پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اسے مطر کہا گیا مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ مطر کے یہی معنی بارش کے لئے جائیں۔ یا تشبیہ اور مجازاً کہا گیا کہ وہاں کوئی اور کیفیت ہے جس کی وجہ سے معدومات موجود ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے دجور ظلی کے ذریعہ ہو۔ اس لئے کہ دجور حقیقی تو مذہم ہے جس پر عدم کا طریقان ہو نہیں سکتا جس طرح دشمن کا ایک وجود تو وہ ہے جو اس کے جرم میں ہے۔ جو اس سے کبھی منفک نہیں ہوتا اور ایک وجود اس کا یہ ہے کہ صبح کو آتے اور شام کو چھپ جاتا ہے۔ یہ دجور ظلی اسی وجود حقیقی سے صادر ہوتا ہے جو عارضی ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کے وجود حقیقی سے وجود ظلی کا صدور ہوتا ہے اس دجور ظلی کو محققین مطر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ دجور حقیقی متکلیف کے ہاں نصف لازم ہے اور سو فیہ کے نزدیک مین ذات ہے لیکن وجود ظلی جو جملے ساتھ قائم ہے۔ وہ عارضی ہے وہ اسی وجود حقیقی سے صادر ہوتا ہے۔ اور اس کا تعلق مختلف اشیاء سے ہوتا ہے جیسے بارش کے وقت کئی کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سی اشیاء وجود ظلی کے تحقق پیدا ہو جاتی ہیں تو جیسا معنی مطر اور حیات معنی زندگی دو لو معنی صحیح ہوئے۔ اور انھار متعدد وہ ہیں جن میں سے ایک نہر الجبار ہے جس کا خاصہ ہے کہ جو کوئی مردہ چیز اس میں ڈالی جائے تو وہ زندہ ہو جائے گی تو اضافہ بیانہ ہوئی۔ یا تشبیہ کے طور پر ہے کہ ہم نے اگرچہ اسے دیکھا نہیں۔ لیکن اسے مطر کے ساتھ تشبیہ دے کر ہمیں سمجھا یا گیا ہے

غیب را آب و باد دیگر اند آسمان و آفتاب دیگر اند

جیسے فلاسفہ کہتے ہیں۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ نے سمجھانے کے لئے مثالیں بیان فرمائیں ان اللہ لا یتبیحی ان یضرب مثلاً ما لبعوض ضئلاً الا یہ جہہ بمعنی حرفہ جسے تعلاتہ الحماہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت

جلد آگتا ہے۔ بعض نے اس کے ساتھ خاص کیا اور بعض مطلق جہہ مراد لیا۔ اور سیلاب میں جہاں کہیں پڑک جائیں۔ وہاں جلد آگ جلتے ہیں۔ ایسی مٹی کو نہیں دیکھتے کہ اپنی جڑوں کو پھیلا دیں اس لئے انہیں جہہ الحما کہا جاتا ہے۔ اس جگہ تشبیہ جلدی آگ جانے میں ہے۔ اور اسے رجبہ بھی کہا جاتا ہے۔

از شیخ ذکر کیا حضرت امام بخاریؒ یہاں فرما رہے ہیں۔ جو اقبل میں خفیہ کا مذہب بنایا گیا کہ ایمان اذمان قلبی کا نام ہے۔ نفس ایمان میں تو کمی زیادتی نہیں ہوتی وہ تو یکساں رہتا ہے۔ بلکہ کمی بیشی اعمال کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ لہذا یہاں یہ بات واضح ہو گئی کہ امام بخاریؒ مرتبہ اور خراج پر رد فرما رہے ہیں دراصل تردد مرتبہ کی کرنی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اعمال کو بالکل ہی بے فائدہ کہتے ہیں۔ اور اس کے بعد خراج پر رد کرتے ہیں مگر ان پر اتنا شدید رد نہیں کیونکہ وہ فرقہ بھی اگرچہ ضال اور مضل ہے۔ مگر اعمال کے مسئلہ میں ان کے ہاں کوتاہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تارک عمل کو کافر کہتے ہیں۔ تو وہ بیچارہ اس ڈر سے کہ کہیں کافر نہ ہو جائے خوب عمل کرے گا۔

اس حدیث میں ایمان سے عمل خیر مراد ہوا۔ جیسے دوسری روایت صراحۃً خردل من خیر وارد ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال خیر ذرا سے بھی ہوں گے تو بھی مغفرت فرمادیں گے اور اس حدیث سے مرتبہ اور خراج دونوں پر اس طرح رد ہوا۔ کہ مرتبہ کا عقیدہ یہ ہے کہ اعمال کا کوئی اثر نہیں تو ان پر رد ہوا کہ اگر اعمال کا کوئی اثر نہیں تو وہ عاصی جہنم میں کیوں گیا۔ اور خراج پر اس طرح کہ اگر مرتکب کبیرہ کافر ہو گیا تھا تو وہ جہنم سے کیوں نکالا گیا۔

حدیث نمبر ۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُكَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ الْخَبِيرَ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا نَاكِحٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُضِيَ مِنْهُمَا مَا يَبْلُغُ الشَّدَى وَمِنْهُمَا مَا دُونَ ذَلِكَ وَهَرَضَنِي عَلَى عُمَرُو بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَبِيضٌ يَجْزِي كَقَاتِلِ أَوْ لَتَ ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الدِّينَ (الحدیث)

ترجمہ، جناب ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نبی اکرمؐ صلعم نے فرمایا کہ اس اثناء میں کہ میں سو یا ہوا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مجھے اس حال میں پیش کئے جاتے ہیں کہ ان پر قبضیں ہیں بعض قبضیں تو پستان تک پہنچتی ہیں اور بعض اس سے کم تک۔ لیکن جب حضرت عمر بن الخطابؓ مجھے پر پیش کئے گئے تو ان پر جو قبض تھی وہ اس کو بچھین رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا تو اے اللہ کے رسولؐ پھر آپ نے اس کی کیا

تعبیر دی آپ نے فرمایا کہ دین مراد ہے۔

تشریح از شیخ مدنی "قال دین کو فیض سے تشبیہ دی گئی، کیونکہ جس طرح قبض سردی و گرمی سے بچاتا ہے۔ اور باعث زینت بنتا ہے۔ ایسے دین بھی جہنم سے بچاتا ہے اور باعث زینت بنتا ہے اور دین اعمال کا مجموعہ ہے جن میں تفضل ہوتا ہے لہذا اس کے مطابق جزو میں تفضل ہوگا۔

از شیخ زکریا قال الدین الخ دین سے مراد یہاں ایمان تو ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایمان میں جو اذعان ہے۔ اگر اس میں کمی ہو جائے تو وہ شک ہوگا۔ ایمان نہیں ہوگا۔ لہذا دین سے مراد اعمال ہیں۔ اور مطلب روایت کا یہ ہے کہ لوگوں کے اعمال میں فرق ہے۔ بعض کے اعمال کی مثال ایسی ہے۔ جیسے قبض کی۔ کہ بس سینہ تک ہی پہنچ پاتی ہے۔ اور بعض حضرات کے اعمال ایسی قبض کی ہے۔ جو اتنی بڑی ہے کہ زمین پر گھسٹی چلتی ہے۔ اور آثار قدم اس کی وجہ سے ملتے چلے جاتے ہیں۔ یہ حضرت عمرؓ کے اعمال کی مثال ہے تو تفضل اعمال ثابت ہوا۔

باب ، الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ -

حدیث نمبر ۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الخ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يُعْطِ أَخَاكَ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُهُ فَإِنَّ الْمَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر انصار کے ایک مرد پر ایسی حالت میں ہوا کہ وہ اپنے بھائی کو جیسا کہ بائے میں نصیحت کر رہا تھا (اتنا جیانا کیا کرو) جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دیا تو ایمان میں سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنی "جس طرح علم و عمل کو ایمان میں سے قرار دیا اس طرح فرماتے ہیں کہ اخلاق کو بھی ایمان کا دخل ہے۔ بسا اوقات جیسا کسی کام کے کرنے سے مانع ہو جاتا ہے تو اس پر کسی نے ترک حیا کی نصیحت کی۔ آپ نے اس کو اس نصیحت سے منع فرمایا۔ حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمُ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٍ کہ جیسا کرنے والا اور مغرور متکبر آدمی علم حاصل نہیں کر سکتا اور حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں جب کہ وہ ایک ستلہ پوچھنا چاہتی تھیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي الْخَلْقَ تو معلوم ہوا کہ جیانا پسندیدہ اور محمود ہے۔ تو الحياء من الایمان کیسے صحیح ہوگا اس کے کئی جوابات ہیں

پہلایہ ہے کہ الحیاء من الایمان جملہ مصلہ ہے جو موجبہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا موجبہ کلیہ نہیں ہوتا یہاں الحیاء میں الف لام جنس کا ہے جس کا تحقق بعض افراد میں ہوتا ہے۔ تو موجبہ جزئیہ اور سالیہ جزئیہ میں منافات نہیں ہوتی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ الحیاء من الایمان سے نفس جہا مراد ہے۔ افراد مراد نہیں اور اخلاق بعض کفری ہوتے ہیں۔ اور بعض اخلاق ایمانی ہوتے ہیں۔ کفر ایک جڑ ہے اس سے مختلف شاخیں نکلتی ہیں۔ ایسے ایمان بھی ایک جڑ ہے۔ اس سے بھی مختلف شاخیں نکلتی ہیں۔ ممکن ہے کسی کافر میں شعبہ ایمانی پائی جائیں۔ اور کسی مومن میں شعبہ کفری پائی جائیں۔ تو لا یتعلوا العلم مستحیٰ الخ میں استعمال جہا مراد ہے کہ علم کامل میں حیا کا استعمال کرنا جائز نہیں جیسے جو دکا فاحشہ میں استعمال کرنا یہ جو دنی غیر محلہ ہے۔ الغرض اخلاق فاضلہ کو اگر اپنے محل پہ نہ رکھا جائے۔ تو اس میں قباحت آجاتی ہے۔ اور حضرت ام سلمہؓ نے جو فرمایا ان الله لا یسنخی فی حق الخ اس کی مراد یہ ہے کہ مسائل ضروریہ میں حیا نہ کرنی چاہیے۔ جہا تو سب کا سبغیر ہے۔ جبکہ اسے اپنے محل میں استعمال کیا جائے۔ اگر فی غیر محلہ مستعمل ہو تو وہ قبیح ہوگا جیسے ہمارے جسم کا ترکیب اربعہ غماص ہے۔ ایسے روح بھی مرکب ہے۔ اس میں اجزاء ملکوتی اور شیطانی دونو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ پھر اس ترکیب میں قلت اور کثرت اجزاء کی وجہ سے اخلاق مختلف ہوتے ہیں۔

از شیخ زکریاؒ اس حیا کا ذکر اگرچہ ماقبل میں حدیث الحیاء شعبۃ من الایمان کے ذیل میں ہو چکا لیکن وہاں ضمناً آیا تھا۔ اس باب سے حیا کو اہمیت کی وجہ سے مستقلاً بیان فرما رہے ہیں۔

باباً فَاِنَّ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوْا الزَّكٰوةَ فَخَلَّتْ سَابِغُهُمْ۔

حدیث نمبر ۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَمَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْتَمِدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُّحَمَّدٌ أَرْسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّيَ وَمَا حُمُّهُمُ إِلَّا كَلْهَمٌ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑائی جاری رکھوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں اور وہ لوگ نماز پابندی سے ادا کریں اور زکوٰۃ دینے رہیں پس جب انہوں نے یہ کام

کرتے تو انہوں نے اپنے خون اور اپنے مال مرے سے محفوظ کر لے مگر ہاں حق اسلام کی وجہ سے خون اور مال محفوظ نہ ہوں گے۔ پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس قرآنی آیت اور حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اگر وہ لوگ ان اعمال کو انجام نہ دیں تو پھر ان کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بلکہ انہیں قتل کر دینا چاہیے۔ تو مرتبہ کا کہنا صحیح نہ ہوا کہ اعمال ایمان کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ اعمال نہ کرنے کے صورت میں قتل کا حکم ہے۔ اگر اشکال ہو کہ ایک تیسری صورت قتل نہ کرنے کی چیز یہ بھی ہے۔ تو اس کے کئی جوابات ہیں۔

۱) یہ کہ یہ آیت سورہ توبہ کی اس حدیث کو منسوخ کرتی ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اناس سے مراد اہل عرب ہیں۔ اور ان سے جز یہ قبول نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ان کے لئے اسلام ہے یا تلوار کہو کہ یہ لوگ قرآن مجید میں تفکر اور تدبر کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید ان کی زبان میں اترتا ہے۔ اس لئے ان کو مہلت نہیں دی گئی۔ البتہ مجی لوگ جو اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ان کو مہلت دی گئی ہے۔ کہ تفکر و تدبر کر کے فیصلہ کریں تیسری وجہ یہ ہے کہ حتیٰ یخولوا لا إله الا الله حقیقہ ہو یا کلمہ ہو۔ حقیقی قول تو ایمان اور اسلام لانا ہے۔ اور قول کلمہ جز یہ دینا ہے۔ جیسے صلح حدیبیہ کو فتح کہہ قرار دیا گیا۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً عصمتی امتی دیا تمہو الخ اس سے معلوم ہوا۔ کہ معصوم دم اور معصوم مال سے کوئی مواخذہ نہیں البتہ عربی اگر دار الحرب قتل کر لیا جائے۔ یا اس سے سود وغیرہ لیا جائے۔ تو جائز ہے۔ کیوں کہ وہ غیر معصوم الدم والمال ہے۔

اور حضرت شیخ ذکر فرماتے ہیں کہ شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے قرآن پاک کی آیت کی تفسیر بیان کرنا ہے۔ لیکن میرے اساتذہ کی رائے یہ ہے کہ ایمان کی ترکیب ثابت کرنا ہے اس طرح کہ جہنم سے نجات ایمان ہی بدولت ملے گی۔ اور یہاں تخلیہ سبیل کو قویہ من الشوک۔ اقامة الصلوة و ایتاء الزکوٰۃ پر مرتب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان ان سب چیزوں سے مرکب ہے۔ الا بحق الاسلام مثلاً کبھی شخص نے کسی کو قتل کر دیا محض تھا اس نے زنا کر لیا یا مسلمان تھا مرتد ہو گیا تو ان صورتوں میں اسے قتل کیا جائے گا۔

باب ، مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِيْمَانَ هُوَ الْعَمَلُ يَقُولُ اللهُ تَعَالٰی وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ
اُفْرِقْتُ مَوْدَهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ وَقَالَ عِدَّةٌ مِنْ اَهْلِ الْاَعْلُو فِي قَوْلِهِ تَعَالٰی فَوَرَبِّكَ

لَنْتَنَلَنَّهُمْ مِمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ عَنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ لِيُثَلِّ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ -

ترجمہ، جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان عمل کا نام ہے۔ تو وہ تین آیات سے استدلال کرتے ہیں تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي دُعِيَ فِيهَا النَّاسُ لِيُخْبِرُوا عَنْهَا قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَالَ لِيُثَلِّ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ۔ تو یہ دعویٰ ہے کہ ایمان عمل سے حاصل ہوتا ہے۔ تو عمل سے ایمان مراد ہوا اور بہت سے اہل علم نے فوراً کُنْ تَعْلَمُ کہ تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور ان کے اعمال کے بارے میں سوال کریں گے۔ تو بعمَلُونَ سے مراد قول لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ اور تیسری آیت کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس جیسے اعمال عمل کرنے والوں کو کرنے چاہئیں۔

ای خَلِيُونَ مِنَ الْمُتَوَمِّلِينَ لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ان سب میں عمل سے ایمان مراد لینا یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ البتہ ایمان عمل قلب ضرور ہے۔

حدیث نمبر ۲۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْإِمْلَانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِيْمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ بَحْرٌ مُبْتَوًى۔ الحديث

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا افضل العمل ہے کہا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ کہا گیا اس کے بعد کون سا ہے تو آپ نے فرمایا مقبول حج ہے کہ جس کے ساتھ گناہ ملا ہو انہ ہو۔

تشریح از شیخ منیؒ امام بخاریؒ جب کسی مسئلہ کو مختلف فیہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کی کوئی جانب ان کے ہاں رائج ہوتی ہے۔ تو من قال کذا کذا فرماتے ہیں۔ تصریح نہیں کرتے بلکہ قولہ صواب مقصود ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی ان الا ایمان ہوا العمل سے مقصد یہ ہے کہ اعمال کا بھی ایمان میں دخل ہے جس سے سرتبہ کا رد ہو گیا۔ جس کے ثبوت میں تین آیات پیش فرمائی ہیں کہ بما کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ کی تفسیر تو مَنُون سے کی گئی۔ لیکن اس پر اعتراض ہوا کہ عمل سے ایمان مراد لینا مستحق علیہ نہیں ہے۔ اور یہاں پر قرینہ بھی کوئی موجود نہیں۔ اس لئے عمدہ توجیہ یہ ہے کہ اس جگہ استحقاق جنت کے لئے جو چیزیں باعث بن سکتی ہیں ان میں سے سب سے مقدم ایمان ہے۔ کیونکہ جب عمل اس کا سبب ہے تو اہم اور مقدم کا سبب ہونا بطریق اولیٰ

ہوگا۔ لفظ عمل کا اطلاق ایمان نہیں ہوتا تا کہ اسے مجاز کہا جائے۔ البتہ یہاں تو مصداق عمل کا ایمان ہے کیونکہ جو اشیاء دخول جنۃ کا سبب ہیں۔ ان میں مقدم ایمان ہے۔ بالاتفاق تو یہ مضمون کے افراد میں ایمان ضرور داخل کیا جائے گا۔ دوسری دلیل عما کا نوا یجملون اہل علم نے کہا کہ اس سے مراد قول لا الہ الا اللہ ہے اس کا یہ مقصد نہیں کہ فقط اس کے متعلق سوال ہوگا بلکہ اور چیزوں کا بھی سوال ہوگا۔ جو لوگ فریض میں کفار کو مخاطب قرار نہیں دیتے۔ وہ تو اسے ظاہر پر رکھیں گے اور جو حضرات ان کو اصول اور فریض دونوں کا مکلف مانتے ہیں۔ ان کے ہاں ظاہر پر محمول نہ ہوگا۔ جیسے دوسری روایات بھی دلالت کرتی ہیں کہ ایمان کے ماسوا اور اشیاء سے بھی سوال ہوگا۔ اہل صل اس معنی کے اعتبار سے عمل کے مصداق پر ایمان کا ہونا ضروری ہوگا۔ اور جو کفار کو دونوں کا مکلف گردانتے ہیں۔ ان کے ہاں معنی ہوں گے من الایمان وغیرہ اور تیسری دلیل فلیعمل الہا مملون ہے۔

الی فلیعمل من المملون الخ تو ان دلائل سے گمانہ سے معلوم ہوا کہ اطلاقات شرعیہ میں لفظ عمل بول کر اس سے ایمان مراد لیا جاسکتا ہے۔ البتہ نفس ایمان میں عمل داخل نہیں ہے۔ تو مرتبہ کا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ عمل کا ایمان میں کوئی دخل نہیں کیونکہ آپ کا جواب ای الاموال افضل کے بارے میں الایمان باللہ ورسولہ فرمانا دلالت کرتا ہے۔ کہ اعمال کا بھی ایمان میں دخل ہے

از شیخ ذکر یا شروع کتاب میں امام بخاریؒ نے فرمایا تھا۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصو قول وفضل اس پر نظر ہر اشکال ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ مکرر ہو گیا۔ کیونکہ وہ قول وفضل میں عمل خود آ گیا بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ غایت اہتمام کی بناء پر مستقل باب دوبارہ مستفاد فرمایا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر ترجمہ کے الفاظ نہ بدلیں اور غرض بدل جائے۔ تو ترجمہ مکرر نہیں کہلاتا۔ یہاں بھی ایسا ہے کہ غرض دوسری ہو گئی اور وہ یہ ہے کہ جیسے ایمان قول و عمل کا نام ہے ایسے قول و عمل کا نام ایمان ہے یعنی دونوں طرف سے تلازم ہے۔ اس کو آیت تعدد الجنۃ الحق اور تہتوها الخ سے ثابت فرما رہے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ کوئی عمل بغیر ایمان کے معتبر نہیں لہذا جنت کی وراثت اس عمل کی وجہ سے ہوگی جو ایمان کو لازم ہے اور ایمان لازم ہے عمل کو۔ ایسے دوسری آیت عما کا نوا یجملون ہے یہاں بھی عمل سے مراد لا الہ الا اللہ یعنی ایمان مراد ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ شاذ ہے۔ یعنی اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض ان آیات کی شرح کرنہے جس میں نجات کو عمل پر مرتب کیا ہے۔

اس حدیث میں ای الحمد افضل کے جواب میں ایمان باللہ ورسولہ فرمایا گیا۔ تو ایمان پر عمل کا اطلاق ہو جس سے تلازم ثابت ہوا۔ کہ کسی جگہ ایمان پر عمل کا اور کسی جگہ عمل پر ایمان کا اطلاق ہوا۔

باب، رَاٰذَا لَوْ يَكُنِ الْاِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيقَةِ وَكَانَ عَلَى الْاِسْتِسْلَامِ اَوْ الْخَوْفِ مِنْ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰی قَالَتْ الْاَعْرَابُ اِمَّا قَدْ لَعُوْا قُلْ لَعُوْا مِنْوَا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلَمْنَا فَاِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِمْ جَلَّ ذِكْرُهُ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔
تشریح از شیخ زکریا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ قالت الاعراب ائمتنا اسلمنا۔

قَوْلُوا اسْلَمْنَا کہ دیہاتی لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے آپ ان سے فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو ہم اسلام لائے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور شے ہے۔ اور اسلام اور چیز ہے۔ حالانکہ حضرت امام بخاریؒ اب تک کسی جگہ اسلام اور کسی جگہ دین سے تعبیر کر کے اشارہ فرماتے چلے آتے ہیں کہ ایمان اسلام اور دین تینوں ایک چیز ہیں۔ تو اس آیت شریفہ مذکورہ بالا اور امام بخاریؒ کے قول میں تعارض پیدا ہو گیا۔ تو امام بخاریؒ اس باب کے ذریعہ اس تعارض کا جواب دیتے ہیں کہ ہمارے کہنے اور آیت کریمہ کی مراد میں تعارض نہیں۔ چونکہ ایمان ایک قلبی شے ہے۔ خود بخود وہ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا اظہار ہوتا ہے اور اس اظہار کا نام اسلام ہے۔ تو ایک کا تعلق قلب سے اور دوسرے کا تعلق ظاہر سے ہوا، تو یہاں آیت میں نفی اس ایمان کی ہے جو دل سے نہ ہو صرف ظاہر سے ہو۔ اگر دل سے ایمان ہو تو وہی اسلام اور دین بھی ہے۔

از شیخ مدنیؒ عام طور پر آیات میں ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات کہا جاتا ہے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے۔ اور سابقہ ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال اور ایمان میں اتحاد ہے۔ کہ عمل کا اطلاق ایمان پر جائز ہے۔ اور جہاں عمل کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے۔ وہ عطف بیانی ہے جیسے حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی میں یہ عطف الخاص بعد العام ہے۔ اور کبھی عبارت کے اندر تقدیم و تاخیر ایسی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے کلام میں تعقید آ جاتی ہے۔ یہاں بھی عبارت مخدوف ہے ای اذا لم یکن اطلاق الاسلام علی الحقیقة فهو جائز اور اذا کان علی الاستسلام فهو جائز الغرض اصل عبارت یوں تھی اذا لم یکن اطلاق الاسلام علی الحقیقة وکان علی الاستسلام لطمع او الخوف من القتل فهو اطلاق جائز فی الشیخ تو تعقید پیدا ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے معنی انقیاد ظاہری اور انقیاد باطنی کے آتے ہیں۔ اگر اسلام بمعنی انقیاد باطنی کے ہو تو وہ ملازم ایمان ہو گا۔ اور انقیاد ظاہری سے

بسا اوقات ایمان کے ساتھ ہو گا۔ اور بسا اوقات نہ ہو گا۔ جب خوفِ قتل ہو تو انسان دین کو بدل دیتا ہے۔ انقیادِ باطنی پر اسلام کا اطلاق حقیقی ہے۔ اور انقیادِ ظاہری پر مجازی ہے۔ ظاہری کو اسلام کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جو طمع اور خوفِ قتل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ان الذین عند اللہ الا سلام باعتبار انقیادِ باطنی کے ہے۔ اور قالت الاعراب میں باعتبار انقیادِ ظاہری کے ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جب اسلام حقیقت پر مبنی نہ ہو بلکہ صلح میں داخل ہونے کے لئے یا قتل کے خوف سے ہو۔ تو ایسا اسلام آخرت میں نفع نہیں دے گا۔ اور جو اسلام حقیقت پر مبنی ہو یعنی دل سے ہو تو وہ اسلام اللہ تعالیٰ نزدیک پسندیدہ ہے۔

حدیث نمبر ۲۲ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْإِمَامُ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا هُوَ أَعْجَبُهُمْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ خُلَاوٍ قَوْلَ اللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكْتُ قَلِيلًا ثُمَّ عَلَيْنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ خُلَاوٍ قَوْلَ اللَّهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكْتُ قَلِيلًا ثُمَّ عَلَيْنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِي وَعَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ إِنِّي لَأُغْطِي التَّجِدَ وَخَيْرُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يُكِبَّهُ اللَّهُ فِي النَّارِ الْ

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو کچھ مال دیا اور حضرت سعد مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا کہ اس کو ضرور ملتا۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فلاں شخص سے کیوں روگردانی فرمائی خدا کی قسم میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا یا مسلمان کہو (یعنی لفظاً سلام اولیٰ ہے۔ باطن کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں) کچھ دیر تو میں خاموش رہا۔ پھر مجھ پر اس مال کا غلبہ ہوا۔ جو مجھے اس کی طرف سے معلوم تھا۔ تو میں نے پھر اپنا کلام دہرایا۔ اور میں نے کہا کہ حضرت آپ کس دھڑ سے اس شخص کی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ کی قسم میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یا مسلمان کہو پھر مجھے اس کے مال کا غلبہ ہوا جو کچھ اس کے ہائے میں ہیں جاننا تھا۔ تو میں نے پھر اپنا کلام دہرایا آپ نے اپنا وہی کلام دہرایا۔ پھر فرمایا کہ اے سعد کہ جب کسی آدمی کو کچھ دیتا ہوں۔ حالانکہ اس کا غیر یعنی دوسرا آدمی میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس خطو سے دیتا ہوں کہ کہیں اس کو اللہ تعالیٰ اونڈھے

منہ جہنم میں نہ ڈال دے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لا راہ مؤمنای لا علمہ مؤمنًا او مسلمانہ عطف تلیقنی ہے جس میں تکلم صرف معطوف کو ذکر کرتا ہے۔ جیسے کوئی کہے جا۔ زید دوسرے کے وعمر یہ عطف تلیقنی کہلاتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے رَافِی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالِ وَمَنْ ذُو مِیْتِی اِیْسِی یہاں بھی عطف تلیقنی ہے لا راہ مؤمنًا او مسلمانًا اور ممکن ہے کہ اضرب کے لئے ہو۔ اِیْ یَلْ قُلْ مُسْلِمًا جیسے اِلٰی مَا تَهٰ الْفَاوِیْزِ یَدُوْنَ اِیْ یَلْ جِنِّ یَدُوْنَ یہ اس لئے فرمایا کہ تم کو قلب کی کیفیت معلوم نہیں تمہارا علم ظاہر تک محدود ہے۔ اس لئے مسلم کہو مومن نہ کہو۔ مَا لَکَ عَنْ خِلَافِ اِیْ مَا لَکَ مُعْرِضًا عَنْ خِلَافِ قَالِ یَا سَعْدُ اِنِّیْ لَا عَطٰی الرَّجُلِ اور بعض روایات میں یَا سَعْدُ اَقْتُلَا اِیْ اَتَقَالِیْ قَتْلًا یعنی مقیم کا معیار صدقہ نہیں بلکہ نابغہ قلوب ہے۔ اور اس وقت ہی مقصود اعظم ہے۔

از شیخ ذکر کیا اس حدیث میں حضرت سعدؓ کے سوال ارادہ مؤمنًا پر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا او مسلمان یعنی تم نے جو قسم کھا کر اس کے مسلمان ہونے کو بیان کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ کیا پتہ وہ دل سے ایمان نہ لایا ہو۔ صرف ظاہر مسلمان ہو۔ کیونکہ ایمان اذعان قلبی کا نام ہے۔ اور اس کا تعلق قلب سے ہے اور قلب کی حالت کسی کو معلوم نہیں کہ یہ انقیاد حقیقی ہے۔ یا ظاہری۔ بہر حال تیسری مرتبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ بعض مرتبہ میں ایسے شخص کو مال نہیں دیتا جو مجھے محبوب ہو بلکہ اس کے غیر کو دے دیتا ہوں۔ یہ سوچ کر مجھ کو جس سے محبت ہے۔ اگر میں اس کو نہ دوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا لیکن اگر دوسرے شخص کو نہ دوں تو وہ مجھے برا بھلا کہے گا۔ تو اس کا نقصان ہو گا کہ کہیں بطور سزا کے جہنم میں نہ پھینک دیا جائے۔ اب اس ریل کے بارے میں شرح اور مشائخ میں اختلاف ہے۔ کہ آیا یہ قسم اول میں سے تھی یعنی جو لوگ اسلام حقیقی کھتے ہیں یا قسم ثانی میں سے ہیں جو صرف اسلام ظاہری رکھتے ہیں۔ شرح حدیث حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جملہ او مسلمان کی بنا پر کہتے ہیں۔ کہ یہ قسم ثانی میں سے تھی۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت سعدؓ کے مومننا کہنے پر نیکی فرمائی۔ لیکن میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ قسم اول میں سے تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ لَا عَطٰی الرَّجُلِ وغیرہ احب الی منہ ان کو احبین کی فہرست میں داخل فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ احب وہی ہو گا جو انقیاد ظاہری اور باطنی دونوں سے متخلی یعنی ترین ہو

بَابِ اِفْتَاءِ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ وَقَالَ عَمَّا ثَلَّثْتُ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ

إِلَىٰ بُيُوتِ الْمُضَافِ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذَلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ فَإِنَّ نَفَقَاتُ مِنَ الْوُقُوتِ۔
ترجمہ، سلام کا پھیلانا اسلام میں سے ہے اور حضرت عمارؓ فرماتے ہیں کہ تین خصلتیں ہیں جس شخص نے ان کو جمع کر لیا اس نے ایمان کو جمع کر لیا۔ پہلی خصلت اپنی ذات سے انصاف کرنا۔ تمام لوگوں کے لئے سلام کو خرچ کرنا اور فقر کے باوجود مال کو خرچ کرنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ افتاء السلام من الاسلام سے ایمان اور اسلام میں یا تو تراویق ثابت کرنا مقصود ہے۔ یا تلازم بیان کرنا ہے کیونکہ ایک روایت میں من الایمان بھی آیا ہے الانصاف من نفسک اس کا مقصد یہ ہے کہ جو چیز دوسروں سے دیکھنا چاہتے ہو تو اس کو چیز کو اپنے میں بھی پیدا کرو۔ ہذا السلام مع العالمو السلام سے یا تو قول السلام علیکم مراد ہے۔ یا السلام بمعنی سلامتی کے ہے۔ تو اس وقت العالم میں مسلمانوں کی تخصیص نہ ہوگی۔ بلکہ چرند۔ پرند۔ کفار۔ مسلمان سب داخل ہوں گے۔ البتہ پہلے معنی مشہور ہیں۔ بظاہر عالم میں کافر بھی داخل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بعض روایات میں ان کی اہانت کا حکم ہے۔ تو العالم میں مسلمانوں کی تخصیص کی جائے گی۔ افتار بمعنی افتخار تو من الافتار بمعنی مع الافتخار کے ہوگا۔ یؤثرون علی انفسہم ولو كانت بهم خصاصة یطعمون اطعماء علی حبہ الایۃ۔

از شیخ زکریاؒ۔ افتاء السلام من الاسلام یہ بھی مجملہ شعب ایمانیہ میں سے ہے الانصاف من نفسک کے علمائے کئی معانی بیان کئے ہیں۔ پہلے معنی یہ کہ اپنے نفس سے اللہ کے لئے انصاف کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم یہ پسند کرتے ہو۔ کہ تم سے چھوٹے تمہارے ساتھ ادب احترام سے پیش آئیں اس طرح تم بھی دیکھو کہ آیا مالک الملوک کے ساتھ ان کے پاس اور احترام میں تمہارا کیا مرتبہ ہے۔ جیسی تم اپنے لئے ادب کے طالب ہو۔ اسی طرح تم بھی امر الہی کا پاس کرو اور اس کا ادب کرو۔ حضرت گنگوہیؒ سے منقول ہے کہ اپنے نفس سے انصاف کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو تم اپنے آپ کو اس کے پیش کر دو۔ تاکہ وہ تم سے بدلہ لے یا معاف کر دے۔ تاکہ تم آخرت کی گرفت سے محفوظ ہو جاؤ چنانچہ سرور کائنات صلیم نے اپنے مرض الوفا میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ جس کو میں نے کوئی تکلیف پہنچائی ہو۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ ایک صحابیؒ نے عرض کیا کہ آپ نے ایک مرتبہ مجھے چھڑی ماری تھی حضور اکرم صلیم نے فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ صحابیؒ نے عرض کیا کہ حضرت! میں اس وقت تنگ بدن تھا حضور اکرم صلیم نے فوراً قیص اتار دی وہ صحابیؒ فوراً حضور صلیم سے لپٹ گئے۔ اور کبھی

ادھر بوسہ لیتے اور کبھی ادھر بوسہ دیتے ان کو تو بد لہ لینا تھا جس طرح چاہلے لیا۔ اور بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ حضور صلعم کے ارشاد لا یؤمن احدکم حتی یحب لاجنہ ما یحب لنفسہ کے ہم معنی ہے۔ اور اپنے نفس سے انصاف لینے کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اور دوسرے کے لئے پسند کر دو اور جو اور دوسرے کے لئے پسند کرتے ہو وہ اپنے لئے پسند کر دو۔ اور بعض علمائے اس کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ جو اپنے اوپر واجب ہے اس کو ادا کرو۔ خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے ہو۔ ان تمام اقوال میں مشہور پہلے دو ہیں۔

بذل السلام علی العالم یہی مقصود ہے اور یہ ہے۔ اسلام علی من عرفتم و لم تعرفوا والافتاق من الاقتار یعنی تنگی کے وقت خرچ کرنا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مالدار ہو مثلاً ایک ہزار روپے میں سے پچاس روپے خرچ کر دینے تو گویا بیسواں حصہ خرچ کیا۔ بخلاف اس کے جس کے پاس صرف سٹو روپے ہوں اگر وہ پچاس خرچ کرے تو اس نے اپنا نصف مال خرچ کر دیا۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

افضل الصدقة جہد المقل یعنی افضل صدقہ نادار کی مشقت ہے، عند الاقتار افتاق محمود ہے مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جس کو اعتماد علی اللہ ہو۔ اور یہ خوف نہ ہو کہ اس وقت دے کر دوسرے وقت افسوس ہوگا۔ یا دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گا۔ اگر یہ خوف ہو تو پھر اس کے لئے محمود نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص ایک سونے کی ڈلی لایا اور خدمت اقدس میں پیش کر کے کہنے لگا کہ یہ میری کمائی ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں حضور اقدس صلعم نے منہ پھیر لیا۔ وہ اسی جانب حاضر ہوا۔ حضور اکرم صلعم نے اس طرف سے بھی منہ پھیر لیا۔ وہ اسی طرف لے گیا۔ آپ نے وہ ڈلی لے کر اس زور سے پھینک کر ماری کہ اگر وہ ہٹ نہ جلتے تو ہڈی ٹوٹ جاتی۔ اس کے برخلاف حضرت ابو بکر صدیقؓ سے پوچھتے ہیں کہ گھر کے لئے کیا چھوڑا اس پر حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے۔ یہاں حضور اکرم صلعم نے کچھ نہیں فرمایا۔ کیونکہ آپ کو قرآن سے معلوم ہو گیا کہ پہلا شخص جزع فزع کرے گا۔ اس لئے اس کو تو داپس کر دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کا اعتماد علی اللہ معلوم تھا۔ اس لئے اس کو قبول کر لیا رد نہیں فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۸۸۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْإِسْلَامَ خَيْرٌ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک ایک آدمی جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا اسلام بہتر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسکین کو کھانا کھانا اور ہر اس شخص پر سلام پڑھنا جس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔

باب کُفْرَاتِ الْمُشْرِكِ وَكُفْرُ دُونِ كُفْرٍ فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ، شوہر کی ناشکری کفر ایمانی کے بغیر بھی کفر یعنی ناشکری ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت ابو سجد خدریؓ سے روایت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْأَعْيُنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْتُوْا أَهْلِيهَا النَّسَاءُ يَكْفُرْنَ فَيُلْ أَيْكُفْرُونَ بِاللَّهِ؟ قَالَ يَكْفُرُونَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرُونَ الْوَحْشَانَ كَوَّاحَسَنَتٍ إِلَى رَاحِدِ هَذِهِ الذَّهْرُ ثَعْرَاتٌ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا وَابَتْ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے خواب میں جہنم دکھائی گئی یا شب معراج میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہے کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔ کہا گیا کہ حضرت کہا وہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور احسان مندی کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں کسی ایک کے ساتھ زندگی گزارنا چاہو پھر کبھی ایک مرتبہ تم سے ناپسندیدہ بات دیکھ لیں تو یہی کہہ گی کہ میں نے تو کبھی بھی آپ سے نیکی دیکھی نہیں ہے۔ تشریح از شیخ مدنیؒ پہلے تو امام بخاریؒ اسلام دین اور ایمان کا ذکر کرتے رہے۔ ہم اس میں تاویلین کرتے تھے کہ ان میں تزاوف یا تلازم بیان کیا ہے اب کفران العشیر و کفران الاحسان کہہ کر بتلانا چلتے ہیں کہ کفر میں بھی تشکیک ہے۔ حالانکہ اسلام اور کفر میں تضاد ہے۔ اب امام بخاریؒ اسی کفر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ و بصدھا تنبیین الاشیاء اور کبھی بسا اوقات کسی چیز کے اثبات میں نفی کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے الْعَصَا حَتَّىٰ خَلَوْهُ عَنِ الْقَوَائِبِ الخ تو اس جگہ ایمان کی تفسیر میں کفر کو ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ ایمان کے مخالف کفر ہے جس کے درجات ہیں کفر باللہ جو کہ کفر جمود ہے جس کی وجہ سے انسان ایمان سے نکل جائے گا۔ کفر بالرسول بھی کفر جمود ہے۔ کفر عن شیئ بھی کفر ہے۔ مگر اس کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہو گا جیسے عورت سے تمام عمر احسان کیا جائے۔ اگر ایک مرتبہ اس کا کہنا نہ مانا جائے۔ تو ہمیشہ کی خیر کا انکار کر دیتی

ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں فرمایا گیا مادائیت منک خبیلاً قسطاً وجر یہ ہے کہ اس کی پیدائش ضلج الکیر سے ہوئی ہے جو میڑھی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے اس کی طبیعت میں اوجاج ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی عورت جو جمیع عیوب سے پاک ہو کہیں نہیں مل سکتی۔ بلکہ اس اوجاج کے ساتھ اس سے کام لیا جائے۔ چنانچہ ٹھہرنے اس وجہ سے آج تک شادی نہیں کی وہ کہتا ہے جو شخص بارہ کرڈر جنموں پر حکومت کرے وہ ایک عورت کا محکوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان کی جمیع مصائب کو جھیل اور جھیل کر تسلیم دی۔ کہ سن معاشرے تدبیر منزل کرو۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں نزاکت میں دلی کے اندر مشہور تھے۔ شہزادوں تک کی بات کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ ان کو بیوی ایسی ملی تھی۔ جو بالکل فحش گو تھی۔ یہ مزاج پرسی کرتے وہ صلواتیں سناتی۔ پھر بھی برداشت کرتے حضرت شاہ دلی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کی مجھے کعب دست کی طرح سیر کرائی گئی۔ مگر مرزا مظہر جیسا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ تو ولایت ایسے ماہل نہیں ہوتی ۔

خون جگر پینے کو لخت جگر کھانے کو : یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دلوانے کو

بہر حال کفر میں جب تشکیک ہوتی تو ایمان جو اس کی ضد ہے اس میں بھی تشکیک ہوگی۔

بیکفرت الاحسان سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص احسان کرے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے من یشکر اللہ من لہ یشکر الناس الحدیث وہ اللہ تعالیٰ شکر گزار نہیں ہو سکتا جس نے لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کیا۔ مگر فطرت انسانی میں کفران کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ ان الانسان لخریۃ کفورا انسان رب کا ناشکر گزار ہے۔ رہ سے مراد مرئی ہے۔ جس سے ماں باپ مراد ہیں۔ لیکن ان کا احسان نہیں مانا جاتا۔ خصوصاً لڑکے تو ماں باپ کی کثرت سے نافرمانی کرتے ہیں۔ الغرض مقصد یہ ہے کہ عمن کے احسان کو ماننا چاہیے۔ کہ اس کا شکر یہ ادا کیا جائے۔ شکر ادا نہ کرنا کفر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے۔ کہ اس نے ان مسنن کو احسان کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔

کنودون کھرا از شیخ زکریا یہاں پانچ باب ہوئے جن سے امام بخاریؒ نے یہ ثابت فرمایا کہ ایمان لیک حقیقت بسیط ہے۔ اور اس میں جو تفاضل وغیرہ ہے وہ اعمال کے اعتبار سے ہے و بصد ہاتھتین الہ شفاء کے مطابق اب کفر کے بھی مراتب ثابت فرما رہے ہیں۔ جب کفر کے مراتب ہیں تو اس کے مقابل اسلام کے بھی مراتب ہوں گے لیکن یہ سارے مراتب حقیقی نہیں کہ خود فی النار کا سبب بن جائیں، اس حدیث میں

آنحضرت صلیم نے ارشاد فرمایا یكفرون العشیر معلوم ہوا کہ کفر حقیقی جو کفر باللہ وہ کل مراتب نہیں جب ایسا ہے تو اس طرح ایمان کے سارے مراتب حقیقت ایمان میں داخل نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کی حقیقت تو ایک ہوگی اور یہ چیزیں اس کی کمالات ہوں گی۔ آنحضرت صلیم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں بکثرت عورتوں کو دیکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتیں زیادہ ہوں گے۔ اور اس کے مقابل دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں کم از کم ہر شخص کو دو بیویاں ملیں گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ اور اس کے مقابل دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں کم از کم ہر شخص کو دو بیویاں ملیں گی۔ جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی مردوں سے زیادہ عورتیں ہوں گی۔ کم از کم دو گنی ہوں گی۔ اس کا تقاضا ہے کہ حب و ہاں عورتیں زیادہ ہیں تو مرد کم ہوتے اور جہنم کے اندر مرد زیادہ ہونے چاہئیں اور عورتیں کم۔ حالانکہ اس حدیث سے ان کی کثرت معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عورتوں کی پیداوار کثرت سے ہے اس لئے دو نو جگہ بھی زیادہ ہوں گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ وہ عورتیں کفرانِ عشیر کی وجہ سے جہنم میں گئیں۔ اور کفرانِ عشیر کفرِ دوہ کفر ہے تو ابتداً سزا بھگتے کے لئے وہ جہنم میں جاتیں گی۔ پھر وہاں سے جنت میں آئیں گی تو گویا ابتداً جہنم کے اندر کثرت اور پھر انتہاء جنت میں کثرت ہوگی۔

اب اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ آنحضور صلیم کو یہ ان عورتوں کے متعلق دکھایا گیا جو مرچکی ہیں اور جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مر جاتا ہے اگر وہ نیک ہوتا ہے تو اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور جنت کی کھڑکی وہاں کھول دی جاتی ہے۔ اگر وہ برا ہوتا ہے تو پھر جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے تو حضور پاک صلیم نے یہ منظر بیان فرمادیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور کشف کے آئندہ ہونے والی بات بتلائی گئی ہے جیسے ہمارے زمانے میں بعض اولیاء اللہ کو آئندہ ہونے والی باتوں کے متعلق انکشاف ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء کے انکشافات میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے انکشاف میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا تاہم کبھی کبھی تعین میں اشتباہ ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ عمرہ حدیبیہ میں ہوا۔ مگر غلطی نہیں ہو سکتی۔ بخلاف کشفِ اولیاء کے وہاں احتمال وقوع غلطی کلمہ کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے۔

یکفرون الاحسان احسان کا کفر کیسے کرتی ہیں۔ کہ ان کے ساتھ احسان کرتے رہو۔ جب کسی وقت کوئی بات ہو جائے تو کہہ دیں کہ تیرے مجھے کوئی راحت نہ ملی۔ ہمیشہ ہی مجھے اس گھر میں تکلیف پہنچتی ہے۔

بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ - وَلَا يَكْفُرُ صَاحِبُهَا بِإِتْكَانِهَا إِلَّا بِالشُّرُكِ
 يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَهْرَأُ خِيْنِكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَنْ يُشْرِكُ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَإِنَّ طَائِفَتَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 اقْتَتَلُوا فَأَصْحَابُهَا بَيْنَهُمَا فَسَمَّا هُمُ الْمُؤْمِنِينَ -

ترجمہ، گناہ جاہلیتہ کے معاملات میں سے ہیں لیکن ان کا ارتکاب کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی
 مگر ہاں شرک کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔ بوجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے کہ تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں جاہلیتہ
 پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس کی توہرگز بخشش نہیں کرے گا کہ اس کے
 ساتھ شرک کیا جائے البتہ اس کے ماسوا گناہوں کی بخشش کر دے گا جس کے لئے چاہے۔ دوسری آیت کہ اگر
 مؤمنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو تو ان لڑنے والوں کو مؤمن کہا گیا ہے حالانکہ
 قتالہ کفر وار دہے۔

حدیث نمبر ۳۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْمَدَنِيُّ عَنْ الْأَحْمَفِ بْنِ قَبِيصٍ قَالَ
 ذَهَبْتُ لِأَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ لَا فَقَالَ أَيْنَ تَرِيدُ قُلْتُ أَنْصُرُ هَذَا الرَّجُلَ
 قَالَ أَنْجِعْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا لَتَفَتَى الْمُسْلِمَانِ بَيْنَهُمَا
 كَاتِلَتَيْنِ وَالْمَقْتُولُ فِي السَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ قَمَا بِالُ الْمُقْتُولِ قَالَ رَأَيْتَ
 كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ (المحدث)

ترجمہ :- حضرت الاحنف بن قیس سے مروی ہے کہ میں اس آدمی یعنی حضرت علیؓ کی مدد کے لئے نکلا
 تو مجھے حضرت ابو بکرؓ صحابی رسولؐ ملے۔ انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہا اس آدمی یعنی حضرت علیؓ
 کی مدد کرنے کے لئے جا رہا ہوں فرمایا وہ آپس جاؤ اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے
 تھے جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے سے الجھ پڑیں تو قتل کرنے والا اور قتل ہونے والا
 دونوں جہنم میں ہوں گے میں نے کہلے اللہ کے رسولؐ یہ قاتل تو سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن مقتول کا کیا حال ہے کہ وہ جہنم
 میں کیوں جائے گا۔ فرمایا وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل کرنے پر مر بیٹھا جو کامیاب نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ منیؒ اس جگہ امام بخاریؒ ایک باب میں دو ترجمے لئے ہیں؟ زمانہ جاہلیتہ سے وہ فرت
 کا زمانہ مراد ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کچھ بعد اور آپؐ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے جس پر

جاہلیہ کو بڑا فروغ حاصل تھا۔ شرک اور کفر کا دور دورہ تھا۔ امرالجاہلیہ۔ امرالشک اور دوسرا ترجمہ لایکف صاحباً ہے۔ باوجودیکہ جمع معاصی زمانہ جاہلیہ کی پیداوار ہیں۔ لیکن ان کا مرکب گناہگار تو ہوگا مگر کافر نہیں ہوگا اس دوسرے ترجمہ سے معتزلہ اور خوارج کے مسلک کی تردید کر لیں۔ کیونکہ معتزلہ کے ہاں مرکب کبیرہ خارج از اسلام ہے کفر میں داخل نہیں بلکہ کفر و اسلام کے درمیان ایک درجہ فسق مانتے ہیں۔ اور خوارج مرکب کبیرہ کو کافر گردانتے ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں تکفیر صرف مشرک کی صورت میں ہوگی۔ جس کی دلیل اندک امرأ فیکہ جاہلیہ ہے۔ اس لئے کہ جاہلیہ میں غلاموں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ سوڈان سے لئے جانے کی وجہ سے وہ سیاہ شکل کے ہوتے تھے۔ تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے غلام کو یا ابن سودا کہا کہ لے لے کالی عورت کے بیٹے آپ نے سن کر فرمایا کہ کیا تم اس کو مار دلاتے ہو۔ لایسخر قوم من قوم عسلی ان یکو فواخیراً منکھو کیونکہ خیریت کا علم ہوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے نماز استسقاء پڑھی مگر پھر بھی بارش نہ ہوئی۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں رات کے دقت منی کی طرف گیا کہ ایک سیاہ آدمی نماز پڑھنے لگا تو بارش شروع ہو گئی۔ صبح کو آکر دیکھا تو تختہ س کا گھر تھا۔ اس میں ایک کالا۔ لولا لنگڑا غلام تھا جس کی دعا قبول ہوئی اور بارش برسی۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مَا رَأَيْتُ أَحْضَلَ مِنْ عَطَا مِنْ رِيحٍ كَمَا فِي عَطَا بْنِ رِيحٍ مِمَّنْ سَعَى كَوْنِيَّ أَنْسَانَ أَفْضَلَ مِنْ دِيْهَانٍ۔ حالانکہ وہ سیاہ رنگ کے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں رنگ اور قوم کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ رَبِّ اشْفَعْتُ أَمْتُ لَوْ أَفْسَدَ عَلَى اللَّهِ لَا يَرْجُو اللَّهُ۔ ترجمہ اگر کوئی پرانندہ بال غبار لود آدمی اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ کے ہاں صورت کا بھی اعتبار نہیں۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صَوْرِكُمْ وَلَا مَوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور شکلوں کو نہیں دیکھتے وہ تو تمہارے اعمال اور قلوب کی نیت کو دیکھتے ہیں اثنائاً ربانی ہے ان اکرمکھ عند اللہ انفا کو تم سے زیادہ پرہیزگار اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ عزت والا ہے اور آپ نے فرمایا التَّقْوَى هِيَ رَأْسُ أَمْرِ الْإِنْسَانِ الْقَلْبُ كَمَا لَقَوَى اس جگہ ہے اور دل کی طرف اشارہ فرمایا لایکفر اس دوسرے دعویٰ کی دلیل ان اللہ لن یغفر لہ ہے کہ توبہ سے تو شرک اور غیر شرک سب معاف ہو جاتے ہیں۔ توبہ کے بغیر باقی سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔ تو چیز معاف ہو جانے والی ہے۔ اس کے از نکاب سے کفر لازم نہیں آتا۔ لا یغفر ان یشترک سے معلوم ہوا کہ

توحید میں شرک کی ملاوٹ سے کفر لازم آتا ہے۔ لیکن رسالت اور ماجار بہ النبی صلعم بالضرورة کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا حالانکہ ایسا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی ایک چیز پر اس لئے اکتفاء کیا جاتا ہے کہ دوسرا امر ظاہر ہے۔ جیسے تفکیم البحر میں برد کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو ایسے یہاں بھی ان لیشرک مایساویہ کے معنی ہوں گے کہ شرک اور جو اس کے مساوی ہے یہ معاف نہیں ہوں گے کیونکہ خو من بعض منکفر بعض الخ کو اولئک هم الکافرون حقا فرمایا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شرک فی الذات، شرک فی الصفات، شرک فی العبادت اور اس کے مساوی جو خبر متواتر سے ثابت ہیں ان سب کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ عدم شرک سے وہ توحید مراد ہے جو کہ معتبر ہو۔ توحید وہ معتبر ہے جس کو پیغمبر لے کر آیا ہو۔ ورنہ توحید کا دعویٰ تو نصاریٰ اور یہود، ہنود اور قریش بھی کیا کرتے تھے۔ تو لوگوں والی توحید مراد نہ ہوتی بلکہ وہ لغوی توحید مراد ہوتی جس کو آنحضرت صلعم نے سمجھا یا جو مقرون بالبدنۃ والکتاب وغیرہا ہے۔ تو جو توحید معتبر کا منکر ہو گا وہ کافر ہو گا۔

اب حدیث کی تشریح کی جاتی ہے کہ حضرت اخف بن قیس حضرت علیؑ کی لڑائی جو جگہ جبل کے نام سے مشہور ہے اور وہ حضرت عائشہؓ سے ہوئی تھی اس میں حضرت علیؑ کی امداد کے لئے جا رہے تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث سنائی۔ کان حویضاً علی قتل صاحبہ اگر شبہ ہو۔ کہ باری تعالیٰ خواطر قلب پر بھی محاسبہ نہیں کرتے اور ہتھیاریہ کو بھی نہیں لکھا جاتا۔ تو پھر مقتول کو فی النار کیوں کہا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں فقط عزم نہیں پایا گیا بلکہ اس کے ساتھ حمل بھی پایا گیا ہے اس لئے مستوجب سزا ہوا۔

باب المعاصی من امرا جاہلیۃ از شیخ زکریا یہ دوسرا باب ہے۔ اس سے بھی وہی ثابت کرنا ہے کہ کفرون کفر یہاں پر کفر کو جاہلیۃ سے تعبیر کیا گیا۔ کیونکہ اس زمانہ میں کفر تھا۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام بخاریؒ جب کسی چیز کے اثبات پر اترتے ہیں۔ تو اس کو مختلف عنوانات سے ثابت فرماتے ہیں۔ اب یہاں فرماتے ہیں کہ معاصی امرا جاہلیۃ سے ہیں۔ اور جاہلیۃ کی چیزیں کفر ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا۔ انک امراء جبک جاہلیۃ تو اگر معصیت کفر حقیقی تھی تو حضور اکرم صلعم نے تجھ یا ایمان کا امر کیوں نہیں فرمایا معلوم ہوا معصیت کفر حقیقی نہیں بلکہ کفرون کفر ہے جیسے طاعت ایمان دون ایمان ہے۔ عین ایمان نہیں۔ آگے فرماتے ہیں۔ لا یکفر صاحبہا بان تکایہا یعنی اگر کوئی معاصی کا ارتکاب کرے تو وہ کافر نہیں ہو گا۔ اس باب سے امام

بخاری نے خوارج کا رد کیا ہے کہ اگر ارتکاب کبار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے تو حضور اکرم نے تہجد پر ایمان کا امر کیوں نہیں فرمایا۔ اور اس سے پہلے باب مرتبہ اور خوارج و دونو کا رد فرمایا۔ مرتبہ کا تو اس لئے کہ اگر معاصی مضر نہیں تو پھر جہنم میں جہلنے کا کیا مطلب اور خوارج پر اس طرح کہ اگر وہ عورتیں کافر ہو گئی تھیں تو پھر حضور اکرم صلعم نے یکفرن باللہ کے جواب میں یکفرون العشیہ کیوں فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفران یشرک الخ اس سے پتہ چلا کہ مادوت المشرک کوئی اور چیز ہے جو اختیار الہی میں ہے خواہ معاف کر دیں یا اس پر سزا دیں۔ ہاں شرک کو معاف نہیں کریں گے۔ اسی طرح ارشاد ہے ان طائفتان من المؤمنین الخ اس سے بھی مقصود کفردون کفر کو ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ قتال مؤمن کے متعلق ارشاد نبوی ہے قتالہ کفر۔ ان طائفتان ہیں اگر قتال مؤمن کفر حقیقی تھا تو پھر مؤمن کیسے کہہ دیا اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن ہیں اور کفر سے کفردون کفر مراد ہے عین کفر مراد نہیں در نہ آیت اور حدیث میں تعارض ہو جائے گا۔

قال ذهبت لا نصر هذا الرجل یہ روایت یہاں مختصر ہے البتہ کتاب الجہاد میں مفصل آئے گی۔ یہ واقعہ جنگ جمل کہ ہے کہ اخف بن قیس تلوار سونت کر چلے راستہ میں حضرت ابوبکرہ صحابی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہا اس رجل کی مدد کرنے کے لئے مراد حضرت علیؓ ہیں اس جگہ تو صرف ہذا الرجل بس نام ہی مذکور ہے۔ اگلی روایت میں ابن عم رسول اللہ کا اضافہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلعم کی قرابت کی وجہ سے ان کی مدد کرنے جا رہا ہوں قتلت یا رسول اللہ هذا القاتل یہ مبتدأ ہے اس کی خبر محذوف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قاتل تو اپنے قتل کی وجہ سے جہنم میں گیا۔ لیکن مقتول نے کیا قصور کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تلوار تو وہ بھی لے کر گیا تھا۔ قتل ہی کے واسطے اگر موقع پاتا تو قتل کر دیتا۔ مگر موت دوسرے کی تھی۔ وہ ہی مرگیا۔

حدیث نمبر ۳۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الخ عَنِ الْمُعْتَمَرِ قَالَ لَقِيتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيَّ بْنَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ رَأَيْتُ سَابِئَةَ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأَمْرِهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَا ذَرٍّ عَيَّرْتَهُ بِأَمْرِهِ إِنَّكَ أَمْرٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ أَخَوَانُكُمْ خَوَلَكُمُ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ قَتَلَ يَدِيهِ فَلْيَكُونَهُ وَمَا يَأْكُلُ وَيَلْبَسُهُ وَمَا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفُهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعْيَنُوهُمْ۔

ترجمہ، حضرت معروفؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ربذہ کے مقام پر حضرت ابوذر غفاریؓ سے اس حالت پر ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک قیمتی پوشاک خود ان کے زینب تن تھی اور ایسی ہی دوسری پوشاک ان کے غلام پر تھی۔ میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو خوب گایاں دی۔ حتیٰ کہ میں نے ان کی ماں کی وجہ سے اس کو عار دلائی (کہ تو کالی کلوٹی عورت کا بیٹا ہے) جس پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ تو نے اس کو ماں کی وجہ سے عار دلائی بے شک تو ایک اہل آدمی ہے جس میں جاہلیت پائی جاتی ہے۔ یہ تہلے بھائی تہلے غلام ادرتا بعد رہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تہلے ماتحت کر دیا۔ پس جس شخص کے تحت اس کا بھائی ہو تو جو وہ خود کھاتا ہے اس سے اس کو کھلائے جو خود پہنتا ہے اس سے اپنے بھائی کو پہناتے۔ اور ان کو ایسی کام کی تکلیف مت دو جو ان پر ناپ آجائے کہ نہ سکیں اگر ایسے سخت کام کی تکلیف دو تو پھر ان کی امانت بھی کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابوذر غفاریؓ پر زہد کا غلبہ تھا۔ ان کا مسک تھا کہ کسی مؤمن کو مال جمع نہیں کرنا چاہیے۔ الذین یکنزون الذہب الذہب الابیۃ کے ظاہر پر عمل کرتے تھے کہ تمہیں اتنا مال کھنے کی اجازت ہے جس کو بالفعل خرچ کر سکو بقیہ کو خیرات کر دو وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ دو آدمی خسارہ میں پڑنے والے ہیں پوچھا کون تو آپ نے والذین یکنزون الذہب الابیۃ والی آیت پڑھ دی۔ مہرور علماؒ فرماتے ہیں کہ جس مال سے زکوٰۃ ادا کر دی جائے اس کا رکھنا جائز ہے اور صوفیا کرامؒ فرماتے ہیں کہ نصاب زکوٰۃ کا اس اعتبار سے ہو کہ اتنا لیس حصہ دے دو اور ایک حصہ اپنے لئے رکھو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حملہ کیا۔ لیکن فتح نہیں ہوا۔ غرضیکہ چار مرتبہ عربی حکومت کے یہ حملہ ہوا اور تین مرتبہ ترکی حکومت کے عہد میں حملہ ہوا۔ بالآخر ساتویں مرتبہ یہ قلعہ فتح ہوا۔ ہمزبانی اور نجومی حیثیت سے قسطنطنیہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ سمجھ دار بادشاہ اس جگہ رہ کر تمام دنیا پر حکومت کر سکتا ہے۔ الحاصل حضرت ابوذرؓ بھی حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے۔ حضرت معاویہؓ کو خبر پہنچی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ لوگوں کو مال جمع نہیں کرنے دیتے کشتی کشتی کی صدا لگاتے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ خلیفہ مسلمین کو لکھا بھیجا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے لوگوں کو تنگ کر رکھا ہے حضرت عثمانؓ نے ان کو بلوا بھیجا خلیفہ کا حکم سنتے ہی جنگ چھوڑ کر چلے گئے۔ عہد عثمانی ثروت کا زمانہ ہے۔ جب مدینہ میں ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو چاروں طرف سے لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور مناظرہ کرنے لگے۔

جب یہ رنگ آگئے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم ربڑہ چلے جاؤ جو کہ مدینہ منورہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ وہاں رہائش اختیار کرو بیت المال سے تمہیں قوت لایموت ملتا رہے گا۔ اور عرب میں یہ عادت تھی کہ غلاموں کے لئے جو ملے ہوتے تھے۔ وہ ایک ہی رنگ اور ایک ہی قسم کے ہوتے تھے۔ آقاؤں کے حلقہ عمدہ اور قیمتی ہوتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ربڑہ میں انہوں نے یہ معمول بنالیا کہ چادر اور تہمند میں سے ایک اپنے لئے رکھ لیتے تھے۔ اور ایک غلام کو دے دیتے تھے۔ جس سے امتیاز نہیں ہوتا تھا۔ جس پر حضرت مسروقؓ نے تعجب کا اظہار کیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات بھی اس مقام ربڑہ میں ہوئی۔ وفات کے وقت نہ کوئی آدمی وہاں موجود تھا اور نہ ہی کفن کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ ان کی بیوی بہت پریشان ہوئی۔ کوٹھے کی چھت پر پڑھ کر دیکھا تو ایک قافلہ مکہ کی طرف جا رہا تھا۔ جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابی رسول بھی تھے اور یہ قافلہ حج کے لئے جا رہا تھا۔ بہر حال جب ان کو حضرت ابوذر غفاریؓ کے متعلق علم ہوا۔ تو فرمائیے گئے بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی فرمایا تھا کہ اصدق ہجرت ابوذرؓ ہیں اور ان کی زندگی اور موت تنہائی میں ہوگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہجرت یثرب کا انتظام کیا اور جنازہ بھی پڑھایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے مزار پر میں نے تجلیات اور انوار الہیہ کا مشاہدہ کیا ہے علیہ حلتہ ای علیہ بعض حلتہ علی غلامہ یہی معنی ظاہر ہیں۔ اور یہی باعث تعجب بھی تھا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وعلی غلامہ مثل حلتہ گمر پہلی توجیہ روایات کے مطابق ہے سببیت رجلا چونکہ آپؐ نے غلاموں کو عبد کہنے سے منع کیا تھا اس لئے انہوں نے رجلا کہا۔ اخوانکو خوئکو اصل ترکیب کا عکس ہے۔ اصل تھا خوئکو اخوانکو، خوئ بہنی من یتخول ویتعاهد یا مکر کو یعنی نگرانی اور اصلاح کرنے کو تخول کہتے ہیں۔ اس جگہ مسند الیہ کو مسند کی جگہ رکھا گیا ہے۔ بہر حال خوئکو سے غلام مراد ہے۔ جعل اللہ تحت اہدیکو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے۔ اور غلاموں پر انتقام ہے۔ کہ انہوں نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا اور باری تعالیٰ کی ناشکری کی جس پر غلامی کی زندگی کی صورت ہیں ان کو سزا ملی۔ انت امر ارفیک جاہلیۃ تو یہ معافی میں سے ہے۔ تو کیا معاذ اللہ اس کے ارتکاب سے حضرت ابوذر غفاریؓ اسلام سے نکل گئے حالانکہ بالکل غلط ہے۔ تو معتزلہ اور خوارج پر رد ہوا۔

از شیخ زکریا لقیات اماذر بالربڑہ یہ حضرت ابوذرؓ سید الزہاد اور امام المجدوبین ہیں ان کا حال یہ تھا کہ جہاں کسی کو اچھا کپڑا لیتے دیکھا اور پتہ چلا کہ اس میں بیوند نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا یہ مالدار ہے

تولاٹھی اٹھاتے اور پہنچ کر کہتے درہو کج من الشارہا کیان من امان کج یعنی داغ۔ حضرت عثمان شہید رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب فتوحات کا زور ہو رہا تھا اور دراہم و دنانیر گھر کے کونوں میں بکھرے پڑے رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ سے لوگوں نے ان کے زہد کی شکایت کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمادیا کہ آپ دیہات میں جا کر سکونت اختیار کریں کیونکہ بیچاڑے دیہاتیوں کے پاس پیسہ زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل میں مدینہ کے قریب رزہ نامی ایک گاؤں میں چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون کسی نے پوچھا آپ یہاں کیوں چلے آئے فرمایا خلیفۃ المؤمنین کا حکم ہے۔ اگر مجھ پر کسی جشی غلام کو بھی امیر بنا دیا جاتا تو میں ان کی اطاعت کرتا۔ یہ تو حضرت عثمانؓ ہیں ان کی اطاعت کیسے نہ کرتا۔

سابت رجلًا رجل مصداق حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ یہ حبشہ کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے باشندے کالے ہوتے تھے۔ تو میں نے ان کو کالی عورت کا لڑکا کہہ دیا تھا۔ انہوں نے حضور اکرم صلیم سے اس کی شکایت کی جس پر آپؐ نے فرمایا انک امرأۃ جاہلیۃ۔ یعنی نیرے اندر سے ابھی جاہلیت ختم نہیں ہوئی۔ تو عار دلانے کو امر جاہلیۃ یعنی معصیت قرار دیا لیکن اسی سے ان کا کفر لازم نہیں آیا۔ اسی واقعہ سے حضرت ابوذرؓ نے بتلایا کہ حضور پاک صلیم کے اس ارشاد کی بنا پر میں نے بھی اپنے غلام سے یہی معاملہ کیا کہ میں نے پورا سوٹ نہیں پہنا بلکہ ایک چادر میں نے لی اور دوسری اس کو دی۔

باب ظَلُّوْ دُونَ ظَلُّوْ

حدیث نمبر ۳۲ حَدَّثَنَا أَبُو نُؤَيْمٍ الْهَمَزِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدٍ أَنَّكَ لَدَيْنَا مَسْئُورًا وَ لَمْ يَبْسُورُوا بِمَا نَبُؤُا قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا كَوَّ يَظْلُوْ فَكَرَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الشُّؤْكَ كَظْلُوْ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ، جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا۔ ان کے لئے امن ہے، تو جناب رسول اللہ صلیم کے اصحاب نے فرمایا کہ حضرت! ہم سے کون ظلم نہیں کرتا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

تشریح از شیخ مدنی یعنی ظلم کے بھی درجات متفاوت ہیں۔ بظلمو میں چونکہ نکرہ تحت النفی واقع ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ تو صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا کہ گناہ صغیرہ بھی ظلم ہے تو بہت شاق گذرا جس

پر آپ نے فرمایا کہ ظلم سے وہ ظلم مراد ہے جس سے بچنے کی نصیحت حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو کی تھی، وہ نوع ظلم شرک ہے، یعنی ایمان کے ساتھ شرک کو نہیں ملایا ان کے لئے اس ہے جیسے پیروں کو سجدہ کرنا، ان کو حاضر ناظر سمجھنا چنانچہ ہدایتی کا کہنا ہے کہ پیر بر چیز کو جانتا ہے۔ اس لئے انہوں نے علم غیب آنحضور اکرم صلیم کے لئے بھی ثابت کیا۔ قاضی خاں نے ایک جزیئہ لکھا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرح کسی کو حاضر ناظر مانا وہ کافر ہے۔ اس طرح تعزیر پر کاغذ لگاتے جلتے ہیں، اور لکھا ہوتا ہے کہ اے امام حسینؑ مجھے بچہ دے دو کہ اگر کہا جلتے کہ صحابہ کرام تو عرب اہل لسان تھے۔ ان کو اشکال کیوں پیش آیا۔ انہوں نے عموم کیوں سمجھا تو کہا جائے گا کہ انہوں نے لحد یدبسا پر غور نہیں کیا۔ غلط تب ہوتا ہے۔ جبکہ عمل واحد ہو غلط ایمان قلبی اعمال سے ہو گا۔ اعمال جو ارح سے نہیں ہوتا۔ تو قلب میں جو چیز پائی جلتے۔ اور اسی صنف ایمان میں سے ہو۔ یعنی ملی چیز ہو۔ اس کا عقیدہ رکھنا یہ ظلم ہے۔ اس کے ساتھ ایمان کو غلط نہیں کرنا چاہیے، شراب کا پینا اور ایمان کا غلط نہیں ہو سکتا۔ تو صحابہ کرام نے بظلم کو تو دیکھا لیکن لحد یدبسا پر غور نہ فرمایا حالانکہ یہ مراد تھا۔ یہ ظلم بڑے درجہ کا ہے۔ اور جو ظلم معاصی کا ہے۔ اس کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے گی (از مرتب) چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے ترجمہ فرمایا کہ جن لوگوں نے اپنے یقین کو شک سے نہیں ملایا۔

از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جب کوئی باب منعقد فرماتے ہیں۔ تو اس کے بعد دوسرے باب سے اس کی توضیح اور تکمیل فرما دیتے ہیں۔ یہ باب بھی اسی قبیل میں سے ہے۔ باب سابق میں جو مضمون ثابت کیا ہے۔ اسی کو پھر یہاں سے ثابت فرما رہے ہیں جو کہ نہ کوہ تحت النبی واقع ہے تو اس عموم کی بنا پر آنحضور اکرم صلیم سے سوال کر لیا۔ ایسا لحد یدبسا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جس سے ظلم نہ ہوا ہو اور کچھ نہ کچھ کوتاہی نہ ہوئی ہو۔ جس پر آیت ان الشرک لظلم عظیم نازل ہوئی جس سے پتہ چلا کہ جب شرک ظلم عظیم ہے تو اس سے چھوٹا ظلم یقیناً کوئی نہ کوئی ہو گا۔ جب ہی تو عظیم کا مقابل سمجھ میں آئے گا۔ اس تعزیر سے ظلم دون ظلم ثابت ہو گیا۔

باب حَدَّثَنَا الْمُنَافِقُ

حدیث نمبر ۳۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو الرَّبِيعِ الْخَمْدَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ۱ يَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذِبٌ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا وَاعَدَ خَانَ (الحدیث) ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ روئے ہے وہ نبی اکرم صلیم سے روایت کرتے ہیں

کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔ تو وہ خیانت اور بددیانتی کرتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی ہر جس طرح ظلم اور کفر کی مشکک تھی اور ان کے اعتداد میں بھی تشکیک ثابت ہو جاتی تھی اس کی مناسبت سے علامات نفاق کو بیان فرمایا۔ اگر یہ علامات سب کی سب پائی جائیں گی تو نفاق کامل ورنہ نفاق ناقص ہوگا۔ نفاق دو قسم ہے ایک عملی دوسرا اعتقادی نفاق کے معنی چلنے کے ہیں۔ منافق بھی اس سے ماخوذ تھا۔ مگر محاورات میں نفاق استہطانتہ کو کہنے لگے کہ جس کا ظاہر اور ہو اور باطن دیگر ہو۔ اس کو نفاق اس لئے کہتے ہیں کہ یہ چلتا بہت ہے۔ منافق دو جگہ مقبول ہوتا ہے۔ جس کے شر سے بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ قلبی ضعف ہوتا ہے کسی ایک امر پر قائم نہیں رہتا۔ بخالی کا بیگن بنا رہتا ہے۔ منافق فی العقیدہ کافر ہے۔ لیکن منافق فی العمل کو کافر نہ کہا جاتے گا۔ اس جگہ منافق سے منافق فی العمل مراد ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس سے ظاہر ہو گیا۔ کہ جس کے اندر تین یا چار خصائل پائے گئے اس کا نفاق کامل ہے۔ جس میں کم خصائل ہوں گے اس کا نفاق ناقص ہوگا۔ تو نفاق کے مراتب معلوم ہوتے تو جو اس کی ضد ایمان ہے۔ اس میں بھی زیادہ نقصان ہوگا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معاصی کا اثر ایمان پر پڑتا ہے۔ اگر شبہ ہو کہ حدث کذب الخ یہ علامت تو برادران یوسف میں بھی پائی جاتی تھیں کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پاس امانت تھے۔ اس میں انہوں نے خیانت کی اور حفاظت کی بجائے مار مار کر کنوئیں میں پھینکا حالانکہ ایک جماعت علماء کی ان کو انبیاء کہتی ہے۔ اور دوسری جماعت انہیں غلصین صدیقین کہتی ہے۔ اس کے متعدد جوابات ہیں پہلا جواب کہ ان کے یہ معاصی قبل از نبوت تھے۔ جن کا صدور سوائے شرک کے ان سے ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ انبیاء ہی نہیں تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ معاصی کہا کر نہیں تھے۔ بلکہ اجتہادی غلطی تھی۔ کیونکہ جب انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی توجہ محبت یوسف اور بنیامین کی طرف دیکھی تو انہوں نے سوچا کہ ہم لوگ تو معارف یزدانی سے محروم رہ جاتیں گے اور یہ دونوں بھائی ترقی کر جائیں گے۔ فتکو منوا من بعدہ قومًا صالحین یعنی اس کے بعد تم لوگ نیک ہو جاؤ گے۔ پیغمبر کی توجہ سے جو چیز حاصل ہو وہ دین ہے۔ تو انہوں نے بے وقوفی کی وجہ سے غلطی کی جو حقا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اذا حدث کذب لفظ اذا کے ساتھ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا

ہے۔ یعنی جس کی عادت ہی جھوٹ بن جائے۔ اگر کوئی غلطی سے یا ایک دو مرتبہ جھوٹ بولے تو اسے کاذب نہیں کہا جاتا۔ تو نفاق سے مراد تعدد ہے۔ سوائے انبیاء کے کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی گناہ چھوٹا بڑا ضرور سرزد ہو جاتا ہے۔

باب علامۃ المنافق از شیخ زکریا۔ اس سے قبل امام بخاریؒ جو ابواب منعقد فرماتے ہیں وہ علامۃ الایمان سے متعلق ہیں۔ اب چونکہ کفر کا باب چل رہا ہے۔ تو جو علامات کفر ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔ اور اس کے متعلق امام بخاریؒ نے یہاں سے باب قیام لیلة القدر من الایمان تک پانچ باب ذکر فرماتے ہیں انہی علامات میں سے ایک نفاق ہے۔ اذا حدث کذب اگر اشکال ہو کہ یہ علامات تو عام مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا منافق کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے۔ تو مجھے امام بخاریؒ کی طرف سے جواب دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا جواب ترجمہ میں دے چکا ہوں۔ کہ امام بخاریؒ کی غرض کفر و نفاق کو ثابت کرنا ہے اور یہ علامات حقیقی کفر کی علامات نہیں ہیں۔ لہذا مسلمانوں کے اندر بھی پایا جانا ممکن ہے۔ اذا وعد اخلف وعدہ خلافی کا یہ مطلب نہیں کہ وعدہ کرتے وقت اس کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ ہو لیکن معذوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے بلکہ وعدہ خلافی کا مطلب یہ ہے کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کا پختہ ارادہ ہو۔ کہ اس کو پورا نہیں کروں گا۔

حدیث نمبر ۳۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ عَقْبَةَ الْا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النَّفَاقِ حَتَّى يَهْدَّ عَنْهَا إِذَا أُؤْتِيَ خَاتَمٌ وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ خَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ۔ ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں جس شخص کے اندر وہ ہوں گی۔ وہ خالص منافق ہو گا۔ اور جس شخص میں ان میں سے کوئی خصلت ہوگی تو وہ اس کے اندر ایک نفاق کی خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے بات کرے تو جھوٹ بولے جب کوئی معاہدہ کرے تو بے وفائی اور غداری کرے جب کسی سے ٹھکڑا کرے تو گالی بکے۔ شعبہ نے اعمش سے اس میں متابعت کی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس حدیث میں منافق کی چار علامتوں کا ذکر ہے۔ اور اس سے پہلی حدیث

میں تین کا ذکر تھا تو علما نے اس کے چند جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کو اتنا ہی معلوم تھا اس لئے اسی پر اکتفا فرمایا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے مزید علامتیں بتلائی ہیں۔ تو وہ بھی ارشاد فرمادیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اعتبار سے ایسا فرمایا۔ کہ جس کے اندر جو خصلتیں نمایاں تھیں اسی پر اس کو متنبہ کر دیا۔ کمال منافقا ذلہ الصفا ناص منافق ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔ بلکہ کمال نفاق کا مرتبہ اس کو حاصل ہو گیا جس کی بنا پر کفر حقیقی کے قریب قریب ہو گیا۔ حتیٰ حدیث عہا مطلب یہ ہے کہ اس میں نفاق کی یہ خصلتیں جب تک رہیں گی وہ منافق ہے گا۔ اور جب اس خصلت کو چھوڑ دے گا نفاق بھی ختم ہو جائے گا۔ اور تجدید ایمان کی ضرورت نہ ہوگی۔ ماقبل میں چونکہ ایمان کا بیان تھا۔ اور زیادتی وضاحت کے لئے درمیان میں پانچ ابواب و بعد ہاتھ تین الا شباء کے قاعدے کے مطابق ذکر فرمائے تھے۔ اب پھر اپنے اصل کی طرف رجوع کر کے ایمان کا ذکر فرمادیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

باب قیام کیلئے القدر مرتب الیمناس

حدیث نمبر ۳۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَالدَّيْءُ تَرْجَمَهُ حُرَّتُ ابْنِ بَرٍّ فَرَمَاتِي هِيَ كَبَرُ رَسُولِ أَرْمَلَمُ نَ ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے لیلۃ القدر والی رات اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے قیام کیا تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنی؟ اس حدیث سے قیام لیلۃ القدر کا ایمان کامل میں سے ہونا معلوم ہوا۔ اور اس کا ثمرہ غفرلہ ماتقدم فرمایا گیا کیونکہ اِنَّ الْمُسْلِمَاتِ مِثْلَهُنَّ التَّيَّابَاتِ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ اگرچہ ماتقدم میں ماکلمہ عموم کا ہے۔ مگر حقوق العباد بنبران کی معافی کے معاف نہیں ہو سکتے لہذا ان کو شامل نہ ہوگا۔ از شیخ زکریا حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تو صرف اتنا فرمایا ہے کہ یہ باب رجوع الی الاصل کے لئے ہے۔ اور باریکیاں بیان کرنے والے حضرات نے یہ باریکی بتلائی ہے کہ امام بخاری نے باب افشاء السلام کے بعد قیام لیلۃ القدر کا باب منعقد کر کے آیت کریمہ سلامہ حتیٰ مطلع الفجر کی طرف اشارہ ہے اور سلام سے مراد شب قدر ہے۔ تو گویا اس آیت کی مناسبت سے شب قدر کو افشاء السلام کے بعد ذکر فرمایا۔ کسی شائع نے یہ نہیں بتلایا کہ افشاء السلام اور لیلۃ القدر میں پانچ بابوں کا فصل کیوں کر دیا گیا۔ حضرت مولانا زکریا کی رائے

ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ طریقہ اختیار کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کی وہ فضیلت جو احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ وہ کسی خاص آن کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں امتداد ہے۔ یہ نہیں کہ بس ہوئی اور ختم ہو گئی۔

ایمان و احتساب یہاں پر ایمان کی قید تو واضح ہے۔ لیکن احتساب کا ذکر بھی کافی اہمیت رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کام ثواب کی نیت سے کیا جائے۔ تو اس پر ثواب ملے گا۔ ورنہ ثواب سے محرومی ہے۔ تو گویا اس جملہ سے نیک نیتی پر تنبیہ کرنا ہے۔

باب الْجِهَادِ مِنَ الْإِيمَانِ

حدیث نمبر ۳۶ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اُنْتَدَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُعْرَجُهُ إِلَّا رِيَاءً يَمَانٍ أَوْ تَصَدِيقُ بَرٍّ أَوْ رِجْعَةٌ يَمَانٍ مِنْ أَجْرِ أَوْ غَنِيمَةٌ أَوْ أَفْجَلُهُ الْجَنَّةُ وَلَوْلَا أَنْ أُشِيقَ عَلَى أُمَّتِي مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَا وَدِدْتُ أَنْ أُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتَلَ. الحديث

ترجمہ باب جہاد بھی ایمان میں سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ میں نے سنا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بلند و برتر اس بندے کے کفیل بن جاتے ہیں یا اسے قبول کر لیتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے نکلا۔ اس حال میں اس مقصد کے لئے اس کو نہیں نکالا مگر میرے پرہیز کرنے یا میرے رسولوں کو سچا سمجھنے نے تو کفیل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا کہ ان کو درج ذیل چیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل کرنے کے بعد واپس کرے گا یا تو ثواب لے کر یا غنیمت کا مال حاصل کر کے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اگر مجھے اپنی امت پر یہ بات گراں نہ گذرتی تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ بیٹھتا بلکہ میری تو دلی تمنا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جاؤں پھر زندگی دی جائے پھر قتل کر دیا جاؤں

تشریح از شیخ مدنی انتداب ای تکفل اللہ لمن خرج، یا انتداب بمعنی قبول کیا یا بجز جہاد الا ایمان ہی یہ حال قوی ہے۔ کہ اس شخص کا جہاد کے لئے نکلنا میری تصدیق اور میرے رسولوں کی تصدیق سے ہو۔ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو۔ تو اس صورت میں باری تعالیٰ کی طرف سے تکفل ہوگا۔

ان ارجعة تکفل الی رجوعه الی اہلہ من اجر۔ غنیمة ادا دخلہ الجنہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز ضرور حاصل ہوگی۔ اجر۔ غنیمت یا دخول جنت حالانکہ سب بھی جمع ہو سکتے ہیں تو کہا جائے گا۔ کہ اوستغفرلہ کے لئے نہیں بلکہ منع الخلو کے لئے ہے۔ جو شہید ہو گا وہ مرتے ہی جنت میں داخل ہو گا۔ اور اسے وہاں کے انعامات ملنے شروع ہو جائیں گے مگر یہ ادخال جنت اور رہے اور روز قیامت کا ادخال جنت اور رہے۔ چنانچہ ایک بزرگ سید محمد فاضل صاحب شہید اپنے ہونٹوں کو چبایا کرتے تھے ان سے دھڑ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں ایک جہاد میں ایک پیالہ میرے پیش کیا گیا۔ ابھی میرے ہونٹوں سے لگا ہی تھا کہ نذا آئی کہ ابھی تک ان کی عمر باقی ہے۔ تو اس کا ذائقہ ابھی تک محسوس کرتا ہوں۔ اور ہونٹ چباتا ہوں۔ تو مجاہد کے لئے دو صورتیں ہوتیں۔

مجاہد کے لئے دنیا و دین کی سرفرازی ہے، کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے اگر شہید ہوا تو جنت میں داخل ہو گا۔ اگر زندہ رہ گیا تو غلبہ کی صورت میں غنیمت بھی ہاتھ لگے گی اور اجر بھی ملے گا۔ اگر اور کوئی چیز نہ ملی تو اجر تو ضرور ملے گا۔ تو رجوع مع الاجر ہوا۔ تو معنی ہوتے ارجعہ حیاً او ادخلہ الجنہ ارمیتاً اور پھر ارجعہ حیاً مع الاجراء، مع الاجر و الغنیمة۔ لولا ان اشق ای لولا مخالفة ان اشق سربہ۔ وہ چھوٹی سی فوجی جماعت جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہ ہوں۔ اور مشقت اس لئے ہوتی۔ کہ جب آپ کسی غزوہ میں نکلیں تو پھر آپ کے فدائی کیسے گھر بیٹھ سکتے ہیں۔ اس کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ جب آپ نکلے آلات جنگ نہ ہوتے تو ذاتیوں کے لئے دشواری ہوتی۔ ولود وعت ای اختلا الخ اگر کہا جائے کہ شہید کا مرتبہ تو نبوت کے مقام سے کم ہے۔ تو آپ کم درجہ کی تمنا کیوں فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ درجہ راوی ہے۔ آپ کا ارشاد نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ کا مقولہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ افضل ہیں۔ مگر شہادت کے اس انعام سے اپنے آپ کو مستثنیٰ نہیں گردانتے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام سونے کی چڑیاں جمع کرنے لگے تھے تو باری تعالیٰ کے فرمانے پر جو ائیل کا لا غفر لی من فضلک کہ آپ کے فضل مجھے غنا نہیں دے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ قد یوجد فی النہم ما لا یوجد فی البہر کہ کبھی نہر میں وہ چیزیں ملتی ہیں جو دریا میں نہیں ملتیں۔ تو شہادت کے ثواب میں بعض ایسی مزا ہیں جو خصوصیت رکھتی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ مزا یا نبوت کے ثواب میں نہ ہوں۔ جس طرح کوئی کسی ایسی چیز کا عادی ہو جو نبوت کے انعامات میں نہ ہو۔

البتہ شہید کے انعامات میں مل جاتے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس تمنائے آپ کا مقصد لوگوں کو رغبت دلانا ہے۔ اگرچہ آپ کو یہ انعامات حاصل ہیں۔ لیکن لوگوں کی رغبت کے لئے اس کا اظہار فرما رہے ہیں۔

از شیخ زکریا باب الجہاد من الایمان سے پہلے امام بخاری قیام لیلة القدر من الایمان کا باب باندھ چکے ہیں۔ اب یہ باب الجہاد من الایمان منعقد فرمایا ہے بعد ازاں تطوع قیام رمضان ذکر فرمائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ تطوع قیام رمضان میں تو لیلة القدر ہوتی ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان باب الجہاد سے کیوں فصل کر دیا گیا۔ تو حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لیلة القدر مشقت اور مجاہدہ سے حاصل ہوگی ایمان بی و تصدیق پر سلی یہ آؤ شک کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس لئے ایمان باللہ ہی متبہ ہے۔ جو تصدیق بالرسول کے ساتھ ہو۔ اور تصدیق بالرسول ایمان باللہ کو مستلزم ہے نیز او تنویع کے لئے بھی ہو سکتا ہے علی سبیل مانعہ اخلو محدثین کا قاصد ہے کہ وہ آؤ کے بعد لفظ قال پڑھوایا کرتے ہیں لیکن مری عادت یہ ہے کہ میں اس کو تنویع پر عمل کر کے قال نہیں پڑھوایا کرتا۔ من اجوا وغیمہ یہاں او مانعہ اخلو کے لئے ہے۔ لولا ان شق علی امتی بینی اگر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر جہاد میں جاتا۔ چونکہ میرے جلنے کی وجہ سے ہر شخص جلنے کو چاہے گا اور سواری نہ ہونے کی وجہ سے مشقت برداشت کرنی پڑے گی شواہیل شواہل یہ عشق کی بات ہے کہ آدمی محبوب کے راستہ میں قتل ہونا چاہتا ہے جہاں یہ فضیلت ہے وہیں شہرت عشق بھی حاصل ہوتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شہرت عشق اور چیز ہے شہرت ریا اور چیز ہے۔ وہ ابھی چیز ہے اور یہ مذموم ہے۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در ایوان عشق

اول بحر ارف و مادر کو بہار سوا شدیم

باب تطوع قیام رمضان من الایمان

حدیث نمبر ۳۷۷۷ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَهُوَ أَحَدُهَا ترجمہ، قیام رمضان کا تطوع بھی ایمان میں سے ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص رمضان کا قیام یعنی تراویح کی نماز اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے پڑھی تو اس کے سب سے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح۔ از شیخ مدنی۔ بعض لوگ فرائض کو ایمان میں داخل سمجھتے ہیں نوافل کو داخل نہیں کرتے۔ امام بخاریؒ نوافل کو بھی ایمان میں داخل قرار دیتے ہیں۔

از شیخ ذکر کیا۔ ہم لوگ تو ایمان کی بساطت کے قائل ہیں۔ اس کے لئے اجزاء ترکیبہ نہیں مانتے لیکن جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان مرکب ہے۔ ان کے ہاں اختلاف ہے کہ آیا جو اعمال جزا ایمان ہیں ان میں نوافل بھی داخل ہیں یا نہیں۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ صرف فرائض جزا ہیں نوافل نہیں۔ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نوافل بھی داخل ہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی یہی معلوم ہوتا ہے اس لئے تطوع قیام رمضان کی قید لگائی۔

باب صَوْمِ رَمَضَانَ اخْتِصَابًا مِنَ الْإِيمَانِ

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاجْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔۔۔ ترجمہ، استنباط صوم رمضان بھی ایمان میں سے ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں آنحضرتؐ صوم اکرم مسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان شریف کا روزہ اللہ تعالیٰ پر یقین اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رکھا تو اس کے سب سے بھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

تشریح از شیخ ذکر کیا، احتساب کی قید ہر عبادت میں معتبر ہے اور صوم رمضان میں خاص طور سے اس قید کا اظہار الفاظ روایت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ احتساب کے معنی اللہ تعالیٰ شانہ سے ثواب کی تمنا کرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے احتساباً فرمایا کہ اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اشیاء ایمان میں اس وقت شمار ہوں گی جب مع الاحتساب ہوں۔

باب الَّذِينَ يُسْرُو قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْخَيْرُ النَّمِيحَةُ۔۔۔ ترجمہ، کہ دین آسان ہے۔ نبی اکرمؐ مسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینوں میں سے زیادہ محبوب وہ طریقہ خفیہ ہے اور جو آسان ہے۔

حدیث نمبر ۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ يُسْرُو وَكَتُبْتُشَا الدِّينَ أَحَدٌ لَا غَلْبَةَ خَسَدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشَرُوا وَاسْتَحْيُوا بِالْعَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ۔۔۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا، دین سہل ہے

جس شخص نے دین میں سختی کو اختیار کیا تو اس پر دین غالب آکر رہے گا۔ اس لئے ٹھیک ٹھیک چلو سنی درمیان راستہ اختیار کرو اور عاجزی کی صورت میں ایک دوسرے کے قریب ہو جاؤ۔ اور ثواب کی خوشخبری دو اور صبح دشام اور تھوڑی سی تاریکی میں چلنے سے مدد حاصل کرو۔

تشریح از شیخ مدنی: امام بخاریؒ کے نزدیک دین اسلام ایمان اطلاعات شرعیہ میں ہم معنی ہیں یا متلازم ہیں۔ الدین دیناوی ذویسور اور الدین میں الف لام عہد کلمے ای الدین الذی جاءہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ انبیاء سابقین کے دین میں بھی یسر تھا۔ مگر دین محمدؐ میں ان سے زیادہ یسر ہے حنبلی دین ابراہیمی کو کہا جاتا تھا۔ ضیف یعنی مائل عن الباطل واجتہا الى الحق احمۃ یعنی سہلۃ دین ابراہیمی بھی ایسی سہولتوں پر مشتمل تھا جو دین موسوی میں نہیں تھیں۔ مشادہ یعنی تشدد میں مغالبہ کرنا۔ یہاں پر حقیقی مغالبہ مراد نہیں۔ بلکہ بالغمراد ہے سد ودا ای توسطوا امرالدین یعنی توسط کامل ہونا چاہیے۔ افراط تفریط نہ کرنی چاہیے۔

از شیخ زکریا، باب الدین یسر بعض علما کی رائے ہے کہ اس باب سے امام بخاریؒ خوارج پر رد فرمایا ہے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دین کو سخت بنا لیا کہ اگر ایک وقت کی نماز چھوٹ گئی۔ تو وہ کافر ہو گیا ذرا سی لغزش ہوئی تو کافر بن گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دین اتنا سخت نہیں جتنا تم نے اس کو بنا رکھا ہے۔ بلکہ دین آسان ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ ابھی باب الجہاد گذرا ہے۔ اور اس سے پہلے باب میں گذر چکا کہ لیلة القدر کا قیام مجاہد سے ہوتا ہے۔ تو اب بتلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ ضروری ہے اور وہ سرانگھوں پر لیکن یہ سب جب ہے کہ جب تحمل بھی ہو ورنہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها گویا یہ بتلانا مفقود ہے کہ تحمل کے بقدر مشقت کا مطالبہ ہے۔ احب الدین الی اللہ الخفیۃ المسحۃ خفیۃ سے مراد ملۃ ابراہیمیہ خفیہ مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واتبع ملۃ ابراہیم حنیفاً اس سے مذہب حنفی مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو ڈیڑھ سو سال بعد کی پیداوار ہے۔ البتہ تفاؤل کے طور پر نہیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مذہب حنفی زیادہ قابل اتباع ہے المسحۃ یعنی آسان۔

ولین یشاد الدین احد دین کے اندر شدت اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غدر کی حالت میں جو رخصت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے مشروع فرمائی ہے۔ ان کو اختیار نہ کرنا جیسے مرعش کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ لیکن شیطاں کی چال بازیوں میں آکر رخصت پر عمل نہیں کرتا اس

طرح شریعت نے حکم دیا ہے کہ عذر کی حالت میں تیمم کر لو لیکن تم اس وقت بھی بجلتے تیمم کے وضو کرتے ہو تو ایسی صورت میں اور بیمار ہو جاؤ گے۔ ذات الجنب کا مرض لاحق ہو جائے گا۔ اور اس کے غالب ہونے کے معنی ہیں کہ اس سختی سے تم کو پریشانی ہوگی فسدد اٹھیک ٹھیک دین کا راستہ اختیار کرو قادم ہوا آپس میں ایک دوسرے سے مل کر رہو۔ باہم اختلاف نہ کرو واپسرو ایک دوسرے کو تھوڑے عمل پر بھی خوشخبری سناؤ شیخی من الدلجہ کا مطلب ہے اندھیری رات کو تھوڑا سا حصہ بھائی نہ تو علم ہی بلارات کو جاگے آتے ہیں اور نہ ہی طریقت دونوں کے لئے راتوں کو جاگنے کی ضرورت ہوتی ہے ۷ من طلب العلی سہر الیالی جو بلند یاں چاہتا ہے۔ وہ راتوں کو جاگا کرتا ہے۔

باب الصلوۃ من الجیمات وقول اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم لعلکم یعرفوا
صلوۃکم عند البیت - ترجمہ، نماز دین میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔ یعنی بیت اللہ کے نزدیک تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔

حدیث نمبر ۴۰ حدیثنا عمرو بن خالد المزنی عن البراء أن الشیخ صلی اللہ علیہ وسلم
کان اول ما قدم المدينته نزل علی اجدادہ او قال انقوا لیم من الانصار واتھ صلی
قبل بیت المقدس سبکۃ عشر شہراً او سبکۃ عشر شہراً وکان یعجبہ ان نکون
قبلتہ قبل البیت واتھ صلی اول صلوۃ صلاھا صلوۃ العصر و صلی معہ قوم فخرج
رجل من صلی معہ فموا علی اهل مسجد وھو راكعون فقال انتم بالہ اللہ لقد
صلیتم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مکة فداروا کما هو قبل البیت کانت
ایمومہ قد اعجبھوا اذ کان یصلی قبل بیت المقدس و اهل الکتاب فلما ولی وجہہ
قبل البیت انکروا اذ لک قال زھبوا حدیثنا ابو سحاق عن البراء فی حدیثہم ہذا
انہ مات علی القبلۃ قبل ان یموتی رجال وقیلوا اقلوا نذر ما نقول فیہ فاسزل
اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم لعلکم یعرفوا الآیہ

ترجمہ حضرت برابر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلے پہل مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اپنے نا خیال یا اپنے انصار میں سے مالوں کے پاس قیام پذیر ہوئے۔ اور یہ کہ آپ سولہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ کا

قبلہ بیت اللہ کی طرف ہوا۔ اور یہ کہ پہلی نماز جو آپؐ نے پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ اور آپؐ کے ساتھ کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی تھی ایک آدمی ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا جبکہ وہ رکوع کی حالت میں تھے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر آیا ہوں۔ پس وہ لوگ جس حالت میں تھے اسی طرح بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اور یہود اور دیگر اہل کتاب کو یہ بات پسند تھی۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ انور پھیر دیا۔ تو وہ لوگ اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت زبیرؓ راوی فرماتے ہیں ہمیں ابواسحاقؓ نے حضرت براؤؓ سے اپنی حدیث میں یہ بھی بیان فرمایا کہ بہت سے آدمی تحویل قبلہ سے پہلے مر چکے تھے یا قتل ہو چکے تھے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم ان کے بارے میں کیا کہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارا ایمان سبھی نمازوں کی طرف بیت المقدس کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ ثواب دے گا۔

تشریح ادنیٰ مدنی: امام بخاریؒ صلوٰۃ کو ایمان میں قرار دیتے ہوئے آیت کریمہ کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ یہ آیت نسخ قبلہ کے وقت نازل ہوئی۔ اور قرآن مجید میں ہے وما جعلنا القبلة التي كنت عليها الا لنعلموكم ہم نے امتحان کے لئے اسے قبلہ مقرر کیا تھا۔ آیا بنوا سرائیل اس لئے آپؐ ایمان لاتے ہیں کہ آپؐ کا اور ان کا قبلہ ایک ہے۔ اور بنوا سرائیل قبلہ ابراہیمی کی وجہ سے اتباع کرتے ہیں یا للہمیت کی وجہ سے ہے۔ الغرض مقصد آپؐ کی اتباع کرنا تھا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبلہ اصلی تو بیت اللہ تھا ماضی قبلہ بیت المقدس قرار پایا تھا۔ یہاں پر شبہ تھا کہ جو لوگ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے اور نسخ قبلہ سے پہلے مر گئے کیا ان کے اعمال ضبط ہوں گے۔ تو آیت کریمہ نازل ہوئی کہ تمہارے کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ تم نے تو امتثال امر کیا ہے۔ اس آیت میں لفظ ایمان بول کر صلوٰۃ مراد لیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں خصوصی تعلق ہے۔ اب اس جگہ یہ اشکال ہے کہ عند البیت کہنا کیسے صحیح ہو گا۔ کیونکہ شبہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے میں تھا۔ یعنی شبہ ای صلوٰۃ الی غیر البیت میں تھا۔ صلوٰۃ عند البیت تو مدینہ والوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ بنا بریں بعض شارحؒ نے تصحیف کا الزام رکھا ہے کہ لفظ الی غیر البیت تھا۔ نا سخیں نے تصحیف کر دی۔ اور لکھنے والے عموماً غریبہ کیا کرتے ہیں۔ تو یہاں غیر ادراہی میں خلط ملط کیا گیا۔ لیکن یہ تو جہہ مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ توجیہ یہ ہے کہ عند استقبال البیت شبہ یہ تھا کہ جب نسخ واقع ہوا تو ہمارے

پہلے اعمال ضائع گئے تو فرمایا گیا کہ نسخہ کا کرنا بطور نعمت کے ہے بطور نعمت کے نہیں یہ توجیہ علامہ سندھیؒ نے بیان فرمائی ہے لیکن ان سب اہوت یہ ہے کہ عند البیت کو حقیقتً محمول کیا جائے۔ لوگوں نے بیت المقدس کی طرف بھی عند البیت نماز ادا کی جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تو بھی مأمور ہاستقبال قبلہ تھے۔ لیکن وہاں مکہ معظمہ میں آپؐ نے اس طرح بیت المقدس کا استقبال کیا کہ خانہ کعبہ کا بھی استقبال ہوتا تھا اور بیت المقدس کا بھی کیونکہ بیت اللہ بیت المقدس کے بالکل آمنے سامنے ہے۔ اور درمیان میں مدینہ واقع ہے۔ مگر مدینہ میں یہ صورت ممکن نہ تھی کیونکہ اگر بیت المقدس کی طرف منہ کیا جائے تو بیت اللہ کی طرف پشت ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ جب تک آپؐ مکہ معظمہ میں رہے تو اس کی مراعات کی گئی۔ لیکن یہ مراعات صرف آپؐ نے فرمائی سحابہ کرام میں سے کسی نے نہیں کی۔ تو جب کوئی شخص عند البیت کھڑے ہو کر بیت المقدس کی طرف استقبال کرے تو یہ خانہ کعبہ کے احترام میں زبردست غریب ہے۔ تو ایسے شخص کی نماز تو بالکل قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ اس بنا پر ان حضرات کو شبہ ہوا کہ جو لوگ ایسی حالت میں مرے ہیں انہوں نے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ جہاں تم نے بیعت کے احترام کو کھلاڑا مارتھا۔ اس نماز کو ہم نے ضائع نہیں کیا۔ اور جب بیت المقدس کی طرف بغیر بے حرمتی کے ہو تو ہم اس کو کیسے ضائع کریں گے۔ وکان یُغیبہ اس اعجاب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپؐ اپنے جد امجد کے قبلہ کو پسند کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی قبلہ تھا یا ان کا بنایا ہوا تھا۔ یا یہ کہ قریش کا یہی قبلہ تھا۔ اور وطن کے قبلہ سے طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اور حضرات صوفیہ کلام فرماتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ اور حقیقت کعبہ میں زیادہ تناسب ہے اس لئے کہ ظاہری حیثیت سے اور حالت ہوتی ہے اور روحانی اور ہے کہتے ہیں کہ منظر تجلی حقیقت محمدیہ ہے۔ اور منظر اور ظاہر بیت فرق ہے۔ کفار نے مظاہر اور ظاہر میں فرق نہ کیا۔ چنانچہ حضرت سلمان علیہ السلام نے مکہ بقیع سے فرمایا تھا کہ شمس صفات کما لہ باری تعالیٰ کا منظر ہے۔ اس کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرنا چاہیے جو ظاہراً صفات باری تعالیٰ سے کیا جاتا ہے اس لئے بقیع کا تخت منگوا یا گیا جو اس کی حکومت کا منظر تھا۔ اس کو متغیر کر کے اس ملک کا امتحان لیا گیا حضرت سلمان علیہ السلام دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ تخت ترا منظر تھا جب تو اس سے جدا ہوتی تو ہم نے اس کو منگا کر تغیر کر دیا۔ لیکن تجھ میں تغیر نہیں آیا جب یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی تو دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا کہ حوض بنوا کر اس کے اوپر شیشہ لگایا گیا جس پر ظاہراً پانی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے منظر پر دہی حکم لگایا جو ظاہر پر لگایا جاتا ہے۔ پھر اس کی سمجھ میں آیا۔ غرضیکہ انبیاء جوں یا ملائکہ آفتاب یا قمر وغیرہ یہ سب صفات باری تعالیٰ کے منظر ہیں۔ ان میں تجلیات اس قدر ہوں گی جتنی

ان میں استعداد ہوگی یہ عبادت کے لائق نہیں کفار نے مظاہر کو دیکھ کر ان پر ظاہر کا حکم لگا دیا۔ مالاکنہ ظاہر جیسا معاملہ ان کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تو جب آپ باری تعالیٰ کا منظر ہیں اور خانہ کعبہ بھی منظر ہے عکس باری تعالیٰ کے صفات کی جیسے ایک آئینہ کو آفتاب کے سامنے رکھا جائے۔ اور دوسرے کو ماہتاب کے مقابل میں کیا جائے ماہتاب آفتاب کی تجلی اول کا منظر ہے۔ اور آئینہ تجلی اول کا عکس ہے۔ تو ایسے بیت اللہ تجلی اول کا عکس ہے اور آپ کی حقیقت باری تعالیٰ کی تجلی کا منظر ہے۔ اس لئے یہ کعبہ آپ کی طبیعت سے مناسبت رکھتا تھا۔ تو خَوْلٌ وَجْهَكَ شَخْوَ الْمَسْجِدِ اَحْوَامُ فَرَايَا گِیَا۔ لیکن امور مجردہ وغیبیہ میں سمجھنے کیلئے دشواری ہوتی ہے۔ اگر اس توجیہ کو نہ لیا جائے تو مصنفین فرماتے ہیں کہ آپ کو خانہ کعبہ سے خصوصی مناسبت تھی۔ ان وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر یا اس وجہ سے کہ سب سے اشرف مقام بیت اللہ ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ اَلَا یہ کا مصداق ہے۔ اس کو قیاماً لالتاس کہا گیا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ پہلے شاہی خیمہ لگایا جاتا ہے۔ پھر فوج اترتی ہے اور جب شاہی خیمہ اکھاڑ لیا جائے۔ تو پھر فوج نہیں رہتی۔ چونکہ رحمت ایزدی کی یہ اولین جگہ ہے۔ اس لئے آپ کو اس سے مناسبت تھی۔ فخر علی اہل مسجد الخ مسجدیں دو تھیں ایک مسجد قبا۔ اور دوسری مسجد نبو عارثہ کی ہے فجر کی نماز میں جو واقعہ پیش آیا وہ مسجد نبو عارثہ میں پیش آیا۔ مسجد نبو عارثہ مدینہ کے شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ بیت المقدس اس کے شمالی جانب تھا تو مقتدی پھر گئے۔ مگر امام نے فعل کثیر کر کے استقبال کیا۔ جو کہ اس وقت تک ممنوع نہیں تھا۔ اور مسجد قبا جو مدینہ سے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس میں عصر کی نماز کے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ تو دو مسجدوں کا واقعہ ہوا۔ بعض لوگ ان میں فرق نہیں کرتے۔ تو خبط غوثی میں پڑ جاتے ہیں۔

از شیخ زکریا بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصود الصلوٰۃ من الایمان کے باب سے باب سابق میں جو ایک جملہ واستعینوا بالغدوة الخ آیا ہے۔ اس کی تفسیر کرنا ہے کہ اس سے مراد نماز ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض ایمان کی ترکیب اور اعمال کا جز۔ ایمان ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ سارے محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں آیت کریمہ وماکان اللہ لیضیع ایمانکھو۔ میں ایمان سے مراد نماز ہے اور شان نزول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ تو نماز پر ایمان کا اطلاق اطلاق الکل علی الجز ہے۔ لہذا جو ثبوت ثابت ہو گئی۔

نزل علی اجدادہ وقال علی احوالہ یہ ادشک کے لئے ہے۔ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ

اجداد سے مراد اجداد من قبل الام یعنی نانا نانا مراد ہیں۔ تو وہ انحال بھی ہوا۔ سنۃ عشر سمعنا او سبقہ عشر شہا یہاں سے مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کی مدت بتلا رہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی اور اگلے سال ماہ رجب میں قبلہ تبدیل ہوا۔ اب یہاں اختلاف یہ ہے کہ آپ نے کتنے ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اس میں تین طرح کی روایات ہیں۔ ایک میں سولہ ماہ مذکور ہے دوسری میں سترہ ماہ اور تیسری روایت میں اٹھارہ ماہ مذکور ہیں۔ تعارض ان روایات میں کسی قسم کا نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ ماہ ربیع الاول کے کچھ حصہ گزر جانے کے بعد ہجرت کی گئی تھی۔ ادھر رجب کے آخر میں تحویل ہوئی۔ تو بعض نے کسر کو شمار نہ کر کے پورے سولہ ماہ ذکر کر دیئے اور بعض نے دونوں مہینوں کے ناقص ہونے کی وجہ سے ان کو ایک ہی ماہ شمار کر کے سترہ ماہ بتلا دیئے اور بعض حضرات نے دونوں کو مستقل مہینہ شمار کر کے اٹھارہ ماہ بتلائے۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ نماز میں تین طرح کا تغیر ہوا۔ اور دروزوں میں بھی تین طرح سے تغیر و تبدل ہوا۔ اس کے بعد امام ابوداؤد نے نماز کے تغیرات میں یہ شمار کر دیا ہے کہ مسلمانوں نے تیرہ ماہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ یہ تیرہ والی روایت بالکل غلط ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

وَإِنَّهُ صَلَّىٰ أَوَّلَ صَلَوةٍ الْوَاسِطَةِ فِي شَهْرِ رَجَبٍ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَأَرْبَعِينَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ۔ ایک قول تو یہ ہے کہ مسجد نبوی میں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنو سلمہ میں ہوا پھر دونوں میں دو دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ نماز ظہر میں تحویل ہوئی۔ دوسرے یہ کہ نماز عصر میں ہوئی لآمع کے متن میں ظہر کی نماز کو ترجیح دی گئی ہے لیکن اوجز المسالک میں یہ لکھا ہے کہ تحویل مسجد نبوی میں ظہر و عصر کے درمیان ہوئی۔ یہی مولانا کے نزدیک راجح ہے۔ تو اس صورت میں بخاری کی روایت بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ اس طرح کہ تحویل ظہر کی نماز کے بعد عصر سے پہلے ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ادا فرمائی۔ ایک آدمی قبیلہ بنو سالم میں گذرا اس نے ان کو خبر دی کہ قبلہ اب یہاں تھا تو وہ لوگ اس وقت بیت المقدس کی طرف پھر گئے۔ پھر دوسرے دن نماز فجر میں مسجد قبا کے اندر دوسرے صحابہ کو خبر ہوئی بنو سلمہ میں اسی دن عصر کی نماز میں تحویل کی خبر پہنچ گئی۔ اس وجہ سے کہ وہ مدینہ ہی کا ایک محلہ ہے۔ اور قبا مدینہ سے باہر ہے۔ خُذَارُوا لِمَا هُوَ دُورٌ فِي مَسْجِدٍ فِي مَنَازِلِ مَدِينَةٍ۔ والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب ان کو نماز میں تحویل قبلہ کی نہایت انتظام کے بعد خبر ملی۔ تو وہ لوگ کھڑے کھڑے اٹھی طرف گھوم گئے۔ ایک اشکال یہاں یہ ہے کہ قوجہ الی القبلہ قطعی الثبوت ہے۔ لہذا خبر واحد کی بنا پر ملاحظہ بھی ہے۔ یہ لوگ کیسے پھر گئے۔ جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش تھی کہ غانا کعبہ کی طرف منہ کر کے

نماز پڑھی جائے جس کا ذکر آیت شریفہ قدس فی قلب و جھک فی السماء میں ہے۔ اور صحابہ کرام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کا علم تھا اس لئے اس خبر پر محض بالقرائن ہونے کی وجہ سے اعتماد کر کے صحابہ نے قبلہ کا استقبال کر لیا۔ خدو ندر ما نقول فیہ شرح اس کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ آیا ہمارے آباؤ اجداد کی وہ نمازیں جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھیں صحیح ہیں یا نہیں اور میرے والد صاحب اس کا مطلب یہ بتلاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا بہت اشتیاق تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے متعلق ہوں گے اس کے کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا۔ تو گویا صحابہ کرام کو یہ شبہ ہوا کہ اکل ثواب ہم ہیں یا ہمارے آباؤ اجداد

باب حَسَنٍ رَّاسِدٍ الْمَذْمُوعِ - قَالَ مَا لَكَ الْخِزْيَانَةُ يَا سَعِيدُ الْخُذْ رِيَّ اخْبِرْكَ أَنَّهُ
يَمْنَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا اسْأَلُوا الْعَبْدَ فَحَسَنٌ رَّاسِدٌ مِمَّنْ يُكْفَرُ اللَّهُ
عَنْهُ كُلَّ سَبْعَةِ كَافَرٍ كَانَ زَكْفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذَلِكَ الْفَصَاحَةُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرٍ مِثْلِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ
ضِعْفٍ وَالسَّبْعَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا.

ترجمہ - حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ فرماتے تھے۔ جب بندہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اسلام خوبصورت و اچھا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر اس برائی کو مٹا دیتے ہیں جو اس نے پہلے کی تھی اس کے بعد پھر اولہ بدلہ شروع ہوتا ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس گنا نیکیاں سات سو گنا تک ملتی ہیں اور برائی کے بدلہ ایک برائی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے معاف فرمادیں۔
تشریح از شیخ مدنیؒ حسن اسلامہ ای حسن اسلامہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرائض و حاجات

سنن آداب کو اچھی طرح ادا کیا۔ مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ حسن سے درجہ احسان پیدا کرنا مقصود ہے۔ آپ کے زمانہ میں اس درجہ کا تحقق ایمان کے ساتھ آپ کی حاضری میں ہو جانا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت جب آپ کی مجلس میں آتے ہیں۔ تو عالم غیب عالم شہادت ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کی روحانی طاقت کا اثر تھا۔ جس پر آپ فرماتے ہیں کہ اگر یہ درجہ تمہیں فیجوبہ کی حالت میں ہوتا تو فرشتے تم سے بستروں پر مصافحہ کرتے۔ بنا بریں ہر ولی۔ قلب اور غوث سے ایک ہداری صحابی افضل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو مقام آج کے اولیاء کو سالہا سال کی ریاضت سے حاصل ہوتا ہے وہ ان حضرات کو دربار نبوی میں ایک گھنٹہ بیٹھنے کی وجہ سے حاصل ہو جاتا تھا۔ آج ہم قرآنی لطائف معانی معلوم کرنے کے لئے علوم عالیہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اس وقت صحابہ کرام

کو آپ کی بدولت یہ سب کچھ حاصل تھا۔ جیسے اب ہم کو ان علوم کی ضرورت ہے۔ ایسے احسان پیدا کرنے کے لئے ریاضات اور وسائل تلاش کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ اسی لئے شیخ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر علم میں ڈاکو اور چور ہو اکتے ہیں۔ یہ مرتبہ ایسا ہے کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دیں آسان ہو جائے اور بعض اوقات ریاضات کرنے پڑتے ہیں تب یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

از شیخ ذکر کیا امام بخاری کا مقصد اس باب سے ایمان میں کمی زیادتی ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ آدمی جب اسلام میں تحمیں پیدا کرتا ہے۔ تو پھر حسنہ میں سات سو گنا کا اضافہ شروع ہوتا ہے۔ پھر واللہ یضاعف لمن یشاء تو اس تضعیف سے اسلام کے کمال میں بھی زیادتی ہوگی۔

اذا سلوا العبد یعنی اخلاص کے ساتھ مسلمان ہوا نفاق وغیرہ نہیں برتا تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہ معاملہ فرمائیں گے۔ کہ پہلے تو اس کے سارے پچھلے گناہ مٹا دیں گے۔ کہا کر کو بھی اور صفائے کر کو بھی۔ کیونکہ الاسلام بھیدم ماکات قبلہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ لیکن یہاں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہو گیا۔ تو آیا اسلام لانے کی وجہ سے اس کے ان اعمال صالحہ پر جو زمانہ کفر میں کتے ہیں۔ ثواب ہوگا یا نہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے وکان بعد ذلك القصاص ای المقاصد یعنی اس کے بعد جو او سزا کا معاملہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۲، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ الْهَمَزِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَثْنَاءَ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے اسلام کو اچھا کر لیا پھر وہ جو نیکی بھی کرے گا۔ اس کے لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھا جائے گا اور جو برائی عمل میں لائے گا۔ تو صرف اسی برائی کو لکھا جائے گا۔ تشریح گذر چکی ہے۔

باب، أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَدْوَمُهُ۔

حدیث نمبر ۴۳، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْهَمَزِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ عَلَيْهِمَا وَعَنْهُمَا مَوْلَاةٌ قَالَتْ هَذِهِ قَالَتْ قَدْ خَلَا مِنْهَا تَذَكُّرُ مَنْ صَدَّقَهَا قَالَ

مَعَكُمْ بِمَا تُطِيعُونَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمْلِكُ اللّٰهُ حَتّٰى تَمْلُوْا وَاِنْ كَانَ اَحَبُّ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْكُمْ صَاحِبُهُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بیشک جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جس کی کثرت نماز کا چہر چاکا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ترک جاؤ تم اپنے اوپر وہ عبادت لازم کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے یا تنگ نہیں پڑتے جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس کا صاحب اس کی ہمیشگی کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس حدیث سے دین میں تفاوت معلوم ہو گیا احب الدین ای احب الاعمال الدین ادومہ یعنی فرائض کے علاوہ نوافل وغیرہ میں جو تھوڑا عمل بھی کیا جائے۔ تو اس پر مدامت کرنی چاہیے اس کو باری تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ انسان کی خلقت عناصر مختلفہ سے ہوئی ہے۔ ان میں کبھی کبھی ایک دوسرے پر غلبہ ہوتا ہے۔ ایسے روح میں بھی مختلف قوی ہیں جن کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ ایک چیز پر استقرار نہیں ہوتا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایک کام میں توفیق کیا۔ تو گھرا جاؤ گے جب اسے چھوڑ دیا تو نقصان اٹھاؤ گے جیسے کوئی شخص جسمانی ورزش کرتا ہے۔ پانچ چھ ماہ ورزش کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے تو بہت زیادہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح روحانی ورزش ہے۔ اگر مدامت رہی تو روح کے لئے ہمیشہ ترقی ہوگی۔ لا یمد اللہ ای لا یقطع اللہ ثواب الاعمال یا لا یعامل معاملة الملول حق تملوا۔

از شیخ زکریا بیہاں دین سے مراد اعمال ہیں۔ مدالۃ حدیث اباب اور مطلب ہوا احب الاعمال ای اللہ تعالیٰ ادومہ اس باب میں امام بخاریؒ نے جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر دین کی اشیاء پر مدامت کرے۔ تو زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کو نسبتہ اس کے مدامت تو نہ ہو سکے اور بغیر تحمل کے ان اشیاء کو اختیار کرے۔

قالت خلافتہ اس فلانہ کا مصداق حضرت جو لار ہیں یہ فلانہ غیر منصرف ہے۔ اس لئے کہ یہ کنایہ ہے علم سے مہ کہلہ زعجب ہے لا یمد اللہ حتی تملوا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے عاجز نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کے خزانہ قدرت میں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ ہے۔ ہاں تم عمل سے عاجز ہو جاؤ گے تو ثواب بھی رک جائے گا۔

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنَقْصَانِهِ - وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَزِدْنَاهُمْ هُدًى
وَزِدْهُمْ آيَاتٍ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا الْيَوْمَ أَكْمَلْتُمْ لَكُمْ دِينَكُمْ فَإِذَا تَرَكَ شَيْئًا
مِّنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ -

حدیث نمبر ۴۴۴۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزُنْ شَحِيحَةٌ مِنْ خَيْرِ مَا يَخْرُجُ
مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزُنْ بُرْهَةٌ مِنْ خَيْرِ مَا يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزُنْ ذُرِّيَّةٌ مِنْ خَيْرِ مَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبَاتُ
حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْإِيمَانِ مَكَانَ خَيْرٍ -

ترجمہ۔ حضرت انسؓ حضرت نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جہنم سے ہر شخص
کو نکالا جائے گا جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا اس حال میں کہ اس کے دل میں جو کہ دانے کے برابر
نیکی ہوگی۔ اور جہنم سے اس کو بھی نکالا جائے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر نیکی ہوگی۔ امام
بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلم سے مت خیر کی بجائے مت ایمان کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

اور یہ باب ایمان کی زیادتی اور نقصان کے بارے میں ہے۔ استدلال میں تین آیات پیش کی ہیں اور آخر میں
فرمایا کہ کمال کی کوئی چیز چھوڑ دینے سے نقصان آجائے گا۔

تشریح ایشیخ مدنیؒ امام بخاریؒ ایمان کی زیادتی و نقصان صریحاً و التزائماً بیان کر چکے ہیں۔ اس جگہ جو
آیات اور روایات پیش کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نئی بات بیان کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے تو ایمان کی
زیادتی و نقصان مجبوسہ اعمال، عقائد کے اعتبار سے ثابت کیا تھا اس کے بعد نفس ایمان میں جو کہ حکم کا مرتبہ ہے
اس میں زیادتی و نقص کو بیان کیا۔ اس کے بعد اعمال میں اب باعتبار مومن بہ کے زیادتی اور نقص کو ثابت کرتے
ہیں مثلاً کہل ہے کہ فلاں کا ایمان زیادہ ہے اور فلاں کا کم ہے۔ یا جیسے کسی نے کہا میں پڑھیں مگر ذکاوت
کی وجہ ایک کامل ہے دوسرا ناقص جیسے سید شریف جس کو محقق کہا جاتا ہے۔ ذکاوت کی وجہ سے لیکن علامہ
تفتازانیؒ جس کا مطالعہ وسیع ہے۔ مگر اس میں ذکاوت نہیں ہے اس بنا پر اس کو زیادہ عالم تو کہا جاتا ہے مگر محقق
نہیں کہا جاتا۔ سید شریف نے ان سے ایک نہایت نچلے درجہ کا مسئلہ پوچھا تو وہ عاجز آ گئے۔ دوسرا مسئلہ نہایت
مشکل پوچھا تب بھی عاجز آ گئے۔ محققین فرماتے ہیں کہ علم ایک نور ہے جس سے اشیاء منکشف ہوتی ہیں مشکلیں

کہتے ہیں کہ اعلو صفة یتجلی بها الاشياء مگر بسا اوقات نور بہت ہوتا ہے۔ منور کوئی نہیں ہوتا اور بالآخر روشنی کم ہوتی ہے مستیزین بہت ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے علم میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ ورقہ بن نوفل پہلے مؤمن ہیں۔ پہلے پاس مؤمن بہت ہیں لیکن ان کے پاس نہیں تھے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا ایمان نہیں تھا۔ ہمارے معلومات کی بہتات کی وجہ سے اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ تو یہاں بھی زیادتی و نقصان مؤمن کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ الیوم اکملت لکم دینکم تو کیا باری تعالیٰ حقانیت کے اعتبار سے بڑھ گئے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ایک فریضہ حج باقی رہ گیا تھا۔ جب اس کی زیادتی ہوتی تو ایک مؤمن بہ بڑھ گیا اس سے اسلام میں کمال آگیا۔ حقانیت وغیرہ میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ اس حدیث میں من خیس کا غلط ہے اس کا مصداق اعمال ہیں۔ تو اس سے اعمال مراد ہوں گے۔ اور جس روایت میں من ایمان ہے۔ چونکہ اعمال مؤمن بہ ہیں ان کی کمی و بیشی سے ایمان میں کمی و بیشی آتی ہے۔ اور اعمال پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔

از شیخ زکریا بعض حضرات نے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ کتاب الایمان کے شروع میں جو زیادتی و نقصان کو ثابت کیا ہے۔ وہ باعتبار اجزاء ایمانیہ کے کیا ہے۔ کیونکہ ان تراجم سے امام بخاریؒ کا مقصود ایمان کی ترکیب کو ثابت کرنا تھا۔ اور یہاں کیفیت کے اعتبار سے ثابت کرنا ہے اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ نے بھی اپنے تراجم میں اسی کو اختیار کیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ زیادتی و کمی باعتبار اجزاء اعمال کے تھی یعنی اعمال اجزاء کثیرہ پر مشتمل ہیں۔ اب جو پورے اعمال کرے گا۔ وہ زیادہ کو حاصل کرے گا۔ اور جو ان میں سے کم کرے گا اسی کے یہاں نقصان ہوگا۔ اور یہاں تو من بہ کی کمی و زیادتی کو بیان کرنا مقصود ہے۔ کیونکہ اعمال ایک دم نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ آہستہ آہستہ نازل ہونے میں مثلاً معراج میں نماز کی فرضیت یکے بعد دیگرے دوسرے فرائض کی فرضیت نازل ہوئی۔ تو جس طرح احکام نازل ہوتے رہے۔ مؤمن بہ میں زیادتی ہوتی رہی الیوم اکملت لکم دینکم یہاں اکمال سے مراد زیادتی ہے۔ جب دین کی کسی بات کو ترک کر دیا جائے تو نقص پیدا ہوگا گا جاتا ہے کہ اس آیت کے بعد شریعت میں بذریعہ وحی کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ اور یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۵ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الصَّبَّاحِ اَلْمَعْنِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُودِ قَالَ لَنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيَّةُ فِيْ رِكْتِكَ نَعْرُضُ وَفَوْقَهَا نُوْعِلُّ بِمَا مَعَشَرُ الْيَهُودِ تَرَكْتَ لَا تَحُدُّ نَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا اَقَالَ اَحَدُ اَيَّةٍ قَالَ اَلَيْكُمُ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ دَضَيْتُ لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا قَالَ عُمَرُوْا قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ

وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ خَائِضٌ بِمَوْفَاقَةِ يَوْمِ جُمُعَةٍ
ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین تمہاری کتاب
جس کو تم لوگ پڑھتے ہو اس میں ایک آیت ہے اگر ہم یہود کے گروہ پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بناتے
فرمایا وہ کون سی آیت ہے تو اس نے ایوم اکملت لکم دینکم آلا یہ کو پڑھا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ اس
دن کو اور اس مکان کو خوب پہچانتا ہوں جس میں یہ آیت آنحضرتؐ نبی اکرم صلم پر اتری۔ آپ عرفات میں جمعہ
کے دن کھڑے ہوئے تھے۔ یہ آیت اتری۔ لا تخذنالیوم عیداً۔

تشریح از شیخ زکریا اس لئے کہ جس دن اتنی بڑی بشارت سنائی جائے کہ ہم نے تم پر دین کو کامل کر
دیا۔ اور تمام نعمت فرمایا اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دین والوں سے راضی بھی ہیں۔ لہذا
ایسا مبارک روز جس میں اتنی بشارتیں ہوں وہ اسی قابل ہے کہ اس کو عید بنا لیا جائے۔

قال عمرؓ قد عرفنا ذلك اليوم یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول اس
یہودی کی بات کا جواب ہو بھی گیا یا نہیں۔ بظاہر تو ہوا نہیں۔ اس لئے کہ وہ تو کہہ رہا ہے کہ ہم یوم العید
بنالیتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس دن کو اور اس مکان کو حتیٰ کہ اس وقت کو بھی جانتے ہیں جب
یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ یہ نہیں بتلایا کہ یوم عید بنانا چاہیے یا نہیں۔ اگر نہیں بتایا تو کیوں نہیں بتایا اس کا جواب
یہ ہے کہ اگرچہ حضرت عمرؓ کا قول بظاہر جواب نہیں۔ مگر فی الحقیقت ہی جواب ہے اور جواب کی تقریر دو طرح
سے کی جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ ذرا سوچ کر بات کر تو کیا کہہ رہا
ہے تو عید بنانے کو کہتا ہے۔ ہمیں تو عید بنانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ بلکہ وہ تو پہلے ہی یوم عید ہے۔
کیونکہ وہ دن جمعہ کا ہے۔ وہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ پھر ہمیں عید بنانے کی کیا ضرورت ہے اور بعض شراح
نے لکھا ہے کہ اتفاق سے وہ دن جس میں یہ آیت اتری تمام فرقوں کی عید کا دن تھا۔ چنانچہ نصاریٰ، یہود، مجوس
سب ہی اس روز عید منا رہے تھے۔ اور مسلمانوں کی عید کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اور دوسری تقریر اس طرح کی جاتی
ہے کہ تم کیلئے کہتے ہو ذرا غور تو کرو۔ ہمیں سب کچھ معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی۔ میدان عرفات میں جبکہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ مبارکہ پر تشریف فرما تھے جمعہ کا دن تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی مگر ہم
ایسے نہیں کہ بس اپنی طرف سے جو دن چاہے عید کا مقرر کر لیں۔ بلکہ ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے تابع
ہیں۔ جب انہوں نے عید نہیں بنائی تو ہم کیوں بنائیں۔ یہ تقریر میرے نزدیک راجح ہے۔

بَابُ الزَّكَاةِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِ وَتَضَاعُفَاتِهَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ

حدیث نمبر ۴۶۶ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْخِثَمِيُّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ جَاءَ
رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ بَجْدٍ ثَائِرِ الرَّأْسِ تَسْمِعُ دَوِيَّ
صَوْتِهِ وَلَا تَنْفَقُ مَا يَقُولُ حَتَّى ذَنَابُهُ أَمْوِي سَأَلَ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْسِبُ صَلَاتِكَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ
لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ
عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الزَّكَاةَ قَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ
وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَلْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ إِنَّ صَدَقَ

ترجمہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجد کے باشندوں میں سے ایک آدمی
آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اس مال میں کہ اس کے سر کے بال بھرے ہوئے تھے ہم اسکی
آواز کی جھنجھناہٹ تو سنتے تھے لیکن جو کچھ وہ کہتا تھا اس کو سمجھ نہیں رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے قریب
آیا۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کے متعلق آپ سے سوال کر رہا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن اور رات
میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ اس نے پوچھا کہ ان کے ماسوا بھی کچھ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر
یہ کہ نفل پڑھو۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ رمضان شریف کے روزے فرض ہیں اس نے کہا
کہ اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر نفل روزے رکھ سکتے ہو۔ پھر آنحضرت رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا جس پر اس نے کہا کہ اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں مگر
یہ کہ نفلی صدقہ دو۔ راوی فرماتے ہیں۔ وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ اللہ کی قسم میں ان پر نہ زیادتی
کروں گا نہ کمی کروں گا۔ آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ سچ کہتا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

تشریح از شیخ مدنی "حصر کی وجہ سے تینوں مامور بجا ہوں گے کہ جن کا مدار اخلاص پر ہو اور زکوٰۃ
کو امور دین میں سے کہا گیا جس سے مرتبہ کاردرک ناہے اس پر حضرت ضمام بن ثعلبہ کی روایت پیش کرتے ہیں۔
حل علی غیبہن الم اس سے شواہع فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ وتر واجب نہیں کہا جائے گا کہ وتر

مستقل فریضہ نہیں بلکہ وہ عتکے تابع ہے۔ عشاء کا وقت اس کا وقت ہے اگر عتکے پہلے صلوٰۃ وتر کو پڑھا جائے تو قبول نہ ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم صلوٰۃ وتر کو فرض نہیں کہتے بلکہ واجب کہتے ہیں جس کا منکر کا فرض نہیں ہوگا زیادہ سے زیادہ فرض عملی ہوگا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وتر پہلے سے واجب نہیں تھے۔ جب آپ نے اِنَّ اللّٰهَ اَمَدَ کَ صلوٰۃ الخ فرمایا اس طرح الوتر حق وغیرہ سے وجوب ثابت ہوا۔ پہلے اس کے احکام اور تھے وجوب کے بعد احکام اور ہو گئے۔ تو ممکن ہے کہ حضرت ضام رحمہ کا واقعہ پہلے کا ہو جبکہ وتر کا وجوب نہیں ہوا تھا۔ اور ایسے ہوتا رہا ہے مثلاً پہلے شراب کی ممانعت نہیں تھی۔ اس وقت حضرت حمزہؓ نے شراب پی اور مغنیہ کا گانا سن کر حضرت علیؓ کی ادنیائیاں ذبح کر دیں سب حضرات اس کو قبل از حرمت شراب پر محمول کہتے ہیں۔ بنا بریں اگر ہمارے پاس کوئی ایسی روایت آئے جس سے وتر کا وجوب معلوم نہ ہوتا ہو تو اس کو مناسب زمانہ یعنی قبل از وجوب پر محمول کیا جائے گا۔

الا ان تطوع ای الا ان تاتی بالنطوع اگر اس پر اشکال ہو کہ تطوع فرائض میں سے نہیں تو استثناء کیسے صحیح ہوگا۔ شوافع حضرات تو فرماتے ہیں کہ استثناء منقطع ہوگا تو مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوگا۔ احناف اور مالکیہ فرماتے ہیں استثناء متصل اصل ہے۔ اور منقطع فرع ہے۔ تو اگر اس کو استثناء متصل پر محمول کریں تو اب معنی ہوں گے۔ الا ان تشرع فی النطوع تو اس وقت تطوع بھی فرض ہو جائے گا کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔ لا تبطلوا اعمالکموا اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ نیز حج اور عمرہ اگرچہ نقل ہوں مگر ان کا اتمام ضروری ہو جاتا ہے۔ وانتموا الحج والعمرة للہ الآیہ اور حضرات شوافع کے ہاں بھی حج اور عمرہ نافلہ شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔ لیکن احناف پر ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزکوٰۃ الخ الا ان تطوع سے اعراض ہوتا ہے کہ پھر تو صدقات نافلہ کو شروع کرنے سے وجوب ہو جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صدقات کے اندر تطوع یہ ہے کہ ایک چیز کو لوجہ اللہ نذر کیا جائے۔ تو پھر صدقہ بھی واجب ہو جاتے گا۔ بھیث انتذر کے معنی ہوں گے اور نذر کے بارے میں وغلیو فوا نذروہوا اور صدقات نافلہ کی شروع کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو اعطاء مال کے بعد شروع ہو جاتا ہے کہ پھر اس کا لوٹنا کسی کے نزدیک جائز نہیں اور نذر میں اگرچہ اعطاء مال نہیں مگر اپنے اوپر واجب کرنے سے شروع پایا گیا۔ تو وجوب دونوں صورتوں میں پایا گیا لازماً علیٰ ہذا علیٰ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اگر شبہ ہو کہ زیادتی اور نقصان نہ کرنے کی صورت میں فلاح پائے گا۔ اگر زیادتی کرے یا نقصان کرے تو فلاح نہیں ہے حالانکہ

نیادہ فی الصلوٰۃ والصوم میں تو کامل فلاح ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ رجل قوم کا نمائندہ تھا لا اذید علی هذا کا مطلب ہے فی التبلیغ الی فوجی تو زیادتی اور نقص فرائض میں نہیں بلکہ تبلیغ احکام اور اخبار میں ہے۔ اگر اس میں زیادتی اور نقصان کرے تو واقعی فلاح نہ ہوگی

دوسری توجیہ یہ ہے کہ تسلیم کیا زیادتی اور نقصان فرائض کے اعتبار سے ہے۔ تو زیادتی اور نقصان نہ کرنا باعث فلاح ہوا۔ یہ منطوق کلام ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ زیادتی اور نقصان کی صورت میں فلاح ہوگی۔ یا نہ حدیث اس سے ساکت ہے ہمارے ہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں جیسے نعوذ بعید صہیبان لہ یغفر اللہ لہ یغفر المدین صہیب اچھا آدمی ہے اگر اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرتا تو نافرمانی نہ کرتا۔ تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر خوف ہوتا تو عصیان کرتا حالانکہ خوف کے وقت تو عدم عصیان بطریق اولیٰ ہوگا۔ تو ایسے یہاں بھی معنی ہوں گے کہ اگر زیادتی نقصان نہ کرے تو فلاح پائے گا۔ اگر زیادتی ہو تو بطریق اولیٰ فلاح ہوگی۔ جیسے آپ کا ارشاد ہے۔ لو لو تکن ربیبی ما حدث لی اگر بنت سلم میری ربیبہ نہ ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں تھی۔ اس کا مفہوم مخالف نہیں لیا جاسکتا۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ زیادہ نقص فرائض کا انداز طرح متحقق ہوگا کہ بیادہ الکھات و بنقصہا کما و کیفاً کیونکہ حدود کا تحفظ ہر حال ضروری ہے

تشریح از شیخ زکریا حنفاء حنیف کی جمع ہے جس کے معنی مائل ہونے والے کے ہیں یعنی ما ملین عن الزیغ، ذلک دین القیمہ - دین القیم اور دین القیمہ دو طرح سے روایات میں آتا ہے۔ اور دونو قرائیں بھی ہیں یہاں سب کو دین قیم کہا گیا۔ اور دین ایمان ایک چیز ہیں لہذا زکوٰۃ بھی ایمان کے اعمال میں سے ہوئی۔ ثامناً المراسم الجھے ہوئے بالوں والا یہ بدوی لوگ تہذیب و تمدن تو کچھ رکھتے نہیں اپنا ایسے ہی رہتے ہیں۔ لہذا اسی شکل میں آگئے۔ لیکن علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ متعلم اور سائل ہو کر آیا تھا۔ اس لئے یہ تعلیم دے گیا کہ طالب علم کو بناؤ سنگار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایک دھن ہو اور کسی چیز کی خبر نہ ہو۔

ضیع و حی صوفیہ دوی کہتے ہیں صوت غنی کو یعنی اس آواز کو جو سنائی توڑے لیکن معنی سمجھ میں نہ آتیں اور عرف عام میں شہد کی مکھی کی آواز سے تشبیہ دیتے ہیں جس کی تفسیر بھنبھنا ہٹ سے کی جاتی ہے۔ یہاں پر شرح قاطبہ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ دیہاتی تھا تمدن سے عاری اس نے دور سے ہی زور زور سے پکارنا چلا نا شروع کر دیا۔ مگر دور ہونے کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ جب قریب

آیا تو بات معلوم ہوئی۔ میرے والد صاحب نے اپنے شیخ قدس سرہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شرح کے اس مطلب کو غلط قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ دُدی کہتے ہیں۔ صورتِ خفی کو لہذا یہ کہنا کہ وہ زور زور سے پکارتا ہوا آ رہا تھا کیسے صحیح ہو سکتا ہے بلکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی بڑے کے پاس جاتا ہے اور کوئی بات اس سے کر لیا ہوتا ہے تو اس پر ایک قسم کا خوف اور ہم سوار ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر وہ ان باتوں کو رٹ لے کر آہستہ آہستہ یاد کرتا جاتا ہے تاکہ مقام پر پہنچ کر بلا تکلف کہہ دے۔ اور سوچتا رہتا ہے کہ یہ پوچھوں گا اور یہ بات دریافت کروں گا وغیرہ وغیرہ۔

خمسِ صلوات کے بارے میں احناف پر جو دوجوب و ترکا اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نماز جنازہ بھی تو فرض ہے صلوٰۃ کسوف بعض ظاہر یہ کے نزدیک واجب ہے۔ عیدین کی نماز بعض ائمہ کے نزدیک فرض ہے جو جواب دیں گے ہم احناف بھی وہی جواب دے دیں گے۔ لا الا ان نطوع شوافع اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ جس طرح تم احناف زکوٰۃ میں استثناء منفصل مانتے ہو۔ اسی طرح یہاں بھی مان لو۔ تو حنفیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ چونکہ زکوٰۃ کوئی منظم نہیں بلکہ معطلی کو اختیار ہے کچھ آج دے دے اور کچھ کل۔ بخلاف مصلیٰ اور صائم کے کہ ان کو یہ اختیار نہیں کہ بعض رکعت آج پڑھ لیں بعض رکعت اگلے روز یا نصف دن کا روزہ آج رکھیں اور نصف بقیہ کل رکھیں بلکہ ان میں التصاق اور انتظام ہوگا بخلاف زکوٰۃ کے وہاں چونکہ خود انفصال ہوتا ہے استثناء بھی منفصل ہو جائے گا۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فرائض کا پڑھنا واجب ہو کہ ہے اور نوافل باعثِ اجر و ثواب ہیں اور ان کے ترک پر کچھ عتاب و مذاب نہیں لہذا اگر کوئی شخص پرے فرائض ادا کرے اور نوافل نہ پڑھے تو وہ ناجی ہوگا۔ لیکن کوئی نجات کے دھوکے میں آکر نوافل نہ چھوڑے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے روز فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔ اب کیا ہماری نمازیں ایسی ہیں کہ ان پر پورا کامل ثواب ملے۔ ہاں صحابہ کرام کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ان کے صرف فرائض ان کے لئے ناجی ہیں۔ و ذکرہ رسول اللہ صلعم اس ذکر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے صوم و صلوٰۃ میں تو حضور انور صلعم کے الفاظ یاد تھے لیکن یہاں یہ یاد نہیں رہا کہ حضور اکرم صلعم نے کیا فرمایا۔ اس لئے ذکرہ سے تعبیر فرما دیا ہے۔ یہ حضرات محدثین کی غایت احتیاط ہے۔ لا الا ان نطوع اس جگہ سب حضرات کے نزدیک استثناء منفصل ہے اور بعض روایات میں حج کا ذکر بھی آیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ واقعہ دوسرا ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ واقعہ تو ایک ہی ہے مگر یہاں پر راوی نے اختصار کر دیا۔ یہی حدیث مر پر آ رہی ہے وہاں ہے لا نطوع

شَيْئًا وَلَا انْقُصَ اسْمُ بَيْتِهِ جَلَاكَ وَه اس کی زیادتی کو اپنے متعلق فرما ہے ہیں کہ میں نہ تغلیس پڑھوں گا اور نہ ہی کوئی عبادت کروں گا میں کہتا ہوں۔ کہ ان حضرات صحابہ کرام کی شان یہ تھی کہ یونہی کہیں اس لئے کہ اگر فرائض کو ان کے پورے آداب کے ساتھ ادا کرے اور درمیان میں ادھر ادھر کا کیا نہ لائے تو وہ ناجی ہے اور یہ جو روایات میں آئے ہیں کہ فرائض کی کمی کو نوافل سے پورا کیا جائے گا تو وہ ہم جیسوں کے لئے ہے جن کی عبادت ناقص ہے ہماری اور صحابہ کرام کی عبادتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہماری نمازیں اگر وہاں منہ پر مار کر نہ پھینکی جائیں تو بھی بہت کافی ہے۔ افعال ان صدق میں یہ ان شرطیہ بھی پڑھایا گیا ہے۔ اور ان نصب کے ساتھ بھی یہی لائن صدق بابِ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ مِنَ الْجَنَائِزِ۔

حدیث نمبر ۴۴۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَاقِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلِّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيْرَاطٍ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلا اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوئے اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اور یہاں تک اس کے ساتھ رہا کہ اس پر نماز پڑھی اور اس کے دفن سے فارغ ہوا تو وہ دو قیراط کا ثواب لے کر واپس لوٹے گا جبکہ ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جس نے صرف اس پر نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو وہ ایک قیراط کا ثواب لے کر واپس آئے گا۔

تشریح از شیخ منیؒ جنازہ جمع جنازہ کی یکسو الجیم و فطحا یکسو الجیم جنازہ کے معنی میت کے ہیں اور بفتح الجیم جنازہ کے معنی السربانتی علیہا النعش اور بعض نے اس کا عکس کہا ہے۔ اتباع یعنی پیچھے چلنا اس کو امام صاحب افضل فرماتے ہیں چنانچہ ان کی حجت یہی روایت ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آگے چلنا افضل ہے۔ جنازہ مسلم ایمان و احسان اس سے معلوم ہوا کہ اتباع کا تعلق ایمان سے ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی کسی خوف کی وجہ سے یا رباء کی وجہ سے بھی اتباع کیا جاتا ہے۔ قیراط ایک درہم کے چھ حصے ہوتے ہیں اسے دانق کہتے ہیں اور دانق کے آدھے کو قیراط کہا جاتا ہے۔

از شیخ زکریا حافظ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے شعب ایمانیہ کو اتباع الجنائز کے باب پر ختم

فرمایا ہے کیونکہ جنازہ کا نمبر بھی شریعت میں سب سے آخر میں ہے اور تقسیم غنائم چونکہ موت کے بعد ہوتی ہے اس لئے اس کو مؤخر فرمادیا۔

باب خذف المؤمن من ان ايمحط عمله وهو لا يشعرو وقال ابا هيم البتيحي ما
عرضت قولي على عمر بن الخطاب لا خشيت ان اكون مكذبا وقال ابن ابي مليكة اذ كنت
تلتني من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كلهم يخاف النفاق على نفسه ما من هو
احد يقول انه على ايمان جبريل وميكائيل ويذكر من الحسن ما خافه الا مؤمن
ولا آمنه الا منافق وما يحدث من الاضرار على التقاتل والعصيان من غير توبة
يقول الله تعالى وكونوا بصرون اعلى ما فعلوا وهو يعلمون ه

ترجمہ، مومن کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کی لاعلمی میں اس سے اعمال جبط وضائع نہ ہو جائیں اور حضرت
ابا ہیم تیمی نے فرمایا جب بھی میں نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا مینی اس کا مقابلہ کیا تو مجھ کو ڈر لاحق
ہوا کہ کہیں میں دین کو جھٹلانے والا نہ ہو جاؤں۔ اور حضرت ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ میں نے تیس اصحاب
نبی اکرم صلم کو پایا کہ وہ اپنے اور پر نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں
کہتا کہ میرا ایمان جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام کی طرح ہے۔ اور حضرت جن بصری سے مذکور ہے کہ مومن کے
سوا اللہ تعالیٰ سے کوئی نہیں ڈرتا مینی نفاق کے بارے میں اور منافق کے سوا اللہ تعالیٰ سے کوئی بے خوف نہیں
ہوتا۔ اور یہ کہ ڈر جلتے بغیر توبہ کے لڑائی لڑنے اور نافرمانی پر اصرار کرنے سے کہ کہیں ایمان ضائع نہ ہو جائے
یو جہ قول اللہ تعالیٰ کہ مومن وہ ہیں جو اپنے کئے پر جانتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔

حدیث نمبر ۴۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ عَزَّةَ الْهَمْدِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُؤْمِنِ
فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ
وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔ الحديث

ترجمہ، حضرت زبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو وائلؓ سے فرقہ مجتہد کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلم نے ارشاد فرمایا
مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔ اور اس سے لڑائی لڑنا کفر ہے۔

تشریح از شیخ مدنی قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز کمال کو پہنچ جائے تو اس کے لئے یہ کوشش کی جاتی

ہے کہ ایسے اسباب تلاش کئے جائیں۔ کہ جس کی وجہ سے اس کمال میں زوال نہ آئے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ ایمان کو تکمیل تک پہنچانے کے بعد ان چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں جن سے ایمان کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ مرجعہ کا رد بھی کرنا ہے۔ اس جگہ دو ترجمے ذکر فرماتے ہیں۔

خوف المؤمن اور دوسرا مَا يُخَذُّ مِنَ الْأَصْحَادِ لِمَقِيلٍ اِذَا مَلَائِكَةُ الْمَوْتِ طَبَعُوا رُءُوسَهُمْ وَهُمْ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَوْ كَانُوا أَعْيُنًا مُّسِيئِينَ۔
 چکے ہیں اور ایسے کفر کو بھی خشک کہا۔ ایسے یہ بھی فرمایا کہ نفاق کلی خشک ہے جس کا صدق اپنے تمام افراد پر طابقی ہو تب ہی التزامی اور مجازی نہیں ہوتا۔ بنا بریں ہر ایک پر جس میں ایک خصلت نفاق کی ہو یا دو تین اس پر بھی نفاق کا اطلاق ہوگا۔ اس لئے کہ اگرچہ فومن کے قلب میں جرم ہے۔ مگر ممکن ہے کہ ایمان کی خصلت میں سے کسی ایک خصلت کے اندر کمزوری ہو جس کی وجہ سے نفاق آجائے۔ بنا بریں ان چیزوں سے بچنا ضروری ہے اور باری تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَزِرُ كِتَابًا عَنْ نَفْسِهِ كُفْرًا تَزِرُ وَازِرَتَہَا وَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السَّيِّئَاتِ الَّتِیْ هُنَّ حَبَثٌ لِّقَوْمٍ یَّخْلِفُونَّ۔
 احرارین بڑے ذی علم ہیں جس کی وجہ سے ان کو یہ لقب ملا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو ایک معتزلی کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا مگر وہ ہار گئے۔ جس پر ان کو صدمہ ہوا۔ جواب ملا کہ فلاں کھیت میں تم ہل چلا رہے تھے۔ وہاں جو غلہ ڈالا گیا وہ ہشتبہ تھا۔ اور اس سے یہ لڑکا پیدا ہوا اس کمزوری کی وجہ سے اس بچے میں کمزوری آگئی۔ احتیاط کا یہ عالم تھا بہر حال معلوم ہوا کہ بعض اعمال ایسے ہیں جن کی وجہ سے دیگر اعمال حنہ جط ہو جاتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری ہے لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ان تَحِطُّ بِأَعْمَالِ الَّكُوفِ نَبِیِّ اَكْرَمِ صَلَاحِ كِیْ آوَارِیْ اَوَارِیْ آوَارِیْ آوَارِیْ
 اونچا نہ کر دو کہیں تھلے اعمال جط نہ ہو جائیں۔ جط کا سبب محض کفر و نفاق نہیں بلکہ بعض اعمال ہیبت بھی سبب بن جلتے ہیں، جیسے رفع صوت بنا۔ چنانچہ امام بخاریؒ ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں اپنے اعمال پر غرور نہ ہو جانا چنانچہ شافعی المذہب کا تو کہنا ہے اِنَّا مُؤْمِنُونَ بِأَنَّ اللَّهَ كَرَامٌ مِّنْ دَرَجَاتٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ۔
 یہ انشاء اللہ موافقات کے اعتبار سے ہے کہ انشاء اللہ وفات اس کلمہ پر ہوگی۔ بالفعل تو جرم ہے۔ اور حنفی اِنَّا مُؤْمِنُونَ حَقًّا کہتا ہے۔ یہ ایمان حالی کے اعتبار سے ہے۔ تو کرامی کا یہ کہنا کہ شافعی المذہب کے ساتھ نہ ٹکرتا
 ناجائز ہے۔ غلط ہو گیا۔ بلکہ احناف اور شوافع میں نزاع عقلی ہے پہلے زمانہ میں ان کے درمیان منافقہ آگئی تھی۔ ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ اِنَّا كُونُ مَكْنُذًا بِفَتْحِ الذَّالِ وَكُسْرِهَا اِیْ مَكْنُذًا بِالنَّفْسِ
 ما منه واحد از مرجعہ کہتے ہیں کہ ایمانی علی ایمان جبرائیل نہیں کہنا چاہیے۔ اور حضرت امام صاحبؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ ایمانی کا بیان جبرائیل ولا اقول ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔ اس لئے کہ جمیع

کیفیات مثل میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سامنے تو سارا عالم العیب ہے ان کو مشاہدہ ہے ہیں تو مشاہدہ نہیں ہمارا ایمان علم الیقین ان کا عین الیقین ہے۔ سہاب باب غافلہ کی مصدقہ ہے یعنی کسی کی عزت کے بارے میں کچھ کہتا اس کو ترجمہ ثانی سے مطابقت ظاہر ہے۔ اور ترجمہ اول بھی ثابت ہے کہ جب یہ اعمال کفر و فحوق ہوئے تو اس سے اعمال ضبط ہو جائیں گے

تشریح از شیخ زکریا محفوظ المؤمن ان یحیط عملہ یعنی تو من کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کہ زبان سے کوئی ایسا کلمہ کفر کا نہ نکل جائے جس سے اعمال حسنہ ضائع ہو جائیں بعض محدثین فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس بات پر فرقہ اجماع کی طرف پہنچ گئے۔ کیونکہ اس جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے پچھلے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے لہذا مطلب یہ ہے کہ تو من کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ کوئی ایسا عمل نہ کرے کہ شدہ شدہ کفر کی نوبت آجائے۔ ترجمہ الباب کی اصل غرض مرحیہ کا رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ لا ینفع طاعة ولا یضر معصية کہ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی کوئی برائی نقصان دیتی ہے۔ رد اس طرح ہوا کہ اگر معصیت مضر نہیں تو ضبط عمل کے کیا معنی ہیں وھولا یشعر یوں کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ وھولا یشعر بڑھا کر ایک اختلاف کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ اگر کوئی لاعلمی میں الفاظ کفریہ کہتا ہے۔ تو کیا وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ کلمات کفر جب قصد کے ساتھ کہے جائیں تو کفر ہیں۔ اور بلا قصد کفر نہیں علامہ کرمانیؒ نے علامہ نوویؒ پر رد کیا اور فرمایا۔ کہ کلمات کفر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے خواہ قصد و خبر کے ساتھ کہے یا بلا قصد و خبر کے کہے یہی جہور کی رائے ہے۔ امام بخاریؒ نے اسی ثانی قول کی تائید فرمائی وھولا یشعر بڑھا کر بتلایا کہ کہیں لاعلمی میں ایسا عمل نہ ہو جاتے جس سے اعمال ضبط ہو جائیں۔ وقال ابراہیم التیمی یہ ابراہیم بہت بڑے داعط تھے جب داعط تھے کہتے تھے تو دیکھا کرتے تھے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر خود میرا عمل بھی ہے یا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کہہ رہا ہوں کچھ اور میرا عمل اس کے خلاف ہو۔

کلمہ یخاف علی نفسه چنانچہ حضرت حنظلہؒ اور حضرت ابو بکر صدیقؒ نہ کا قصہ مشہور ہے کہ حضرت حنظلہؒ نے حضرت ابو بکر صدیقؒ سے کہا کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوتے ہیں گو یا جنت دوزخ سب ہمارے سامنے ہے اور جب ہم اپنے گھروں کو آتے ہیں۔ تو بوی بچوں میں لگ جلتے ہیں مجھے تو ڈر لگ گیا کہ کہیں میں منافق تو نہیں منافق حضرت ابو بکر صدیقؒ نے فرمایا میرا بھی یہی حال ہے چلو

حضور صلعم سے اس بارے میں دریافت کریں۔ حاضر ہو کر معاملہ عرض کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی یہ کہی وہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہ کا منقولہ نقل فرمایا۔ ما منہما واحد یقول بعض مشائخ درس میں فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام اعظمؒ پر رد فرماتے ہیں کیونکہ حضرت امام اعظمؒ سے منقول و مشہور ہے کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل مالانکہ شراح میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا۔ اگر ہا غرض امام بخاریؒ کا مقصد امام صاحب پر رد کرنا تو کہا جلتے گا کہ امام بخاریؒ نے امام صاحب کے منقولہ کا مطلب سمجھا ہی نہیں کیونکہ امام صاحب نے تو ایمانی کا ایمان جبرائیل فرما کر مثل ایمان جبرائیل کی نفی فرمائی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کاف سے تشبیہ ذات کے اندر دی جاتی ہے۔ اور مثل میں صفات میں تو امام صاحب ذات ایمان میں تو اپنے ایمان کو ایمان جبرائیل سے تشبیہ دے رہے ہیں اور صفات میں برابری کی نفی فرماتے ہیں۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کا منقولہ صرف ایمانی کا ایمان جبرائیل ہے اس میں حضرت میکائیل کا کہیں ذکر نہیں اور یہاں بخاری میں لفظ میکائیل بھی ہے اس وجہ سے ظاہر ہے کہ یہ منقولہ کسی اور کا ہے۔ ما خافہ الا مؤمن الا یعنی نفاق سے مؤمن ہی ڈرتا ہے۔ اور منافق اس سے مومن رہتا ہے وما یحذر من الاصرار علی التقاتل یہ عطف ہے خوف المؤمن من منافق پر اور مطلب یہ ہے کہ نفاق اور عصیان سے بچنا چاہیے کیونکہ اصرار علی العاصی کفر تک منجر ہوتا ہے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس کی صورت بیان فرماتے ہیں۔ ومن تھاوون بالناقل تھاوون بالسنن ومن تھاوون بالسنن تھاوون بالضرائض ومن تھاوون بالضرائض سلب المعرقۃ ومن سلب المعرقۃ سلب العرقۃ فی الکفر یعنی جو نوافل میں سستی کرتا ہے وہ سنن میں سستی کرے گا جو سنن میں سستی کرتا ہے وہ فرائض میں سستی کرے گا اس سے معرفت چھین لی جلتے گی اور جس سے معرفت چھین گئی وہ عنقریب کفر میں گرے گا یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کا ایک جملہ قاتلہ کفر ہے۔ اس سے مراد ہے کہ یہ فرقہ صراحتہ حضور اقدس صلعم کے قول کی مخالفت کرتا ہے۔ یہی حضرت البدائل کے سوال کا جواب ہے۔ یہ فرقہ مخالف رسول ہے۔

حدیث نمبر ۴۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْإِسْخَرِيُّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُحْبِرُ كَيْفَ الْقَدْرِ فَتَلَوْنِي وَحَلَلَنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ رَأَيْتُ خَرَجْتُ لِأُحْبِرَ كَيْفَ الْقَدْرِ وَتَلَوْنِي فَتَلَوْنِي وَفَلَاكُ فَرَفَعْتُ وَصَلَّى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَاتَّقُوا مَا فِي السَّيْبِ وَالنَّسْبِ وَالْخَمْسِ۔

ترجمہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جناب رسول اللہ صلعم لبیۃ القدر کے متعلق خبر

دینے کے لئے باہر تشریف لائے۔ تو مسلمانوں میں سے دو آدمی آپس جھگڑ پڑے تو آپ نے فرمایا کہ میں تولیۃ القدر کی خبر بتلانے کے لئے باہر آیا تھا لیکن فلاں اور فلاں جھگڑ پڑے تو وہ اٹھا دی گئی شاید اس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی ہو۔ اب اسے ساتویں نویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح از شیخ ذکر کیا چونکہ بایں کے اندر اصرار علی التفتاقل وغیرہ سے بچنے کا امر تھا۔ تو اب یہاں سے تفتاقل کی خرابی اور اس کا نتیجہ بتلاتے ہیں کہ اتنی بڑی شے ہے کہ بیلۃ القدر جیسی رفیع الشان چیز دو آدمیوں کے جھگڑنے کی وجہ سے نبی اکرم سلم کے دل سے اٹھالی گئی۔ اگرچہ ان دو لوگوں کو علم بھی نہیں تھا مگر پھر بھی ان کے تنازعہ کی وجہ سے ایسی نعمت سے محرومی ہوئی لہذا اگر علم بھی نہ ہو پھر بھی گناہ سے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ معرفت سے شب قدر ہے کہ وہ اٹھالی گئی۔

باب، سُئِلَ جَبْرِئِيلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ مِمَّا لِلْإِحْسَانِ وَعِلْمُ السَّاعَةِ وَبَيَّنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ بِحِكْمِ ذَلِكَ كُلِّهِ دِينًا وَمَا بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَقُّدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْإِيمَانِ وَقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔

حدیث نمبر ۵۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِئًا يَوْمَ مَا لِلنَّاسِ مَا نَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا الْإِيمَانُ قَالَ الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَبِطَنَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ مِنَ الْبُعْثِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُعِيمَ الصَّلَاةَ وَتُعِدِّي الزَّكَاةَ الْفَرِيضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَكَأَنَّكَ تَرَاهُ قَالَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا لِمَنْ سَأَلَ بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَشْرٍ أَطَهَرَ إِذَا وَلَدَتْ الْأُمُّ رُكْمًا وَرَأَتْ أَنْطَاوَلَ رُعَاةَ الْوَيْلِ الْبُحْرَى فِي الْبُنْيَانِ فِي حَسْبٍ لَا يَكْفِيهِمْ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى اللَّهُ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْإِيمَانُ ثَلَاثُونَ قَدْ بَرَّكَ قَالَ رُذُوفُ فُلُوكُمْ يَرَوْنَ شَيْئًا فَقَالَ هَذَا جَبْرِئِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ جَعَلَ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيمَانِ - (الحدیث)

ترجمہ باب حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وہم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے علم بارے میں سوال کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے بیان کرنا پھر فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ تو ان سب امور کو دین قرار دیا۔ اسی طرح ایمان کی وہ باتیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے بیان فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ جس شخص نے اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کیا تو وہ اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ حدیث، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو کر بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ ایمان کیا چیز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کی ملاقات اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے اور مرنے کے بعد اٹھا جانے پر بھی ایمان لائے۔ پھر اس نے اسلام کے متعلق پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت اس حال میں کرے کہ تو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔ اور یہ کہ تو نماز کو پابندی سے قائم کرے اور کہ فرض شدہ زکوٰۃ کو ادا کرے اور رمضان شریف کے مہینہ کے روزے رکھے پھر اس نے کہا احسان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر پوچھا قیامت کب آئے گی، فرمایا جس شخص سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ البتہ ابھی تمہیں اس کی کچھ نشانیاں بتلاؤں گا۔ پس جب باندی اپنے مالک کو جنے اور جب کالے کالے اونٹوں کے چرواہے یا اونٹوں کے کالے کالے چرواہے تمہاری طرف نظر کرے ہوں اور ان پانچ چیزوں کے بارے میں متفکر ہوں جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے پھر آپ نے ان اللہ عنہ علم الساعة الآیۃ کو تلاوت فرمایا۔ پھر وہ آدمی جب پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو واپس لاؤ۔ تو ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ ابو عبد اللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سب امور کو ایمان قرار دیا گیا۔ تشریح از شیخ مدنیؒ امام بخاریؒ نے اب تک جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے تو معلوم ہوتا تھا کہ ایمان اسلام اور دین کے ایک ہی معنی ہیں اس مقام پر بھی اس کو دکھلانا ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں ان کے ایک ہی معنی ہیں۔ اگرچہ یہ خود تسلیم کر آتے ہیں کہ اگر اسلام خوف کی وجہ سے ہو۔ اذ قالت الامم ما امننا الا توکفر نہیں ہوگا۔ اس جگہ بھی اطلاق ثانی یعنی تغایر حقیقی کو بیان کر کے اطلاقات شرعیہ میں ان کا اتحاد ثابت کرتے ہیں۔ ومن یتبع عیسا لیسلم دینا اس سے پہلے تو معلوم ہوا کہ اسلام اجزاء دین میں سے ہے۔ پھر

اسلام کا عین دین ہونا ثابت فرمایا تو یہی کہا جائے گا کہ اطلاقات شرعیہ دو قسم ہے۔ ایک اطلاق میں یہ ہم معنی ہیں۔ اور ایک اطلاق میں ان کے درمیان تفرقہ ہو گا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین فواہرا ہے الایمان ان تو مومن باللہ اگر شبہ ہو کہ یہ تعریف ایشی بنفستہ ہوئی۔ تو کہا جائے گا کہ معترف ایمان شریعی ہے اور معترف ایمان لغوی معنی تصدیق ہے اور تصدیق بما علو مجیہ بالضرورۃ یعنی اس کی تصدیق میں نہ مستقبل میں شک ہو اور نہ فی الحال شک ہو اور اسی طرح کی تصدیق ہو کہ وہ تشکیک مشکک سے ازل نہ ہو سکے۔ ان تو مومن باللہ فرمایا گیا۔ اس کے اندر یو جو وہ و بصفاۃ الطبوتیۃ والصلبیۃ سب کے سب اس کے تحت ہیں۔ بلقاء بعض نے کہا کہ اس کی موت مراد ہے۔ لیکن اس پر تو سب ایمان لے گئے کیونکہ موت کو ہر روز دیکھ رہے ہیں تو بعض نے کہا کہ لقائے سے رویتہ باری تعالیٰ مراد ہے۔ اسے امام نوویؒ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن اس پر اشکال ہو گا کہ رویتہ باری تعالیٰ تو ہر ایک کے لئے نہیں ہے تو دونوں کا جواب دیا گیا کہ ایک موت تو شخصی ہے جو ہر روز مشاہد ہے مگر موت عالم جسے قیام قیامت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ محسوس نہیں اس پر ایمان لانا مطلوب ہے۔ اگر رویتہ باری تعالیٰ بھی مراد ہو۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ رویتہ واقع ہونے والی ہے۔ ہر ایک کو نہیں بلکہ جو اس کا مستحق ہو گا اس پر ایمان لانا ہے۔ اس رویتہ کا معتزلہ نے انکار کر دیا کیونکہ رویتہ کے لئے بعد نہ ہو۔ اور زیادہ قرب بھی نہ ہو۔ مکان و جہت بھی ضروری ہے۔ لیکن یہ سب شرائط بطور عادت کے ہیں لزوم کے لئے نہیں۔ شیخ ابوالحسن اشعریؒ تو ایمان تقلیدی کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ وہ ایمان استدلالی کا اعتبار کرتے ہیں۔ رہا عوام الناس کا ایمان اگرچہ وہ صغریٰ کبریٰ اور شکل اقل کے ذریعہ سے نہیں ہوتا مگر ان کو دلیل معلوم ہے جیسے جیون کے کتلے ایک آدمی کل چلا رہا تھا تو کسی منطقی نے وحدت باری پر اس سے دلیل طلب کی۔ تو اس نے جواب دیا کہ جیون تیرے باپ نے کھود دیا ہے۔ یہ اثر ضرور کسی مؤثر کا ہو گا وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ واللہ حاکم چونکہ احسان پر انعام خداوندی موقوف ہے جس پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں۔ ان اللہ مع المحسنین، ان اللہ یا مریکھو بالعدل والحقان احسان کے لغوی معنی تو یہ ہیں کہ کسی چیز کو عیوب سے پاک صاف کر دیا جائے۔ لیکن اس جگہ اس کے متعلق سوال اطلاقات شرعیہ کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کو آیات میں مختلف طور پر طلب کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ عند اللہ مرضی ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مقامات تین ہیں (۱) فریضہ (۲) مشاہدہ (۳) مراقبہ۔ فریضہ کا مقام تو یہ ہے کہ عبادت اس طرح ادا کی جائے کہ فریضہ ساقط ہو جائے، دوسرا مقام یہ ہے کہ انسان عبادت کے وقت

حضور الہی میں اس قدر غرق ہو جاتے کہ سوائے باری تعالیٰ کے کسی کا خیال نہ رہے مراقبہ اس سے بھی کم درجہ کا ہے کہ جس میں حضور باری نہیں ہوتا۔ آپ اس جگہ ان دو مقامات کو بتانا چاہتے ہیں۔ کانک تزاہ یہ مقام شاہد ہے۔ اور ان کو تکن تزاہ اس سے مقام مراقبہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن مشہور توجیہ سے عبارت ابا کہتی ہے حقیقی رؤیتہ باری تعالیٰ حق ہے۔ مگر اس عالم میں جائز غیر ممکن الوقوع ہے۔ عالم آخرت میں جائز ممکن الوقوع ہے۔ اگر عالم دنیا میں غیر ممکن ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے سوال نہ کرتے۔ اس لئے کہ پیغمبر عالم جواز میں ہوتا ہے۔ جواب میں نفی وقوع کی گئی کہ تَنَزَّاهُ نَفْیُ امْکَانِ کی نہیں کی گئی۔ کہ لن اُری کہا جاتا۔ مقترنہ اور خوارج امکان کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ کا سوال امکان رؤیتہ پر دلالت کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیتہ باری کی لیکن عالم شہادت میں رہ کر نہیں بلکہ عالم غیب میں۔ اس لئے کہ عالم غیب میں جنی اشباہ ہیں وہ سب وجود ظنی کا منظر ہیں وجود حقیقی کا تحمل نہیں کر سکتیں وجود حقیقی کی رؤیت کے لئے آپ کو آسمانوں پر بلایا گیا عالم آخرت میں اہل جنت کے لئے رؤیتہ ہوگی۔ کہ ان کے درمیان حجاب نہیں ہوگا۔ اور وجود کو قوی کر دیا جائے گا۔ اور اہل جہنم بوجہ محبوب ہونے کے نہ دیکھ سکیں گے۔ کانک تزاہ ای عبادۃ مشاہدۃ کو تکن تزاہ یا یہ حال ہے ای تعبد حالت کو تکن مشاہدۃ میں المحبوب بہر حال انسان کی حالت عمل کے اندر یہ ہوتی ہے کہ اگر خود مالک کو دیکھ رہا ہے یا خود کو مالک دیکھ رہا ہے۔ تو اس وقت عمل میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ اور غیوبیت کی حالت میں عمل کے اندر کوتاہیاں آجاتی ہیں۔ مقصد یہی ہے کہ عبادت خشوع اور خضوع کے ساتھ ہو۔ عابد کا معبود کو دیکھنا تکمیل کا باعث نہیں بلکہ معبود کا عابد کو دیکھنا تکمیل کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ جب معبود محبوب مغلوج ہو تو تکمیل نہیں ہوتی۔ تو آپ نے اس شبہ کا ازالہ فرمایا کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے جبکہ علت تکمیل عمل تمہارا اس کو دیکھنا ہے۔ لیکن اصلی تکمیل کا باعث باری تعالیٰ کا تمہ کو دیکھنا ہے۔ عاشقانہ عبادت کا اصلی مطلب یہ ہے کہ تمہاری عبادت میں ایسی تکمیل ہونی چاہیے جو تکمیل عمل غلام اپنے آقا کو دیکھنے ہوئے کرتا ہے۔ اس پر شبہ ہوا کہ ہم تو باری تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اصلی تکمیل کا باعث معبود کا تم کو دیکھنا ہے۔ فان کو تکن تزاہ فاما ہذا کہ یہ اس شبہ کا ازالہ ہوا کیونکہ اگر علت تکمیل خادم کا مغلوج کو دیکھنا ہوتی تو پھر چاہیے تھا کہ اندھے اور مغلوج آقا کو دیکھنے سے تکمیل عمل ہو جاتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے تو آپ نے تکمیل عبادت کا باعث آقا کا خادم کو دیکھنا قرار دیا۔ اس توجیہ سے صیح شراح ملام علی قاری حافظ ابن حجر عسقلانی کا تخطیہ ہو جاتا ہے۔ یہ توجیہ حضرت مدنی کے اساتذہ نے بیان فرمائی ہے۔ اور حقیقت

عبارت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ تکمیل عبادت میں معبود کا دیکھنا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ ہماری تمام حرکات سکناات کو دیکھ رہے ہیں۔ فان لوتکن تتراه میں ان دُعلیہ ہوا کلام ثانی نہ ہوا۔ کیونکہ اگر دوسرے مقام کا حصول مقصود ہوتا۔ تو دوسری عبارت میں پہلی کی نفی کی جاتی وان لوتکن کانک تتراه ہوتا لیکن اس جگہ تو نفس رویتہ کی نفی کی گئی ہے۔ تو اگر یہ مرتبہ ثانیہ تھا تو مرتبہ مشاہدہ میں جو چیز تھی اس کی نفی کی جاتی اور امام شعرانی فان لوتکن تتراه میں کان کو تا مسلیتے ہیں ای فان لوتقد تتراه یعنی جب تک تم اپنے آپ کو موجود مانتے ہو۔ تھلکے اور باری تعالیٰ کے درمیان حجاب ہے۔ اگر تم درجہ فنا الفناء کو پہنچ جاؤ کہ نہ ذکر کا علم ہے اور نہ ذکر کا محض مذکور ہی مذکور ہو۔ تو تب تم باری تعالیٰ کو دیکھ لو گے اس لئے کہا گیا العلو حجاب اللہ لیکن جب باری تعالیٰ کے ذکر کا غلبہ ہو گا۔ اور مذکور ہی کا تصور ہو۔ تو اس وقت اپنا ہی وجود معلوم نہیں ہوتا جیسے غلبہ نور شمس کے وقت ستاروں کا وجود معلوم نہیں ہوتا حالانکہ وہ موجود ہوتے ہیں۔ یہ درجہ فنا الفناء کہ ہے فنا کے درجہ میں اپنے وجود کا علم ہوتا ہے فنا۔ الفناء کی کیفیت منصور پر طاری ہوتی تو انا الحق کہہ دیا حضرت مجدد الف ثانیؑ اپنے کمنوبات میں فرماتے ہیں کہ سالک پر جب یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو جیسے جب ہم کوئی آگ میں رہے تو انا النار کہتے ہیں، جب اس سے ہٹا دیا جائے۔ تو پھر وہ کیفیت نہیں رہتی، ایسے باری تعالیٰ کے اسماء میں آگ کی طاقت ہے بھی زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ سالک کو ذکر کرتے کرتے اس چیز کا احساس ہوتا ہے مگر ہم لوگ غافل ہیں ذکر نہیں کرتے تو مقصد یہ ہوا کہ فان لوتقد ای فی علیک نہ ہونا ایک تو عالم دنیا کے اعتبار سے ہے وہ مقصود نہیں۔ بلکہ یہ درجہ فنا الفناء کا مقصود ہے۔ اس وقت رویتہ باری تعالیٰ کا تحقق ہو گا۔ مگر وہ رویتہ بعبون القلب ہوگی۔ بعبون الوجہ نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ اگر یہ پردے ہٹا دیے جائیں تو میرے مقین میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس جگہ ایک اشکال ہے کہ جب ان شرطیں کی جن اقلہ ہے تو اس کو مجزوم ثبوت پڑھنا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فعل جزاء کا مجزوم ہونا تمام عرب کا قاعدہ نہیں ہے جیسے اسم منقوص میں اعراب ثلاثہ ہوتے ہیں۔ اس طرح فعل منقوص میں بھی ہوتے ہیں۔ جیسے لوتیخت میں الف کو ظاہر کیا جاتا ہے لن یختی لوتیختی پڑھتے ہیں۔ ابن مالکؒ نے اس کو نسل کیا ہے۔ یہاں قراء مجزوم نقدیر اعلیٰ الالف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قراء کہنا روایت بالمعنی ہے درحقیقت آپؐ نے قرۃ فرمایا۔ رواق نے الف کو ظاہر کر دیا۔ یا یہ الف اشباع کا ہو۔ وہ حالت نصب اور جزم میں آیا کرتا ہے فامتہ میاک، قراءہ کی دلیل ہے کہ جب تھلکے درمیان سے حجاب زائل ہو جائے۔

اعلم حجاب اللہ میں محققین ہی فرماتے ہیں کہ علم نفس مراد ہے۔ کہ جب یہ حجاب اٹھ جائے گا تو تم دیکھ لو گے کیونکہ جب وہ تم کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی کیا معنی کہ تم نہ دیکھو اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے درمیان حجاب ہے۔ اور وہ علم نفس ہے احسان کے بارے میں آیات سے ثابت ہے کہ بار بار باری تعالیٰ اس کا مطالبہ کرتے ہیں جس کی تفسیر آپ نے یہاں پر فرمائی۔ یہی چیز تصوف میں مقصود و مطلوب ہے۔ آجکل اعتراض کیا جاتا ہے کہ تصوف کے تمام امور بدعات ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بدعات کہاں تھے، بعض نے کہا کہ تصوف کے امور اگرچہ بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔ حالانکہ کل بدعت ضلالتہ فرمایا گیا ہے جو بدعت کی تقسیم نہیں کرنے دیتا دراصل نہ یہ اعتراض صحیح ہے اور نہ یہ بدعت ہے، کیونکہ جب آیات سے ثابت ہے کہ احسان مقصود ہے اس کا حصول جس طرح بھی ممکن ہو صحیح ہے۔ ما ینتوقف علیہ الواجب فہو الواجب کے مطابق یہ ذرائع بھی مطلوب ہوں گے۔ ہم نامور بالجمہاد ہیں اُس زمانہ میں تیر اور تلوار سے کام چل جاتا تھا۔ لیکن آج ان چیزوں کو لے کر ٹینک توپ اور ہوائی جہازوں کی بوجھاڑ سے نہیں بچ سکتے۔ مقصد حقیقی غلبہ علی الکفار ہے۔ وہ جس ذریعہ سے حاصل ہو۔ کیونکہ ترہیوت بہ وعدہ اللہ وعدہ کو فرمان ربانی ہے اس پر عمل ہو جائے گا۔ جو قوت اس غلبہ کا باعث بنے بس وہی ضروری ہے ایسے ہیں احسان کا حکم فرمایا گیا۔ عہد نبوی میں زیادہ ریاضت کی نوبت نہ آتی تھی۔ آپ کی مجلس کی برکت سے قلوب کی معنائی ہو جاتی تھی۔ جب آپ کی معارف ہوتی وہی صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ آپ کے دفن کرنے کے بعد ہم نے اپنے قلوب کو منکر پایا۔ آپ کی روحانیت اس قدر اثر رکھتی تھی لیکن جس قدر عہد نبوی سے بعد ہوتا گیا کہ دورت بڑھتی گئی جس کے ازالہ کے لئے ذرائع اختیار کئے گئے جیسے آج ہم قرآن مجید کا کوئی معنی بغیر صرف و نحو پڑھے معلوم نہیں کر سکتے۔ تو کیا اسے بدعت کہا جائے گا واقعی صحابہ کرام کو ان کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ عربی ان کی مادری زبان تھی۔ ان کو ان مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا آج ہم پر ان علوم کا پڑھنا فرض ہے۔ بشیبہ بن سفیان کہتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں شرکت کا ارادہ اس نیت سے کرتا تھا کہ موقع پا کر آپ کو قتل کر دوں گا۔ مسلمانوں کو جب شکست ہوئی اور آپ اتر کر مٹھا اٹھانے لگے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھ کر تلوار کا دار کرنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ ایک ایسی بجلی آگے آگئی کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا تو ان کا ایمان راسخ ہو گیا لیکن یہ چیز آج پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس جنگ کو کس طرح دور کیا جائے۔ تو اس فن کے ماہرین پیدا کئے گئے۔ جنید بغدادی شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے اجتہاد سے دوائیں اور نسخے تجویز کئے۔ اور اپنے تجارب سے ثابت کیا۔ البتہ ان کو لینے

اور پرکھنے کا میزان شریعت ہے جو خلاف شریعت ہو اس کو نہ لیا جائے گا۔ قوالی کو انہوں نے جائز قرار دیا۔ مگر حملے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ثبوت ہے جس کی بنا پر شریعت کا خلاف کیا جائے چنانچہ مجدد الف ثانیؒ اس سے انکار کرتے ہیں۔ الحاصل تصوف کی اصل یہی روایت ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ایمان۔ اسلام اور احسان سے سوال کہے لوگوں کو دین کی تعلیم دے گئے۔ لوگوں کو قیام قیامت میں زیادہ تر شبہات پیدا ہوتے تھے جس کے متعلق مقی الساعۃ کہہ کر سوال کرتے تھے۔ حالانکہ اپنے کام میں مصروف رہنا چاہیے۔ امتحان کے بارے میں سوال نہیں کیا جانا اپنی اصلاح کی فکر ہونی ضروری ہے۔ باری تعالیٰ اس کو عا ہر کرنا پسند نہیں فرماتے۔ کیونکہ پھر کما حقہ اصلاح نہیں ہو سکے گی۔

ما المسئول عنہا باعلو من السائل یعنی علم میں تو مساوات ہے۔ اعلیٰ کی نفی ہے۔ سائل عالم نہیں ہوتا مسئول عنہ عالم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ تہاے اور حملے درمیان مساوات علمی ہے۔ اگر شکال ہو کہ پہلے امور میں بھی مساوات فی العلم موجود تھی۔ کیونکہ جو امات کی تصدیق کرتے ہیں۔ تو یہاں کیوں نفی کی گئی۔ تو جواب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام درحقیقت سائل نہیں تھے۔ دراصل ساطین صباہ کرامؑ جبرائیل علیہ السلام نیا بتہ کہہ رہے ہیں۔ اور قیامت کے متعلق نہ وہ واقف ہیں نہ مسئول عنہ واقف ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جیسے سائل نہیں جانتا ایسے میں بھی نہیں جانتا۔ تو جبرائیل علیہ السلام اپنی ذات کا اعتبار سے تصدیق کرتے اور وکالت کے اعتبار سے سوال کرتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اور چیزوں کے بارے میں تو سوال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن علم ساعۃ ایسی چیز ہے کہ اس کے بارے میں سوال بھی نہیں کرنا چاہئے۔ تو یہاں سائل کل من یأتی منہ السؤال ہوگا۔ بسا اوقات مخاطب نہیں ہوتا جیسے ولو تری میں ہے۔ ایسے یہاں بھی ما المسئول عنہ ای من کان باعلو من السائل ای من کان کیونکہ اس کے علم کو باری تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ تیسری تو جہ یہ ہے کہ اگرچہ اعلم کا صیغہ مساوات کو تقاضا کرتا ہے۔ لیکن یہاں مساوات علم میں نہیں بلکہ عدم علم میں ہے۔ بخلاف پہلی چیزوں کے آپ ان کے علم میں اعلم تھے۔ صاحبک من اشراطھا دو چیزیں ذکر کی گئیں اور انہیں اشراط سے تعبیر کیا گیا۔ حالانکہ جمع کا ادفنے اطلاق تین پر ہوتا ہے۔ نو کہا جائے گا کہ جمع کا اطلاق مافوق الواحد کے اعتبار سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اشراط کو حقیقت پر محمول کیا جائے کہ آپ نے تو اور چیزیں بھی ذکر فرمائی تھیں راہی اختصاراً دو کو ذکر کر دیا جبکہ کے معنی میں مختلف احتمالات ہیں۔ ائمۃ میں احتمال ہے کہ مطلق لسا کے معنی میں ہو۔ تو معنی ہوں

کہ جب عورتیں اپنی مالکہ کو جننے لگیں۔ کنا یہ ہے کثرتِ حقوق سے سببی اولاد اپنی ماؤں پر ایسے حکومت کریں گے۔ جیسے حاکم اور آقا اپنی باندی پر حکومت کرتا ہے۔ اور رجب تھلے سے اس کی مزید توضیح ہو گئی کہ بیٹیاں بھی ماؤں پر حکومت کرنے لگیں گی حالانکہ لڑکی تو نسبت بیٹے کے ماں باپ کی زیادہ مطیع ہوا کرتی ہے۔ اور آج یہ چیز عام ہو گئی ہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ عموماً والدین کے ساتھ بے ادبی کا سلوک کرتے ہیں اور بدقسمتی سے آج علمِ دین پڑھنے والوں میں بھی یہ چیز سرايت کرتی جا رہی ہے۔ کافر ماں باپ کے بلے میں بھی بے ادبی کرنے کو ناجائز کہا گیا ہے، ۲۔ امیر کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا جائے۔ تو پھر اس کی مختلف وجوہ ہیں۔ اور یہ کنا یہ ہے کثرتِ فضولت اور کثرتِ تسری سے۔ سر پر اس باندی کو کہتے ہیں کہ جس کو آقا اولاد حاصل کرنے کے لئے اپنے استعمال میں لائے سببی جے اہمات الولد بنایا جائے۔ تو جب بچہ آقا سے جن رہی ہے۔ تو بیٹا باپ کے حکم میں ہوگا۔ اور ہمارے ملک ہونے کی وجہ سے اگرچہ کامل مملوک نہیں مگر پھر بھی من وجہ بیٹے کی مملوک بن جائے گی۔ اگر کہا جائے کہ کثرتِ فتوحات کوئی بری چیز نہیں کیونکہ کثرتِ تسری سے اولاد کثیر ہوگی۔ ہر امر سے اولاد کم پیدا ہوگی۔ باندیاں تو پانچویں تک رکھنے کی اجازت ہے۔ تو اس نعمت کو اشراطِ ساعتہ میں کیوں شمار کیا گیا، جواب یہ ہے کہ اشراطِ ساعتہ میں نعمت کا ہونا ضروری نہیں، بسا اوقات نعمت بھی اشراطِ ساعتہ میں آجاتی ہے۔ جیسے خاتم النبیین کا آنا نزولِ صلیبی مسیح وغیرہ وغیرہ ایسے کثرتِ فتوحات اگرچہ نعمت ہے مگر اشراطِ ساعتہ میں داخل ہے۔

۳۔ کہ امیر اور رب کے حقیقی معنی ہوں۔ کہ باندی اپنے مالک کو بچنے جس کی صورت یہ ہے کہ باندی جو ام الولد تھی اس کا بیچنا ناجائز تھا۔ حکمِ خداوندی پر عمل نہ کرتے ہوئے اسے بیچ ڈالا یہ لڑکا جو ان ہو کر باپ کے مال کا مالک بن گیا۔ یہ باندی بچتی بچتی اس کے ہاتھ آگئی اور مملوک بن گئی۔ کیونکہ وہ جانتا نہیں حضرت محمد بن سیرین کے سامنے ایک شخص نے خواب بیان کیا۔ کہ تل کا تیل پی رہا ہوں کہ تمہاری باندی تمہاری ماں ہے اس کو آزاد کر دو۔ دریافت کرنے پر ایسے ہی معلوم ہوا۔ تو کنا یہ ہوا عدمِ مہالات سے کہ احکامِ خداوندی کی اس قدر نافرمانی ہوگی۔ کہ بیٹا اپنی ماں کو خرید کرنے لگے گا۔ تو احکامِ شرع میں عدمِ مہالات ہوگی۔

۴۔ تِلْدَتِ الامراء الملوک کہ بادشاہ باندیوں کی اولاد ہوں گے مرہ کا بیٹا اگر بادشاہ ہو۔ تو اوصافِ اعداء افعالِ مرائر والے ہوتے ہیں۔ اماں کی اولاد میں اوصافِ ناقص ہوتے ہیں چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کا بیٹا مامون باندی میں سے تھا۔ اماں ابنِ بی بی زبیدہ کا بیٹا تھا۔ ہارون رشید کے بعد مامون نے امین کو قتل کر کے بادشاہی حاصل کی۔ رشید اور زبیدہ ایک دن شطرنج کھیل رہے تھے۔ شرط یہ قرار پائی کہ اگر رشید ہارے تو سب سے گندی باندی

اندر یہ کہ ایمان کی بشارت جب آدمی کے قلب میں آجاتی ہے۔ تو ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے اور ایمان تام ہو جاتا ہے۔ تو اس باب میں یہ بتلادیا کہ احباط عمل کا خوف اس وقت نہیں رہتا جب ایمان بشارت قلوب میں گس جلتے۔ مگر مجھے اشکال ہے کہ امام بخاریؒ نے ابن ابی ملیکہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں تیسرا صحابہ کرام سے ملا ہوں ان میں سے ہر ایک اپنے اوپر نفاق کا خوف رکھتا تھا۔ ان حضرات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت خطلہؓ بھی تھے۔ تو کیا ایمان ان حضرات کے بشارت قلوب سے محال نہیں ہوا تھا۔ لہذا اس کے نزدیک راجح یہ ہے کہ باب سابق میں جو حدیث جبرائیلؑ گزری ہے۔ اس میں حضرت جبرائیلؑ کے سوال سے ایمان اسلام میں تاثیر معلوم ہوتی ہے۔ تو اب اس باب سے دونوں کا اتحاد ثابت کر رہے ہیں۔ مگر یہ کہا جائے کہ یہ استدلال ایک کافر کے قول سے کیوں کیا گیا ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے مسلمان ہونے کے بعد اس کو بیان کیا۔ لہذا مرسل صحابہ موقوفات صحابہ کے قبیل سے ہوئی اور یہ سب پہلے نزدیک حجت ہیں

باب ، فَضِّلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ ۔

حديث نمبر ۵۲ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْهَمَ سَمِعْتُ الثَّعْمَانَ ابْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْخُلَاوُ بَيْتٌ وَالْحَرَامُ بَيْتٌ وَبَيْنَهُمَا مَشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِمَّنْ آتَى مِنْ قَبْلِي أَتَى الْمَشْتَبِهَاتِ اسْتَبْرَأَ إِلَهِيهِ وَعَرَضَهُ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَوَاعِ تَرَوْنِي حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُؤَاقَعَهُ أَلَا وَإِنْ لِكُلِّ مَرْءٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمِّي اللَّهُ فِي أَرْضِهِ مُحَارِمَةٌ أَلَا وَإِنْ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةٌ إِذَا صَاحَتْ صَلَوَ الْجَسَدِ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقُلُوبُ - (المحدث)

ترجمہ، حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ حلال واضح ہے حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ اشیاء سے بچا اس نے اپنے دین کے لئے براءۃ حاصل کر لی بلکہ آبرو کے لئے بھی۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں کے اندر پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی طرح ہے جو چراگاہ کے ارد گرد جانور چراتاہے قریب ہے کہ ان کو چراگاہ میں داخل کر دے خبردار! ہر بادشاہ کے لئے ایک جمی (جاگیر۔ چراگاہ) ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی حجت اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں خبردار انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ ٹھیک ہوگا تو سارا جسم ٹھیک ہوگا اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا خبردار وہ گوشت کا ٹکڑا ادا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی بعض حضرات اس باب کے کتاب الایمان میں داخل کرنے میں تامل ہے۔ کیونکہ دین کو میل و کجیل سے بری رکھنا یہ ایمان اور اسلام کے بلے میں کہنا چاہیے تھا۔ تو جو ابا کہا جاتا ہے کہ جیسے ادا فسخ وغیرہ کا ایمان میں دخل ہے۔ لیے استبرادین کو بھی ایمان کامل میں دخل ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام بخاری کتاب کے آخر میں چند ابواب ایمان اور دین کے متعلق بطور وضوح کے ذکر کرتے ہیں۔ الحلال بین پر شبہ ہوتا ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کی ملت و حرمت کا ہمیں علم نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ معنی یہ ہیں الحلال بین حکمها والحرام بین حکمها البتہ شبہات کا حکم معلوم نہیں یا الحلال و الحرام میں الفہم لام عہد ذہنی کلمہ ہے جو کہ بعض افراد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے اخاف ان یا کلمہ الذنب میں بمعنی بعض الذنب تو معنی ہونے بعض الحلال بین و بعض الحرام بین اور بینہما مشتبہات۔ الا ان فی الجسد الخ بتلانیہ ہے کہ تمام جسد کا سردار قلب ہے۔ اس کی اصلاح کی اور زینت کی طرف کوشش کرنی چاہیے۔ یہ باعتبار معنی کے ہے اور اسی طرح باعتبار ظاہر کے بھی ہے کہ قلب میں اگر کوئی بیماری پیدا ہو جائے تو پھر آدمی بچ نہیں سکتا از شیخ زکریا استبرادین سے مراد تقویٰ ہے۔ کہ اپنے دین کے لئے پاکی حاصل کرے تو مقصد یہ ہوا کہ تقویٰ اور دمع بھی اجزا ایمانیہ میں سے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک باب گذرا ہے۔ باب خوف المؤمن الا اس میں مؤمن کو جابط عمل سے ڈرایا گیا ہے۔ اب امام بخاری اس باب سے ایسا طریقہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی جوط عمل سے بچ جائے۔ اور وہ راستہ اپنے دین کے لئے استبراد کرنا اور شبہات سے بچتے رہنا ہے۔ استبراد کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے دین سے برأت یعنی تقویٰ حاصل کرے گا وہ کفر سے بھی بچ جائے گا۔ جو کہ جابط عمل ہے۔ جیسے جانور حئی سے بچا رہے تو حئی داخل ہونے سے بھی بچا رہے گا۔ اگر حئی کے قریب ہو گیا تو حئی میں چلے جانے کا خدشہ ہے۔

فمن اتقى الشبهات یہ روایت کتاب الہیوع میں آئے گی وہاں اس حدیث کو اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ بیوع میں شبہات زیادہ پیش آتے ہیں تو اس روایت کا مقصد یہ ہوا کہ جو شخص متقی بنا چاہتا ہو اسے شبہات پہنچنا چاہیے۔

یعلم اللہ راہ حنا از دو قدم پیش نیست
یک قدم بر نفس خود نہ دگرے بر کوئے دست

الآیات فی الجسد مضنفة الخ یعنی یہ سب کچھ اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ دل کی اصلاح ہو جائے صوفیا کو ام کی ضربیں بھی اسی قلب کے زہم دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں کیونکہ قلب کا یہ زہم کوئی ظاہری

شے تو ہے نہیں کہ اس کو پانی سے دھو دیا جائے۔ بلکہ وہ تو ایک عرض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آدمی کوئی عصیت کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے اگر تو بہ کرتا ہے تو ڈھل جاتا ہے اگر تو بہ نہیں کرتا تو باقی رہتا ہے۔ اور پھر دوسرا گناہ کرنے پر دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے۔ اسی طرح ہر گناہ سے نقطہ لگتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے قلب کو گھیر لیتا ہے۔ یہی وہ ران ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کلابِ ران علیٰ قلوبہم بعد الٰہیت میں ذکر فرمایا ہے اس باب کی یہ حدیث امام ابو داؤد کی ان چار احادیث میں سے جس کا انہوں نے پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے۔

باب آوَاءُ الْخُسْبِ مِنَ الْوَيْمَانِ -

حدیث نمبر ۵۳ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ الرَّحْمَنُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُحَلِّسْنِي عَلَى سِرِّيهِ فَقَالَ أَقْعُدْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي فَأَقْتَتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَكَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مِنَ الْوُفْدِ قَالُوا رِبْعِيَّةٌ قَالَ مَرْحَبًا يَا لِقَوْمٍ أَوْ يَا لَوَهْدٍ غَيْرِ خَنَازِيَا وَلَا نَدْمَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُنَّا رِمَضَ قَمُونًا يَا مَرْفُصَ أُخَيْرٍ بِهِ مِنْ وَدَّارِنَا وَنَدَّ خُلَّ بِإِيجَةِ وَمَا لَوْ عَنِ الْأَشْرَبَةِ قَا مَرْفُصًا رُبْعٌ وَفَهَا مَرْفُصٌ أُرْبَعٌ أَمْرَهُ بِإِلْحَامٍ بِاللَّهِ وَخَدَهُ قَالَ أَتَذُوقُ مَا لَوْ يَمَانٍ بِاللَّهِ وَحَدَّكَ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ثُمَّ مَدَّ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنْ مُحَمَّدٌ أَرْسُولُ اللَّهِ وَقَامَ الصَّلَاةُ وَابْتِغَاءُ الرِّكَوَّةِ وَجِيَامُ رِمَضَانَ وَأَنْ لَعَطُوا مِنَ الْغَنَمِ الْخُسْبِ وَفَهَا مَرْفُصٌ مِنَ الْمَنَمِ وَالذَّبَّاءُ وَالتَّعْبِيرُ وَالْمَوْفَاتُ وَرُبَمَا قَالَ الْمُتَقَرِّرُ وَقَالَ اخْطُطُوا هُنَّ وَأَخِيرُ فَا بَحْتٌ مِنْ وَرَأَوْ كُورُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو جعفرؑ تاہی فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو وہ مجھے اپنے ساتھ اپنی چار پائی پر بٹھاتے تھے اور مجھے فرماتے کہ تم میرے پاس قیام کرو تو میں تمہارے لئے اپنے مال میں کچھ حصہ بطور تنخواہ کے مقرر کر دوں گا (کیونکہ یہ ترجمانی کرتے تھے) تو میں ان کے پاس دو ماہ تک ٹھیرا رہا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جب عبد القیس قبیلہ کا ایک وفد آنحضرتؐ نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرتؐ صلعم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں یا کون سا وفد ہے۔ انہوں نے کہا قبیلہ ربیعہ کا تو آپؐ نے فرمایا اس قوم یا وفد

کے لئے ہم مرجا کہتے ہیں جو بغیر رسوائی اور ندامت کے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلعم ہم آپ کی خدمت میں موئے شہر حرام کے حاضر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ کفار مضر کا قبیلہ آباد ہے۔ تو ہمیں ایک ایسا واضح فیصلہ کن امر فرمائیے جس کی ہم اپنے ان لوگوں کو بھی جا کر خبر دیں جو ہمارے پیچھے رہ گئے ہیں اور خود بھی عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں۔ اور انہوں نے شراب کے برتنوں کے بارے میں بھی دریافت کیا جس پر آپ نے ان کو چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا ایمان باللہ وحدہ کا ان کو حکم دیا پھر اہمیت کی بنا پر ان سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ وحدہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو پابندی سے قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور غنیمت کے مال میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں دینا اور چار چیزوں سے ان کو رد کا وہ چار قسم کے روغنی مرتبان ہیں جن میں شراب تیار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ تم ان کو محفوظ کرو اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو ان کی خبر دو۔

تشریح از شیخ مدنی ابو جمرہ فارسی زبان جانتے تھے۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا جس کو انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو خواب میں حمزہ و حجتہ قرآن کے بارے میں کہتے سنا۔ جس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ قرآن سنت نبوی ہے حضرت ابن عباسؓ نے ان میں صلاح کا مادہ پایا چونکہ حضرت ابن عباسؓ والی بصرہ تھے وہ فارسی زبان نہ جانتے تھے جس کی وجہ سے ان کو فضل مقدمات میں دشواریاں درپیش آتی تھیں۔ اس لئے حضرت ابو جمرہ کو ترجمانی کے لئے اپنے پاس رکھا۔ ایک مرتبہ ٹھلیا میں نمیند لاکر انہوں نے ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں سوال کیا جس کے جواب کے طور پر انہوں نے یہ روایت بیان فرمائی واقعہ یہ ہے کہ بحرین کا ایک آدمی قنفذ بن حبان آپ سے اپنے خسر الشیخ کے متعلق پوچھتا ہے۔ آپ نے اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے۔ تو ان کی بیوی نے اسے وضو کرتے اور نماز پڑھتے ہوتے دیکھا تو منذ ابن عائد جس کا لقب الشیخ ہے اور ان کا خسر گلتا ہے۔ ان سے آکر ذکر کیا جنہوں نے ان سے حالات پوچھے وہاں سے وفردانہ ہوتا ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہذا دھوکا اور برکاری کو باندھ کر آتے ہیں۔ آپ ان کی اناۃ اور علم وغیرہ کی تعریف بیان فرمائی آپ سے خط لے کر یہ لوگ واپس آتے ان کی بدولت بحرین میں اسلام پھیلا۔ واعطوا الخنم من الخنم مامور بہ چار چیزوں کی بجلتے

پانچ ذکر کی گئی تو کہا جاتا ہے کہ اداً خمس کا ذکر تعلق ہے۔ لیکن اشکال ہے کہ پھر تو امام بخاریؒ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ عقد باب تو اسی پر تھا کہ اداً الخمس من الایمان تو پھر یہ تابع کیسے ہوا۔ تو کہا جائے گا کہ جیسے اداً زکوٰۃ عبادت مالیہ میں ہے۔ ایسے اداً خمس اگرچہ اداً زکوٰۃ میں عبادت مالیہ ہونے کی وجہ سے باقی صدقات کی طرح داخل تھا مگر کسی مصلحت کی بنا پر تخصیص بعد التعمیم کی گئی۔ کیونکہ اگرچہ اداً خمس کا وجوب دائماً نہیں ہوتا۔ مگر ان کے حال کے مناسب تھا۔ اس لئے اسلوب حکیم کے طور پر ان کے مناسب حال کا ذکر کر دیا تو تبعاً اس کا ذکر بھی ہو گیا۔ اور امام بخاریؒ کا استدلال اسی سے ہے کہ ایمان کامل کی تفسیر میں اداً خمس کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ذکر تبعاً اور تخصیص بعد التعمیم کے طور پر ہے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد ایمان اور اسلام ایک چیز میں ثابت ہو گیا۔ البتہ ایمان اور اسلام سے کامل مراد ہو گا۔ حدیث جبرائیلؑ میں اگرچہ وفد عبد القیس کا ذکر آچکا تھا۔ مگر اداً خمس کو ایمان میں سے ذکر کرنا یہ روایات ایمان میں سے کسی میں بھی نہیں تھا۔ تو بیان فرمایا کہ ایمان کامل میں فرانس۔ نوافل، مستحبات وغیرہ سب داخل ہیں اگرچہ اداً خمس دائماً نہیں مگر فرض ہے جب نوافل ایمان میں داخل ہیں تو یہ بطریق اولیٰ داخل ہو گا۔

از شیخ زکریا اداً الخمس من الایمان امام بخاریؒ شعب ایمان کو ذکر فرماتے ہیں یہ سب آخری شعبہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا۔ اس باب کو باب اتباع الیماۃ کے بعد اس وجہ سے لائے کہ عام طور پر شہید ہو جانے کے بعد ہی خمس وغیرہ تقسیم ہوتا ہے۔ ابو جبرہؓ کے اعزاز و اکرام کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ بخاری کتاب الحج میں ۱۲۱ پر روایت آرہی ہے کہ ابو جبرہؓ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ آفرابن عباسؓ آپ کا اتنا اکرام کیوں فرماتے ہیں۔ انہوں نے اس کی وجہ اپنا خواب بتلایا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اپنے اپنے زمانہ خلافت میں حج قرآن سے روکا کرتے تھے مگر لوگ کہاں ماننے والے تھے ان کی مخالفت کرتے تھے۔ ان مخالفت کنندگان میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ بھی تھے۔ جنہوں نے قرآن کا احرام باندھ کر اعلان کر دیا تھا۔ کہ میں اس کا احرام باندھتا ہوں جس کا جو چاہے کرے میں نے تو حضور اکرمؐ صلعم کو قرآن کا احرام باندھتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح حضرت ابو جبرہؓ نے بھی قرآن کا احرام باندھا تو لوگوں نے ان پر فخر کئے مگر وہ اپنے احرام پر رہے۔ اسی دوران انہوں نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ حج مبرور و عمرہ مقبلہ ان کو بڑی خوشی ہوتی اور اپنا یہ خواب حضرت ابن عباسؓ کو جا کر سنایا۔ ان کو بھی بہت خوشی ہوئی اور ابو جبرہؓ سے عقیدت پیدا ہو گئی۔ اسی عقیدت کی بنا پر ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے اور وظیفہ مقرر کیا تھا۔ بنا بریں میرا خیال یہ ہے کہ ان کا احترام

اس بزرگی کی وجہ سے ہوتا ہو گا۔ ورنہ محض ترجمانی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے اتنا احترام ہوتا ہو۔
 ان وفد عبدالقیس الخ یہ وفد عبدالقیس عام الوفود میں شام کے درمیان آئے جیسا کہ محدثین اور مؤرخین
 کی رائے ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد سے حجۃ الوداع کے سال تک کسی دوران آئے اگر اشکال ہو
 کہ فتح مکہ کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا بول بالا کر دیا تھا۔ اور قبائل کے قبائل آکر مسلمان ہوئے تھے۔ تو پھر
 وفد عبدالقیس کے یہ کہنے کا کیا مطلب ہے۔ لا نستطيع ان ناثيث الا في الشهر الحرام اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے
 اور آپ کے درمیان یہ کفار مصر کا قبیلہ عامل ہے۔ جو کہ اور مدینہ آئے ہوئے راستہ میں پڑتا ہے۔ اور لوٹ مار کرتا ہے
 تو سوال یہ ہے کہ ان کی مخالفت قبیلہ مصر سے کس طرح باقی رہ گئی تھی۔ جواب یہ ہے کہ وفد عبدالقیس آنحضرت صلیم
 کے دربار میں دو مرتبہ آیا ہے ایک شام کے درمیان فتح مکہ سے قبل دوسرے شام کے درمیان تو یہ واقعہ جو اس
 حدیث کے اندر مذکور ہے وہ شام کہ ہے۔ اور جو سوالات پوچھے گئے وہ بھی شام ہی کے ہیں چونکہ یہاں صرف
 احکامات کو بتلانا مقصود ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ کیس سن کا واقعہ ہے۔ لما اتوا النبی الخ
 یہاں بین السطور محشی نے عام الفتح لکھ رکھا ہے۔ عام الفتح شام کو کہا جاتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ واقعہ شام
 کہ ہے کیونکہ اس میں کفار مصر کے پریشان کرنے کا ذکر ہے۔ تو پریشان کرنا لوٹ مار کرنا شام میں ہو سکتا۔ اگر
 اس شام کے قول کو نہ مانا جائے تو پھر قبیلہ مصر کا یہ شکایت کرنا غلط ہو گا۔ یہاں اس حدیث میں شام محمد
 کا لفظ آیا ہے جو اہل مکہ کے ہاں بین الاقوامی مہینے تھے اس میں کوئی آدمی کسی کو نہیں چھیڑ سکتا تھا۔ جتنی کہ باپ
 کے قاتل سے بھی کوئی تعرض نہیں ہوتا تھا۔ اشعر مہر سے مراد ذی قعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہے
 غیر خزیایا ولا ندای رسوائی تو اس وجہ سے نہ ہوئی کہ تم لوگ خود بخود آگئے۔ قید کر کے لانے کی
 نوبت ہی نہیں آئی۔ اور ندامت اس بنا پر نہیں ہے کہ تم سے ہماری کوئی لڑائی نہیں ہوئی جس میں ہمارے
 اور تمہارے آدمی قتل ہوتے تو آج منہ دکھانا مشکل ہوتا۔ اور باپ کا قاتل بیٹے کے سامنے آنا تو شرمندگی
 اور ندامت ہوتی بلکہ تم سب ان چیزوں سے محفوظ ہو سالوہ عن الاشریتہ اس وفد نے حضور پاک
 صلیم سے امر فیصل دریافت کیا تو آپ نے چار چیزوں سے منع فرمایا اور چار چیزوں کے کرنے کا حکم دیا چونکہ
 ان کے ہاں شراب کا بہت زور تھا۔ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں شراب کی حرمت شہور ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کے
 متعلق ان لوگوں نے خاص طور سے آپ سے سوال کیا۔

امروہو باربع ونماہو عن اربع شہادت و حدیث و رسالۃ و اقامۃ صلوة و ایتا زکوٰۃ اور

صوم رمضان یہ سب شمار کے اعتبار سے ایک ہیں اور ایمان باللہ وحدہ کی تفسیر ہیں اور دوسرا غنیمت ہیں سے
 خمس ادا کرنا ہے باقی دو کو راوی نے اختصاراً چھوڑ دیا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ تو چار چیزیں
 ہوتیں پانچواں ادا خمس بغیر ان کے سوال کے بتلادیا کیونکہ یہ جنگجو اور بہادر قسم کے لوگ تھے۔ ان کے پاس کفار ہا
 کرتے تھے۔ اس لئے مال غنیمت ملنے کی ہر وقت امید رہا کرتی تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتلادیا اور
 یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلوب بدل دیا۔ وان تعطلوا من المغنم الخمس الخمس کے الفاظ سے ذکر کر دیا۔ لیکن اس جواب
 پر اشکال ہے کہ یہی روایت بخاری شریف میں ۱۸۸ پر آ رہی ہے۔ وہاں شہادۃ اقامہ لصلوۃ ایۃ النکوۃ اور
 اعطاء خمس کا ذکر ہے جس سے پتہ چلا کہ اعطاء خمس امر زمانہ نہیں بلکہ ان چاروں میں شمار ہے۔ نیز اگر مقصود
 اصلی وہی چار ہوں اور اعطاء خمس امر خارجی ہو تو پھر باب ادا الخمس من الایمان کا ترجمہ کیسے صحیح ہوگا۔ لہذا
 پہلا ہی جواب درست ہے کہ راوی نے اختصار کیا ہے۔ اس روایت میں حج کا ذکر نہیں۔ اگر جنس روایات غیر صحاح
 میں اس کا ذکر ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ حج سب لوگوں پر فرض نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو شمار نہیں فرمایا بعض نے
 کہا حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ اور جن چار اشیاء سے منع فرمایا ان میں ختم ہے ٹکے کو کہتے ہیں۔ عام طور پر شرابیں
 سبز مشکوں میں بنتی ہیں۔ اس لئے سبز مشک کے ساتھ ہی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے دوسرا برتن دبا ہے۔ یہ آل کدو
 کا برتن ہوتا ہے اس کو خشک کر لیتے ہیں اور اندر سے بیج وغیرہ صاف کر کے برتن سا بنا لیتے ہیں۔ کبھی بیٹھے کدو
 کا بھی بنایا جاتا ہے۔ تیرنے والے اس کو بغل میں لے کر تیرتے ہیں فقیرا برتن فقیر ہے۔ فقیر ہر کھدی ہوئی چیز کو
 کہتے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جو کھجور کی جڑ میں کھود کر برتن سا بنا لیتے ہیں بعض حضرات
 فرماتے ہیں کہ خاص قسم کی کڑیاں ہوتی ہیں جن کو اندر سے کھود کر صاف کر لیا جاتا ہے۔ المزفت دہما قال
 التفسیر یہ چوتھا برتن۔ یہ۔ مزفت اور فقیرا لے ہوئے برتن کو کہا جاتا ہے۔ معنی دونو کے ایک ہی ہیں ان
 برتنوں کے استعمال سے آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ تمام برتن شراب کے لئے تھے اور شراب کے اثر سے بہت
 جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ اگر تازہ تازہ نبیذ بھی ڈالی جائے۔ تو وہ بھی بہت جلد خراب ہو جائے گی اس لئے منع فرمایا۔
 باب مَا جَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْجِهَةِ وَبِكُلِّ امْرٍءٍ مَا تَوَى فَدَخَلَ فِيهِ
 الْإِيمَانُ وَالنُّصُوءُ وَالصَّلَاةُ وَالزَّكَاةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْأَحْكَامُ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
 قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ لِنَفْسِهِ عَلَىٰ سَائِلَاتٍ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّجُلُ عَلَىٰ أَهْلِهِ يُحْسِبُهَا صَدَقَةً وَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ جَهَادٌ وَنِيَّةٌ۔

حدیث نمبر ۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الزَّاهِدِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَبِكُلِّ أَمْرٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَا جَرَ إِلَيْهِ الْحَدِيث

ترجمہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ سلم فرمایا کہ اعمال کا اعتبار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہ کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت کا ثواب اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگا۔ اور جس کی نیت کسی دنیا کے ماحل کرنے کے لئے ہوگی یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کو بدلہ بھی اس ہجرت کا ملے گا جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

تشریح از شیخ مدنی کتاب الایمان اب ختم ہو رہی ہے۔ کتاب الایمان میں مرتبہ پر رد کرنا تھا اگرچہ تبعاً خوارج اور معتزلہ وغیرہ کا رد بھی ہو جاتا تھا۔ چونکہ مرتبہ نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا تھا اور اعمال کو ایمان میں کسی قسم کا دخل نہ مانا نہ نفع کے اعتبار سے اور نہ ضرر اعتبار سے حالانکہ شریعت کا مدار اعمال پر ہے اب آخر میں فرماتے ہیں کہ اعمال میں نفس پرستی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی پر رد کرنا ہو تو اس میں بھی نفس پرستی کو دخل نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح میں اپنی زکوٰۃ سے بچنا چاہتا ہوں۔ اس طرح دوسرے کی زکوٰۃ کا بھی لحاظ کرتا ہوں۔ بہر حال اعمال میں نیت اچھی ہونی چاہیے۔ جس سے خلوص اور تہیت ٹپکتی ہو۔ اِنَّكَ تُنْفِقُ نَفَقَةً اگرچہ نفقہ زوجہ ضروری ہے، زوجہ قاضی کے ہاں دعویٰ دائر کر کے اپنا نفقہ وصول کر سکتی ہے مگر اس میں بھی احتساب ہونا چاہیے۔

از شیخ زکریا اس جگہ امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر ہر عمل میں نیت خالص ہے تو مقبول ہے، ورنہ مردود اور اس کی تائید میں فرماتے ہیں کُلُّ عَمَلٍ عَلَى شَاكِلَةٍ مَعْنَى جِئَا كَرَادِيسَا مَجْرَانَا اَمَّا بَخَارِيُّ نے ترجمہ میں حنبلیہ لاکر بتلادیا کہ اس سے مجر دارادہ مع الاخلاص مراد ہے۔ یعنی اعمال صرف نیت اور حبست اور ثواب کی امید پر کئے جاتیں اور ثواب کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ اعمال خالصتہً لوجہ اللہ ہوں اس باب میں جو حدیث امام بخاریؒ نے بیان کی ہے اس پر ابند کتاب میں کلام ہو چکا ہے کہ احناف کے نزدیک ثواب الاعمال بالنیات اور شوافع کے نزدیک صحۃ الاعمال بالنیات ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کے اس ترجمہ کو دیکھ کر

میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کہ نیت کی تفسیر انہوں نے حبۃ سے کی ہے
حبۃ اور احتساب کہتے ہیں ثواب طلب کرنے کو۔ تو معلوم ہوا امام بخاری کے نزدیک انما الاعمال بالنیۃ
کا مطلب ثواب الاعمال بالنیات ہے، خذ خذ فیہ الا یمان یہ اس ضابطہ اور کلیہ میں سب اعمال داخل
ہیں۔ ایمان بھی اسی طرح ہے کہ اس میں اخلاص ملحوظ ہے کہ محض اللہ کے لئے ایمان لانے۔ کسی ڈر یا خوف
سے ایمان نہ لانے۔

حدیث نمبر ۵۵ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ ابْنِ مَيْمُونٍ الزَّيْلَعِيُّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُلْفِقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُ مَا فِيهِ صَدَقَةٌ۔

ترجمہ، حضرت ابو مسعود حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے گھرانوں
پر ثواب حاصل کرنے کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ اس کا صدقہ ہوگا۔

تشریح اربیع ذکر کیا یہ روایت ترجمہ میں مختصر تھی، یہاں تفصیل کے ساتھ ہے۔ سبحان اللہ دین کتنا آسان
ہے کون نہیں جانتا کہ بیوی بچوں کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری کتنی آسانی کر دی
کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو کچھ کھلائے پلائے تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ مگر ان سب چیزوں میں اصل شرط
اخلاص ہے۔ اللہ کے لئے ہو ورنہ اگر دنیا کے لئے ہوگا تو دہال بنے گا یہاں بیات بھی سن لو کہ حنفیہ کے نزدیک
عدم نیت سے حکم تو ثابت ہو جائے گا۔ لیکن ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ لہذا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے نفقہ نہ لے
بلکہ دیر یا خوف و ڈر کی وجہ سے لے تو نفقہ تو ادا ہو جائے گا۔ یعنی عدم نیت کی صورت میں حکم تو ثابت ہے۔ لیکن ثواب
نہیں۔ کیونکہ احناف کے نزدیک مقاصد میں نیت شرط ہوتی ہے وسائل میں نیت شرط نہیں

حدیث نمبر ۵۶ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرْتَ
عَلَيْهَا حَتَّىٰ مَا تَجْمَلَ فِي فَوْارِ مَرْءٍ تَدْرِكُ۔ الحديث

ترجمہ، حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے وہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بیشک تو جو کچھ بھی خرچ کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہو مگر تجھے اس پر ثواب دیا جائے گا۔
حتیٰ کہ جو چیز تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے اس کا بھی تجھے ثواب ملے گا۔

باب قولُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذین التَّوَصَّعُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِمْ وَلَا مَنَّةَ
الْمُسْلِمِینَ وَغَاثَتَهُمْ وَقَوْلِهِمْ تَعَالَىٰ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ .

حدیث نمبر ۵۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّبَخَلِيِّ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالتَّصَدُّقِ بِكُلِّ مَسْلُومٍ الْمَثَلِ
ترجمہ، حضرت جعفر بن عبد اللہ بخلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز کو
پابندی سے قائم کرنے پر زکوٰۃ کو ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ نصہ کے معنی خلوص کے ہیں ۔ نامحوی ای خالص نصیحت کے اندر اغلاص
ہونا معتبر ہے ۔ اگر اخلاص نہ ہو حقیقتہ نصیحت نہیں ہے بلکہ دھوکہ بازی ہے جیسے شیطان نے کہا اِنِّیْ کُنَّا
مِنَ الْمُنَاصِحِیْنَ تو اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے جو مہجہ پر رد کیا ہے ۔ یہ نصیحت اور
خیر خواہی کی بنا پر کیا ہے ۔ جو ہماری کتاب سے استدلال کرے اس کا مقصد بھی نصیحت ہونا چاہیئے نصیحت
الہی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کی جائے ۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ متاخرین کی ایک جماعت جس میں امام نوویؒ شامل ہیں ۔ ان کی رائے یہ ہے کہ
سائے دین کا خلاصہ صرف یہ حدیث ہے کیونکہ نصیحت کے معنی اخلاص کے ہیں ۔ اور یہی اخلاص تصوف کی
جان ہے ۔ کیونکہ تصوف کہتے ہیں نیت کے خالص ہونے کو پھر اخلاص اور نصیحت کی کئی صورتیں ہیں ۔
نصیحت اللہ تو یہ ہے کہ اللہ کے خالق ۔ مالک اور رب ہونے پر ایمان لانے اور اس کے احکام ماننے عہدیت
کا اقرار اور اپنے کو غلام اور اس کو آقا سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور نصیحت الرسول یہ ہے کہ اعمال اور اس کے
خصائل اور اس کے اسوہ پر عمل کرے ۔ اور اس کے ہر عمل پر عمل کرنے کی کوشش کرے اور جن اعمال کا
متحمل نہ ہو ۔ جیسے جو کی روٹی کھانا وغیرہ ان کو دل سے پسند کرے اور ان پر عمل کی خواہش رکھے اور درد
شریف کا اہتمام رکھے نصیحت لائمتہ المسلمین یہ ہے کہ ان کے جو احکام شریعت کے موافق ہوں ۔ ان کی پابندی
کرے ۔ ان کی ممانعت نہ کرے ۔ اگر وہ خلافِ شرع کام کرنے لگیں ۔ تو ان کو حسن تدبیر اور خوش اسلوبی سے
بجھانے کی کوشش کرے اور نصیحت لعمامة المسلمین یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے وہ پسند کرے جس کو اپنے لئے
پسند کرتا ہے ۔ یہ حدیث تمام دین کا خلاصہ ہے ۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص میں تمام عبادات
آگئیں ۔ اور رسول کے ساتھ اخلاص میں محبت رسول آگئی ۔ ائمہ المسلمین اور عام لوگوں کے ساتھ اخلاص ۛ

حضرت میں اسلام پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ پر یہ شرط بھی لگائی کہ ہر مسلمان سے خیر خواہی کرنی ہے تو میں نے اس پر بھی آپ سے بیعت کی اس مسجد کے رب کی قسم بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ پھر شیش طلب کی اور منبر سے اتر آئے۔

تشریح از شیخ مدنی: یوم مات مغیرہ بن شعبہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے مرض طاعون میں مبتلا ہو کر شہر میں کوفہ کے اندران کا انتقال ہوا حضرت عمرؓ نے ان کو بصرہ کا وائی بنایا تھا۔ بہر حال حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنا قائم مقام حضرت جریر بن عبداللہؓ کو نامزد فرمایا جنہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کہ کوئی شور و شغب نہ ہو۔ امام بخاری خطبہ حضرت جریرؓ کو آفریں اس لئے لائے ہیں تاکہ نصیحت للمسلمین ثابت ہو۔

از شیخ ذکر کیا حضرت مغیرہؓ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے حضرت جریر بن عبداللہؓ الجلی کو اپنا قائم مقام بنادیا اور یہ فرمایا کہ جب تک دوسرا امیر حضرت معاویہؓ کی طرف سے نہ آجائے تم امامت کے فرائض انجام دیتے رہنا اس لئے کرامات کا مسئلہ بر شے سے منہم ہوتا ہے بشرطیکہ حکومت اسلامی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے پہلے ہی امارت کا معاملہ طے کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات پر حضرت جریرؓ نے تعویذ کے لئے جلسہ کیا اور اس میں تقریر فرمائی اور ان کو وقار سکینہ کی تعلیم دی کہ پیار و تہیں تو نہایت وقار سے رہنا چاہیے تھا۔ تم ہو کہ شور و شغب کر رہے ہو۔

حتیٰ یا تبیکھ امیو یعنی دار الخلافہ سے کوئی امیر متعین ہو کر آجائے بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امیر سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ یہ میرے نزدیک صحیح تو ہے لیکن بعید ہے۔ استغفر اللہ لا میو کہ یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ کے لئے جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ استغفر و نزل یہاں میرا اور حافظ کا معرکہ ہے۔ حافظ کے نزدیک امام بخاریؒ کتاب کے آخر میں کتاب ختم کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ استغفر سے براۃ اختتام کے طور پر کتاب کے ختم کی طرف اشارہ فرمایا کہ جب منبر سے اتر آئے تو جو کچھ کہہ رہے تھے وہ ختم ہوا۔ میرے نزدیک کتاب کے ختم ہونے کی طرف اشارہ نہیں بلکہ تیرے اختتام اور موت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے غلذتک آخر شان ہر قل کے تحت اس کو بیان کر آیا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتابُ علم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

باب فَضْلِ الْعِلْمِ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أَوْثَقُوا الْعِلْمَ وَرَجَلٌ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ وَقَوْلِهِ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا

باب مَنْ سَأَلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيثِهِ فَأَتَتْهُ الْحَدِيثُ ثَوًّا جَابَ السَّائِلَ -

حدیث نمبر ۵۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَانٍ الْمَرْعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا السَّيِّحُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَتْهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَقَضَى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ وَقَالَ لَبَّكُمُ
نَعْرُ كَيْسَعٌ حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ أَيْنَ أَرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَأَنْتَظِرُ السَّاعَةَ فَقَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وَبَّسَدَ
الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَأَنْتَظِرُ السَّاعَةَ - (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں جناب نبی اکرمؐ صلعم ایک مجلس میں
بیٹھے قوم سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک دیہاتی آگیا جس نے اتنے ہی سوال کیا کہ قیامت کب ہوگی؟ جناب رسول اللہؐ
صلعم اپنی بات بیان کرتے رہے جس پر بعض لوگوں نے کہا کہ آپؐ نے اس کی بات سن لی مگر اسے ناپسند فرمایا۔
اور بعض نے کہا کہ آپؐ نے سنا ہی نہیں یہاں تک کہ جب آپؐ اپنی بات پوری کر چکے۔ تو فرمایا کہ قیامت کے
بلے میں پوچھنے والا کہاں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں یہ حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جب امانت
کو ضائع کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو اس نے کہا امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوگا۔ فرمایا جب معاملات اہلوں
کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

تشریح از شیخ مدنی، ہر علم کو ایمان کے بعد لانا اس بنا پر ہے کہ جو احکام بعد میں ذکر کئے جائیں گے
اگر ان کا سیکھنا سکھانا نہ ہوا تو پھر وہ کیسے نافذ ہوں گے۔ اس لئے علم کی ضرورت ہے۔ علم کو بعض نے بدیہات
سے کہا اور بعض نے علم کی تقسیم کر کے حضوری اور حصولی کی بحث کی۔ ۱۔ المصوۃ الحاصلة من الشیئ یا
حصول المصوۃ کو علم کی تعریف قرار دیا۔ مآثر یہ فرماتے ہیں کہ الحلو صفة مودعة فی القلب
کما نقوۃ الباصوۃ۔ ف العین حالانکہ ان میں سے کوئی یقینی نہیں ہے۔ کیونکہ شک میں علم کی یہ تعریف کئے

ہیں۔ صفتہ توجب تمیّز فی محلہا لا یبقی منها احتمال النقیض کحالہ ولا مآلاً فی الامور المعنویۃ احتمال نقیض ظن اور شک میں پایا جاتا ہے مگر علم میں احتمال نقیض نہیں ہوتا۔ بلکہ علم کے معنی تصدیق کے ہیں۔ اگر بالفعل احتمال نقیض نہیں تو تصدیق اور یقین ہے اگر مآلاً احتمال نقیض نہ ہو۔ بلکہ تشکیک خشک سے زائل ہو جائے تو یہ علم تعلیدی ہے۔ فی الامور المعنویۃ کی قید سے حیات خارج ہو جائیں گے۔ پس لئے کہ ان کا ادراک حواس سے ہوتا ہے اور بعض نے نور تجلی بہ الذکوہ و ظن قاہر بہ بہر حال اس صفت کا نام علم ہے جس میں یہ صفت پائی گئی۔ وہ عالم ہوگا۔ اگرچہ اس کے ساتھ مدرکات نہ ہوں۔ اگر کسی کے پاس مدرکات ہوں مگر صفت علم نہ ہو۔ تو وہ عالم نہیں ہوگا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اگرچہ مدرکات نہیں تھے جلیا کہ امام بخاریؒ کے پاس مدرکات ہیں مگر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس صفت علم عقی اس لئے ان کو فضیلت ہوگی۔ کیونکہ معلوم کی وجہ سے فضیلت نہیں ہوتی بلکہ صفت علم سے ہوتی ہے۔ اب اس کے حصول کے دو ذریعہ ہیں۔ ایک تو خلقۃ اس سے جاری بحث نہیں اور دوسری الکتابی ہے، ہماری بحث اسی سے ہے۔ صفتہ علو خلقی تو خدا کی دین ہے۔ اور فضیلت میں دو نو برابر ہیں۔ مگر وہ ہمارے اختیار کی نہیں۔ یوقع اللہ الخ پھر مت تبعیض کے لئے نہیں بلکہ تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ یا ایہا الذیٰ آمنوا میں مخاطب سب مؤمنین ہیں۔ اور اہل علم کا عطف مؤمنین پر عطف الخاص علی العام ہے جس سے تمیز اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ پس علم کی فضیلت ثابت ہوئی۔ حضرت عمرؓ کو والی مکہ راستے میں آکر ملتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ان سے پوچھتے ہیں کہ کہہ معظہ پر کس کو والی مقرر کر کے کہتے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ کہ ایک غلام کے حوالہ کر آیا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ عالم قرآن ہے۔ کہ بھر میں اس کے برابر کوئی عالم نہیں تو حضرت عمرؓ کا تعجب زائل ہوا۔ سر جھکا کر یہ آیت پڑھی یوقع اللہ الذین آمنوا الخ عبد الملک بن مروان نے پوچھا من افخه مدینہ قال مولیٰ امیری قال مولیٰ عطّان رباح ایسے کہ۔ بین اور شام کے مستقل پوچھا تو سب موالی کا نام ذکر کیا۔ تو اس نے کہا کہ قریب تھا کہ میرا دل پھٹ جلتے کہ علم اور تفقہ کو موالی نے لیا عطّان بن رباح کے بلے میں حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ ما رأیت افضل من عطّان بن رباح حالانکہ وہ سر سے گئے۔ رنگ کے کالے اور مٹی جھانی امراض ان میں تھے۔ خلاصہ یہ کہ بھی اللہ کی دین ہے۔ جس سے دین اور دنیا کی عزت حاصل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بہت ہے۔ مگر پھر بھی اس کی مرض اور قناعت نہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ فرمایا گیا اطلبوا العلم من المهد الى المهد اور فرمایا گیا منہومات

لا يشبعان منهم العلم ومعلوم الدنيا - قل رب زدني علماً اس ذات کو فرمایا گیا جن کا ارشاد ہے - اعطيت علماً لاولين والاخرين -

تشریح از شیخ زکریا ایمان کے بغیر کسی چیز کا اعتبار نہیں کیونکہ ایمان ہی اصل بنیادی شے ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کو ذکر فرمایا۔ ایمان کا مہدو وحی ہے اس لئے بالکل شروع میں اس کا باب منعقد فرمایا تھا ایمان کے بعد سب سے اہم درجہ صلوٰۃ ہے لہذا اسی کو ذکر کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ان تمام کا محتاج الہیہ علم ہے اس لئے اب اس علم کو بیان فرماتے ہیں۔

فضل العلوم حضرت امام بخاریؒ تراجم میں اللہ تعالیٰ کے اقوال کو بطور تبرک استشاد کے پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس باب کے اندر بھی دو آیات ذکر فرمائی ہیں پہلی آیت ہے والذین اوتوا العلم مدحاً اس سے واضح طور پر اہل علم کا درجہ اور ان کی فضیلت معلوم ہو گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ اہل علم کے درجات بلند فرمائیں گے۔ دوسری آیت ہے رب زدنی علماً اس سے بھی علم کی فضیلت معلوم ہوئی۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ معلوم ہوا جو سید البشر افضل الانبیاء فخر و دو عالم "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ہونے کے زیادہ علم کے سوال کا امر فرمایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ علم بہت ہی مہتمم بالشان اور ذی فضل شئی ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے باب تو باندھا ہے مگر کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ بس صرف دو آیات ذکر فرما کر باب کو ختم کر دیا۔ تشریح حضرت ہر ایسے موقع پر جہاں بخاری شریف میں ترجمہ تو ہو مگر روایت نہ ہو چند توجیہات فرمایا کرتے ہیں اول یہ ہے کہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر کوئی روایت شرط کے مطابق نہیں ملی۔ دوسرے یہ کہ یہاں بیاض چھوڑ دی گئی تھی، تاکہ جب کوئی روایت شرط کے مطابق مل جائے تو لکھ دیں۔ لیکن جب امام بخاریؒ کا انتقال ہو گیا۔ تو شاگردوں نے وہ بیاض یہ سوچ کر ختم کر دی کہ اب تو امام بخاریؒ رہے نہیں اب کون لکھے گا۔ تیسرے یہ کہ یہ کاتب کی گڑبڑی ہے کہیں کی روایت کہیں اور کہیں کا ترجمہ کہیں لکھ دیا۔ چوتھے یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا لکھنے کا ارادہ تھا لیکن انجکۃ المنیتۃ نظر ثانی کی نوبت ہی نہ آئی۔ باوجودیکہ امام بخاریؒ کا انتقال ۲۵۷ھ میں ہوا۔ اور میری تحقیق کے مطابق ۳۲۷ھ میں حضرت امام بخاریؒ اپنی تصنیف سے فارغ ہو گئے تھے۔ تشریح یہ تین چار جواب تو مستقل ذکر کرتے ہیں لیکن یہ سب دل بہلا دے کی باتیں ہیں بلکہ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ تشیخہ اذعان کے لئے ایسا بیان بوجھ کر فرماتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد ہے کہ امام بخاریؒ باب باندھ کر ترجمہ ذکر نہیں فرماتے۔ گاہے گاہے ایسا بھی کرتے ہیں کہ ترجمہ تو باندھ لیتے ہیں لیکن روایت نہیں ذکر کرتے۔ کیونکہ روایت یا تو ابھی

ابھی گزری ہوئی ہے۔ یا عنقریب آنے والی ہوئی ہے چنانچہ یہ سب باب دوبارہ دہرا پر آ رہا ہے یہاں پر دو آیتوں پر اکتفا فرمایا تاکہ فضیلت علم کا دائرہ تنگ نہ ہو جائے۔ بس لئے کہ اگر مطلق رکھا جائے گا تو جتنی روایات اس موضوع کی ہوں گی۔ سب اس کے اندر داخل ہو جائیں گی۔ کیونکہ علم کی فضیلت اتنی کثیر نوع سے ہے کہ اس کے لئے ایک دو حدیثوں کا ذکر کر دینا اس کی فضیلت کو منحصر کر دینا ہے۔ اور اس کے عموم کو محدود بنا دینا ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب کاتب کی غلطی سے یہاں لکھ گیا۔ ورنہ دراصل یہ باب یہاں کا ہے ہی نہیں بلکہ اس کا مقام آگے ہے جہاں امام بخاریؒ نے فضل العلم منقذ فرما کر روایت ذکر فرمائی ہے۔ اور وہ گئیں یہ دو آیتیں تو یہ کتاب کے بعد کی ہیں۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ وہ کتاب کے بعد آیات ذکر فرماتے ہیں۔ مگر میری یہ رائے نہیں کیونکہ فضیلت تو ابتداء میں بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر ترجمہ کے الفاظ بدل جائیں اور مقصود ایک ہی ہو تو وہ ترجمہ مکرر کہلانے گا۔ جیسا کہ کتاب الایمان میں ایک جگہ نیز یہ و ینقص فرما دیا اور دوسری جگہ زیادة الایمان و نقصانہ فرمایا حالانکہ مقصود دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ اسی لئے توجہ کی ضرورت پیش آتی۔ اور اسی کے بالمقابل اگر ترجمہ کے الفاظ ایک ہوں لیکن غرض جدا جدا ہو جائے تو وہ مکرر انہیں کہلاتا اسی قاعدہ کے مطابق مجھے یہ کہنا ہے کہ اس ترجمہ سے تو علم کی فضیلت کو بیان کرنا ہے اور ضار پر جو فضل آرہا ہے اس سے فضل معنی فضیلت مراد نہیں بلکہ فضل بمعنی باقی فضیلت کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اس توجہ کی بنا پر دونوں ابواب کی غرض الگ الگ ہو گئی۔ لہذا مکرر نہیں رہا۔ بعض شراح اس مقام پر ایک خاص جواب اور بھی دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ یہاں صرف استدلال مقصود ہے۔ اور استدلال بالقرآن سے بڑی چیز کون سی ہے۔ بس لئے قرآن سے استدلال کرنے پر قناعت کر لی

باب من سئل علماً الا ان شیخ مدنی فرمایا گیا کہ من سئل حکم علماً الجواب بلجام النار يوم القيامة
الذین یکتمون الایہ اولئک یکفھو اللہ و یلعنھم الاعداء معلوم ہوا کہ کتمان علم ناجائز ہے جس وقت سوال کیا جائے اسی وقت جواب دینا چاہیے۔ تاخیر بالکل نہ کرنی چاہیے تاکہ کتمان علم میں داخل نہ ہو۔ امام بخاریؒ یہ روایت لا کر تاخیر کے جواز کو ثبات کر رہے ہیں اذا ضیعت الامانة امانت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو بغیر تملیک کے دی جائے۔ اضاعة امانت کا مشہور معنی یہ ہے کہ جب عہدہ دار عوامل ایسے مقرر کئے جائیں جو اہل نہ ہوں۔ اور دوسرے امانت کے معنی وہ ہیں جو قرآن مجید میں ہے انا عرضنا الامانة الایہ اور آنحضرت صلعم فرماتے ہیں ان الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال اس سے معلوم ہوا کہ امانت کوئی مادہ مصنوعی ہے

جس سے ایمان کا تحقق ہوتا ہے جس سے انسان مکلف بنتا ہے۔ تو صرفیاء فرماتے ہیں کہ جب کوئی پیغمبر بھیجا جاتا ہے۔ تو اس سے قبل ایک نور قلوب کے اندر پیدا کیا جاتا ہے۔ جو علی حسب الاستطاعة تعلیم نبوی کو قبول کرتا ہے۔ قابلیت فاعل اور منفعل دونوں شرط ہیں۔ تو یہ امانت ایک نور ہوا جس کو انا عرضنا الامانة سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس امانت کے بعد فرائض زیادہ عائد ہوتے ہیں۔ لیکن حملہا الانسان اناہ کام ظلوماً جہولاً کا مصداق بن گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ یہ صفت مع ہے کہ نہایت اعلیٰ درجہ کی چیز امانت اس کو دی گئی۔ کیونکہ اس میں عبادیت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ معرفۃ باری ہر آنکس حرام است؛ ہر کہ خود را از کافہ فرنگی بہتر داند کیفہ کا برون کیف اضاعتھا ای کیف اعلو انھا ضاعت۔

از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص بات میں مشغول ہے۔ اور اس سے کوئی سوال کر لیا جائے۔ اور وہ مشغول آدمی اپنی بات پوری کر کے جواب دے تو یہ جائز ہے بعض علما فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور بعض حضرات ترجمۃ الباب کی غرض یہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم کا ادب بتلا ہے ہیں کہ اس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس سے سوال کرے تو وہ اپنی بات پوری کر کے پھر جواب دے اور بعض کی رائے ہے کہ متعلم کا ادب بتلا ہے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص بات کر رہا ہو۔ تو اس وقت تک اس سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ جب تک وہ اپنی بات سے فارغ نہ ہو جائے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ سائل کو جواب دینے میں اتنی تاخیر کرنا کہ پہلے اپنی بات پوری کرے کتمان علم میں داخل نہیں ہے۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مسئلہ کا جواب فوری دینا ضروری نہیں۔

جاء اعرابی ایک اعرابی حضور پاک صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آتے ہی سوال کر دیا کہ قیامت کب آئے گی یہ نہیں دیکھا کہ پہلے سے حضور پاک صلعم ایک بات فرمائی ہے۔ اس کو ختم ہونے دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اعراب آداب سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے اس نے اپنے سید سے پوچھا کہ اگر سوالات کرنے شروع کر دیتے۔ فقال بعض القوم چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے بلکہ اسی طرح اپنے کلام مبارک میں مصروف رہے۔ تو صحابہ کرام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ بعض نے کہا کہ حضور اکرم صلعم نے سن تو لیا ہے۔ مگر ناگواری کی وجہ سے جواب نہیں دیا۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں حضور اکرم صلعم نے سنا

ہی نہیں کیونکہ حضور مسلم تو ایسے لوگوں کو جلدی جواب دیا کرتے ہیں۔ اگر سن لیا ہوتا تو کم از کم یہ ضرور فرماتے کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ قال ابن ابراہ السائل یہ لفظ اولہ راوی نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ کیونکہ ان کو اپنے استاد کے الفاظ یاد نہیں تھے یہ تو متیقن تھا کہ استاد نے "این" فرمایا ہے لیکن اس کے بعد کیا فرمایا ابن الذی بسئل عن الساعة فرمایا یا کچھ اور کہا تھا اسی شک کی بنا پر ارادہ بڑھا دیا۔ یہ ان حضرات محدثین کی کمال احتیاط ہے۔ کہ اگر استاد کے الفاظ میں شک ہو گیا تو اس کو شک کے ساتھ بیان فرما دیا۔ اسی طرح اگر استاد نے صرف راوی کا نام لیا اور اس کا نسب ذکر نہیں کیا تو یہ حضرات یعنی ابن فلان کے ساتھ اس کو ذکر کرتے ہیں تاکہ استاد اور شاگرد کا کلام تمیز ہو جائے۔

قال کیف اضاءتھا لما کہ جب امارت نااہل کے ہاتھوں آجلتے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور اسی کے افراد میں سے یہ بھی ہے۔ کہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا زمین پر باقی نہ ہے۔ اور ہے بھی یہی بات کہ جب نااہل کے ذمہ گھر آتا ہے تو وہ برباد ہو جاتا ہے۔ دکان برباد۔ مدرسہ برباد غرضیکہ ہر چیز برباد ہو جاتی ہے تو اس حدیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ نااہلیت لاعلمی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیا کا نظام علم پر موقوف ہے۔ اگر نااہلوں کے پاس نظام چلا گیا تو سب نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس سے علم کی فضیلت خود بخود ثابت ہو گئی۔

باب مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْوِ۔

حدیث نمبر ۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الثُّعْمَانِ الْإِمَامُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ كَالٍ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ نَاهَا فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الصَّلَاةَ وَكُنْزُ نَكْوَضًا فَجَعَلْنَا نَسْمُو عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِّأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَذْنَبَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پس آپ نے ہم کو ایسے حال میں آکر پالیا کہ ہمیں نماز میں تاخیر ہو رہی تھی اور ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے گویا کہ ہم اپنے پاؤں پر مسح کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ایڑیوں کے لئے ہلاکت ہے جہنم سے درمترتبہ فرمایا یا تین مرتبہ۔

تشریح از شیخ منی "قرآن مجید میں ہے لَا تَرْفَعُوا صَوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ" کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم میں رفع صوت نہ ہو۔ تو امام بخاری فرماتے ہیں

کہ دفع صوت بالعلم جائز ہے مگر اپنے اپنے موقع پر جیسے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا پڑھانا اور بلند آواز سے جواب دینا جائز ہے جبکہ ضرورت متقاضی ہو۔

از شیخ زکریا بعض حضرات فرماتے ہیں چونکہ قرآن پاک میں آتا ہے واغضض من صوتك اد انکرا لصوات، لصوت الحمین یہاں پر حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو آہستہ بولنے کی نصیحت کی اور چیخ کمر بولنے کو حمار کا خاصہ بتلایا تو اس سے ایہام ہوتا تھا کہ کہیں دفع الصوت بالعلم بھی اس میں داخل نہ ہو۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ علم اس سے مستثنیٰ ہے اس کے اندر آواز کو بلند کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں آتا ہے لبس بضمنا بالاسواق یعنی آپ چیخ کر نہیں بولتے تھے۔ اور یہاں حدیث میں ہے فنادی باعلیٰ صوبۃ جو عادت مبارکہ کے خلاف ہوا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ دفع الصوت بالعلم تھا جو اس میں داخل نہیں۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ چیخ کر نہیں بولتے تھے مگر تعلیم کے وقت زور سے ارشاد فرماتے تاکہ سب لوگوں تک آواز پہنچ جائے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس انداز کو ادب سکھلا رہے ہیں کہ معلم کو چاہیے کہ علمی بات کو نہایت ڈٹ کر اور زور شور سے کہے۔

تختلف عنا الذی صلحوا حدیث میں جو قصہ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ نماز کو دیر ہو رہی تھی صحابہ جلدی جلدی آگے بڑھے اور وضو کرنے لگے عام طور سے جلدی کرنے میں ایسا ہوتا ہے کہ پاؤں وغیرہ خشک رہ جاتے ہیں چنانچہ ان لوگوں کی اڑیاں خشک رہ گئیں اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے پکار کر فرمادیا دیلا لعقاب الخ انتقاب سے صاحب انتقاب مراد ہیں یعنی ان اڑیوں والوں کو جنم میں ڈالاجائے گا۔ منسہ علی ارجلنا یہاں حقیقی مسح مراد نہیں ہے۔ بلکہ غسل ہی مراد ہے قلت ماء اور جمیل کی وجہ سے اس کو مسح سے تعبیر کر دیا۔

باب قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا وَآخِبَنَا وَقَالَ الْمُحْصِدُ كَيْفَ كَانَ عِنْدَ بَنِي عَمِيْنَةَ حَدَّثَنَا وَآخِبَنَا وَسَمِعْتُ وَاحِدًا وَقَالَ بَنُ مَسْعُودٍ وَحَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ وَقَالَ شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً كَذَا وَقَالَ حَدَّثَنَا كَيْفَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَيْنِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا

يَزِيدُ مِنْ رَبِّهِمْ وَقَالَ أَلَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ عَنْ رَبِّهِمْ وَقَالَ
أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ عَنْ رَبِّكَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى -

حدیث نمبر ۶۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ ابْنِ حُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَنْفُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّمَا مِثْلُ السُّلْبِ تَحْدِثُ فِي
مَا هِيَ فَوْقَ النَّاسِ فِي شَجَرِ الْبَوَادِخِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَدَفَعَ فِي نَفْسِي أَكْوَامُ النَّاسِ فَاسْتَكْبَرْتُ
ثُمَّ قَالُوا أَحَدُنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ - (الحدیث)

ترجمہ: باب محدث کا حدثنا۔ اخبرنا وانا بنا کہنا تو عید فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ابن عیینہ
محدث کے نزدیک حدثنا اخبرنا وانا بنا اور سمعت سب ایک ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں
کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جو سچے ہیں اور سچ کہے گئے ہیں۔ اور حضرت لقیق تابعی حضرت علیہ السلام
بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلمہ سنا۔ اور حضرت منذر بن عوف فرماتے ہیں
ان روایات میں جو آپ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں۔ اور حضرت انس بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے وہ بات نقل کرتے ہیں جو آپ اپنے رب کی طرف سے روایت فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بات روایت کرتے ہیں جو آپ نے تمہارے رب برکت والے اور بلند درجے سے روایت کرتے ہیں۔
ترجمہ حدیث: اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درختوں میں سے
ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گر گئے۔ اور بے شک اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے مجھے بتاؤ کہ وہ کون
سا درخت ہے۔ لوگوں کا خیال جھگڑ کے درختوں کی طرف گیا اور میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر
مجھے حیا آگئی تو سب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ
کھجور کا درخت ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: امام بخاریؒ اس جگہ ان الفاظ کے متعلق بحث کرنا چاہتے ہیں جن کو محدثین استعمال
کرتے ہیں حدثنا۔ اخبرنا وانا بنا۔ قال یروی۔ سمعت وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ بعض نے اعتراض
کیا کہ یہ بدعت ہے زمانہ صارت میں یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے تھے۔ امام بخاریؒ اب منعہ کر کے بتلانا
چاہتے ہیں کہ یہ اطلاقات بدعت نہیں ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہیں اس جگہ آپ بحث
اور ہے کہ حدثنا۔ اخبرنا۔ انا بنا وغیرہا کے معانی اور درجات ایک ہیں یا مختلف ہیں۔ متاخرین کی

اصطلاح تو امام بخاریؒ گئے بیان کرے گا کہ ان میں تیز ہے۔ لیکن متقدمین کے نزدیک ان سب کے معانی واحد ہیں دوسری چیز یہ ہے کہ ان الفاظ میں کوئی درجات ہیں یا نہیں اس دوسرے مسئلہ کو امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لا خرق بیخا اگر معانی واحد ہوں تو باب سے مناسبت نہ ہوگی کیونکہ باب تو جواز استعمال کے لئے ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ تیز کے لئے تو امام بخاریؒ مستقل باب لانے والا ہے۔ پھر یہاں کیوں ذکر کیا تو جواب یہ ہے کہ کان واحداً ای فی جواز الاستعمال اور دوسری تو جہیزہ یہ ہے کہ اگرچہ مقصود یہ نہیں تھا۔ مگر ابن عیینہ کے کلام کو تبعاً و استطراداً ذکر کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ ان الفاظ کا استعمال زمانہ سعادت یعنی عہد نبوی عہد صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین میں بلا تکثیر ثابت ہے تو بدعت نہ ہوئی لا ینقطع و قدھا الخ اس لئے کہ مسلمان کا عمل کسی وقت ساقط نہیں ہوتا۔ سوتا اس لئے ہے کہ تہجد کے لئے لٹھے گا۔ تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ آپ کے پاس جُہار (مغز کھجور) لایا گیا تھا آپ نے اس وقت یہ سوال فرمایا لوگ سوچ میں پڑ گئے حالانکہ قرینہ موجود تھا جس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نہ سمجھ گئے لیکن بیان نہ کر سکے۔

قول المحدث حدثنا از شیخ زکریا قدما کی رائے یہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں حدثنا کی جگہ اخبارنا اور اخبارنا کی جگہ حدثنا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہی رائے آئمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کہ ہے حضرت امام بخاریؒ کی انہیں کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس باب سے اسی چیز کو ثابت فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی جگہ حدیثی کسی جگہ خبر دینی ایسی ہی حدثنا، اخبارنا کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ ملأ متاخرین جن میں مشرق اور امام شافعیؒ اور امام نسائیؒ خاص طور سے داخل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ حدثنا اس وقت کہیں گے جب استاد پڑھے اور شاگرد سنے اور اخبارنا شاگرد پڑھے اور استاد سنے اور انبانا جہاں استاد ادا کل وغیرہ رسن کر اجازت دیتے۔ یہ اختلاف سب پہلے امام نسائیؒ نے پیدا فرمایا تھا۔ مشارق نے ان کی تائید کی۔ وقال الحمیدی حضرت امام بخاریؒ اپنے استاد الحجدی سے اپنے استاد الاستاذ سفیان بن عیینہؒ کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک سارے الفاظ برابر تھے امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں چند مختصر احادیث بیان فرمائی ہیں جو مفصلاً اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔ ان میں کہیں حدثنا ہے۔ اور کہیں عن ہے اور جہاں حضورؐ اپنے رب ذوالعلیٰ سے نقل فرماتے ہیں وہاں یعدی عن ربہ کہا ہے جس کو حدیث قدسی کہتے ہیں کوئی فرق نہیں کیا۔

ان من الشیخ شجرۃ یہ روایت بخاری شریف میں دسویں جگہ آئے گی۔ امام بخاریؒ اس سے بیسویں

مسائل ثابت کریں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے بطور ہیبت یا پہیلی کے فرمایا
 ۱۲ من المشجر نبتة الخ یعنی بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے موسم خزاں میں نہیں گرتے۔ لوگ یسین
 کر جنگلوں میں پڑ گئے کوئی کہنا کہ فلاں درخت ہے کوئی کہنا کہ فلاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ
 میرے جی میں آگیا کہ نخلہ ہے مگر مجھے شرم آئی کہ اتنے بڑے لوگ تو خاموش ہیں۔ میں کیا ٹانگ اڑاؤں اس
 کے بعد جب صحابہ کی سمجھ میں اس کا جواب نہ آیا۔ تو کہنے لگے۔ حد ثنا ما ہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی بتلا میں
 کہ وہ کون سا درخت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں
 جب گھر آیا تو میں نے اپنے باپ حضرت عمرؓ سے کہا کہ میرے جی میں تو آیا تھا کہ وہ نخلہ ہے مگر مجھ کو کہتے ہوئے شرم
 آئی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تو اس وقت کہہ دیتا تو میرے لئے یہ افضل ہوتا۔ اور یہ بھی یہی بات کہ اگر چھوٹوں
 سے کوئی اچھی بات صادر ہوتی ہے۔ تو ان کے بڑوں کو خوشی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں خود ان بڑوں کا اعزاز
 ہے کہ میرے بیٹے نے کہا اور میرے بیٹے یہ کہا۔ امام بخاریؒ کا استدلال اس روایت سے بہت ہی دقیق ہے وہ
 یہاں پر دو لفظوں سے استدلال کرتے ہیں۔ ایک تو یہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نجد ثوفی ماہی اور
 صحابہ کی سمجھ میں جب نہ آیا تو انہوں نے عرض کیا حد ثنا اور یہی روایت امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں ص ۶۸۱ پر ذکر
 فرمائی گئی۔ وہاں حد ثونی کے بھلے خبرونی وارد ہوا ہے اور بعض روایات میں انبٹونی وارد ہے تو دیکھو
 ایک ہی حدیث میں کہیں خبرونی ہے کہیں حد ثونی ہے لکھ لکھیں انبٹونی ہے معلوم ہوا کہ ان سب میں معانی کے اعتبار
 سے اتحاد ہے کوئی فرق نہیں۔ اب ایک اور بات اس حدیث میں قابل غور ہے کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہانی
 بوجھی ہے۔ کہ ایسا درخت بتلاؤ جو مثل المسلم ہو۔ تو یہ تشبیہ اس چیز میں ہے کہ جس طرح مسلمان اپنے جمیع اجزاء
 کے ساتھ نافع ہے حق النساء اسی طرح کھجور کا درخت۔ جمیع اجزاء نافع اور کارآمد ہے۔ اور بعض لوگوں
 کی رائے یہ ہے کہ تشبیہ اس بے میں ہے کہ نخلہ بقیہ طینہ آدم سے پیدا ہوا ہے اس واسطے اطبائے اس کو
 مفید بتلاتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر انسان کے کسی عضو کو کاٹ دیا جائے۔ تو اس کا بقاء ہو سکتا
 ہے۔ اور وہ کارآمد ہے لیکن اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ جس میں حال اس درخت
 کا بھی ہے۔ کہ اگر اس کی کئی ٹہنی کاٹ دی جائے۔ اس کے باوجود وہ پھل لائے گا۔ لیکن اس درخت کے اوپر
 کا حصہ کاٹ دیا جائے جس کو سر کہتے ہیں تو وہ بار آور نہیں ہوگا۔ اور بعض شراح یہ فرماتے ہیں کہ جیسے آدمی
 تمام پانی میں نہ ڈوبے بلکہ اس کا سر اور کوئی عضو پانی سے کھلا رہے۔ تو وہ اس پانی میں زندہ رہ سکتا ہے لیکن

اگر سر بھی ڈوب جائے۔ تو آدمی مرجائے گا۔ ایسے ہی اس کھجور کے درخت کا حال ہے۔ اگر اس کے ادا پرکے سرے تک پانی نہ پہنچے تو اس کی حیات باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر سر بھی ڈوب جائے تو پھر یہ درخت ختم ہو جائے گا اور جس حضرت کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ نے یہاں پر درخت کو جو آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ بقاءئے نوع انسانی کے لئے جو طریقہ آدمی اختیار کرتے ہیں۔ یہ درخت بھی دسی طریقہ اپناتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کھجور کے زرمادہ میں جفتی نہ ہو تو پھل اچھا پیدا نہیں ہوتا۔

باب طَرِیحُ الْأَمَامِ الْمُسْتَلَقَةِ عَلَى الصَّحَابِ لِیَحْتَجِبَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔

حدیث نمبر ۶۲ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَنْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ حَدَّثْتُ فِي مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَكْثَرُ النَّخْلَةِ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا أَحَدُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هِيَ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ۔ (الحديث)

ترجمہ باب ۱۱۱ اگر ایک مستند اصحاب کے سامنے امتحان کے لئے پیش کرے تو بھی علم میں سے ہے ترجمہ حدیث، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ صلعم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان جیسی ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جنگلوں کے درختوں میں پڑ گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے۔ مگر مجھے شرم آگئی پھر صحابہ کرام نے آنحضرتؐ صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ صلعم آپ ہی بتلائیں کہ وہ کون سا درخت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کھجور ہے۔

تشریح۔ از شیخ مدنی بعض روایات میں ہے کہ لوگوں کو اشتباہ اور اغلوطات میں مت ڈالو۔ اس بناء پر اختیار ناجائز معلوم ہوا ہے۔ تو اس پر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مسائل میں اختیار کرنا یہ اغلوطات میں سے نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے۔ سوالات کی بنا پر اسے تشبیہ ہو جائے اور تنبیہ کے بعد جو چیز حاصل ہوتی ہے۔ وہ اوقع فی النفس ہوتی ہے۔

از شیخ زکریا طرہ الامام المستقلہ الخ اس باب کی غرض میں علما کے چند اقوال ہیں۔ ایک یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ شاگردوں کا امتحان لیتا ہے اور پوچھتا ہے تاکہ تہفظ رہے۔ روایت دہی کھجور والی ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا کہ امام بخاریؒ اس حدیث کو دسیوں جگہ ذکر فرماتے گئے۔ دوسرے یہ کہ اسناد تشیخذاذعان

کے طور پر کوئی مسئلہ پیش کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ ابو داؤد شریف کی روایت ہے عقی ابنی صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلو طات تو بظاہر روایت سے ایہام ہوتا تھا کہ بطور اعتبار کے استاد تلامذہ سے سوال نہ کرے تو امام بخاریؒ نے جواز ثابت کر دیا۔ اب رہا یہ کہ ابو داؤد کی روایت میں جو اغلو طہ کی ممانعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسئلہ اگر مفتی سے دریافت کرنا ہو تو طور و طرز کر غلط کر کے نہ پوچھے البتہ یہ ناجائز ہے۔

باب الْقِرَاءَةِ وَالْعُرُوضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ وَدَائِ الْحَسَنِ وَالْثَوْرِيِّ وَمَالِكٍ الْقُرَآنِ
حَاجِزَةً وَاجْتِنَاءَ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِيَةِ بِحَدِيثِ هَمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَنَّهُ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنِّي نَصَبْتُ الصَّلَاةَ قَالَ نَعُو قَالَ هَلْ هُوَ
قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُمَا قَوْمُهُ بِذَلِكَ فَاجَازُوهُ وَاجْتَنَبُوا
سَائِلَهُ بِالصَّلَاةِ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُونَ أَشْهَدُكَ فُلَانٌ وَيَقْرَأُ عَلَى الْمُفْرِيغِ
فَيَقُولُ الْقَارِئُ أَقْرَأْنِي فُلَانٌ

ترجمہ، محدث پر پڑھنا اور پیش کرنے کے باب میں اور حضرت حسن بصریؒ اور سفیان ثوریؒ رحمہما اللہ اور امام مالکؒ قراءۃ کو جائز قرار دیتے ہیں اور بعض نے عالم پر قرأت کرنے کو حضرت ضمام بن ثعلبہؒ کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم لوگ نماز پڑھا کریں آپ نے فرمایا ہاں تو فرمایا کہ یہی قراءۃ علی البنی صلعم ہے اور پھر حضرت ضمام نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو انہوں نے اس کو جائز قرار دیا۔ اور امام مالکؒ نے اقرار نامہ سے استدلال کیا جس کو قوم پر پڑھا جاتا ہے تو وہ گواہ کہتے ہیں کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ اور سفیریؒ اسناد پر پڑھا جاتا ہے تو قاری کہتا ہے کہ مجھے فلاں نے پڑھایا۔

حدیث نمبر ۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ الْحَسَنِ قَالَ كَذَبْتُ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِيَةِ
ترجمہ، کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عالم پر قراءۃ کرتے ہیں کوئی مرج نہیں ہے۔ عَنْ
سُفْيَانَ قَالَ إِذَا قَرَأَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَقُولَ حَدَّثَنِي قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ
يَقُولُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيَانَ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْعَالِيَةِ وَقِرَاءَتُهُ سَوَاءٌ

ترجمہ، حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص محدث پر قراءۃ کرے تو اس میں کوئی مرج نہیں کردہ

یہ کہے کہ مجھے فلاں نے حدیث سنائی۔ اور فرمایا کہ میں نے ابو عالم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ امام مالکؒ اور سفیانؒ نورویؒ دونوں نے فرمایا کہ کسی کا عالم پر قرآن کرنا یا عالم کا خود قرآن کرنا دونوں برابر ہیں۔

حدیث نمبر ۶۲ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ قَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى بَعْضِ أَتَابِقِهِ فِي الْمَسْجِدِ شَعْرَ عَقْلَهُ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِيَ بَيْنَ يَدَيْهِمْ فَقُلْنَا هَذَا الرَّجُلُ الْأَبْيَضُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَبْتِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ إِنِّي سَأَلْتُكَ فَمَشَدُّ عَلَيْكَ فِي السُّعْلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِي نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَاكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ بَيْنَكَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ أُنْشِدْكَ بِاللَّهِ أَلَمْ يَأْمُرَكَ أَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَاةَ الْخُفْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أُنْشِدْكَ بِاللَّهِ أَلَمْ يَأْمُرَكَ أَنْ تَتَّخِذَ مَا رَدَّ الصِّدْقَةَ مِنْ أَغْنِيَاكَ فَتَقْسِمَ بِهَا عَلَى دُنْتَرَاوَاتٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ أَمَنْتُ بِمَا جِئْتُ بِهِ وَأَنَا رَسُولُ مَنْ وَرَأَيْتُ مِنْ قَوْمِي وَأَنَا فِيهِمَا بَنُ تَعْلَبَةَ أَخُو بَنِي سَعْدٍ بَيْنَ بَكْرِ وَوَالِدِ مُؤَيَّسٍ وَعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْحَكِيمِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا - الحديث

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اننا کہ ہم مسجد نبوی میں جناب نبی اکرم صلیم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار داخل ہوا اور اس نے مسجد میں اونٹ بٹھلادیا اور پھر اسے باندھ دیا۔ پر اسے لوگوں سے کہا کہ تم میں محمد صلیم کون ہے اور جناب نبی اکرم صلیم ہمارے درمیان تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے تو ہم نے کہا کہ یہ آدمی جو سفید رنگ والا اور تکیہ لگا رہا بیٹھے ہی محمد صلیم ہے تو اس آدمی نے حضور اور صلیم سے کہا کہ اے عبدالمطلب کے بیٹے آپ نے فرمایا میں تجھے جواب دے رہا ہوں۔ تو اس آدمی نے کہا کہ میں آپ سے سوال کروں گا اور سوال کرنے میں آپ پر سختی کروں گا۔ آپ اپنے جی میں میرے اوپر ناراض نہ ہونا آپ نے فرمایا جو مرضی آئے پوچھو تو اس نے کہا کہ میں میرے رب اور تیرے سے پہلے جتنے لوگ گزرے ان کے رب کی قسم کھا کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمام لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو

تشریح از شیخ مدنی آپ پر جو احکام نازل ہوتے تھے ان کو آپ خود صحابہ کرام پر القاد کرتے تھے۔ تو یہ قرآنہ شیخ علی التلمیذ ہوتی لیکن قرآنہ التلمیذ علی شیخ ثابت نہ ہوئی۔ اس لئے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ اخبار کا طریقہ بدعت ہے صرف وہی تحدیث جائز ہو۔ تو امام بخاری اخبار کے جواز کو ثابت فرماتے ہیں چنانچہ قاری بھی اپنے معلومات کو شیخ پر پیش کرتا ہے۔ یہ حقیقہ عرض ہے تو معلوم ہوا کہ قرآنہ المحدث بھی جائز ہے جیسے ضام بن ثعلبہ کی روایت اس پر دلالت کرتی ہے اور شہادۃ علی الشہادہ کی صورت میں اقرار نامہ وہ شخص خود نہیں پڑھتا بلکہ مقری پڑھتا ہے۔ اور مقرر نے اقرار کیا۔ تو ان لوگوں کی قرآنہ قرآنہ التلمیذ علی المحدث ہوئی۔ اور ان کا اشمہ دنا فلاں کہنا صحیح ہوگا۔ امام مالک اس سے استدلال کرتے ہیں۔

هذا الرجل الابيض الزهراء يا ابيهاں ابيض کاشا تہے شامل میں اس کی نفی ہے۔ مگر وہاں ابيض کی نفی ہے سمرقہ اس بياض کو کہتے ہیں جو دوسرے رنگ سے مخلوط ہو۔ مشہور یہ ہے کہ سمرقہ گندم کو فی رنگ کے کہتے ہیں۔ یا ابن عبد الملک یہ تری بیت کی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلیع کی تربیت کی تھی یا چونکہ عبد الملک کے خواب کی آپ تعبیر تھے۔ اس لئے ان کی طرف نسبت کر دی قَدْ اُجِبْتُكَ صبیہ ماضی ہے اور معنی میں انشا کے ہے از شیخ زکریا اس باب میں امام بخاری نے دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک قرآۃ علی المحدث جس کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد پڑھے اور استاد سماعت کرے یہ تو دوسری ہے جو اخبار تک اندر ہے مگر اس کو خاص طور سے مستقل باب میں اس لئے ذکر فرمایا کہ سلف کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں کہ شاگرد پڑھے اور استاد دُسنے تو اس باب سے ان لوگوں کا رد کیا۔ جمہور کی طرف سے ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ

وہاں چونکہ شاگردوں کو ان احکام کا علم نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ خود ہی سنایا کرتے تھے۔ لہذا اس سے استدلال مشکل ہے۔ دوسری چیز عرض علی المحدث ہے وہ یہ کہ استاد اپنی کتاب دیدے اور شاگرد نقل کر کے استاد سے مقابلہ کرے۔ حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ قرآن علی المحدث اور عرض علی المحدث میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ اول عام ہے چاہے اپنی کتاب ہو یا غیر کی۔ مطبوعہ ہو یا غیر مطبوعہ۔ اور عرض کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب اپنی ہو۔ یا اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہو۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت نہیں۔ بلکہ یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں۔ لہذا عرض سے مراد عرض اصطلاحی نہیں بلکہ استاد کے سامنے ایک نو پڑھنے والے کی طرف سے قرآن علی المحدث ہے اور وہ جو سنتے ہیں وہ کیسے ہے یہ نزدیک امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ یہ عرض علی المحدث ہے واحتیج بعضہم اس حدیث ضام بن ثعلبہ سے استدلال اس طرح ہے کہ حضرت ضام بن ثعلبہؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ۳۰ لکھوا مَرَلَفَ بَعْدَہِ کہتے جاتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہم نعم فرماتے جاتے تھے۔ جیسے شاگرد پڑھتا جائے اور استاد ہاں ہاں کرتا رہے وَافَحْتَجَّ مَا نَدَّ بِالصَّلَاۃِ اِمَامُ بَخَارِیؒ اس کو بھی بطور دلیل کے پیش فرماتے ہیں۔ کہ دستاویز پر ایک شخص کا بیان لکھا جاتا ہے۔ اور اس پر بہت سے لوگ دستخط کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں اشمہنا فلاں ایسے ہی اگر کوئی کسی سے قرآن شریف پڑھے تو وہ کہتا ہے کہ اقْرَؤْ فِیْ فُلَانٍ یعنی فلاں شخص نے مجھ کو قرآن پڑھا یا ہے۔ حالانکہ اس شخص نے نہیں پڑھا یا بلکہ تو نے خود پڑھا ہے لیکن جیسے وہاں نسبت استاذ کی طرف ہوتی ہے۔ باوجود شاگرد کے پڑھنے کے ایسے ہی حدیث میں بھی جائز ہے کہ استاذ کی طرف نسبت کر کے شاگرد پڑھے۔ دخل رجل یہ رجل حضرت ضام بن ثعلبہؒ ہیں۔

ثَوَقَالَ لَہُوَ اَیْکُو عَمْدًا لَمْ اَسْ نَے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا نہیں اس لئے کہ آپ اپنے اصحاب سے مل کر بیٹھتے تھے کوئی امتیاز نہیں فرماتے تھے۔ یہی ہماری مشائخ کا طریقہ تھا اس زمانہ کی طرح نہیں کہ ممتاز جگہ پر بیٹھیں رہا یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر لگاتے بیٹھتے تھے تو ممکن ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے لگایا ہوا ہو اور پھر تکبیر لگانے سے کوئی امتیاز بھی تو نہیں ہوتا باغضوص جبکہ آدمی مل کر بیٹھا ہوا ہو۔ بیعت ظہیر ایتیمو شرح کرام اس لفظ کے متعلق کہتے ہیں کہ ہذا مقصود معنی یہ لفظ زائد ہے۔ لیکن میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ اس لفظ کو زائد قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ بہت بامعنی لفظ ہے۔ کیونکہ جب ایک آدمی درمیان میں ہوتا ہے۔ اور چاروں طرف

آدمی حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہوں۔ تو اس حلقہ کی ایک تو سطح ظاہری ہے اور سطح باطنی۔ باطنی تو ان لوگوں کے چہرے ہیں۔ اور ان لوگوں کی سطح ظاہری ان کی پشتیں ہیں۔ تو بین ظہور و بینہو سے ان کی سطح ظاہری کی طرف اشارہ ہے کہ ہم لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے تھے۔

یا ابن عبد المطلب اس آنے والے آدمی نے یا ابن عبد المطلب سے حضور اکرم صلعم کو خطاب کیا اور بعض روایات میں ہے کہ اس نے یا محمد کہا ممکن ہے اولاً یا محمد کہا ہو۔ اور پھر یا ابن عبد المطلب کہا ہو اور چونکہ عرب میں عام طور پر دادا کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی استعجاب بھی نہیں۔ قد اجبت سائل کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تجھ کو جواب دے چکا۔ سوال یہ ہے کہ ابھی حضور انور صلعم نے جواب کہاں دیا۔ کیونکہ ابھی اس نے صرف نام ہی پکارا ہے شرح کے نزدیک یہاں اَجَبْتُ بمعنی مَكَمْتُ کہے۔ یا اجابت سے مراد انشاء اجابت ہے۔ بعض شرح یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے آداب مجلس اختیار نہیں کئے تھے۔ اور بجائے یا رسول اللہ کیا ابن عبد المطلب کہا۔ آپ نے بھی اسی طرح جواب دے دیا اور میری رائے یہ ہے کہ ابتداً جب اس نے رَبِّکَ محمد کہا۔ تو حضور پاک صلعم نے فرمایا کہ کیلے اور ساتھ ساتھ صحابہ کرام نے بھی تہلہ دیا۔ کہ محمد صلعم یہ ہیں۔ تو اس نے پھر دوبارہ کہا یا ابن عبد المطلب اس پر کہنے سے فرمایا کہ میں تجھ کو پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔ تو گویا اس صورت میں یہ کلمہ تنبیہ نہیں ہے بلکہ اس سے اجابت حقیقی مراد ہے فَمَسْتَدُّ عَلَیْکَ یعنی میں مسائل سختی سے اور کھول کھول کر پوچھوں گا۔ ناراض مت ہونا۔

حدیث نمبر ۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يُخْبِرَ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ قَبَسَ لَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ خُبْرَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ أَتَانَا رَسُولُكَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَمَرَكَ اللَّهُ بِهَذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ فِي سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمَرَكَ

بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَرَعَوَ رَسُولُكَ أَتَى عَلَيْكَ حُجَّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطْلَعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا
قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبَالَّذِي أَرْسَلَكَ إِلَيْهِ أَمَرَكَ بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ لَا أَرِيدُ عَلَيْهِمْ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
صَدَقَ كَيْدُ خُلُكِ الْجَنَّةِ (راخد بیت)

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں، ہمیں قرآن میں آنحضرت نبی اکرمؐ سے سوال کرنے سے دکا
گیا۔ تو ہمیں یہ بات پسند تھی کہ کوئی دیہاتی آدمی سمجھ دار آتا وہ حضورؐ سے سوال کرتا اور ہم سنتے۔ چنانچہ
ایک دیہاتی آدمی آگیا۔ دہکنے لگا کہ آپؐ کا قاصد نمائندہ ہمارے پاس پہنچا ہے جس نے ہمیں خبر دی ہے کہ
آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ بلند و برتر نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا۔ تو اس نے کہا کہ پھر اس
آسمان کو کس نے پیدا کیا۔ فرمایا اللہ بلند و برتر نے پھر پوچھا زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا۔ آپؐ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے، پھر پوچھا کمان کے اندر منافع کس نے رکھے ہیں۔ فرمایا اللہ بلند و برتر نے تو اس نے کہا
کہ قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آسمان کو پیدا کیا اور جس نے زمین بنائی اور پہاڑوں کو گاڑا اور ان میں
منافع رکھے کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ فرمایا ہاں فرمایا آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ
ہمارے اوپر پانچ نمازیں اور ہمارے اموال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ فرمایا اس نے سچ کہا فرمایا قسم ہے اس
اللہ تعالیٰ کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا ان چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے فرمایا ہاں پھر
کہا کہ آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہمارے سال میں اس ایک مہینہ کے روزے ہم پر فرض ہیں فرمایا سچ
کہا، فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا کیا اللہ تعالیٰ ان امور کا آپؐ کو حکم دینے فرمایا
ہاں کہا کہ آپؐ کا نمائندہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہم میں سے ہر اس شخص پر حج بیت اللہ کا فرض ہے جو اس کی طرف
رستے کی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا سچ کہا۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا
کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں اس نے کہا پس قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق
دے کر بھیجا ہے میں ان احکام پر نہ تو کوئی چیز زائد کروں گا اور نہ ان میں کمی کروں گا۔ اس پر جناب نبی اکرمؐ مسلم
نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے سچ کہا تو ضرور بالضرور جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مھینا فی القرآن اس سے مراد قرآن شریف کی آیت کریمہ لَا تَسْلُوا عَنْ
أَشْيَاءَ تَنْذِرُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ہے وہی ضمام بن ثعلبہ مراد ہیں۔ انا نارسولک یعنی جس

کو آپ نے تبلیغ کے واسطے روانہ فرمایا تھا لا زید علیہم شیعۃ الخ یعنی تبلیغ میں کمی بیشی نہیں کروں گا کیونکہ یہ تبلیغ تھے۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں ایک ہی مضمون کی دو روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روایات میں کہیں اختصار ہوتا ہے کہیں زیادتی اور ایسا ہونا قرین قیاس بھی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دوسری روایت تکمیل کے لئے ذکر فرمائی کیونکہ اس میں بعض الفاظ ایسے ہیں جو پہلی روایت میں نہیں تھے۔

باب مَا يُدْكَرُ فِي الْمَنَاءِ وَلَقَدْ وَكَّتَابِ أَهْلِ الْعِلْمِ رَأَى الْبُلْدَانِ وَقَالَ أَلَسْتُ نَسِيحًا
عُمَانُ الْمَصَاحِفِ فَبَحَثَ بِمَارِ إِلَى الْأَخَافِ وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بَنُ عُمَرَ وَبَحَثَ بَنُ سَعِيدٍ
وَمَا لَكَ ذَلِكَ جَانِزًا أَوْ حَتَّجَ بَعْضُ أَهْلِ الْجَبَارِ فِي الْمَنَاءِ وَكَفَرِ بِهَدِيَّتِ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ فِي مِثْرَ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَأُ هُ حَتَّى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا
فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَ هُ عَلَى النَّاسِ وَأَخْبَرَهُمْ بِمَا مَرَّ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، مناوالتہ کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ مناوالتہ یہ کہ اہل علم، علم کی کوئی چیز لکھ کر شہروں میں بھیج دے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے نسخہ لکھوا کر اطراف عالم میں بھجوائیے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بنی سبید اور امام مالکؒ یہ سب حضرات اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض اہل حجاز نے مناوالتہ کے بارے میں آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شکر کے امیر کو ایک خط لکھا اور اس کو فرمایا کہ اس خط کو کھول کر اس وقت تک نہ پڑھنا جب تک فلاں فلاں مقام تک نہ پہنچ جائیں تو جب وہ اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے وہ خط لوگوں پر پڑھا اور آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی ان کو خبر دی

حدیث نمبر ۶۴۲ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنَا أَنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِمْ رَجُلًا وَأَمَرَ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ
الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِنْدَةَ فَكُنِيَ قَرَأَ هُ مَرَّةً فَخَسِبَتْ أَنْ بَنُ الْمُسَيَّبِ
قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُحْمَزَ قَوْلُ أَكُلَ مَحْمَزٍ -

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نام لے کر بھیجا اور حکم دیا کہ یہ خط بحرین کے گورنر تک پہنچاؤ تاکہ وہ عظیم البحرین کسری بادشاہ فارس تک پہنچائے پس جب اس خط کو کسریؒ نے پڑھا تو اس کو ٹھوٹے ٹھوٹے کر کے پھینک دیا۔ میرا گمان ہے کہ حضرت ابن مسیبؒ نے یہ بھی فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بد دعا کی کہ خدا کرے وہ بالکل ٹکڑے ٹکڑے

ہو جائیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ وجود نخل روایت میں جیسے تحدیث و قرآۃ تھی ایسے منادلتہ بھی ہے کہ شیخ ایک کتاب لکھ کر اپنے تلیند کو دے کہ کہے کہ غار دیہۃ عنی تو اس صورت میں متاخرین کا انبیاؑ کہنا صحیح ہوگا۔ اور ایسے کتاب اہل اہم یعنی پوری احادیث تو نہ ہوں البتہ چند احادیث ایک خط میں لکھ دی جائیں ان دونوں کے جواز کو امام بخاریؒ ثابت فرما رہے ہیں۔ کہ اجازت کے وقت اس شیخ سے روایت کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا نزول سبع احرف پر ہوا لغات سے محاورات عرب مراد ہیں۔ اور آسانی کی خاطر آپؐ نے دعا فرمائی تھی۔ اجازت تو مل گئی لیکن جب آرمینیہ میں اس پر اختلاف ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ گھبرائے ہوئے آئے اور خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کو اس کا احساس دلایا۔ تو خلیفہ ثالثؓ نے قرآن مجید کی آیات جمع کر کے اس ترتیب پر لکھوایا کہ آیات کی ترتیب میں تو کوئی تصرف نہ کیا گیا۔ البتہ سورتوں کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر سے کام لیا گیا۔ اور قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کر دیا گیا۔ آپؐ کی دعا ایک وقت تک باقی رہی تو جیسے تالیف قلوب کے لئے پہلے ہم تھا۔ لیکن اب انتہا حکو یا انتہا علت کے مطابق کیا گیا۔ ایسے یہاں بھی بڑھوں کی زبان نہ بدلی جاسکتی تھی۔ بچوں کی زبان بآسانی بدلی جاسکتی ہے۔ عہد نبویؐ میں اختلاف کا خطرہ نہ تھا۔ بعد میں اس میں اختلاف پیدا ہو گیا تو حضرت عثمانؓ نے پانچ چھ قرآن مجید کے نسخے لکھوا کر آفاق میں بھیج دیئے اگر اس منادلتہ کا اعتبار نہیں ہے تو پھر یہ منادلتہ آفاق میں کیسے جائز ہوگئی۔

روایت میں کسریٰ بادشاہ فارس کا ذکر ہے اگرچہ آپؐ کے عہد میں کسریٰ نوشیرواں نہیں تھا البتہ اس کا پوتا پردیز تھا جس کی طرف آپؐ نے خط تحریر فرمایا۔ ابتداء میں آپؐ نے اپنا نام لکھا اور بعد میں مکتوب الیہ کا جس پر اس کو غصہ آیا۔ اپنی عظمت کے گھمنڈ میں آپؐ کا خط بھاڑ دیا جس پر آپؐ نے بددعا فرمائی۔ ہرقل اور متوقس نے آپؐ کے دالانامہ کو بھاڑا نہیں تھا۔ اسلام نہیں لائے پھر بھی ان کی سلطنت باقی رہی۔ پردیز نے آپؐ کا خط بھاڑا تو پردیز کو اس کے بیٹے شیردیہ نے پیٹ چاک کر کے مار ڈالا۔ جب پردیز کو اپنے ہلاک ہونے کا احساس ہوا۔ تو اس نے ایک ڈبیہ میں زہر بند کر کے اس پر لکھ دیا کہ یہ قوت باہ کی دوا ہے۔ شیردیہ عیش پرست تھا۔ غزانہ کی تلاش پر اس ڈبیہ کو پایا اور کھاتے ہی مر گیا۔ پھر ایک عورت مکہ بنی غرضیکہ چودہ بادشاہ یکے بعد دیگرے قتل ہوئے۔ اس طرح یہ ملک فارس عہد فاروقی میں فتح ہو کر سلطنت اسلامی میں شامل ہوا۔ اور شاہان فارس کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ قیصر روم کا اثر باقی رہا۔

از شیخ زکریا مناد لہ کے معنی ہیں کہ اسناد اپنی کتاب شاگرد کو دیدے اور اسے کہہ دے کہ میری اس کتاب سے تجھ کو روایت کرنے کی اجازت ہے۔ یہ صورت جائز ہے۔ چونکہ اس کے قریب قریب کتاب ہل العلو بالعلو الی البلدان ہے۔ اس لئے ایک ہی باب میں دونوں کو جمع کر دیا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ شیخ کسی کے پاس اپنی روایات لکھ کر بھیجے اس صورت میں روایت کرنا جائز ہے۔ حضرات محدثین کے ہاں ان دونوں میں سہولت ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک کتاب اہل العلم میں تنگی ہے امام صاحب کا مسلک اس میں وہی ہے جو کتاب القاضی الی القاضی میں ہوتا ہے یعنی دو گواہوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے۔ اور ہمارے سامنے اس نے لکھا ہے۔ اور یہ شرطیں اس وجہ سے ہیں کہ الخط يشبه الخطا ہی شرائط کی بنا پر امام صاحب کی روایات کم ہیں۔ کیونکہ یہ شرطیں اور محدثین کا اعتبار سے سخت ہیں و نسخہ عثمان المصاحف قرآن پاک تین مرتبہ جمع کیا گیا۔ اولاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں امام بخاریؒ اس سے کتاب اہل العلم بالعلم کے معتبر ہونے پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن منگوا کر اس کی نقول تمام اطراف میں روانہ کی تھیں اور یہاں اشتراط شاہدین وغیرہ کوئی نہیں تھا۔

حیث کتب لا مہل المسریۃ امام بخاریؒ پھر کتاب اہل العلم بالعلم کو ثابت فرما رہے ہیں اور اس کا معتبر ہونا بتلاتے ہیں۔ اس سریر کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن جحشؒ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریر کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کو خط دے کر فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو منزل دور ہو جاؤ۔ تو اس خط کو کھول کر سنا دینا اس خط میں یہ تحریر تھا کہ ایک مقام جس کا نام بطن نخاء ہے۔ وہاں تم لوگ چلے جاؤ اور قریش کی خبر کی تحقیق کر کے لاؤ۔ اس خط کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر کھولنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ مدینہ میں جاسوس اور منافقین کثرت سے تھے۔ اگر خط کا مضمون مدینہ پاک میں معلوم ہو جاتا تو منافقین بطن نخاء جاکر اس سریر کی آمد کی اطلاع پہلے ہی کر دیتے کہ تمہاری تلاش میں سریر آ رہا ہے۔ اور وہ لوگ جو کتنا ہو کر مقابلہ کی تیاری شروع کر دیتے۔ حالانکہ ان حضرات کو صرف تحقیق کرنی مقصود تھی لہذا مقصود نہیں تھا۔ الغرض عبداللہ بن جحشؒ نے وہ خط کھول کر سنایا تو ان لوگوں نے اس خط کو مانا اور اس کا اعتبار کیا اس سے پتہ چلا کہ کتاب العلم بالعلم صحیح اور معتبر ہے۔

وامرہ ان یدفعہ الی عظیم الجحش بن جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد قیصر کے پاس دالانامہ ارسال فرمایا تھا اسی طرح اور بادشاہوں کو بھی خطوط لکھے تھے ایک خط کسری کے پاس بھی روانہ کیا گیا

تھا۔ ہر ایک نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کے ساتھ الگ الگ معاملہ کیا جس تو فوراً مسلمان ہو گئے۔ بعض نے نہایت احترام کیا جیسے ہرقل نے اس والا نامہ کو چاندی کی نلکی میں بند کر کے ہاتھی دانت کے ڈبہ میں رکھا۔ اور پھر اپنے خزانہ میں محفوظ کر دیا۔ اس کے بالمقابل کسریٰ نے والا نامہ کے ساتھ سخت بے ادبی کی۔ اس کو پھاڑ ڈالا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے بد عادی اس نے کچھ لوگوں سے بل کر باپ کو زخمی کر دیا۔ خود زہری پڑی۔ اسے مارا گیا۔ غرضیکہ یہ سلطنت پارہ پارہ ہو گئی۔

حدیث نمبر ۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْقِلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا بَأْأَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُ لَا يَسْمَعُونَ كِتَابًا بَأْأَوْ لَا تَعْنُونَ مَا فَاتَكُمْ خَاتَمًا مِّنْ فَضْلِهِ نَفْسُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ فَقُلْتُ نَفْسًا مَّنْ قَالَ نَفْسُهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ قَالَ النَّبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (الحدیث)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا یا خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ یہ بادشاہ لوگ کسی خط کو اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک اس پر مہر لگی ہوئی نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ گویا کہ میں ابھی اس کی سفیدی کو آپ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔ میں حضرت قادم سے کہا کہ آپ کو کس نے کہا کہ نقش محمد رسول اللہ تھا کہا انس نے۔ فاتخذ خاتماً من فضله الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر لگانے کے لئے انگوٹھی بنوائی۔ اب یہ انگشتری چاندی یا سونے یا دونوں کی تھی۔ اس کے بعد سونے کی انگوٹھی پھینکی گئی یا چاندی کی۔ یہ سب باتیں باب الخاتم میں آئیں گی۔ البتہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگشتری چاندی کی تھی۔ یہی انگشتری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی حتیٰ کہ بصرہ میں گر گئی یہ اسٹاذ خاتمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اور انگوٹھی بنوانا بھی اسی وجہ سے تھا۔ تاکہ اس کی وجہ سے آپ کے خط کا اعتبار کیا جلتا کہ خط کا اعتبار ہی نہ ہوتا تو خاتم بنوانے سے کیا فائدہ ہوتا۔ تو جملہ لا یفزعون سے معلوم ہوا کہ خطوط کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس پر جہر نہ ہونے کی وجہ سے اعتماد نہ کیا جاتا ہو۔ اس مسئلہ میں محدثین کے ہاں وسعت ہے کافی وانظر الی بیاضہ قاعدہ یہ ہے کہ جب چاندی کے زیور نئے نئے بنتے ہیں تو ان میں چمک زیادہ ہوتی ہے۔ وہ انگوٹھی بھی بالکل نئی تھی۔ اس کی چمک ان کو اب تک یاد آ رہی ہے۔

باب مَن قَعَدَ كَيْفَ يَنْتَعِلُ بِهِ الْمُبْجَلِسُ وَمَنْ نَازَى فُرْجَةً فِي الْحَلَقَةِ فُجِسَ فِيهَا۔

اس طرح بیٹھے ہوں کہ اگلی صف میں یا بیچ میں جگہ خالی ہو تو پھانڈ کر آگے جاسکتا ہے۔ اگرچہ تخطی رقاب سے (گردن پھانڈ کر جانا) منع کیا گیا ہے مگر یہ اس لئے جائز ہے کہ پہلے سے بیٹھنے والوں نے ہی خود بے تیزی کی۔ کہ آگے جگہ چھوڑ دی۔ تو معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ دو مسئلے بتلا رہے ہیں۔ اگر لوگ بیٹھے ہوں درمیان میں جگہ خالی ہو۔ تو بعد میں آنے والا جہاں مجلس ختم ہوتی ہے وہاں بیٹھ جائے۔ اگر آگے جگہ خالی ہے۔ تو وہاں بیٹھ جائے۔ دونو جائز ہیں اور یہی حال صفوف صلوٰۃ کا ہے کہ اگر لوگ اگلی صف میں جگہ چھوڑ کر بیٹھیں تو آنے والے کو جائز ہے کہ ان کو پھانڈ کر خالی جگہ میں جا کر بیٹھ جائے۔ کہ انہوں نے خود کو ذلیل کیا۔ کیوں نہیں آگے جا کر بیٹھے اور اس بارے میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلیم علیہ وسلم ایک بار اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے اور کچھ گفتگو فرما رہے تھے۔ اس حال میں تین آدمی آئے ایک نے آگے جگہ خالی دیکھی وہاں بڑھ کر بیٹھ گیا۔ دوسرا وہیں مجلس کے ختم پر بیٹھ گیا۔ اور تیسرا چلا گیا۔ حضور اکرم صلیم علیہ وسلم جب گفتگو سے فارغ ہوئے۔ تو ہر ایک کے متعلق ایک ایک بات ارشاد فرمائی۔ ان میں سے ایک اللہ کی طرف جھکا اور اس کی طرف نائل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو جگہ دی۔ یعنی اسے ثواب عطا فرمایا۔ دوسرے نے شرم کی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے شرم کا معاملہ فرمایا اس جملے کے مطلب میں علماء کے دُوقول ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اوّل نے تو آگے مجلس میں جگہ دیکھی وہ تو وہاں بڑھ کر بیٹھ گیا۔ مگر اس کے دوسرے ساتھی کو اس کی شرم آئی کہ لوگوں کی گردنیں پھانڈ کر آگے جائے اس بنا پر وہ وہیں بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹھنے کا بھی ثواب عطا فرمایا کیونکہ اس نے بھی ایوانِ الٰہی اللہ کیا اور جیسا کہ ثواب بھی کیا۔ اس صورت میں یہ دوسرا اوّل سے بڑھ جائے گا۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جی تو اس کا بھی چاہ رہا تھا کہ چلا جائے جس طرح تیسرا چلا گیا۔ مگر اس کو شرم آئی کہ حضور اکرم صلیم علیہ وسلم کیا فرمائیں گے۔ اور یہ سمجھا کہ کرام کیا کہیں گے۔ اس لئے شرم کی وجہ سے وہ بھی بیٹھ گیا اس پر اللہ تعالیٰ کو بھی شرم آئی کہ وہ بیزاریندہ تو شرم کر کے بیٹھ گیا میں تو اس سے زیادہ کریم ہوں۔ لہذا اسے ثواب دوں گا۔ اس صورت میں حدیث لا یشقی اجلیسہ کے تحت ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس شرم کا بدلہ عطا فرمایا۔ اس صورت میں یہ اوّل سے درجہ میں گھٹ جائے گا۔ اس لئے کہ پہلا آدمی تو برضا و رغبت خاطر بیٹھا۔ اور دوسرا صرف لوگوں کی شرم سے۔ اب تشریح حدیث میں اختلاف ہو رہا ہے کہ ان دونو آدمیوں میں سے کون سا افضل ہے۔ تاقبی علیہما مائیکہ فرماتے ہیں کہ جو شرما کر پیچھے بیٹھ گیا وہ افضل ہے۔ کیونکہ الجہاد شعبۃ من الایمان تو اس کے تحت آکر وہ آگے جانے سے شرمایا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جو آگے جا کر بیٹھا وہ افضل ہے۔ اس لئے کہ حاکم کی

روایت میں ہے کہ اس دوسرے نے مجلس سے چلنا شروع کر دیا مگر پھر شراب آ بیٹھا۔ تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض کیا کہ اپنی رحمت اس سے روک لی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رَبُّ مَبْلَغٍ أَوْ عَمَلٍ مِنْ سَامِعٍ۔

ترجمہ، آنحضرت نبی اکرم کا فرمانا کہ بہت پہنچاتے ہوئے سننے والے سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْإِمَامُ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعْدَةً عَلَى بَعْثِهِ وَأَمْسَكَ السَّانُ بِخَطَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ أَيْ يَوْمَ هَذَا فَسَكَنَّا حَقَّقَ ظَنَّنَا أَنَّهُ سُبُسُيَّةٌ بِغَيْرِ سَمْعٍ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ التَّحْرِقُلْنَا بَلَى قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا فَسَكَنَّا حَقَّقَ ظَنَّنَا أَنَّهُ سَيْبُيَّةٌ بِغَيْرِ سَمْعٍ قَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَهُوَ أَلَكُكُمْ وَأَعْرَاضُكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِ مَكَّةَ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا يُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَلَى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْ عَمَلٌ لَهُ مِنْهُ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب نبی اللہ صلعم کا ذکر کیا کہ آپ آنحضرت صلعم اپنے اونٹ پر بیٹھے ایک آدمی اس کی لگام یا باگ کو روکے ہوا تھا۔ آنحضرت صلعم نے پوچھا یہ کون سا دن ہیں ہم خاموش رہے اس گمان پر کہ شاید آپ اس کا نام بدل کر کوئی اور نام رکھنا چاہتے ہوں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا یہ غریبی قربانی کا دن نہیں ہے ہم نے کہا کیوں نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے پھر بھی ہم چپ رہے اس گمان پر شاید آپ اس کا کوئی دوسرا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ذی الحجہ نہیں ہے ہم نے عرض کیا کیوں نہیں ذی الحجہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو سن لو! کہ بے شک تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے درمیان ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی حرمت اس مہینہ میں اور تمہارے اس شہر میں ہے پس چاہتے یہ پیغام حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اس لئے بسا اوقات مانر یہ پیغام کسی ایسے شخص کو پہنچا دے گا جو اس پیغام کو اس مانر سے زیادہ محفوظ کرنے والا ہوگا۔

تشریح از شیخ ^{رحمۃ اللہ علیہ} اوعلیٰ بمعنی فہم اور حفظ دونو معنی آتے ہیں امام ابو یوسفؒ سلمان اعش کے شاگرد ہیں ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ بلکہ لٹان سے پوچھا امام ابو یوسفؒ نے ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا۔ سلمان اعش نے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلہ کو کہاں سے لیا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بھلا حدیثی تو انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کو میں تب سے محفوظ رکھتا ہوں کہ ابھی تک تیرے باپ نے تیری ماں سے ہمبستری بھی نہ

کی تھی مگر اُسے میں آج ہی سمجھا ہوں۔ اور فرمایا کہ تم طبیب ہو ہم دوا فروش ہیں۔

تشریح از شیخ ذکریا بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ ہے کہ جب کسی روایت کے الفاظ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتے اور اس روایت کا مضمون صحیح ہو تب سے۔ تو امام بخاریؒ اس روایت کو باب میں ذکر کر کے پھر اپنی روایت کو تائید میں پیش کرتے ہیں یہاں بھی ایسا ہے کہ ترمذی شریف کی روایت امام بخاریؒ نے باب میں ذکر فرمائی ہے سنی تو اس کے عند الامام بخاریؒ صحیح ہیں لیکن الفاظ شرط کے مطابق نہیں اس لئے امام بخاریؒ نے اپنی روایت ذَاتُ الشَّاهِدِ غَضَىٰ اَنْ يُّبْلَغَ هُوَادَعِي مَنْه سے تائید فرمادی لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ قاعدہ تو مسلمہ ہے۔ لیکن اس مقام پر یہ قاعدہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ روایت صرف ترمذی ہی میں نہیں بلکہ بخاریؒ میں ۱۲۴ پر بھی آ رہی ہے۔ البتہ وہاں جملے ذَاتُ الشَّاهِدِ غَضَىٰ اَنْ يُّبْلَغَ مَبْلُغٌ اَوْ غَضَىٰ مَنْ سَابَعَ كَالْفَاظِ مَخْضَرٍ اور جامع تھے اور جلدی سے یاد ہو جانے والے تھے ادفع فی القہر تھے اس سے امام بخاریؒ نے اس کو ترجمہ گردان دیا یہ تو باب کے سنی و مفہوم کے متعلق تھا اب یہ کہ ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ تبلیغ کی اہمیت بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر کوئی شخص معافی حدیث کو نہ سمجھتا ہو۔ تو اس کو چاہیے کہ وہ ان الفاظ کو محفوظ کر لے پھر دوسروں کو سمجھا دے ممکن ہے کہ کوئی اس کے شاگردوں میں اس سے زیادہ سمجھ دار ہو اور ان میں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کو غیر جیسے مجتہدین ہوں اور وہ ان احادیث کو سن کر ان سے مسائل کا استنباط کریں اور بعض کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی طالب علم بڑا نہیم و ذکی ہو اور استاذ اس جیسا ہو شیار نہ ہو تو اس کو استاذ سے استنکاف فی طلب علم نہ کرنا چاہیے کہ میں تو اتنا فہیم اور یہ ایسا ہو۔ مہلا میں اس سے علم حاصل کر لوں؟ ایسا نہ کرنا چاہیے کیونکہ حضور اکرمؐ کا ادرس تو ارشاد ہے کہ دَبَّ مَبْلُغٌ اَدْعَىٰ مَرَدٌ سَابَعَ کہ بہت سے مبلغ طالب علم سامع سے ادعیٰ ہوتے ہیں۔ اور ادھر یہ ارشاد ہے کہ شاہد غائب کو تبلیغ کرے تو معلوم ہوا کہ بعض طالب علم فہیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ کا مقولہ ادجز میں میں نے نقل کیا ہے کہ ادبع فی ادبع عن ادبع علی ادبع یہ سولہ اربع یعنی چار کڑے ہیں۔ اور انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک محدث نہیں ہو سکتا جب تک علم اپنے بڑے اور سافقی اور چھوٹے اور کتا بوں سے حاصل نہ کرے عن عبد الرحمن ان ابی بکر و مطلب یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میرے باپ ابو بکرؓ نے حضور اکرمؐ صلعم کے حالات بیان کر رہے تھے۔ اس کے درمیان انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلعم اپنی اذنی پر بیٹھے تھے یہ واقعہ حجرہ الاولیٰ

کہنے اسی یوم ہذا حضور پاک صلعم نے جب صحابہ کرام سے یہ پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے تو صحابہ خاموش ہو گئے۔ اور دہریہ ہوتی کہ صحابہ کرام کے ذہن میں یہ آیا کہ حضور کو دن معلوم۔ مکان اور گھڑی سب معلوم پھر بھی دریافت فرما رہے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے صحابہ کرام خاموش ہو گئے فات دماء کو و اموال کو اظہر چونکہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اجتماعی طور پر شہر مرم میں تو قتل و قتال نہیں کرتے تھے۔ مگر اسی دنوں میں خوب کرتے تھے۔ اس لئے حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ یہ کوئی شہر مرم کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تہلے دار۔ اموال اور اعراض ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس مقام میں اس دن میں حرام ہیں۔

بَلِّبْ أَعْلَمُوا قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَأَعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَهْدِ أَيْ أَعْلَمُوا وَأَنَّ الْعُلَمَاءَ هُمُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَذُنُوبُ الْعُلَمَاءِ مَنْ أَخَذَهُ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحُظِّ وَافِرٍ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَبْتَغِي بِهِ عِلْمًا سَمِعَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَقَالَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَقَالَ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ وَقَالَ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ وَقَالَ هَلْ يَسْتَغْوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَجِرَ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفْقِهَهُ فِي الدِّينِ وَرَأَى أَعْلَمُوا بِاتَّعْلَمُوا وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ ثَوَّضْتُمْ مِائَةَ مِائَةِ عَلَى هَذِهِ وَأَشَارَ إِلَى قَعَاءَ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنَّيْ أَنْفَذْتُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَبْلُغِ الشَّاهِدُ الْغَايِبِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَرَبَّابِيَّ حُلَمَاءَ عُلَمَاءَ فُقَهَاءَ وَيُقَالُ الرَّبَابِيُّ الَّذِي يُؤَيِّرِي الْقَتَامَ بِصَنَاءٍ لِحُلَمَاءٍ قَبْلَ كِبَارِهِ

ترجمہ قول اور عمل سے پہلے علم ہے۔ اللہ تعالیٰ بلند و برتر کے قول کی وجہ سے پس یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو علم سے ابتدائی فرمائی اور آپ کا ارشاد ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور انہوں نے علم کی وراثت چھوڑی ہے۔ جن نے اس علم کو حاصل کیا تو اس نے ایک بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ اور جو شخص ایک ایسے راستے پر چلا جس کے درجہ وہ علم تلاش کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ہوتے

ہیں۔ اور فرمایا کہ اس حکمت کو صرف عالم لوگ ہی سمجھتے ہیں اور فرمایا کہ جہنمی لوگ کہیں گے کاش ہم لوگ سنتے اور سمجھتے تو آج جہنمیوں میں سے نہ ہوتے اور نیز باری تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں وہ ان لوگوں کے برابر ہو سکتے ہیں جو نہیں جانتے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے اللہ تعالیٰ مصلحتی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں نیز علم سیکھنے سے آئندہ اور حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن پر تلوار رکھ دی جلتے اور مجھے اتنی مہلت ملے کہ وہ علم جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسے مجبور ہونے سے پہلے چالو کر سکتا ہوں تو میں اسے ضرور نافذ کروں گا۔ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم سے وہ غائب کو ضرور پہچانتے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کو نواریہ میں کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ربانی ہو جاؤ یعنی دانش مند عالم اور سمجھ دار بن جاؤ۔ اور ربانی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بڑے علم سے پہلے چھوٹے علم سے لوگوں کی تربیت کرے۔

تشریح از شیخ منی رحمہ اللہ القول والحمد للہ میں قبلیۃ دو قسم ہے رتبہ اور زمانہ اس جگہ قبلیۃ سے قبلیۃ رتبہ مراد ہے۔ اگرچہ اس سے قبلیۃ زمانہ بھی ثابت ہو جاتی ہے ان العلماء هو ورثة الانبیاء انبیاء جمیع سلماء اور شہداء سے افضل ہیں۔ تو ان کے ورثہ علماء بھی سب سے افضل ہوں گے اور علماء سے بھی وہ لوگ مراد ہیں جو علم نبوی کے حامل ہوں۔ انما یخشی اللہ الخ اس جگہ صریح ہے تو معلوم ہوا جس میں خشیت نہیں وہ عالم بھی نہیں۔ اور جس میں خشیت ہے اگرچہ وہ کھنا پڑھنا نہ جانتا ہو تو وہ عالم ہو گا۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا اِلَّا عَلَیْہِ جَہ سے اللہ تعالیٰ اپنا دوست بناتا ہے اسے علم سکھاتا ہے۔ غرضیکہ ان آیات اور روایات سے پتہ چلا کہ علم قول اور عمل سے مقدم ہے۔ اور دوسرا ترجمہ اِنَّمَا اَلْعِلْمُ بِاَلْعَمَلِ سے شروع ہوتا ہے۔ اس ترجمہ سے تعلیم کی اہمیت معلوم ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی علم قول اور عمل سے پہلے ہے۔ اور علم سیکھنا وعظا اور عمل کرنے سے مقدم ہے ترجمہ تو بالکل ظاہر ہے لیکن امام بخاریؒ کی اس سے کیا غرض ہے؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تعلیم کی ترغیب دے رہے ہیں اور یہ پہلا ہے جس کے اعمال پہلے کئے ہی اہم ہوں بلکہ ایمان کا جز ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن علم ان سب پر مقدم ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ایسے علم پر حدیث پاک میں وعید آئی ہے جس پر عمل نہ کیا جائے، اور بنسبتہ جاہل کے عالم کو دو گنی سزا عمل نہ کرنے پر ملے گی۔ تو اس سے دہم ہوتا تھا کہ علم کو نہ سیکھنا ہی اچھا ہے تو امام بخاریؒ اس باب سے یہ دہم دفع فرماتے ہیں کہ ایسا نہ سوچے بلکہ آدمی علم پہلے حاصل کرے اس کے بعد عمل

کا درجہ ہے کیونکہ زمانہ علم میں تعلیم میں مشغولیت ہوتی ہے عمل نہیں کر سکتا تو یہ عمل نہ کرنا اس وجہ میں داخل نہیں تیسری غرض میرے نزدیک یہ ہے کہ اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کا ذکر شروع باب العلم میں آچکا ہے کہ بقدر ضرورت علم حاصل کرنے کے بعد اس کے لئے کیا چیز مناسب آ یا علم باعبادت؟ آگے فرماتے ہیں لقول الله عزوجل فاعلموا انہ الخ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی کہ پہلے علم ہے اس کے بعد قول ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو جان لو اور یہ کلمہ علم ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں فاستغفر لمنبت یعنی اس علم کے بعد اب یہ عمل ہے کہ استغفار کرو۔ ان العلماء ورتبة الانبياء یہ روایت ابوداؤد اور ترمذی کی ہے اس سے بھی علم کی فضیلت ثابت ہوتی۔ اس جملہ سے اگرچہ علامہ عینیؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے لیکن حافظؒ کی غرض بھی اس سے ثابت ہو سکتی ہے کہ جیسے مال و ثروت میں بخیر عمل کے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح علم بھی بخیر عمل کے حاصل ہو سکتا ہے۔ انما ینحشئ اللہ الخ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم کو اس وجہ سے نہ چھوڑا جائے کہ عمل نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر علم کے بعد خشیت کسی وقت حاصل ہو جائے۔ تو یہ بھی فائدہ دے گی۔ لو کنا فسمع او نحق الخ یہاں پر سمع سے علم مراد ہے۔ کہ وہ لوگ علم نہ ہونے پر تشاکر یں گے کہ کاش ہم بھی عالم ہوتے اس جملہ سے بھی علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔ انما العلم بالتعلم یوں فرماتے ہیں کہ علم تعلیم سے حاصل ہوگا۔ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوگا یہ بالکل دھوکہ ہے کہ صرف کتب اور شروع دیکھ کر بغیر استاد پڑھے۔

علامہ شامیؒ نے کلمہ ہے کہ جو باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ ہو۔ وہ صرف کتابیں دیکھ کر فتویٰ نہ دے ماعلی قاریؒ نے ایک واقعہ کلمہ ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ غی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخلق یوم الجمعة قبل الصلوة لیکن ایک شخص نے اس کو حلق پڑھا۔ یعنی استروں سے مونڈنا اور کہنے لگے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے حالانکہ یہاں حدیث میں حلق بکسر الحاء وفتح اللام حلق کی جمع ہے۔ اگر وہ زانوئے تلمذتہ کہتے ہوتے تو ایسی غلطی نہ کرتے۔ قال ابوذر لو وضعتم الخ اس سے بھی حدیث پاک کی اہمیت کو بتلانا ہے۔ کہ ایک حدیث بھی اگر اس وقت یاد آگئے گی تو بیان کر دوں گا۔ کیونکہ وہ علم ہے۔ اب یہاں پر وہی اشکال ہے جو کتاب العلم پر ہوا تھا کہ مصنف نے باب میں کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ اس کے تین جواب تو وہاں دیئے گئے تھے وہ سب جوابات یہاں بھی چلیں گے۔ اس کے علاوہ یہاں ایک خاص جواب یہ بھی ہے کہ اس باب

ترجمہ، حضرت انس بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔
 آسانی کرو، سختی نہ کرو وغیرہ سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔ اس لئے نفروا سے استدلال کیا ہے۔

باب مَن جَعَلَ لِهَٰذَا الْعِلْمِ أَيْمَانًا مَّعَكُمْ مَۤىۤةً۔

ترجمہ، کہ علم والوں کے لئے کچھ دن مقرر کر لینے چاہئیں۔

حدیث نمبر ۶۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ

يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كَوَدِدْتُ أَنَّكَ
 كَرِهْتَ أَنْ يَوْمَ قَالَ أَمَّا إِنَّهُ يَنْعَمُ مِنْ ذَلِكَ إِنْ أَكْرَهَ أَنْ أُمْلِكُكُمْ وَارِثُ
 اتَّخَذُوا لَكُمْ عِظَةً كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّنَا بِهَا مَخَافَةَ التَّامَةِ عَلَيْنَا

ترجمہ، حضرت ابو وائل تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں ہر جمعرات کو نصیحت فرمایا کرتے
 تھے تو ایک آدمی نے ان سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر روز نصیحت فرمایا کریں۔ تو
 آپ نے فرمایا کہ اس طرح کرنے سے اس بات نے مجھے روک دیا ہے کہ میں تمہیں اکتا دینا پسند نہیں کرتا اور
 میں وعظ کہنے میں تمہارا اسی طرح خیال و لحاظ رکھتا ہوں جس طرح آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وعظ کہنے میں
 ہمارا اس لئے لحاظ کرتے ہیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں وہ روزانہ کا وعظ ہم پر گراں نہ گزرے

تشریح از شیخ مدنیؒ بعض اوقات شبہ ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا یا مقید کو مطلق کرنا یہ بدعت ہے۔ تو
 مصنفؒ نے بتلادیا کہ جو طرق تعلیم کے اختیار کئے جاتیں وہ بدعت نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب سابق کا مکمل ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ملال پیدا نہ ہو جائے۔

اور اس باب سے امام بخاریؒ اس بات کا جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص وعظ و تبلیغ کے لئے کوئی
 خاص دن مقرر کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ جائز ہے اور اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ بدعت
 میں تعین کے ساتھ ساتھ اس تعین میں ہی ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اگر اس دن نہ ہو تو پھر کوئی ثواب نہیں
 ملے گا۔ ایسے ہی چہلم تیجہ وغیرہ بدعت ہے۔ کیونکہ عوام کا لانا مٹانا اس تعین سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اس دن یا اس
 وقت میں کوئی خاص ثواب ہے اسی وجہ سے وہ ان اوقات کو تبدیل نہیں کرتے۔ قاعدہ طبعی یہ ہے کہ ایک
 چیز سے طبیعت اکتا جاتی ہے اسی لئے مشائخ درس میں مختلف کتابیں ایک ایک دن میں رکھتے ہیں تاکہ تنفر
 نہ پیدا ہو۔ البتہ میرا تو جی رمضان شریف میں قرآن سے نہیں اکتا تا یہ میرے نزدیک سستی ہے اس حدیث

میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ ہر حضرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی متعین کر لیا جلتے تو درست ہے۔ اب شکال یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ امام بخاریؒ نے اس استدلال کیسے کر لیا۔ ان کی تو شرط کے خلاف ہے؟ لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استنباط کیا ہے اور پھر مقرر فرمایا ایسے ہم بھی اس سے استنباط کر کے دن کی تعین اگر کر لیں تو درست ہے اسے بدعت نہیں کہا جائے گا

باب مَن يَرِدُ اللّٰهُ بِمَا خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ -

ترجمہ، جس سے اللہ تعالیٰ بہتری کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو دین کی سمجھ دے دیتے ہیں۔

حدیث نمبر، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفَّيْرِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَن يَرِدُ اللّٰهُ بِمَا خَيْرًا يُفْقَهُهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمُهُ وَاللّٰهُ يُعْطِي وَلَوْ كُنَّا قَرَالُومًا لَهَذِهِ الْأُمَمَةُ قَائِمَةٌ عَلَى أَمْرِ اللّٰهِ لَا يُضَرُّهُمُ مَن خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ (المحدث)

ترجمہ، حضرت جبید بن عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خطیب کی حالت میں فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو اسے دین میں سمجھ دے دیتے ہیں۔ اور میں تو بانٹنے والا ہوں اور دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور میری یہ امت عیشہ اللہ کے حکم پر قائم ہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچے جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔

تشریح از شیخ مدنی، ارادہ خیر میں ایک بحث ہے کہ جو شخص بچپن میں مرا۔ وہ بہتر ہے یا جو فقیہ بن کر بڑی عمر میں مرے وہ بہتر ہے۔ بظاہر من یرد اللہ الخ سے شبہ ہوتا ہے کہ فقیہ کے سوا اور کسی میں خیر کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ اس کا جواب بعض نے یوں دیا کہ خیر میں نکرہ عظیم کے لئے ہے ای خیر عظیم تو ارادہ خیر کا باری تعالیٰ کی طرف سے بہت سے اشخاص کے لئے ہے۔ مثلاً شہداء اور بچوں کے لئے مگر خیر عظیم کا ارادہ فضہ فی الدین والوں کے لئے ہے۔ یعنی ان کے برابر کوئی اجر عظیم حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور بعض نے کہا کہ اس جگہ تفصیل اپنے جنس کے اندر ہے۔ یعنی علم جنس ہے اور اس کے کئی انواع ہیں تجوید، قرآن بخیر صرف معانی بیان وغیرہ یہ سب علوم دین سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان میں تفرق نہیں ہے فقہ کے ایک معنی اصطلاحی ہیں یعنی علم بالاحکام المتعلقة بالمکلفین بالادلت التعلیلیۃ اور لغت میں فقہ کے معنی فہم اور

مجھ کے ہیں جس میں تمہیں ہے۔ اس لئے کہ جب حضرت حسن بصریؒ کے سامنے فقہ کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا۔
 أَلْفَتْيْتَهُ الْمَعْرُضَ عَنِ الدُّنْيَا وَالرَّاعِبَ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ فَتِيهٌ يَنْهَى عَنْ جُورِ الْعُلَمَاءِ وَيُثَبِّتُ عَلَى عِلْمِهِ كَأَنَّكَ تَرَاهُ تَوَكُّفًا
 دُنْيَا میں منہمک ہے۔ زمانہ نبوت میں جو مخاطب واقع ہوا ہے۔ وہ فقہ بمعنی فہم کے ہے اور فقہ اصطلاحی تو بعد
 کی چیز ہے۔

وَأَنَا أَنَا قَاسِمُ اللَّهِ يُعْطِي الْمَرْءَ كَسْ بَرَشِيهِ هُوَ تَلَبُّهُ كَأَنَّكَ تَرَاهُ تَوَكُّفًا
 فقہ میں اختلاف کیوں ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ واقعی فقہ اعطا ہے۔ باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ میں ایک لفظ
 ہوں۔ اہل تصوف بھی کہتے ہیں کہ جمیع کمالات انسان کے حصول کا واسطہ آنحضرت صلیم ہیں۔ مگر وہ فیض علی
 اعطاء الہی اور علی حسب الاستعداد ہوگا۔

تشریح ایشیخ زکریا۔ اس باب کی ایک غرض تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے علم کی فضیلت بیان کرنا مقصود
 ہے خاص طور پر فقہ کی۔ اور اس کے علم پر تحریر ہے اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں روایت کے الفاظ ہیں۔
 أَنَا أَنَا قَاسِمُ اللَّهِ يُعْطِي تَوَالِمَ بَخَارِي تَنْبِيْهُهُ فَرَارٌ هُوَ هُوَ۔ کہ عطا فرمانا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے تم اپنی
 کوشش جاری رکھو اور اس کے حاصل کرنے کے لئے دعا کرتے ہو۔ خود حضور صلیم کا اپنے بارے میں ارشاد ہے۔
 أَنَا أَنَا قَاسِمُ كَمَا تَمْنَى تَوْصِفُ تَقْسِيمُ كَاخْتَارُ هُوَ۔ ورنہ اصل عطا فرمانے والا تو باری تعالیٰ ہے۔ لہذا بعض اپنی
 محنت پر اعتماد نہ کرے بہت سے غنتی کچھ نہ کر سکے۔ اور بہت سے محنت نہ کرنے والوں کو بہت کچھ مل گیا۔

بَابُ الْفَهْمِ فِي الْعِلْمِ

حدیث نمبر ۱۱۱۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ
 رَأَى الْمَدِينَةَ فَلَمَّا سَمِعَهُ يُعَدِّتْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَدِيثًا
 وَاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجَعَابٍ فَقَالَ إِنَّكَ مِنَ الشَّجَرَةِ شَجَرَةٌ مَثَلُهَا
 كَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَإِذَا دُتُّ أَنْ أَقُولَ هِيَ الشَّخْلَةُ فَإِذَا أَنَا أَصْغَرُ نَفْوَمٍ فَسَكَتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الشَّخْلَةُ (الحدیث)

ترجمہ، باب علم میں سمجھ کے بارے میں، حضرت مجاہدؒ تا جی فرماتے ہیں کہ مجھے مدینہ منورہ تک حضرت
 عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اس سارے سفر میں میں نے سوائے ایک حدیث کے ان سے جہاں
 رسول اللہ صلیم سے حدیث بیان کرتے نہیں سنا وہ ایک حدیث یہ ہے کہ ہم آنحضرت نبی اکرم صلیم کے پاس

تھے کہ آپ کے پاس کھجور کی گری لائی گئی جس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کا حال مسلمان کے حال جیسے ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ میں بتلاؤں کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر چونکہ میں تمام قوم سے چھوڑا تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ پس آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ تشریح از شیخ مدنی پہلے توفیق کا ذکر کیا گیا اب فہم کو بیان کیا جاتا ہے ان میں فرق اس طرح ہو گا کہ پہلے تو توفیق فی الدین کو بیان کیا گیا اور یہاں مطلقاً انبیاء میں فہم ہوا ہے۔ کیونکہ طاہرین مختلف ہوتی ہیں بعض کو دینی علم میں طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض کو علوم دنیوی میں فہم ہوتا ہے۔ توفیق فی الدین ایک خاص چیز ہوتی۔ خفوفی العلوی فی المعلوم یہ عام ہے۔ جیسے حضرت ابن عمرؓ نے شجرہ کی پہلی کو سمجھ لیا۔ اگر شبہ ہو کہ مصنف کا مقصد اگر فضیلت ثابت کرنا ہے تو وہ یہاں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی اور چیز مقصود ہے تو وہ کیلئے تو کہا جائے گا کہ فہم بھی کلی مشکوک ہے۔ حدیث سن یعنی نو عمری فقہ علم کو مستلزم نہیں۔ اور کبر سن یعنی عمر رسیدہ ہونا فوراً علم کو مستلزم نہیں تو یہاں اختلاف فہم کو بیان کرنا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہاں سے علم کی فضیلت ہی بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن مصنف کے صنائع میں سے اعتبار بھی ہوتا ہے۔ اس کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ کہ امام بخاریؒ کا مقصد علم کی فضیلت بیان کرنا ہے چنانچہ حدیث طویل سے علم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ یہاں سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ عطا فرمانے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور کوئی نہیں لیکن صرف اس پر اعتماد کر کے نہ بیٹھو بلکہ اپنی کوشش اور فہم سے کام لینا بھی ضروری ہے تو گویا یہ پہلے باب کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ اور شراح کی رائے یہ ہے کہ اس سے فہم علم کی ترغیب بیان کرنی مقصود ہے۔ اور یہ کہ طالب علم کو مطالعہ کرنا چاہیے۔ اور قوت مطالعہ بڑھانی چاہیے لیکن میرے رائے کچھ اور ہے۔ وہ یہ کہ مصنفؒ یہاں سے مطالعہ کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ ہر علم کی مناسبات دیکھو اور غور کرو اور مطالعہ کرتے وقت اد پر نیچے سب طرف نظر رکھو۔ چنانچہ اس باب میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلد کا سوال فرمایا کہ ایسا درخت بتلاؤ جس میں فلاں فلاں خصوصیت ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حجاز (گری) کھا رہے تھے۔ تو ابن عمرؓ نے حجاز کو دیکھ کر خلد سمجھ لیا۔ حجاز کھجور کے تنے کو کھود کر اس کے اندر سے جو برادہ سفید نکلتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں یہ لذیذ بہت ہوتا ہے

باب الرُّغْبَا ط فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ وَقَالَ عُمَرُو تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تَسْقُدُوا وَقَالَ
أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبَعْدَ أَنْ تَسْقُدُوا وَقَدْ تَعَلَّمُوا أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ كِبَرٍ يَسْتَبْهَتُ -

ترجمہ، علم اور دانش میں رشک کرنے کے بدلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سردار بننے سے پہلے دین میں سمجھ پیدا کرو۔ امام بخاری ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ بالوں کی سیاہی کے دور کے بعد بھی علم حاصل کرو۔ چنانچہ نبی اکرم صلم کے صحابہ کرام اور عمر رسیدہ بزرگوں کے بعد بھی علم سیکھنے رہے۔
حدیث نمبر ۷۲۷۷ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الثَّمَلِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَا لَا فَنَسَطَهُ عَلَى هَلَكَةٍ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَيَقْضِيهَا بِيَدَيْهِمَا - (المحدث)
ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم نے فرمایا کہ حسد نہیں کرنا چاہیے مگر دو آدمیوں پر ایک تو وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس کو راہِ حق میں خرچ کرنے کا غلبہ بھی دیا ہے دوسرا وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم و دانش عطا فرمایا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ اعتباط غبط سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی نعمت کے حصول کی تمنا کرنا۔ بغیر نعم علیہ سے نعمت کے ازالہ کے۔ اگر ازالہ نعمت کی تمنا ہو۔ تو وہ حسد ہوگا۔ غبط جائز ہے، حسد ناجائز ہے۔ لا تحاسدوا ولا تبأغضوا ارشاد نبوی ص ہے لا حسد الا فی اثنتین سے معلوم ہوتا ہے کہ دو چیزوں میں حسد جائز ہے۔ دولت اور علم میں حالانکہ یہ دونوں مہتمم بالشان ہیں۔ پھر حسد کی کیسے اجازت دی گئی۔ اس لئے ایک جماعت کہتی ہے کہ حسد کے معنی اس جگہ غبط کے ہیں۔ اور بعض حضرات نے کہا کہ لو جاز الحسد فجاء فی اثنتین لَمَّا كُنَا يَخْزِي فِيهِمَا خَلِيفَتُهُمَا سِوَاهُمَا یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو ان دو میں جائز ہوتا جب ان دو چیزوں میں جائز نہیں تو ماسوا میں کیسے جائز ہوگا جیسے لا شؤم الا فی الثلاث و ہاں بھی یہی معنی ہیں کہ اگر شؤم ہوتا تو ان تین چیزوں میں ہوتا جب ان میں نہیں ہے تو اور میں کیسے ہوگا۔ تو مصنفؒ پر جو اعتراض ہوتا تھا کہ روایت ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں کیونکہ روایت میں حسد کا ذکر ہے تو کہا جائے گا کہ کبھی مصنفؒ کا مقصد ترجمۃ الباب سے حدیث کے معنی کو

واضح کرنا ہوتا ہے۔ لہذا یہاں حد سے غبطہ مراد ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ روایت میں حکمت کا تذکرہ ہے علم کا نہیں ہے۔ تو مصنفؒ نے علم کا ذکر کر کے حکمت کا اس پر عطف کر دیا کہ حکمت علم کا ایک نوع ہے۔ عطف الخاص علی العام کے طریقہ پر اس کا ذکر کر دیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ علم ایسی مرغوب فیہ چیز ہے کہ اس میں غبطہ کی اجازت دی گئی ہے تو اس کے لئے کوئی وقت متعین نہ ہونا چاہیے۔ لیکن مصنفؒ حضرت عمرؓ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ تَفَقَّهُوا خَلِدَ ان تَسُودُوا یعنی سردار بننے سے پہلے تفقہ پیدا کرو۔ سردار بن جانے کے بعد فراغت نہیں ہے۔

بھول گئے کھیل کود بھول گئے جھکڑی ، نین چنیزیں یاد رہیں لون تیل لکڑی
لیکن حضرت عمرؓ کا یہ فرمان صبر کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ بعد التوسید بھی تفقہ حاصل کرو کیونکہ سیادت کے لئے علم ضروری ہے۔ جاہل کی سیادت بربادی کا باعث ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حد کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کے زوال کو چاہنا اور غبطہ کہتے ہیں دوسرے کی نعمت کا مثل طلب کرنے کو بغیر اس کے کہ زوال کی تمنا کرے یہ ترجمہ یا تو شارح ہے کیونکہ حدیث میں لا حسد الا فی التنبین کا لفظ وارد ہے تو امام بخاریؒ نے باب سے تنبیہ فرمادی اور شرح فرمادی کہ حد سے مراد غبطہ ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ مصنفؒ تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ علم میں بھی رشک کرنا چاہیے اپنے سے ادنیٰ والوں پر تو گویا قابل رشک علم و حکمت ہے۔ نہ کہ یہ دنیا کی چیزیں یہ نہیں کہ فلاں کا کرتا اچھا ہے۔ اور میرا نہیں بلکہ علم و حکمت قابل غبطہ و رشک ہیں نیز احادیث میں چونکہ حکمت کا لفظ آیا ہے تو مصنفؒ نے باب میں اغتباط فی العلم بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ حکمت کی تفسیر علم ہے۔ وَخَالَ عَمْرُوهُ مطلب یہ ہے کہ بڑے اور سردار بننے سے پہلے فقہت حاصل کر لو۔ اس لئے کہ بڑے ہونے کے بعد علم حلدی حاصل نہیں ہو ہو سکتا۔ اور عوائق و موانع علم حاصل کرنے سے روک دیں گے۔ اب چونکہ اس قول سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ سیادت کے بعد علم حاصل نہ کرے۔ تو امام بخاریؒ نے بطور دفع مقدر کے فرمایا قَالَ ابو عبد اللہ بعد ان تَسُودُوا یعنی اگر بڑا ہو جائے۔ تو بھی علم و قرآن کو ضرور حاصل کرنا چاہیے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے کیرسن میں علم سیکھا جب کہ وہ اپنے گھروں کے مالک و مہدار ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی اس کا بہترین اور اعلیٰ وقت سردار بننے سے پہلے ہے۔ اس اثر کی مناسبت ترجمہ سے یہ ہے کہ جو شخص سردار بننے سے تفقہ حاصل کرتا ہے۔ اس میں غبطہ کیا جاتا ہے۔

رجل اتاہ اللہ ماؤا الحق ایک آدمی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو مال عطا فرمایا ہے۔ پھر اس کو اس کے ہلاک کرنے پر مسلط فرمادیا۔ ہلاک کرنے پر مسلط فرمادینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمع کر کے نہیں رکھتا بلکہ اس کو طرق خیر میں خرچ کرتا ہے۔ ہمارے مشائخ اور بزرگوں کا یہی رویہ رہا ہے کہ وہ جمع نہیں فرماتے تھے بلکہ جو آیا خرچ کر دیا۔ بڑے حضرت رائے پوریؒ یعنی حضرت شاہ عہد الرحیم صاحب اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر کی طریقہ یہ رہا کہ جو آتا پس اس کو دے ڈالتے تھے۔ پھر کہیں سے کچھ آجاتا تو فرماتے یہ دوسرا آگیا اس کو بھی خرچ کر دیتے۔ میرے والد صاحب مفروض بہت تھے۔ اگر کہیں سے روپے آجالتے۔ تو اس کو قرض خواہوں کو دے دیتے اگر پیسے وغیرہ ہوتے تو وہ بچوں کو دے دیتے اور فرمایا کہ تے تھے جی نہیں چاہتا کہ اس مصیبت کو لے کر سوؤں اور میرے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے ایک بار فرمایا کہ بکریوں کی تجارت کروں گا۔ سنت ہے چنانچہ بکریاں خرید کر مضاربہ بڑے دیں کچھ دنوں بعد جب میں دلی گیا۔ تو فرمایا کہ بکریاں تو مر گئیں ان لوگوں کے ہاتھ میں روپیہ رکنا ہی نہ تھا۔ یہ قدرت کی طرف سے تھا۔ سٹطہ کی ضمیر رجل کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور علیٰ ہلکتہ کی ضمیر مال کی طرف راجع ہے۔

قال سفیان حدثنی اسماعیل بن سفیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان بن ابی خالد نے زہری کی سند سے بیان نہیں کیا۔ بلکہ دوسری سند سے بیان فرمایا ہے۔ زہری تو روایت کرتے ہیں عن سالم عن ابن عمر اور زہری کی یہ روایت مرقاۃ جلد ثانی میں کتاب کے ختم پر آئے گی کیونکہ یہ کتاب مرقاۃ پر ختم ہے اور اسماعیل بن ابی خالد نقل کرتے ہیں قیس بن ابی حازم عن عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ غرض اس سند کے بتلانے سے یہ ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے ہمیں جس طریقہ سے حدیث سنائی وہ غیر ہے امام زہری کے طریقہ سے یعنی یہ سند اور ہے۔ زہری والی سند اور ہے۔ اور یہ تنبیہ اس لئے فرمائی تاکہ کوئی مختلف سندیں دیکھ کر اضطراب کا شبہ نہ کرنے لگے۔

باب مَا ذُكِرَ فِي ذَهَابِ مُوسَى فِي الْبَحْرِ إِلَى الْخَضِرِ وَقَوْلِهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ أَتَىكَ عَلَىٰ أَنْ تَعْلَمَنِي الْآيَةَ۔

ترجمہ، جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف بحری سفر اختیار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ کیا آپ کے ساتھ اس شرط پر چل سکتا ہوں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اس سے مجھے بھی سکھلائیں۔

حدیث نمبر ۲۸۲: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَرْثُومٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى
هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَبِيصَةَ ابْنِ جَهْمٍ الْفُزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْهُ هُوَ مَوْصُوفُ
فَمَرَّ بِهِمَا ابْنُ بَنِي كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنْ نَاوِ صَاحِبِي هَذَا فِي
صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَى لُقْيَمٍ هَلْ سَمِعْتَ الشَّيْءَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ الشَّيْءَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي
مَكْدُو مِنْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوسَى
لَا فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدٌ مَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللَّهُ لَهُ
الْحُمُوتَ آيَةً وَفِيلٌ لَهُ إِذَا افْقَدَتْ الْحُمُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتَّبِعُ
أَثَرُ الْحُمُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذَا أَوْبَيْنَا إِلَى الصُّخْرَةِ فَإِنِّي
نَسِيتُ الْحُمُوتَ وَمَا أَسْلَيْتُهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَكَ قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْتَغِي فَأَرْتَدَّا
عَلَى أَثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمْ مَا قَصَّ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بارے
میں ان کا عرب بن حسن فزاری سے جھگڑا ہوا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں پس
حضرت ابی بن کعبؓ کا ان دونوں کے پاس سے گذر ہوا جن کو حضرت ابن عباسؓ نے بلا کر فرمایا کہ میں اور
میرے اس ساتھی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ساتھی کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی ملاقات کھتے
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے راستہ دریافت فرمایا۔ تو کیا آپ نے آنحضرت نبی اکرم صلیم سے
اس کے بارے میں کوئی حال سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے جناب نبی اکرم صلیم سے سنا کہ ایک
مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں دغظ فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے ان سے دریافت
کیا کہ آپ کو کسی ایسے آدمی کا علم ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو انہوں نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے
موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارا ایک بندہ خضر علیہ السلام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ
سے ان تک پہنچنے کا طریقہ دریافت کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لئے نشانی مقرر فرمایا۔ کہ جب
آپ مچھلی کو گم پائیں تو اس کے نشان پر آپ چلے جائیں تو ان سے آپ کی ملاقات ہو جائے گی چنانچہ
وہ سمندر میں مچھلی کے نشان پر چل پڑے تو موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نوح جو ان نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے عرض کی جب ہم پتھر کے پاس آرام کر رہے تھے تو میں مچھلی کے متعلق بتانا بھول گیا یہ شیطان کی کاروائی ہے کہ اس نے مجھے آپ سے ذکر کرنا بھلوا دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا مقصود تھا چنانچہ وہ لٹے پاؤں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے اور حضرت علیہ السلام کو ہالیا پھر ان کا حال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ مسند نے کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جگہ پر خطبہ دیا جس کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ لوگ لٹے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ سے زیادہ بھی کوئی عالم موجود ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں ہے چونکہ یہ قول تکبر اور انانیت کی طرف متوجہ تھا اگرچہ واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے اعتبار سے علم اناس تھے۔ مگر بارگاہ ایزدی میں کسی کی انانیت پسند نہیں چنانچہ عرب کا مشہور مقولہ ہے من قال انا وقع فی الحنا جس نے میں کہا وہ مشقت میں پڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود کبر اسن ہونے کے تسوید کے بعد بھی علم سیکھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جلتے ہیں۔ جن کو مجمع البحرین کے متعلق حکم کیا گیا تھا۔ جبکہ بحرین کی تعبیر میں اختلاف ہے، بہر حال حضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعلیم پانے کے لئے بحری سفر اختیار فرمایا۔ ملاقات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اندک لن تستطیع معی صبرا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی معاملہ میں میں آپ کی حکم عدولی اور نافرمانی نہیں کروں گا۔ لا اعصی لک امرا چنانچہ مقولہ ہے کہ شیخ ظاہر کے سامنے چرانہ کہنا چراگاہ کو جانلہ سے اور شیخ باطن کے سامنے چرا کہنا چراگاہ کو جانلہ ہے۔

بجئے سجادہ رنگین کن گرت پیرے مغاں گوید کہ ساکب بے خبر بود ز راہ و رسم منزلہا
لیکن پیر مغاں وہ ہے جو شریعت اور طریقت کا جامع ہو۔ اگرچہ حضرت خضر علیہ السلام کے نینوں لافٹ ظاہر شریعت کے خلاف تھے مگر پیر مغاں کراتا تھا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سکوت و صبر نہ فرمایا کیونکہ یہ ظاہر شریعت کے پورے پابند تھے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام شریعت اور طریقت دونوں جلتے تھے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک طالب علم کو پانچ روپے دے کر حرام کاری کے لئے بھیجا تھا۔ درحقیقت وہ عورت اس کی زوجہ تھی۔ فی البحر الی الخضر اپنے حقیقی معنی پر نہیں

کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر کے شروع میں سمندر کے کنارے پر تھے اور فی البحر اس بنا پر کہا گیا کیونکہ بعض سفر بحر میں ہوا ہے۔ قسمینہ الجزء باسما الکحل کے طور پر تمام سفر کو بحری سفر کہا گیا دوسری توجیہ یہ ہے کہ اطلاق المسبب علی السبب کے طور پر ہے کہ بڑی سفر بحری سفر کا سبب بنا۔ تیسری توجیہ مجاز بالحذف کی ہے، اہی ذہاب موسیٰ فی جانب البحر و جنب البحر چوتھی توجیہ یہ ہے کہ ای معی کے ہے کہ ذہاب موسیٰ فی البحر مع الخضر یا نخویں توجیہ یہ ہے کہ حرف عطف کو محذوف مانا جائے ذہاب موسیٰ فی البحر الی الخضر اس میں بہت زیادہ کم تکلف ہے تو سفر بحری اور سفر الی الخضر دو چیزیں ثابت ہوئیں۔ علم کی طلب میں سفر کرنا خصوصاً بحری سفر تو نہایت شاق ہوتا ہے۔ ایک بدوی کہتا ہے گوز شتر سمک کی سیج سے بہتر ہے۔ اور آنحضرت صلم فرماتے ہیں کہ لا یرکیا لبحر الا حاح او معتمر او غار یعنی بحری سفر یا حاجی کرے گا یا عمرہ کرنے والا یا اسلام کا تازی جہاد کرنے والا غرض کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عمر رسیدہ ہو کر پھر بھی طلب علم کے لئے اوالعزم بن جاتے ہیں آپ کی عمر مبارک اسی نوے کے درمیان تھی۔ ترجمہ میں هل اتبعك علی ان تعلمی سے یہ بتلانا ہے کہ ہمیں بحر کے سفر کا جواز یا کسی بڑے کی ملاقات کرنے کے لئے جانے کو ثابت نہیں کرنا بلکہ امم سابقہ کے واقعات سے یہ استدلال کیا ہے کہ طلب علم کے لئے کبرسنی کی حالت میں نکلنا بھی جائز ہے۔ امم سابقہ کے واقعات تب قابل استدلال ہیں جب وہ ہماری شرعی احکام کے معارض نہ ہوں اس وقت ان سے استدلال صحیح ہے بصفتہ تو اس میں زیادہ توسع کے قابل ہیں۔ تمنازی ہو وحر بن قیس فوجد عبد من عبادنا میں ان کا جھگڑا تھا کہ وہ عبد کون تھے۔ حضرت ابن عباسؓ عبد سے حضرت خضر علیہ السلام مراد لیتے ہیں۔ اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے کہ وہ نبی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے قبل بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہو چکے تھے حضرت خضر علیہ السلام نے آب حیات نوش فرمایا تھا۔ اور آپ کے غسل کے وقت حجر سے جو آواز آئی کہ آپ بنی اکرم صلم کو اپنے کپڑوں میں غسل دو ننگا نہ کرو۔ وہ آواز حضرت خضر علیہ السلام کی تھی۔ بعض حضرات ان کو اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ آنحضرت صلم دجال کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ دجال جب مدینہ کے قریب جبل عیر کے قریب پہنچے گا تو ایک شخص اس کے کذاب ہونے کی خبر دے گا۔ وہ خضر علیہ السلام ہوں گے چنانچہ ایک جماعت کہتی ہے کہ خضر علیہ السلام آج بھی موجود ہیں اور اس وقت بھی موجود ہوں گے۔ صوفیاء کی کتب میں ہے کہ کئی مرتبہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سمندری مدوجز کا انتظام

ان کے سپرد ہے۔ اس ضمن میں حضرت ایکس علیہ السلام کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ باطنی انتظام ہے۔ الغرض صوفیاء کرام تو حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ اور علماء کی ایک جماعت بھی یہی کہتی ہے، تکنونیات میں ان کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھا ہوا ہے اور تشریحات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم فائق ہے۔ علماء کی ایک جماعت حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کی قائل ہے چنانچہ مصنفؒ بھی اس کو کہہ رہے ہیں۔ مگر استدلال میں کوئی صریح بات ذکر نہیں فرمائی۔ کیونکہ بعض راتوں میں آپ نے فرمایا کہ سو برس کے بعد وہ عہد فوت ہو جائے گا۔ تو گویا وہ عہد نبوی میں موجود تھے۔ اب نہیں ہیں۔ لیکن قائلین حیات کہتے ہیں کہ مومن ہو علی ظہور اللہ سے کون سی ارض مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ الارض ہیں الف لام عہد کلمہ ہے۔ اور اس سے ارض عرب مراد ہے اور حضرت خضر علیہ السلام ممکن ہے کہ اس وقت حضرت خضر موجود نہ ہوں۔ اگر عام ارض بھی ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام بحر میں ہوں۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مومن ہوا لہ میں مکت سے وہ نفوس مراد ہوں۔ جن کو لوگ جانتے پہچانتے ہیں۔ اور مومن ہوتے حضرت خضر مراد نہ ہوں۔ کیونکہ یہ معروف نہ تھے۔ فی صاحب موسیٰ الخ۔ دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ سے ایک داعی نوفل کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے جس میں اذقال موسیٰ سے موسیٰ بنی اسرائیل مراد ہیں یا کوئی اور موسیٰ مراد ہے جس پر انہوں نے فرمایا کہ کذب عدداً اللہ سمعت ابی بن کعب الخ اس واقعہ کو امام بخاریؒ نقل فرمائیں گے۔ بنی اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے اور یعقوب ان کا لقب ہے۔ ان کے بارہ بیٹے تھے جن کے لئے حضرت اسحاق علیہ السلام نے دما کی تھی جس کی بدولت ان کے بہت سے اسباط مرنے جن کی بشارت حضرت اسحاق علیہ السلام کو دی گئی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ فانطلقا حتی اذا کباب الخ اس آیت پاک کا تقاضا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ دونوں ایک ساتھ سمندر میں سوار ہوئے اور یہی مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ ملے۔ تو ان سے کہا کہ مجھے علم سکھائیے اس پر حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ لیکن عہد و پیمان کر کے چلے دریا کے کنارے چلتے رہے۔ ایک کشتی جا رہی تھی، اس کشتی والوں نے حضرت خضرؑ کو پہچان کر بلا کر یہ سوار کر لیا۔ جب کشتی چلنے لگی تو حضرت خضرؑ نے اس کو توڑنا شروع کر دیا۔ الغرض اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات ساتھ سوار ہو کر سمندر میں چلے۔ لیکن امام بخاریؒ باب باندھ رہے ہیں۔ کہ فی ذہاب موسیٰ الخ اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں ہو کر حضرت خضرؑ کی طرف چلے اور پھر ان سے ملاقات کی۔ اس کی توجیہات ذکر ہو چکی ہیں۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ

کے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کے متعلق بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنے ساتھی کے ساتھ چلے تو چلتے ہوئے ایک جھوٹا ساتھ لے آیا تھا جس میں ایک بھٹی ہوئی مچھلی تھی مچھلی کو ذکرِ سمندر میں چلی گئی۔ اور بطور معجزہ وہاں ایک طاقتور بن گیا۔ بیدار ہونے کے بعد جب پورا واقعہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تم تو بھی تلاش کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس طاقتور میں داخل ہو کر حضرت خضر کے پاس پہنچے اس تقریر سے ذہاب موسیٰ فی البحر الحجازی المختصر ٹھیک ہو گیا۔ اب ترجمہ الباب کی غرض کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ چونکہ صحابہ کرام کے دور میں طلب علم کے لئے سفر کی عادت نہ تھی اس لئے اس کا اثبات فرماتے ہیں۔ لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اس کے لئے مستقل باب الخروج فی طلب العلم کا ترجمہ منعقد فرماتے گئے۔ چنانچہ اس اعتراض سے بچنے کے لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ غرض ترجمہ خروج فی البحر لطیف العلم کے جواز کو بیان کرنا ہے۔ اور آنے والے باب سے خروج فی البحر کو بیان کرنا ہے مگر اس توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ سمندر کا سفر مشقت کا سفر ہے۔ بنسبتہ خشکی کے سفر کے جب سمندری سفر کا جواز ثابت ہو گیا تو خروج فی البحر بطریق اولیٰ ثابت ہو گا مولانا کی اپنی توجیہ یہ ہے کہ ابو داؤد کی روایت کے مطابق لا یمکب البحر الحجاج او معتمر او غاذا فی سبیل اللہ رکوب بھی کا جواز سوائے حل معتمر اور غازی کے نہیں معلوم ہوتا اس لئے امام بخاریؒ نے اس کے عموم کو مقید کرنے یا اس سے مستثنیٰ کرنے یا اس پر رد کرنے کو یہ باب باندھا اور میری اس رائے کی تائید اس سے ہوئی ہے کہ امام بخاریؒ کتاب البیوع میں باب باندھا ہے۔ باب البیعة فی البحر تو امام بخاریؒ کو جہاں جہاں اس کے خلاف روایات ملیں وہاں وہاں اس کے عموم کو مقید فرمایا یا استثناء فرما دیا۔ اور بعض علماء نے غرض یہ بیان فرمائی کہ علم حاصل کرنے میں جو مشقت اور تکالیف آئیں ان کو برداشت کرنا چاہیے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تکالیف برداشت کیں اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے قبل مصنف نے قال ابو عبد اللہ کہہ کر یہ فرمایا تھا کہ سردار بننے کے بعد مجھے بے فکر ہو کر نہ بیٹھنا چاہیے۔ بلکہ تعلیم حاصل کرے تو اس کی تائید اس باب سے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت یعنی سرداری کے مل جانے کے باوجود کلیم اللہ اور نبی مرسل اور دیگر خصوصیات کے حضرت خضرؑ سے علم حاصل کرنے کے لئے شریف ہو گئے۔ جن کی نبوت میں بھی اختلاف ہے۔ ہل اتبعك الامام بخاریؒ نے ساری سورت میں سے یہ آیت منتخب کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر صرف علم حاصل کرنے کے لئے تھا۔ ملاقات وغیرہ کے لئے نہیں تھا۔ انہ تمارى هو و البحر بن خلیس حضرت

عبداللہ بن عباس اور عربین قیس دونوں صحابی ہیں ان دونوں میں اس بات پر جھگڑا ہوا کہ حضرت موسیٰؑ جس کے پاس گئے تھے وہ کون تھے حضرت خضرؑ تھے یا کوئی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہ ہو سکا یہاں اس روایت میں تو اس طرح ہے مگر بخاری شریف ص ۱۷۱ جلد اول پر اس طرح ہے ان نوافل البکالی یترجموا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ فوغل بکالی اس کا انکار کر رہا تھا کہ اتنا بڑا نبی بھی خضر سے علم حاصل کرنے چاہئے گا۔ لہذا وہ کوئی اور موسیٰ ہو گا۔ لیکن اس روایت کے باب کے اخیر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا ہوا۔ تم نے تنبیہ اس لئے کر دی تاکہ خلیجان نہ ہو۔ یہ دونوں دو قہتے ہیں یہاں ابن عباس سے جھگڑا کرنے والے یہ عربین قیس ہیں اور وہاں یہ بات کہنے والے نوافل بکالی تھے۔ خلاصہ اس مضمون کا یہ ہوا کہ بعینہ یہ حدیث ص ۱۷۱ پر آ رہی ہے۔ وہاں بھی ان دونوں صاحبوں کے درمیان مناظرہ ہے۔ لیکن وہاں مناظرہ حضرت خضرؑ کے ہونے یا نہ ہونے کے متعلق نہیں بلکہ مناظرہ حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ہے کہ یہ کون سے موسیٰ ہیں۔

قال موسیٰ لا الخ جب حضرت موسیٰؑ سے یہ سوال ہوا کہ آپ اپنے سے زیادہ کسی کو عالم جانتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نبی تھے۔ ظاہر ہے کہ نبی کا علم اور دوسرے زیادہ ہوا کرتا ہے۔ لیکن چونکہ انانیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ تواضع پسند ہے اس لئے عتاب ہوا بلی عبدنا محمد الخ ہاں ہمارا بندہ خضرؑم سے اعلم ہے۔ اور اس سے مواضع جزئیات ہیں۔ اہل علم کو علم کی قدر ہوتی ہے اور پھر انبیاء علیہم السلام کو بہت ہی ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰؑ نے درخواست کی کہ حضرت خضرؑ سے ملیں گے ان کو طریقہ بتا گیا۔ ابی بیان ہو چکا کہ انانیت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس پسند نہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے۔ وہ یہ کہ الکبریاں ذاتی کے مطابق کبریاں اللہ تعالیٰ کی ذات میں ہے۔ وہاں پستی نہیں ہے وہاں عظمت ہی عظمت ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں جو چیز نہیں ملتی اس کی بڑی قدر ہوتی ہے اس لئے تواضع کی وہاں بڑی قدر ہے چونکہ وہاں علوی اور عظمت ہی عظمت ہے اس لئے اس کی کوئی قدر نہیں جو اللہ کے لئے اپنے آپ کو ذلیل سمجھے اس کو اللہ اور بلند فرما دیتے ہیں۔ مَن فواضع لله رفعہ اللہ کا یہی مطلب ہے۔

فكان موسیٰ علیہ السلام یہ قصہ مختصر ہے دوسری جگہ تفصیل آنے لگی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِي الْكِتَابَ الخ

حدیث نمبر ۷۳، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ ۖ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ۖ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ۖ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب قرآن پاک سکھا دے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ علم کے لئے صرف طلب ظاہری کافی نہیں بلکہ اس کے لئے باطنی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ کہ بزرگوں سے دعا بھی کرائی جلتے جیسے آپ نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے دعا فرمائی جس کی بدولت وہ رئیس المفسرین اور جبر الامتہ بن گئے۔ سچ ہے ۔

نہ کتابوں سے ہے نہ کالج کے در سے ہے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا (مرتب)

تشریح از شیخ زکریا شراح کے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ چونکہ باب سابق کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا عربی نہیں پر غلبہ ہونا معلوم ہوا۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اس غلبہ کی علت کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہوا۔ اور مشائخ کی رائے یہ ہے کہ باب سابق کی روایت سے غلبہ ابن عباسؓ معلوم ہوا تو حضرت امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ محض ذہانت پر اعتماد نہ کرے اور محنت پر بھروسہ نہ رکھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے اور میری رلے ان سب کے ساتھ یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ غلبہ ابن عباسؓ کی طرف اشارہ ہے۔ اور دعاؤں کی ترغیب ہے۔ مگر امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ابن عباسؓ کے لئے کیوں کی؟ اس کی علت اور سبب کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ ایک ماحذہ دنا کرم صلی اللہ علیہ وسلم استیجا کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے استیجا کے لئے لوٹا بھر کے رکھ دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ کس نے رکھا ہے۔ بتلایا گیا کہ یہ ابن عباسؓ نے رکھا ہے۔ اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دما دی اللہم فتمہ فی الدین لے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔ یہ حدیث ص ۲۱۱ باب وضع الماء عند الخلد میں آرہی ہے تو امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ یہ دعا خدمت کی وجہ سے تھی۔ لہذا مشائخ کی خدمت کرنا چاہیے۔ اور اگر ادلیا اور بزرگوں کی دعا لینا چاہتے ہو تو ان کی خوب خدمت کرو۔ اور یہ اصول موضوعہ میں سے ہے کہ استاد کی خدمت اس کا احترام وغیرہ علم میں برکت کا سبب ہوتا ہے اور نافرمانی وغیرہ علم میں کمی کا باعث ہے۔ اور الدین کا احترام وسعت رزق کا باعث

ہے۔ اور عدم استرام موجب تگنی رزق ہے۔

ہر کہ خدمت کرداد مخدوم شد۔

باب مَنَى يَصِيحُ سَمَاعُ الْقَهْنِ بِيْر۔

حدیث نمبر ۴۴، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ الْخَمْدَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَكْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ اَتَانِ وَقَاتَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَوْتُ الْاِخْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِمَنْحَى إِلَى غَيْرِ جَدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصُّفِّ وَادْرَسْتُ الْاَتَانِ تَوَقَّعُ فَقَدْ خَلْتُ فِي الصُّفِّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں گدسیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں بلوغ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اور آنحضرتؐ معلوم منی کے مقام پر بغیر دیوار کے سترو کے نماز پڑھا رہے تھے۔ تو میں ایک صف نماز کے سامنے سے گزر گیا۔ اور گدسیا کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور نماز کی صف میں داخل ہو گیا۔ میرے اس عمل کو آنحضرتؐ معلوم نے برانہ منایا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اور روایت اور تبلیغ کے وقت بلوغ کا ہونا شرط ہے اس پر سب کا اتفاق ہے البتہ تحمل روایت کی حالت میں اختلاف ہے۔ اکثر حضرات کے نزدیک یہی ہے کہ اگر نمیز اور بلوغ ہے تو تحمل روایت صحیح ہے۔ اگر بلوغ نہیں اور نمیز ہے۔ تو بلوغ کے بعد اس کی اس روایت کا اعتبار ہوگا بصحت ۲۷ اس جگہ صاف بات نہیں کہتے ہیں۔ اتان کا لفظ مونث کے لئے آتا ہے حمار کا لفظ عام ہے مذکر و مونث دونوں کے لئے الی غیر جدار ای الی سنۃ غیب جدار اس سے معلوم ہوا کہ ہر نمازی کے سامنے سترو کا ہونا ضروری نہیں۔ سترو امام سب کے لئے کافی ہے۔ بہر حال یہ حکم اور اس کا تحمل قبل البلوغ ہو رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سماع حجتی معتبر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ مسئلہ یہ ہے کہ تعلیم و تدریس تو بعد البلوغ معتبر ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ کس زمانے کی روایات بیان کر سکتے ہیں۔ یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین کی جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحمل کے لئے بلوغ یا مراحقہ شرط ہے ان کا استدلال قدما ہزت الاختلام والی روایت سے ہے اور حضرت امام احمدؒ کی رائے ہے کہ حجتی معین کا تحمل صحیح ہے اور امام احمدؒ سے اس بارے میں پانچ سال کا بچہ منقول ہے مادامیکہ تیسری جماعت کی رائے ہے کہ پانچ سال میں نمیز کا ہونا کہیں کہیں ہوتا ہے۔ در نہ قاعدہ اکثری یہ ہے کہ سات

سال میں تمیز ہوتی ہے۔ اسی لئے امر بالصلوٰۃ سات سال کی عمر میں فرمایا ہے۔ لہذا سات سال والے کا تحمل متبر ہوگا۔ اور جن علماء کی رائے یہ ہے کہ عزلی لڑکے کے لئے چار سال اور عجمیوں میں سات سال کیونکہ اہل عرب کا حافظہ قوی ہوتا ہے اور وہ چار سال میں اچھی طرح تحمل کر سکتے ہیں بخلاف اہل عجم کے۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر کسی ایک قول کو ترجیح نہیں دی بلکہ باب کی پہلی حدیث قدسناہرت الاختلاف یحییٰ بن سعید کی تائید میں ذکر فرمائی ہے اور دوسری حدیث وانا ابن خمس سنین امام احمدؒ کی تائید ہے۔ حضرت مولانا گلوہیؒ کا ارشاد ہے کہ تحمل کے لئے تو کوئی شرط نہیں۔ لیکن سماع کے لئے ادراک کی شرط ہے۔

حدیث نمبر ۵۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بُوْسَعٍ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةً كَحُجَّتِ وَحُجَّتِ وَأَنَا بِنْتُ خَمْسٍ سِنِينَ مِنْ دَلُو ترجمہ، حضرت محمد بن الزبیرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کلی کا پانی یاد ہے جو آپ نے دُول سے لے کر میرے منہ میں مارا تھا جبکہ میں پانچ سال کی عمر کا تھا۔ تشریح از شیخ مدنیؒ چونکہ آپ کے اس عمل سے ان کو تکلیف پہنچی تھی۔ اس لئے انہوں نے اسے یاد رکھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ بھی ثابت ہوا کہ کلی کا پانی ناپاک نہیں ہر حال روایت سے یہ معلوم ہوا کہ تحمل کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ البتہ ادراک روایت کے وقت بلوغ شرط ہے۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو مستند جبکہ مثلاً کتاب السنہ۔ قطع الصلوٰۃ، مودعین یدی المصنف وغیرہ میں ذکر فرما کر مختلف مسائل ثابت فرمائیں گے۔

باب الْخُرُوجِ فِي طَلَبِ الْوَلَدِ وَحَلِّ حَبَابِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَيْسٍ فِي حَدِيثٍ وَاحِدٍ۔

ترجمہ، تلاش علم کے لئے سفر کرنا اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مہینہ بھر کا سفر حضرت عبد اللہ بن امیہؓ کی طرف محض ایک حدیث سننے کے لئے اختیار کیا۔

حدیث نمبر ۵۷۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَالَى هُوَ وَالْخُرُوجُ كَيْسٍ بِنِ حَضْرَةِ الْفَرَادِ فِي صَاحِبِ مُؤَلَّى قَمَرٍ يَمَّا أَفَى بَنُو كَعْبٍ قَدَعَا ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَانِي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُؤَلَّى الَّذِي سَأَلَ السَّيِّدَ إِلَى نُقَيْمٍ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ أَفَى نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَكَدٍ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِذْ جَاءَهُ
رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوسَى لَا فَا وَحَى اللّٰهُ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدُنَا
خَضِرٌ قَسَمَ السَّبِيلَ إِلَى لِقَائِهِمْ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً وَخَيَّلَ لَهُ إِذَا افْتَدَتْ الْحُوتُ
كَافِرٌ جَعَلَ فَا مِنْكَ سَلَفًا فَكَانَ مُوسَى يَتَّبِعُ أَثَرُ الْحُوتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتَى مُوسَى يُمُوسَى
أَنْتَ نَبِيٌّ إِذَا وَبَّكَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَكُنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ
قَالَ مُوسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَفْعُ فَارْتَدَّا عَلَى أَثَرِهَا فَصَمًّا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا
مَا قَصَّ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا اور مر بن قیس قراری کا صاحب موسیٰ کے بارے
میں اختلاف ہوا۔ اچانک حضرت ابی بن کعبؓ کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ میں نے ان کو بلا کر عرض کیا کہ میرا
اور میرے اس ساتھی کا صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف ہوا جن سے ملاقات کے لئے حضرت
موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ راستہ دریافت کیا تھا کیا آپ نے اس بارے میں آنحضرت رسول اللہ صلیم سے کچھ سنا ہے
انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے جناب رسول اللہ صلیم سے ان کے بارے میں سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا کہ
کیا آپ اپنے سے زیادہ علم والے کو جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں میرے سے اعلم کوئی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے
آپ کی طرف وحی بھیجی کہ کیوں نہیں میرا ایک بندہ خضر علیہ السلام اعلم ہے تو ان سے ملاقات کا راستہ دریافت
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پھلی کو نشانی قرار دیا کہ جب پھلی گم ہو جائے تو آپ واپس لوٹیں عنقریب آپ کی ان سے
ملاقات ہو جائے گی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر میں پھلی کا نشان تلاش کرنے لگے جس پر موسیٰ علیہ السلام
کے شاگرد نوجوان یوشع علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے جب ہم ایک پتھر کے
پاس آرام کر رہے تھے، تو پھلی کو بھول گیا۔ اور یہ پھلی کا ذکر مبلوا دینا شیطان کی

کارگزاری ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو ہمارا منزل مقصود تھا جس کو ہم طلب کر رہے تھے چنانچہ
یہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے اور خضر علیہ السلام کو پایا۔ اِنی قصہ ان کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں
بیان فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی "مصنف" اس باب سے طلب علم کے لئے سفر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ آپؐ

سفر کو قطع نہ ہونے والا تھا اور لا تشد الرحال الا الى ثلث اور یہ بھی آپ نے فرمایا کہ حاجت پوری ہونے کے بعد فوراً گھر واپس آنا چاہیے۔ حضرت جابرؓ نے یحشر اللہ العباد والی روایت کو آپ سے بلا واسطہ نہیں سنا تھا۔ اور ہی اہل مدینہ کو یاد تھی۔ صرف حضرت عبداللہ بن امیئہؓ کو یاد تھی جس کے لئے شدہ رحال کے انہوں نے دمشق کا سفر اختیار کیا۔

یتبع اثرا الحوت الخ اس میں اختلاف ہے کہ اتباع الثر حوت کہاں ہوا ہے۔ آیا صحرہ کے بعد یا ابتداء میں روایت سے آفری صورت معلوم ہوتی ہے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ یتبع اثرا الحوت لدی الرجوع فی الصحیحۃ یعنی واپسی پر جبکہ صحرہ کے پاس پہنچے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اتباع اثرا حوت زنبیل میں تھا اور فی البحر کے معنی من جانب البحر کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ ہر وقت زنبیل میں دیکھتے تھے اور پیچھے لگنے کے معنی خیال کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب میں امام بخاریؒ نے یہ بتلایا ہے کہ صحابہ کرام علم اناس تھے، انحضرت صلعم سے علم حاصل کئے ہوئے تھے۔ اور دیگر صفات کے باوجود ایک ایک حدیث کے لئے لئے لمبے لمبے سفر کرتے تھے الیٰ حضرت۔ تو معلوم ہوا کہ طلب علم کے لئے سفر کرنا مندوب ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوچ کرنے کا ذکر ہے۔ تو اس حدیث سے یہ ثابت فرما دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تحصیل علم کی خاطر اپنے مقام سے نکلے ہیں۔

باب فَضْلٍ مِّنْ عَلَوٍ وَعِلْمٍ

حدیث نمبر ۶۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَاتَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قِيلَتِ الْمَاءُ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَّا وَالْعُثْبُ الْكَثِيرُ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَاوِبٌ أُمْسَكَتِ الْمَاءَ فَفَضَّ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَتَوَبُّوا وَاسْتَمَرُّوا وَرَعُوا وَأَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلًّا فَذَا لَكَ مَثَلٌ مِّنْ فَضْلِهِ فِي التَّوْبَةِ وَنَفْعِهِ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعِلَوٌ وَعِلْمٌ وَمَثَلٌ مِّنْ كَوْبٍ يَرْفَعُ يَدَكَ رَأْسًا وَلَوْ يَقْبَلُ هُدًى لِّلَّهِ الْكَذِبُ أُرْسِلْتُ بِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يُسْمَقُ عَنْ أَبِي أَسَمَةَ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قِيلَتِ الْمَاءُ قَاعٌ يَعْلُوهُ الْمَاءُ وَالْغَيْثُ يَصْفُ الْمُسْتَرْحَى مِنَ الْأَرْضِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہدایت اور علم وحی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس کثیر بارش کی طرح ہے۔ جو ایک زمین کو پہنچی جو صاف ستھری ہے کہ اس نے پانی کو قبول کر لیا۔ بہت سی خشک اور تر گھاٹیں کو آگایا۔ اور بعض زمینیں ایسی سخت ہیں کہ اس نے پانی کو تو روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا کہ انہوں نے خود بھی پانی پیدا دوسروں کو پلایا اور کھیتی باڑی میں بھی لگایا۔ اور بارش زمین کے ایک دوسرے ایسے حصہ کو پہنچی جو ٹھیل میدان ہے کہ نہ اس نے پانی کو روکا اور نہ ہی گھاس آگائی۔ پس یہ مثال اس شخص کی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دین میں سمجھ پیدا کی۔ اور اللہ تعالیٰ جو علم و ہدیٰ مجھے دے کر بھیجا ہے اس سے نفع پہنچایا کہ خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور اس شخص کی مثال جس نے اس علم کی طرف سر بھی نہیں اٹھایا۔ اور نہ ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول کیا جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ امام بخاری ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد حضرت اسحاق نے حضرت ابواسامہ سے نقل کیا ہے کہ اس زمین میں سے ایک ٹکڑا ایسا چٹیل بھی ہے جس پر پانی چڑھ گیا۔ اور قرآن میں قاعاً صفاً صفاً کے یہی معنی ہیں صفصف ہموار زمین کو کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی ”زمین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک وہ زمین جو کھیتی کے قابل ہو کہ اس کھیتی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور دوسری وہ جس سے کھیتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ شور زمین ہے۔ پھر جو زمین کھیتی کے قابل ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو سہل اور نرم ہوتی ہے۔ جو پانی کو چوس لیتی ہے۔ پھر اس سے کھیتی باڑی آگتی ہے۔ اور دوسری زمین وہ ہے جو سخت ہے۔ پانی کو چوستی نہیں البتہ پانی کو محفوظ کر لیتی ہے جانور انسان چرند، پرند اس سے پانی پیتے ہیں۔ اور کھیتی بھی سیراب کرتے ہیں۔ اس طرح اہل علم کی بھی تین حالتیں ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے احادیث کو سنا اور استخراج مسائل کیا جیسے مجتہدین بظاہر یہ استخراج مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک ایک روایت سے سینکڑوں مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ دوسرا اہل علم کا وہ طبقہ ہے جو استخراج کی قوت تو نہیں رکھتا مگر احادیث کو محفوظ کر لیا۔ مجتہدین اس سے استخراج کر لیں گے جیسے محدثین کی جماعت اور تیسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے علم نبوی کو نہ تو جذب کیا اور نہ محفوظ کیا بلکہ علو نبوی کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ جیسے امراء، جہلاء اور کفار یہاں مثال کو مثل لہ کے ساتھ بالکل مطابقت ہے کہ زمین کی تین قسم ہیں اسی طرح اہل علم کی بھی تین قسم ہیں۔ خطیہ وہ زمین جو شور نہ ہو بلکہ طیبہ ہو۔ کلاؤ گھاس کو کہتے ہیں خواہ وہ

ترہو یا خشک اور عشب تر گھاس کو کہتے ہیں قیعان قاع کی جمع ہے۔ وہ سخت زمین جس پر پانی نہ ٹھہر سکے۔ یہ زمین اپنے اندر گرگڑھانہ ہونے کی وجہ سے پانی کو نہیں روک سکتی اور اپنے میں شیرینی نہ ہونے کی وجہ سے انبات نہیں ہوتا۔ اس پر اثر نکال ہے کہ مثل اور مثل لہ میں تین چیزیں ہونی چاہئیں، جب زمین کی تین قسمیں ہیں اور آپ اپنے لئے ہوتے علم کو زمین سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جب مثل کی تین قسمیں ہیں تو مثل لہ کی دو قسمیں کیوں ذکر کی گئیں۔ تو تعلیم کی صورت یہ ہے کہ درحقیقت مثل اور مثل لہ دو ہیں۔ آپ نے کمثل الخیت الکثیر کا مقابل منہا اجادب فرمایا ہے اور غیث کثیر کی دوسری قسم منہا نفیۃ قبلت الماء اور مثل لہ بھی دو ہیں ایک منفع اللہ بھا اور دوسرا اجادب تو نفیۃ کا مقابل اجادب ہوا۔ اور مثل لہ بھی دو قسم ہیں غایۃ مافی الیاب مثل لہ کی دو قسموں کی ایک قسم کر لی گئی یعنی نرم زمین ہے جو پانی چوس لیتی ہے اور دوسری سخت زمین ہے جو پانی کو نہیں چوستی اور اصاب ارض کے مقابل اصاب منہا طائفہ اخوی ہے یعنی قیعان ہے۔ لفظ اصاب کا اعادہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ارض نافعہ کا مقابل قیعان ہے۔ یعنی ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنہوں نے ہدایت کو قبول کیا۔ اور بعض نے قبول نہ کیا۔ لفظ اصاب اور مثل کا کمر لانا تقسیم ثنائی پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر پہلی تقسیم کی تشیل سے کوئی بحث نہیں، دوسری تو حبیہ یہ ہے کہ تقسیم ثلاثی ہے۔ کہ غیر قیعان کی دو قسمیں ہیں۔ اور قیعان تیسری قسم ہے۔ اب مثل لہ میں مقوڑی سی تقریر کرنی پڑے گی کہ نفعہ بما بعثنی اللہ الخ میں داؤ وغیرہ کو بعد مثل کے محذوف مانا جائے گا۔ قاع یجلوہ الماء مصنف کا طریقہ ہے کہ کوئی لفظ قرآنی روایت کے مطابق آجائے۔ تو روایت سے اس کی تفسیر کر دیتے ہیں۔ قاعا صہ صفا کی تفسیر اس قیعان سے کر دی۔ کہ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ تعلم کی فضیلت مسلم اور علم کے فضائل تسلیم مگر بقائے علم تعلیم سے ہوتا ہے۔ لوگو یا اس باب سے تعلیم کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ مثل ما بعثنی اللہ الخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعہ عالم اور غیر عالم کے فرق کو سمجھایا ہے کہ جو علم و ہدایت میں لے کر آیا ہوں اس کی مثال کثیر بارش کی سی ہے جب نازل ہوتی ہے۔ تو تین طرح کی زمینوں پر پڑتی ہے ایک تو وہ زمین جس میں فرماہٹ اور زری بہت ہے کہ بارش ہوئی۔ اس نے پانی پھوس لیا۔ اور پھر گھاس سبزہ پھل پھول اگلنے یہ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی مثال ہے کہ ان لوگوں نے احادیث کو پی لیا پھر اصول و فروع کے پھل پھول اگلے۔ اور مسائل کے پیل بوٹے لگاتے اب ان سے حدیث کا سوال ہی نہ کرنا چاہیے انہوں

تو سب کچھ پہلے سامنے سنوار کر رکھ دیا اور ترتیب دے دی۔ اور دوسری زمین وہ ہے جو نرم تو نہیں بلکہ سخت ہے۔ مگر اس میں نشیب و فراز ہے جیسے تالاب وغیرہ کہ اس میں پانی جمع ہو گیا۔ لوگ اس سے منتفع ہوتے۔ یہ مثال محدثین کی ہے۔ کہ وہ احادیث کے ذخائر جمع کر دیتے ہیں۔ اور مجتہدین ان کو لے کر اور پی کر مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ جیسے امام بخاری وغیرہ اور غیری زمین ایسی ہے کہ نہ تو پانی چوس کر چل پھول اگا قی ہے اور نہ ہی پانی روکتی ہے۔ بلکہ چٹیل میدان ہے۔ یہ ان دونوں کے علاوہ کی مثال ہے۔ یعنی اس شخص کی جو نہ خود علم حدیث میں مشغول ہوا۔ اور نہ علم کو پھیلا یا۔ اب آگے چل کر روایت میں اختصار ہو گیا۔ کہ حدیث میں مشتبہ کی صرف دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک قسم وہ جس کو فکاں متھا نفیقہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ جس کو مثل من لعمریہ وقع بذاتک راسا سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ مشتبہ ہر کی طرح یہاں بھی تین انواع کا ذکر ہونا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر افادہ اور استفادہ تھا۔ اس لئے پہلی دو قسموں کو سمجھنے جس نے پانی پی لیا اور جس نے جمع کیا دونوں کو ایک شمار کر لیا۔ کیونکہ یہ دونوں قسمیں نافع ہونے میں برابر ہیں اس لئے کہ علمی بارش سے دونوں سیراب ہیں اگرچہ نفع کی نوعیت مختلف ہے۔ اور یہ تیسری زمین ہے چونکہ کوئی نفع نہیں دیا اس لئے اس کے ساتھ ان لوگوں کو تشبیہ دی۔ جن سے کوئی افادہ اور استفادہ نہیں اور یہ لوگ کافر و جاہل ہیں لہذا اب اعتراض منفع ہو گیا۔ کہ جانب مشتبہ میں تین چیزیں اور جانب مشتبہ بہ میں صرف دو ہیں۔

قال ابو عبد اللہ یہاں سے امام بخاری اختلاف روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں قیلت یا لیباً التختانیہ ہے اور دوسری روایت میں قیلت باللبا الموحد قی ہے دونوں کے ایک معنی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قیلت البعید اما کہ اونٹ نے پانی پیا تو قیلت کے معنی پانی پینے کے ہیں۔ وہی یہاں قیلت سے مراد ہے۔ والصنف المستوی من الارض امام بخاری جس طرح حافظ حدیث ہیں خوش قسمتی سے اس سے کہیں زیادہ حافظ قرآن ہیں اور آپ کی عادت مسترہ ہے کہ جب کوئی لفظ حدیث میں آجائے یا اور کہیں آجائے اور اسی کے ساتھ وہ لفظ کہیں قرآن شریف میں بھی آیا ہو۔ تو امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں اور اس جدید لغت کے معنی اور مفہوم سمجھا دیتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ جیسے مجھے قرآن پاک حفظ ہے تو دوسرے پڑھنے والے بھی ایسے ہی حافظ ہوں گے اس لئے صرف اس لفظ کو جس کی تفسیر کرنا ہوتی ہے ذکر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث باب میں قیام کا لفظ آیا ہے۔ اور اس کا واحد قاع

ہے۔ اور قرآن شریف میں آتا ہے وید رہا قاعاً صفتاً اس لئے امام بخاریؒ نے اولاً قاع کی تفسیر بعلوہ الماء سے فرمائی۔ کہ جس پر پانی نہ رکتا ہو بلکہ گزریا جاتا ہو۔ چونکہ صفت بھی آیت میں مذکور ہے اس لئے اس کی تفسیر بھی فرمادی کہ المستوی من الارض ہموار زمین

باب رَفَعَ الْعُلُوهَ وَظَهَّرَ الْجَهْلَ وَقَالَ رَبِّعَةُ لَا يَفْبَحِي لِأَحَدٍ عِنْدَ شَيْءٍ
مِنَ الْعُلُوهِ أَنْ يَضْبَعَ نَفْسَهُ

ترجمہ، علم کے اٹھ جانے اور جہالت کے غلبہ میں اور حضرت ربیعہؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس علم کا کوئی حصہ ہو تو اسے لائق نہیں کہ اپنے آپ کو ضائع کرے۔

حدیث نمبر ۸۶۷۰ كُنَّا عِصْرًا بَيْنَ مَيْسِرَةَ الْخَمْرِ وَالْأَمْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيُثْبِتَ الْجَهْلُ وَتُشْرِبَ الْخَمْرُ وَيُظْهِرَ الْإِنْسَانُ تَرْجَمَ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم دین اٹھ جائے گا اور جہالت قرار پکڑے گی اور شراب پی جانے لگی اور زنا کا غلبہ ہو جائے گا۔
تشریح از شیخ مدنیؒ رفع علم کا ذکر کیا گیا حالانکہ کتاب العلم ہے دوسرے اس کا کوئی حکم بیان نہیں فرمایا تو کہا جائے گا کہ یہاں عبارت مخدوف ہے چونکہ آپؐ کا ارشاد ہے بَلْعَوْهُ تِلْكَ وَلَوْ آتَيْنَاهُ تَوْصِيفًا كَمَا مَقْصِدُ يَهْ كَبَحْنًا کہ باب افتاء العلو للعلو من رفع العلم ويطهر الجہل چونکہ جیسے فتوہ بھی زمانہ علامات قیامت میں سے ہے ایسے رفع علم اور ظہور جہل بھی علامات ساعۃ میں سے ہے۔ لہذا ارتفاع علم کو روکنا چاہیے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو حضرت ربیعہؒ نے کہا کہ علم کی تبلیغ کرو۔ اور علم کو ظاہر کرو۔ مستغفراً کا مقصد و خبر دینا نہیں ہے کیونکہ اس کو تو کتاب الفتن میں بیان کیا جائے گا یہاں دغبتہ الی العلم مقصود ہے۔ اور یہ کہنا ہے کہ جہاں تک ہو سکے رفع علم کو روکو۔ اور ان کے نہ ہونے میں کوشش کرو۔ ہماری جدوجہد یہ ہونی چاہیے کہ زنا ظاہر نہ ہو۔ اگر ظاہر ہو جائے تو ہمارا قلب فارغ ہوگا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپؐ نے تین چیزوں کی برکت کی دعا فرمائی تھی کثرت مال کثرت عمر اور کثرت اولاد۔ حضرت انسؓ کو اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کی گنتی معلوم نہ تھی۔ ان کی بیٹی نے ان کی وفات سے چالیس دن پہلے خبر دی کہ ایک سوتیں مر چکے ہیں۔ اور اس سے زائد باقی ہیں۔ الخ

حدیث نمبر ۸۶۷۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ كُنَّا عِصْرًا بَيْنَ مَيْسِرَةَ الْخَمْرِ وَالْأَمْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ تَوَانُ يَتَرَلَّ

الْعَوْنُ وَيُطَهِّرُ الْجَمْلُ وَيُطَهِّرُ الْبُزْدَا وَتَكْفُرُ النِّسَاءُ وَيَقِلُّ لِرَجَالٍ حَتَّى يَكُونَ لِلْمُحْسِنِينَ
امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ بیان کروں جو میرے بعد تمہیں کوئی
ہنیں بیان کرے گا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے
کہ علم کم ہو جائے گا اور زنا کا بھی غلبہ ہوگا۔ عورتیں بہت ہو جائیں گی اور مرد قھوٹے ہوں گے یہاں تک کہ
پچاس عورتوں کے لئے ایک ہی مشغول ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی ”تکثر النساء کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ قتل و قتال بہت ہوگا
مرد لوگ قتل کر دیئے جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی اور جن نے کہا تکثر النساء کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں
کثرت سے ہوں گی جی ان کا توالد کثرت سے ہوگا۔ اور رجال کا توالد قلیل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لڑکے
اور لڑکی کا نکاح جلدی سے نہ کیا۔ ہر ایک اپنی شہوت کو نہیں روک سکتا۔ جلتی کریں گے۔ اغلام بازی ہوگی زنا
کی کثرت ہوگی جس سے قوت رجولیت کم ہو جاتی ہے جب بدیز نکاح کیا تو عورت اپنی قوت پر فخری اس کی
منی غالب آئے گی تو لڑکی پیدا ہوگی جس سے کثرت نسا ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا، چونکہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں یہ بتلایا تھا کہ بقاء علم تعلیم سے ہوتا ہے تو
اب یہاں بقاء وہ مشہورہ بضد ہاتھ تبتین الاشیاء بطور توضیح کے فرماتے ہیں۔ کہ بقاء علم اس وقت
ہوگا جبکہ اس کے موانع کو رفع کر دیا جائے۔ اور ظہور جہل اور رفع علم سے بچا جائے۔ لیکن میرا اپنا خیال
یہ ہے کہ اگر اس باب کو پہلے باب کا مکملہ نہادیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ وہاں تو فضیلت علم و تعلیم
بیان کی تھی۔ اب یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تعلیم نہایت ضروری ہے ورنہ علم اٹھ جائے گا۔ اور قیامت قائم
ہو جائے گی۔

قال ربيعة لا ينبغي لاحد الا اضاغت نفسك بل في علمك چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ تعلیم و
تدریس نہ کرے اس سے وہ علم ضائع ہو جائے گا۔ کیونکہ علم تدریس سے باقی رہتا ہے۔ اور اضاغت علم میں
اضاعت نفس ہے۔ اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اگر صاحب فضل و کمال ہو۔ تو اس کو اپنا
فضل ظاہر کرنا چاہیے۔ یہ نہ چاہیے کہ غلط تواضع اختیار کرے کہ میں تو خیر فقیر ہوں مجھے کچھ نہیں آتا اور
لوگ اس کے قول پر اعتماد کر کے اس سے تعلیم نہ حاصل کریں۔ بلکہ ان سے کہنا چاہیے کہ مجھ سے بخاری پڑھو

اور تیسرا قول یہ ہے کہ میرے نزدیک زیادہ راجح ہے کہ اہل علم کو چاہیے کہ وہ اپنے کو زرخیز نہ سمجھیں اور تنخواہوں پر نہ مریں۔ کہ اگر تنخواہ نہ ہو تو تعلیم ہی چھوڑ دیں بلکہ تعلیم و تدریس اللہ کے لئے ہو۔ اور تنخواہ یہ سمجھ کر لے کہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ کفاف کے لئے لیتا ہوں اگر تم دنیا کو مٹھو کر مارو گے تو یہ دنیا خود تمہارا قدموں میں آکر رہے گی۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ ایسوں کے سامنے علم بیان کرے جو ان کے اہل نہ ہوں اور ان کو نہ سمجھ سکیں۔ تو گویا یہ خود علم کو ضائع کر رہے۔ یہ تو جیہ اگرچہ اس مقام کے مناسب نہیں لیکن اس عبارت کا یہ اچھا مطلب ہے اور پانچواں قول یہ ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے۔ کیونکہ دس بارہ سال میں حاصل ہونے والے علم کو ضائع کر دینا اپنے آپ کو ضائع کر دینا ہے۔ دوسری حدیث میں لا احد نکح الخ یہ جملہ اکثر جگہ آجاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ہی ایک حدیث کو تم سے بیان کر دوں گا۔ اور کسی کو یہ حدیث معلوم نہیں تاکہ وہ بیان کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے میرے بعد یہاں بصرہ میں کوئی سمحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان نہیں کرے گا۔ اور اس کے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت صرف چند صحابہ ادھر ادھر رہ گئے تھے۔ اور بصرہ میں ان کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ کیونکہ یہ آخر ہم مونا بالبصرہ ہیں یعنی بصرہ میں صحابہ کر رہے آہری فوت ہونے والے صحابی ہیں۔ تکثر النساء کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لڑائیاں ہوں گی۔ رجال قتل کئے جائیں گے عورتیں رہ جائیں گی یہاں تک کہ ایک آدمی کے ذمہ بہت سی عورتیں آجائیں گی کیونکہ اعراب و اقربا سب قتل ہو جائیں گے۔ ان کے بیوی بچے سب اس کے ذمہ ہوں گے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب تک مردوں میں قوت مردی زیادہ ہوگی۔ تو مردوں کی پیدائش ہوگی لیکن بعد میں لوگوں کی آوارگی کی وجہ سے قوت مردی کمزور ہو جائیں گی۔ تو عورتوں کی پیدائش زیادہ ہوگی۔ تو گویا مردوں کی آوارگی کی طرف اشارہ ہے۔

باب فضائل العلو

حدیث نمبر ۸۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ أَخْبَرَنَا أَن بَنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا أَنَا نَافِلٌ أُتِيتُ بِقَدَحٍ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتَّى أَتَى لَارِي الرَّيْحَى يَفْرُوعُ فِي أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوْلَتْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْعِلْمُ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے اس اثنا میں کہ میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں مجھے دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ جس کو میں نے اس قدر

پہلے میں سمجھنے لگا کہ سیرابی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا پس خود حضرت عمرؓ کے خطاب کو دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آپ نے کیا تعبیر دی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔ تشریح از شیخ مدنیؒ اس جگہ فضیلت علم سے مراد زیادہ علم ہے۔ تو تکرار لازم نہ آئے گا۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے ابواب میں ملنا کی فضیلت بیان ہوئی اب نفس علم کی فضیلت بیان ہو رہی ہے۔ مگر عمدہ تو جیہ وہی ہے کہ زیادتی علم کو بیان کرنا ہے جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً نا جبر کو مزارعتہ۔ محاطات وغیرہ کے مسائل کی ضرورت نہیں جیسے آجکل کتاب الحق وغیرہ کی ضرورت نہیں ایسے ایک کتاب کی کئی جلدیں بھی زیادتی علم ہے اس کو مستفیع بیان فرماتے ہیں معنی عالم مثال میں علم دو صورت اختیار کرتا ہے۔ ثواب عطیت فضلی عمر بن الخطاب اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زائد علم دوسرے کو دے دو

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ یہاں جو حدیث مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ کا ایک پیالہ دیکھتے آپؐ نوش فرما رہے ہیں اور اتنا نوش فرمایا کہ اس کی تراوط انگلیوں تک پہنچ گئی پھر آپؐ نے بچا ہوا دودھ حضرت عمرؓ کو دے دیا۔ اب باب کے متعلق بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ اصل باب تو یہی ہے اور جو کتاب کے شروع میں آیا تھا۔ وہ کتاب کی غلطی سے لکھا گیا۔ اور یہاں روایت بھی ہے۔ لہذا محکوم نہیں ہے۔ علامہ مدنیؒ فرماتے ہیں کہ دو جگہ فضل فضیلت کے معنی میں ہے۔ مگر اول باب میں فضیلت ملتا اور اس باب سے فضیلت علم ثابت فرمائی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد یہ ہے کہ وہاں فضیلت کلیہ معنی اور یہاں فضیلت جزئیہ بیان کرنی مقصود ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ وہاں فضل فضیلت کے معنی میں ہے اور یہاں فضل اور زائد کے معنی میں ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ اول کتاب میں جو فضل آیا ہے اس سے فضل معنی الفضیلتہ مراد ہے اور یہاں زیادتی اور بہتات کے معنی میں ہے۔ اب جب کہ یہاں فضل سے زیادتی اور بہتات مراد لی گئی ہے۔ تو پھر علماء قائلین بمعنی الزیادۃ کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہاں فضل کے مصدری معنی مراد ہیں یعنی زیادہ ہونا اس وقت باب فضل العلم کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہر چیز میں قناعت محمود ہے۔ مگر علم میں محمود نہیں۔ بلکہ اس کو خوب زیادہ حاصل کرنا چاہیے۔ جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جو مقوڑا سا کھانا تناول فرمانے والے تھے جب دودھ پینا شروع کیا تو اتنا پیلا کہ ناخن سے نکلنے لگا اور اس کی چکنائی کا انہماک انہماکیوں تک میں آگیا اور دودھ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے علم سے تعبیر فرمایا ہے۔ تو معلوم ہوا علم میں زیادتی مطلوب ہے اور دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ فضل بمعنی زیادہ ہے مگر یہاں مفعول کے معنی میں

ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس علم زیادہ ہو۔ تو کسی اور کو دے دے مثلاً حاجت سے زائد کتابیں ہوں تو کسی مدرسے میں دیدے کسی کو پڑھائے جیسے حضور اقدس صلی علیہ وسلم کی حاجت سے دودھ زیادہ ہوا تو حضرت عمرؓ کو دیدیا اور بعض علماء کی سائے سے کہ فضل زیادہ کے معنی یہ ہے مگر باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا ہو کہ اس کو کسی خاص علم کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ تو وہ اس سے اعراض نہ کرے۔ بلکہ اس کو حاصل کر کے دوسرے کو سکھا دے مثلاً مقعد ہے (لولا) لنگڑا کہ اس کو جہاد کرنے کی تواناقت نہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ مجھ کو جہاد تو کرنا نہیں تو پھر جہاد کا علم سیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا نہ کرے بلکہ سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ اسی طرح عتاق کا مسئلہ ہندوستان و پاکستان میں کہ یہاں تو اس کی ضرورت نہیں کیونکہ ترقیق مبینی غلام بنانا قانوناً بند ہے مگر یہ سوچ کر کہ یہاں کیا ضرورت ہے ایسا نہ کرے۔ بلکہ سیکھے اور دوسروں کو سکھا دے ممکن ہے کہ آئندہ کام آجائے اس باب کی پانچ وجوہ ہو گئیں ایک تو وہی شراح والی کہ اصلی یہی باب ہے۔ دوسری علامہ مبینی کی تفسیری حضرت لنگوہی والی جو بھی اور پانچویں کہ فضل زیارت کے معنی میں لیتے ہیں پھر ان میں دو گروہ ہیں۔

بابُ النُّتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى ظُلْمِ الدَّائِيَةِ أَوْ هَئِيْهَ مَكَ

حدیث نمبر ۸۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ اَلْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِثْلِ لَنَّا مِنْ يَمِيْنًا لَّنُوْنَهُ فَنَجَّأُوْا رَجُلًا فَقَالَ لَعَنَّا شَعْرًا فَكَلَّمْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اَذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَنَجَّأُوْا اُخْرًا فَقَالَ لَعَنَّا شَعْرًا فَكَلَّمْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اَذْبَحْ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ شَيْءٍ قَدِمَ وَلَا اُخْرًا قَالَ اَلْعَدَنُ وَلَا حَرَجَ۔ (الحدیث)

ترجمہ باب، جانور وغیرہ کی پیٹھ پر سوار ہو کر فتویٰ دینا۔

ترجمہ حدیث، حضرت عبداللہ بن عمر دین العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کے لئے منیٰ میں طہر گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے چنانچہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ حضرت مجھے علم نہیں تھا۔ کہ میں نے قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ آپ نے اس پر فرمایا کہ ذبح کر دو کوئی حرج نہیں ہے۔ دوسرے نے آکر کہا کہ بے علمی میں میں نے لنگریاں مارنے سے پہلے قربانی کو ذبح کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ لنگری پھینکو کوئی حرج نہیں۔ غرضیکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ آگے پیچھے ہو گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ گدرد کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ منی، علوم کے نشر کے وقت اور فتویٰ دینے کے وقت وقار اور عزت سے رہنا چاہیے یا ہر حالت میں فتویٰ دیا جائے تو مصنف فرماتے ہیں کہ فتویٰ دینے کے لئے کسی مکان، زمان اور ہیئت کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر حالت میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسک حج کی تقدیم و تاخیر کے متعلق پوچھا جاتا ہے آپ ناظر پر سوار تھے اسی حالت میں جواب دیا

تشریح از شیخ زکریا اس باب کی کیا غرض ہے، بعض علما کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی ذی علم راستہ میں چلا جا رہا ہے یا سوار ہو تو لوگوں کو اس سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے اور بعض کہ رائے ہے کہ امام بخاریؒ مفتی کو تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس سے اس حال میں مسئلہ پوچھے کہ وہ سوار ہو کر کہیں جا رہا ہو تو مسئلہ بتلا دینا چاہیے اور بعض شراح کی رائے ہے کہ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ علم کو وقار اور سکینہ کے ساتھ سکھانا چاہیے۔ ایسے راستہ چلتے ہوئے فتویٰ نہ دے تو امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ اگر اتنی شرط لگاؤ گے تو بااوقات مسئلہ ہی معلوم نہ ہو سکے گا اور میری رائے یہ ہے کہ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے جو شکوۃ شریف میں بھی درج ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور پر سوار ہونے کی حالت میں بات چیت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ اگر کسی کو بات کرنی ہو تو اتر کر کرے تاکہ اتنی دیر جانور آرام کرے۔ تو حضرت امام بخاریؒ اس سے اس صورت کو مستثنیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ پوچھے اور اس سوال و جواب میں کچھ دیر لگ جائے تو اس میں کوئی عرج نہیں اور بعض علما کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے قضا و افتا میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قاضی اگر راستے چلتے ہوئے فیصلہ کوٹے تو وہ معتبر نہ ہوگا بلکہ اس کو دارالقضا میں فیصلہ کرنا ضروری ہے بخلاف فتویٰ کے کہ وہ جائز ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف فی حجة الوطاع الخ

اب یہاں سوال یہ ہے کہ ترجمہ روایت کے کس جز سے ثابت ہوا کیونکہ وقوف سے تو وقوف علی الدابة لازم نہیں آتا۔ اور روایت میں وقوف علی الدابة کا کہیں ذکر نہیں۔ اس لئے بعض علما کی رائے تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے ترجمہ کے دو جز تھے۔ ایک وقوف علی الدابة اور دوسرا وغیرھا تو یہاں پر دوسرا جز اوغیرھا ثابت ہو گیا۔ اور جز اول کو قیاساً ثابت فرما دیا۔ مگر بعض شراح کی رائے یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ تفسیر اخفان بھی کہتے ہیں۔ وہ نہیں محدث بنانا چاہتے ہیں اور تمہارے اندر قوت مطالعہ بیدار کرنا چاہتے ہیں چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث کے اندر وقف عام ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے وقف علی الدابة مراد ہو یا وقف علی غیر الدابة تو گویا عموم سے استدلال کیا گیا۔ ان سب جوابوں کے بعد مل جواب

یہ ہے کہ بخاری میں ۲۳۲ پر یہی حدیث پھر آرہی ہے۔ اور وہاں وقفہ ناقتہ پر راجعہ آیا ہے تو امام بخاری نے یہاں روایت مختصر ذکر فرمائی ہے ورنہ وقفہ سے یہاں بھی وقفہ لے لیا ہوتا۔

باب مَنَ أَجَابَ الْفَتْيَا بِإِسْهَادِ الْيَدِ وَالْمَرْءِ مِنْ

ترجمہ اس شخص کے بارے میں جو فتویٰ کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۸۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِي حُجَّتِهِ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَدْعِيَ قَالَ فَأَوْ مَا يَدِيدُ قَالَ وَلَا حَرَجَ وَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْكُرَ فَأَوْ مَا يَدِيدُ وَلَا حَرَجَ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے حج کے دوران چھایا گیا کہ میں نے نکلے لکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے اور کہا کہ میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا ہے۔ تو آپ نے بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ کوئی حرج ہے۔

تشریح از شیخ مثنیٰ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر فعل کو تین مرتبہ کرتے تھے ایسے آپ کے اشارہ بالبدن اور اس سے اشارہ کرنا زیادہ ایضاح کے لئے تھا تو معلوم ہوا کہ بیان کے وقت ہاتھ اور اس سے اشارہ کرنا بھی جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب کے منعقد کرنے کی دو غرضیں ہیں ایک یہ کہ چونکہ آپ کی عادت شریعہ ہمیشہ ایک بات کو تین تین مرتبہ فرمانے کی تھی اشارہ بالبدن اس کے خلاف ہے تو یہاں سے اس کا جواز اور ثبوت بیان کرنا مقصود ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ فتویٰ اور فضل کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں کہ ہاتھ اور سر کے اشارے سے نفیاًداً اثباتاً فتویٰ دینا تو جائز ہے مگر قضا میں جائز نہیں روایت وہی ہے جو گذر چکی۔

حدیث نمبر ۸۳ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَيُظْهِرُ الْجَمَلُ وَالْفَتْنُ وَيَكْتُمُ الْهُجُوحُ قَبْلَ يَأْسَؤِ اللَّهِ وَمَا الْهُجُوحُ فَقَالَ هَكَذَا يَدِيدُ فَوَفَّعَا كَأَنَّهُ مِرْيَدُ الْقَتْلِ - (الحدیث)

ترجمہ، سالم تا بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا علم اٹھایا جائے گا۔ جہالت اور فتنوں کا غلبہ ہوگا اور ہرج بہت ہوگا

کہا گیا اے اللہ کے رسول ہرج کیا چیز ہے تو آپ نے اپنے ہاتھ کو موڑتے ہوئے یا ہلاتے ہوئے اس طرح اشارہ فرمایا گویا آپ اس سے قتل مراد لیتے تھے۔
تشریحات واضح ہیں جو گد رکھی ہیں۔

حدیث نمبر ۸۴۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّيُ فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ فَإِذَا النَّاسُ نِيَامٌ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللَّهِ قُلْتُ أَيُّهَا مَا شَارَتْ بِيَأْسَهَا أَيْ تَعَصَّ فَقُمْتُ حَتَّى عَلَا فِي الْعَشِيِّ فَبَعَثْتُ أَصْبًا عَلَى رَأْسِ الْمَاءِ فَحَمَدَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَمِي عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَعَنَ كُنْ أُرَيْتَهُ إِلَّا رَأَيْتَهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَأَوْحَى إِلَيَّ أَنْتُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ مِثْلَ أَوْ قَرِيبٍ لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ يُقَالُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا التَّجَلُّلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُؤْمِنَةُ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُلُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَابْتِغَيْنَاهُ وَابْتِغَيْنَاهُ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَيُقَالُ لَهُ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا إِنَّكَ كُنْتَ لَمَوْقِنًا بِهِ وَأَمَّا الْكُفْرَانُ فَقَدْ أَوِ الْمُؤْمِنَةُ لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَنُفِطْنَاهُ.

ترجمہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمیشہ کے پاس اس وقت آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں تو میں نے پوچھا لوگ اس حال میں کیوں ہیں تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور لوگ کھڑے ہوئے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سحان اللہ پڑھا تو میں نے کہا قدرت الہی کی نشانی ہے تو انہوں نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں نشانی ہے۔ تو میں بھی غور توں کی صف میں کھڑی ہو گئی۔ یہاں تک کہ گرمی اور لمبے قیام کی وجہ سے میری ہوشی طاری ہونے لگی تو میں نے اپنے سر پر پانی پلٹا شربع کر دیا۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد اور ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھ لی حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی کہ تم اپنی قبروں میں فتنہ مسیح دجال کے مثل اس کے قریب قریب مبتلا کئے جاؤ گے کہا جائے گا۔ کہ اس رمل کے بلے میں تمہارا کیا یقین تھا۔ لیکن تو من یا موقن کا لفظ حضرت اسماء نے استعمال فرمایا مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ ان دو میں سے کون لفظ تھا۔ بہر حال وہ مرد

مومن کہے گا وہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر آئے ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی پیروی کی وہ محمد ہیں تین مرتبہ یہ کہے گا پھر جس پر کہا جائے گا تو ٹھیک ٹھاک سو جا ہمیں علامتوں سے معلوم ہو چکا تھا کہ تو اس پر یقین رکھنے والا ہے لیکن منافق یا شک کرنے والا نامعلوم حضرت اسمانے ان میں سے کون سا لفظ فرمایا۔ بہر حال وہ منافق کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا جس کو میں بھی کہتا ہوں۔

تشریح از مدنی: فاذا الناس قیام یہ جملہ معترضہ ہے اس کا تعلق اثبت عائشہ سے ہے علاقۃ الغشیٰ یہ غشی طاری ہونے کے ابتدائی لمحے تھے۔ بالکل غشی طاری نہیں ہوتی غشی جس کی وجہ سے ہوش وحواس نہیں رہتے ورنہ یہ حالت بیان نہ کرتی۔ اور یہ غشی طویل قیام اور کثرت حرک کی وجہ سے تھی فجعلت اصبت الخ اس وقت تک عمل کثیر ممنوع نہیں تھا یا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ جس سے فعل کثیر لازم نہ آئے۔ رأیتہ فی مقامی هذا اگر شبہ ہو کہ جنت اور دوزخ تو بیلۃ المعراج میں دکھلائی گئیں تھیں تو پھر حتی الجنة والنار کے کیا معنی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ رأیتہ فی الدنیا دوسری توجیہ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو آپ نے بیلۃ المعراج میں بھٹکا تھا یہاں بھٹکا دیکھ کر اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ حتی الجنة والنار جملہ محذوفہ کی غایت ہے ای رأیت الا مؤذرا لعظام حتی الجنة والنار۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جتنی چیزیں آپ نے نہیں دیکھی تھیں ان سب کو آپ نے اس مقام پر دیکھا تو ان لوگوں کا استدلال ہے جو آپ کو عالم الغیب کہتے ہیں لیکن ان کا اس سے استدلال صحیح نہیں اس لئے اس سے زیادہ سے زیادہ مرتبات کا علم ہو اموماٹ اصوات وغیرہ کا علم تو معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ عالم کل شئی ہو گئے مگر اس سے دوام اور بقا معلوم نہیں ہوتی لہذا بتا کہ چونکہ واقعہ انکس اور ادعویہ منقولہ اس عموم کی نفی کرتے ہیں چنانچہ شرح فرماتے ہیں ما اراقی اللہ الخ

فنتہ دجال یہ فتنہ بطور امتحان کے ہو گا جس میں انسان کا کامیاب ہونا خوش بخجی کی بات ہے کیونکہ دجال کے پاس آنسو سے منع فرمایا گیا۔ اس لئے کہ وہ چند امور باطنہ کا انکشاف کرے گا جن کی وجہ سے انسان متحیر ہو کر امتحان میں مبتلا ہو جائے گا۔ بھذا الرجل بعض حضرات کہتے ہیں کہ درمیانی حجاب اٹھا کر بھڑاں سوال ہو گا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہذا کارشارہ معمود فی الاذہان کی طرف ہے۔ اور وہ آپ کی

بعثت ہے تیسرا قول یہ ہے کہ ہذا الرجل کا اشارہ ان لوگوں کے لئے ہے جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔ بقیہ لوگوں سے من ربك ومن نبئك کہہ کر سوال کیا جملے گا۔ اگر یہ کہل جائے کہ ہذا الرجل کی بجائے ما علمك بمسول الله کہا جاتا تو مناسب تھا۔ ایسا نہیں کہا گیا تاکہ کہیں اس کو تلقین پر محمول نہ کر دیں کہ یہ آپ کی تعظیم کر رہا ہے۔ لہذا مجھے بھی رسول اللہ کہنا چاہیے۔ انا المتأفق او المتأفقا منافق کا ذکر تو ہوا کافر کا ذکر نہیں کیا گیا۔ جو کہ منکر ہے تو بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ کفار سے سوال نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو علانیہ انکار کرتے تھے۔ ان سے اقرار بالرسالت پر امتحان کیسے ہوگا۔ منافق چونکہ اقرار کرتے تھے۔ اس لئے ان کا امتحان ہوگا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ سوال سب ہوگا اور کافر فلا ادری کہہ کر انکار کرے گا۔ اس سلسلے واقعہ میں اشارات ثابت ہیں جن سے جواز اشارہ ثابت ہوا۔

تشریح اوشیح ذکر کیا اس حدیث امام بخاری جواز اشارہ بالبدن والراس پر استدلال فرماتے ہیں مالا نکتہ یہ حدیث موقوف ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل اس میں مروی ہے تو گویا یہ حدیث امام بخاری کی شرط کی خلاف ہوگئی اس کا جواب یہ ہے کہ ایک روایت میں آپ کا ارشاد ہے۔ انی اراکھ من خلفی تو یہاں نماز میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس معاملہ کو دیکھ لیا ہے۔ تو تقریر ثابت ہوگئی اور جس فعل پر آپ کی تقریر ثابت ہو جائے وہ معتبر اور قابل استدلال ہے۔ قلت ۳۲ یتہ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کوئی علامت حادثہ کی تو پیش نہیں آئی۔ فاشاہ برأسہا یہ اشارہ بالراس جو گیا مامن شیعی الخ یعنی اس وقت مجھ کو امام مکت کی اشیاء نظر آئیں۔ مثلاً اوخریب الخ حضرت اسماء کی شاگرد حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میری اسانی حضرت اسماء نے مثل فتنہ الدجال کہا تھا یا قریب من فتنہ الدجال کہا اور فتنہ الدجال کے قریب یا مثل ہونے سے اس لئے تشبیہ دی۔ کہ یہ فتنہ مشہور فتنہ ہے حضرت نوح جی کے زمانے سے انبیاء علیہم السلام اس فتنہ سے ڈرتے رہے ہیں۔

ما علمك بهذا الرجل اس میں اختلاف ہے کہ اس اشارہ کا اشارہ کیا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ ہذا الرجل سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور وہ فرشتہ ما علمك بحمد صلحہ کہے گا جیسا کہ بعض روایات کے الفاظ ہیں اور اس ابہام کے ساتھ اس وجہ سے کہے گا کہ وہ مقام بمقام امتحان ہے اور امتحان میں تجبیہ کیا جاتا ہے جس طرح محقق اپنے سوالات میں ابہام کیا کرتا ہے۔ اگر وہ فرشتہ یوں ہی کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں تو وہ جان ہی جائے گا اور آسانی سے جواب دے دیگا۔ اس لئے فرشتہ بات کو چھپانے گا۔ مگر چونکہ مومن جانتا ہوگا کہ یہاں بجز

ربوبیت باری اور رسالت محمدی صلیم کے اور کسی چیز کا سوال نہیں ہوتا۔ اس لئے فوراً سمجھ جائے گا۔ اور جواب دے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ عالم برزخ میں چونکہ ہر شئی سلمے ہوتی ہے۔ درمیان میں کوئی حامل نہیں ہوتا اور تمام ہرے دور کر دیتے جلتے ہیں۔ تو حضور پاک صلیم اپنے روضۂ اقدس سے نظر آئیں گے، جیسے کہ چاند اگرچہ اپنے مستقر پر ہے لیکن اسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔ اور پھر فرشتہ حضور انور صلیم کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا کہ یہ کون ہیں مسلمان جو اب دے گا کہ یہ محمد صلیم ہیں اور بعض کی رائے یہ ہے کہ شبیہ مبارک بھی نوٹو سلمے لایا جائے گا۔ اور فرشتہ اس کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا۔ ایسے تو ہر مومن نے آپ کی زیارت نہیں کی۔ لیکن قوت ایمانی کی وجہ سے اس وقت آپ کو پہچان لے گا۔ جیسے کہ خواب میں پہچان لیتا ہے، اب ٹیلیوژن نے مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور اقدس صلیم خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں جس طرح منکر نیکر اور ملک الموت قبر میں آسکتے ہیں حضور انور صلیم بھی تشریف لاسکتے ہیں اسی حال کے مناسب کسی نے کہا ہے ۔

کشتے کہ عشق دارد نگذاردت بایشان

بجنازہ گم نیائی مزار خواہی آمد

باب، تَحْرِیصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُذَ عَبْدُ الْقَيْسِ عَلَىٰ أَنْ يَحْفَظُوا
الْأَيَّامَ وَالْعِلَّةَ وَيُخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَهُمْ قَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا السَّبْعُ عَلَى
اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجَحُوا إِلَىٰ أَهْلِيكُمْ فَعَلِمُوهُمْ۔

ترجمہ، یہ باب اس لئے ہے کہ جناب نبی اکرم صلیم نے دوز عبد القیس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایمان اور علم کی حفاظت کریں۔ اور اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو جا کر اطلاع کریں۔ اور حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ ہمیں یہاں ہی اکرم صلیم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر والوں کے پاس جا کر انہیں اسلام کی تعلیم دو۔

حدیث نمبر ۸۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَتُرْجِمُهُ بَيْنَ بَنِي عَبَّادٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ وَخُذَ عَبْدُ الْقَيْسِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِنَ الرُّحَدِ أَوْ مِنَ الْقَوْمِ قَالُوا رِبِجَهُ قَالَ مَوْحِبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْقَوْمِ خَيْرٌ خَزَايَا وَلَا نَدْعِي قَالُوا إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شِقَاقِ بَعِيدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنْ كُنَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيكَ إِلَّا فِي شَهْرِ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نُخْبِرُ بِهِ مِنْ وَرَاءِ مَا خُذَ خَلْفَهُ

الْجَنَّةَ فَأَمْرُهُمْ بِأَرْبَعٍ وَفَهَا هُوَ عَنْ أَنْ يَكُونَ أَمْرُهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَا لِي بِإِيمَانٍ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَهْلَهُمْ قَالَ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَصَوْمُوا رَمَضَانَ وَتَوَلَّوْا الْخُمْسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَفَهَا مَحَبَّةُ الدُّبَاةِ وَالْحَنَنِ وَالْمَرْقَةِ قَالَ شُعْبَةُ وَرَبَّمَا قَالَ النَّعْتِيرُ وَرَبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرُ قَالَ أَحْفَظُوا وَأَخْبِرُوا مَنْ وَرَاءَكُمْ كُـ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابو جبرہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں اور حضرت ابن عباسؓ کے درمیان ترقیاتی کرتا تھا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عبد القیس کا قبیلہ کا ایک وفد جناب نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ کون سا وفد ہے کیا کون سی قوم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم قبیلہ رجبہ کے لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وفد یا قوم کما آتا مہارک ہو جو بغیر رسوائی اور شرمندگی کے حاضر ہوا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہم بہت دور سفر سے آپؐ کے پاس حاضر ہو رہے ہیں۔ ہمارے اور آپؐ کے درمیان یہ کفار منکر کا قبیلہ حامل ہے۔ بنا بریں ہم آپؐ کے پاس صرف شہر حرام میں ہی آسکتے ہیں۔ تو ہمیں اسلام کا ایک ایسا حکم فرمائیے جس کی اطلاع ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو دیں اور جس کی وجہ سے ہم جنت میں داخل ہوں تو آنحضرتؐ مسلم ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے روکا جن چار باتوں کا حکم دیا ان میں سے ایک ایمان باللہ بھی ہے۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان باللہ وحدہ کیا چیز ہے۔ انہوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز کو قائم کرنا زکوٰۃ ادا کرنا رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ مال غنیمت کا خمس ادا کرو۔ اور ان کو شراب کشید کے چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔ دبا۔ ختم، مرقہ شعبہ فرماتے ہیں کہ کبھی مرقہ کے بدلہ المنقر فرمادیا۔ آخر میں فرمایا کہ ان احکام کو محفوظ کر لو۔ اور اپنے پیچھے جانے والوں کو ان کی خبر دو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ "اگرچہ احفظوہ و اخیروہ کے حکم میں وفد عبد القیس کی تخصیص تھی مگر مصنفؒ اس کو ترجمہ میں لائے ہیں مقصد عموم ہے کہ جو کچھ تم سیکھو اسے خوب یاد کرو پھر اس کی تبلیغ کرو۔ تو اعلام اور حفظ دونوں مطلوب ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ نئے نئے مسائل متنبط کرنا امام بخاریؒ کا مقصد ہے اس لئے احادیث کمر آتی رہتی ہیں چنانچہ یہ وفد عبد القیس کی روایت پہلے بھی گزر چکی ہے بشرح حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان

فرمائی ہے کہ اس سے تبلیغ کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ کیونکہ حضور پاک صلعم نے چند باتوں کی تعلیم دے کر فرمایا
 احفظوا خیرا من درائیکو تو گویا یہ بات بنیادی کہ علم حاصل کرے تو اس کو یاد رکھے اور دوسروں
 تک پہنچائے جس طرح حضور اکرم صلعم نے وفد عبدالقیس کو دوسروں تک پہنچانے کی ترغیب دی لیکن میرے
 نزدیک یہ غرض صحیح نہیں کیونکہ یہ غرض تو بخاری میں ۳۱ پر باب یبلغ الشاهد الغائب کے ذیل میں
 آ رہی ہے بلکہ میرے نزدیک امام بخاری کی اس باب سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی پورا عالم نہ ہو اور وہ
 تبلیغ کرے تو جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلعم نے جن لوگوں کو یہ فرمایا اٰخِیْرُ مَتِّ وِ رَاثِکُوْہِ لوگ
 تمام دینی باتوں سے واقف نہ تھے۔ ان کو صرف چار باتوں کا حکم چار سے منع فرما کر اس کی تبلیغ کا حکم فرمادیا۔ لہذا
 اسکل جو لوگ تبلیغی جماعت پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ اس کے اندر اکثر جاہل ہوتے ہیں یہ کیوں تبلیغ کرتے
 ہیں اور کیسے تبلیغ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے اعتراض کا جواب خود امام بخاریؒ اس باب سے دے گئے ہیں اور
 بعض نے جو یہ غرض بتائی ہے کہ ایک دوسری حدیث بَلِّغُوا عَنِّيْ وَلَوْ اٰتٰیَتْہٗ سَ اِیْہَامٌ ہوتا تھا کہ صرف
 آیات قرآنی کی تبلیغ کی جائے۔ تو اس کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کی تبلیغ کرو خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث
 نبوی ہے۔ وہ مستقل باب کی غرض ہے جو آگے آرہا ہے۔ اور بعض مشائخ نے یہ باریکی بیان فرمائی ہے کہ
 امام بخاریؒ کی طرف سے اساتذہ کو تنبیہ ہے کہ طلباء کو حفظ کرنے پر ابھارتے رہیں۔

قال مالک بن الحویرث الخ یہ کتاب الصلوٰۃ کی ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جو حصہ یہاں کے مناسب
 تھا اسی کو ذکر فرمادیا۔ اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور اقدس صلعم کے پاس مالک بن الحویرثؒ کے
 ساتھ ایک وفد آیا۔ جب بسیں دن گزر گئے اور حضورؐ نے دیکھا کہ ہم نوجوان ہیں اور ہماری رغبت عورتوں کی
 طرف ہو گئی ہے۔ تو حضور اقدس صلعم نے ہمیں روائیگی کا حکم فرمادیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ جب نماز کا وقت آئے تو
 اذان و اقامت کہنا اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے اور یہ باتیں ان لوگوں کو سکھلاؤ جو وہاں ہیں کنت
 انزعج یہاں سے ابو جرحہؒ نے ابن عباسؓ کے پاس قیام کا سبب بیان کیا ہے۔ کہ مجھے زبانیں آتی تھیں اس لئے
 میں ضرورت کے لئے ان کے پاس رہا کرتا تھا۔

قال شعبۃ رجا قال النقیب الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے استاد ابو جرحہؒ کبھی کبھی تو صرف
 تین ہی چیزیں منعم ذباہ اور معرفت کا ذکر کیا کرتے تھے اور کلمہ ہے التقریر بلحا کہ چار چیزیں بیان کیا کرتے
 تھے۔ یعنی پہلے تین لفظ تو ہمیشہ کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی چوتھا لفظ تقریر بھی ذکر کر دیا کرتے تھے آگے شعبہ فرما

ہیں کہ رہتا قال المقتیر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مقیر کی جگہ کبھی مقیر کہہ دیا کرتے تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ گلہ ہے گا ہے منفت کے بدلہ مقیر فرمایا کرتے تھے یعنی کبھی منفت فرمادیا اور کبھی مقیر کیونکہ منفت اور مقیر کے ایک ہی معنی ہیں۔

باب المرحلۃ فی المسئلۃ التارکۃ۔

ترجمہ، باب کسی ہنگامی مسئلہ کے لئے کوچ کرنا۔

حدیث نمبر ۸۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الْإِمْلَاقِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّكَ تَزَوَّجَ ابْنَتَهُ لِحَابِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةً فَقَالَتْ رَأَيْتُ قَدْ أَرْضَعْتَ عُقْبَةَ وَابْنَتَهُ تَزَوَّجَ بِهَا قَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ أَرْضَعْتَنِي وَلَا أَخْبَرْتَنِي فَرَكَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لِمَدِينَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ ففَارَقَهَا عُقْبَةُ وَفَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابواحاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت آئی جس نے کہا کہ میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو حضرت عقبہ نے فرمایا کہ نہ تو مجھے اس کا علم ہے کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ ہی تو نے آج تک اس کی مجھے اطلاع دی۔ تو حضرت عقبہ سوار ہو کر مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ صلعم کی خدمت میں پہنچا اور سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا تم اس عورت سے کیسے عہد بتری کر سکتے ہو جس کے متعلق کہا جا چکا ہے کہ وہ تمہاری خانی بہن ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس عورت کو جدا کر دیا۔ جب حضرت عقبہ کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کر لیا۔

تشریح از شیخ مدنی ابواب سابقہ میں مطلق طلب علم کے لئے سفر کرنا ثابت ہوا تھا اس باب سے بعض ایک مسئلہ خاصہ کے لئے سفر کرنا ثابت کیا ہے۔ رضاعت کے تحقق میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حرمت نکاح کے لئے بعض ایک عورت کی شہادت کافی ہے لیکن مجہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کا یہ حکم فقہاء نہیں بلکہ دفع ادھام کے لئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مدعیہ کو نہیں بلایا گیا۔ دو کسر شہادۃ میں دو رجل یا ایک رجل کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا احکم قضائی وہی ہوگا۔ جو شہادتیں سے ہو۔ ہماری بحث اسی میں ہے حکم احتیاطی میں نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا اب تک تو فروج لطلب العلم کو بیان فرما رہے تھے کہ وہ فروج تو مطلق اور عام علم کے لئے ہوتا تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ وقتی طور پر پیش آجائے۔ اور وہاں کوئی بتلانے والا

نہ ہو تو اس کے واسطے سفر کرنا واجب ہے۔ یہ نہ سوچے کہ ایک ہی مسئلہ تو ہے۔ اس کے لئے سفر کرنے کی کیا ضرورت! اسی قدر صحت عقبہ یہ مسئلہ کتاب الرضاع اور کتاب الشہادۃ کا ہے۔ یہ روایت امام بخاریؒ وہاں ذکر فرمائی گئی مختصراً یہ کہ یہاں جو ایک عورت کی شہادت سے یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ مفارقت ہو گئی۔ تو یہ تقویٰ پر محمول ہے۔ ورنہ خفیہ کے نزدیک دو عورتیں اور ایک مرد کا شہادت میں ہونا ضروری ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار عورتوں کا ہونا کافی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے اسحاق بن راہویہ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک عورت کی شہادت کافی ہے یہ حدیث انکا مستدل ہے

فکیب الی رسول اللہ صلعمو یہاں صرف ایک مسئلہ پیش آیا۔ تو حضرت عقبہؓ حضور اکرم صلعم کے پاس اس کو معلوم کرنے کے لئے مدینہ آئے۔

باب التَّنَاقُوبِ فِي الْعِلْوِ!

یعنی علم حاصل کرنے کے لئے باری باری جاننا۔

حدیث نمبر ۸۷۷ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَعْمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَجَارٌ مِن الْأَنْصَارِ فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ وَكُنَّا تَنَاقُوبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ يَوْمًا وَنُزِلٌ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلَتْ جِئْتُهُ بِخَبَرٍ لَكَ الْيَوْمَ مِنَ الْوَحْيِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَّ مِثْلَ ذَلِكَ فَتَنَزَّلَ صَاحِبُ الْأَنْصَارِ يَوْمَ مَوْتِهِ فَضَرَبَ بَابِي صَوْبًا شَدِيدًا فَقَالَ أَتُحِبُّهُ فَفَضَرَعْتُ فَنَزَجْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ حَدَّثَ أَمْرٌ عَظِيمٌ خَدَخْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَإِذَا هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ أَطْلَقْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا أَدْرِي ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا نَائِمٌ أَطْلَقْتُ نِسَاءَكَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی جو قبیلہ بنو امیہ بن زید میں رہتا تھا۔ جو عوالی مدینہ میں سے ہے۔ اور ہم نوبت نوبت جناب رسول اللہ صلعم کے پاس آتے تھے ایک دن وہ آتا تھا اور دوسرے دن میں آتا تھا۔ جب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو میں اس دن کی خبریں وحی وغیرہ کی اس کے پاس لاتا۔ اور جب وہ آتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ چنانچہ میرا وہ انصاری ساتھی اپنی باری کے دن آیا اور میرے دروازے کو خوب زور سے بجایا۔ اور پوچھا کہ کیا وہ یہاں ہے چنانچہ

میں گھبرا گیا اور جلدی ان کے پاس آیا۔ تو اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا حادثہ پیش آیا۔ تو میں ام المؤمنین بی بی حفصہؓ اپنی بیٹی کے گھر آیا تو وہ رو رہی تھیں تو میں نے کہا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو طلاق دے دی ہے انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتی پھر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے کھڑے کھڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے فرمایا نہیں تو میں نے نعتہ تجیر اللہ اکبر بلند کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے مقصد یہ ہے کہ اگر ہر روز علمی مراکز میں حاضر ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ تو پھر بھی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ اس سے علم حاصل ہوتا رہے وہ نوبتہ مقرر کر دینا ہے جیسے حضرت عمرؓ نے کیا۔ فحدث امر عظیم ان کو خبر پہنچی تھی۔ غسان والے گھوڑوں کے نعل لگا رہے ہیں۔ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ فدخلت علی حفصہ الخ اہل مکہ کی عورتیں جہاں سے مغلوب رہتی تھیں۔ اور اہل مدینہ کی غالب رہتی تھیں ایک دن حضرت عمرؓ متذکر بیٹھے تھے تو ان کی بیوی نے کہا کہ کیوں متذکر ہو تو انہوں نے کہا کہ تم ہر کام میں دخل دیتی ہو۔ تو اس نے کہا تم تو خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو رہے ہو۔ دیکھو ازواج مطہرات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امور میں مداخلت کرتی ہیں جس سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ روایت مختصر ہے۔ روایت طویل میں اس کا ذکر آج ملے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ طلب علم فرض ہے لہذا امام بخاریؒ اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مشغول ہو تو اس کو روزانہ علم یکھنا ضروری نہیں بلکہ تناوب کر سکتا ہے۔ تو گو یا امام بخاریؒ نے تناوب کا جواز ثابت فرما دیا۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی مشغول ہو تو اس کے لئے تناوب فی العلم مستحب ہے مصل دونو کا ایک ہی ہے اور حضرت عمرؓ کا واقعہ گذر چکا ہے۔

باب الغضب فی المؤمن عظمۃ والتعلیم اذا رآی ما یکنی کا۔

ترجمہ، وعظ اور تعلیم کے وقت غضب ناک ہونا جبکہ واعظ معلم کوئی ناپسند کام دیکھے۔

حدیث نمبر ۸۸۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا أَكَادُ أَدْرِيكَ الصَّلَاةَ وَمَا يُطَوَّلُ بِنَا فُلُوكَ فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فِي مَوْعِظَةٍ أَسَدَ غَضَبًا مِنْ يَوْمٍ مِثْلِ ذَلِكَ أَيُّهَا النَّاسُ ادْكُفُوا مِنْفَرُّ وَنَ كَمَنْ صَلَّى

بِالنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمُرِيضَ وَالضَّعِيفَ وَذَلِكَ الْحَاجَةُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو مسعود انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر کہلے اللہ کے رسول میں فلاں آدمی کے نماز کو لمبا کرنے کی وجہ سے نماز کو نہیں پاسکتا۔ پس میں اسجناب نبی اکرم صلیم کو دعوے کے اندر کبھی اس دن سے زیادہ غضب ناک نہیں دیکھا چنانچہ آپ نے فرمایا اے لوگوں! کیا تم نفرت پیدا کرنے والے ہو پس جو شخص تم سے لوگوں کو نماز پڑھاتا تو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ ان میں بیمار کمزور اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: اسجناب رسول اکرم صلیم نے جب ابو موسیٰ اشعرنیؓ اور حضرت معاذ کو بین کی طرف حاکم بنا کر بھیجا تو ان کو حکم دیا یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا بَشَرًا وَلَا تَنْفَرُوا ترجمہ، آسانی کرو سختی نہ کرو۔ خوشخبری دو نفرت نہ دلاؤ۔ اس طرح ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام نے مذمہ فرمایا تو اس پر آپ نے فرمایا اِنَّمَا كُنْتُمْ بُعِثْتُمْ مَعْتَرِينَ اِنْكُمْ بَعِثْتُمْ مِيسِرِينَ کہ تم تنگی کرنے والے نہیں بھیجے گئے بلکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو۔ اس طرح ایک مرتبہ آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک اعرابی نے آپ کے اونٹ کی ہمار پکڑ کر روک لیا۔ صحابہ کرام جزبز ہونے لگے تو آپ نے نرمی کرنے کا حکم فرمایا ان واقعات سے سمجھ میں آتا ہے کہ غصہ نہیں کرنا چاہیے خصوصاً مواقع وعظ و نصیحت میں تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ مواضع مختلف ہیں بعض جگہ غصہ اور بعض جگہ نرمی کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ کے سامنے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ پیش ہوا کہ انہوں نے ایک دن نماز عشاء میں سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی تو ایک محنت کش الگ ہو کر مختصر نماز پڑھ کے چلا جاتا ہے، بعض صحابہ نے حضرت معاذ کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے اسے غل نفاق سے تعبیر کیا۔ اس محنت کش نے جب سنا تو آنحضرت صلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا اِخْتَنَانَا اَنْتَ يَا مُعَاذُ کہ اے معاذ تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنے والے ہو۔ اور نفرت دلانے والے ہو۔ نماز ہلکی پڑھا کرو۔

تشریح از شیخ زکریا یوں فرماتے ہیں کہ استاذ طلبہ سے کوئی ناگوار بات دیکھے تو اس کو تنبیہ کر دے۔ ڈانٹ دے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہاں بھی مصنفؒ کا مقصود یہ ہے کہ قضا اور فتویٰ کے درمیان فرق ہے اگر فتویٰ اور درس حالت غضب میں ہو تو جائز ہے۔ اگر قضا حالت غضب میں ہو تو جائز نہیں کیونکہ ابولود کی ایک حدیث میں آتا ہے۔ لَا يَقْضِي الْقَاضِي وَهُوَ غَضْبَانٌ کہ غصہ کی حالت قاضی فیصلہ نہ کرے اس حدیث کی بنا پر حنا بلہ کا مسلک ہے کہ قضا بجا مت غضب نافذ نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ شخص جس کے

خلاف فیصلہ ہو وہ شہود کے ذریعہ ثابت کر دے کہ فلاں قاضی یہ فیصلہ حالت غضب کلمے تو قضا باطل ہو جائے گی۔ تو امام بخاریؒ اس سے استثناء فرماتے ہیں کہ استاذ غصہ کر سکتا ہے۔ اور ڈانٹ بھی سکتا ہے اور بعض کی رائے ہے کہ تنبیہ کرنی ہے کہ استاذ کی ڈانٹ ڈپٹ حدیث یسر واولا تحسروا البشر واولا تنفروا کے خلاف نہیں ہے اور اس میں تنفیہ نہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ حضور پاک صلی علیہ وسلم کے حالات میں آتا ہے کہ غضب کرنا آپ کی شان نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ تعلیم و موعظہ کے وقت غضب کرنا آنحضرت صلی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ وہ اس کے خلاف نہیں بلکہ وہ اس خاص مصلحت کی وجہ سے ہوتا تھا۔ لا اکاد وکد الصلوٰۃ یہ کہ میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں۔ مما یطول بنا فلاں فلاں شخص کے نماز طویل کر دینے کی وجہ سے اس فلاں کے تحت بین السطور لکھا ہے۔ ہوخیل معاذ بن جبل وقیل ابی یہ دونو احتمال یہاں تو صحیح ہیں۔ کیونکہ یہاں نماز کی تعیین نہیں۔ کہ کون سی نماز کا ذکر ہے اور جن اٹاؤں میں نماز کی تعیین ہے۔ وہاں دونو احتمال نہیں ہوں گے۔ بلکہ ایک ہی متعین ہوگا۔ لہذا جہاں مغرب و عشاء کی نماز میں اطاعت کا ذکر ہو وہاں فلاں سے مراد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہیں اور جہاں اطاعت صلوٰۃ فی الحجی کا ذکر ہو۔ وہاں فلاں کے مصداق حضرت ابی بن کعب ہیں۔ اور جہاں کہیں بالا جمال اطاعت کا ذکر ہو۔ اور کسی خاص نماز کا ذکر نہ ہو۔ وہاں فلاں سے دونو مراد ہو سکتے ہیں۔ جن کو چاہے لکھ دو اس کے خلاف جو کہے وہ غلط ہے۔ یہاں بعض شرح کو دوہم ہو گیا اور کہیں کہیں علامہ قسطلانی سے بھی سبقت قلم ہو گئی کہ اس کا عکس لکھ دیا۔

حدیث نمبر ۸۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ الشَّيْخَ صَاحِبَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَنِ اللَّقْطَةِ فَقَالَ أَعْرِفُ وَكَأَنَّهُمَا أَوْ قَالَ وَعَاءَهُمَا وَعِصَامَهُمَا ثُمَّ عَرَفَهُمَا سَتَهُ ثُمَّ اسْتَمْتَعَ بِمَا فَاِنْ جَاءَهُ رُبَّمَا فَاَوْ هَلَا لَيْتَ خَالَ فَضَالَةً اِلَّا يَلِ فَعُضِبَ حَتَّى اِحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ اَوْ قَالَ اِحْمَرَّتْ وَجْهُهُ فَقَالَ مَا لَكَ وَ لَيْتَ مَعَهُمَا سِتَاؤُهُمَا وَ جَدَّاءُ مَا تَرِدُ الْبَاءُ وَ تَرَوْنِي الشَّجَرَةَ فَذَرَاهَا حَتَّى يُلْقَاهَا رُبَّمَا قَالَ فَضَالَةً اَلْعَنَمَ قَالَ لَكَ اَوْ لَا خَيْرَ اَوْ لِيْلَ لَيْتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلی علیہ وسلم سے ایک آدمی نے گری پڑی چیز کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تھیلی کے تسمے یا اس کے برتن ہیبانی

کا اعلان کر دیا اس کی زنبیل کے متعلق پوچھو اور سال بھر مجامع میں پوچھتے رہو۔ بعد ازاں اس سے نفع حاصل کرو اگر اس کے بعد اس کا مالک آجائے تو اسے اس کی امانت واپس کر دو اس نے کہا حضرت گمشدہ اونٹ کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ اس پر آپ اس قدر غصہ ہوئے کہ آپ کے دو نور خسار سرخ ہو گئے یا فرمایا کہ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا تجھے اس سے کیا کام! اس کے ساتھ اس کا پانی کا مشکیزہ ہے (بیٹ) اور اس کا کھرجو خف کا کام دیتا ہے وہ پانی کے چشموں پر دارد ہو کر پانی پی لے گا۔ اور درختوں کو پھرتا رہے گا پس اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اس کا مالک اس کو پالے گا عرض کیا تم شہدہ بکری کے متعلق کیا حکم ہے فرمایا وہ تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے ہیں

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ وہ جانور جو اپنے مالک سے گم ہو جائے۔ لفظ غیر ذی روح مال جو گم ہو جائے۔ اور لفظیہ جو ذی روح بچہ گم ہو جائے۔ آپ کے اعلان کروانے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے مجامع میں اعلان کرونا کہ مال محفوظ ہو سکے۔ بکری کی حفاظت کے بارے میں فرمایا کہ لک و لاجیہ الخ اونٹ کے بلے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ چور، ڈاکو باعتبار اکثریت کے اسے نہیں لے جاسکتا۔ یہ اپنی قوت کی وجہ سے دشمن اور حملہ آور کی زد سے بچ سکتا ہے نزد الما و ترعی الشجر ہاں اگر کسی جگہ ان کے گم ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا محفوظ کرنا بھی ضروری ہے۔ پھر اس کی بھی تعریف کرنی پڑے گی۔ لفظ کا حکم عند الامام یہ ہے کہ اپنے اوپر خرچ نہیں کر سکتا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر مالک نہ مل سکے تو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے بشرطیکہ فقیر ہو۔ الخ فلا۔

تشریح از شیخ زکریا یہ مسئلہ کتاب لفظ کا ہے۔ بحث وہاں آئے گی کہ ایک سال تعریف ضروری ہے یا نین سال ایک ماہ ایک ہفتہ کافی ہے یا کس دن ضروری ہیں لک و لاجیہ کے معنی بھی وہیں آئیں گے ثنعا مستمع میں استماع ملک نہیں ہے۔ جیسا کہ خاذھا الیہ دلالت کرتا ہے فضالۃ الابل فخصب می مقصود باب ہے اور حضور اقدس صلم کا غصہ اس وجہ سے تھا کہ اونٹ کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اور اس کی دھکی طرف مالک و لہا معما سقاؤھا و حذاھا سے اشارہ فرمایا کہتے ہیں کہ اونٹ کے پیٹ میں ایک مشک ہوتی ہے جس کو وہ پانی سے بھر لیتا ہے۔ جب اس کو پانی نہیں ملتا۔ تو وہ اس مشک سے تھوڑا تھوڑا نکال کر پیتا ہے۔ اور سات دن تک اس کو نئے پانی کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور محنت گیر جانور ہے جس کو آسانی سے قابو نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نمبر ۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الزَّعَلَوِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَتْسَاءٍ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْتِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنِ ابْنُ قَالَ أَبُو لَفْ حَدَّثَنَا عَنْهُ فَقَامَ اخْرُفَقَالَ مَنْ ابْنِ يَارَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَبُو لَفْ سَأَلْتُ مُوسَى شَيْبَةَ فَلَمَّا نَالَى عَمْرُ مَا وَفَّ وَجْهَهُ قَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا نَتَوَيْتُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم سے چند ایسی چیزوں کے متعلق سوال کیا گیا جن کو آپؐ نے پسند نہ فرمایا جب اس قسم کے سوالوں کی آپؐ پر کثرت ہوتی تو آپؐ ناراض ہوتے پھر لوگوں سے فرمایا جن چیز کے متعلق تم چاہو میرے سے سوال کرو۔ تو ایک آدمی نے کہا حضرت میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا حذافہؓ دوسرے نے اٹھ کر یہی کہا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے آپؐ نے فرمایا آپؐ شیبہ کا غلامِ سالم ہے جب حضرت عمرؓ نے آپؐ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار دیکھے تو فرمایا یا رسول اللہ ہم اللہ بلند و برتر کی طرف تو یہ کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی حضور انور صلعم سے بعض ایسی شئی کے متعلق پوچھا گیا جو نا پسندیدہ تھیں آپؐ کو غصہ آیا خصوصاً ایسی چیز کے متعلق سوال کرنا جو امت پر شاق ہے۔ جیسے آپؐ سے حج اور عمرہ کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا حج ہر سال کے لئے ہے۔

فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا کہ ہر سال کے لئے ہے تو مشقت میں پڑ جاتے۔ جب تک میں کسی چیز کو مقید نہ کروں تم اس کے متعلق سوال مت کرو اب حج عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بقبرہ کے متعلق سوالات ہوئے۔ تو باری تعالیٰ نے بھی تشدد اختیار فرمایا۔ اگر وہ کوئی سی گلے نہ بچ کر دیتے تو تعمیل حکم کے لئے کافی تھی۔ آپؐ نے فرمایا بڑا بد بخت ہے وہ شخص جس کی وجہ سے امت تکلیف میں پڑ جائے اس لئے ساعہ کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا حضرت عبد اللہ بن حذافہ کا رنگ والد کے رنگ سے مختلف تھا۔ یہ سانولے نھے باپ گورا تھا۔ لوگوں نے عار دلائی کہ اس کا باپ کوئی اور ہے انہوں نے موقع پا کر حضور انور صلعم سے سوال کر دیا۔ آپؐ نے ابو حذافہؓ فرما دیا ان کی والدہ کو جب معلوم ہوا تو وہ سخت ناراض ہوئیں کہ اگر حضور انور صلعم کچھ اور فرما دیتے تو عمر بھر میرے لئے شرمندگی ہوتی۔ تم والدین کے عاق ہو۔ الغرض اس باب سے ثابت ہوا کہ کسی جگہ آپؐ نے غصہ فرمایا کہیں نرمی برتی۔

تشریح از شیخ زکریا جب حضرت عمرؓ نے حضور پاک صلعم کا غضب دیکھا تو دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اور رحمت باللہ ربنا وبالہ اسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا پڑھنے لگے یہ بتلانے کے لئے کہ ہم میں سے جو ایک نے یہ سوال کیا ہے۔ وہ آپ پر اعتراض کے واسطے نہیں بلکہ غلطی ہو گئی حضور تو ہمارے سب کچھ ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کا گھٹنوں کے بل بیٹھنا طالب علم کی ہمتیہ سے محدث کے سامنے دوزانو ہو کے بیٹھنا چاہیئے۔

باب مَنْ بَرَكَ وَكَتَبَهُ عِنْدَ الْإِمَامِ مَا وَ الْمُحَدَّثِ .

ترجمہ، کہ حاکم اور محدث کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔

حدیث نمبر ۹۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَخْبَرِي فِي أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَخَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ أَرَبِي قَالَ أَيْبُوكَ حُذَافَةُ ثَوَّاكَ كَثْرًا أَنْ يَقُولَ سَلَوْتُ فِي خَبْرِكَ عُمَرُ عَلَى وَكَتَبْتِ فَقَالَ رَضِينَا يَا لَعْنُ رَبَّنَا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا ثَلَاثًا فَسَكَتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم باہر تشریف لاتے تو حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ نے اٹھ کر کہا کہ میرا باپ کون ہے۔ آپؐ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر اکثر یہ فرماتے رہے کہ میرے سے بڑھو تو حضرت عمرؓ اپنے گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں اللہ کے رب ہونے پر اُنی ہوں۔ اور اسلام کے دین ہونے پر جناب محمد مصطفیٰؐ کے نبی پر ہونے پر راضی ہوں میں مرتبہ فرمایا تو حضور انور صلعم خاموش ہو گئے۔

تشریح از شیخ منیؒ بحصول علم کے لئے متعلم کو ادب چاہیئے۔ محدث اور امام کے روبرو بیوک علی المركبتین ہو۔ بروک اونٹ کے بیٹھنے کو کہتے ہیں اور جلوس انسان کے بیٹھنے کو کہا جاتا ہے۔ اس جگہ مطلق جلوس مراد ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب کا مقصد یہ ہے جو ابھی بیان ہوا۔ کہ آئمہ مشائخ اور اساتذہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

باب مَنْ آمَاذَ الْحَدِيثِ ثَلَاثًا لِبُفْهَمٍ فَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا وَقَوْلُ الْوُورِ فَمَا زَالَ يَكْرِرُهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَغْتَ ثَلَاثًا

ترجمہ، اس شخص کے بارے میں جو بات کو تین مرتبہ دہرائے تاکہ وہ بات سمجھ سکے تو جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! خولہ الزہریہ جھوٹی بات اور اس کو بار بار دہراتے رہے۔ اور حضرت ابن عمر
فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں پہنچا چکا یہ تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَمَّا هَاتِلَنَا حَتَّى تُفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا لِيَ عَلَا قَوْلُهُ مِنْكُمْ عَلَيْهِ
سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس سے روایت ہے وہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ
جب بھی کوئی کلمہ بولتے تھے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تھے یہاں تک وہ کلمہ آپ سے سمجھ لیا جاتا تھا اور
جب کسی قوم کے پاس تشریف لاکر ان پر سلام کرتے تو ان پر تین مرتبہ سلام کرتے تھے۔

تشریح، اذیشخ مدنی یہاں پر ہر کلمہ کو بار بار لوٹا فرمایا گیا اور آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ اشارہ
جواب دیا۔ اور اشارہ ہر شخص نہیں سمجھ سکتا خصوصاً جو اشارہ کو دیکھتا ہی نہیں تو یہاں بتلانا ہے کہ اگر معلم
سے کوئی چیز بوجہ نہ سمجھنے کے پوچھی جائے تو اعادہ کی اجازت ہے مگر ہر کلام میں نہیں حالانکہ روایات
پتہ چلتے ہیں کہ یحییٰ ثلاثاً تو صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ آپ نے تین بار لوٹایا تو وہ کوئی اہم چیز ہوگی تو
اب روایات کے معنی یہ ہوں گے اذاری شینا اھو او مہتبا نشان یحییٰ ثلاثاً تو ہمت با نشان
اور غیر ہمت با نشان میں فرق ہوگا۔ اس طرح سلام تین مرتبہ کرنا اس طرح ہوگا کہ اگر ایک بڑے مجمع میں پہنچے
سلام کیا دائیں جانب سلام کیا پھر بائیں جانب علیحدہ سلام کیا۔ اور اسی طرح سلام استیذان کے لئے ہوگا
کہ السلام علیکم یا فلان اذہل تین بار سلام کروا اگر جواب نہ ملے تو واپس چلے جاؤ۔ اس طرح اگر میں گھر میں ہوں گا
تو جواب دوں گا ورنہ سمجھ لو کہ میں گھر میں موجود نہیں ہوں۔ الغرض کلام اور سلام کا نکرار مطلق نہیں بلکہ اس
کی تخصیص کی جائے جس کی صورتیں ذکر ہو چکی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا حیدر اقدس علی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ میں مذکور ہے کہ اذ اقلکو بکلمۃ
تمکلو ثلاثاً و اقلو ثلاثاً یعنی آپ جب بات کرتے تو تین مرتبہ بیان فرمایا کرتے تھے اور اسی طرح
سلام بھی تین مرتبہ کرتے سلام کا مسئلہ کتاب الاستیذان میں آئے گا۔ یہاں تکم سے بحث ہے کہ تین مرتبہ بات
فرمایا کرتے تھے۔ بظاہر بہت سہل معلوم ہوتا ہے اور سمجھ دار آدمی کی شان کے خلاف ہے کہ ہر بات کو بار بار

اسی وجہ سے بعض شراح نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا کہ یہ تین مرتبہ لوٹنا اس اعتبار سے تھا کہ ایک مرتبہ واپس جانب اور ایک مرتبہ بائیں جانب منہ فرما کر اور ایک مرتبہ سامنے کی طرف متوجہ ہو کر کلام فرمایا کرتے تھے لیکن یہ صورت بھی ہر کلام میں بعید از عقل معلوم ہوتی ہے۔ اگرچہ پہلی صورت کے اعتبار سے حسن ہے تو اہم بخاری نے اس کا اور مطالب بیان کر کے لئے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ ہر بات کو نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر وہ بات جو اہم اور ضروری ہو اس کو تین مرتبہ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے حدیث میں یَنْفَعُوہ کی قید ہے۔ ابن المنیر شراح بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسناد کو صرف ایک مرتبہ بات کہنی چاہیے۔ اس سے زیادہ نہ کہے۔ اگر طالب علم دوبارہ پوچھے تو بلید ہے اس کو نہ بتاؤ۔ ابن المنیر نے بات اگرچہ بہت معقول بتلائی لیکن میرے نزدیک یہ اس باب کی غرض نہیں ہے بلکہ لگے صفحہ پر جو باب من سمع شیئا خلو یفہمو فراجہ حتی یعرفہ آ رہا ہے۔ اس کے مناسب ہے اعادہا ثلاثا حتی تفہمو عنہ یہی مقصود ترجمہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ اعادہ وہاں ہوتا تھا۔ جہاں افہام کی ضرورت ہو معلوم ہوا کہ اذا تكلو تكلو ثلاثا عام نہیں بلکہ مواقع ضرورت کے ساتھ خاص ہے۔ ویل لا عقاب من انذر مرتین او ثلاثا یہی مقصود باب سے اور مصنف نے اس کا ذکر فرما کر اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ تکرار افہام کی غرض سے ہوتا تھا۔ خواہ دو مرتبہ میں حاصل ہو جائے۔ یا تین ہیں تین مرتبہ ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ۹۳ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْإِمَامُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَا لَهُ فَأَذْرَكْنَا وَقَدْ أَذْهَقْنَا الصَّلَاةَ صَلَوةَ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَسْمَعُ عَلَى أَنْ جَلَسْنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے آپ نے اس حال میں آیا کہ ہم نے نماز عصر میں دیر کر دی تھی۔ اور ہم اس طرح وضو کر رہے تھے کہ اپنے پاؤں کو تھوڑا تھوڑا دھو رہے تھے۔ گویا کہ مسح کر رہے تھے تو آپ نے اپنی اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ان خشک اڑیوں کے لئے آگ کی ہلاکت ہے دو مرتبہ فرمایا تین مرتبہ۔ حدیث کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔

باب تَعْلِيمُ الرَّجُلِ اِمْتَنَ وَاَهْلَتَهُ -

باب ہے اس بارے میں کہ آدمی اپنی باندی اور بیوی کو تعلیم دے۔

حدیث نمبر ۹۴۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَلْمَدَنِيُّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَّھُمْ اَجْرَانِ نَجُلُ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِمْنٌ بِنَبِیِّہِمْ وَاِمْنٌ بِمُحَمَّدٍ وَاَلْبَدُ السَّمْلُوکُ رَاٰ اَذٰی حَقَّ اللّٰهُ وَحَقَّ مَوَالِیْہِ وَنَجُلُ کَانَ عِنْدَکَ اِمَةٌ یَطَاھَا فَاَذَّجَھَا فَاحْتَسَبَ تَاوِیجَھَا وَاَعْلَمَھَا فَاحْتَسَبَ تَعْلِیْمَھَا شَوْ اَعْتَقَھَا فَتَزَوَّجَھَا فَلَہٗ اَجْرَانِ ثَوَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَیْنَا کَھَا بَغِیْرَ شَیْءٍ قَدْ کَانَ یُنْکِبُ فِیْھَا ذُو نَمَارِ اِلَی الْمَدِیْنَتِ - (المحدث)

ترجمہ، حضرت بردہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ہیں جن کو دو گنا ثواب ملے گا ایک تو اہل کتاب کا وہ آدمی ہے جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا وہ مملوک غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کے حقوق بھی پورے کرتا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کے پاس باندی ہو جو اس سے ہم بستری کرتی ہے پھر اس کو اچھی طرح آداب سکھاتا ہے اور تعلیم دیتا ہے اور خوب اچھی طرح تسلیم دیتا ہے۔ پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیتا ہے اس کو بھی دوہرا اجر ملے گا حضرت عامر راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں یہ حدیث بغیر اجر ت کے دی۔ حالانکہ لوگ اس سے کم کے لئے مدینہ تک کے سفر کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی روایت کے اندر اللہ کا ذکر تو ہے مگر اہل کا ذکر نہیں اہل عموماً حرہ ہوتی ہے امتیہ اس کے مساوی نہیں ہو سکتی۔ اس کو دیکھ سکتے ہیں تصرف مملوکیہ میں لا سکتے ہیں۔ ان کو تعلیم دینے میں بسا اوقات انسان عار محسوس کرتا ہے۔ اس لئے مصنف اہل اور امتہ کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ تین اشخاص کے لئے دواجر ہیں یعنی جو یہ دو عمل کرے اگر محض یہ لئے جائیں کہ دو عملوں پر دو اجر ہوں گے۔ تو تخصیص کا فائدہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عمل پر دو اجر ملیں گے۔ اب تخصیص کا فائدہ ہوگا۔ کہیئے ابان بالرسول سے ملے گا۔ مقصد باب یہ ہے کہ تعلیم ان دونوں کے لئے ضروری ہے۔ تم اس سے مت ڈرو کہ وہ اپنے حقوق پر مطلع ہو کر کھانا پکانا چھوڑ دے گی بچہ کے لئے منہ رکھنی پڑے گی۔ جھاڑو نہ دے گی۔ اپنے استدلال میں نصوص فقہیہ پیش کرے گی۔ جس نے عورت کو مارا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں ادا شدہ العصاۃ فرمایا۔ آجکل ہندوستان و پاکستان میں لوگوں نے بیویوں کو باندیوں سے بھی زیادہ ذلیل کر رکھا ہے

گھروں کے نام کامرتے دم تک کرتی ہے۔ اور پھر عدم علم کی وجہ سے یہ سمجھتی ہے کہ میں نے حقوقِ شہرِ ادا نہیں کئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان کو تعلیم ضرور دینی چاہیے۔ عورت کے تمام کام تبرع ہوں گے تین شخص یہ ہیں (۱) اہل کتاب عبد مملوک اور رجل کانت عندہ امۃ الخ فاذہبنا فحکنا ناد یہا یعنی نرمی کے ساتھ تعلیم دے تو تمہاری کہنت ہے۔ کہ جب غلام خرید کر دو تو ایک عصابھی خرید لو۔ یہاں یہ معنی مراد نہیں بلکہ تادیب لطف اور نرمی کے ساتھ مراد ہے۔ یہ ایک امر ہوا۔ دوسرا امر آزاد کر کے پھر نکاح کرے کیونکہ قبل از عناق تو مالک مستحقِ جماع تھا۔ جیسے بیٹا اٹھا کا لفظ مال ہے۔ لیکن بعد از عناق اس نے اس کو اپنے ہاں رکھا اور اس سے شادی کر لی۔ در بدر پھرنے سے بچایا فقال عامر الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایات ہم نے تم کو بغیر اجراء و قیمت کے بتلا دی ہیں۔ اس سے گھٹیا چیزیں بھی سفر کا باعث بنتی ہیں۔ اور کتنا خرج ہوتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ نے احادیث کے لئے حجاز کا سفر کیا اور امام بخاریؒ نے مصر کا سفر اختیار کیا۔ قس علی هذا۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاریؒ نے ترجمہ سے تنبیہ فرمادی کہ آمل کے ذمہ ہے کہ وہ باندیوں کو تعلیم دیں جو کہ ظاہر حدیث سے باندی کی تخصیص معلوم ہوتی تھی اس لئے واحد کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ یہ کوئی باندی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اپنی بیوی کو بھی تعلیم دے تو گویا کہ حدیث میں باندی کی قید اتفاقی ہے۔ احترازی نہیں لہذا جب باندی کی تعلیم پر اجر ملے گا تو اہل کی تعلیم پر بدرجہ اولیٰ ملے گا۔ باندی کی خصوصیت اس واسطے ہے کہ عام طور پر باندیاں پڑھ کر لاتی جاتی تھیں۔ ان کو تعلیم و تربیت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ بخلاف حرائر کے ان کے لئے تعلیم سے مولع نہیں ہوتے تھے۔ اس پر اشکال ہوتا کہ ان تینوں نے کوئی ایسا بڑا کام نہیں کیا کہ اب اس کے بعد جو کام بھی کریں اس پر رد ہوا اجر ہے اس لئے میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ جن افعال میں تزام ہوتا ہو ان میں دہرا اجر ہے۔ مثلاً جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر حضور پاک صلعم پر ایمان لایا۔ اب یہ شخص پہلے سے اپنے نبی کی شریعت پر عمل کرتا تھا۔ اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تو اس کے نفس کے خلاف کرنا پڑا اور پھر نئے برسے سے احکام کی بکھنے پڑے تاکہ ان پر عمل کرے تو اب یہاں پر نئے دین کی شرائط اور عبادات کو لازم کرنے میں تزام ہے۔ نیز یہ پہلے اپنے مذہب کا عالم تھا اب جو نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ اس کے اعتبار سے اب جاہل ہو گیا۔ ایک دوسری مزاحمت یہ ہو گئی۔ اور اسی قسم کی ہر مزاحمت پر اجر ہے اس لئے اس کو دوہرا اجر ملے گا۔ اسی طرح عبد مملوک ہے۔ ادھر وہ نماز پڑھنے جاتا ہے تو حق مولیٰ کا ٹکواؤ ہوتا ہے اب اس کو جہاں جہاں بھی مشقت ہوگی۔ دوہرا اجر ملے گا۔ کیونکہ یہاں بھی اس کو اپنے حقیقی مولیٰ

اور آپ یہ سمجھے کہ عورتوں کو وعظ نہیں سنا سکے چنانچہ آپ نے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کا حکم دیا۔ تو ہر عورت اپنی بابیاں اور انگلیٹھیاں ڈالتی تھیں اور حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کی جھولی میں ان کو جمع کرتے تھے۔ تشریح از شیخ منیؒ: پہلے باب میں ان عورتوں کی تعلیم کا ذکر تھا جن سے پردہ اور حریمت نہیں ہے۔ مگر جو محارم ہیں اور جو غیر ذات نوح ہیں ان کے لئے بھی حکم دیا گیا۔ کہ ان کو بھی عام طور پر تعلیم دی جائے۔ چنانچہ آپ عورتوں کو پردہ کے ساتھ تبلیغ فرماتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ اس باب سے ایک دہم کو دور فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ پہلے باب سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ باندی اور بیوی کی تعلیم آقا اور شوہر کے ذمہ ہے اس باب سے امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں۔ امام اور امیر ملکہ بھی ذمہ دار ہے لہذا ان کو چاہیے کہ مدارس کا انتظام کریں۔ اور ان کی تعلیم کا بندوبست کریں۔ گویا کہ ایک قدم آگے بڑھا کر امیر اور امام کے لئے بھی ضروری قرار دیا کہ وہ تعلیم و تربیت کا مسئول انتظام کریں۔

کیونکہ ہر شخص کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی رعایا اہل دیار کو تعلیم دے اس تقریر کی بنا پر یہ باب پہلے باب کا تکملہ ہوگا۔ افعال عطاؒ اشہد علی ابن عباس یہ اوشاک راوی کے لئے ہے کہ راوی کو شک ہو گیا کہ یہ ابن عباسؓ نے حضور اقدس صلم پر قسم کھائی کہ حضور صلم نے یہ فرمایا یا عطاؒ نے ابن عباسؓ پر قسم کھائی کہ ابن عباسؓ نے یہ فرمایا اگر یہ اشہد علی النبی صلم ہے تو ابن عباسؓ کا مقولہ ہوگا۔ اگر اشہد علی ابن عباسؓ ہے۔ تو پھر حضرت عطاؒ کا مقولہ ہوگا فذلک انتہ لہ بیعت کیونکہ اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر تھے نہیں عورتیں دور نہیں مرد آگے لگتے تھے۔ فجعلت المرأة الخ چونکہ عورتیں رقیب القلب ہوتی ہیں۔ ذرا سی بات ان پر اثر کر جاتی ہے چنانچہ حضور انور صلم نے وعظ فرمایا فوراً ہاتھ کے ہاتھ دینے لگیں۔ ایک بار مشرقی پاکستان سے کچھ نے جو یہاں سے پڑھ کر گئے تھے۔ میرے پاس یہ لکھا کہ یہاں انگریزین کا اتنا غلبہ ہے کہ لوگ زیوروں کو محبوب سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اضاعت مال ہے اگر کہیں حدیث میں زیور دل کا ذکر ہو تو لکھیں ہیں نے ان کے پاس چند حدیثیں لکھ کر بھیج دیں اور لکھ دیں کہ جہاں جہاں حدیث میں عید کے خلبے ہوں وہاں دیکھ لیں ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ یہ میں نے اس لئے تنبیہ کر دی کہ کہیں تم کو ضرورت پیشیں آجائے۔ حدیث میں ہالی اور ہاتھوں کے زیور وغیرہ کا ذکر ہے و بدل یاخذ فی طرف ثوبہ حضرت بلالؓ اپنے کپڑے کے کونے میں لے رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اعطینہ خذ اکون ابی وایٰی اس حدیث سے مدارس کے لئے چند مانگنے کی اصل معلوم ہوتی ہے۔ مگر اپنے لئے نہیں قال اسماعیل الخ پہلے چونکہ زبرد ہو گیا تھا کہ اشہد

کس کا قتل ہے اس لئے یہاں سے اس کی تعیین کر رہے ہیں کہ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مقولہ ہے۔

باب الخِصَصِ عَلَى الْحَدِيثِ

ترجمہ، حدیث پر حرص ہونے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۹۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْخَزَّازُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَسْعَدَ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَّ لِي بِكَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ أَحَدًا أَوْ لِمَنْ مِثْلُكَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيثِ أَسْعَدَ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصًا مِنْ قُلُوبِهِمْ أَوْ لَفْسِهِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ کہا گیا یا رسول اللہ قیامت کے دن سب سے زیادہ آپ کی شفاعت سے سعادت مند ہونے والا کون ہوگا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ میرا بھی یہی گمان تھا کہ اس حدیث کے بارے میں میرے سے پہلے پہل تمہارے سوا اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے تجھے حدیث پر زیادہ حرص پایا ہے۔ تمام لوگوں میں سے قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جس نے خلوص دل یا خلوص جان سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی حدیث سے مراد اصطلاحی معنی ہیں اس لئے کہ لغوی معنی تو اس کے گفتگو کے ہیں عرف شرع میں حدیث آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کو کہا جاتا ہے۔ حرص علی الحدیث کو فرمایا گیا۔ دیگر ترغیب و ترہیب کا ذکر نہیں مقصود یہ ہے کہ حدیث کا علم حاصل کرنا مقصود اعظم ہے سب سے زیادہ نیک سچی اور سچو آپؐ کی سفارش سے ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ میرا خیال تھا کہ ایسا سوال تیرے سوا اور کوئی نہیں کرے گا۔ کیونکہ تم کو حرص علی الحدیث دیکھتا ہوں۔ اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ اولاً حضرت ابو ہریرہؓ نے سوال کیا۔ اسعد الناس بشفاعتی اگر سوال ہو کہ مومن لا الہ الا اللہ کہنے والے کسے شفاعت ہوگی۔ البتہ مومن اسعد و گنا تو کہا جائے گا کہ اسعد معنی السید من الناس کہ ہے جیسے باری تعالیٰ نے فرمایا ہوا ہون علیہ اھون سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپؐ پر بعض امور مشکل ہیں۔ بلکہ تمام مساوی ہیں۔ تو اھون یعنی ہین علیہ کہ ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ قاعدہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شفاعت مومن کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ غیر مومن کے لئے بھی شفاعت ہوگی۔ عذاب دوزخ سے شفاعت تو مومن کے لئے ہوگی۔ لیکن تخفیف عذاب کافر کے لئے وقت

اور مقدار میں ہو جائے اس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عباسؓ سے آنحضرتؐ سے آپ کے چچا ابوطالب کے لئے پوچھا تو آپ نے فرمایا زُحْرُخ عَنْ النَّارِ ہوگا جہنم کا جوتا پھنسا یا جلے گا جس سے اس کا دماغ ٹھکے گا۔ اگر میں نہ ہوتا تو دوزخ کے افضل طبقہ میں ہوتا۔ تو آپ کی ذات سے مشرکوں کو فائدہ ہوا۔ آپ نے گوشش فرمائی اور ارشاد فرمایا یا عَوْذٌ لِّكَ احِجَّ بِنَا عِنْدَ اللَّهِ لے چچا کلمہ توحید کا اقرار کر لو تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے رجحان سکوں۔ ادھر ابو جہل کہتا ہے۔ اَنْتَ غِيبٌ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمَطْلَبِ تو آخر میں ابو طالب نے یہ کہا کہ اگر عرب لو کیوں کی عار کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا۔ یہ اس کی بیوقوفی کی دلیل ہے۔ اگر لوگ تمہاری تعریف کریں۔ تو کچھ فائدہ نہیں اگر مذمت کی تو کیا ہوا۔ مگر عبادت کی وجہ سے خیال نہیں رکھتے کمال یہ ہے کہ مدح اور ذم برابر ہو جائیں۔ آپ اس کے کلمہ پر انگلیں ہو کے چلے آئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اِنَّ عَمَلَكَ قَدْ ضَلَّ آپ کا چچا بھٹک گیا بہر حال آپ کو رنج ضرور ہوا۔ کیونکہ ابوطالب مینی چچا تھا۔ باقی اضیائی چچا تھے۔ اب آپ کی شفاعت سے سعادت پہنچی کہ افضل طبقہ سے نکال کر اعلیٰ طبقہ دیا گیا۔ اور بڑے عذاب سے نجات پا گیا۔ جو جنت کے مستحق تھے ان پر حجاب نہ تھا۔ آپ کی شفاعت سے ان کے لئے اولین و دخول جنت ہے۔ تو اب کے لئے اسعدیہ اور دوسروں کے لئے سعادت ہوئی۔ خلوص سے خاص رتبہ مراد ہے۔ آپ کی شفاعت ہر مومن کے لئے ہے خواہ مرتکب کبیرہ ہو یا مرتکب صغیرہ ہو مگر اسعدیہ کسی خاص مرتبہ کے لحاظ سے ہے وہ یہاں بیان نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریا یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔ اب یہاں سے خاص طور پر علم حدیث کی اہمیت اور فضیلت بیان کر کے یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ ان علوم میں علم حدیث سب سے افضل اور اعلیٰ ہے اور بہت ہی اہمیت بالشان ہے حدیث باب میں یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے پوچھا مَنْ اسعد الناس بشفاعتک تو حضور پاکؐ نے فرمایا کہ ابو ہریرہؓ میں سمجھتا تھا کہ تمہارے سوا اس کے متعلق کوئی بھی سوال نہیں کرے گا کیونکہ میں تمہاری حرص حدیث پر دیکھتا ہوں۔ اس سے حدیث پر حرص کی فضیلت معلوم ہوئی۔ کیونکہ صحابہ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے موجود تھے۔ اس کے باوجود حضور صلعمؐ کا یہ فرمانا کہ تمہاری حدیث پر حرص دیکھ کر میرا خیال یہ تھا کہ اس کے متعلق اور کوئی سوال نہیں کرے گا۔ صاف بتلا رہا ہے کہ اس کی خاص فضیلت ہے کہ جس کو منہمک دیکھا اسی کے ساتھ خیال فرمایا۔ اِنَّهٗ قَالَ قَلِيلٌ جَاءَ سَوَّلَ اللّٰهُ يَهْلُ الْوَالِ یہ ہے کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ سوال کرنے والے تھے پھر مبہم کیوں رکھا۔ جب خود آخر حدیث میں حضور صلعمؐ نے

یہ فرمان آرہا ہے۔ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا ابا هريرة اني سَمِعْتُكَ تَحْكُمُ سَوَاسَ بَيْنِ كُنَى كُنَى اور سوال نہیں کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں اپنی تعریف ہو وہاں ایک گونہ جیسی آجاتی ہے۔ اور آدمی خود کہنا نہیں چاہتا اس لئے اَوَّلًا حضرت ابو ہریرہؓ نے غائب سے تعبیر کیا مگر جب آگے کوئی چارہ نہ ملا۔ تو مجبوراً ظاہر کر دیا۔ یہ تو تاویل ہے ورنہ یہی حدیث دوسری جلد میں ص ۹۶ پر بھی آرہی ہے۔ وہاں قیل کی بجائے قلت ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قیل کسی راوی کا تصرف ہے۔

باب، كَيْفَ يَقْبِضُ الْعِلْمُ وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَزِينِ إِلَى أَبِي جَكُّو بْنِ حَزْمٍ أَنْظِرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتِخِفَتْ قُرُوسُ الْعِلْمِ وَذَهَابَ الْعُلَمَاءُ وَلَا تَقْبَلُ إِلَّا حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَتْ بِالْعِلْمِ وَلَا يَجْلِسُوا حَتَّى يَعْلَمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَإِنَّ الْعِلْمَ لَا يَمْلِكُ حَقًّا يَكُونُ سِرًّا۔

ترجمہ، باب علم کیسے قبض ہوگا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے گورنر ابو جکر بن حزم کو لکھا کہ جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نظر آئے اسے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ اور حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی چیز قبول نہ کی ملے۔ اور علم کی خوب اشاعت کرو۔ اور اس کے لئے بیٹھ جاؤ تاکہ جو شخص نہیں جانتا اسے سکھایا جائے۔ کیونکہ علم آہستہ آہستہ اور خفیہ طور پر ہلاک ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۹۰ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ بِذَلِكَ يَعْني حَدِيثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى قَوْلِهِ ذَهَابَ الْعُلَمَاءُ (الحدیث)

ترجمہ، عبد اللہ بن دینار نے اس کو یعنی حدیث عمر بن عبد العزیزؓ کو ذہاب العلماء تک نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۹۱ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ إِلَّا بِمَا يَشَاءُ يَتْرُكُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ وَحَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جَمْعًا لَا فَضْلَ لَهُمْ فَا قُتُوا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ علم کو کھینچ کر قبض نہیں کرے گا کہ اسے بندوں سے کھینچ لے لیکن علم کو علما کے اٹھ لینے کی صورت میں قبض کرے گا۔ یہاں تک کہ جب کچھ نہ باقی نہیں رہیگا۔ تو لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنا لیں گے۔ جن سے دین کے مسائل پوچھے جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتنے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو

بھی گمراہ کریں گے۔

تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ، احادیث میں آتا ہے کہ باری تعالیٰ علم کو قبض العلماء کی صورت میں لے لیں گے اگرچہ اللہ تعالیٰ کہنے سے یہ ممکن ہے کہ وہ علم کو قلوب سے سلب کرے لیکن اس باب کی روایت سے معلوم ہوا کہ باری تعالیٰ علم کو اسباب علم کے قبض کرنے سے قبض کریں گے۔ اشخاص کے فنا تو بالکل فنایت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ دوسرے افراد ان کے قائم مقام ہو جائیں گے۔ البتہ نوع باقی رہ جاتی ہے۔ کارخانہ قدرت اس عالم میں بذریعہ اسباب کے واقع ہے۔ اسباب کی وجہ سے انبیاء کا تحقق اور عدم ہوتا ہے۔ مصنف اس جگہ فرماتے ہیں کہ قبض علم بھی بطریق اسباب کے ہے کہ اگر علم سے اشتغال رکھا گیا۔ تو فساد ورنہ علماء کے قبض سے علم کا ارتفاح ہو جائے گا۔ اس کی تائید میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا خط جو وفائی مدینہ کی طرف سے کیونکہ علم حدیث کا لکھا جانا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے عہد سے شروع ہوا ہے اس سے پہلے انفرادی طور پر لکھا جاتا تھا۔ ویجسوا جلوس سے اجلاس عام ہے کسی جگہ پر ٹھہلا نا ہے مقصد یہ ہے کہ مجلس ہتی حکام وقت علماء کو دوسرے افکار سے فارغ کر کے ٹھہلا دیں اور استغنی کر دیں اور لیجسوا بھی صحیح ہے۔ حدیث مرفوع کی تفسیر اسی اثر سے کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ ذکریا یس نے شروع کتاب میں کہہ دیا تھا کہ امام بخاریؒ نے کیف سے تسلیس باب شروع فرماتے ہیں میں جلد اول میں اور کس جلد ثانی میں ان میں کا یہ دوسرا ہے۔ اور میں نے وہاں بھی بیان کر دیا تھا کہ میرے نزدیک امام عرض کیفیت کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ جہاں مستند میں اختلاف یا احادیث میں اختلاف ہوتا ہے تو وہاں اہتمام پر تنبیہ کرنے کے لئے کیف سے باب باندھتے ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں جو احادیث لاتے ہیں ان سے قبض علم کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کتابت کے ترک کرنے سے علم کے ختم ہونے کا اندیشہ ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ نیز احادیث میں ہے کہ علم کا رفع ایسے ہوگا کہ علماء اٹھائے جائیں گے۔ دکتب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے شروع میں ہی کہہ دیا تھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے امر سے کتابت حدیث شروع ہوئی۔ اور مدون اقل علی القول المشتمل امام زہری ہیں۔ اور محققین کی رائے میں ابو بکر بن حزم ہیں چونکہ یہ بخاری کی روایت ہے نیز امام زہری کی وفات ۳۴۰ھ میں ہے اور ابو بکر بن حزم کی وفات ۴۵۰ھ میں ہے اس سے بظاہر تقدم معلوم ہوتا ہے اور مصنف رحمہ اللہ کا تفتن ہے کہ مستند اس کی مشہور اور مناسب جگہ کی بجائے دوسری جگہ ذکر فرماتے ہیں۔

فَاتَّالْعُلُو لَا يَعْلَمُ الْخ: یعنی لوگ علم کی اشاعت نہ کریں اسی وجہ سے میرے یہاں سے جو بھی نقل کرنا چاہے منع نہیں کرتا۔ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ یہ اوپر جو عمر بن عبد العزیز کا اثر بیان فرمایا ہے۔ تو اس کی سند بیان فرمادی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعُلُو الْخ: شرح کی رٹے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے قبض علم کی کیفیت بیان کر دی کہ قبض علم اسی طرح نہیں ہوگا۔ کہ قلوب میں قرآن و حدیث موجود ہوں اور پھر قلوب سے اللہ تعالیٰ ایک دم محو فرمادیں۔ بلکہ یہ صورت ہوگی کہ علما مرتے جا دیں گے اور ان کے ساتھ علم بھی ختم ہوتا جائے گا۔ اور میری رٹے یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب جب آدمی سوئے گا اور صبح کو اٹھے گا تو قرآن اس کے قلب سے صاف ہوگا۔ سب کچھ بھول گیا ہوگا۔ اور اسی طرح رات کو قرآن پاک صبح و سلامت رکھے گا لیکن جب صبح کو اٹے گا تو صرف سادے کاغذ رہ جائیں گے۔ تو مجھے کہنا یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ جو روایت ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوتی۔ اس پر رد فرماتے ہیں۔ تو امام بخاریؒ اس روایت پر رد فرماتے ہیں کہ قبض علم اس طرح نہیں ہوگا کہ اچانک قلب سے صاف ہو جائے گا۔ بلکہ قبض علما سے ہوگا۔ اور محققین کی رائے یہ ہے کہ دو نور وایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ یہ قرب قیامت میں ہوگا۔ اور اچانک سے قرآن قیامت کے قریب ہوگا۔ کیونکہ قیامت تو اس وقت تک قائم ہی نہیں ہو سکتی جب تک کوئی مومن باقی ہے۔ قال الغزوی میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ ہمارا یہ نسخہ فربری کی روایت سے ہے۔ لیکن قال الغزوی کا کیا مطلب؟ اس میں بہت سے علما کو تحیر ہو گیا۔ مگر تحیر کی کوئی بات نہیں فربری اپنی ایک سند ذکر کرتے ہیں کہ جیسے مجھ کو یہ روایت بواسطہ امام بخاریؒ کے پہنچی ہے۔ اسی طرح ان کے علاوہ دوسرے استاد سے بھی پہنچی ہے۔ اس دوسرے واسطے کا ذکر کرنے کا مقصد امام بخاریؒ کی روایت کی تقویت ہے۔ لیکن یہ سند قاعدہ کے اعتبار سے حائثیہ پر ہوئی چاہے تہی مگر طابعین یہ سوچ کر کہ نسخہ بھی تو فربری کا ہے ان کے اس نوٹ کو اصل کتاب میں ہی طبع کر دیا۔

بَابُ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَاءِ يَوْمَ عِلْمٍ حَدِّثْ فِي الْعُلُو۔

ترجمہ، کیا عورتوں کے لئے علم کے بارے میں الگ دن مقرر کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۹۹ حَدَّثَنَا إِدْرَسُ بْنُ الْحَزْمِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلِبْنَا عَلَيْكَ الْبَحَالُ فَأَجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِنْ نَفْسِكَ فَوَعَدَهُمْ فَكَانَ فِيهَا قَالَ لَقَدْ مَاتَ مَاتَ كُنْتُ أَمْرًا لَا تُفْتَدِمُ ثَلَاثَةً مِنْ وَلَدِهِ هَذَا كَانَ لَهَا حُجَابًا ثَلَاثُونَ

النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ قَاتِلَتَيْنِ فَقَالَ وَاشْتَيْنِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابی سعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کچھ عورتوں نے آنحضرتؐ نبی اکرم صلیم سے عرض کی کہ آپ کے پاس آنے میں مرد ہم پر غاب آگئے۔ آپ ہم سے لئے اپنی طرف سے کوئی دن ہمارے لئے مقرر فرما دیجئے تو آپ نے ان سے ملاقات کے لئے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ پس آپ نے ان کو نصیحت فرمائی اور کچھ احکام بھی بتائے۔ منجملہ ان باتوں کے جو آپ نے ان سے فرمائیں یہ بھی تھا کہ تم میں سے جس عورت نے اپنی اولاد میں سے تین بچے آگے بھیجے یعنی جس کے تین بچے مر گئے تو وہ اس کے لئے جہنم سے پردہ بنیں گے جس پر ان میں سے ایک عورت بولی کہ جس کے دو بچے مر گئے ہوں تو آپ نے فرمایا وہ دو بھی اس کے لئے جہنم سے حجاب بنیں گے۔ تشریح از شیخ مدنی رحمہ اللہ عورتوں کے لئے احکام عموماً بتھا واقع ہوئے ہیں خصوصی طور پر عورتوں کے احکام بہت کم وارد ہوتے ہیں شبہ ہوتا تھا کہ پھر تو ان کی تعلیم بھی بتھا ہو خصوصی نہ ہو تو اس باب سے امام بخاریؒ ثابت فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نبی اکرم صلیم نے ان کی تعلیم کے لئے خصوصی انتظام فرمایا۔ تقدم نلتنه الخ تقدیم کے معنی یہ ہیں کہ اگرچہ باری تعالیٰ موت واقع کرنے والے ہیں جس پر ماں باپ کو صدمہ ہوتا ہے مگر اس پر صبر کرنا ایسا ہے گویا کہ خود اس بچے کو پیش کیا اور عورتوں کو خطاب اس لئے فرمایا گیا۔ کہ ان کو بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ان کے لئے بہت مشقتیں برداشت کرتی ہیں تحملتہ امّہ، کوھا و وضعہ کوھا۔ بڑے بچے کی موت پر صدمہ اور بھی زیادہ ہوتا ہے اس وقت ان سے محبت عقلی ہوتی ہے۔ اور چھوٹے بچے سے محبت طبعی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت اس سے کوئی غرض مطلوب نہیں ہوتی۔ اس لئے اس پر زیادہ اصرار ملے گا۔

اور محبت عقلی کی جا پر جبکہ کوئی غرض بھی ملحوظ ہوتی ہے اس پر جو صدمہ ہو گا اس پر اجر محفوظ ملے گا۔ اثنین دوسری روایت میں واحد کے لفظ بھی آتے ہیں حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کی کہ اگر کسی کا کوئی بچہ نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا میں خود اس کے لئے حجاب بنوں گا۔ صحابہ کرام نے تو آپ کی وفات کو دیکھ لیا۔ اب ہر مومن بھی اس صدمہ کو محسوس کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا ہل یجعل الخ یہاں سے امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرماتے ہیں چنانچہ اس باب میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلیم نے عورتوں کے لئے دن متعین فرمایا تھا۔ لیکن اس پر انشکال یہ ہے کہ جب حضور انور صلیم سے تعین یوم ثابت ہے تو ترجمۃ الباب میں امام بخاریؒ لفظ ھل کیوں

لئے اس لئے کہ یہ تو تردد و دلالت کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ گویا یہ واقعہ جزئیہ ہوا اس سے کلی واقعات پر استدلال کرنے میں تردد تھا کیونکہ یہ واقعات ایسے ہیں ان سے فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے لفظ ہل بڑھا کر متنبہ فرما دیا کہ ذرا دیکھ بھال کر اوسوچ سمجھ کر عورتوں کو اجازت دینا بلا تردد و اجازت نہ دینا۔ غلبنا علیک الرجال یعنی یہ مرد بہر وقت آپ کے پاس گئے رہتے ہیں، ہم کو کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ تاکہ ہم بھی کچھ پوچھ لیں۔ اس لئے آپ ہمارے واسطے کوئی خاص دن مقرر فرماویں۔ انکم امراة تقدم من ولدھا یہ لڑکے جو حجاب ہوں گے وہ ہیں ہوں گے۔ دو ہوں گے یا ایک ہی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ اور جس کا کوئی بچہ نہ مرا ہو تو اس کا کیا حال ہوگا وغیرہ۔ یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں آئے گا بہر حال مرنے والا لڑکا کافی نفسہ ماں باپ سب کے لئے آڑ ہوگا۔ لیکن جہاں روایت میں امراة کی تخصیص ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں کو بچے سے بہت محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کے لئے شفقت اٹھاتی ہے۔ حمل اور ولادت کے وقت بھی۔ اگر ذرا سی سمیت اثر کر جائے تو مر جاوے اور کچھ کا کچھ ہو جاوے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی محبت دل میں ڈال دی کہ اگر اولاد نہیں بھی ہوتی۔ تو تعویذ کراتی ہیں المر

حدیث نمبر ۱۰۰ | حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْمَرْعِيُّ هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَعَنَ بُلْعُومُ الْجَنَّةَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ تین بچے جو گناہ کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح: شیخ از ذکر کیا، چونکہ روایت سابقہ میں مطلقاً لڑکے کا حجاب ہونا مذکور تھا خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو تو حضرت امام بخاریؒ نے یہ روایت ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ ان لڑکوں کے بارے میں ہے جو قبل از بلوغ گئے

ہوں۔ باب من سَمِعَ شَيْئًا فَلَوْ يَفْهَمُهُ خَرَّاجَةً حَتَّى يَعْرِضَهُ

ترجمہ: اس شخص کے بارے میں جس نے کوئی چیز سنی لیکن اس کو سمجھا نہیں۔ تو اسے بار بار پوچھے۔

یہاں تک اسے معلوم ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۰۱ | حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ رُوحِ بْنِ أَبِي حَرِثَةَ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَأَنَّكَ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا مَا جَعَلَ فِيهِ حَتَّى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عَذَابُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوْ لَيْسَ يَقُولُ اللَّهُ مَعْرُوفٌ

فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حَسَابًا يَسِيرًا قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ الْوَعْدُ وَلَكِنْ مَنْ نُقِشَ الْحِسَابُ يَهْلِكُ

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زوجہ مخدومہ جب بھی کوئی بات ایسی سنتی تھیں جس کو وہ نہ سمجھ پاتیں تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھتی تھیں جب تک کہ معلوم نہ کر لیتیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا محاسبہ ہوا پس وہ مذاہب میں مبتلا ہوگا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہیں کہ میں نے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان کا آسان محاسبہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو اعمال کا محض پیش رو نہا۔ اور ظاہر کرنا ہے ہاں جس کا پورا پورا حساب لیا جائے گا۔ کہ کچھ بھی نہ چھوڑا جائے تو وہ ہلاک ہوگا۔

تشریح از شیخ مدنی مرقاں مجید میں ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان یدر لکمہ تسؤلکم الخ اس سوال کرنے کی علی العموم ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ اگر ایضاح کے لئے ہو تو ممنوع نہیں البتہ اگر سوال جواب عاجز کر دینے کے لئے ہو تو وہ ممنوع ہے۔

انما ذلک العوض اس کی تفصیل دوسری روایات میں آتی ہے کہ باری تعالیٰ بعض لوگوں کو کف میں لیں گے۔ اور ان کے گناہ کو علی و ذس الا شہاد ظاہر نہ کیا جائے گا۔ تو اس طرح تمام گناہوں کا اقرار کر کے معافی کا حکم صادر فرمائیں گے اس کو عرض کہتے ہیں اور حساب یہ ہے کہ ہر چیز پر مناقشہ ہو۔ یہ کیوں ہوا وہ کیوں ہوا۔ اس پر ایک جماعت کہتی ہے کہ آنحضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول کو مقید کرنا چاہتے ہیں کہ جو سب ٹوٹتی مراد ہے۔ اور حساب یسیر میں مناقشہ نہیں ہوگا۔ جیسے ظلم کو مقید کیا گیا تھا اور بعض نے کہا کہ حساب یسیر کو حساب کے افراد سے نکالنا مقصود ہے۔ کیونکہ حساب کا اطلاق مناقشہ پر ہی ہوتا ہے۔ جیسے لغت میں لفظ داجہ کل ما یدب علی الارض پر صادق آتا ہے۔ لیکن اصطلاح میں جو پائے پڑا ہوگا۔ ایسے یہاں عرف عام میں حساب سے مناقشہ مراد ہوگا۔ اگر باعتبار لغت کے حساب یسیر اور عرض پر بھی صادق آتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا رحمہ اللہ یہیں یاد ہوگا کہ میں نے باب من اعداد الحدیث میں ابن نمیر کی ایک غرض بیان کی تھی کہ اگر طالب علم ایک مرتبہ میں بات نہ سمجھے تو وہ بلید ہے۔ اس کو دوبارہ مت تبتلیئے لیکن میری رائے یہ ہے کہ ابن نمیر کی وہ غرض اس باب کے زیادہ موافق ہے اور اس گزشتہ باب کی غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار کلام فرمانے کی روایت کے متعلق امام کا تنبیہ فرمانا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکرار واپس فرماتے تھے جہاں یہ خوف ہو کہ مخاطبین سمجھے نہیں۔ اور بعض دوسرے حضرات اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی کہ

قرآن پاک کی آیت و اما الذین فی قلوبہم ذیغ فیتبعون ما لنشیاء الایہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشابہات کی تحقیق نہ کرنی چاہیے اور اسی قسم کا مضمون حضرت عمرؓ سے منقول ہے اور بعض کا مذہب بھی یہی ہے۔ تو امام بخاریؒ یہاں سے ان لوگوں پر رد فرما رہے ہیں کہ مشابہات قرآنیہ کی تحقیق تو واقعی نہ کرنی چاہیے۔ لیکن ان کے علاوہ بقیہ چیزیں جو سمجھ نہ آئیں، ان کے متعلق سوال کیا جاسکتا ہے

مَنْ نَوَقَّحَ الْحَسَابَ يَحْدُثُ، حضرت عائشہؓ کا قاعدہ تھا۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو ضرور مراجعت کرتیں۔ اب یہیں سے ترجمہ الباب کا ثبوت ہو گیا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو مراجعت کرے چنانچہ ایک مرتبہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ حَوَّسِبَ عَذِبَ تَوَاسٍ پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا اویسی یقول اللہ عزوجل الخ یعنی آپ تو فرما رہے ہیں کہ من حوسب عذاب اور اللہ تعالیٰ مؤمنین ناجیہ کے بارے میں فرماتا ہے۔ فسوف يحاسب حسابا يسيرا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ذلک العرض یعنی حساب یسر سے مراد عرضی ہے نامہ اعمال کا کہ اوراق گردانی کر کے بلا کچھ پرچے معاف فرما دیا جائے کہ بھاگ مارتا لائق تھا معاف کر دیا۔ اور من حوسب سے مراد من نوقح ہے کہ اگر اس نے سوال شروع کر دیا کہ یہ کیوں کیا؟ نماز کیوں نہیں پڑھی سو گیا۔ کیوں سو گیا رات کو دیر میں سویا تو وہاں چھپکارا لانا شکل ہو جاتے گا۔

باب يُبَيِّنُ الْعِلْمُ الشَّاهِدُ الْغَائِبُ عَنْ عِيَانِهِ مِنَ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ باب ہے کہ حاضر ہونے والا غائب کو علم پہنچائے۔ یہ حضرت بن عباسؓ نے آنحضرتؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الزُّعَنِيُّ عَنْ أَبِي شَرِيحَةَ أَنَّهُ قَالَ يَحْمَرُّ وَبُنْ سَعِيدٍ وَهُوَ يَجْعَلُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ أَمْدُنَ لِي أَيْهَا الْأَمِيرُ حَدَّثَكَ قَوْلَ لَا قَامَ بِمِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَدَّ مِنْ يَوْمِ مَا لَعَنَ سَمْعُهُ أَذُنَايَ وَوَعَا كَلْفِي وَابْصُرَ بَصْمَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ حَمْدُ اللَّهِ وَأَشْئَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَكَوْنُ يَوْمَهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِمَرِيٍّ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَنْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَغْضَبُ بِهَا شَيْعَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَوَخَّصَ بِقَطَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَهُوَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَفْلَسَ بِرَسُولِهِ وَكَوْنًا ذَنْ تَكْهُوَ إِنْصَافُونَ لِي فِيهَا سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ تُعَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَبَيِّنُ الشَّاهِدُ الْغَائِبُ فَقِيلَ لَا بِي شَيْءٌ مِمَّا قَالَ عَمْرُو قَالَ

میں ہر شخص داخل ہے، خواہ کذب نفع کے لئے ہو یا ضرر کے لئے ہو اور خلیفۃ میں امر بمعنی خبر کے ہے اور بعض نے اس امر کو بطور تحکم کے کہا ہے بنا بریں صحابہ کرام میں دو فرقے ہو گئے۔ کہ ایک اقلال فی الحدیث کہتے ہیں اور دوسرا اکثر فی الحدیث کا قائل ہے یعنی ایک گروہ کہتا ہے کہ حدیث بیان کرنے میں کمی کی جہلے دوسرا گروہ کثرت حدیث کا قائل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو من کذب علی منعمداً کا خوف نہیں ہے۔ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا افشاء کرنا چاہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ اب تک عرض فی الحدیث کی فضیلت تعلیم و تعلم پر تحریریں وغیرہ بیان فرمائی تھیں۔ تو اب یہاں سے امام بخاریؒ پر یک لگاتے ہیں کہ یہ سارے فضائل اپنی جگہ پر مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے میں احتیاط برتنا کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب ہر جائے۔ مہر و عید میں داخل ہو جاؤ۔ لا تکذبوا علی الخ۔ یہ روایت معنی متواتر ہے اور بعض کے نزدیک الفاظ کے اعتبار سے متواتر ہے اس باب کی احادیث کے متعلق حافظ ابن حجرؒ نے لکھا جو کہ امام بخاریؒ نے یہاں احادیث کے ذکر میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ فرمایا ہے۔ پہلے تو کذب علی نبی سے منع فرمایا۔ اور دوسری حدیث میں صحابہ کرام کی توفی فی الحدیث معنی احتیاط ناقلمین کو ذکر فرمایا۔ اور تیسری حدیث میں اس احتیاط کی تشریح فرمادی۔ کہ توفی فی الحدیث اکثر احادیث سے تھی۔ اگرچہ بعض صحابہ کرام بکثرت روایات بیان کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابو ہریرہؓ ورنہ عام صحابہ اکثر سے نہ تھے۔ اگر تمام صحابہ توفی کر لیتے تو ہم تک یہ روایات کیونکر پہنچتیں اور چونکہ حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹا خواب بھی من کذب علی میں داخل ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۵۰ اَحَدُنَا اَبُو الْوَلِيدِ الْخَزَّالِيُّ قُلْتُ لِلْبَيْهَقِيِّ اِنِّي لَا اَسْمَعُكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فَلَا تُكْذِبُ وَمَكَذُوبٌ قَالَ اَمَّا اِنِّي كَوَاخِرُكُمْ وَلَكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَكُنْ مِنْ اَمْعَدَكُم مِنَ النَّارِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت زبیرؓ سے عرض کی کہ میں نے آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح احادیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا جس طرح فلاں فلاں حضرات حدیث بیان کرتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں آپ سے کبھی جدا نہیں رہا۔ لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ جس نے مجھ پر جھوٹ کہا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بناتے۔

حدیث نمبر ۱۰۶ | حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ الْإِسْطَخْرِيُّ قَالَ أَسْنَىٰ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَ تَكْوِيْدًا كَثِيْرًا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَىٰ كَذِبًا فَلْيَتَّبِعُوا مُقْعَدَكَ مِنَ النَّارِ ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آپؐ لوگوں سے بہت احادیث بیان کرنے سے اس بات نے روک لیا ہے کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۰۷ | حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْإِسْطَخْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ هَوَائِي الْأَكْمُوعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَقْلُ عَلَىٰ مَا لَوْ أَقْلُ فَلْيَتَّبِعُوا مُقْعَدَكَ مِنَ النَّارِ ترجمہ، حضرت سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ جس شخص نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا، میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ بخاری شریف کے خصائص میں سے یہ بھی شمار کرایا جاتا ہے کہ اس میں بائیس اہل ثلاثیات ہیں۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ فقہ حنفی کا مدار ثنائیات پر ہے اب حدیث باب کے متعلق سنو کہ اس حدیث قال سمعت کے تحت بین السطور میں علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ هذا اَوَّلُ الثَّلَاثِيَّاتِ میں نے بہت تتبع اور تلاش کے بعد یہ بات حاصل کی کہ ان بائیس ثلاثیات میں سے بیس احادیث میں سند کے اندر جن کا نام آرہا ہے۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں یا امام زفرؒ کے۔ لامع کے اندر ان کے حالات بھی آگئے ہیں چنانچہ کنی بن ابراہیم بھی امام اعظمؒ کے تلامذہ ہیں سے ہیں اور ثلاثیات بخاری میں سے گیارہ روایات انہی سے مروی ہیں۔ لہذا سولتے دو کے نام حنفی حضرات سے یہ احادیث مروی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب امام بخاریؒ کی روایات ثلاثیات ہو سکتی ہیں۔ تو حضرت امام صاحبؒ کی احادیث کا ثنائیات ہونا تو یقیناً ہے۔ اگر میں یوں کہوں کہ وحدانی ہیں تو مباغض نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے فقہ حنفی بہت مضبوط ہے۔ قال الامام ابو حنیفہؒ ما نقل عن النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْوَأْسِ وَالْعَيْنِ وَمَا نُقِلَ عَنِ الصَّحَابَةِ نَخْتَارُ وَنُرَجِّحُ وَمَا نُقِلَ عَنِ الثَّلَاثِيَّاتِ هُوَ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ۔ یعنی امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم سے منقول ہو وہ سر اور آنکھ پر جو صحابہ کرام سے منقول ہو اس میں سے ہم چھانٹ

کر ترجیح دیں گے۔ اور جو تابعین سے منقول ہو۔ تو وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں ان کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں ہے بہر حال ثلاثی وہ روایت کہلاتی ہے جس میں حضور اکرم صلیم اور محدث کے درمیان تین واسطے ہوں۔ اور ایسی حدیث کی بڑی اجمال شان کی جاتی ہے۔ اور موٹے خط میں اول الثلاثیات ثانی الثلاثیات کہتے ہیں اس کی دہر یہ ہے کہ ادھر تو صحابی بیچ میں تا بھی وہ خیر القرون سے اور شاگرد اپنے استاد کے حالات سے خوب واقف!

حدیث نمبر ۱۰۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَازِبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسْمَعُوا يَا سَيِّدِي وَلَا تَكُنْتُمْ أَبْكُنِّي وَمَنْ رَأَى الْإِنْسَانَ خَضِرًا رَأَى خَائِنًا الشَّيْطَانُ لَا يَتَمَثَّلُ فِي صُورَةٍ وَمَنْ كَذَبَ عَلَى مَتَعَبَةٍ أَفْلَيْتَ بِمَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ۔ ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے نام تو رکھ سکتے ہو لیکن میری کنیت جیسی کنیت نہ رکھو اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں قتل نہیں کر سکتا اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ کہا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

تشریح از شیخ مدنی لا تسمعوا یا سیدی الخ لقب مشعر الی الدرج والذم ہوتا ہے۔ کنیت میں تعظیم ہوتی ہے ورنہ حقیقت میں ایذا اور علم اس سے منفرہ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلیم کو کنیت اور لقب سے پکارا جاتا تھا لیکن ایک دن آپ بازار میں جا رہے تھے کہ کسی نے یا ابوالقاسم کہہ کر پکارا۔ اور مراد کوئی اور لیا۔ تو اس اشتباہ کی وجہ سے آپ نے کنیت رکھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ صحابہ کرام علم کہہ کر نہیں پکارتے تھے۔ سوائے بددی کے۔ لا یجعلوا دعاء الرسول بینکوا الخ تو علم کی ممانعت تھی۔ ابوالقاسم کنیت میں اشتباہ ہو گیا اس کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ ایک صورت اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام قاسم نہ رکھے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کے چند بیٹے ہوں۔ ان میں ایک قاسم بھی ہو تو اپنی کنیت ابوالقاسم نہ رکھے۔ اور ایک جامعیت یہ بھی کہتی ہے کہ آپ کے نام پر کسی کا نام نہ رکھا جائے۔ لیکن قول انا جواز کہ ہے چونکہ کنیت کی ممانعت اشتباہ کی وجہ سے تھی۔ اس لئے وہ ممانعت آنجناب صلیم کے عہد تک محدود ہوگی۔ اس کے بعد کنیت اور نسبہ دونوں جائز ہوں گے۔ وَمَنْ رَأَى الْإِنْسَانَ خَضِرًا یعنی جس نے آپ کو خواب میں دیکھا تو رد یا حق میں سے ہے لیکن اس پر اشکال ہو تلہ ہے کہ ہم آپ کو ایک ہی رات میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور آپ مختلف حیثیات

پرنظر آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے تو ایک جماعت کہتی ہے کہ آپ کی روایت حقہ وہ ہوگی جو آپ کے علیہ مبارک کے مطابق ہو۔ جو کتب سیر میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی یہی رائے ہے مگر جمہور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حالت میں دیکھا جائے۔ وہی صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کو دیکھنا رائی کے قلب پر منحصر ہے جیسے کوئی چیز سنہ سنہ بغیر آئینوں میں انتزاع ہو۔ درحقیقت وہ چیز رنگدار نہیں ہوتی۔ اس طرح آپ کی یہ روایت منامی اور روحانی ہے۔ اور رائی کی قلبی کیفیت کی بنا پر روایت ہوتی ہے۔ مرنی اس کیفیت سے مبرا ہوتا ہے۔ اختلاف طرق و ہیئات یہ دیکھنے والوں کی قلبی کیفیات ہیں البتہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ اگر خواب میں آپ کی زبان سے کوئی ایسا قول سنے جو شریعت کے خلاف ہو۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ اگر وہ قول ظاہر شریعت کے موافق ہو تو قابل قبول ہے۔ اور جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ کیونکہ مرنی پہ تو اعتبار ہے ہی۔ لیکن رائی کے قیاس اور اس کے رویہ کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ غیر انبیاء کا رویہ حجتہ نہیں ہوتا۔ اور انبیا کے قلوب بیدار ہوتے ہیں۔ اس روایت میں عقدرائی ہے۔ دوسری روایات میں ہے سیکلف لہذا قدرائی کو مستقبل کے معنی پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے قد اقتربت الخ تو یہ حکم یا تو آپ کے عہد کے ساتھ مختص ہے یا عام بشارت ہے۔ کہ محشر کے میدان میں میری ملاقات ہوگی۔ پہلی تاویل کی تائید وہ روایت ہے جس میں من رائی عند رأی المحف ہے۔ غلامہ یہ کہ آپ کا دیکھنا رائی کی خوش بختی کی دلیل ہے اور جس کو زیارت نصیب نہ ہو اس کے لئے کوئی تنقیص نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا قسموا یا سہی الخ یہاں تو اس طرح ہے کہ میرا نام رکھو کیفیت نہ رکھو اور جن روایات میں اس کا عکس وارد ہوا ہے کہ میرا نام نہ رکھو البتہ کنیت رکھ لیا کرو۔ اس وجہ سے علماء میں اختلاف واقع ہو گیا۔ کہ کیا جائز ہے کیا ناجائز ہے امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مطلقاً آپ کی کنیت شریف رکھنی ناجائز فرماتے ہیں خواہ آپ کی جہت میں ہو یا بعد المات ہو۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ مانعت آپ کے عہد کے ساتھ مختص تھی اب جائز ہے من رائی فی المنازلہ اس پر علماء ائمہ کا اجماع ہے کہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے آپ ہی کو دیکھا شیطان کے اندر یہ ہمت نہیں ہے کہ وہ آپ کی شکل میں آکر یہ کہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ البتہ وہ خدا کی شکل میں آکر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں ہیں ہادی اور مضل اللہ تعالیٰ کے اضلال کا مظہر کو شیطان

ہے۔ لہذا وہ مظهر ضلالت بن کر سامنے آ سکتا ہے۔ بخلاف نبی اکرم مسلم کے کہ آپ ہادی محض ہیں لہذا آپ کی شکل میں نہیں آ سکتا۔ نیز عمل کرنے میں بھی بیان فرمایا ہے کہ اگر حضور پاک خواب میں کوئی خلافِ شریعہ امر کا ہوا تذکرہ کیا تو وہ جائز نہیں ہوگا۔ نیز جو شخص آپ کو آپ کی شایانِ شان شکل میں نہ دیکھے بلکہ کسی اور شکل میں دیکھے تو اس نے بھی حقیقت میں آپ کو دیکھا اور اس کا یہ خلافِ شان دیکھنا اس کے اپنے نقص کی وجہ سے ہے اور اس شخص کے خیالات اعتقاد کی انعکاسی ہے۔

باب کتابِ العِلْوِ

حدیث نمبر ۱۰۹ اَحَدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَانِي بِحُفَيْفَةَ قَالَتْ قُلْتُ لَعَلِّي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَلْ وَجَدْتُ كِتَابَ قَالَ لَا اَلَا كِتَابُ اللَّهِ اَوْ قَهْمُ اُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمًا وَكَانَ فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَتْ قُلْتُ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَانَ الْاَسِيرُ وَلَا يَقْتُلُ مُسْلِمًا بِكَافِرٍ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو حنیفہؒ جو صفار صحابہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ کو کوئی عجیب اہل بیت کے پاس کوئی کتاب ہے۔ فرمایا اور تو کچھ نہیں البتہ یہ اللہ کی کتاب یا وہ دین کی سمجھ جو مسلم مرد کو دی جلتے یا جو کچھ اس دستاویز میں ہے۔ میں نے کہا اس دستاویز میں کیا ہے فرمایا دیت کے احکام۔ قیدی کو چھڑانے کی ترغیب اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

تشریح از شیخ مدنی، حمد نبویؐ میں کتابتِ محض کتاب اللہ کی ہوتی تھی۔ تاکہ غیر کتاب اللہ سے غلط طوطا نہ ہو جائے۔ چند آدمیوں کو امانت دینے کی اجازت تھی۔ ردافض نے یہ خبر مشہور کر دی تھی کہ حضرت علیؓ کے پاس محض کتاب اللہ ہے۔ اور آپ نے ان کو خصوصی وصیت فرمائی ہے۔ اس لئے سوال ہوا کہ ہل عندک کتاب اللہ ای مخصوص دُونَ النَّاسِ اَوْ قَهْمًا لَمْ اِسْ پَر تَبْہ ہوتا ہے کہ سستی منہ تو کتاب اللہ ہے جو مخصوص باصل البیت تھی۔ تو پھر کتاب اللہ اور فہم کا استثنائے صحیح ہوگا۔ تو تقدیر عبارت ہوگی۔ اَلَا كِتَابُ اللَّهِ اَوْ قَهْمًا كِتَابُ اللَّهِ يَاقَهْمُ مَسْتَقْنِیٰ منقطع کے طور پر ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ ہمارے پاس مولنے ان دو چیزوں کے اور کچھ نہیں جو بنو ہاشم کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام احکام ہیں ہمارے پاس کوئی مخصوص کتاب نہ ہوئی۔ عقل بمعنی دینیت۔ لَا يَقْتُلُ مُسْلِمًا بِكَافِرٍ اِمَامِ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کافر ذمی ہے۔ تو اس کے بدلہ مسلمان قتل کیا جائے گا۔ اس طرح اگر کافر عربی اور امان لے کر ہمارے

پاس آیا ہے۔ یا عربی ہے اور اس سے مصالحت ہے۔ یا اس کی محاربت معروف ہے تو ان تینوں کے بدلہ مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ دیگر آئمہ علی الاطلاق کہتے ہیں کہ مسلمان کو ان کے عوض قتل نہ کیا جائے گا۔ اگر ذمی قتل کر دیا جائے۔ تو اس میں باقی آئمہ فرماتے ہیں کہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ معاہدہ کے مقابل میں آپ نے مسلمان سے قصاص لیا ہے۔ اور فرمایا نحن احق بدمائنا اللہ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ علماء سلف ہیں ایک مذہب تو کتابت سے بالکل منع کرنے کا ہے حتیٰ کہ جو لکھا ہوا ہو اس کے بھی محو کرنے کا امر ہے اور یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ روایات مجوزہ کثرت سے ہیں۔ اس لئے جب منع و جواز میں تعارض ہو اگر تاہے تو منع کو ترجیح ہوا کرتی ہے بعض سلف کا مسلک یہ ہے کہ اولاً لکھے جب یاد ہو جائے تو مٹا دے۔ یہ حضرات جمع بین الروایتین کرتے ہیں اور قیصرانہ مذہب بعض سلف کا ہے جواب متفق علیہ مذہب ہے کہ کتابت حدیث بالکل جائز ہے اور حفظ کے بعد مٹانے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہی غرض امام بخاریؒ کی اس ترجمۃ الباب سے ہے۔ جس کو امام بخاریؒ نے متعدد روایات سے ثابت کیا ہے۔ باب سے تو اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اور روایات مشتبہ ذکر فرما کر جمہور کے مذہب کو ثابت فرمایا ہے۔

قلت لعليٰ الخ یہاں روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ لیکن دوسری جلد ۱/۲ پر ھل عندکم کتاب من وحی غیر القرآن ہے۔ ان الفاظ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے پاس قرآن مجید کے علاوہ جو ماہین الائقین ہے اور کوئی حصہ قرآن ہے۔ جو اس قرآن پاک کے علاوہ ہو۔ اس سوال کا منشا یہ تھا کہ اس زمانے سے ہی روافض نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور ان کے احوال نے چالبازی کی قرآن پاک کے چالیس پلے تھے دس پلے جو اہل بیت کے فضائل میں تھے اور حضرت علیؓ اور آپ کے تعلقات کی بہت سی قسم کی تعریفیں اور مدحیہ مضامین اس میں تھے۔ اس کو انہوں نے قرآن کے اندر نہیں لکھا۔ نیز ایہ روافض یوں بھی کہا کرتے تھے کہ دراصل نبی حضرت علیؓ نہیں فرشتہ جبرائیل علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا۔ تو ان باتوں کی وجہ سے لوگوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ کیا لوگوں کا یہ خیال صحیح ہے۔ اور کیا آپ کے پاس کوئی خاص احکامات والی وحی ہے۔ یہ حدیث جس میں صراحتہً وحی کے متعلق سوال ہے آگے چل کر بخاری میں ۲۲۸ پر آدنی

يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ اَلَا بِئِذَا قُلُودٌ فَتَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَلَا اِلٰهُ دُخِيَ يٰا رَسُولَ اللَّهِ
فَاِنَّا نَجْعَلُهُ فِيْ مِيْمُوْنِنَا وَقُبُوْرِنَا فَقَالَ اَلَتَسِيْحُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلُّوْا اِلٰهُ دُخِيَ اِلٰهُ دُخِيَ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو خزاعہ نے قبیلہ بنو لیث کے ایک آدمی کو فتح مکہ کے سال اپنے اس مقتول کے بدلہ میں قتل کر دیا جس کو بنو لیث نے قتل کیا تھا اس کی اطلاع آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم کو دی گئی آپؐ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ سے قتل یا ہاتھی کو روک دیا۔ امام محمد بخاری فرماتے ہیں کہ میرے استاذ ابو نعیم نے اسی طرح شک کے ساتھ قتل یا فیل فرمایا مگر ان کے علاوہ دوسرے استاد نے بغیر شک کے فیل فرمایا۔ بہر حال جناب رسول اللہ صلعم اور مومنوں کو مکہ والوں میں غلبہ دیا گیا۔ خبردار! وہ مکہ نہ تو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہو گا۔ خبردار! وہ مکہ میرے لئے بھی دن کی صرف ایک گھڑی مبر کے لئے حلال ہوا تھا۔ اب وہ اس گھڑی مر رہا ہے۔ نہ تو اس مکہ کا کوئی کاشا کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا کوئی درخت قطع کیا جائے۔ اور نہ ہی اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے مگر اس کے اعلان کرنے والے کو اٹھانے کی اجازت ہے۔ پس جو شخص مکہ معظمہ میں قتل کر دیا جائے۔ تو اس کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو مقتول کا خون بہا لیا جائے یا مقتول کے دُڑا کو قصاص لینے کا حق ہے۔ اس پر اہل یمن کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ یہ حکم مجھے کھدھیجئے آپؐ نے حکم دیا کہ لو فلاں کے لئے یہ حکم کھدھو قریش کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ اذ حق قطون بوٹی کو مستثنیٰ فرمائیے۔ کیونکہ اسے ہم اپنے گھروں کی پھپھتوں اور قبور میں استعمال کرتے ہیں تو نبی اکرم صلعم نے اس کو مستثنیٰ کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا اِلٰہُ دُخِيَ اِلٰہُ دُخِيَ یعنی گمراہ۔

تشریح از شہنشاہ مدنیؒ خزاعہ اور حذیل میں آپس میں جھگ چلی آ رہی تھی۔ فتح مکہ میں یہ لوگ آپ کے معاند تھے۔ انہوں نے اپنے آدمی کا قصاص لے لیا جس پر آپؐ نے یہ خطبہ دیا۔ اِلٰہُ دُخِيَ اگر اشکال ہو کہ لفظ تو بہر حال منشد کے لئے ہوتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعد الا لشد لفظ حلال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ صاحب ثروت ہی ہو۔ لیکن امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر منشد صاحب حاجت ہو تو اس کے لئے خرچ کرنا جائز ہے البتہ منشد کے لئے جائز نہیں کیونکہ اس کے لئے انشاء فی مجالس الحرم محال ہے تو احواف کے ہاں الا لشد تاکید انشاء کے لئے ہو گا کہ التقاط تو صحیح ہے مگر وہ چیز بالاتفاق حلال

نہیں ہو سکتی اس سے اشارہ کرنا ہے کہ حرم کا نقطہ نہیں اٹھانا چاہیے۔

از شیخ زکریا بقتیل منہوای من بنی خراعة قتلوه ای قتل بنو لیث قتیل بنی خراعة
تو منہو کی ضمیر بنو خراعة کی طرف اور قتلوه کی ضمیر بنو لیث کی طرف اور مفعول کی ضمیر قتیل کی طرف راجع
ہوگی۔ اِنَّ اللہَ حَیْسَ حَتَّ مَکَّةَ الْقَتْلِ لَوْ مُحَمَّدًا مَّصْدَاقَ خُودِ اَمَّ بَخَارِیِّیْنَ۔ وہ فرماتے ہیں کہ القتل
والغیل اس کو شک کے ساتھ رہنے دینا اس میں اصلاح نہ کرنا۔ کیونکہ میرے استاد ابو نعیم نے اسی
طرح شک کے ساتھ بیان کیا تھا۔ اگرچہ صحیح البیہقی ہے کیونکہ ان کے علاوہ باقی اساتذہ سب جرم کے ساتھ
اسی کو بیان کرتے ہیں۔

اب یہاں پھر وہی مسئلہ آگیا کہ محدثین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کتاب میں غلطی خود اس لکھنے والے
کی طرف سے ہو۔ تو اس میں اصلاح کرنا جائز نہیں لیکن جب محقق طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ غلط ہے تو کیا
کرے۔ اس میں دو قول ہیں ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ جب غلطی پر پہنچے تو یوں پڑھے الصحیح کذا و
فی الکتاب حکذا تاکہ ابتداءً غلط پڑھ کر من کذب علی متعبداً (الحديث) کا مصداق نہ بن جائے
اور دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ پڑھتا چلا جائے۔ اور جب غلط پڑھ چکے تو اس کے بعد فوراً و الصبح
حکذا پڑھے و سئل علیہ رسول اللہ الخ مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے اتنے بڑے جابر بادشاہ ابرہہ کو جو اپنے ہاتھی لے کر کعبہ کو مسمار کرنے آیا تھا کہ میں گھنے
نہ دیا۔ بلکہ چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو کنکریاں دے کر سب کو ہلاک کر دیا اس واقعہ کے ہی بیان میں سورۃ فیل نازل
ہوئی مگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو محض اپنے فضل و کرم سے ان پر مسلط فرما دیا۔ الا انھا لحد
لاحد قبلی الخ یعنی سن لو۔ یہ کہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے
اب ممکن ہے کوئی شخص یوں کہتا کہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قال کیوں فرمایا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ارشاد
فرماتے ہیں کہ الا و ما حلت لی ساعة من بعد سن لو جو میں نے قال کیا تو کہ میرے واسطے تھوڑی
دیر کے لئے حلال کر دیا گیا تھا۔ الا انھا ساعة فی هذه حوالہ یہ اس وجہ سے کہا کہ یہ خطبہ فتح مکہ کے دوسرے
دن ہوا تھا۔ یہاں یہ بات غور سے سنو کہ اس میں اختلاف ہے کہ فتح مکہ صلح ہے یا عنوة ہے۔ احناف کے
نزدیک عنوة فتح ہوا ہے اور شوافع کے نزدیک صلح فتح ہوا۔ ولا تلفظ ساقطھا الخ اگرچہ مکہ میں تشریف
نقطہ مشکل ہے کیونکہ حاجیوں کا مجمع بہت ہوتا ہے۔ اور ان کا کہیں مستقل چند دن تک قیام بھی نہیں ہوتا تو

خاص طور سے انشا کی اہمیت باقی رکھنے کے لئے ایسا فرمایا۔ فمن قتل فهو مجرم للنظرین ہو کہ ضمیر وارث مقتول کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ مقتول تو مر چکا ہے۔ اب اس کے مخیر بن النظرین ہوئے گا کیا سوال خیر النظرین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وارث مقتول کو دوباتوں میں سے ایک کا اختیار ہو گا وہ جس کو چاہے پسند کرے۔ ایک دیتہ دوسرا قتل معنی چاہے قاتل کو قتل کر دے یا دیت لے لے۔ یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ آیا اختیار صرف وارث قاتل کو ہو گا۔ یا قاتل کو بھی اختیار ہو گا۔ ائمہ ثلاثہ روئے نزدیک تو صرف وارث قاتل کو اختیار ہے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ قاتل کو بھی اختیار ہے اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ اولیا مقتول دیت مانگیں اور وہ دیت دینے پر قادر نہ ہو۔ بلکہ قتل ہونا پسند کر لے۔ یہ سوچ کر کہ کہاں دیت کے لئے کھانا پھروں گا۔ اما ان یقتلوا یہ خیر النظرین کی تفصیل ہے۔ فجاء رجل من اهل الیمین الخ یہ آنے والے حضرت ابوشاہ ہیں۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔ ان صحابی کا نام معلوم نہیں ہو سکا البتہ ان کی کنیت ابوشاہ ہے۔ اکتب لی یا رسول اللہ معنی یا رسول اللہ صلعم یہ گراما یہ احکام جو آپ نے بیان فرمائے ہیں اس کو میرے واسطے لکھوا دیجئے کیونکہ خود پڑھے لکھے نہیں تھے۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اکتبوا لابی خلاص فلاں سے مراد بھی ابوشاہ ہیں چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں اکتبوا لابی شاہ ہے یہاں بخاری کی روایت میں راوی کو نام یاد نہیں رہا۔ اور یہی جملہ اکتبوا لابی خلاص ام بخاری کی غرض ہے کہ دیکھو یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے حضور اکرم صلعم کے امر سے کتابت حدیث ہو رہی ہے۔ فقال رجل من قریب الخ جب حضور اکرم صلعم نے حرمت کے احکام بیان فرمائے تو حضرت عباسؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ الاذخر یعنی اذخر کا استثناء فرما دیجئے رجل سے مراد حضرت عباسؓ ہیں۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاذخر کہ حضور اکرم صلعم نے حضرت عباسؓ کے کہنے پر اذخر استثناء فرمایا۔ اب یہاں علماء کے درمیان ایک مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ کیا حضور اکرم صلعم کو احکام کے درمیان اختیار تھا کہ جو چاہے حکم فرمادیں اور جس سے چاہیں منع فرمادیں۔ اور جس کو چاہیں حلال و حرام فرمادیں۔ اس کے متعلق ایک جماعت کی رائے ہے کہ حضور اکرم صلعم کو ہر کچھ بھی اختیار نہ تھا۔ ان کا استدلال ما ینطق عن الہدی (آلہ) جیسی آیات سے ہے۔ اور اس کے برخلاف ایک دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ اختیار تھا کیونکہ اگر اختیار کا نہ ہونا تسلیم کر لیں تو پھر حضرت عباسؓ کے فرمانے پر استثناء کیوں فرما دیا جب استثناء فرما دیا تو معلوم ہوا کہ اختیار تھا۔ ان حضرات کی دلیل حدیث

پاک لولا اشق علی امتی لامرتمو بالسواک اور باب کی یہ حدیث ہے۔ رہ گئی۔ سبت کریمہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے فوراً قلب میں القار ہو گیا ہو۔ کیونکہ وحی کی ایک قسم القار فی الردع بھی تو ہے اور تیسرا مذہب توقف کلہے کیونکہ روایات دونو قسم کی ہیں اور متعارض ہیں اور چونکہ مذہب یہ ہے کہ حروب میں اختیار ہے بعینہ احکام میں اختیار نہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۱۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخِزْمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَا مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْيَمَ كَانَ يَكْتُمُ وَلَا يَكْتُمُ تَابِعَهُ مَعْمُ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ (الحديث)
ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ جناب اکرم صلم کے اصحاب کرام میں سے میرے سے زیادہ آپ سے حدیثیں بیان کرنے والا کوئی نہیں مگر وہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

تشریح از شیخ ندویؒ چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ میں سکونت اختیار کی تھی اور اشتغال بالحديث کو مشغلہ بنالیا تھا۔ اس لئے ان کے پاس بہت روایات تھیں۔ یعنی پانچ ہزار تین سو سے زائد احادیث تھیں اور آٹھ سو ساگر دتھے اور حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ کے پاس لکھی ہوئی احادیث تھیں کیونکہ وہ اشتغال بالعبادة رکھتے تھے ان کی خواہش تھی کہ رات کو عبادت کرتے رہیں اور دن کو روزہ رکھیں۔ اس لئے بیوی کو طلاق دے دی تھی اور کہا کہ مجھے فرصت نہیں ملتی۔ لوگوں نے اور خود آنحضرت صلم نے بہت تنبیہ فرمائی تو سات دن میں ختم قرآن کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے۔ برلھا آیا تو پھر کی گئی

تشریح از شیخ زکریاؒ اس سند میں اخْبَرَنِي وَهْبُ بْنُ مَنِبْهٍ عَنْ أَخِيهِ اس ازخ سے مراد صام بن منبہ ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایات نقل کرنے میں بہت مشہور ہیں ان کی ایک کتاب صحیفہ صام بن منبہ کے ساتھ مشہور ہے۔ اس صحیفہ سے امام مسلمؒ روایات نقل کرتے ہیں۔ اور یہ صحیفہ اب جہد رآباد میں بھی طبع ہو چکا ہے۔ اور یہ مسند احمد میں بھی کیجائی تمام عن ابی ہریرہؓ سے مروی ہے فلانہ کان یکتب ولا اکتب اس حدیث میں چند ابجاث ہیں۔ ایک تو یہی کان یکتب ولا اکتب امام بخاریؒ کی غرض بھی اس جملہ سے ثابت ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ جسے بعض مریدین مشائخ کے ملفوظات لکھ لیتے ہیں اسی طرح یہ بھی جو کچھ حضور اکرم صلم سے سنتے اس کو لکھ لیتے۔ صحابہ

ان کو لامت کی کہ تم سب کچھ کیوں لکھتے ہو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں غصہ بھی فرماتے ہیں خوش بھی ہوتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس منہ سے حالت رضا و غضب میں سوائے حق کے اور کوئی بات نکلتی ہی نہیں تم سب کچھ لکھ لیا کرو۔ تو یہاں کتابت حدیث بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئی۔ دوسری بحث یہ ہے کہ خود حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی احادیث بیان کرنے والا نہیں ہے، سوائے عبداللہ بن عمروؓ کے حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن جوزیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات پانچ ہزار تین سو چوبتر بتلائی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بعض محدثین کے قول پر پانچ سو اور بعض کے قول پر کل سات سو ہیں تو ان کی مرویات زیادہ سے زیادہ سات سو اور حضرت ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو چوبتر تو پھر کس طرح حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایات زیادہ ہوتیں۔ اس کا جواب بعض علماء تو یہ دیتے ہیں کہ لکھنا اور چیز ہے اور اس لکھنے ہوئے کا چل پڑنا اور چیز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کثرت سے مدینہ منورہ رہتے تھے اور لوگ کثرت سے مدینہ منورہ ہی تحصیل علم کے لئے رحلت و سفر کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ طائف میں رہتے لگتے تھے اور وہاں اس قدر لوگ جلتے نہیں تھے۔ اس لئے ان سے اخذ کثرت سے نہیں ہوا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ چونکہ کتب سادہ کے عالم تھے اس لئے وہ کبھی کبھی اسرائیلیات بھی بیان کر دیا کرتے تھے اس غلط ملط کی وجہ سے عام آدمی ان سے روایات کثرت سے نہیں لیتے تھے۔ بخلاف حضرت ابوہریرہؓ کے وہ صرف احادیث رسول اللہ ہی بیان کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے لئے آنحضرتؐ کی حفاظت کی دعا فرمائی تھی اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس صرف لکھی ہوتی تھیں تو حضرت ابوہریرہؓ اپنے حفظ سے خوب بیان کرتے تھے۔ دوسرا اشکال یہاں یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ تو وہ مکان سے ایک صحیفہ نکال کر لائے جس میں احادیث تحریر تھیں اس سے پتہ چلا کہ وہ بھی لکھا کرتے تھے۔ لہذا ان دلائل کتب کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ کس طرح پتہ چل گیا کہ وہ صحیفہ خود ان کا لکھا ہوا تھا۔ بہت ممکن ہے کسی اور کا لکھا ہوا ہو۔ اور وہ ان کو مل گیا ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ دلائل کتب فرمانا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دانہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور آپ کے انتقال کے بعد انہوں نے احادیث جمع کر لیں اور ان کو لکھ لیا۔

حدیث نمبر ۱۱۲۱۱۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَمْعَهُ قَالَ أَسْتَوْفِي بِكِتَابٍ كُنْتُمْ تَكُونُونَ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ قَالَ
عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللَّهِ حَسْبُنَا مَا تَكْتَفُونَ
وَكَثْرُ اللَّفْظِ قَالَ قَوْمُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي الشَّارُ زُفْرُ فَزَجَّ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ
الْمَرْيُتَةَ كُلَّ التَّوَزِيْعِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ -

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم کو اپنے درد کی شدت محسوس ہوئی
تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس کتاب لے آؤ تاکہ میں تمہیں ایک کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے
تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہؐ صلعم پر درد کا غلبہ ہو گیا ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن)
موجود ہے جو ہمیں ہدایت کے لئے کافی ہے۔ اس طرح اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور شور و شغب بہت ہوا جس پر
آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا کہ سب میرے پاس سے اٹھ جاؤ میرے پاس بیٹھ کر جھگڑا کرنا اچھا نہیں ہے۔ تو
حضرت ابن عباسؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ بیشک پوری مصیبت ہے جو جناب رسول اللہؐ صلعم اور آپؐ
کی کتاب کے درمیان حاصل ہو گئی۔ ان المذیۃ کل المذیۃ یا تو اس اعتبار سے کہ حضرت ابن عباسؓ
افقر تھے۔ یا یہ کہ اس کی وجہ سے روافض کو طعن کا موقع ملا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اَبُو بَکْرِ بَکْرُ بْنُ كَثِيرٍ حَضَرُوا اَقْدَسَ صَلَاحٍ كَلِمَةً اَسَى كَى تَوَكَّلِي تَصَرَّحَ بِهِنَّ هِىَ
هَآلِ سِيَاقِ رَوَايَةِ سَے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلعم خلافت کے متعلق لکھتے کہ فلاں کو خلیفہ بنایا جائے
پھر فلاں فلاں کو یہ واقعہ معجزات کا ہے۔ اور اس کے بعد دو تفسیر کی صبح کو آپؐ کا انتقال ہو گیا۔ اور امام بخاریؒ
کی غرض بھی اس جملے سے ثابت ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلعم نے مرض الوصال میں لکھنے کو قلم و دوات طلب فرمایا
اور حضور صلعم جو کچھ لکھتے وہ حدیث ہی ہوتا لہذا کتابت حدیث ثابت ہو گئی۔

قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْوَجْعُ قَالَ حَضَرُوا اَقْدَسَ صَلَاحٍ كَلِمَةً اَسَى كَى تَوَكَّلِي تَصَرَّحَ بِهِنَّ هِىَ
قَلَمُ دَوَاتِ طَلَبِ فَرَمَايَا تَوَحُّرَتْ عَمْرُؤُفَ لَوُكُوں كُومَنُفَ كُودِيَا۔ اور کہنے لگے کہ حضور اقدس صلعم کو تو تکلیف ہے
ہمارے لئے کتاب اللہؐ کافی ہے۔ حضرت عمرؓ نے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور
حضرت عمرؓ حضور اقدس صلعم کے وزیر اور مشیر تھے خاصۃً اور دیگر ائمہ میں داخل تھے عموماً اس لئے حضرت
عمرؓ نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ اس وقت حضور اکرمؐ صلعم کو تکلیف نہ دی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت
ابو ہریرہؓ حضور اکرمؐ صلعم کے جوتے لے کر جنت کی بشارت دینے چلے تو حضرت عمرؓ نے راستے ہی میں ان

کے سینہ پر اس زد سے ہاتھ مارا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سرین کے بل گر پڑے تھے۔ یہ حضور صلعم کے پاس نکمایت لے کر چلے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے۔ کہ حضور ایسا نہ فرمائیے۔ لہذا حضرت عمرؓ نے تو اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں کہ حضور اقدس صلعم کی جیات ہی میں حضور کے سامنے لیے کام کرتے تھے۔ اس طرح ایک مرتبہ ازواج مطہرات نان و نفقہ طلب کر رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ آگئے یہ ساری ازواج آڑ میں چلی گئیں۔ حضور پاک صلعم سکرانے اور فرمایا کہ عمرؓ سے شیطان بھی بھاگتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس صلعم سے واقعہ دریافت کر کے فرمایا۔

یاعبدات انصحنی ولاتھبن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس صلعم نے کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔ لہذا حضرت عمرؓ پر کوئی اعتراض نہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی بے ادبی کی بلکہ ان کو تو دلالتہ اجازت تھی۔ اسی بنا پر انہوں نے منع فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس دن حضور اقدس صلعم کو بہت تکلیف تھی اور تکلیف کی تیزی کی وجہ سے ڈول کے ڈول پانی کے آپ پر ڈالے جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کو یہ تکلیف برداشت نہ ہوئی۔ اس لئے انہوں نے منع فرمادیا کیونکہ لکھنے سے اور تکلیف ہوتی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ پنجشنبہ کی شام کلبہ سے اور حضور اقدس صلعم کا انتقال دوشنبہ کو ہوا۔ تو اگر حضور اکرم صلعم کو کچھ کھانا تھا تو جمعہ یا اتوار کو کھوا دیتے۔ کیونکہ اس دوران طبیعت ٹھیک ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے خطبہ بھی دیا۔ اور اس میں مہاجرین کے فضائل بیان فرمائے۔ اور انصار کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کے محسنین کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔ اور ان کے سینین سے تجاذز کریں اور چوتھا جواب یہ ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے خود حضور اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ قلم دوات لاؤ کچھ لکھ دوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور پاک صلعم زبان مبارک سے فرمادیں۔ ان کو یاد کر لوں گا۔ لکھنے کی ضرورت نہیں تو اگر حضرت عمرؓ نے بقول روافض بے ادبی کی تو ادھر بھی بے ادبی ہوئی۔ یہ روایت ابن سعد کی ہے صحاح کی نہیں اور پانچواں جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کو حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی متعلق لکھنا تھا۔ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھوانے کا خیال ہی نہیں تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بخاری جلد ثانی میں ص ۱۰۷ پر ایک روایت آرہی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَرَدْتُ ان اُرسل الی ابی بکر واینہ فاعھد ان یقول القائلون او یقمنی المتنون شعلت یا ابی اللہ ویدفع المؤمنون (الحديث) اس سے معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے تو گویا رافضیوں کا مہلا کیا کہ حضور صلعم کو لکھنے سے منع کر دیا۔ اگر لکھ دیتے تو پھر حکم قطعی ہو جاتا۔ اور رافضیوں کو کوئی چارہ کار نہ رہتا۔ فخر ح ۱۷۱ عباس الخ ابن عباسؓ کا یہ فوج حضور اقدس صلعم کے پاس سے نہیں تھا بلکہ

کیونکہ جب فتنہ ظاہر ہوئے تو اس کے ساتھ فرائین کا ظہور ضرور ہوا ہو گا۔ قات مع العسیرین۔ ایفعلوا۔ صواحب جہرات کو جگا دو۔ کیونکہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ فتنہ سے بچنے کی دعا کریں۔ یہاں انزل اللیلۃ تو علم کے اندر داخل ہے۔ اور ایفعلوا اس کی مناسبت غلط سے ظاہر ہے۔ تو اب کے دونوں ہر سے مناسبت ہو گئی۔ کامیۃ فی الدنیا اور کاسیہ کے معنی کپڑا پہننے والی چونکہ ثوب بول کر بعض مرتبہ اس سے عمل و خلق مراد لیا جاتا ہے۔ اور عام طور سے عرب میں بولا جاتا ہے سب سے متعلقہ کا شعر ہے

ان تک قد ساتک متغ خلیقۃ

فسلی ثیابی من ثیابک تشل

ترجمہ، اگر اے محبوبہ تجھے میری کوئی خصلت بری لگتی ہے تو میرے کپڑے اپنے کپڑے سے الگ کر لے تو یہاں ثیاب سے مراد تعلق ہے۔ اب اس صودت میں مطلب یہ ہو گا کہ بہت سی وہ عورتیں جو دنیا میں عمل کرنے میں خوب آگے آگے ہوتی ہیں۔ وہ آخرت میں اعمال سے نگلی ہوں گی۔ کیونکہ وہ اپنی عادت کے مطابق جہل خوری۔ غیبت۔ گالی گلوچ اور جہالت کے سینکڑوں کام کرتی ہیں اور حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ بہت سی عورتیں جو دنیا میں لباس پہنتی ہیں وہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا۔ مثلاً اندر سے بدن اس میں نظر آتا ہے تو ایسی عورتوں کو نگلی ہونے کی سزا آخرت میں ملے گی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بہت سے دنیا میں اعمال کرنے والے آخرت میں اس کے اجر سے خالی ہوں گے اس لئے کہ ان اعمال میں اخلاص نہ ہو گا۔ یا اسے کیا ملے گا۔

باب السَّعْرِ بِالْعُلُوِّ۔

رات کے وقت علم کی بات چیت کرنے کے بارے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۱۴۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ الْهَمْدِيُّ أَنَّ عَمْرًا قَالَ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُشَاءُ فِي ۱۱ خَرَجْنَا وَهِيَ سَكَنَةٌ قَامَ فَخَالَ أَرَاءَ يُنْكُهُ لِيَلْتَكُو هَذَا فَإِنَّ رَأْسَ وَثَانِهِ سَنَتْ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلَى ظَهْرٍ لَا رَحْمَ أَحَدٌ (المحدث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ صلعم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر کر فارغ ہوئے تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا تم آج کی اس رات کو جلتے ہو۔ کیونکہ اس صدی کے آخر پر مٹے زمین بہنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہے گا گویا اپنی آفت کی چھوٹی عورتوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح اوشیح مدنیؒ بظاہر روایت ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ اس میں سَمَوٰہ بالعلو کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ مفصل دوسری جگہ روایت آپہنچی ہے اس پر اعتماد کر لے ہوئے مصنفؒ نے ترجمۃ الباب میں سَمَوٰہ بالعلو کہہ دیا لہذا اوقات مصنفؒ ایسا کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا بیہاب اور باب سابق بظاہر ایک معلوم ہوتے ہیں کیونکہ سَمَوٰہ بالعلو بھی عظۃ باللیل ہے اس لئے حافظ کی رائے یہ ہے کہ باب اول سے عظۃ باللیل بعد الا منیقاظ من النور ثابت فرمایا ہے۔ اور اس باب سے عظۃ قبل النور ثابت فرمایا ہے کیونکہ یہ دونوں وقت ہو سکتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ابھی قریب میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت گزری ہے تیغولنا یا لموعظۃ کواھیۃ السامۃ علینا اور باب اول کی روایت میں عظۃ بعد الا منیقاظ ہے اور جاگنے کے بعد طبیعت کسل مند ہوا ہی کرتی ہے۔ تو باب سابق سے تنبیہ فرمادی کہ اگر گرائی نہ ہو اور طبیعت ہوشیار ہو۔ تو بعد الا منیقاظ عظۃ میں کوئی مرج نہیں۔ اور اس دوسرے باب کی غرض یہ ہے کہ حدیث میں حضور اقدسؐ سلم نے عشاء کے بعد بات چیت اور سَمَوٰہ سے منع فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے سا مولا تھجرون تو اس باب سے اشارہ فرمادیا۔ کہ سَمَوٰہ بالعلو نہی میں داخل نہیں سَمَوٰہ وہ باتیں جو رات میں کی جائیں۔ فان دأس مأتہ سننہ الخ اس روایت کو جب صحابہ کرامؓ نے سنا تو یہ سمجھے کہ سوال کے بعد قیامت آجائے گی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ انقضائے قرن مراد تھا (صدی کا ختم ہونا) اب اس روایت کی وجہ سے محدثین کی رائے ہے کہ جو شخص سَمَوٰہ کے بعد صحابی ہوئے کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا صوفی ہو چاہے خواجہ رتن ہندی ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر بڑی مشکل صوفیاء کرام کو ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت خضرؑ زندہ ہیں۔ اور یہ روایت اس کے خلاف ہے۔ چنانچہ محدثین تو حیات خضرؑ کا انکار کرتے ہیں۔ اور صوفیاء اثبات کرتے ہیں اور اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس وقت حضرت خضرؑ وجہ ارض پر تھے ہی نہیں بلکہ سمندر میں نہیں تھے۔ اور بڑی مشکل صوفیاء محدثین اور محدثین صوفیاء کو ہے وہ کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ اور علامات قیامت میں سے ہے کہ کہ حبیب دجال کا ظہور ہوگا۔ تو اب آدمی اس وقت حدیث رسول اللہؐ کہے گا اور وہ آدمی حضرت خضرؑ ہوں گے لہذا ہم حکم قطعی نہیں نکالتے۔

حدیث نمبر ۱۱۵۱۱ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ فِي بَيْتِي خَالَتِي دُمَيْرَةَ

يُنْتِ الْحَارِثُ زَعْنُ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنْدَ هَارِي كُنْتَهَا فَصَلَّى الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّوَلَّى ثُمَّ جَاءَهُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَصَلَّى
أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَالَ نَامَ التَّغْلِيظُ أَوْ كَلِمَةً تَشْبِيهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى عَنْ يَسَارٍ
فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيظَةً
أَوْ خَطِيظَةً ثُمَّ خَوَّجَ إِلَى الصَّلَاةِ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رحمہمیں اکرم
صلعم کی زوجہ محترمہ کے گھر میں گزاری اور جناب نبی اکرم صلم ان کی باری کی رات ان کے پاس تھے جبکہ حضرت
صلعم عشاء کی نماز پڑھ چکے تو اپنی منزل پر تشریف لائے ہیں چار رکعت نماز پڑھ کر سو گئے پھر رات کو
اٹھے پھر فرمایا یا غلیم یا اس کے مشابہ کلمہ فرمایا کہ یہ لڑکا سو گیا۔ پھر حضور انور صلم نے قیام فرمایا تو میں بھی
اٹھ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا فرمایا۔ پھر آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی
اور اس کے بعد دو رکعت سنت فجر ادا فرمائی۔ پھر سو گئے حتیٰ کہ میں آپ کے خڑے کی آواز سنی جسے غطیط یا خطیط
کہا جاتا ہے۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے

تشریح از شیخ مدنی، نامہ الغلیظہ: یہ تصنیف شفقت کے لئے۔ بعض حضرات نے نام الغلیم کے الفاظ
کہنے سے سہم بالعلو ثابت کیا ہے۔ مگر یہ روایت مختصر ہے۔ دوسری جگہ روایت میں ہے کہ آپ نے
اپنے اہل سے گفتگو فرمائی اس کے بعد نماز پڑھی تو مصنف نے اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اشارہ
فرمایا کہ سہم بالعلو ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا حضرت میمونہ رحمہمیں حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں ان کو شوق پیدا ہوا کہ حضور اکرم
صلعم جب حضرت میمونہ کی باری میں ان کے یہاں تشریف لائیں گے۔ تو یہ اپنی خالہ کے یہاں سوتیں گے۔ اور
دیکھیں گے کہ حضور انور صلم کیا کرتے ہیں جب حضرت میمونہ کی باری آتی تو یہ جاکر سو رہے۔ حضور اقدس صلم کھڑات
گئے اٹھے اور نماز شروع کی حضرت ابن عباسؓ بھی انگڑائیاں بیٹھے ہوئے اٹھے اور وضو کر کے نماز میں شریک ہو
گئے۔ مگر غلط سے بائیں طرف کھڑے ہو گئے حضور اقدس صلم نے ان کا کان پکڑ کر پیچھے سے دائیں طرف کھڑا کر دیا
تھو قال نامہ الغلیم۔ غلیم غلام کی تصنیف ہے یہاں سوال یہ ہے کہ سہم بالعلو کہاں اور کسی لفظ حدیث
سے ثابت ہوا بعض حضرات کی رائے ہے کہ نام الغلیم کہنے سے ثابت ہو گیا۔ اور حضور اکرم صلم کے ارشاد مبارک

ترجمہ: کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں چلو بھرا۔ بید یہ کی بجائے صرف یدہ کا لفظ ہے اور فیہ کا اضافہ بھی ہے۔ لیکن مفروق منہ اور مفروق کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۹ اَحَدٌ تَنَارًا سَمِعِلُ الْاَعْنِ اَبْنِ مَوْيِرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فَاَمَّا اَحَدٌ فَهَمَا فَبَشَّتْہُ وَاَمَّا الْاُخَرُ فَلَوْ بَشَّتْہُ فُطِيعَ هَذَا لَلْعَوْمِ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْبَلْعُوْمُ مَجْرٰی الطَّعَامِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن بھسر علم کے یاد کئے ہیں ان میں سے ایک کو تو میں نے پھیلا دیا اگر دوسرے قسم کو میں پھیلا دوں تو میرا حلقوم دکھ کاٹ دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں بلعوم کا معنی گھلہ (حلق) ہے۔

تشریح از شیخ زکریا قَعْنَبِیْن میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن بھسر علم یاد کئے اما احدهما فَبَشَّتْہُ ان دو برتنوں سے ایک کو میں نے پھیلا دیا۔ یہ علم الحلال والحرام تھا واما الآخر الخ اگر دوسرے برتن کو پھیلا دوں تو یہ بلعوم کاٹ دھج جائے۔ قال ابو عبد اللہ الخ ابو عبد اللہ سے خود امام بخاریؒ مراد ہیں۔ بلعوم مجرٰی الطعام یعنی حلق کو کہتے ہیں اس کے مصداق میں حضرات محدثین کا اختلاف ہے کہ وہ دوسرا علم کیا ہے؟ علما تصوف کی رائے ہے کہ یہ علم الاسرار و علم الباطن ہے۔ چونکہ یہ علوم فہم عامر سے بالاتر ہوتے ہیں اس لئے حضرت ابوہریرہؓ نے انہیں بیان نہیں فرمایا۔ اور علما محدثین کی رائے ہے کہ یہ علم الغنیق ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ نے اس کی طرف کہیں کہیں اشارہ بھی فرمایا ہے خود بخدی شریف میں حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہلاک اقمتی علی یدی غلبۃ من قریش کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی اور فرمایا اذ شئت ان اقول بنی ذان و بنی ذان لافوت۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے جنس روایات ہیں یہ دعا منقول ہے کہ لے اللہ مجھے سلام سے پہلے پہلے اٹھائے اسی سلام میں بزرگ بن معاویہ کی حکومت قائم ہوئی۔ ایک بار کسی صحابی نے حدیث بیان کی کہ ایک بادشاہ سیکون ملک من بنی قحطان میں سے ہوگا تو حضرت معاویہؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ جو لوگ ایسی ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ لوگ ایسی روایات جو الامۃ من قریش کے خلاف ہیں اس سے بیان کرتے ہیں تاکہ امارت میرے ہاتھوں سے چھین جائے۔ حالانکہ روایت صحیح ہے اور قرب قہماست کے متعلق ہے۔

اب یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے جان کے خوف سے کتنا علم کیوں فرمایا اس کا جواب

یہ ہے کہ چونکہ یہ علوم علوم الاحکام۔ علوم الحلال و الاحرام نہیں ہیں جس سے غرض عامہ متعلق ہو۔ لہذا یہ اس کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ علم ان کی افہام سے بالاتر ہے۔ اب مثلاً علم الاسرار ہے۔ اس کے متعلق ایسے شخص سے بیان کرنا جو اس سے ناواقف ہو ایسا ہی ہے جیسا کہ سچے باپ سے پوچھے کہ شادی کس لئے کی جاتی ہے اسی لئے علما سلوک نے لکھا ہے۔ کہ عوام کے سامنے تصوف کے حقائق وغیرہ کا افشاء نہ کیا جائے حضرت ابوہریرہؓ کی دعایہ تھی۔ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ رَأْسٍ مُّسْتَبِينٍ وَاِمَارَةٍ الصَّبِيَانِ جس سے امارت یزید بن معاویہ کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمائی کہ یزید کی امارت کے ایک سال پہلے ان کا انتقال ہو گیا

باب الخ نَصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ

باب ہے کہ علماء کے سامنے خاموش رہنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۲۰ حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ اَبِيٍّ عَنْ جَبْرِ عَنْ اَبِيٍّ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِرْتُ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَنْجِعُوا بَعْدِي كَقَوْمٍ لَمْ يَنْصُرُوا بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ (الحديث)

ترجمہ، حضرت جبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ لوگوں کو چپ کرادو۔ پھر فرمایا میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو تشریح از شیخ مدنی کتاب الادب میں ہے کہ آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا کہ جب تم کسی قوم پر داخل ہو تو جب تک وہ اپنی گفتگو ختم نہ کر لیں تم ان کی بات کاٹ کر گفتگو نہ شروع کرو ورنہ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں ہے۔ بلکہ بعض اوقات جبکہ نفع عمومی ہو۔ تو قطع کلام کرنا جائز ہے جیسے حجۃ الوداع میں ہوا۔ بعض لوگ بعض کو الخ کیونکہ اسلام و صلح و آشتی کا نام ہے اس لئے یہاں تشبیہ بلیغ ہوگی کہ لا تَنْجِعُوا بَعْدِي كَقَوْمٍ لَمْ يَنْصُرُوا بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اس کو حقیقت پر محمول کیا ہے کہ تم لوگوں کے قتل کو حلال سمجھنے والے کافر ہو جائے گا۔ سبب اسلحہ شوق و قتال کفر تشریح از شیخ زکریا بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے ادب بیان کرنا ہے کہ متعلم کو چاہیے کہ استاد کے سامنے ادب سے خاموش رہے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ طریق حفظ بیان کر رہے ہیں کہ علم کس طرح محفوظ کیا جاتا ہے۔ اور کس طور پر حاصل ہوتا ہے علم حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب استاد کچھ بیان کرے تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی باتوں کو سننے تاکہ کوئی بات سننے سے باقی نہ رہے۔ اور بعض کی

باب مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ نِيْلُ الْعِلْمِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى -

ترجمہ باب۔ عالم کے لئے مستحب ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے تو اس علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۱۲۱ | حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدِيُّ الْخَزَّالِيُّ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ كُوفًا
أُبْكَا لِي يُرْعَوُ أَنَّ مُوسَى كَيْسٌ مُوسَى ابْنُ إِسْرَءِيلَ إِنَّمَا هُوَ مُوسَى الْخَزَّالِيُّ فَقَالَ كَذَبٌ
عَدُوٌّ لِلَّهِ ثُمَّ ابْنُ أَبِي كَبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ اللَّهَ عَلَّمَهُ وَمَسَلَهُ قَالَ قَامَ مُوسَى النَّبِيُّ
عَمَلِيًّا فِي ابْنِ إِسْرَءِيلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَعْلَمُوا فَعَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ
رَأْسَ الْخَوِيزَةِ أَعْلَمُوا إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْخَوِيزَةِ هُوَ

أَعْلَوْ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهِمْ فَفِيْلَ لَهُ أَجْمَلُ حَوْنًا فِي مَكْتَلٍ فَإِذَا فَقَدَتْهُ نُفُوسُهُ
 قَانُطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِقَتَاةٍ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ وَحَمَلَهُ حَوْنًا فِي مَكْتَلٍ حَتَّى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ
 وَضَعَ رُؤُوسَهُمَا فَمَا قَانُطَلَقَ الْحَوْتُ مِنَ الْمَكْتَلِ فَأَتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ
 لِمُوسَى وَقَتَاهُ عَجَبًا فَأَنْطَلَقَا يَفْتِيَةً لَيْلِيَهُمَا وَيَوْمِيَهُمَا فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ إِنِّي
 غَدَا نَأْكُلُ لَحْمَيْنِ مِنْ سَفُونِ هَذَا نَفْسًا وَلَكِنْ يَجِدُ مُوسَى مَسَامِنَ النَّصِيبِ حَتَّى جَاوَزَا
 الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرَ بِهِ فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذَا قُبِينَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ
 الْحَوْتَ قَالَ مُوسَى ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْتَغِي فَأَرْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ
 إِذَا رَجُلٌ مَسْبُحِي بِشُكُوبٍ أَوْ قَالَ تَسْبِي شُكُوبِهِمْ فَسَلَّمَ مُوسَى فَقَالَ الْخَضِرُ وَاقْفَا يَا رَضِيكَ
 السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوسَى فَقَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَءِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَيْتُكَ عَلَى أَنَّ
 تَعْلَمُنِي مِمَّا عَلِمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ بَعِي صَبْرًا لِمُوسَى رَاقِي عَلَى عَلَيْهِ مِنْ عِلْمِهِ
 اللَّهُ عَلَيْهِ لَمْ تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمِهِ عِلْمُكَ اللَّهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَجَدَ فِي رَأْسِهِ
 اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَا نْطَلَقَا بِشِيَانٍ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لِهَمَا سَفِينَةٌ
 فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلِمُوهُمْ أَنْ يَجْهَلُوا هُمَا فَحَرَفَ الْخَضِرُ فَعَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوِي
 فَجَاءَ عَصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرَفِ السَّفِينَةِ فَفَقَرْنَا نَقْرَةً أَوْ نَقَرًا تَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ
 الْخَضِرُ لِمُوسَى مَا نَقَصَ عَلَيَّ وَعِلْدُكَ مِنْ عِلْمِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا كَنَقْرَةَ هَذِهِ الْعَصْفُورِ
 فِي الْبَحْرِ نَعْبِدُ الْخَضِرَ إِلَى لَوْجٍ مِنَ الْوُجُوحِ السَّفِينَةُ فَتَوَضَّعَ فَقَالَ مُوسَى قَوْمٌ يَحْمِلُونَا
 بِغَيْرِ نَوِي أَمَرْتُ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَحَرَفْتُهُمَا لَتَفَرَّقَ أَهْلُهَا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ
 مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تَنْزِلْ إِجْدِي بِنَا لَيْسَتْ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا قَالَ فَكَانَتْ الْأُولَى
 مِنْ مُوسَى زَيْنَانًا فَأَنْطَلَقَا إِذَا غُلَامٌ يُكَلِّبُ مَعَ الْغُلَامِينَ فَآخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ مِنْ
 أَعْلَاهُ فَانْقَلَعَ رَأْسُهُ بِسَيْدِهِ فَقَالَ مُوسَى أَقْتَلْتَ نَفْسًا رَكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ قَالَ أَلَمْ
 أَقُلْ لَّكَ إِنْكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ ابْنُ عِيْنَةَ وَهَذَا أَوْ كَذَا فَأَنْطَلَقَا حَتَّى
 رَادَا آتِيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلُهَا فَأَبَوْا أَنْ يُطْعِمُوهُمَا فَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ
 أَنْ يَنْقُضَ قَالَ الْخَضِرُ بِسَيْدِهِ فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى لَوْ شِئْتُ لَأَتَّخَذْتُ عَلَيْهِ الْجَارَ

قَالَ هَذَا اخْرَافُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللَّهُ مُوسَى
لَوْ دَنَا لَكُم بِرَحْمَتِي يُقَصِّدَ عَلَيْكُمَا مِنْ أَمْرِهِمَا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ تَنَاهَاهُم عَنْ
بُنْتِ تَمَشُّدِهِمْ قَالَ تَنَاهَيْتُمَا ابْنَ عُبَيْدَةَ بِطُفُولِهِ - (الحديث)

ترجمہ، سید بن جبیرؒ تاہی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عرض کی کہ نوف بجالی کہتا
ہے کہ موسیٰ موسیٰ بنی اسرائیل نہیں بلکہ وہ دوسرا موسیٰ تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس اللہ کے دشمن
جھوٹ کہا جیں حضرت ابی بن کعبؓ نے جناب نبی اکرمؐ صلعم سے حدیث بیان فرمائی کہ ایک دن موسیٰ بنی اللہ
بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ علم والا کون ہے
فرمایا میں زیادہ جاننے والا ہوں اللہ بلند و برتر ناراض ہونے کہ انہوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لٹایا
تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ مجمع البحرین میں میرے بندوں میں سے ایک بندہ ایسا ہے جو تم سے
زیادہ علم والا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے رب! میں اس کی طرف کیسے پہنچ سکتا ہوں۔
تو ان سے کہا گیا کہ آپ نبیل میں پھلی اٹھالیں تو جب آپ اس پھلی کو گم پائیں تو وہاں وہ اللہ کا بندہ ہوگا۔
چنانچہ وہ اپنے خادم یوشع بن نون کو ساتھ لے کر چل پڑے اور زنبیل میں پھلی بھی اٹھالی۔ یہاں تک جب وہ
دو دن محصرہ کے پاس پہنچے تو سر رکھتے ہی دونوں کو نیند آگئی پھلی زنبیل سے ٹکک کر اس نے سمندر میں رستہ بنا
پا جو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کے لئے تعجب کا باعث بنا چنانچہ یہ دونوں حضرات دن رات چلتے رہے۔
جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ناشتہ لازم ہے اس سفر سے بڑی تھکاوٹ
محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے پہلے کبھی ایسی تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک اس
مکان سے آگے بڑھ گئے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ تو خادم نے آپ سے عرض کی کہ جب ہم محصرہ کے پاس آرام
کر رہے تھے تو مجھے پھلی کا عجیب واقعہ بھول گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہی تو ہمارا مقصود تھا چنانچہ
دونوں لے لے پاؤں اپنے نشان قدم پر واپس لوٹے جب محصرہ کے پاس پہنچے تو وہاں ایک کپڑے میں لپٹا
ہوا آدمی پایا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس زمین میں سلام کیسا؟ یہ سلام تو عجیب
ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں موسیٰ ہوں فرمایا موسیٰ بنی اسرائیل فرمایا ہاں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ
کیا میں اس شرط پر آپ کا اتباع کر سکتا ہوں کہ جو علم آپ کو سکھایا گیا ہے وہ علم آپ مجھے سکھاتیں فرمایا
آپ میرے ساتھ مبر نہیں کر سکتے کیونکہ اے موسیٰ! کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایک ایسا علم سکھایا ہے جس کو آپ نہیں جانتے

اور آپ کو اللہ تعالیٰ ایسا علم شریعت عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا جس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ میں آپ کی کسی معاملہ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ چنانچہ دونو حضرات سمندر کے کنارے کنوے چلے کہ ان کے پاس کشتی نہیں تھی۔ پس ایک کشتی ان کے پاس سے گذری کشتی والوں سے ان حضرات نے اپنے سوار کرنے کے لئے گفتگو کی جنہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ان دونو کو کشتی میں سوار کر لیا۔ اچانک ایک ہڑیا کشتی کے ایک کونے پر آکر ٹپچی اور سمندر سے ایک یادو جوہنج پانی لیا۔ جس پر خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام آپ کے اور میرے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی کمی نہیں مگر جس قدر اس چڑیل نے سمندر سے اچھی چوہنج میں پانی لیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ کھینچ لیا جس پر موسیٰ علیہ السلام بول پڑے کہ ان لوگوں نے بغیر کرائے کے ہمیں کشتی میں سوار کیا۔ آپ ان کی کشتی میں سوار ہو کر ان کو غرق کرنا چاہتے ہیں۔ کیا یہی احسان کا بدلہ ہے خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ میری بھول چوک پر آپ گرفت نہ فرمائیں اور میرے معاملہ میں تنگی کر کے مجھے تکلیف نہ پہنچائیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ یہ پہلی خلاف درزی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول چوک کی وجہ سے ہوئی تھی۔ پھر دونو چل پڑے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لڑکا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے خضر علیہ السلام نے اوپر سے اس کے سر کو پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کے سر کو اکھڑا لیا۔ موسیٰ علیہ السلام بولے آپ نے ایک پاک جی کو بغیر کسی جی کے ہلے قتل کر دیا خضر علیہ السلام بولے کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ ابن عربینہ محدث فرماتے ہیں کہ اب کی بار خضر علیہ السلام نے کھف کا لفظ بڑھا کر زیادہ تاکید سے فرمایا۔ بہر حال دونو حضرات پھر چل پڑے۔ الیہ یا انطاکیہ کی بستی میں پہنچے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب کیا۔ جنہوں نے مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس بستی میں ایک گرہنی ہوئی دیوار کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا تاکہ گرنے سے بچ جائے تو موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے کہ کاش آپ لوگوں سے اجرت لے لیتے تو ہمارا کھانے کا انتظام ہو جاتا خضر علیہ السلام نے فرمایا بس یہی آپ کا اور میری جدائی کا وقت ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری خواہش تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام غصہ اور صبر کر لیتے تو ہمیں ان دونو کے مزید حالات معلوم ہو جاتے

تشریح از شیخ مدنی ج۔ باری تعالیٰ ارشاد ہے وما اوتینتم من العلم الا قليلا جس میں خطاب عام ہے۔ بنا بریں کوئی شخص اپنے آپ کو اعلم نہ کہے۔ ہاں عند الضرورت اجازت ہے۔ بلا ضرورت کسی کو یہ لفظ نہ

کہنا چاہیے۔ باری تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے صفت علم بالہے۔ جب اس کا پر تو کسی پر پڑتا ہے۔ تو اس میں بھی علو پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر غلطی سے انسان علو کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ اگر خود اپنے آپ کو عالی نہ کہے تو دنیا اسے عالی کہے گی جب کہ اس نے اپنے آپ کو مٹا دیا۔ کیونکہ جب وجود اصلی نہیں تو یہ شے کیسے اصلی ہوں گے اصل اصل انسان کو علم پر کبر اور گمنڈ ہو جاتا ہے۔ یہ غلط چیز ہے مصنف اسی کو رد کر رہے ہیں کہ اگر سوال کیا جائے کہ علم الناس کون ہے۔ تو اپنے آپ کو نہیں کہنا چاہیے۔ اسی طرح اگر سوال نہ کیا جائے تب بھی اپنے آپ کو عالی نہ سمجھنا چاہیے۔ بزرگ چہرے پاس ایک بڑھیا آئی۔ اس نے کوئی سوال پوچھا۔ بزرگ چہرے نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں تو بڑھیا نے کہا کہ تو کلمے کی تنخواہ لیتا ہے تو اس نے کہا کہ اگر بادشاہ میرے جل کی تنخواہ دیتا تو اس کے خزانے ختم ہو جاتے یہ جو تھوڑی بہت تنخواہ ملتی ہے یہ اس تھوڑے سے علم کی دھڑ سے ملتی ہے اس سے پہلے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں موسیٰ اور ان کے ساتھی کا تذکرہ تھا۔ یہاں نوف بکالی موسیٰ سے موسیٰ آخر مراد لیتے ہیں مگر ابن عباسؓ غیظ و غضب کی حالت میں اس سے کہتے ہیں کہ کذب عدد اللہ۔ فاذا فقدتہ فمکو شتہ اور پہلے فرمایا گیا فارجم تو تطبیق اس طرح ہوگی کہ فقدان مچھلی کا تو مصرعہ پر ہوا اور جب فقدان کا علم ہوا تو وہاں سے لوٹو اور نکاش کر وہاں وہ مل جائیں گے۔ اور ممکن ہے کہ دونوں جگہ علم بالفقدان مراد ہو۔ کہ جب علم بالفقدان ہو تو وہاں سے لوٹو اس کے قریب تمہیں خضر مل جائیں گے۔ کان موسیٰ وفتاہ عجبا کہ جب وہ مچھلی زندہ ہو گئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی بقیۃ لیلہ یوما و یوما تو تھا ہی اور یوما کا بعض تھا ان دونوں کو ایک قرار دے کر بقیۃ کی اضافہ ان کی طرف کر دی گئی۔ اور بعض نے کہا کہ یوما یوما منصوب ہے بقیۃ پر اس کا عطف ہے فقال ان موسیٰ الخ یہ جواب اسلوب حکیم کے طور پر ہے سوال یہ تھا کہ اس زمین پر سلام کیسا جبکہ یہاں کوئی مسلم نہیں رہتا۔ تو غیہ حقیقی جواب دیا۔ بلکہ سوال یوں کر نا چاہیے تھا کہ سلام کرنے والا کون ہے قال موسیٰ بنی اسرائیل قال نعم اس سے نوف بکالی کا جواب ہو گیا خانہ نطلق یمشی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوشع کو رخصت کر دیا گیا۔ لیکن ممکن ہے کہ اصل کا ذکر کیا ہو تا مباح کا ذکر تبنا ہو گیا۔ ما نقص علی وعلکم الخ حالانکہ علم باری تعالیٰ تو کبھی ناقص نہیں ہوتا تو تشبیہ پوری نہ ہوتی کیونکہ چڑیا کی چوہ میں دریا سے تو کوئی چیز نکل گئی۔ مگر باری تعالیٰ کے علم سے تو کوئی چیز ناقص نہیں ہوئی۔ ایسے باطنی امور غیبیہ کا حال ہے۔ اس لئے لیس مسئلہ شیخ فرمایا گیا کیونکہ وہاں تشبیہ پوری نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ باب کی روایت گذر چکی البتہ ترجمۃ الباب پر کلام باقی ہے۔ باب کا مطلب اور مرض یہ ہے کہ جب کسی سے پوچھا جائے کہ کون علم ہے تو اللہ اعلم یا فوق کل ذی علو علیہم کہ نے یہ نہ کہے کہ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑتی ہے جیسے کسی گیدڑی سے اس کے بچنے پوچھا کہ اماں پری کسے کہیں؟ تو اس نے کہا چپ چپ لوگوں کی نگاہ مجھ ہی پر ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ علماء میں کبر زیادہ ہوتا ہے اس لئے حضرت امام بخاریؒ منبہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو بڑا علامہ نہ سمجھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے نبی کے متعلق یہ پسند نہیں فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو اعلم کہیں تو اوروں کا کیا منہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے فوق علی حرف السفینۃ الما شرح کی رائے ہے کہ یہاں او شک کہتے ہیں اور میرے والد صاحب فرماتے تھے کہ نقرۃ اور نقرتین میں او تنویج کہتے ہیں۔ اور نقرتین سے دو علم مراد ہیں۔ ایک علم موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا خضر علیہ السلام کا۔

باب مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَاتِلٌ غَالِبًا جَائِسًا۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کھڑے ہو کر بیٹھے ہوئے عالم سے سوال کرے۔

حدیث نمبر ۱۲۲ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّ أَحَدًا نَاقِلًا مَغْضِبًا وَ يُقَاتِلُ حِمِيَّةً خَرَجَ إِلَيْهِ رَأْسُهُ قَالَ وَمَا دَفَعَ إِلَيْهِ رَأْسُهُ إِذَا لَمْ يَكُنْ قَاتِلًا فَخَالَ مَنْ قَاتِلٌ لِيَكُونَ كِلِمَةً اللَّهُ هِيَ الْعَلِيَّا هُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم صلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ قتال فی سبیل اللہ کیا ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی محض غصہ اور غضب کی وجہ سے لڑتا ہے۔ کوئی اپنی قومی غیرت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ تو آپ نے اس کی طرف سراٹھایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ سر اس لئے اٹھایا کہ وہ سائل کھڑا ہوا تھا۔ فرمایا جو شخص صرف اس لئے لڑتا ہے کہ صرف کلمۃ اللہ ہی بلند ہو تو یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے الخ

تشریح از شیخ مدنیؒ اس باب سے مقصد یہ ہے کہ بروں اور ادب سے بیٹھ کر عالم سے سوال کرنا ضروری نہیں بلکہ عالم سے کھڑے ہو کر بھی سوال کیا جاسکتا ہے۔ حجۃ کسی چیز پر انسان کو اپنے عہدات کی حفاظت کے لئے غیرت آگاہنا۔ قال الخ اس کا فاعل اگر ابو موسیٰ اشعریؒ ہے تو اس حال کا استحضار مقصود ہے۔ اور

ماں رفع راسہ جواب سوال ہے کہ لیورفع راسہ۔ اگر یہ قول تلمیذ ابو موسیٰ کہے۔ تو پھر ترجمہ الباب سے مطابقت ضروری معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے جس وقت سائل نے سوال کیا تو آپ سر نیچے کر کے بیٹھے ہوں۔ غالباً مصنف نے اسے حضرت ابو موسیٰ کا مقلد قرار دیا ہے۔ کلمۃ اللہ ای کلمۃ اللہ خلاص دھولا اللہ الا اللہ۔

تشریح از شیخ زکریا یوں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کھڑے کھڑے کسی بیٹھے ہوئے عالم سے مسئلہ دریافت کرے تو جائز ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ پہلے باب میں بروک عند الحمد کذاب ہے اور اس میں حضرت عمر کی روایت خبیثہ کعمی علی و کتبہ بھی گزری ہے تو امام بخاری نے یہاں یہ باب ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ کہ بروک عند الحمد واجب نہیں بلکہ ادب اور مستحب ہے۔ لہذا اگر ضرورت پڑنے پر کھڑے کھڑے مسئلہ پوچھ لیا جاتے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ چونکہ روایات میں اس پر دعیہ وارد ہے کہ کوئی بیٹھا ہو اور لوگ اس کے پاس کھڑے ہوں چنانچہ ارشاد ہے لا تقوموا کما یقوموا الا عابوا بعضہا بعضا تو امام بخاری نے اس ممانعت سے اس کو مستثنیٰ فرما دیا۔

باب السُّؤَالِ وَالْفُتُیَا عَنْ دَرَجَاتِ الْجَمَارِ

ترجمہ باب کہ عالم سے سوال اور فتویٰ رمی جمار یعنی عبادت کے وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَلَفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْأَلُ فَقَالَ دَجَلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَخَرَجْتُ قَبْلَ أَنْ أَرُدَّيْ فَقَالَ أَرُدُّوهُ وَلَا خَرْجَ قَالَ آخِرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ خَفَنْتُ قَبْلَ أَنْ أَلْمَعُ قَالَ أَلْمَعُ وَلَا خَرْجَ فَمَا تَسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ قَدِيمٍ وَلَا أُخَوِّدُ إِلَّا قَالَ أَلْمَعُ وَلَا خَرْجَ - (الحدیث)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرات کے پاس دیکھا کہ آپ سے پوچھا جا رہا تھا چنانچہ آپ آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے کنکری پھینکنے سے پہلے قربانی کر لی آپ نے فرمایا کنکری پھینک کر کوئی حرج نہیں ہے دوسرے نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا آپ نے فرمایا قربانی کر دو کوئی حرج نہیں ہے غرضیکہ جس چیز کے متعلق پوچھا گیا جو آگے پیچھے کی گئی تھی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ مثنیٰ یہاں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر سائل اور مستول عنہ دونوں کھڑے ہوں تو بھی

سوال کرنا اور علم حاصل کرنا جائز ہے۔ اور اشتغال خاطر کے وقت جبکہ عبادتِ ادا کی جارہی ہو اور ازہام ہو اس وقت بھی سوال کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا یعنی رمی حمار کے وقت سوال کرنا اور فتویٰ پوچھنا جائز ہے اور بعض کی رائے ہے کہ چونکہ حدیث میں ہے اَتَمَّا السُّعْيِ وَالنَّوْحِ وَالطَّوَّافِ لَذِكْرِ اللَّهِ الْحَدِيثِ اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ رمی کے وقت سوال نہ کرے اور فتویٰ نہ پوچھے کیونکہ یہ مثل بالذکر ہو گا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ ایسے وقت بھی سوال اور فتویٰ جائز ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ترجمۃ الباب کی یہ غرض اس باب کے زیادہ مناسب ہے جو ص ۲۳ پر آ رہا ہے۔ اور وہاں پر امام بخاریؒ نے یہی حدیث دوبارہ ذکر فرمائی ہے اس لئے کہ اگر یہاں کتاب العلم میں یہ غرض مان لی جلتے۔ تو اس وقت یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہو جلتے گا۔ کتاب العلم کا نہ رہے گا۔ چونکہ کتاب الحج میں یہ مسئلہ مستقل آ رہا ہے اس لئے پھر وہ مکرر ہو جلتے گا۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابوداؤد و شریف کی حدیث اَتَمَّا السُّعْيِ وَالنَّوْحِ الخ پر بحیثیت کتاب العلم کے تنبیہ فرما رہے ہیں کہ علم کا مرتبہ ذکر اللہ سے مقدم ہے۔ لہذا اگر کوئی رمی حمار وغیرہ کے وقت مسئلہ پوچھے تو ذکر قطع کر کے جواب دیدے بعض جاہل صرفیا کی طرح نہیں کہ سوچ تو طلوع ہو رہا ہے اور وہ اپنے اور ادیں مشغول ہیں اب اگر ان سے کوئی وقت پوچھتا ہے۔ تو زبان سے بتلاتے نہیں انگلی سے اشارہ کرتے ہیں حالانکہ وظیفہ وغیرہ کے دوران میں مسئلہ وغیرہ بتلانے سے وظیفہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَمَا أَوْتَيْنَاهُ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔

ترجمہ باب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بلے ہیں کہ جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے وہ قلیل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۴۴ اَحَدُنَا قَبِيضٌ بَنُو حَفْصِ بْنِ حَفْصٍ الْغَنَوِيُّ قَالَ قَالَ بَيْنَا اَنَا وَمِثْمُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرْبِ الْمُؤَيَّنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى عَرِيضٍ مَعَهُ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنَ الْيَمُودِ فَقَالَ نَعَضُمُوكَ لَا تَكْسَا لَوْكَ لَا يَجِيئُ فَيُؤَيِّنُ بَشَرًا يَكْفِيكَ هُوَ نَدَا فَقَالَ لَعَنَهُمُوكَ لَكْسَا لَنَدَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ مَا الرَّوْحُ فَكُنْتَ فَقُلْتُ إِنَّهُ يُؤَيِّنُ إِلَيْكَ فَقُمْتُ فَلَمَّا أَفْجَلَى مِنْهُ فَقَالَ كَيْسَلُوكَ مِنَ الرَّوْحِ قُلِ الرَّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُفْلُوا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا فَقَالَ الْأَعْمَشُ هِيَ كَذَابِي قَرَأْتُهَا وَمَا أُفْلُوا۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے ایک دیوان علاقہ میں جناب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ایک کلوڑی پر سہارا لے ہوئے تھے جو آپ کے ساتھ تھی تو آپ کا گزر یہود کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جنہوں نے آپ میں مشورہ کیا کہ آپ سے روح کے متعلق سوال کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ اس کے متعلق آپ سوال نہ کر دہیں آپ ایسا جواب نہ دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔ دوسروں نے کہا نہیں ہم آپ سے اس کے متعلق ضرور سوال کریں گے۔ چنانچہ ایک آدمی ان میں سے اٹھا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم روح کیا چیز ہے آپ خاموش ہو گئے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ پر وحی ہو رہی ہے تو میں کھڑا ہو گیا۔ پس جب آپ سے یہ حالت کھل گئی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیں کہ روح میرے رب کا حکم ہے اور ان کو علم میں سے تھوڑا حصہ دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتے ہیں کہ ہماری قرآنہ کے اندر اسی طرح وصفا اوتوہ ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: اگرچہ یہ کتاب التفسیر نہیں ہے مگر غالباً مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں جو کچھ علم ملا ہے اس پر مغرور نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ اس کا جس اس کے علم سے زیادہ ہے عیب کھجور کی شاخ جبکہ پتے اس سے جدا کر لئے جائیں جو کہ لامنی کا کام دیتی ہے۔ روح کا استعمال قرآن مجید میں کئی معانی میں آیا ہے۔ جبرائیل کو قرآن مجید کو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح انسانی کو بھی روح کہا گیا ہے اکثر حضرات کی یہی رائے ہے کہ اس جگہ روح انسانی مراد ہے جس کا علم امم سالۃ کو نہیں تھا۔ لا یحیی الامم لا قتلوه کا جواب ہے اب گفتگو یہ ہے کہ آپ نے روح کی حقیقت بیان فرمائی یا نہیں۔ مشہور یہی ہے کہ روح کی حقیقت کو بیان نہیں کیا گیا جیسا کہ یہود کہتے تھے کہ نبی اس بارے میں گفتگو نہیں کیا کرتا۔ انسان کی چھ حالت کے لئے یہی کافی ہے محققین فرماتے ہیں کہ آپ نے جواب دیا کہ روح عالم امر کی چیز ہے۔ عالم خلق کی چیز نہیں جو کہ مادیات میں سے ہوتی ہے۔ روح کو یہاں اجمالی طور پر بیان کیا گیا۔ آریوں نے وید سے روح کی حقیقت بہت کچھ بیان کی اور اعتراض کر دیا کہ مذہب اسلام روح کی حقیقت سے عاری ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ روح کی حقیقت معلوم کرنے پر کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ دوسرے امور کو نیکی کے متعلق بحث کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ وید میں جو روح کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ اس کی صحیح حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ دوسرے آپ نے یہاں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عالم امر کی چیز ہے۔ اس کی مزید تحقیق ابن شہابہ سہروردی اور شاہ ولی اللہ کی کتابوں میں ملتی ہے۔ وہاں دیکھا جائے۔

آگے تشریح از شیخ ذکر کیا کو دیکھا جائے۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہیں علم قلیل دیا گیا ہے تو اپنے آپ کو بڑا علامہ مت سمجھو بلکہ علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سپرد کرنا چاہیے۔ یہ تو تشریح کی رائے ہے لیکن میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ غرض تو باب سابق مایستحب للعالم اذا سئل الخ کی ہے اس لئے میرے نزدیک اس باب کی غرض ایک دیوبندی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے وہ یہ کہ حضور اقدس صلعم عالم الغیب نہیں تھے کیونکہ حا و تنبیہ کے خطاب میں حضور اکرم صلعم بھی داخل ہیں یہاں یہ نہیں فرمایا قل حا و تنبیہ کیونکہ حضور اقدس صلعم کا مرتبہ ہر حال اللہ تعالیٰ کے بعد ہے۔ لہذا عالم الغیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ باقی جتنے لوگ ہیں خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں کسی کو بھی علم غیب نہیں ہے۔ وہو یتوکل علی عسیب لاطعی لینے کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں سانپ کچھو وغیرہ بہت ہوتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ نماز میں ستر وغیرہ کی ضرورت کے لئے یا استنجا کے لئے ڈھیلا وغیرہ توڑنے کی غرض سے ساتھ لے رکھی ہو فلما انجلی عنہ یعنی جب حضور اقدسؐ سے وحی کے غلبہ کی حالت دور ہو گئی قل الروح من امر رقی کہ روح عالم امر کی چیزوں میں سے ہے۔ تم اس پر مطلع نہیں ہو سکتے اور اس کی تحقیق سے تم کو واقفیت نہیں ہو سکتی۔ یہاں ایک بات سنو۔ عالم دو ہیں ایک عالم امر ہے۔ امام بخاری کتب التوحید میں اس پر متقل باب قائم کریں گے اس میں اختلاف ہے کہ عالم خلق اور عالم امر کیا ہے مختلف اقبال ہیں ایک قول یہ ہے۔ کہ عرش سے اوپر عالم امر ہے۔ اور اس کے نیچے عالم خلق ہے۔ قرآۃ کے بارے میں امام بخاری حضرت عائشہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ان کی قرآۃ میں فداوتوہ ہے جو نہ قرآۃ مشہور ہے اور نہ ہی قرآۃ عشرہ میں ہے۔ البتہ قرآۃ متواترہ وما أو تینم ہے۔

باب، مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَعَمُو بَعْضُ النَّاسِ نَبِيْعُوا
رَفِيْ اَشَدَّ مِنْهُ۔ باب اس عالم کے بارے میں جو بعض پسندیدہ باتیں اس لئے چھوڑ دے کہ لوگوں کی سمجھ کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکتی کہیں اس سے سخت معاملہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْخَزَنَدِيُّ عَنْ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ
الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسَوِّدُ اَبِيكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثْتُكَ فِي الْكُفَّةِ قُلْتُ قَالَتْ لِي قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ كُوْلَا اَنْ قَوْمَكَ حَدِيْثُ عَهْدٍ هُوَ قَالَ ابْنُ

الرُّبَيْبِيُّ بِكُفْرٍ لَّقَفَضْتُ الْكُفْبَةَ فُجِعْتُ لَمَّا بَايَيْتُ بَابًا يَدُ خُلِّ النَّاسِ وَبَابًا يَخْرُجُونَ
وَهُنَا فَقَعَلَهُ ابْنُ الرُّبَيْبِيِّ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت اسود تاہی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن الزبیر نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ
تجھ کو اکثر اسرار کی باتیں فرمایا کرتی ہیں۔ تو کعبہ کے لمبے میں انہوں نے آپ کو کون سی حدیث بیان فرمائی۔
انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رحمہ نے مجھے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تیری قوم
(قریش) کفر کے زمانہ کے قریب کے لوگ نہ ہوتے تو میں اس کعبہ کو توڑ کر اس کے دو دروازے بنا دیتا
ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکل جاتے چنانچہ اپنے عہد خلافت میں حضرت ابن الزبیر نے
کعبہ کو ایسے ہی بنا دیا جسے حجاج نے توڑ پھوڑ کر پھر اسی طرح بنا دیا

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ علماء اور اکابر دین بعض مرتبہ پسندیدہ
اشیاء کو اس وجہ سے ترک کر دیتے ہیں کہ عوام کے اذعان وہاں تک نہ پہنچ سکیں گے۔ چاہے وہ بات
مستحب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے کسی گمراہ کن عقیدہ میں مبتلا ہو جائیں۔ تو
یہ کتمان علم میں داخل نہیں ہوگا۔ عن الاسود الخ اسود حضرت عائشہ رحمہ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔
اور حضرت عبداللہ بن الزبیر حضرت اسماء کے بیٹے اور حضرت عائشہ رحمہ کے بھانجے ہیں تو دیکھو چونکہ حضرت
اسود زیادہ ذہین تھے۔ اس لیے حضرت عائشہ رحمہ ان سے وہ بہت سی باتیں بیان فرمایا کرتی تھیں جو ابن الزبیر
سے بیان نہیں فرمائیں حتیٰ کہ ابن الزبیر نے اسود سے پوچھا کہ خالہ جان تم سے کثرت سے چپکے چپکے
فرمایا کرتی تھیں کیا کعبہ کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جب کوئی طالب علم لائق
فائق ہوتا ہے۔ تو وہاں اولاد وغیرہ کو نہیں دیکھا جاتا۔ یہ ایک ضمنی بات ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق
نہیں۔ مولانا قوملک حدیث عمدہ یعنی اگر تمہاری قوم کے لوگ حدیث الاسلام نہ ہوتے اور
یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ کعبہ کو توڑنے پر اعتراض کریں گے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اس کی عظمت بہت زیادہ
زیادہ ہے۔ تو میں کعبہ کو توڑ کر از سر نو تعمیر کرتا اور اس کے دو دروازے بنا تا ایک داخل ہونے کا اور ایک
نکلنے کا اور اس کی چوٹ زمین سے ملا دیتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ اس طرح سے بنایا پسند تھا مگر لوگوں کی
نادانی کا لحاظ کر کے حضور نے اس کو ترک کر دیا۔ قال ابن الزبیر بکفر اس عبارت کے دو مطلب ہیں
ایک تو یہ کہ اسود نے یہاں تک ہی بیان کیا تھا کہ حدیث عہدہم تو حضرت ابن الزبیر نے لفظ بکفر

فرمادیا یہ بتلانے کے لئے کہ میں بھی اس حدیث کو جانتا ہوں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسود نے صرف یہاں تک حدیث بیان کی اور پھر آخر تک تمام حدیث ابن الزبیر نے پڑھ دی فعلہ ابن الزبیر اذہم چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمنا تھی۔ اور ابن الزبیر کو آپ کی تمنا معلوم ہو چکی تھی۔ جب ان کی امارت کا زمانہ آیا تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے مطابق اس کو بنا دیا اگرچہ لوگوں نے ان کے زمانے میں بھی چھ میگوئیاں کیں مگر چونکہ اسلام پختہ ہو چکا تھا۔ کچھ نہ ہوا جب ابن الزبیر قتل کر دیئے گئے۔ تو حجاج نے عبدالملک کے زمانے میں یہ سوچ کر کہ ہمیشہ کے لئے یہ بات رہ جائے گی۔ کہ یہ کعبہ ابن الزبیر کا بنایا ہوا ہے۔ اس لئے اس کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ یہ بدعت ہے۔ ہم تو اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر ہی رکھیں گے۔ یہ سوچ کر حطیم کو توڑ کر نکال دیا۔ اور ایک دروازہ بند کر دیا اور پہلے کی جگہ دوسرا باقی رکھا اور اس کو اوپر کر دیا۔ یہ روایت اور بھی کئی جگہ مفصل آئے گی۔

باب، مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُونَ قَوْمٍ كَرَاهِيَةً أَنْ لَا يُفْهَمُوا وَقَالَ عَلِيٌّ
فَضَّلَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنَا النَّاسَ بِمَا يَعْرِضُونَ يُكْبِتُونَ أَنْ يُكَذِّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔

ترجمہ باب ہے، اس شخص کے بارے میں کہ جو بعض خاص لوگوں کو علم دیتا ہے۔ دوسروں کو نہیں دیتا اس خوف سے کہ وہ اس علم کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا لوگوں کو وہ حدیثیں سننا جن کو وہ پہنچاتے اور جانتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے لگیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى الْحَمَاقِيُّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ثَنَا الْأَنْبَاءُ بَنُو مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَاذُ رَبِّ يَفْعُهُ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مَعْزُودُ بْنُ جَبَلٍ قَالَ كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ كَيْفَ قَالَ يَا مَعْزُودُ قَالَ كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ كَيْفَ قَالَ يَا مَعْزُودُ قَالَ كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ كَيْفَ ثَلَاثًا قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا أُخْبِرُ بِمَا النَّاسُ خَافُوا فَيُشِيرُونَ قَالَ رَأَى الْيَهُودَ وَأَخْبَرَهُمْ بِمَا مَعَاذُ عِنْدَ رَسُولِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

ترجمہ، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ہمیں بیان فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت معاذؓ سواری پر آپ کے ردیف تھے یعنی پیچھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اے معاذ بن جبل انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ آپ کے لئے میں حاضر ہوں اور آپ کی طاعت میں معاون ہوں پھر فرمایا اے معاذ آپ نے اسی طرح لبیک و سحر کہا پھر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اے معاذ انہوں نے پھر تیسری مرتبہ

لیکھ سجدیک فرمایا جس پر آپ نے فرمایا کہ جو شخص دل کی صداقت سے اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو یہ خبر نہ سناؤں تاکہ وہ اس سے خوشی حاصل کریں آپ نے فرمایا وہ اس کلمہ پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ دیں گے۔ تو اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل نے گناہ سے بچنے کے لئے موت کے وقت بیان فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی "بما یعرفون اى بما یدركون بالعقول و یفهمون اس طرح نہ ہو جس طرح ابن جوزی نے کیا تھا ان اللہ ینزل الی السماء الدنیا کے معنی میں وہ منبر سے نیچے اترا جس سے نزول مکانی سمجھا جاتا ہے۔ عامی آدمی بھی سمجھ گیا کہ نزول مکانی مراد ہے تو پھر ایسی کشتہ شیخ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ صدقاً من قلبہ یعنی زبان سے جو کچھ کہہ رہا ہے قلب سے اس کی تصدیق بھی ہو اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تو بتلایا جو حقیقت کو سمجھتے تھے کہ تحریم نار سے مراد یہ ہے کہ سزا بھگتنے کے لئے نار میں داخل ہوگا۔ بعد ازاں جنت میں داخل ہوگا۔ مگر دوسرے لوگ تحریم ابدی سمجھنے لگیں گے عند موتہ تا ثمتا اگر شبہ ہو کہ اس روایت کی اطلاع دے کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خلاف درزی کی تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ جب یہ روایت انہوں نے سنی اس وقت ان الذین یمکتون الامت آیت نہیں اتری تھی۔ اور عہد حیات میں ان کو شبہ رہا کہ آیا وہ نبی باقی ہے یا اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نبی مطلقاً نہیں تھی بلکہ مقید تھی کہ جب انکال کا خوف نہ ہو تو اطلاع کر دینا جائز ہے۔ اور اخیر عمر میں انکال نہ رہا اور پہلے جو منع فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ حدیث الاسلام ہیں کہیں تو کل کر کے اعمال نہ چھوڑ دیں۔ آخر عمر میں جب اسلام اور ایمان اسخ ہو گیا تو پھر تو کل کا خیال نہ رہا۔

تشریح از شیخ زکریا من حصص تو مادون قوم یہ باب اور باب سابق من ترک بعض الاختیار الہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں صرف لفظی فرق ہے۔ یہاں کما ھیتان الا لیمومہ ہے اور وہاں ان یقصر قوم بعض الناس ہے، حافظ ابن حجر اور بعض دوسرے تشریح کی رائے یہ ہے کہ وہ باب افعال کے متعلق ہے۔ اور یہ باب افعال کے متعلق ہے اور میرے نزدیک پہلے باب کی غرض یہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ افعال کے قبیلہ سے ہو یا اقوال کے قبیلہ سے اگر لوگوں کے نہ سمجھنے کے خوف سے ترک کر دیا جائے تو جائز ہے

نواب اول قول و فعل دونوں کو شامل ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ اگر استاذ کسی ذہین فطین شاگرد کو کوئی خاص وقت دے دے یا کسی خاص جماعت کو کوئی خاص وقت عنایت فرمائے کہ وہ اس وقت استفادہ کر لیا کریں تو یہ جائز ہے۔ اور یہ تخصیص علم اور کتمان علم میں داخل نہیں۔ اور دوسروں کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ کی دو مجلسیں تھیں۔ ایک عمومی جس میں ہر کوئی بیٹھ سکتا تھا۔ دوسری خصوصی جس میں وہ لوگ شریک ہو سکتے تھے جو حافظ ہوں۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب اول تو ذکی و فہمی میں فرق کرنے کے لئے تھا۔ اور یہ باب شریف در ذیل میں تفریق کے لئے منعقد فرمایا ہے مگر میرے نزدیک یہ ضعیف ہے اس لئے کہ اکثر علماء توالی اور عقلاً تھے سائے سادات نہیں تھے جیہوں ان یکذب اللہ رسولہ الخ اس لئے کہ جب عوام کے فہم سے اونچی بات ہوگی۔ تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ تو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں کہی۔ حدیثنا عبید اللہ بن موسیٰ یہ حضرت علیؑ کے اثر کی سند بیان فرما رہے ہیں لبیک یا رسول اللہ وسعدید ثلاثا یہ تین بار تکرار تنبیہ کے واسطے فرمایا کہ بالکل یہ توجہ ہو جائیں تو یہاں پر حضور اکرم صلم نے حضرت معاذؓ کو ذہین سمجھا اس لئے ان کو خصوصیت سے فرمایا۔ عام لوگوں سے ارشاد نہیں فرمایا۔ وأخبرکھما معاذ عند موتہ تآمنا یعنی حضرت معاذؓ نے بخوف اتم اور یہ سوچ کر اگر میں نے بیان نہ کیا۔ تو حدیث میرے ساتھ ہی چلی جائے گی بوقت موت بیان فرمادی۔ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ یہ مرحبہ کا متدل ہے کہ ایمان کے بعد کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں جہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ حرمہ اللہ علی النار میں حرمت متینہ مخلوق کے ساتھ ہے دخول کے ساتھ نہیں لہذا ہم پر کوئی اشکال نہیں۔ اور میری رائے ہے کہ اگر کوئی آخر وقت میں خالص دل سے لا الہ الا اللہ کہے گا تو اسے جنت ملے گی اور جہنم اس پر مرام ہو جائے گی۔ اور حدیث البطاقہ کا میرے نزدیک بھی محل ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۷ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ اَوْ سَمِعْتُ اَنْسَا قَالَ ذُكِرَ لِي اَنْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَعَاذٍ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ اَلَا اُبَشِّرُ بِهٖ النَّاسَ قَالِ لَا رَيْفَ اَخَافُ اَنْ يَتَكَلَّمُوا (الحديث)

ترجمہ :- راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ مجھے ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

یہاں پر فی العلم کا اضافہ کیا گیا۔ با مقصد یہ ہے کہ حیاتی العلم یہ حیاتی نہیں ہے اس لئے کہ حیاتی تو نام ہے کسی مذموم چیز کے لگ جانے کے خوف سے متاثر ہونے کا علم تو کوئی مذموم چیز نہیں ہے۔ تو حیاتی العلم حیاتی نہ ہوا بلکہ وصف ہوا۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ علم میں حیاتی نہ کرنا چاہیے۔ اَوْ تَخْلُوَ الْحَرَامَ اَوْ تَأْتِيَ النَّكَاسَ کو اختلام نہیں ہوا تھا یا اس لئے کہ ازواج مطہرات کو اختلام ہونا نہیں تھا یا اس کو چھپانا مقصود ہے اور گمان یہ ہے کہ غالباً آپ کو نسا کی طباحت کا علم نہ ہو اس لئے آپ نے مع دلیل کے جواب دیا۔

تشریح از شیخ زکریا الحیاتی العلم کی توجیہ شرح یہ کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے جماعت شعب ایمانیہ میں سے ہے مگر علم میں حیاتی محمود نہیں۔ لیکن میسے مشائخ کی رائے ہے کہ حیاتی ہر جگہ محمود ہے مگر علم میں اس کو مانع نہیں ہونا چاہیے جیسے کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں فقط ام سلمہ یہ وہ ہوا جو مشائخ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے حیاتی اور منہ چھپا لیا۔ مگر یہ حیاتی مانع نہ ہوتی۔ علمائے بیان فرمایا ہے کہ ان کا یہ سوال اس وجہ سے تھا کہ یہ ازواج مطہرات میں سے ہیں اور تمام ازواج مطہرات اختلام سے پاک ہیں لیکن یہ وجہ بیان کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ حضرت ام سلمہؓ تو اس سے قبل ایک اور کے ہاں رہ چکی تھیں لہذا یہ کہا جائے گا کہ ان کے سوال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ عورتوں میں اختلام کم ہوتا ہے۔ بلکہ بعض فلاسفہ نے تو عورت کی منی کا انکار کیا ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک قسم کی لزجت رحم میں ہوتی ہے۔ جب مرد کی منی رحم میں پہنچتی ہے تو اس لزجت سے چپک جاتی ہے۔ اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض فلاسفہ کی رائے ہے کہ منی تو ہوتی ہے مگر اختلام نہیں ہوتا لیکن اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اختلام ہوتا ہے۔ البتہ ان میں مردوں کی نسبت کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان میں برودت زیادہ ہوتی ہے۔ اور مردوں میں حرارت زیادہ ہوتی ہے نیز اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رحم منکوس ہوتا ہے بخلاف مرد کے کہ اس کا آلہ سیدھا ہوتا ہے چونکہ اس کا رحم منکوس ہوتا ہے اس لئے وطی عورت کی ٹانگ اٹھا کر کرنی چاہیے اس سے عورت کو بھی لذت خوب آئے گی اور یہ بچہ پیدا کرنے میں بھی معین ہے۔ اس لئے کہ جب ٹانگیں اٹھائے گا تو رحم کا منہ پشاپ گاہ کے قریب آجائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے مسائل کو حل کر دیا۔

فیم ینتھما ولد ہا یعنی اگر اس کو منی نہیں ہوتی تو پھر لڑکا کبھی ماں کے اور کبھی باپ کے کیوں مشاہد ہوتا ہے کیونکہ اگر منی صرف باپ کے ہوتی ہے تو اولاد باپ کے مشابہ ہونی چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لڑکا کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس کی منی سابق ہو جائے اسی کے مشابہ ہو گا یہ البر داؤد کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں غلبہ کا ذکر ہے۔ اطباء نے ایک اصول لکھا ہے کہ عورت محبت کے وقت جس کا خیال کرے بچہ اسی کے مشابہ ہو گا۔

حدیث نمبر ۱۲۹ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرُفْعُهَا وَهِيَ مِثْلُ الْمُسْلِمِ وَحَدَّثَنِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَادِيَةِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهُمَا الْخُلَّةُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَفَا شَعْبِيَّتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنَا بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْخُلَّةُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَحَدَّثْتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفْسِي فَقَالَ لَوْ أَنَّ تَكُونُ قُلْتُمَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِحْ كَذَا وَكَذَا (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اس کا حال مسلمان جیسا ہے مجھے بتلاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے۔ لوگوں نے جنگل کے درختوں کی طرف خیال دوڑائے لیکن میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے شرم و حیا آگئی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی بتائیں کہ وہ کون سا درخت ہے اپنے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میرے جی میں آیا تھا اس کو میں نے اپنے ماں سے بیان کیا۔ تو وہ فرمانے لگے کہ اگر تو یہ کلمہ کہہ دیتا تو میرے لئے سرخ اڑھنیں بہتر ہوتا تشریح از شیخ مدنی و شیخ زکریا۔ یہ روایت مع تشریحات پہلے گذر چکی ہے۔

باب مَنِ اسْتَعَصَى قَاءَ مَرْغِيَّةٍ كَالسُّؤَالِ -

اب ہے جو خود دجھا کرے دوسرے کو سوال کرنے کا حکم دے۔

حدیث نمبر ۱۳۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ رَأَى ابْنِ طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا وَهَدَأْتُ فَا مَوْتُ الْقُدَادَةِ كَيْسَالٍ لَنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوُحْشُ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں کثیر المذی آدمی تھا میں نے حضرت مقدادؓ کو مکم دیا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کریں

چنانچہ انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مذی کی وجہ سے وضو کرنا واجب ہے۔
 تشریح از شیخ مذنی۔ پہلے باب سے معلوم ہوا کہ علم میں جہاں نہیں کرنا چاہیے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں
 کہ علم میں بے جہانی کی باتیں کی جائیں۔ بلکہ آداب کا لحاظ کرتے ہوئے پھر بھی جہانی العلم سے رکنا چاہیے۔
 جیسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے جہا کی وجہ سے خود
 سوال نہیں کیا۔ بلکہ دوسرے شخص حضرت مقدادؓ کے ذریعہ علم حاصل کر لیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ کوئی ایسا طریقہ
 اختیار کرنا چاہیے کہ جہا کے خلاف بھی نہ ہو اور علم بھی حاصل ہو جائے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں امام بخاریؒ ایک درجہ اور نیچے اتر گئے کہ آدمی کو بعض مرتبہ کوئی جہا کی خاص
 عذر کی بنا پر اگر لاحق ہو۔ تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ کسی غیر سے اس کے متعلق سوال کراتے اس
 صورت میں باب سابق کی جو غرض میں نے بتائی تھی اس پر یہ باب بطور تکملہ کے ہوگا۔ کنت رجلاً
 مثلاً جب آدمی میں قوت شہوت زیادہ ہوتی ہے اور حرارت بھی ہو۔ تو ذرا سی حرکت سے مذی خارج
 ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کی قوت مشہور ہے۔ یہ کثیر المذی تھے۔ جب بھی گھر میں جاتے کوئی صورت پیش
 آتی تو مذی خارج ہو جاتی اور یہ اس کو سنی کی طرح موجب غسل کرتے انہوں نے یہاں تک غسل کیا مروی ہے
 کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے سبب ان کی پٹھیاں پھٹ گئی تھیں تو انہوں نے اس کے متعلق دریافت
 کیا ہو اس کے متعلق صحیحین اور سنن وغیرہ میں تین طرح کے الفاظ ملتے ہیں۔ امرت المقداد۔ امرت
 عمار۔ سالت اس اختلاف روایات کی توجیہ میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ان دونوں کو
 حکم دیا کہ تم حضور اقدس صلعم سے پوچھ لو۔ اس لئے کہ ایسے مسائل میں خسر سے سوال کرنے میں داماد کو حجاب
 ہوتا ہے۔ ان حضرات نے ایسی مجلس میں پوچھا جس میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے اس لئے وہ کبھی سوال
 کرنے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں کیونکہ امر تھے۔ اور کبھی ان دونوں حضرات کی طرف کر دی کہ انہوں نے
 سوال کیا تھا۔ میری اپنی رائے ہے کہ انہوں نے پہلے حضرت مقداد سے کہا۔ لیکن انہوں نے دریافت کرنے
 میں جلدی نہ کی۔ پھر حضرت عمارؓ سے کہا۔ لیکن بعد میں اس خیال سے کہ میرے ساتھ بعض احکام خاص ہیں
 جیسے کہ جنابت کی حالت میں انہیں مسجد سے گزرنے کی اجازت بھی تھی۔ بنا بریں از خود سوال کیا۔

باب ذِکْرِ الْعِلْمِ وَالتَّقْيَاتِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ باب مسجد میں علم اور تقیات کے ذکر کے بارے میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۱ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ مُحَمَّدًا قَامَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مِنْ أَيِّ تَأْمُرُنَا أَنْ نُهَلَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهَلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيَهَلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيَهَلُّ أَهْلُ بَجْدٍ مِنْ قُرْبٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيُرْعَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَهَلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ لَهُ أَتَقَعُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپؐ ہمیں کن مقامات سے احرام باندھنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ مدینہ والے تو ذی الحلیفہ سے احرام باندھیں اور شام والے جحفہ اور نجد والے قرن سے احرام باندھیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن والے یلملم سے احرام باندھیں ابن عمرؓ فرماتے کہ مجھے یہ جملہ رسول اللہ سے معلوم نہیں ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: بہت سی چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد میں کہنے سے منع فرمایا مصنفؒ ثابت کرتے ہیں کہ علم اور فتویٰ مساجد میں جائز ہیں۔ امام صاحبؒ نے جو قاضی کے لئے رفع اصوات وغیرہ کو ہائز رکھا ہے۔ کیونکہ اس سے علم کی اشاعت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا، چونکہ مسجد میں شور کرنے کی ممانعت ہے۔ اور رفع صوت سے منع کیا گیا ہے۔ اور فتویٰ دینے اور درس دینے میں شور ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ افتاء وتعلیم فی المسجد کو اس نہی سے استثنیٰ فرما رہے ہیں، اور بتلا رہے ہیں کہ اگر مسجد میں علمی مباحث میں رفع صوت ہو تو جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں، خال ابن عمرؓ یزعمون الخ یعنی مجھے تو یاد نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ویہل اہل الیمن من یلملمو فرمایا مگر لوگ کہتے ہیں۔ یلملم ہم ہندوستانیوں کا میقات ہے۔ جہاز یمن کی سرحد کو گذرتا ہے۔ جب وہ موقع قریب آئے تو جہاز ایک لمبی سیٹی دیتا ہے۔

بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرِ مَسْأَلٍ

ترجمہ: باب اس شخص کے لئے میں جس نے سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دیا۔ حدیث نمبر ۱۳۲ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحَرَّمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَبِيضَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّارِدِيلَ
وَلَا الْبُزْلُسَ وَلَا قُبُوبًا مَسْتَهَ الْوَرَسُ أَوْ الْوَقْفَرَانُ فَإِنَّ كَعْبَ الْجَدِّ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْفَقَائِدَ
وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا تَحْتَ الْكُحْبَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا احرام باندھنے والا کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے۔ فرمایا کہ محرم قمیض نہ پہننے نہ ہی پگڑی اور نہ ہی شلوار اور نہ ہی جببہ اور نہ ایسا کپڑا جس کو درس اور زعفران سے رنگا گیا ہو۔ اگر جو تانہ پائے تو موزے پہن سکتا ہے۔ جبکہ اس کا نچلے حصہ اس طرح کا ٹڈے کہ دونوں موزے ٹخنوں کے نیچے تک رہ جائیں۔

تشریح از شیخ مدنی: حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام السرم ترکہ مالا یعفوہ کہ آدمی کا اسلام اچھا حسن والا تب ہو تلہ ہے جبکہ وہ لائینی باتوں کو ترک کر دے جس سے معلوم ہوا کہ جواب سوال سے اکثر نہ ہونا چاہیے۔ تو مصنف فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہ ممنوع نہیں بلکہ مقفضا۔ حال کے مطابق اگر جواب اکثر ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے جیسا کہ آپ نے کیا۔

تشریح از شیخ زکریا: چونکہ فصاحت اور بلاغت کی خوبی یہ شمار کی جاتی ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ جواب علی وفق السؤال ہونا چاہیے۔ اور زیادتی جواب خلاف قاعدہ ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہ باب قائم فرما کر اشارہ فرمادیا کہ اگر ضرورت کی بنا پر زیادتی ہو جائے تو جائز ہے۔ اور قاعدہ بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت بات نہ ہو۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس کتاب کو کتاب العلم کے آخر میں ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا ہے کہ کتاب العلم متنی ضرورت تھی اس سے زیادہ میں نے بیان کر دیا۔

ما یلبس المحرم یہاں سوال بلبوسات مباحہ کے متعلق تھا اور جواب بلبوسات محذورہ سے دیا جا رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بلبوسات محذورہ معدود تھے بخلاف بلبوسات مباحہ کے لہذا یہ طریقہ آسان تھا نسبتہ اس کے سارے بلبوسات کو شمار کرتے اور محذورات کے ذکر کے ساتھ ساتھ جن کا سوال نہیں تھا ان کو ذکر کر دیا لیتقطعہما حافظ ابن حجرؒ نے لفظ لیتقطع سے اپنی مادت کے مطابق براعتہ اختتام کے طور پر اشارہ فرمادیا کہ اب کتاب العلم قطع یعنی ختم ہو گئی۔ اور میری رائے تم کو معلوم ہی ہے کہ ہر باب کے آخر میں

حافظ کی رائے کے ساتھ ساتھ میری اپنی رائے الگ ہوا کرتی ہے۔ وہ یہ کہ کتاب کے ختم کی طرف نہیں بلکہ ترے ختم (موت) کی طرف اشارہ ہے کہ احرام کی طرح کفن کے بھی ایسے دو کپڑے ہوتے ہیں۔ ایک چادر اور پر اور ایک نیچے اس کا دھیان رکھو۔ تَمَّتْ بِالْخَبِيرِ

كِتَابُ الْوُضُوءِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب، مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ خُرُوضَ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً وَتَوَضُّأً أَيْضًا مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا ثَلَاثًا وَلَوْ يَزِيدُ عَلَى ثَلَاثٍ وَكَرِهَ أَهْلُ الْعِلْمِ الْإِسْرَافَ فِيهِ وَأَنْ يُجَاوِزُوا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ، اب وضو کے ہمارے میں جو اللہ تعالیٰ کے قول کے بارے میں آیا ہے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو چہروں کو دھوؤ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔ ابو عبد اللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم نے فرض وضو ایک ایک مرتبہ ادا کیا اور نیز آپ نے دو دو مرتبہ اور تین تین مرتبہ بھی ہر ہر عضو کو دھویا ہے۔ اور تین سے اوپر زیادتی نہیں فرمائی۔ بنا بریں اہل علم نے وضو میں فضول غریبی کو مکروہ سمجھا ہے اور اس طرح جناب نبی اکرم صلیم کے فعل سے آگے بڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

باب لَا يُتْبَعُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُودٍ

ترجمہ، کوئی نماز بغیر وضو کے مقبول نہیں ہوگی

حدیث نمبر ۱۳۳ | حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ رَافِعٍ وَهَيْمُ بْنُ غَالِيٍّ الزُّهْرِيُّ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ

أَنَّ سَمْعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ

مَنْ أَحَدُ شَحْطَى يَتَوَضَّأُ قَالَ وَجَبَتْ مِنْ حَضَرِ مَوْتَنَا | الْحَدَّثَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ

هَسَاؤُا وَحَضَرَا ط (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوگی جو بے وضو ہو گیا جب تک وضو نہ کر لے حضرت موت کے ایک آدمی نے کہا اے ابو ہریرہؓ بے وضوئی کیا چیز ہے۔ کہا پھسکی یا پادبہنی جو ہوا دیر سے خارج ہو بلا آواز فناء ہے اور آواز والی ضرط ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: مصنف کی عادت ہے کہ ہر کتاب کے آدل میں ایک آیت پیش کرتے ہیں جس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو روایات اس کتاب میں ذکر کی جائیں گی وہ اس آیت کی شرح ہوں گی۔ ایسے یہاں بھی جو روایات وضو کی آرہی ہیں وہ سب اس آیت وضو کی تفسیر ہیں۔ خافسلا وجوہ کواہام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو امر ہے وہ موجب تکرار نہیں تو فرضیتہ تو ایک مرتبہ دھولے سے ادا ہوگی زیادتی احادیث سے ثابت ہے اور آپ سے لائسرف کے الفاظ ثابت ہیں لہذا تین پر زیادتی مکروہ ہوگی وہ روایت اگرچہ منقول ہے مگر مصنف کی شرط کے مطابق نہیں اس لئے اس کو زیادت نہیں کیا پھر آیا زیادتی کیستہ میں مکروہ ہے یا کیفیت میں اس ہائے میں اختلاف ہے حتیٰ یتوضا قابل بحث یہ ہے کہ آیا حتی صلوٰۃ کی غایت ہے یا لا تقبل کی غایت ہے۔ اگر لا تقبل الخ الوضو کے معنی ہوں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ صلوٰۃ کیف ماکان جو قبل الوضو ہو وہ مقبول نہیں یہ تو صحیح ہے مگر لا تقبل کی غایت کی صورت میں کہ کسی نماز کی قبولیت اس غایت سے قبل نہیں ہوتی جب تک یہ غایت پائی جائے یعنی وضو کر لیا۔ تو اس سے پہلے جو نماز پڑھی تھی وہ بھی مقبول ہو جائے گی۔ لہذا حتیٰ کو صلوٰۃ کی غایت قرار دینا پڑے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ امام بخاریؒ کو چاہیے تھا کہ کتاب الایمان کے بعد صلوٰۃ کا ذکر فرماتے کیونکہ ایمان کے بعد اہم العبادات نماز ہی ہے مگر ایک عارض کی بنا پر کتاب العلم کو مقدم فرمادیا جس کی وجہ بیان ہو چکی ہے۔ اس طرح کتاب العلم کے بعد کتاب الصلوٰۃ شروع کرنا چاہیے تھا۔ مگر سائل نے فقہاء اور محدثین کا طریقہ ہے کہ وہ کتاب الصلوٰۃ سے قبل کتاب الطہارت ذکر فرماتے ہیں۔ کیونکہ طہارت شرائط صلوٰۃ میں سے ہے اور شرائط ہمیشہ مشروط بہ مقدم ہوا کرتی ہیں۔ اس وجہ سے مقدم فرمادیا اس جگہ دو نسخے ہیں ایک نسخہ کتاب الوضو کا ہے اور دوسرا کتاب الطہارت کا۔ اگر کتاب طہارت ہو پھر تو واضح ہے اور اگر کتاب الوضو ہو۔ جیسا کہ پہلے نسخوں میں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح صلوٰۃ کو اہم العبادات ہونے کے سبب بقیہ عبادات پر مقدم کرتے ہیں اس طرح وضو کے اہم ہونے کی وجہ سے کتاب الوضو کو مقدم فرمادیا

اور بقیہ مہارات تیمم غسل۔ جنابت وغیرہ اطلاق بعض الافراد ارادۃ الكل کے طور پر داخل ہو گئے۔ چونکہ کتاب الوضوء اگرچہ لفظ خاص ہے مگر مراد اس کی عام ہے۔ اسی لئے اس کے بعد خاص طور سے باب ما جاء في الوضوء باندھا اور اس کے بعد آیت کریمہ **وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ** سے ذکر فرمائی یہ آیت آیت الوضوء کہلاتی ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس آیت سے کیا ہے اس میں بین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف تھا اس لئے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہ آیت ذکر فرمادی۔ اور وہ اختلاف یہ ہے کہ آیت قرآنی میں **فَاغْسِلُوا** کا مرکب لے ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ وجوب کے لئے ہے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ حدث لاحق ہو جائے اور تقدیری عبادت اس طرح ہے۔ **وَإِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا** وائتم محدثون۔ دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ امر تو اپنے عموم پر ہے۔ محدث اور طاہر دونوں کے لئے ہے لیکن محدث کے لئے بطریق الایجاب ہے اور طاہر کے لئے بطریق الاستیجاب ہے اور ایک تیسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ یہ ابتداء کا حکم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء ہر نماز میں وضو کرنے کا حکم تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شاق ہونے لگا تو پھر مسواک کو وضو کے قائم مقام کر دیا گیا جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وجوب وضو کی علت میں اختلاف ہے حضرت امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ ایک جماعت کی رائے ہے کہ وجوب کی علت قیام الی الصلوۃ ہے اس قول کا حاصل یہ ہو گا کہ جب بھی نماز پڑھنے کا ارادہ ہو۔ اس وقت وضو کرنا فرض ہے تو یہ قول ثالث کی طرف راجع ہو گا کہ یہ حکم ابتداء تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ علت قیام الی الصلوۃ مع الحدث ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ علت حدث ہے مگر موشعاً موشعاً کا مطلب یہ ہے کہ فی الفور وضو کرنا واجب نہیں بلکہ عبادت کے وقت جس میں وضو شرط ہے وضو کرنا فرض ہو گا۔ تیسرا قول یہ ہے اور یہی میرے نزدیک رائج بھی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ اور ان کی باریکیوں اور لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ حکم کی ابتدا کی طرف کسی آیت یا روایت سے اشارہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اس میں اختلاف ہے کہ وضو کی فرضیت کب ہوئی۔ اس میں تو اتفاق ہے کہ وضو مکہ میں مثنیٰ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت مثنیٰ ہے۔ مگر اختلاف بعد فرضیت میں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت کی رائے ہے کہ فرضیت مکہ میں ہوئی اور آیت بعد میں نازل ہوئی۔ اور اس میں کوئی استہجاد نہیں۔ کیونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو فرض پہلے ہوتے اور

آیت بعد میں نازل ہوئی یہ بھی اسی قبیل سے ہوگی۔ تو امام بخاریؒ آیت ذکر فرما کر اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا اور اپنے نزدیک جو رائج تھا اس کو ذکر فرمایا۔ مستحبین البنی صلعم الامام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ محل ہے کیونکہ اس میں عدد وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں چونکہ احادیث قرآن پاک کی تفسیر ہیں اس لئے حضور اقدس صلعم نے اس کی تفصیل اپنی سنت سے فرمادی کہ فرض تو ایک مرتبہ ہے۔ اور اس کے بعد مرتب کا مرتبہ ہے۔ پھر تین کا درجہ ہے یہ امام بخاریؒ نے بین البنی صلعم سے آیت الوضوء کی اجمالی تشریح فرمادی۔ یہاں بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ جملہ جز ترجمہ ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ حالانکہ اگر جز ترجمہ تھا تو تین روایات ہونی چاہیے تھیں ایک مرة مرة کی دوسری مرتبہ کی تیسری ثلاثا کی۔ اور پھر امام بخاریؒ ان پر مستقل باب باندھیں گے۔ اکوہ اهد العلموا السراقا۔ چونکہ حضور اقدس صلعم سے تین بار سے زائد ثابت نہیں ہے۔ اس لئے علامہ نے مکروہ سمجھا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے من ناد او نقص فقد اساء ظلم شراح بخاریؒ نے قاطبہ اس جگہ آکر اپنے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور کہہ دیا کہ امام نے اس کتاب میں ابواب کی کوئی ترتیب قائم نہیں کی۔ کتاب الوضوء کی آخرت سے صاف طور پر معلوم ہو گا کہ بے جوڑ ابواب قائم کئے ہیں مثال کے طور پر بجائے سب سے پہلے باب المضمضة قائم کرنے کے باب غسل الوجہ بالیدین قائم کیا۔ اور اس کے بعد دوسرا باب قائم کیا باب القسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع مبعلا اس کا وضو اور غسل الوجہ سے کیا جوڑ اس کے تقریباً دس پندرہ ابواب کے بعد باب الاستنثار قائم کیا اس کے بعد باب الاستجمار و ترا قائم کیا۔ مبعلا ناک میں پانی دینے اور نکلنے کو استنثار و ترا سے کیا مناسبت پھر باب المسح قائم فرمایا غرض کہ وضو میں جو ترتیب تھی اس میں سے کسی کا بھی لحاظ نہیں فرمایا۔ اس لئے شراح فرماتے ہیں کہ یہ سب بے جوڑ ہیں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ مناسبت ہر باب میں موجود ہے لیکن مناسبت وہ خود بھی نہ بتلا سکے البتہ ایک کلیہ ضرور ہے جس کا لحاظ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ کسی مناسبت سے باب قائم کر دیا لیکن اس کے بعد وہ باب دوسری مناسبت کے باوجود ذکر نہیں کریں گے تاکہ تکرار فی الابواب نہ ہو جائے۔

باب لا تقبل صلوۃ سے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ وضو نماز کے لئے فرض ہے حتیٰ یتوضا۔ چونکہ یہ غایت ہے۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی نے بہت سی نمازیں کئی دن تک بغیر وضو کے پڑھیں اور پھر آخر میں سب کی وضو اٹھی ہی کر لی تو وہ تمام نمازیں درست اور مقبول ہو گئیں تو اس کا جواب دیا

کہ لا تقبل کی غایت حتی يتوضا نہیں ہے بلکہ یہ صلوٰۃ کی غایت ہے۔ اسی لابیصلی حتی يتوضا اور اس ترجمہ کی غرض یا تو ایجاب وضو کو ثابت کرنا ہے۔ جیسا کہ بعض کی رائے ہے یا شرطیۃ وضو ثابت فرمائی ہے لا تقبل صلوٰۃ من احدث حتی يتوضا یہ اجماعی مسئلہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بلا وضو نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اسی طرح وجوب اور شرطیۃ ثابت ہوگئی ما احدث سوال کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں حدث کا اطلاق جیسے فساد وضو پر آتا ہے۔ اسی طرح کلام قبیح پر بھی ہوتا ہے۔ خود ہمارے ہاں اگر کوئی شخص کوئی بیہودہ بات کہے تو کہتے ہیں کیا گوز مار دیا! تو چونکہ یہ لفظ مشترک تھا اس لئے مخاطب نہ سمجھا سوال کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا فساد وضو یہاں ایک قاعدہ ہے جو بہت جگہ کام دے گا وہ یہ کہ کبھی کوئی لفظ اعم اغلب ہونے کے سبب سے بول دیا جاتا ہے مگر مقصود خاص لفظ نہیں ہوتا بلکہ بطور تمثیل اس کو ذکر کر دیتے ہیں اسی طرح یہاں حضرت ابو ہریرہؓ نے فساد وضو کے اعم اغلب ہونے کے سبب سے ذکر فرمایا یہ نہیں کہ نقض وضو کی صفت انہی دونوں میں منحصر ہے لہذا اگر پیشاب پاخانہ کرے جب بھی وضو واجب ہوگا مگر چونکہ کثیر الوقوع بھی دو چیزیں تھیں اس لئے انہیں کا ذکر کر دیا۔ اب میں یہاں کہتا ہوں کہ احناف اگر تمہیں یہاں التکبیر وتخلیما التسليم میں کثیر الوقوع کی تاویل کریں تو ان پر کیا عتاب ہے۔

باب فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالْفَرْغِ الْمُحْجَلُونَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ۔

ترجمہ باب ہے وضو کی فضیلت اور وضو کے آثار کی وجہ سے منہ اور ہاتھ پاؤں کا روشن ہونا۔

حدیث نمبر ۱۳۴۲ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْمَدَنِيُّ عَنْ نَعِيمِ الْمُجَمِّعِ قَالَ رَقِيتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَنَوَضَّأَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت نعیم المجر فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ مسجد کی چھت پر مڑھ گیا تو انہیں وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ میری امت کو قیامت کے دن آثار وضو کی وجہ سے غر محجل پکارا جائے گا پس تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی کو لمبا کرنا چاہے وہ کرے۔
تشریح از شیخ ذکریاؒ اس باب سے امام بخاریؒ وضو کی فضیلت ثابت فرما رہے ہیں لفظ الغر محجلون

بعض نسخوں میں رفع کے ساتھ ہے۔ اور بعض میں جر کے ساتھ ہے۔ اب اگر جر کے ساتھ ہو تب تو واضح ہے کہ باب کے تحت میں داخل ہوگا۔ اور اگر رفع ہو۔ تو اعراب حکائی ہوگا۔ اور یہ فضائل وضو میں سے ایک فضیلت ہے غر جمع اغتر کی اغر اس گھوڑی کو کہتے ہیں۔ جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ اور مخجل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کے تین پاؤں پر سفیدی ہو۔ اس قسم کا گھوڑا عرب میں بیش قیمت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس غرہ و تجلیل میں اختلاف ہے کہ یہ امت محمدیہ کے خاصہ میں سے ہے یا اور انبیاء کے ہاں بھی ہے۔ راجح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خاصہ میں سے ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ قیامت کے دن میں اپنی امت کو آثار وضو سے پہچان لوں گا نیز روایت باب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذات اُمّی فرما رہے ہیں۔ وضو خاصہ اس امت میں سے نہیں اس لئے کہ نبی بی سارہ زو جابراہیم علیہما السلام اور جریج الراہب سے وضو ثابت ہے کلاهما فی فی البخاری۔

فمن استطاع منكم الاطالة غره کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مواقع وضو پر کثرت سے پانی گراتے دوسرے یہ کہ خوب برطحا کر دھوئے۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا۔ تیسرے یہ کہ خوب رگڑ رگڑا کر مواقع وضو کو دھوئے اور انکار کرے اور پانی تین بار بہلائے۔ پہلی دو صورتیں مراد نہیں بلکہ تیسری شکل یہاں مراد ہے پہلی دو اس لئے مراد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار وضو فرما کر ارشاد فرمایا فمت زلذ علی هذا وانقص فقللے وتعدي وظلم۔ اگر شبہ ہو کہ جب اطالۃ غرہ سے مراد دو صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں تو پھر حضرت ابوہریرہؓ نے دوسری صورت کیوں اختیار فرمائی۔ میرے نزدیک اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ یہ ادا عشق کے قبیلے سے ہے کہ اگر انہیں معشوق کا کوئی لفظ مل جاتے تو بس پھر کیا بوجھنا چونکہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق ہیں سے تھے۔ حضور کی ہر بات پر مرنے والے تھے۔ اس لئے وہ بعض اوقات صرف ظاہری الفاظ پر نظر کرتے تھے اور معانی پر غور نہیں کرتے تھے چنانچہ ابو داؤد کی کتاب الجنازہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ جب ان کی وفات قریب ہوئی۔ تو نئے کپڑے منگائے اور انہیں پہنا پھر فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میت قیامت کے دن ان کپڑوں میں مبعوث ہوگی جس میں اس کا انتقال ہوا ہے تو انہوں نے یہاں پر کپڑوں سے ظاہری کپڑے مراد لئے۔ حالانکہ کلام عرب میں ثياب کا لفظ اعمال پر بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ سلی ثيابی عن ثيابك میں ہے۔ نیز اس حدیث ابو سعید کو اپنے ظاہر پر رکھنا قرآن و احادیث ائمہ کے خلاف ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بدانا اول خلق نعبیدہ اسی طرح حدیث میں ہے کہ میت خافۃ و عراۃ متکلمین۔
 چہ جائیکہ ان کپڑوں میں حشر ہو۔ شاید کہیں قبر ہی میں نہ چین جائیں۔ بہر حال حضرت ابو سعیدؓ نے اس آیت کے مطلب کو جانتے ہوئے بھی ظاہری الفاظ کا اتباع کیا۔ جیسا کہ میرے حضرت نورا اللہ مقدسہ جب ہڈل لکھواتے ہوئے اس روایت پر پہنچے جس میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں انا اعرف النظام النبی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرن بدینہن اور ان سورتوں کی ترتیب مصحف موجودہ کی ترتیب کے خلاف ہے۔ تو حضرتؓ نے فرمایا آج مجھے ان سورتوں کو ایک پر چہ پر ترتیب ابن مسعودؓ کے موافق لکھ دو آج تہجد میں اس ترتیب سے پڑھوں گا یہ کیا تھا؟ عشق تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیل ہے حالانکہ ایسا کرنا کم از کم خلاف ادنیٰ ورنہ مکروہ تنزیہی یا اس سے بھی آگے ہے کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ نماز بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر پڑھنے سے نصف ہے۔ پھر بھی میرے مشائخ کی رائے ہے کہ وتر کے بعد کی دو سنتیں بیٹھ کر ہی پڑھنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پڑا ثواب نصف ہو مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تو حاصل ہو ہی جائے گا۔ بس اسی قبیل سے حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر الفاظ پر نظر فرما کر خوب ادھر تک بڑھا کر دھویا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے ان پر اعتراض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اے بنی فروع! اگر میں یہ جانتا کہ تم نہیں ہو تو ایسا نہ کرتا۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ ایسے تھے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی بات ہوتی اور اس پر کوئی اعتراض کر دیتا تو ڈانٹ کر فرادیتے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے

باب، لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتَّى يَسْتَيْقِنَ۔

ترجمہ، شک کی وجہ سے وضو نہ کرے جب تک کہ یقین نہ ہو جائے۔

حدیث نمبر ۱۳۵۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَزَالَةَ عَنْ عَبْدِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ شَكَارَةَ بْنَ رَسُوْلٍ
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّجَلَّى الَّذِي يُجَيِّدُ إِلَيْكَ إِلَيْكَ أَتَاكَ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ
 لَا يَنْفَتِلْ أَوْ لَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا (الحديث)

ترجمہ، حضرت عباد کے چچا نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسے شخص کی شکایت کی جس کو نماز میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی چیز پیٹ سے خارج ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اس وقت تک نماز کو نہ چھوڑے جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَشَّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ كَيْلَةً نَامًا لَسِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ ثَمَرٍ مَعْلُوقٍ وَضَوَّءَ خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمُّوهُ وَيُقِلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّيُ فَتَوَضَّأَتْ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَتْ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ كِبَارِهِ وَدُبَّهَا قَالَ سَفِيَاكُ عَنْ شِمَالِهِ فَنَحَوْتُ لِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ أَصْطَبَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَنَاكَ السَّادِيُّ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يُتَوَضَّأْ قُلْنَا لِحَمْرَوَانٍ نَسَأَتُنِي أَنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَأْمَ عَيْنَيْهِ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمُّوهُ وَسَمِعْتُ عَبِيدَ بْنِ عَمْرٍو يَقُولُ رُغَبًا إِلَّا لُبِّيَاءُ وَحَيٌّ ثُمَّ قَرَأَ الرَّبِّيُّ أَدْلَى فِي الْمَنَامِ إِلَيَّ أَذْجَكَ

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک فرارٹے مارنے لگے پھر نماز پڑھی اور کبھی یوں فرمایا کہ آپ لیٹ گئے یہاں تک کہ فرارٹے مارنے لگے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے پاس بسر کی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھے چنانچہ رات کچھ حصہ گزر گیا۔ تو آپ اٹھے اور ایک پرانے ٹکے ہوتے مشکبیرہ ہلکا سا وضو کیا۔ عمرو راوی اس کو بہت ہلکا اور چھوٹا کر کے بیان کرتے تھے اور اٹھ کر نماز ادا کی میں نے بھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی طرح خفیف سا وضو کیا اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ سفیان راوی کبھی یسار کی بجائے شمال کا لفظ بولتے تھے۔ جن کا مطلب ایک ہے۔ بہر حال آپ نے مجھے بائیں طرف سے گھما کر دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ پھر جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ آپ نے نماز پڑھی پھر لیٹ گئے۔ اور یہاں تک نیند فرمائی کہ فرارٹے مارنے لگے۔ پھر ندا دی نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی تو ابن عباسؓ بھی آپ کے ساتھ نماز کی طرف کھڑے ہو گئے آپ نے نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔ ہم لوگوں نے عمرو راوی سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی تھی دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو نے فرمایا کہ میں نے بھی عبید بن عمیرؓ اپنے استاد سے سنا تھا وہ فرماتے تھے انبیاء کا خواب بھی ہوتا ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ لے پہلے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ چونکہ وضو عبادت کے لئے ذریعہ اور واسطہ ہے جس میں غرض بجل بھی ہوتا ہے

اس لئے زیادتی حرص کے لئے اسراف کیا جاتا تو آپس نے اس سے منع فرما دیا کہ فقط تعاطر کافی ہے دنیا
الانبیاء وحی اور وحی نام پر نہیں ہوتی بلکہ بیدار پر ہوتی ہے اس کی دلیل ان فی الامی فی المقام ہے
کیونکہ اگر مرقباً الانبیاء وحی نہ ہوتے تب بیٹے کو ذبح کرنے کا اقدام جائز بھیج نہ ہوتا۔ کیونکہ ناحق بیٹے کو ذبح
کرنا حرام ہے۔

تشریح از شیخ زکریا، امام بخاری نے ڈو باندھے ہیں ایک باب التخفیف دوسرا اسباغ الوضوء یہاں
تک تو امام بخاری نے کوئی حدت اختیار نہیں فرمائی بلکہ بہت حسن ترتیب سے کام لیا ہے۔ چنانچہ جب بوجوب
فضل اور یہ کہ شک سے وضو نہیں ٹوٹتا بیان فرما چکے تو اب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے دو درجے ہیں
ایک ادنیٰ دوسرا اعلیٰ درجہ، دوسرا باب اسباغ الوضوء کا باندھ کر مبداء اور منتہی کی طرف اشارہ فرمایا کہ اول
درجہ یہ ہے اور دوسرا باب اعلیٰ درجہ کو بیان کر رہا ہے۔ بت عند خاتمی میمونة رواية من
حيث الرواية باب السوء میں گزر چکی ہے۔ اور اس پر کلام بھی گزر چکا۔ یہاں مقصود بالذکر وضوء
تخفیف ہے۔ تخفیف و تعلیل کا مطلب یہ ہے کہ عموماً و کبھاً اعتبار سے تخفیف بتا رہے ہیں۔ تخفیف
تثقیل کا مقابل ہے جو کیف میں استعمال ہوتا ہے۔ اور تعلیل تکثیر کا مقابل ہے جو کم میں استعمال ہوتا ہے
یعنی کیف تخفیف اور کم تعلیل فرمائی۔ نحو جئت فمكت من يساره یہ اصطاف کی بحث ہے امام بخاری
وہاں بھی یہ روایت ذکر فرمائیں گے فصلى و لم يتوضأ الخ جب حضرت عمرو نے یہ بیان کیا کہ حضور اکرم
نے بدون وضو کئے جوئے نماز پڑھی۔ تو شاگردوں نے اس کی تائید میں حضرت عمرو سے کہا کہ کچھ لوگ یہ کہتے
ہیں کہ جناب نبی کریم صلم کی چشم مبارک تو سوتی ہے۔ اور قلب مبارک بیدار رہتا ہے تو جن اشیاء کا ادراک
قلب سے ہوتا ہے۔ اس کا وہ ادراک کرتا ہے گا۔ جیسے قلب خروج ریح و عدم خروج پر مطلع ہو جائے گا اور
جس چیز کا ادراک چشم سے متعلق ہو اس کو وہ نہ دیکھ سکے گی یہی وجہ ہے کہ لیلة القدر میں حضور اکرم صلم
نے سوچ نکلنے اور طلوع صبح کو نہ دیکھا۔

روایا الانبیاء وحی الخ اس پر عمرو نے ان لوگوں کی مزید تائید کر دی کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب
وحی ہوتا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قلب بیدار ہوتا ہے۔ جو کچھ دیکھتے ہیں صحیح دیکھتے ہیں پھر اس
کی تائید میں یہ آیت پڑھی ان فی الامی فی المنام الخ حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو کہا کہ میں خواب
میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں چنانچہ ان کو ذبح کرنے کے لئے گئے تو اگر انبیاء کا خواب وحی نہ ہوتا تو پھر قتل نفس

کیسے جائز ہوتا اور پھر قطع رحمی اور سب سے بڑھ کر بیٹے کا قتل۔

بابُ اسْبَاغِ الوُضُوءِ باب وضو کے مکمل اور پورا کرنے کے بارے میں۔
وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اسْبَاغُ الوُضُوءِ اِلَى نَقَاءٍ۔

ترجمہ، حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اسباغ الوضو کا معنی پورا صاف کرنا۔

حدیث نمبر ۱۳۷۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الزَّهْرِيُّ عَنْ اَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ
كَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ
ثُتُوَ تَرَضًّا وَلَوْ يُسْبِغُ الوُضُوءَ فَقُلْتُ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ أَمَامَكَ
فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُرْدِيفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الوُضُوءَ ثُتُوَ أَرَقِمْتَ الصَّلَاةُ فَصَلَّى
الْمَغْرِبَ ثُتُوَ أَنَا كُفَّ النَّاسُ بِعِيَرِهِ فِي مَنْزِلِهِ ثُتُوَ أَرَقِمْتَ الْغُشَاءَ فَصَلَّى وَلَوْ
يُصَلِّي بَيْنَهُمَا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت اسامہ بن زید سے انہوں نے سنا وہ فرما رہے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے اترے جب واپس ہوئے یہاں تک کہ گھاٹی میں اترے پیشاب کیا پھر وضو فرمایا لیکن پورا وضو نہیں فرمایا
میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا۔ نماز آگے پڑھیں گے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی سواری پر سوار ہوئے جب مزدلفہ میں پہنچے تو سواری سے اترے وضو فرمایا بلکہ پورا وضو فرمایا پھر نماز
کے لئے تکبیر کی گئی تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھی پھر ہر انسان نے اپنی سواری کو اپنی رہائش گاہ میں
بٹھایا۔ پھر غشا کی نماز کے لئے تکبیر کی گئی تو آپ نے نماز پڑھی لیکن ان دونوں نمازوں میں مغرب اور غشا کے
درمیان اور کوئی نماز نفل و سنت نہیں پڑھی۔

تشریح از شیخ منیؒ وضو دو قسم ہے ایک تو دوام طہارت کے لئے چنانچہ آپؐ دائماً طہارت سے رہتے
تھے۔ اور یہ سالک کے لئے ضروری ہے اس میں آپؐ تحفیف کیا کرتے تھے۔ اور دوسرا وضو جو نماز کے لئے
ہوتا تھا اس میں اسباغ ہوتا تھا۔ جیسے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو ضعیف اور کامل دونوں جائز ہیں۔
تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ اسباغ الوضو کی دو صورتیں ہیں ایک انقاء اور دوسری یہ کہ خوب درازی
کی جائے جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے کیا اور امام بخاریؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ کہیں کہیں قصود کو کسی آیت یا
روایت سے واضح فرماتے ہیں۔ اس طرح ترجمہ میں اسباغ کا لفظ آیا تھا۔ تو امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ

کا اثر نقل کر کے اس کے معنی متعین فرمادیجئے کہ یہاں اسباغ سے انقار مراد ہے (خوب اچھی طرح ملنا) شونغل و لمویسینغ الوضوء الخ اس سے امام بخاریؒ نے تخفیف پر استدلال نہیں فرمایا اس لئے کہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بخلاف پہلی روایت کے۔ المصلوة احکم یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ شب مزدلفہ میں مغرب اور عشاء دونوں جمع کی جاتی ہیں۔ ولمویصل مینہما اس کی بحث بعد میں آئے گی۔ الحاصل اسباغ کے ایک معنی سخت قسم کے رگڑ لے کے ہیں اور دوسرے معنی خوب پانی ڈالنے کے ہیں۔ ابن عمرؓ کے اثر سے پہلی معنی کی تعین کر دی یعنی وکشدید سخت ملنا

باب، غَسِلَ الْوُجْهَ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ -

ترجمہ، یعنی چہرے کو ایک چلو پانی سے دونوں ہاتھوں سے دھونا۔

حدیث نمبر ۱۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَتَمَضَّضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَجَعَلَ بِهَا هَكَذَا أَضًا فَمَا رَأَى إِلَى يَدِهِ الْأُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهُ ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنَى ثُمَّ أَخَذَ غُرْفَةً مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ نے جب وضو فرمایا تو اپنے چہرے کو دھویا اس طرح کہ چلو پانی یا جس سے کٹی فرمائی اور پھر ناک میں پانی دیا۔ پھر ایک چلو پانی لے کر اسی طرح کیا کہ اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملا دیا۔ پھر ان دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر ایک چلو پانی لے کر اپنے دائیں ہاتھ کو دھویا پھر پانی لے کر اس سے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا پھر سر کا مسح فرمایا پھر ایک چلو پانی لے کر اس سے دائیں پاؤں پر ڈالا یہاں تک کہ اسے دھو دیا۔ پھر دوسرا چلو لے کر اس سے بائیں پاؤں کو دھویا پھر فرمایا میں نے اسی طرح آنحضرتؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔

تشریح از شیخ منیؒ فرمشی علیٰ رجلہ الیمنی جہور فرماتے ہیں کہ پاؤں پر شش اور نفع کافی نہیں، بلکہ غسل ضروری ہے چنانچہ جب آپؐ نے جلدی کرنے والوں کو وضو میں کوتاہی کرتے دیکھا تو فرمایا

دلیل لاغتاب تو ریش اور نضح کیسے صحیح ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ریش کے معنی چھڑکنے کے آتے ہیں ایسے صُبّ یعنی پلٹنے کے معنی بھی آتے ہیں تو یہاں ریش بمعنی صُبّ کے ہے صاحب قاموس نے اس کی تصریح کی ہے جس کو ہم بالاتفاق کہتے ہیں کہ حیض میں ریش کے معنی صُبّ کے ہیں۔ حتی غسلھا اس ہدقینہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ ریش بھائی بظہرات عظیمۃ اس میں اسالۃ ہو جائے گی یعنی پانی بہانا۔ قیسی توجیہ یہ ہے کہ ریش کے معنی چھوٹے چھوٹے قطرے چھڑکنا اور جب وہ برابر دیر تک چھڑکے جائیں تو اسالہ ہو جائے گی۔ ریش ای یدیم الرش حتی صار غسلھا کہ اس وقت تک چھڑکتے رہے یہاں تک کہ ان کو دھو لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں تک تو امام بخاریؒ نے بڑی ترتیب سے ابواب ذکر فرمائے اور کوئی جہت اختیار نہیں کی۔ کیونکہ تراجم میں امام بخاریؒ نے ایسی باریکی اور جدت سے کام لیا ہے کہ یہ مشہور ہو گیا کہ فہ البخاری فی تراجمہ لیکن ساری کتاب کے مقابلہ میں مقنی جدت کتاب الوضوء میں اختیار فرمائی اور کہیں نہیں کی۔ اگرچہ میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ کے تراجم میں جو باریکیاں شراح نے نکالی ہیں شاید خود امام کا دھیان بھی ان کی طرف نہ گیا ہو۔ بہر حال یہاں سے ابواب میں بظاہر بڑی بے ترتیبی چلے گی کیونکہ ادھر تو علی الوجہ کا ذکر ہے اور اس کے فوراً بعد جماع میں پہنچ گئے التسمیۃ علی کل حال وعند الوقاع باب باندھ دیا اور ابھی جماع سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ خلا کا ذکر شروع کر دیا۔ پھر ایک ڈیڑھ صفحہ ترتیب سے خلا کے ابواب کا ذکر فرما کر استثنائ کا ذکر فرمایا۔ اور درمیان میں استجمار وغیرہ کو داخل کر دیا۔ حالانکہ پہلے مضمضہ استثنائ اور پھر غسل وجہ کو ذکر فرماتے اسی وجہ سے علامہ کرمانی جو بخاری کے قدیم شراح ہیں نے کہہ دیا کہ امام بخاریؒ نے ابواب الوضوء اور ابواب اغلا وغیرہ میں ترتیب ملحوظ نہیں رکھی اور علامہ معینیؒ فرماتے ہیں کہ بالکل یہ تو مناسبت کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہاں کہیں خفیف اور قلیل مناسبت ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں سے زیادہ باریکیاں پیدا کی ہیں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ان ابواب کو نہایت حسن ترتیب سے منعقد فرمایا ہے اور اس میں کوئی خلجان نہیں اور انشاء اللہ میں اس کو اپنے اپنے مواقع پر بیان کروں گا۔ مگر یہ دو قاعدوں پر مبنی ہے۔ ایک یہ کہ امام بخاریؒ نے بڑی باریکیوں سے کام لیا ہے۔ جہاں تک افہام عامہ نہیں پہنچیں دوسرے یہ کہ بعض جگہ بعض ابواب تکبیلاً واستطراداً ذکر فرماتے ہیں۔ مگر جب اس کی اصل

بلکہ آتی ہے تو امام بخاریؒ اسے دوبارہ ذکر نہیں کرتے تاکہ تکرار نہ ہو۔ اب سنو یہاں کیا مناسبت ہے۔ اس سے قبل باب الاسباغ ذکر فرمایا تھا۔ اب اس کے بعد باب غسل الوجه بالیدین ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اسباغ میں دونو ہاتھوں سے کام لینے کی ضرورت ہو۔ تو وہاں دونو ہاتھوں سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مثلاً چہرہ ہے یہاں ایک ہاتھ سے اسباغ مشکل ہے اور دونو ہاتھوں سے آسان لیکن اب سوال یہ ہے کہ من غرقة واحدة کی قید کیوں لگادی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بعض روایات میں بالمین وغیرہ مذکور ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کی شرح فرمادی۔

اور اس کی مراد متعین فرمادی۔ اور حافظہ کی رلت ہے کہ ان پر رد فرمایا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ رد نہیں ہے۔ فجعل جہا ھکذا الخ یعنی دونو ہاتھ لگائے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دونو ہاتھ سے اسباغ کامل ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک چلو سے پانی لیا اور دوسرا ہاتھ لگایا تاکہ پانی نہ گرے بعض شراح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے یہاں سے وضو غسل الوجه سے شروع فرمادی کیونکہ قرآن مجید کے اندر بھی وضو کی ابتداء چہرہ کے غسل سے ہے امام بخاریؒ نے اس کا اتباع کیا بعض شراح فرماتے ہیں کہ وضو میں ابتدا غسل الوجه سے ہے۔ اور اس سے پہلے کی چیزیں وضو کے اجزاء نہیں بلکہ اس کے مقدمات ہیں اس لئے کہ وضو کا پانی پاک ہونا ضروری ہے اور اس کی طہارت معلوم کرنے کے لئے پانی کے تین اوصاف معلوم کئے جائیں گے۔ یعنی ہاتھ دھو کہ اس کا رنگ کلی سے اس کا طعم اور ناک کے ذریعہ اس کی بو معلوم ہو جائے گی طہارت معلوم ہو جانے کے بعد منہ دھو کر غسل کی ابتدا کی جائے گی۔

باب، التَّشْمِیْمِیَّةِ عَلٰی حَالٍ وَ عِنْدَ الْوُقَاعِ - الخ

ترجمہ، یعنی ہر حال میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے حتیٰ کہ جماع کے وقت بھی بسم اللہ پڑھی جائے۔ حدیث نمبر ۱۳۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَمَّاسُ عَنْ أَبِي عُبَايَةَ يُنْبِغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ حَبِّبْنَا لِلشَّيْطَانِ وَحَبِّبِ الشَّيْطَانُ مَا رَزَقْتَنَا فَقَضَى بَيْنَهُمَا وَلَهُ لَوْ يَصُحُّ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ اس روایت کو نبی اکرم صلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک جب اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہو تو بسم اللہ کہتے ہوئے دعا کرے کہ اے اللہ شیطان کو تم اور اولاد سے دور رکھنا جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ پس اگر ان دونوں میں دل کا فیصلہ ہو گیا تو شیطان اس کو نقصان نہیں

پہنچنے کا۔

تشریح از شیخ مدنی: مصنف تسمیۃ عند الوضوء ثابت کرتے ہیں امام ترمذی نے تو روایت ذکر کردی اس کو امام بخاری نہیں لاسکتے کیونکہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں البتہ ایک دوسرے روایت لاکر ترجمہ ثابت کرتے ہیں کہ جب ننگے ہو کر عند الوضوء تسمیہ جائز ہے تو اس سے جو بہتر حالتیں ہیں ان میں تسمیہ بطریق اولیٰ ہوگا۔ ان میں سے وضو بھی ہے۔ لحدویضہ بعض نے کہا وہ ضرر یہ ہے کہ عند الوضوء اس کو چھو نہ لیں مارے گا کہ جس سے شیطان کا اثر پہنچ جائے کیونکہ بچہ پہل الوصول ہوتا ہے کہ جب کوئی اثر ڈالا جائے تو وہ اس اثر کو جلد قبول کرتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے بچے کے گلے میں تمویذات ڈالے جاتے ہیں تاکہ جنات و آسیب کا اثر نہ پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان کے اس چومکے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم رحمہما محفوظ رہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو تکالیف بچے میں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں جیسے ام العصبان وغیرہ ان سے بچہ محفوظ رہتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ الاغویینہما جمعین شیطان کا مقولہ ہے۔ اس ضرر سے محفوظ رہے گا اور حکیم جلیل صاحب نے کہا تھا کہ بچہ کامل تب پیدا ہوتا ہے جب زوجین میں کمال شہوت اور کمال درجہ کی رغبت ہو اور اعضا بھی کامل ہوں۔ تب ہر ہر جزو سے منی کھچ کر آئے گی جس سے اولاد قوی پیدا ہوگی۔ چنانچہ جوانی کی اولاد کامل ہوتی ہے اور بڑھاپے کی ضعیف ہوتی ہے۔ مولوی اگر خدا رسیدہ ہو تو بیوی سے کمال رغبت سے جماع نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ اس قسم کا ہے کہ جب بیوی کھانا دینے کے لئے گئی دیران میں دریا حائل تھا وہ پھٹ گیا تو زوج نے کہا کہ میں نے ترے سے جماع اس وجہ سے کیا کہ وہ لزوجہ علیہ حق کے طور پر کمال شہوت اور رغبت کی بنا پر جماع نہیں کیا۔ بنا بریں عالم کا بچہ جاہل رہ جاتا ہے اور جاہل کا عالم بن جاتا ہے۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ باب سابق میں میں نے بیان کیا تھا کہ شرح کے نزدیک باب غسل الوجه سے وضو شروع ہو گیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اور یہی غلطی میں پڑنے کی وجہ ہے۔ اور علامہ کرمانی کو یہ کھنے کی جڑ تھی کہ حضرت امام بخاری نے ترتیب وضو کا لحاظ نہیں فرمایا۔ اور علامہ عینی نے لکھ دیا کہ مناسبات بعد وہ ہیں۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ ابھی ابواب الوضوء شروع نہیں ہوتے ابتداء میں اجالی طور سے وضو کو بیان کر کے استنجا کا ذکر فرما رہے ہیں۔ لہذا باب التسمیۃ علی کل حال ذکر فرمایا۔ چونکہ ترمذی کی روایت

میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ستوما بین اعلین الجنّ و عورات بنی آدم ما داخل الکینف ان یقول بسم اللہ ترجمہ کہ جنات اور بنو آدم کے تنگ کے درمیان پردہ جبکہ وہ بیت الخلا میں داخل ہو یہ ہے کہ وہ بسم اللہ کہے۔ اور اس باب کے بعد امام بخاریؒ دعا خلا ذکر فرمائیں گے۔ چونکہ امام ترمذیؒ کی روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق تو محقق نہیں اس لئے اس کو کیا ذکر کرتے ہاں اپنی ایک روایت سے استدلال فرمایا۔ جس میں بسم اللہ عندا لوقاع کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باب میں اصل الفاظ روایت کا اتباع کرتے ہوئے وقاع کا لفظ زیادہ کر دیا۔ ورنہ مقصود وہ نہیں ہے۔ اور استدلال اس طرح فرمایا۔ کہ جب جماع کے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ تو خلا اور علی کھلی حالت تو بدرجہ اولیٰ پڑھی جائے گی۔

لوان احد کواذا فی اہلہ ایک روایت میں اتی اہلہ کی بجائے انزل ہے بعض حضرات کاٹنے کی بنا پر یہ ہے کہ یہ دعا بوقت انزال پڑھے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ اس وقت کشف عورت ہوتا ہے۔ اور کشف عورت کے وقت اللہ کا ذکر خلاف ادب ہے لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ ادب وہی ہے جو شریعت سے ثابت ہو۔ اور روایت میں اتی اہلہ اور بعض میں جامع اہلہ وارد ہے۔ جس سے بوقت جماع و انزال ہی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آداب بھی شریعت ہی سے ثابت ہیں چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحجیم کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ جبکہ پیشاب کرنے کی حالت میں انہوں نے آپؐ پر سلام کیا تھا۔ رہی روایات توان کی تاویل اذ اراد الجمعوا ولا تیان ہے۔ اور اذ انزل کی روایت اگر ثابت ہو۔ تو اس کی تاویل اذ اوجد سبب الانزال کی جائے گی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ بوقت ارادہ زبان سے اور بوقت انزال قلب سے پڑھے۔ بعد یضرب الخ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے چھوٹے الفاظ میں معاشرت کے بڑے بڑے مسائل حل فرما دیئے۔ لوگ بچوں کے نافرمان ہونے کی شکایات کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ چند الفاظ کہہ لیں تو سارا خرشتہ پاک ہو جائے۔ یاد رکھو علمائے کھمابہ کہ نماز کے وقت وطی کرنے سے اگر حل ٹھہر گیا تو لوط کا عاق الوالدین ہو گا۔ اگر چہ میری اس توجیہ پر اشکال ہو سکتا ہے۔ بیت الخلا سے نکلنے وقت غصہ اندک کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہاں ذکر قلبی ہوتا ہے اس سے معافی طلب کی جاتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہاں صافی قلب کے ذکر پر نہیں بلکہ آدمی جب پاس انفاس کا عادی ہوتا ہے۔ تو زبان سے بھی نکل پڑتا ہے اس لئے

اس پر غصہ نہ کرنا کہ محض قلب کے ذکر پر واللہ اعلم
باب مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ ترجمہ، قضا حاجت کے وقت کیا دعا پڑھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰ اَحَدُنَا اِذَا مَرَّ بِالْمَوْتِ اَنْسَا يَقُولُ كَانَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْنِ وَالْخَبَائِثِ تَابَعَهُ ابْنُ عَوْنٍ
عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ عَزُوزٌ عَنْ شُعْبَةَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ وَقَالَ مُوسَى عَنْ حَمَّادٍ اِذَا دَخَلَ
وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ اِذَا ارَادَ اَنْ يَدْخُلَ - (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں داخل ہونے
تھے تو فرماتے تھے۔ اللہ میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں زاور مادہ ثیابین سے شیعہ نے اذا اتی الخلاء فرمایا
حماد نے اذا دخل اور عبد العزیز نے اذا اراد ان یدخل کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے تو
تب دعا مانگے۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ تسمیۃ عند الخلاء عموم سے ثابت فرما چکے تو اب غلّ کے وقت کی دعا
کو ذکر فرمایا اور اس دعا کے پڑھنے کی وجہ ابو داؤد کی روایت مذکور ہے فان الخبوش محضۃ یعنی
ثیابین و جنات وہاں موجود رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الجنس بمیل الی الجنسی چونکہ پاخانے
پیشاب کے مقامات گندے ہوتے ہیں اور یہ ثیابین بھی گندے ہیں اس لئے وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔
لہذا ان کے شر سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھے جس طرح فرشتے پاک ہیں تو وہ پاک جگہ کو پسند کرتے ہیں اور
بدبودار چیزوں سے کراہت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مسجد میں لہسن۔ پیاز اور بدبودار چیز کھا کر جانا منع
ہے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے۔ اور یہ ثیابین چونکہ نجاسات سے محبت کرتے ہیں۔
اس لئے انہیں لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ جو طہارت کا اہتمام نہیں کرتے۔ اگر عاملین طہارت کا اہتمام نہ
کریں تو مصیبت میں پڑ جائیں۔ یہ حدیث کی ساری کتابوں میں پائی جاتی ہے کان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اذا دخل الخلاء یہاں مالکیہ اور ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہو
جائے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔ اور ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے اس
وقت پڑھے۔ تاہم اذا دخل کا لفظ مالکیہ کی تائید کرتا ہے۔ لیکن جہور کے نزدیک اذا اراد الخلاء کے
معنی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبْنِ وَالْخَبَائِثِ الخ۔ حُبث کتب احادیث میں دو طرح

سے ضبط کیا گیا ہے۔ بضموا الیاء اور دوسرے بسکون الیاء اگر بضموا الیاء ہو تو اس صورت میں یہ ضبیث کی جمع ہوگی۔ اور اس سے ذکر ثیابین مراد ہوں گے۔ اور خجائش خبیثہ کی جمع ہے۔ اور وہ اناث ضبیث ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ذکر و اناث دونوں سے پناہ چاہتا ہوں اگر بسکون ہو تو اس صورت میں یہ مصدر ہوگا اور ہر نوع خبیث کو شامل ہوگا۔ اور خجائش صفت ہوگی اور اس کا موصوف الاشیاء محذوف ہوگا اور اس صورت میں ذکر و اناث دونوں آجائیں گے۔ میرے والد صاحب کے نزدیک یہ استعمال ثانی زیادہ بہتر ہے کہ ہر شے ضبیث اور ذکر و اناث پناہ ہوگی۔ اذاتی الخلاء۔ یہ مالکیہ اور غیر مالکیہ دونوں کا محتمل ہے اذ اذخل یہ مالکیہ کے موافق ہے۔ اذ اذ اراد ان یدخل حضرت امام بخاریؒ نے اس کو ذکر کر کے جمہور کی تائید فرما کر اذ اذخل کے معنی بتلا دیتے۔

بابٌ وَضَعَ الْمَاءَ عِنْدَ الْخَلَاءِ - ترجمہ: تمنا حاجت کے وقت پانی رکھنا چاہیے۔
 حدیث نمبر ۱۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَائِلِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَاءَ فَوَضَعَتْ لَهُ وُضُوًا فَقَالَ مَنْ وَضَعَ هَذَا خَيْرٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَخِّمْنِي فِي الدِّينِ - الخ

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم حب بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لئے پانی رکھ دیا۔ آپ نے پوچھا کس نے رکھا آپ کو میرے متعلق بتلا دیا گیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔
 فتویٰ از شیخ زکریا۔ اس سے امام بخاریؒ ایک اور ادب کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جب کوئی بزرگ استاد خلاء کے واسطے جائے۔ تو شاگردوں کو چاہیے کہ وہ پانی لا کر رکھ دیں تاکہ اس کو آکر پانی طلب کرنے کی حاجت نہ ہو۔ اور وہ انہی دیرنجاست میں ملوث نہ رہے جیسا کہ ابن عباسؓ نے کیا۔ سخن فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ حدیث باب میں جو وضعت لہ وضو ہے اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ وضو کا پانی تھا۔ یہ غلط ہے بلکہ اس سے ماذ الاستنجاء مراد ہے یہاں تک تو میں بھی ان سے متفق ہوں۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے لفظ وضعت لہ وضو کو دیکھ کر بعض حضرات نے یہ کہہ دیا کہ حضور اقدس صلم نے کبھی بھی پانی سے استنجاء نہیں فرمایا۔ ان پر امام بخاریؒ اس باب سے رد فرما رہے ہیں کہ یہ ما لوضو نہیں بلکہ ما الاستنجاء ہے۔ میں اس مضمون سے

متفق نہیں اس لئے کہ اس کا مستقل باب الاستنجا بالما آ رہا ہے۔ اگر یہ مطلب یہاں لیا جائے تو آئندہ باب مکرر ہو جائے گا۔

وضع الماء عند الخلاء عند الخلاء کی قید اس لئے لگائی ہے کہ پانی کے سکھنے کے تین مواقع ہیں۔ ایک یہ کہ اندر بیت الخلاء میں رکھ کر آئے چونکہ وہاں پردہ ہے۔ اور وہ فضل نے حاجت کر رہا ہے لہذا اندر تو رکھ نہیں سکتا۔ دوسرا موقع یہ ہے کسی اور دوسری جگہ رکھ دے اس صورت میں وہ نکل کر تلاش کرے گا۔ کہ پانی کہاں رکھ دیا۔ اور تیسرا موقع یہ ہے کہ بیت الخلاء کے پاس رکھ دے تاکہ نکلنے کے بعد تلاش کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس تیسرے موقع کے انبہ ہونے کے لئے عند الخلاء کی قید لگائی ہے۔ واللہ و نعمتہ فی الدین کی دعا اس لئے فرمائی کہ انہوں نے فعاہت کا کام کیا کہ ان تین مواقع میں سے موقع انبہ کو اختیار فرمایا۔ اس دعا کی برکت سے حیرالامتہ قرار پائے۔

باب لَا يَسْتَقْبِلُ الْقَبْلَةَ يَخَاطِبُ أَوْ يَقُولُ إِلَّا عِنْدَ بُنْيَاءٍ جَدِّهِ أَوْ مَحْوٍ

ترجمہ، پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے مگر عمارت کے پاس خواہ دیوار

ہو یا کوئی اور چیز۔

حدیث نمبر ۱۴۲۲ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْخَضْرَاءِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ أَحَدُكُمْ الْخَالَطَ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقَبْلَةَ وَلَا يُؤَلِّمُ ظَهْرَهُ شَرِّ قَوَّاءٍ أَوْ غَيْرِ بُؤَا (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی ایک بیت الخلاء کو آئے تو قبلہ کی طرف منہ بھی نہ کرے اور نہ ہی اپنی پیٹھ اس کی طرف پھیرے بلکہ مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی طرف۔

تشریح از شیخ مدنی "مصنف نے ترجمہ الا عند البعد کہہ کر غالباً استقبال اور اسند بار کی ممانعت صحرا میں ثابت کرنا چاہتے ہیں بنیان میں اجازت ہے۔ مگر یہ چیز روایت ثابت نہیں ہوتی اگر اگلی روایت ابن عمرؓ سے قید لگانا چاہتے ہیں۔ وہ شخصیں کا احتمال رکھتی ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اپنا معنی لفظ الخاط سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ لغت میں الخاط اس جگہ کو کہتے ہیں جو قضاے حاجت کے لئے مختص ہو تو الخاط کا لفظ اس خصوصیت کے لئے لائے۔ دوسرے لفظ آتی جو ایتان

(سید محمد علی ہاشمی)

سے ہے وہ بھی اس معنی کو حقیقی معنوی کہنے لایا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت لغویہ مجبور ہے دوسرے معنی نجاست کے ہیں جو حقیقت عرفی ہے اور تیسرے معنی ہیں المسکان الذی یعد للفاطیہ مطلقاً سواوفی الصحاوا والبنیان یہ مجاز عرفی ہے۔

فشنیح از شیخ زکریا غور سے سنو! قبلہ کی طرف استقبال استدبار بالفاطیہ البول میں علماء کے آٹھ مذہب کتب حدیث میں مذکور ہیں جن میں سے تین زیادہ مشہور ہیں۔ ایک مذہب ظاہریہ کہے کہ نبی کی ساری روایتیں ابن ماجہ اور ابوداؤد کی دو ضعیف روایتوں سے منسوخ ہیں۔ اور دوسرا مذہب اس کے مقابل حنفیہ کہے کہ استقبال استدبار مطلق خواہ بنیان میں ہو یا صحاری میں بالکل ناجائز ہے اور کسی حال میں جائز نہیں اور تیسرا مذہب ائمہ ثلاثہ کہے کہ فضا میں صحر کے اندر استقبال و استدبار ناجائز ہے اور بنیان میں جائز ہے ظاہریہ یہ کہتے ہیں کہ ابن ماجہ میں حضور اقدس صلی علیہ وسلم کا ارشاد ہے حَقُّوْا مَقْعِدَتِیْ فِیْ الْفِلَیْئَةِ کہ میرا مقعد قبلہ کی طرف پھیر دو۔ اسی طرح ابوداؤد کی روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی علیہ وسلم کو وفات سے ایک سال پہلے دیکھا کہ استقبال قبلہ کر رہے ہیں۔ لہذا روایات بھی منسوخ ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی علیہ وسلم کو بیت المقدس کا استقبال کرتے ہوئے استنجا کرتے دیکھا لہذا اجتہاد میں اگر روایتیں یہ کہنا چاہیے کہ حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں حضور اکرم صلی علیہ وسلم ابتداً مہمان ہوئے تھے اور ان کو اپنی ابتدائی مہمانی سے نوازا وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم شام گئے۔ فوجدنا مرا حیض قد بنیت قبل الکعبۃ فکنا نخشع عنہا ونستغفر اللہ ترجمہ جب ہم شام گئے تو بیت الخلا کو ہم نے دیکھا کہ وہ قبلہ کی طرف بنائے گئے ہیں تو ہم ان سے پھرتے تھے اور استغفار اور توبہ کرنے لگے۔ وہاں صرف بہن عمر رضی اللہ عنہا کی نظر تھی۔ اور یہاں سارے صحابہ کا فعل کنا تخشع ذکر فرما رہے ہیں۔ اگر یہ حکم خاص بالبنیان تھا تو انحراف کی کیا ضرورت تھی تین مذہب تو یہ ہو گئے۔ چوتھا مذہب حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ استدبار تو جائز ہے۔ اور استقبال مطلقاً جائز نہیں۔ یہ مذہب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کی بنیاد پر ہوگا کیونکہ جب حضور انور صلی علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے تھے تو بیت اللہ کی طرف پشت ہوگی کیونکہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے درمیان ہے اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے جنوب میں ہے اور بیت المقدس شمال میں ہے۔ اور پانچواں مذہب امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ استدبار

فی البیان توجا نہ رہے لیکن استقبال مطلقاً اور استدبار فی الصحرا نا جائز ہے کیونکہ استدبار بنیان ہی کے اندر تھا۔ اس لئے جواز بنیان کے ساتھ خاص ہو گیا۔ اور چھٹا مذہب یہ ہے کہ نبی تنزیہی ہے اور استقبال بیت المقدس وغیرہ روایات جواز بنیان جواز کے لئے ہیں اور ساتواں مذہب یہ ہے کہ نبی بالکل عام ہے حتیٰ فی القبلة المنسوخة اور آٹھواں مذہب یہ ہے کہ نبی اہل مدینہ کے ساتھ خاص ہے اور غیر اہل مدینہ کے لئے جائز ہے۔ مگر یہ مذہب ظاہر البطلان ہے کیونکہ انہوں نے شرقوا وغو بول کے لفظ سے استدلال کیا ہے کہ ان کو تشریق اور تغریب کا حکم فرمایا اور قبلہ جو جانب جنوب میں ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ جانب جنوب میں تھا۔ اگر اس کی طرف استقبال نہ کریں گے تو استدبار ہو گا اگر استدبار کریں گے تو استقبال ہو گا۔ لہذا جملہ حدیث سے یہ سمجھ لینا کہ اہل مدینہ کے ساتھ کوئی تخصیص کی گئی یہ غلط ہے۔ ان مذاہب میں سے امام بخاریؒ نے آئمہ ثلاثہ کا قول اختیار فرمایا ہے۔ جیسا کہ مصنفؒ کا قول الا عند البنا اہل اس پر دلالت کرتا ہے لیکن امام بخاریؒ نے ترجمہ میں جو یہ استثناء ذکر کیا ہے۔ وہ حدیث الباب یعنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ غلط کہتے ہیں مکان متسع فی الفضاء کو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ نبی فضائے کے ساتھ خاص ہے اور انبیہ وغیرہ میں نہیں ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی عادت مضردہ یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں جمع فرمایا کرتے ہیں اس مسئلہ میں بھی دو متعارض روایات تھیں ایک روایت الباب اور دوسری ابن عمرؓ کی روایت جو اگلے باب میں آرہی ہے تو امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دونوں کے تضاد کو رفع فرمادیا کہ ابو ایوب انصاریؓ کی روایت فضائے کے ساتھ خاص ہے بنا وغیرہ میں استقبال و استدبار ابن عمرؓ کی روایت کی وجہ سے جائز ہے اور تیسری توجیہ یہ ہے جو میرے نزدیک زیادہ اقرب ہے کہ امام بخاریؒ بعض تراجم باب فی الباب کے طور پر ذکر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کوئی باب منعقد فرماتے ہیں اور اس کی روایتیں ذکر فرماتے ہیں اور انہیں میں سے بعض روایات کسی فائدہ جدیدہ پر دلالت کرتی ہیں تو امام بخاریؒ ایک دوسرا ترجمہ اس فائدہ پر متنبہ کرنے کے لئے باندھ دیتے ہیں۔ یہاں اگلا ترجمہ باب فی الباب ہے۔ مستقل نہیں تو اس صورت میں ابن عمرؓ کی روایت اس باب کی روایت ہے۔ لہذا استثناء اس ابن عمرؓ کی روایت سے ثابت ہو گیا۔ دراصل آئمہ کے درمیان اختلاف مناط میں ہوا کرتا ہے کہ آیا اس حکم کا مدار اور علت کیا ہے اس لحاظ سے حکم کا ترتیب

ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل کے سلسلہ میں قواعد یا کلی احکام صادر نہیں ہوئے بلکہ تمام آپ کے ارشادات واقعات ہیں اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال ہیں کہ جن نے ایک فعل کرتے دیکھا اب یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ یہ غور کرے کہ ان مختلف اقوال اور افعال میں کون سا فعل اور قول اصل ہے اور کون سا عارض کی وجہ سے ہے۔ یہ اجتہادی چیز ہے اسی بنا پر ائمہ میں اختلافات ہوئے ہیں مثلاً رفع یدین اور عدم رفع آپ سے دونوں ثابت ہیں اس طرح جلسہ استراحت ہے بہر حال سارا فقہ اسی پر مرتب ہے۔ دوسری بات یہ بھی قابل توجہ ہے کہ حنفیہ اور شافعیہ کا منطاط میں بہت زیادہ اختلاف ہے حنفیہ اور مالکیہ میں بہت کم اختلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر فقہ حنفی میں کوئی چیز یہ نہیں ملتا تو فقہ مالکیہ کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور امام احمد کے ہاں منطاط پر دار و مدار کم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ہاں بہت زیادہ بھی وجہ ہے کہ اگر کسی فعل کو وہ اصل قرار دیتے ہیں تو اس کے خلاف کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ بہر حال چونکہ حنفیہ کے نزدیک اس نہی کی علت احترام کعبہ ہے۔ وہ ہر جگہ متحقق ہے اس لئے ہر جگہ مانعت ہے اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں مدار حکم احترام مصلیں ہے یعنی جنات اور ملائکہ میں سے کوئی نہ کوئی اس فضا کے اندر نماز میں مشغول ہوگا اب اگر تم ان کے سامنے استنجا کرنے لگو گے تو ان کو دقت ہوگی۔ اور یہ علت صرف صحرا میں ہو سکتی ہے۔ بنیان کے اندر نہیں ہوگی کیونکہ بیت الخلا میں کوئی جن فرشتہ نماز نہیں پڑھتا اس لئے وہاں مانعت نہیں۔

باب مَنْ تَبَوَّزَ عَلَى كِبْكْتَيْنِ رَجِمَ بِأَسْوَءِ النَّاسِ جو دو کچی اینٹوں پر قضا حاجت کرے۔

حدیث نمبر ۴۲۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّكَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِذَا قَعَدْتَ عَلَى حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَنْبِلِ الْقُبْلَةَ وَلَا بَيْتَ الْكِبْكْتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَقَدْ تَفَقَّيْتُ يَوْمًا عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ كُنَّا فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كِبْكْتَيْنِ مُسْتَقْبِلًا بَيْتَ الْمُقَدَّسِ لِحَاجَتِهِ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِمَّنِ الَّذِينَ يُصَلُّونَ عَلَى أَوْثَانٍ كَمَا فَعَلْتُ لَأَذْهَبَ وَاللَّهِ قَالَ مَا لَكَ بِعَيْنِي الذِّمَّةُ يُجَلِّي وَلَا يَنْفَعُ عَنِ الذَّنْبِ كَيْسِدٌ وَهُوَ لَا صَبْرَ بَالَا رَسْرٍ، (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں جب آپ قضا حاجت

کے لئے بیٹھیں تو نہ تو قبلہ کی طرف منہ کریں اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف حالانکہ عبداللہ بن عمرؓ نے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کر کے قضا حاجت فرما رہے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو اپنے سرین پر نماز پڑھتے ہیں حتیٰ وہ سنتہ نماز سے جاہل ہیں۔ میں نے عرض کی کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے ہوں یا نہیں امام مالکؒ نے صلوٰۃ علی الودک کی تفسیر میں فرمایا کہ جو نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے پاؤں کو زمین سے نہ اٹھائے بلکہ زمین کے ساتھ چٹائے رکھے حالانکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کی حالت میں پاؤں کھڑے رکھے عورتوں کی طرح زمین سے نہ چٹ جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: واسع بن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بتلایا تھا کہ فلاں فلاں حساب استقبال بیت المقدس سے منع کرتے ہیں جس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کچی اینٹوں پر بیٹھے مستقبل بیت المقدس ہو کر قضا حاجت کرتے دیکھے تو اس سے استقبال بیت المقدس اور استدبار قبلہ کا جواز ثابت ہوا دوسرے وہ تارک سنتہ صلوٰۃ ہے جسے مسلم علی الودک کہا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا شراح اور ہملے شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے جواز التبرز علی البیتین کو بیان کرنا ہے اور میرے نزدیک استحباب ثابت کرنا ہے کیونکہ اگر ذرا سا پاخانہ زیادہ ہوا تو کوہلے (مقعد) کے بھر جانے کا اندیشہ ہے تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ البیتین پر تبرز کرے تاکہ تلوث کا خوف نہ رہے۔ خواہ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روایت سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال فرمایا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کا استقبال کرتے ہوئے تھے تو گویا کعبہ کا استدبار ہو رہا تھا۔ کیونکہ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ اور امام جعفریہ اور امام احمدؒ نے اپنی اپنی روایت میں استدبار کو مطلقاً جائز کہا ہے کیونکہ یہاں استدبار الی البیت پایا گیا اور امام ابو یوسفؒ نے استدبار فی البیان ملحوظ رکھا اور امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ یہی تنزیہی ہے۔ جہور نے اس روایت کے آٹھ جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب محرم اور بیح میں تعارض ہو جائے تو محرم کو ترجیح ہوا کرتی ہے چنانچہ ابو ایوب انصاریؒ کی روایت مجرم ہے۔ لہذا ابن عمرؓ کی روایت کے بالمقابل راجح ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ اصول محدثین میں سے ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض ہو جائے تو قول کو ترجیح

دی جاتی ہیں چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت قوی ہے جو مقدم ہوگی تیسرے یہ کہ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلم کا فعل خصوصی ہے۔ اور قول عام ہوتا ہے نیز اہل کے اندر احتمال بھی ہے۔ لہذا وہ قول عام کے مقابل حجت نہ ہوگا۔ اور میرے حضرت کا بدل میں ارشاد یہ ہے کہ حجت افعال تشریعیہ ہو کر تے ہیں اور امور تشریعیہ پوشیدہ ہو کر نہیں کہتے جاتے۔ لہذا جب حضور اکرم صلم نے یہ کام پوشیدہ ہو کر کیا تو معلوم ہوا کہ تشریع کے لئے نہ تھا چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ صرف ابن عمرؓ کی روایت ہے اور دوسری جانب سے صحابہ ہیں پانچواں جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس وقت حضور اکرم صلم کے سامنے عین کعبہ ہو اور درجائیات اور پردے ہٹ گئے ہوں۔ اور چہ قبلہ کی طرف استقبال داسندہار کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ عین قبلہ سامنے نہ ہو۔ ورنہ عین سے ممانعت ہوگی۔ تو ممکن ہے حضور صلم عین کعبہ سے الگ ہوں چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ حضور انور صلم کے خصائص میں سے ہے۔ ساتواں جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلم کے فضائل طاہر ہیں۔ آٹھواں جواب میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہؒ کا ہے فرماتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی ایسی حالت میں ہو اور کسی کے کہنے کی اطلاع پائے۔ تو وہ اپنی اصلی حالت پر نہیں رہ سکتا اور خود دیکھنے والا بھی صحیح طور سے نہیں دیکھ سکتا اس لئے چہرہ کی نظر پڑی یہ وہاں سے بھاگ گئے لہذا یہ نظر اچانک تھی اس لئے اس نجات کی نظر میں غلطی کا احتمال بھی ہے جبکہ یہ بھی احتمال ہو کہ متحلی اپنی حالت پر نہ رہا ہو۔

لعلم من الذین یعملون علی اور اکھو حضرات شراح فرماتے ہیں کہ بظاہر اس جملہ کا کوئی جوڑ نہیں معلوم ہوتا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جب شاگرد نے بیان کیا کہ یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ استقبال و استدبار ناجائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے بطور تویخ کے فرمایا کہ تو بھی عورتوں میں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائل سے بالکل ہی نادانفہم ہے اس لئے کہ عورتیں نماز میں پڑھتے وقت اپنے سرین زمین سے متصل رکھتی ہیں بخلاف مردوں کے اس لئے من الذین الما سے عورتیں ملا نہیں فقلت لا ادعی شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ میں ان میں سے ہوں یا نہیں۔

باب مَرْوِیِّ النَّسَاءِ إِلَى الْيَوَازِ ترجمہ عورتیں فضائے حاجت کیلئے گھروں سے باہر نکلنے کے بار میں۔

حدیث نمبر ۱۴۴۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْدِيٍّ الْأَمْعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَدْوَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا انْتَبَهَ زُفَرًا إِلَى الْمَنَاصِيعِ وَهِيَ مَحْبِيذٌ أَيْضٌ وَكَانَ عُمَرُو يَقُولُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبُ نِسَاءٍ لَكَ فَلَمَّا يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَمَنْ جَبَتْ سَوْرَةٌ بِنْتُ سَمْعَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي عَشْرًا كَأَنَّهُ امْرَأَةٌ طَوِيلَةٌ فَتَنَادَا هَا عَمْرُو لَا قَدْ عَوْفْنَا لَكَ يَا سَوْدَةُ
حُزْصًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْحِجَابَ - (الحديث)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات کے وقت
جب قضا حاجت کے لئے وسیع کھلے میدان میں نکلتیں تو حضرت عمرؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے
کہ آپ! اپنی بیویوں کو پردہ کرائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وحی کے ایسا نہیں کرتے تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا
کہ ایک رات عشاء کے وقت حضرت سودہ بنت زمعہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی قضا حاجت کے لئے
ننگی وہ ایک لمبے قد والی عورت تھی تو حضرت عمرؓ نے اسے پکار کر کہا کہ اے سودہ ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے
اس عرس کی بنا پر کہ حجاب کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔

تشریح: از شیخ مدنی مناصح کھلی جگہ ابتدا میں عرب کی عورتیں رات کے وقت کھلی جگہ قضا حاجت کے
لئے جاتی تھیں حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ کوئی حجاب کا حکم اتر جائے تاکہ ازدواج مطہرات باہر نہ جانے پائیں۔
حجاب دو قسم ہے حجاب شخص اور حجاب مکانی۔ حجاب شخصی تو تھا حجاب مکانی نہیں تھا حضرت سودہؓ
قضا حاجت کے لئے باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا۔ حضرت عمرؓ کے
کہنے کا مقصد یہ تھا کہ حجاب شخصی کافی نہیں۔ اس پر یہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گی کہ لوگوں نے اسی طرح کیا
ہے۔ تو پردہ کا حکم دیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت پردہ اتری ہوئی تھی۔ کہ موضع زینت
کو چھپانے کا حکم تھا يَذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَاسِهِنَّ سے حجاب شخص کا حکم نازل ہوا۔ تیسری مرتبہ

فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَطْءِ حِجَابٍ نَّازِلٍ هُوَ اس وقت عام لوگوں سے کلام وغیرہ سے منع کر دیا گیا پر رے
کے اندر رہ کر کلام کر سکتی ہیں۔ وَفَرْنَ فِي بَيْدَتِكُنَّ وَلَا تَبْرَحْنَ جَنَاتِ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى کہ اپنے
گھروں میں ٹھہریں رہیں اور جاہلیہ اولیٰ کی طرح بن ٹھن کر نہ نکلیں۔ یہ آیت حجاب مکانی کے لئے ہے۔ یہ
آیات بالا کیے بعد دی گئے اتری ہیں حضرت عمرؓ کی استدعا پر جو آیت اتری وہ حجاب شخصی کے لئے ہے
مگر حضرت عمرؓ حجاب مکانی چاہتے تھے۔ اولاً آیت جس میں کہا گیا کہ نَزَّلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ اب ای حجاب
الشخص یہ باب حکم آخری ہے۔ کہا گیا کہ کینف گھروں کے نزدیک بنائے جائیں۔

تشریح: از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ابتدائی معمول تھا جب گھروں میں بیت الخلا

بننے لگے تبرزی بائچ کی ضرورت نہ رہی لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے جواز کو بیان فرما رہے ہیں کہ اگر باہر جانے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔ اور التَّبَوُّذُ فِي الْبَيْوتِ سے یہ بیان فرمادیا کہ اولیٰ تھے کہ تَبَوُّذُ فِي الْبَيْوتِ ہو۔ کن یُخْرِجُ بِاللَّيْلِ ۱۲ چونکہ اس وقت گھروں میں پاخانے بنے ہوئے نہیں تھے۔ اس لئے عورتیں قضائے حاجت کے لئے راتوں کو باہر جایا کرتی تھیں وہی صعیبِ اخیہ یہ مناصح کی تفسیر ہے مناصح کھلے وسیع میدان کو کہتے ہیں۔ حکانِ عمر بقول ۱۳ حضرت عمرؓ کے سولہ سترہ موافقات میں سے ایک یہ بھی ہے موافقاتِ عمری کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز حضرت عمرؓ چاہتے تھے تو اس کے مطابق قرآن پاک کی آیت نازل ہوگئی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ حضور اکرم صلیم سے کہتے تھے اِجِبْ نَسَاكُ حُضُورًا نُّورَ صَلَاحٍ اِطِيعْ اَمْرًا نَّازِلًا ۱۴ اور ان کو باہر نہ جانے دیں کہ دشمن منافقین ہر وقت دشمنی میں پھرتے ہیں۔ ان کا کیا اعتبار نہ معلوم کس وقت کیا کر بیٹھیں۔ لیکن حضور اکرم صلیم منع نہیں فرماتے تھے کیونکہ عرب میں پردہ کا رواج نہیں تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ رات کے وقت نکلیں تو حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا اور فرماتے لگے۔ اِدْہُوْہِیْہِ تُوْ سُوْدَہِہِیْ ہَمْنُہِیْ سِجَانُہِیْ لَیَا۔ حضرت عمرؓ نے یہ جملہ اس واسطے فرمایا کہ ان کو غصہ آئے گا۔ پھر حضور اکرم صلیم سے عرض کریں گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ حضور انور صلیم منع فرمادیں گے۔ مگر حضورؐ نے منع نہ فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا تھا۔ آخر کار آیت حجاب نازل ہوئی۔ پس پھر کیا تھا حضور انور صلیم نے فوراً منع فرمادیا۔

حدیث نمبر ۱۲۵ حَدَّثَنَا زَكَوِيَّا بْنُ الْحَمَّانِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ فِي حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامُ بْنُ عَمِّيْرٍ الْكُبَرَاءُ - (الحدیث) ترجمہ، حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کرتی ہیں کہ آنجناب نے فرمایا کہ تمہیں فضلے حاجت کے لئے کھلے میدان میں جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا میں نے اس جملہ قد اذن لکن ۱۵ کی بنا پر کہا تھا کہ حضرت ام بخاریؓ اس باب سے بیان جواز اور آلے والے باب سے استحباب ثابت فرما رہے ہیں اس لئے کہ قد اذن اس بات کو چاہتا ہے کہ پہلے فردج سے مانعت ہوگئی تھی۔ اور پھر اجازت ہوگئی ورنہ اجازت نزول حجاب سے پہلے بھی تو تھی پھر قد اذن کا کیا مطلب معلوم ہوا کہ یہ حکم نزول حجاب کے بعد کھلے باب، التَّبَوُّذُ فِي الْبَيْوتِ ترجمہ، گھروں کے اندر فضلے حاجت کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۴۶ | حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِنِّي كُنْتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِ حَفْصَةَ لَبْعُونٍ حَاجَتِي هُوَ آيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَضَائِ حَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الْفَيْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنی بہن حفصہؓ کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کر کے قضا حاجت کر رہے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۷ | حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى ظَهْرِ بَيْتِنَا فَهُوَ آيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَبْنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے پیٹھے دیکھا۔

ظہر بیتنا بیت حفصہ اور بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ہر ایک صحیح ہے جیسا کہ روایات مختلفہ میں ہے ظہر بیتنا اس لئے صحیح ہے کہ بہن کا گھر اپنا ہی گھر ہے۔ اور بیت حفصہ اس لئے درست ہے کہ دراصل وہ مکان ان ہی کا تھا۔ اور بیت الرسول اس لئے کہنا درست ہے کہ ازواج مطہرات کے سارے مکانات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ باب خروج النساء الامام بخاریؒ اس باب میں دو نو قسم کی حدیثیں ذکر کر دی ہیں پہلی حدیث اگرچہ ترجمہ اباب کے مناسب نہیں لیکن درحقیقت اگلی حدیث کے لئے تہمید ہے اور مقدمہ ہے کہ زودل حجاب کے بعد اہمات المؤمنین نے اپنی تکلیف کی شکایت عدم خروج کی صورت میں ظاہر کی تو پھر آپ نے اجازت دے دی۔

باب الْأَسْتِجَاءِ بِالنِّسَاءِ | ترجمہ یہ باب پانی کے ساتھ استنجا کرنے کے بارے میں ہے۔ حدیث نمبر ۱۴۸ | حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّائِفِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْرَجَ لِحَا جَتِهِ أَرْجَحَ نَا وَمَلَأَ مَعْنَا رَاوَةً مِنْ مَاءٍ كَبِيرٍ يَسْتَنْجِي بِهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت کے لئے

باہر تشریف لے جلتے تو یہیں اور ایک اے روکا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آتے ہمارے ساتھ پانی کا لوٹھا چھال گل ہوتا تھا جس سے آپ استنجا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ وہاں ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ منکرین استنجا ہالما پر آگے رد آورہے۔ امام بخاریؒ اس باب سے استنجا ہالما کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ ایک جماعت کی رائے کو اہل سنت استنجا ہالما کی ہے بلکہ بعض صحابہ کرامؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ اگر میں پانی سے استنجا کر لوں تو بدبو میرے ہاتھ میں باقی رہتی ہے اور واقعی بدبو رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا پانی مطہر ہے جیسے روٹی سے استنجا جائز نہیں ایسے پانی سے ناجائز ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جیسے پانی کی غرض شرب ہے۔ اسی طرح اس سے اور غرض بھی وابستہ ہیں۔ توضیح۔ اغتسال وغیرہ تو امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمایا

باب مَنْ مَحَمَّدٌ مَعَهُ الْمَاءُ لَمْ يَغْتَسِلْ ۖ فَقَالَ أَبُو الدَّيْدَادِ أَكَيْسَ فَبَيَّنَهُ حَبِيبُ التَّوَلَّيْنِ وَالطَّهْمُورِيُّ وَالْوَسَادُ

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو اپنے وضو کے لئے اپنے ساتھ اٹھلے اور حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ اے اہل عراق کیا تمہارے اندر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے مبارک اور وضو کا پانی اور تکبیر دالے تھے یعنی ان کے ہوتے ہوئے میرے پاس سائل پوچھنے کی کیا ضرورت ہے

حدیث نمبر ۱۴۹۔ كَذَبْنَا سُلَيْمَانَ بْنَ جَوْحَرَ بْنَ الْحَارِثِ سَمِعْتُ أَسْمَاءَ يُقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ تَبِعْتُهُ أَنَا وَعُلَادَتِي مَنَا مَعَنَا إِذَا دَخَلْنَا مِنْ مَاءٍ

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضا حاجت کے لئے باہر نکلتے تو میں اور ہم انصار میں سے ایک روکا آپ کے پیچھے چلتے تھے اور ہمارے ساتھ پانی کا ایک چھال گل ہوتا تھا (چمڑے کا برتن)

تشریح از شیخ مدنیؒ حضرت ابوالدرداءؓ دمشق کے قاضی ہیں۔ اہل کوفہ کی ایک جماعت ان کے پاس حاضر ہو کر مسائل پوچھنے لگا۔ ان میں حضرت علقمہؓ بھی تھے انہوں نے دعا مانگی تھی کہ ہمیں جلیس صالح مل جائے تو حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا تمہارے یہ دعا کرنا اور میرے پاس آنا عبث ہے۔ کوفہ میں صحابہ النعلین والطمور والوساد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب السریج ہیں ان کی موجودگی میں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی مسائل ان سے پوچھتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس سے قبل یہ بیان فرمایا تھا کہ جب شیخ استنجا کرنے جائے تو شاگرد وغیرہ کو چاہیے کہ پانی لا کر رکھ دے تاکہ استنجا سے جلدی ہو جائے اب یہاں سے یہ بیان فرماتے ہیں کہ اہل یہ ہے کہ پانی ساتھ ہی لے جائے تاکہ پاکی جلدی حاصل ہو جائے۔ صاحب الغلیں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مراد ہیں اور صاحب الغلیں کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مجلس میں جوتا اتار کر تشریف لے جاتے تو حضرت ابن مسعودؓ جلدی سے غلیں شریف اٹھا لیتے ہیں تو یہ کہہ دینا کہ سر پر رکھ لیتے تھے مگر روایت میں نہیں ہے اور صاحب الطہور کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں استنجا وغیرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت ابن مسعودؓ پانی ساتھ لے جاتے اور صاحب الوسادة کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر میں ہوتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ ابن مسعودؓ ساتھ رکھتے۔ اداۃ من لہا میں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس ماء سے استنجا کا پانی مراد ہے یا کوئی دوسرا پانی اگرچہ یہاں استنجا والا پانی مراد ہے مگر تشبیہ اذعان کے لئے آخری جملہ کو حذف کر دیا۔ ماستنبی بہ کہا۔

باب حَمْلُ الْعَنْتَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي السُّتْبَجَاءِ

ترجمہ پانی کے ساتھ استنجا کے لئے جھوٹا نیزہ اٹھانے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۱۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ الْخَمَّاسِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَعَلَامٌ رَأَى أَوَّلَهُ مِنْ مَاءٍ وَعَنْتَةً يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ تَابِعَهُ أَنْصَبُ وَشَازَ أَنْ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنْتَةِ عَصَا عَلَيْهِ رُجٌّ۔

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لئے کھلے میدان میں داخل ہوتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا چھال اور جھوٹا نیزہ اٹھاتے تھے پانی کے ساتھ آپ استنجا کرتے تھے شعبہ فرماتے ہیں کہ عنزہ لاطھی ہے جس کے نیچے لوہا لگا ہو۔

تشریح از شیخ زکریا بعض علما کی رائے ہے کہ حمل العنزہ سترہ کے واسطے ہوتا تھا کہ اگر کہیں استنجا کے بعد نماز وغیرہ کی ضرورت پیش آجائے اور کوئی آڑ نہ ہو تو اس کو سترہ بنالیں مگر یہ مطلب غلط ہے کیونکہ سترہ کا مسئلہ تو ابواب سترہ ص ۱ پر آ رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کس لئے اٹھاتے تھے۔ اسی واسطے کہ اگر کہیں ستر کی ضرورت ہو اور کہیں آڑ نہ ہو تو اس کو گاڑ کر کپڑا وغیرہ ڈال کر اس کے ذریعہ سے اپنا پردہ کر لیں۔ یا اس لئے کہ مدینہ پاک کی زمین مٹی سخت ہے۔ تو اگر ڈھیلے نہ ملیں تو اس کی مدر سے توڑ لیں

اور اس لئے کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو کوئی پیشاب کرنا چاہے۔ فلیرتد لبولہ یعنی پیشاب کرنے کے لئے زمین کو نرم کرے تو زمین نرم کرنے کے لئے ساتھ ہوتا تھا۔ تاکہ پیشاب کے چھینٹیں نہ آئیں اور اس لئے کہ مدینہ کثیر الموام ہے تو ان موذی جانوروں سے تحفظ ہو جائے اور اس لئے کہ کوئی دوست دشمن آجائے تو اس سے تحفظ ہو۔ یہ حدیث مکہ پر منسلک آ رہی ہے یہاں مجمل ہے اور بھی کئی جگہ آتے گی لیکن ہر جگہ سند مختلف ہے کیونکہ امام بخاری کا مقصد احادیث کو جمع کرنا نہیں ہے بلکہ متن حدیث سے مختلف مسائل کو مستنبط کرنا ہے۔

باب الثَّانِي عِنْدَ الْمُسْتَجْنَاءِ بِالْيَمِينِ ترجمہ: دائیں ہاتھ سے استنجائے کرنے کے بارے میں۔
حدیث نمبر ۱۵ أَحَدُكُمْ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ وَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْخَلَاءِ وَلَا يَمْسُكُ ذَكَوَهُ بِيَمِينِهِ وَلَا يَمْسُكُ بِيَمِينِهِ (الحدیث)
 ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک تمہارا پانی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلاء میں آئے تو دائیں ہاتھ سے آلہ تناسل کو نہ چھوئے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ بھی ظاہر یہ کہ نزدیک تحریم کے لئے ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک استنجا بالیمین حرام ہے۔ اور جمہور کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ اذ اشرب احدکوا الخ اس حدیث میں دو محبتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بخاری کی روایت میں تو اذ اشرب احدکوا فلا یتنفس فی الخ نام ہے جس کا تقاضا ہے کہ برتن میں سانس نہ لے۔ اور ایک سانس میں نہ پیئے۔ بلکہ مختلف سانس میں پئے چاہے وہ سانس برتن ہی میں لے لے۔ بظاہر دونوں تناقض ہے۔ بعض حضرات نے بخاری کی روایت کو بخاری کی ہونے کی حیثیت سے ترجیح دی ہے۔ اور میرے حضرت فرماتے ہیں کہ بخاری اور ابوداؤد کی دونوں روایتوں میں چار آداب بیان کئے گئے ہیں۔ د شرب کے اور د استنجا کے۔ استنجا کے دونوں آداب ابوداؤد اور بخاری میں مشترک ہیں کہ دونوں آداب دونوں کتابوں میں ہیں اور شرب کا ایک آداب ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے اور دوسرا بخاری میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سانس میں نہ پیئے اور نہ ہی برتن میں سانس لے بلکہ مختلف سانسوں میں برتن کو منہ سے الگ کر کے پیوئے اور دوسری بحث فلا میس ذکوة بيمينہ

ولا یتسبح بيمينہ میں ہے علامہ خطاب فرماتے ہیں کہ حدیث کے دونوں جہلوں میں تعارض ہے اس لئے کہ حدیث کے جملہ اولیٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مسن ذکبایمین نہ ہو اور جب مس بایمین نہ ہوگا تو بائیں سے استنجا کیونکر کرے گا۔ اس لئے کہ بائیں سے تو ذکر کو پھوٹے گا۔ اور دوسرے جملہ کا تقاضا یہ ہے کہ دائیں سے استنجا نہ کرے۔ تو اگر بائیں سے استنجا کرے گا تو ذکر دائیں سے پکڑنا ہوگا اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی دیوار ہو تو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر دیوار سے خشک کرے ورنہ ٹھیلہ دونوں ایڑیوں میں لے کر سرین کے بل بیٹھ کر بائیں ہاتھ سے ذکر پکڑ کر اس ڈھیلے سے رگڑے علامہ عینی نے بھی اس بحث کو ذکر فرمایا ہے میرے حضرت ثعجب سے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خطابى کو کیا خلجان پیش آگیا۔ یہ تو بالکل ظاہر ہے بچے تک بھی جلتے ہیں کہ اسی بائیں ہاتھ سے ٹھیلہ پکڑے اور اسے ذکر کے منہ پر لگا کر انگوٹھے سے ذکر کو دبائے مگر میری رائے یہ ہے کہ اتنے بڑے علامہ کا اشکال اپنے اندر کوئی نہ کوئی وجہ ضرور رکھتا ہے پھر علامہ عینی نے اسے نقل بھی فرمایا ہے لہذا اس کی وجہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے سامنے پیشاب خشک کرنے کا وہ طریقہ نہیں ہے جو ہمارے یہاں رائج ہے کہ ڈھیلے کو ذکر کے سوراخ پر رکھ کر اسے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دبائے بلکہ اس صورت میں اور تلوث ہوگا اور پیشاب پھیل جلنے گا۔ لہذا اپنے اختیار سے تلویث بالبول لازم آتی ہے۔ اور وہ ممنوع ہے۔ لہذا ان کی نظر میں یہ ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف گذارتے ہوئے خشک کرے اور وہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ کسی چیز سے پکڑے واللہ اعلم حسودا کرم صلعم نے تنفس فی الماء سے اس لئے منع فرمایا کہ سانس کے ذریعہ جو جراثیم باہر آتے ہیں وہ پانی میں گر جائیں گے اور اسے پانی کی بردت مٹ جانے کی پھر ان کے پیئے سے بیماری کا اندیشہ ہے نیز اگر کچھ ناک سے نکل کر گر پڑے تو طبیعت کو کراہت بھی ہوتی ہی ہوگی۔

باب لَا یَمْسِكُ ذَكَرَهُ بِیَمِینِهِ إِذَا بَالَ۔

ترجمہ، پیشاب کرتے وقت اپنے آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ سے نہ روکے۔

حدیث نمبر ۵۲ احَدُنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوسُفَ الْوَاعِظِ قَتَا ذَاكَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ

الْزَّهْرِيِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَكَوْیَا خَدَّ ذَکَرَهُ بِیَمِینِہِ وَلَا

یَسْتَنْجِ بِیَمِینِہِ وَلَا یَنْتَقِسُ فِی الْوُثَا۔ (الحدیث)

ترجمہ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرمؐ صلعم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جب ایک تمہارا پیشاب کرنے لگے تو اپنے ذکر کو داییں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ ہی داییں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

تشنیجیہ از شیخ مدنیؒ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونو جملے جزا پر معطوف ہیں تو پھر تینوں مقید نہیں ہیں۔ صوف جملہ اولیٰ مقید ہے۔ اس لئے کہنا پڑے گا کہ دونو جملے مجموعہ شرط اور جزا پر معطوف ہیں۔ اشکال تب ہوگا جب شرط پر عطف ہو۔ یہ ایسے ہے جیسے لا یستفقد موت کا عطف لا یتاخذون پہلے۔ معطوف علیہ مقید ہے اور لا یستفقد موت کا عطف صرف جزم پر نہیں بلکہ مجموعہ شرط و جزا پر ہے۔ تشنیجیہ از شیخ زکریاؒ روایت سابقہ میں مطلقاً مس ذکر بالمبین سے ممانعت ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت عام ہے یا استنجا کے ساتھ خاص ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں کی تائید کی جو کہتے ہیں کہ استنجا کے وقت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اس وقت ذکر نہیں ہوتا ہے۔ اور ہمیں شریف اعمال کے لئے ہے تا ذورات کے لئے لیسا ہے۔ لہذا داییں ہاتھ سے نہ پکڑے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بیان اولویت کے لئے ہے۔ یعنی آدمی کو استنجا کے وقت ذکر کو پکڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب اس وقت ہی منع کر دیا گیا تو بلا ضرورت پکڑنا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

باب ۱۱۰ سِتْنَجَاءٌ بِالْحِجَارَةِ ترجمہ، پتھر کے ساتھ استنجا کرنے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۵۳ اَحَدُنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَلْمَلِکِیُّ اَلْمَدَنِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ وَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنُوْتُ مِنْهُ فَقَالَ الْبَغْفِيُّ اَحْجَاؤًا اَسْتَنْفِضُ بِهَا اَوْ نَحْوَهُ وَلَا تَأْتِنِي بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَاتَيْتُهُ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ شِیْءٍ فَرَضَعْتُهَا اِلَى جَنْبِهِ وَاعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضَى اتْبَعْتُهُ بِهَيْئَةٍ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرمؐ صلعم کے پیچھے چلا جبکہ آپؐ فضلے حیات کے لئے باہر نکلے اور آپؐ کی عادت تھی کہ ادھر ادھر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ پس میں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ کچھ پتھر تلاش کرو جن سے میں استنجا کروں یا اس جیسا لفظ فرمایا لیکن یاد رکھنا ہڈی اور او پلانہ لانا تو میں نے اپنے کپڑوں کے کنارے میں پتھر لا کر آپؐ کے پہلو میں رکھ دیئے اور خود آپؐ سے الگ ہو گیا۔ جب آپؐ قضا حاجت کر چکے تو ان پتھروں کو استعمال فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا محض علماء فرماتے ہیں کہ استنجا بالاحجار منسوخ ہو گیا۔ لہذا امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہاں ایک مسئلہ خلاfiہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ کہ استنجا بالاحجار کی حقیقت کیا ہے تطہیر یا تغلیل بنیاست۔ تو سمجھ تو کہ احکام کے اندر جو اختلاف ہوتا ہے۔ اکثر اختلاف مناط کی بنا پر ہوتا ہے اور مناط کا مطلب علت اور وجہ حکم ہے۔ تو یہاں استنجا بالاحجار میں شافعیہ اور خابلیہ کی رائے تو یہ ہے کہ وہ مطہر ہے اور یہ حکم تبعیدی ہے اور حکم تبعیدی کا مطلب یہ ہے کہ قیاس کو اس میں دخل نہیں اور مدرک بالمرائے نہیں جیسا کہ تیمم میں طہارت کا حصول تبعیدی ہے۔ کوئی امر معقول نہیں ہے اس لئے کہ پانی سے توازالہ ہوتا ہے۔ اور مٹی سے بچلنے ازالہ کے اور تلویث ہوتی ہے اور پھر مٹی کو مرض اور عدم ناک صورت میں پانی کے قائم مقام کر دیا گیا۔ یہ بیردن ازاں اک عقل ہے اسی طرح حجارہ سے استنجا کوئی امر معقول نہیں بلکہ امر تبعیدی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی امر تبعیدی ہو کرتا ہے۔ تو اپنے مورد پر مقتضی (نہی) ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حدیث میں ثلثہ احجار آگیا ہے تو بیردن اس عدد کے استیفا کئے ہوئے استنجا ہی حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح احجار ہونا چاہیئے اگر روٹ خشک ہے کسی نے کر لیا۔ ہڈی استعمال کر لی تو استنجا حاصل نہ ہوگا۔ اور مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک مناط استنجا بالاحجار کا تغلیل بنیاست ہے اور یہ حکم مدرک بالقیاس و امر معقول ہے۔ تبعیدی نہیں ہے۔ لہذا اگر کسی ایسی چیز سے استنجا کرے گا جس سے تغلیل ہو جائے تو استنجا ہو جائے گا۔ مثلاً کپڑے سے یا کوئلہ یا روٹ خشک سے یا ہڈی سے ہاں خلاف سنت ہوگا۔ اسی طرح تین مرتبہ ضروری نہیں البتہ احجار استغفقت ہا یہ حنفیہ اور مالکیہ کی تائید کرتا ہے۔ کہ مقصود صاف کرنا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استنقاض فرمایا لہذا جس سے بھی استنقاض حاصل ہوگا اس کا استعمال جائز ہوگا۔ او نحوه ای قولاً قریباً من هذا اللفظ۔

باب لَا یَسْتَنْجِیْ بِرُؤُثٍ، ترجمہ باب کہ اوپلے سے استنجا نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۵۴ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْوُكَّعُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِلُ قَامَرِيَّ اَنْ اَرْنِيْهُ شَلَا شَةً اَحْجَابٍ فَوَجَدْتُ حَجَوَيْنِ وَالتَّمْتُ الثَّالِثَ ذَلَمَ اَحَدًا فَاخَذْتُ رُوْتَةً فَاَنْتَيْتُهُ بِهَا فَاخَذَ الْحَجَوَيْنِ وَالْفَى الرَّوْتَةَ وَقَالَ هَذَا رُكُوتٌ الْوُكَّعُ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھلی جگہ تشریف لائے اور مجھے

تبعہ منقرض
 حکم دیا کہ میں آپ کے لئے تین پتھر لاؤں اور تیسرے کو میں نے تلاش کیا لیکن نہ پایا تو میں ادپلے آیا اور ان سب کو آپ کی خدمت میں لے آیا آپ نے دونوں پتھر تو لے لئے اور ادپلے کو پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ نجس تشیخ از شیخ ندنی امام ترمذی نے امام زہری کی روایت کو مجروح کیا تھا۔ حالانکہ یہ روایت اور دوسری روایات زہری کی قبول کی ہیں۔ لیکن مصنف نے اسے ترک کر دیا۔ یعنی اسرائیل کی روایت ابو عبیدہ عن ابیہ سے کیونکہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے نہیں ہے۔ لہذا اسرائیل کی روایت منقطع ہوگی لیکن اس جگہ ابو عبیدہ کی بجائے عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ انہ سمع عبداللہ نو اس طرح یہ روایت متصل ہوگی

تشیخ از شیخ زکریا یہ باب سابقہ کا مکمل ہے۔ اس سے پہلے بیان کیا تھا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے۔ ان کے نزدیک ردث اور عظم سے استنجا حاصل نہ ہوگا۔ اور جو امر معقول مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ گوشت اور عظم سے استنجا کرنے کی ممانعت ان کی ذات میں کسی امر کی بنا پر نہیں بلکہ وہ ایک عارض کی بنا پر ہے جو مسلم اور ترمذی کی روایت میں مذکور ہے کہ جنات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توشہ مانگا تھا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو توشہ میں ہڈی اور ردث عنایت فرمائی تھی۔ ہڈی خود ان کے استعمال کے واسطے اور ردث ان کے دواب کے واسطے تو ان کے لئے کارآمد ہونے کی بنا پر اس سے استنجا سے منع فرما دیا۔ لیکن ابو عبیدہ دہ ذکور اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ زہیر ابواسحاق سے نقل کرتے ہیں کہ ابواسحاق نے کہا کہ یہ روایت دو طرح سے مردی ہے۔ ایک ابو عبیدہ بن مسعود اور ایک عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود تو میں نے جو روایت بیان کی ہے۔ وہ عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود ہے کیونکہ یہ اگرچہ نازل بدرجہ ہے عن ابی عبیدہ عن ابن مسعود سے مگر اس کا اتصال یقینی ہے۔ اور ابو عبیدہ کی روایت اگرچہ بیکہ درجہ علی ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ہے یا نہیں تو چونکہ اس میں احتمال ہو گیا اس لئے اس کو میں نے ذکر نہیں کیا۔ حال یہ ہے کہ ابواسحاق دو اساتذہ سے روایت کرتے ہیں اول ہیں ابو عبیدہ عن ابیہ عبداللہ اور دوسرے عبدالرحمن بن الاسود عن ابیہ عن ابن مسعود تو ابواسحاق کہتے ہیں کہ یہ روایت مجھ سے عبدالرحمن بن الاسود نے بیان کی نہ کہ ابو عبیدہ نے معنی میں اس وقت ابو عبیدہ کی روایت نہیں بیان کر رہا ہوں بلکہ عبدالرحمن بن الاسود سے نقل کر رہا ہوں شراح فرماتے ہیں کہ اس کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں ہے لہذا ابیہ

روایت منقطع ہے۔ اور اس کے رد کی طرف اشارہ کیا۔ اور دوسرا طریق متصل ہے اس کو ذکر فرمادیا۔ لیکن اس مقام میں امام ترمذی نے امام بخاری کی مخالفت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہ والا طریق ارجح ہے اس لئے کہ اس کو ابواسحاق سے اسرائیل نقل کرتے ہیں اور ان کی روایت دوسرے تلامذہ ابی احنن سے ارجح ہے اسی طرح ائمہ میں تصحیح روایات کے باب میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔ لہذا نہ تو امام بخاری پر کوئی اعتراض ہے۔ اور نہ امام ترمذی پر اسی طرح امام ابو حنیفہ پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے ان کی روایات ان کے نزدیک صحیح ہوں۔ اگرچہ دوسروں کے نزدیک ان میں کلام ہو واللہ اعلم والتمست الثالث فلم أجدها بظاهر بخاری کی روایت خفیہ کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا پتھر تلاش کرنے کا حکم نہیں فرمایا۔

باب الوُضوءُ مَرَّةً مَرَّةً - ترجمہ - وضو ایک ایک مرتبہ۔

حدیث نمبر ۱۵۵ أَحَدُنَا لِحَدِّدُ بَنُ يُوسُفَ الْخِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً -

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو فرمایا۔

باب الوُضوءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ - ترجمہ - دو دو مرتبہ وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۱۵۶ أَحَدُنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْخِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ -

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو مرتبہ وضو فرمایا۔

باب الوُضوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا - وضو تین تین مرتبہ۔

حدیث نمبر ۱۵۷ أَحَدُنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الْخِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ

رَأَى عَثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِإِنَاءٍ فَأَقْرَعَ عَلَى كَفِّهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَسَلَّمَ مَاءَهُ ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضَى وَاسْتَنْشَقَ ثَوَّ فَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمَرْفَعَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ عَسَلَ بِحَبْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ كَتُوبِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ

قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَلَكِنْ عُرِضَ مُحَمَّدٌ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُمَانُ قَالَ لَا حَدَّ تُشَكُّهُ حَدِيثًا لَوْ لَا آيَةُ مَا حَدَّثَ تُشَكُّوهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْعَهُ وَيُصَلِّي الصَّلَاةَ إِلَّا غُضُّوا لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ حَتَّى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرِضَ آيَةُ الْآيَةِ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا - الْآيَةُ

ترجمہ، حضرت حمران مولا عثمانؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے برتن منگایا اور اس سے اپنی تھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دایاں ہاتھ برتن میں داخل کر کے کھلی فرمائی اور ناک کو صاف کیا۔ پھر تین مرتبہ چہرہ کو دھویا اور دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ کہنیوں تک دھویا پھر سر کا مسح کیا اور تین ٹخنوں تک پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص نے میرے اس وضو جیسا وضو کیا پھر دو رکعت نفل ایسی حالت میں پڑھی کہ اپنے نفس سے باتیں نہیں کہیں تو اس کے سب پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؓ نے حمران سے یوں حدیث بیان کی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ وضو سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اگر ایک آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں ایک حدیث سناتا جو آج تک میں نے تمہیں بیان نہیں کی میں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو بنایا پھر نماز پڑھی تو اس کے درمیان اور اس کی اس نماز کے درمیان جو اس نے ادا کی جتنے گناہ ہوں گے وہ سب بخش دیے جاتے ہیں۔

تفسیر شیخ از شیخ زکریاؒ میں نے یہ کہا تھا کہ جن لوگوں نے بیت النبیؐ صلعم کو مجرد ترجمہ قرار دیا ہے یہ غلط ہے اس لئے کہ اس کا مستقل باب آرہا ہے۔ اور وہ یہی ہے وہاں اجمالاً آیت کی تفسیر فرمادی۔ اور یہاں مستقل ابواب میں ہر ایک کو ذکر کر دیا۔ باب الوضوء ثلاثا ثلاثا مرة مرة اور مرتین مرتین کے ابواب گذر چکے یہاں تفصیلاً ثلاثا ثلاثا کو بھی ذکر فرمایا۔ دعا بآنا فاخرجوا حضرت صحابہ کرام کا طریقہ تھا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا ہے۔ اسی طرح یہ حضرات اپنے شاگردوں کے سامنے کر کے دکھلاتے تھے۔ اس لئے تعلیم فعلی بہتہ تعلیم قلبی کے اوقع فی النفس ہوا کرتی ہے من نوضا وضو ہی ہذا یہاں دو بخشیں ہیں۔ اول یہ کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کا ترتب دو چیزوں پر ہو رہا ہے۔ ایک وضو کرنے پر دوسرے اس وضو کے بعد دو رکعت پڑھنے پر اور سن کی روایت میں ہے کہ جو شخص وضو کر تلہ اس کے کھلی کرنے سے وہ گناہ مکل جاتے ہیں جو اس نے منہ سے کہے اور

جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو ناک کے گناہ اور منہ کے ساتھ ساتھ منہ کے گناہ اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ کے گناہ اور پاؤں دھوتے وقت پاؤں کے گناہ غرضیکہ ہر عضو کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو سنن کی روایت کا تقاضا یہ ہے کہ مغفرت کا ترتب صرف ہر وضو ہوتا ہے لہذا روایات میں تعارض ہو گیا اس کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور یہ بہت سی جگہوں پر چلے گا وہ یہ کہ علمائے بیان فرمایا ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو تو اس بارے میں ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ثواب کسی فعل قلیل پر مرتب ہو گا۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امر زائد پر مرتب ہو گا۔ تو امر زائد والی روایت مقدم ہوا کرتی ہے۔ اور قلیل والی مؤخر۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلیم کی شفقت اور اپنی امت کے واسطے دعاؤں اور حضور اکرم صلیم کی ریاضات کی بنا پر امت محمدیہ پر اپنے انعامات روز افزوں فرماتے رہتے ہیں۔ یہ جواب تو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے۔ اور بہت سے مقامات پر جہاں اس قسم کا تعارض ہو تو قیام جاری ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ثواب دو الگ الگ چیزوں پر مرتب ہو رہا ہے۔ ایک وضو کرنے پر اور دوسرا دو رکعت نماز باوصاف پڑھنے پر اور یہ امر اتفاقی ہے۔ کہ یہاں وضو اور نماز دونوں کا ذکر آگیا۔ ورنہ پہلے سے کوئی متوضی ہوا اور اس نے پھر دو رکعت اس صفت کے ساتھ پڑھی جو مذکور فی الحدیث ہے تو اس کو بھی مغفرت حاصل ہوگی۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ جب وضو کرنے سے مغفرت ہو گئی جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ہر سر فعل پر مغفرت کا ترتب ہو رہا ہے تو اگر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے تو یہ دو رکعتیں کیا کریں گی۔ اس کا جواب قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ ہے کہ مغفرت محل مغفور کے ساتھ مصادف ہو تو رفع درجہ کا سبب ہوتی ہے۔ تو اس نے جب وضو کر لی۔ اور گناہ معاف ہو گئے تو اب جو وہ دو رکعت پڑھے گا۔ اس سے اس کی ترقی درجات ہوگی۔ یہی جواب دہاں بھی چلے گا کہ جب دو رکعت سے مغفرت ہو جاتی ہے اور وضو سے بھی ہوتی رہتی ہے۔ تو روزانہ کے گناہ معاف ہو گئے پھر الجمعۃ الی الجمعۃ کفایت لما بیضھا کا کیا مطلب ہوا۔ اور اگر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف ہو گئے تو پھر محرم کے روزے سال بھر کے کون سے گناہ معاف کر ایں گے اگر یہاں بھی معاف ہو گئے تو پھر ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے گناہ کیا معاف کرائے گا۔ ان سب کا جواب یہی ہے کہ اولاً وضو کرنے سے مغفرت ہو گئی اور اگر کچھ رہ گیا تو دو رکعت سے ہو جائے گا۔ اور باقی ترقی درجات ورنہ پھر ذی الحجہ کے روزے سے معاف ہوں گے اور باقی رفع درجات کا باعث بن جائیں گے اگر کچھ رہ گیا کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی نماز ایسی

نہیں ہوتی جس سے سارے گناہ معاف ہو جائیں اور پھر اس کے ضمن میں یہ بات ہے کہ مغفرت کن معافی کی ہوئی ہے۔ آیا صرف صفات کی یا صفات اور کلمات سب کی۔ عام علما کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ ایسے مواقع پر جہاں مغفرت کا تذکرہ ہے الفاظ عام ہیں مگر مراد خاص ہے۔ یعنی صفات ان آیات کی بنا پر جن میں لا اثم تاب کا استثناء موجود ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب ان افعال سے سب گناہ معاف ہو چکے تھے۔ تو پھر استثناء لا اثم تاب کی کیا ضرورت؟ معلوم ہوا کہ کچھ گناہ باقی رہ گئے اور وہ کبار توبہ ہیں۔ لہذا ہم کہ محتاج توبہ ہیں اور میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ کبار صفات سب ہی مراد ہیں کیونکہ روایت کے الفاظ عام ہیں۔ باقی رہی توبہ تو وہ خود حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ توبہ کہتے ہیں ندامت کو۔ اور جب کوئی اس طرح وضو کرے گا اور نماز پڑھے گا تو اس کو خود بخود ندامت حاصل ہوگی۔ اور نماز میں خود الفاظ استثناء موجود ہیں اور دوسرا جواب میرے والد صاحب یہ دیتے ہیں کہ مومن کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کبار ترکاڑی تکاب کرے اور اگر کبھی صدور ہو جائے تو اس کو چہن ہی نہ آئے تا آنکہ توبہ کر کے اپنے گناہ معاف نہ کر لے۔ اب صفات ہی رہ گئے وہ ان افعال سے معاف ہو جائیں گے۔

دوسری بحث لا یجدث فیہما نفسہ میں ہے۔ قاضی عیاض اور علامہ نوویؒ مسلم شریف کے بہت قدیم شایح ہیں قاضی عیاض مالکی ہیں اور امام نووی شافعی اور بہت ہی مقصوب۔ مسائل میں شافعیہ کے یہاں عامۃً دو قول ہیں قدیم اور جدید اور بعض میں تین تین اور چار چار قول ہیں۔ ان کی عادت ترجیح میں یہ ہے کہ کبھی قول قدیم کو ترجیح دیتے ہیں اور کبھی جدید کو۔ امام نوویؒ کی عادت شرح مسلم میں یہ ہے کہ جب کوئی حدیث مسلم میں آئے گی اور امام شافعیؒ کے کسی قول کے مطابق ہو۔ تو کہتے ہیں یہ قال الشافعی اور شرح منہج ہیں اس کے خلاف جو قول امام شافعیؒ سے مشہور ہوئے اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام نوویؒ اور قاضی عیاض میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے اور جہاں کہیں اختلاف ہو گیا ہے۔ تو وہ پھر آخر تک چلا آیا ہے۔ خواہ حافظ ابن حجر ہوں یا علامہ عینیؒ یا علامہ قاریؒ یا حافظ سیوطیؒ اور ہر ایک کے متبعین موجود ہیں۔ تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی قسم کی بات نہ کرے۔ مطلقاً خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ اختیار سے ہو یا بلا اختیار کے اور نوویؒ فرماتے ہیں کہ امور غیر اختیار یہ اس سے خارج ہیں اس لئے کہ حدیث میں ہے ان الله تجاوز عن امتی ما۔ سو فہمہ نفسہما قاضی عیاض کے متبعین کہتے ہیں کہ امور غیر اختیار یہ میں تجاوز کا وعدہ ہے۔ باقی اس پر انعام بھی ہو گا اس کا کوئی وعدہ نہیں ابن ارسلان

حافظ بن حجر کے شاگرد اور ابو داؤد کے شراح ہیں انہوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا کہ دنیا کے امور غیر اختیاریہ اور آخرت امور اختیاریہ ہوں یا غیر اختیاری مضر نہیں ہیں، لیکن عروۃ یحدث عن حملان اس کا مطلب یہ ہے کہ ابن شہاب کے دوستانہ ہیں ایک عطاء بن یزید ان سے تو روایت متقدمہ لی گئی ہے۔ دوسرے عروہ ان سے یہ روایت ہے۔ ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں ایک ایک حدیثیں ہیں لولہ آیتہ ما حدثنا کو۔ اس لئے نہ بیان کرتے تھے کہ تم انتہائی گمراہ لوگے الاغفرلہ مصنف نے اس جملہ کی وجہ سے حضرت عروہ کی روایت ذکر کی ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں غفرلہ ناقصہ وار د ہے۔ اس روایت سے ما تقدم کی تحدید معلوم ہو گئی۔ الغرض امام بخاری نے یہ تین باب قریب قریب ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے مقصود ہر ایک کا جواز ثابت کرنا ہے۔ ہر طریق حضور اکرم مسلم سے ثابت ہے۔ البتہ تیسرا طریق استخباب و مسنون کا درجہ رکھتا ہے، لا یحدث فیہما نفسہ ابن ارسلان جو ابن حجر کے لمیند ہیں۔ انہوں نے اس جملہ کی تفسیر لا یحدث نفسہ فی امور الدنیا سے کی ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دینی اور اخروی بات کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مباحث صرف دنیا کی بات کی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے افی اجفوز جیشی فی الصلوۃ غفرلہ ما تقدم یہ اور اس قسم کی روایات کثرت سے آئی ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن دیکھو تو معلوم ہو گا کہ کوئی شخص بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ اور امام غزالیؒ کی اجیاء العلوم دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا دروازہ بالکل بند ہے۔ یہاں حدیث میں ما تقدم ہے لہذا جمیع ذنوب کو شامل ہو گا لیکن اس کے باوجود اس عوم سے اجماعاً صغائر مراد ہیں۔ کیونکہ کبار بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے الا ماشاء اللہ۔ علامہ جزیریؒ نے لکھا ہے کہ توبہ کی حقیقت فقط زبان سے کہنا نہیں۔ ورنہ ہماری یہ توبہ خود گناہ ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں اغفر لی کہتا چاہیے۔ استغفر اللہ نہیں کہنا چاہیے۔

باب الا ستشار فی الوضوء ذکوة عثمان وعبد اللہ بن زید و ابن عباس
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ، وضو میں ناک صاف کرنا۔ اس کو عثمان، عبد اللہ بن زید اور ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۵۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْتِزْ وَمَنْ اسْتَجْمَرَ فَلْيَبُوتِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص وضو

کرے اس کو ناک صاف کرنی چاہیے اور جو ڈھیلے استعمال کرے تو طاق استعمال کرے۔

خشیشے از شیخ ذکر کیا۔ استنثار کہتے ہیں ناک جھاڑنے کو۔ امام بخاریؒ نے یہاں کیا باریکی فرمائی کہ استنثار کو مضمضہ پر مقدم کر دیا۔ حالانکہ مضمضہ پہلے ہونا چاہیے تھا۔ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ منہ کی نسبت ناک میں زیادہ تندر ہے۔ ^(ناک) ^(منہ ظاہر) ^(استنثار) توائف باعتبار قوم کے باطن ہے اور قوم ظاہر۔ امام بخاریؒ نے استنثار کو مقدم فرما کر اشارہ کر دیا کہ تطہیر باطن تطہیر ظاہر سے مقدم ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ استنثار کے مسئلہ میں بہ نسبت مضمضہ کے ائمہ کے یہاں زیادہ اہمیت ہے۔ شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں تو دونو غسل اور وضو کے اندر سنون ہیں۔ اور حنفیہ کے ہاں غسل میں دونو واجب دوسرے یہ کہ دونو دونو کے اندر سنت ہیں۔ اور تیسرے یہ کہ استنثار دونو کے اندر واجب ہے اور مضمضہ دونو میں سنت ہے تو استنثار میں اہمیت زیادہ ہو گئی۔ حالانکہ امام احمدؒ کی روایت میں استنثار دونو واجب اور مضمضہ سنت ہے۔ لہذا اس کو مقدم فرما دیا۔ اور ساتھ ہی ایک اور مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا یہ کہ ترتیب وضو شافعیہ کے یہاں واجب ہے۔ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ہاں سنت ہے۔ امام بخاریؒ نے ترتیب بدل کر اشارہ فرما دیا کہ ترتیب واجب نہیں امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو باب ایک مرتبہ گزر گیا کسی بھی مناسبت سے اس کو دوبارہ ذکر نہیں فرمائیں گے۔ تو اب یہاں سے جو تفصیل ذکر فرمائی ہے تو ترتیب کے اعتبار سے پہلے مضمضہ پھر استنثار اور پھر غسل وجہ کا ذکر ہونا چاہیے لیکن غسل وجہ کا ذکر آچکا ہے اور جس مناسبت سے بھی آیا ہے۔ وہاں بیان ہو چکی۔ اب یہ کہ مضمضہ کو پہلے بیان کرنا چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو مؤخر کر کے اشارہ فرما دیا کہ وضو کے اندر ترتیب نہیں ہے۔ اور یہ توجیہ تمام ابواب میں چل سکتی ہے کہ ابواب الوضو کے اندر مصنفؒ نے جو ترتیب قائم نہیں فرمائی تو اس سے تنبیہ کرنا ہے کہ ترتیب فی الاعضاء وضو میں نہیں ہے۔ مسئلہ ترتیب میں اختلاف ہے۔ اخاف کے نزدیک ترتیب واجب نہیں البتہ امام شافعیؒ کے یہاں واجب ہے

باب اِلَّا سُبَّحَمَارٍ وَشَرًّا۔ ترجمہ، کہ استنجا میں طاق ڈھیلے استعمال کرنے چاہئیں

حدیث نمبر ۱۵۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتَنْتِزْ وَوَسَّ

اِذَا اسْتَجْمَرَ فَلْيُؤْتِ نَوَاحِدَ اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِمَّنْ نَوِمَ فَلْيَحْصِلْ يَدَهُ قَبْلَ اَنْ يُدْخِلَهَا
فِي وَصْوَتِهِمْ فَلَنْ اَحَدُكُمْ لَا يَدْرِي اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابو سریرہؓ سے مروی ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب ایک تمہارا وضو کرے تو اپنے ناک میں پانی کرے پھر ناک جھاڑے اور جو استنجا کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کرے اور جب ایک تمہارا اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ پانی میں داخل کرنے سے پہلے دھو لے کیونکہ ایک تمہارا نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں بسر کی۔

تشریح: از شیخ ذکر کیا کہ اس استنثار کا ذکر کر رہے تھے اور کہاں استنجا میں پہنچ گئے، مگر کرائی کو تو کوئی اشکال نہیں کیونکہ انہوں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ امام بخاریؒ نے ابواب کے درمیان کوئی ترتیب نہیں رکھی لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے بڑی اچھی ترتیب رکھی ہے۔ یہ باب بھی بے ترتیب اور سفل نہیں ہے بلکہ یہ باب درباب ہے اور باب درباب کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کوئی باب منعقد فرماتے ہیں اور اس کی روایات کے درمیان کوئی لفظ اہم ہوا کرتا ہے۔ یا کوئی خصوصیت ہوتی ہے۔ تو اس پر تنبیہ فرمانے کے لئے باب باندھ دیتے ہیں۔ ورنہ وہ کوئی مستقل باب نہیں ہوتا کیونکہ باب سابق کی روایت میں استنجا کا ذکر بعض من استجمر فلیؤتر تھا اس لئے اس پر باب باندھ لیا اور اس باب کو باب سابق سے یہ مناسبت ہے کہ جب استنجا کے اندر اتیارہے تو استنثار کے اندر بطریق اولیٰ ہوگا۔ اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِمَّنْ نَوِمَ یہاں اشکال یہ ہے کہ من نومہ کی قید کیوں لگائی۔ کیونکہ ہر شخص اپنی ہی نوم سے بیدار ہوتا ہے دوسرے کی نوم سے بیدار نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس سے صرف مخاطبین مراد ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں اس لئے کہ ان کی نوم ناقض للوضو نہیں ہے۔ تاہر یہ کہ راتے یہ ہے کہ پانی میں بغیر ہاتھ دھوئے ہاتھ ڈالنا جائز نہیں اگر ڈال دیا تو پانی ناپاک ہوگا ایسی ظاہر یہ کہ یہ راتے ہے کہ اگر پیشاب مارا کہ میں ڈال دے تو پاک ہے گا اگر اس میں کلاڑے تو ناپاک ہوگا اور یہاں یہ ہے کہ اگر ہاتھ نہ دھو یا تو ناپاک ہو جائے گا۔ جمہور کے نزدیک ہاتھ دھونا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس لئے کہ ہاتھ سوتے وقت بالیقین پاک تھا اور سونے کے بعد اس کے دھونے کے امر کو ایک امر موموم پر معلق فرمادیا۔ جو کسی شیتی موموم پر معلق ہو وہ واجب نہیں ہوتا خان الیقین لا یزول بالمشک ظاہر یہ کہ طرف سے اعتراض کیا گیا۔ کہ تم یہ کہتے ہو کہ سونے سے وضو ٹوٹ

جلئے گا اس لئے کہ خروج ریح کا احتمال ہے۔ تو یہاں ایک مختل پر وضو کو واجب کرتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وضومت النوم کی وجہ خود حضور پاک کی حدیث میں مذکور ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ایحسان وکلمہ استہ (آنکھیں مین کا بندھن ہیں) اور جب آدمی سو جاتا ہے تو وہ بندھن کھل جاتا ہے اور جب بندھن کھل گیا تو احتمال خروج نہیں بلکہ منقطعہ خروج ہے۔ لہذا یہاں ظن غالب یہ ہے کہ وضو ٹوٹ گئی اس لئے ہم نے وضومت النوم کو واجب قرار دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ دونو جگہ فرق ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر نیاس کرنا غلط ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غسل یدین کا امر بعد الاستیقاظ فرمایا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ سونے کے وقت یہ احتمال ہے کہ انتشار ذکر ہو۔ پھر دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا ہاتھ وہاں تک پہنچ جائے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے خروج مذی ہو جائے اور وہ اس کے ہاتھ پر لگ جائے۔ تو یہاں ہاتھ کا ناپاک ہونا تین امور کے احتمال پر موقوف ہے۔ ایک انتشار ایک ہاتھ کا وہاں تک پہنچنا۔ اور ایک مذی کا خروج تب کہیں جا کر ہاتھ ناپاک ہوگا۔ توجہ یہاں درمیان میں دو تین احتمال پیدا ہو گئے تو اس احتمال کا درجہ بہت اعلیٰ ہو گیا۔ بخلاف نوم کی حالت کے کہ وہاں خروج ریح کا احتمال کسی اور امر کے پیدا ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ تو وہ احتمال اتنی ہی ہے جس کو غلبہ وطن سے تعبیر کیا جاتا ہے اس وجہ سے وہاں وضو واجب ہے اور یہاں وضو واجب نہیں۔ اب یہاں ایک مسئلہ اور ہے کہ غسل یدین یہ جزو وضو ہے جس کا حکم آیت کے اندر ہے یا نہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جزو وضو نہیں ان کے نزدیک اس کے موافق احکام ہوں گے۔ وہ یہ کہ بسمہ اس غسل کے بعد ہوگا۔ اور وضو کی نیت بھی بعد میں ہوگی۔ اور اگر غسل الوجه کے بعد یہ سوچ کر کہ اتنا ہاتھ تو دھو چکا ہوں۔ لہذا باقی پرکتفا کر لیں تو یہ کافی نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اسے جزو وضو کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک بسمہ اس غسل کے قبل اور نیت بھی جن کے یہاں نیت ضروری ہے۔ جو لوگ اسے جزو نہیں مانتے وہ حدیث باب میں درود کی بنا۔ پر کہتے ہیں اور جو جزو قرار دیتے ہیں۔ وہ احتمال نجاست کے عارض کی وجہ سے تقدم مانتے ہیں جیسے غسل وجہ فرض ہے اور مضمر۔ استثنائاً کمالات میں سے ہونے کی وجہ سے سنت میں لہذا اس کو بعد ہونا چاہیے لیکن چونکہ وضو اس پانی سے ہوتا ہے جو پاک ہے اور اس کی پاکی یہ ہے کہ اس کے رنگ و بو اور مزہ میں فرق نہ آئے۔ تو رنگ آنکھ سے معلوم ہوگا اور اس کا مزہ مضمر سے اور بو استثنائاً سے معلوم ہوگی۔ پھر اس کے بعد فرض وضو شروع ہو گا۔ فانہ لا یدری ابن بابت یدہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اہل عرب کا دستور

لنگی باندھنے کا تھا۔ اور ذکر انسان قائم اللیل مشہور ہے۔ رات کو اس میں انتشار ہو کر استادگی ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات بحالت استادگی وہاں ہاتھ پہنچ جاتا ہے اور اس وقت میں منی نکل جانے کا احتمال ہے اس لئے دھونے کا حکم فرمایا کیونکہ اگر ہاتھ پر کچھ لگا ہوا ہو گا تو پانی اگر قلیل ہوا تو ناپاک ہو جائے گا اور مالکیہ کے ہاں چونکہ ناقلیل اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کا رنگ بگاڑا اور مزہ نہ بدل جائے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ یہ علت نہیں ہے۔ بلکہ یہ امر نفاذ پر مبنی ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ رات کو ہاتھ کہیں گیا ہو اور کھجلیا ہو اور اس پر کچھ قبل لگا ہو۔ اور وہ ہاتھ پانی میں پڑ جائے تو نفاذ نہیں رہے گی۔ غور سے سنو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ الفاظ میں تصریح فرمادی۔ اور ذرا بھی شرم نہیں فرمائی اور یہی سمجھتا ہوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کر کوئی عبادت نہیں ہو سکتا۔ تو میں کون ہوتا ہوں جو شر ماؤں لہذا میں بھی تصریح کرتے دیتا ہوں کہ یہاں چھوڑنے جو وجہ بیان فرمائی کہ غسل الیدین کا حکم احتمال تلوث بالمذی کی وجہ سے ہے اس پر میرے حضرت جب مدینہ منورہ میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اہل نسائی میں یہ روایت ہے اس کو پڑھا۔ اور کتب حدیث کی ادائل پرہیز کر اجازت لی تو اس وقت حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے اشکال کیا۔ کہ ہاتھ کو محض تلوث کی بنا پر دھونے کا حکم ہے تو پا جامہ کی میانی ہر وقت پاس رہتی ہے وہاں نجاست کا زیادہ احتمال ہے تو پھر اس کے دھونے کا حکم کیوں نہیں فرمایا تو حضرت شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ پا جامہ کی نجاست لازم ہے۔ اگر متحقق ہو جائے کہ لگی ہے تو ایک دو وقت کی نماز لوٹلے بخلاف نجاست یہ کہ وہ متعدی ہے کیونکہ اگر ہاتھ ناپاک ہونے کی صورت میں پانی میں پڑ گیا تو جتنے لوگوں نے اس سے وضو کی ہوگی۔ سب کی نماز باطل ہوگی۔ اور جہاں جہاں اس پانی کی چھینٹیں گئیں وہ بھی ناپاک ہوگا لہذا اس سبب سے ہاتھ کے دھونے کا حکم فرمایا۔

باب غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ وَلَا يَمْسُحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

ترجمہ، باب دونو پاؤں کے دھونے کے بارے میں اور یہ کہ قدمین پر مسح نہ کیا جائے۔

حدیث نمبر ۱۶۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفَرَةٍ فَأَذْرَكُنَا وَقَدْ أَرَاهُنَا الْعَصَا فَعَمَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لَّأَعْقَابِ مَنِ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے میں اس حال میں آکر پایا کہ ہم میں عصر کی نماز نے مشقت میں ڈال دیا تھا یعنی اس میں تاخیر ہو رہی تھی۔ چنانچہ ہم اس طرح وضو کر رہے تھے کہ اپنے پاؤں پر ہلکا پانی بہا رہے تھے۔ تو آپ نے اونچی آواز سے پکار کر فرمایا کہ ان ایڑیوں کے لئے جہنم کی ہلاکت ہے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

لشیح از شیخ زکریا۔ یہ باب بھی بظاہر بے جوڑ ہے اس لئے کہ استنثار کے بعد تراجم کرنا چلے گئے تھے اور پھر غسل جلیں شروع کر دیا۔ مگر اس میں کوئی تنافر نہیں بلکہ بہت عمدہ مناسبت ہے وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر کوئی ناک میں پانی نہ ٹپکے بلکہ یوں ہی ہاتھ تر کر کے ناک صاف کرے تو سنت حاصل نہ ہوگی جس طرح کہ غسل جلیں ضروری ہے۔ مسح کافی نہیں ہوگا۔ روایت الباب باب رفع الصوت بالعلم میں گندہ لکھی ہے اور یہ ترجمہ شارح ہے۔ ترجمہ شارح کہتے ہیں کہ جس جگہ روایت کسی جملہ کے معنی میں اجمال ہو تو ترجمہ اس کو واضح کر دے تو یہاں روایت کے اندر آیا کہ منسم علیٰ ارجلسنا اس کے معنی میں اجمال ہے تو ترجمہ شارح نے بتلادیا کہ یہاں مسح کے حقیقی مراد نہیں بلکہ مسح سے مراد غسل ہے اور اس سے روافض پر رد ہو گیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک جلیں کا وظیفہ غسل نہیں بلکہ مسح ہے۔ اب یہ کہ اس ترجمہ سے کیا مناسبت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ شریعت کے احکام میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی بلکہ جیسے ہم ان کے نامزد ہیں۔ اسی طرح ہم کو کرنا ہے۔ لہذا اگر شریعت نے کسی کا وظیفہ غسل بالما۔ رکھا ہے۔ تو ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم یہ سوچ کر کہ مقصود انتقاء اور صفائی ہے لہذا کپڑے سے ہی انتقاء کر لیں جب یہ امر اپنی جگہ پر ہے تو اب پہلے باب کے اندر استنثار کا ذکر تھا اس پر مصنفؒ نے اس باب سے تنبیہ کر دی کہ اس ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے صرف کپڑے سے ناک پوچھ لینا استنثار نہیں ہے جیسے جلیں کا وظیفہ شریعت نے غسل بتلایا ہے۔ لہذا اس کا پانی سے پوچھ لینا کافی نہیں اور علامہ عینیؒ نے یہ توجیہ کی ہے۔ کہ ناک بدن میں ایک جانب ہے اور پیر بدن میں دوسری جانب ہیں اس لئے ناک کے بعد قدم کا وظیفہ بتلادیا۔

باب ، الْمُفْتَضِّلُ فِي الْوُضُوءِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ ترجمہ، وضو میں کلی کرنا اس کو ابن عباس اور عبد اللہ بن زیدؓ نے جناب نبی اکرم صلیم سے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَعْمَشُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عُمَرَ أَنَّكَ رَأَى عُمَرَ بْنَ دَعَا بِوُضُوءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِيَّاهُ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ

يَمِينَهُ فِي الْوُضُوءِ شَوْ تَمْتَضِمْ وَاسْتَشَقَّ وَاسْتَنْشَقَ شَوْ مَسَحَ بِمَا سَمِ شَوْ غَسَلَ
كُلَّ رَجُلٍ ثَلَاثًا شَوْ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وَضُوءِي
هَذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وَضُوءِي هَذَا شَوْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ
غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت حران مولا عثمانؓ نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ انہوں نے پانی منگایا پھر اس کے
برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی انڈیلا اور دونوں ہاتھوں کے تین مرتبہ دھویا پھر اپنا دایاں ہاتھ
پانی میں داخل کیا۔ کلی کی۔ ناک میں پانی دیا پھر ناک کو جھاڑا پھر اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا اس طرح دونوں
ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر سر ہاڈوں کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر فرمایا
کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے دیکھا اور فرمایا کہ جس نے میرے اس
جیسے وضو کیا وضو کیا پھر دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ادا کی کہ اس میں اپنے نفس سے کوئی بات چیت نہ
کی تو اس کے سب پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں نے بیان کیا تھا کہ مضمضہ میں نبیۃ استنشاق تا کہ مکمل تھا اس لئے
اس کو مؤخر فرمادیا۔

باب غَسَلَ الْأَعْقَابَ وَكَانَ ابْنُ سَبْرٍ يَنْبَغِي مَوْضِعَ الْخَاتَمِ إِذَا تَوَضَّأَ۔

ترجمہ، جو تلوں کے اندر بھی پاؤں کو دھونا چاہیے۔ جو تلوں پر مسح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۱۶۲ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ
يَمُزُّ بِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّأُونَ مِنْ الْبُطْهَرَةِ فَقَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنَّ أَبَا الْقَاسِمِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس وقت سنا جب
وہ ہماری پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ فرمایا وضو مکمل کرو۔ کیونکہ جناب
ابو القاسم محمدؐ فرماتے تھے۔ ایڑیوں کے لئے جہنم سے ہلاکت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہاں بھی اشکال ہے کہ مضمضہ کے بعد غسل الاعقاب میں کہاں پہنچ گئے
علامہ عینیؒ فرماتے ہیں دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ غسل الاعقاب اور مضمضہ دونوں وضو کے احکام میں سے

ہیں۔ کرمائی نے تو کہہ دیا کہ امام بخاریؒ نے ترتیب ملحوظ نہیں رکھی میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے غرغره کے استحباب پر اس باب سے متنبہ فرمایا ہے۔ لیکن غرغره کے باب میں روایت امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں تھی۔ تو اسے اپنی دقیق نظری سے ایک دوسری طرح ثابت فرمادیا۔ وہ یہ کہ غسل المجلدین فرض ہے اور اعتقاد مؤخر طہین ہیں۔ اور حضور اقدس صلم نے اعتقاد کے دھونے میں بڑی تاکید فرمائی ہے ویک للاعتقاد من النار فرمایا۔ اسی طرح منمنضہ سنت ہے اور غرغره مؤخر فرم میں ہوتا ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ جب استیعاب فرض میں فرض ہوا۔ تو سنت کے اندر استیعاب سنت کیوں نہ ہو گا۔ وکان ابن سبیر بن الحارث سے بھی میرے قول کی تائید ہوتی ہے کہ اعضا وضو کو اچھی طرح پانی پہنچانا چاہیے

باب غُسلِ الرِّجْلَيْنِ فِي التَّغْلِيْبِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى التَّغْلِيْبِ۔

ترجمہ، جو تلوں کے اندر بھی پاؤں کو دھونا چاہیے جو تلوں پر مسح نہ کرے۔

حدیث نمبر ۶۳ اَحَدُنَا عَجِدُ اللّٰهَ بِنِ يُوْسُفَ الْخَزَنَةِ عَنْ عُكَيْدِ بْنِ جُمَيْلٍ اَنَّهُ قَالَ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عُبَيْدٍ الْوَحْمَنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَوْ اَرَادَ أَحَدٌ اَمْسَ اَمْعَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنُ جُمَيْلٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمْسَحُ مِنَ الْاَوْكَابِ اِلَّا اَلْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ التَّعَالَ السَّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْنَعُ بِالْقَصْفَةِ قَدَمَيْتِكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهْلَ النَّاسِ اِذَا رَاُوا الْاَهْلَالَ وَكَوْثَمَةً اَنْتَ حَتَّى كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَّا الْاَوْكَابُ فَارِثِي لَوْ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ اِلَّا اَلْيَمَانِيَيْنِ وَامَّا التَّعَالَ السَّبْتِيَّةَ فَارِثِي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ التَّعَالَ الْكُتْبِي لَيْسَ فِيْهَا شَعْرٌ وَبِتَوَضُّأَ فِيْهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَامَّا الْقَصْفَةُ فَارِثِي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا فَارِثِي اُحِبُّ اَنْ اَصْنَعُ بِهَا وَامَّا الْاَهْلَالَ فَارِثِي لَوْ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْلُ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عبید بن جریجؒ تاہی فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا کہ ابو عبد الرحمنؓ نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھے ہیں۔ جو آپ کے دوسرے ساتھیوں میں سے

کسی کو ایسے کرتا نہیں دیکھا۔ انہوں نے پوچھا اے ابنِ مرتج وہ کون سی باتیں ہیں میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کو سوائے رکنِ یمین کے کسی رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا اور آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ بالِ اُویس ہونے جوتے پہنتے ہیں۔ اور اپنی بالوں کو زردی سے رنگتے ہیں اور آپ کو میں نے دیکھا آپ جب مکہ معظمہ میں ہوتے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ ہلالِ ذی الحجہ دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ اس وقت تک احرام نہیں باندھتے جب تک یومِ ترویہ یعنی ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ نہ ہو جائے تو حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ارکان کا چھونا ہے سو میں نے جناب رسول اللہؐ کو سوائے ان دو رکنِ یمانی کے کسی کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا۔ رہ گئی نعالِ سبیتہ تو میں نے آنحضرتؐ رسول اللہؐ کو ایسے جوتے پہنتے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے۔ اور مجھے بھی یہ پسند ہے کہ میں بھی ایسے جوتے پہنوں لیکن زردی رنگ سو میں نے جناب رسول اللہؐ کو اپنی زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو مجھے یہ اسی سے کپڑا رنگنا پسند ہے جہاں تک احرام باندھنے کا تعلق ہے سو میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کی اونٹنی آپ کو اٹھا کر چلتی ہے۔

تشریح از شیخ ذکریا علماء کے نزدیک اس غسلِ رجبین فی الخلیلین کا مطلب یہ ہے کہ رجبین کو خلیلین سے نکال کر دھوئے یہ باب بھی بظاہر بے جوڑ ہے۔ مگر میرے نزدیک مناسبت یوں ہے کہ یہ بھی مضمضہ کے باب کا تکملہ ہے اگر کوئی منہ میں پانی لے جوتے ہو اور اس کو منہ میں ایک طرف کر کے نکلی کرے تو یہ کافی نہ ہو گا جیسے کہ خلیلین کے اندر غسل کافی نہیں بلکہ نکالنا ضروری ہے۔ رأینک لا تمس من الارکان الا کعبہ کی چار جانب ہیں جو مشرق اور شمال میں ہے اس میں حجرِ اسود ہے اور مشرق اور جنوب کی جانب ہے اسے رکنِ یمانی کہتے ہیں جو مغرب اور جنوب کی جانب ہے اسے رکنِ عراقی کہتے ہیں اور جو مغرب اور شمال کی جانب ہے اسے رکنِ شامی کہتے ہیں اس کی شکل اس طرح ہے۔

حجرِ اسود اور رکنِ یمانی دو نورِ کینین یمین کہتے ہیں۔

شامی	مغرب	حطیم حلقہ
شمال	جنوب	
حجرِ اسود	مشرق	رکنِ یمانی

کا استلام ہو گا۔ اور بعض صحابہ جیسے حضرات امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے ہے کہ استلام رکنِ یمانی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ہر رکن کا استلام ہو گا مگر جہور کا مذہب وہی اول ہے اور وہی ائمہ اربعہ کا بھی ہے۔ یہ اختلاف سلف میں تھا۔ اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ تو ابنِ مرتج نے یہ

اعتراف کیا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم صرف رکنین یمنین کا استلام کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دوکا استلام کرتے دیکھا ہے۔ درحقیقت رکن شامی اور رکن عراقی کوئی مستقل رکن نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک دیوار ہے۔ رکن کہیں حطیم میں ہوگا چونکہ حطیم باقی ہے اس لئے اظہار یہی رکن ہے حقیقتاً نہیں نلیس النعال السبئية الم عرب میں تمدن تو تھا نہیں وہاں اونٹ کو ذبح کیا اور اس کی تھوڑی سی کھال لے کر اسی میں رسی ڈال دی اور یہی ان کا جوتا ہو گیا۔ ہاں بال وغیرہ نہیں اتارتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بادشاہوں کے یہاں سے جو تحائف آتے تھے۔ ان میں عمدہ بلا بال کے جوتے آتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنتے تھے۔ اور حضرت ابن عمر آپ کے کثیر الاتبل تھے توجہ شاگرد نے اعتراف کیا تو اس کا جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعال سبئية پہنے دیکھا ہے نعال سبئية ان جوتوں کو کہتے ہیں جن پر بال نہ ہوں۔ ودايتك اذا كنت بمكة الخ یہ مسند کتاب الحج کا ہے ابن جریج نے اعتراف کیا کہ لوگ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہیں تو احرام باندھ لیتے ہیں اور تم احرام نہیں باندھتے ابن عمرؓ نے فرمایا خانی لہو و رسول اللہ الخ یعنی میں اس لئے احرام نہیں باندھتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذی الحلیفہ میں دیکھا کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہو رہے تھے تو اس وقت ابراہیمؑ باندھا تھا۔ لہذا میں بھی جب اونٹنی پر سوار ہوتا ہوں۔ تو اس وقت احرام باندھتا ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحلیفہ میں کب احرام باندھا تھا۔ حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک مسجد میں نماز کے بعد اور شوافع و مالکیہ کے نزدیک جب اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ ان چاروں اشکالوں کو اور ذرا تفصیل سے سنو! ابن عمرؓ سے معترض نے چار اعتراض کئے۔ اول یہ کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم صرف رکنین یمنین کا استلام کرتے ہو۔ بخلاف اور صحابہ کے صحابہ کرام میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جیسے حضرت امیر معاویہؓ اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ ارکان اربعہ بیت کا استلام کرتے تھے۔ اور بہت سے صحابہ صرف رکنین یمنین کا کرتے تھے جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی تھے۔ اب یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اس میں اب کوئی اختلاف نہیں ہے کہ صرف رکنین یمنین کا استلام کیا جائے گا۔ یعنی حجر اسود کی تقبیل اور رکن یمانی کا استلام کیا جائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو صحابہ ارکان اربعہ کے استلام کے قائل ہیں۔ وہ بطور قیاس کے کہتے ہیں کہ یس شیخ من السبوت معبوداً یہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مشہور ہے۔ اور جو صرف رکنین یمنین کے علاوہ دوسرے دو ارکان فی الواقع ارکان ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ارکان تو کہیں حطیم میں ہوں گے۔ اگر

حطیم کعبہ میں داخل ہوتا پھر وہ ارکان فی الواقع ہوتے ورنہ وہ تو مجبوری کی بنا پر ارکان ہیں۔ کیونکہ ان کے درے حطیم واقع ہے جو جزو کعبہ ہے۔ دوسرا اعتراض اس نے یہ کہا کہ میں آپت کو دیکھتا ہوں کہ آپ سبستی جوتے پہنتے ہیں سبستی وہ جوتا کہلاتا ہے جس پر سے ہال اترے ہوئے ہوں۔ چونکہ عرب میں تمدن نہ تھا اس لئے اونٹ بجری ذبح کی اور اس کی کھال کو خشک کیا اور کاٹ کر اس میں تسے لگائے پس یہی ان کے جوتے ہوتے تھے اور حضور اقدس صلم کے پاس بادشاہوں کے پاس سے عمدہ عمدہ سبستی جوتے بطور ہدایا کتنے تھے حضور اقدس صلم ان کو پہنتے تھے، اور پہننا بھی چاہیے کہ اللہ کی نعمت تھی۔ صحابہ کرام حضور اقدس صلم کی ان چیزوں میں ایسی (دیکھا دیکھی) نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنا ویسے ہی پہنتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ چونکہ بڑے شدید الانباع تھے اس لئے وہ جہاں سے بھی ملتا اس کو منگواتے اور پہنتے بہر حال معترض کے جواب میں یہی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلم کو سبستی جوتے پہنے دیکھا ہے۔ تیسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ زرد رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلم کو زرد رنگ کا کپڑا پہنتے دیکھا ہے۔ علمائے کھلم کے کہ حضور اقدس صلم کا عمومی لباس زرد رنگ کا نہیں تھا بلکہ کبھی پہن لیا ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے دیکھ لیا اور اسی کو اختیار فرمایا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلم زرد رنگ میں اپنے کپڑوں کو رنگا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضور اقدس صلم مہندی کا خضاب کرنے تھے اس کا زرد رنگ لگ جاتا تھا اس کو ابن عمرؓ نے دیکھ لیا چوتھا اعتراض یہ کیا کہ لوگ تو اول ذی الحجہ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ اور آپ نہیں باندھتے۔ جب تک یوم الترویہ نہ ہو یہ اعتراض اس لئے کیا گیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مکہ والوں کو حکم دے دیا تھا کہ یکم ذی الحجہ کو احرام باندھ لیا کریں کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ لوگ باہر سے تو احرام باندھ کر آئیں۔ اور اہل مکہ غیبط (سے ہوتے) کپڑے پہنے پھرتے رہیں تو لوگ حضرت عمرؓ کے امتثال امر میں اول ذی الحجہ کو احرام باندھ لیتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ آٹھ ذی الحجہ یوم الترویہ میں جب منیٰ کے لئے اونٹنی پر سوار ہو کر جانے لگتے ہیں اس وقت باندھتے تھے حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب دیا کہ میں نے جناب نبی کریم صلم کو دیکھا ہے حضور صلم نے اس وقت احرام باندھا ہے۔ جبکہ اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ حضور اقدس صلم جب مدینہ سے حج کو تشریف لے چلے تو ذوالحلیفہ میں قیام فرمایا اور مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ حنیفہ اور حنابلہ کے نزدیک تو حضور اکرم صلم نے ان دو رکعتوں کے بعد احرام مسجد ہی میں باندھ لیا تھا

تشنج از شیخ مدنی رضی اللہ عنہ کے معنی خطبہ اے امیر عظیم کے آتے ہیں۔ اور حال کو بھی شان کہتے ہیں مطلق اور حال کے معنی بھی آتے ہیں۔ اس جگہ شان کے معنی امور مقصودہ بالذات ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں مسجد میں داخل ہونا مقصود بالذات نہیں وضو کرنا مقصود بالذات ہے۔ استنجا کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے تو جو امور محمہ تھے ان میں آپؐ تین کو محبوب سمجھتے تھے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ کبھی اضافہ کی وجہ سے اس کی اہمیت اعتبار کی جاتی ہے جیسے غلام سلطان حاضر تو ایسے جس امر کا انتساب آپؐ کی طرف ہوگا۔ ان سب میں تین پسندیدہ ہوگا۔ اور جو کسی ضرورت کی بنا پر ہیں ان میں تین ضروری نہ ہوگا اور ایک حقیر انسان کی طرف نسبت کرنے میں حقارت پیدا ہوتی ہے تو جن امور کی نسبت آپؐ کی طرف کر دی گئی۔ ان کے اندر عظمت ہوگی۔

باب التَّيَاسِ الْوُضُوءِ إِذَا حَاطَتْ الصَّلَاةُ وَقَالَتْ عَمِيئَةٌ حَضَرَتْ الصَّبِيُّ
فَالْتَمَسَ الْمَاءَ فَلَوْ يُوْجَدُ فَانْزَلَ التَّيْمُومَ -

ترجمہ، باب ہے اس بارے میں کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو پانی تلاش کرنا اور عاشرہ نہ فرماتی ہیں کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پانی تلاش کیا گیا تو نہ ملا بس تیمم کا حکم نازل ہوا۔

حديث نمبر ۶۶۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرْسَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَ صَلَوةُ الْغَصْرِ فَأَتَمَسَى النَّاسُ أَلْوَهُوهُ فَلَئِمَجِدُوا فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُؤُوسِهِمْ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ الْإِنَاءِ يَدَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَنْوُضُوا مِنْهُ قَالَ قَوَّأَيْتُ

الْمَاءُ يَنْجَعُ مَنْ تَحْتَهُ أَصَابِعُهُمْ حَتَّى تَوْضَأَ وَأَمِنْ عِنْدَ الْخِصْمِ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے پانی ڈھونڈ لیا جو نہ ملا۔ تو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے تھوڑا سا پانی لا یا گیا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پانی کو دیکھا کہ وہ آپ کی انگلیوں کے نیچے سے اُبل رہا ہے یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا۔

تشنہ بچہ از شیخ زکریا میرے نزدیک اس کی مناسبت یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے مفہولات کو یکجا کر دیا۔ چنانچہ غسل الوجه، غسل الرجلین سب بیان کر چکے۔ کیونکہ ان میں پانی کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے بخلاف مسح کے کہ اس میں تھوڑا سا پانی کافی ہے۔ کیونکہ غسل اساتہ الماء کو کہتے ہیں۔ اور مسح اصابتہ الماء کو اور اصابتہ چند قطروں سے بھی حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے التماس الماء کو مفہولات کے بعد ذکر فرمایا۔ مسوحات کے بعد نہیں رکھا کیونکہ وہاں اتنی ضرورت نہیں۔ التماس ماکا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہیں کسی جگہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہاں پانی نہیں ملا۔ تو حنفیہ کے نزدیک التماس المأذوری نہیں۔ اور حضرت امام شافعیؒ کے یہاں وقت نماز داخل ہونے کے بعد تلاش کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہیں سے مل جائے اور یہی امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں پہلے سے معلوم ہے کہ یہاں پانی نہیں ہے تو پھر کیا ضرورت ہے۔ تلاش میں وقت ضائع ہو گا۔ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرْتُ الْبُحْرَ يَوْمَ هَارِ كُھو جانے والا واقعہ ہے اس سے امام بخاریؒ نے استدلال کیا کہ دیکھو وقت صلوٰۃ صبح کے بعد التماس کیا۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے اس کا بھی علم تھا کہ یہاں پانی نہیں ہے۔ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فِي الْبُحْرِ يَوْمَ هَارِ كُھو جانے والا واقعہ غزوہ حدیبیہ کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی گئی کہ ایک کنویں سے پانی لیا کرتے تھے۔ وہ بھی خشک ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی تلاش کروایا۔ تھوڑا سا کہیں سے مل گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں بد مبارک ڈال دیا۔ اور انگشتان مبارک سے پانی کا فوارہ اُبلنے لگا۔ صحابہ کرامؓ نے خود سیر ہو کر پیا۔ جانوروں کو پلایا اور مشکینے وغیرہ بھرنے۔ علمائے کبار نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے افضل ہے انہوں نے پتھر پر کڑی ماری۔ اور اس سے بارہ چشمے اُبل پڑے۔

اور تھہرے پانی نکلنا زیادہ عجیب نہیں کیونکہ پہاڑوں سے پانی نکلتا رہتا ہے۔ اور جتنے بلتے رہتے ہیں۔ البتہ گوشت سے پانی نکلنا زیادہ تعجب کی بات ہے، نوٹ! اتنا س ما کے مسئلہ میں امام بخاریؒ کا میلان امام شافعیؒ کے مذہب کی طرف ہے اس لئے ترجمہ الباب میں اذا حانت الصلوة کی قید لگائی ہے۔

باب الْمَاءُ الَّذِي يُغْسَلُ بِهِ شَعْرُ الْإِنْسَانِ وَكَانَ عَطَاءٌ لَهَا يَرَى بِهِ بَأْسًا أَنْ يُتَّخَذَ مِنْهَا الْخَبِيرُ مَطْوً الْجِبَالُ وَ سُورًا لِكَلَابٍ وَ مَمَرًا فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ إِذَا قِيلَ لَكَ رَأَى رَأَى لَيْسَ لَهُ وَ هُوَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي حَسَنٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا مِنْ هَذَا مَاءٍ وَ فِي النَّفْسِ مِنْهُ شَيْءٌ يَتَوَضَّأُ بِهِ وَ يَتَيَمَّمُ بِهِ.

ترجمہ: باب ہے اس پانی کے بارے میں جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں حضرت عطاء بن انسانی بالوں سے تاگے اور رسیاں بنانے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد سے گزرنا سب جائز ہیں حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جب کتا کسی برتن سے پانی پی جائے اور اس پانی کے علاوہ اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے وضو کر سکتا ہے حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ فقہ تو یہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب تم پانی نہ پاؤ تو تمیم کرو۔ یہ کتے کا جھوٹا پانی تو ہے لیکن دل میں اس کے بارے میں شک ہے۔ لہذا اس پانی سے وضو بھی کرے اور تمیم بھی کرے جیسا کہ ما مشکوک کا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۶ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَلَفِيُّ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدَةَ عِنْدَ نَامِثٍ شَعْرًا لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَنَاهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ مِنْ قَبْلِ أَهْلِ الْأَنْبِيَاءِ قَالَ لَا تَكُونِ عِنْدِي شَعْرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

ترجمہ: حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہؒ سے کہا کہ ہمارے پاس جناب نبی اکرم صلم کے بال مبارک ہیں جو ہیں حضرت انسؓ خادم رسول اللہؐ یا اس کے خاندان کی طرف سے پہنچے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس حضور اکرمؐ کے بالوں میں موجود ہونا یہ دنیا اور مایہا سے زیادہ پسندیدہ ہے تشریح: از شیخ مدنیؒ مصنف مسند مباح میں امام مالکؒ کے ساتھ ہیں کہ اما طہود لا ینجسہ شیئ الا ما غلب ریحہ و لوفہ و طعمہ اوقال کسی باب میں اگر مراحۃ کہدے گا۔ مگر یہاں سے اس کی تہمید ڈالنا چاہتے ہیں۔ میت کا بال خواہ وہ میت شہید ہو یا اپنی موت مرا ہو بحت اس میں ہے

کہ آیا میت کے اجزاء پاک ہیں یا نہیں۔ اخاف فرماتے ہیں کہ ایسے اجزاء جن میں حیات حلول نہیں کرتی۔ مثلاً بال۔ سینک بڑی ناخن وغیرہ یہ سب پاک ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر انسانی بال کسی پانی میں پڑ جائے تو وہ پانی ناپاک ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ بال میت کا ہوگا۔ مصنفؒ کوئی صریح بات نہیں کہتے عطا بن رباح کا قول نقل کرتے ہیں کہ ان بالوں سے تاگے اور رسیاں بانٹنا جائز ہے جس سے اس کی طہارۃ معلوم ہوتی ہے۔ اخاف فرماتے ہیں کہ جس میں دم (خون) حلول نہیں کرتا۔ وہ پاک ہے لیکن شعر انسان احرام کی وجہ سے ان سے کسی قسم کا نسخ حاصل نہیں کرنا چاہیے۔ مصنفؒ امام بخاریؒ سورکلب کو بھی پاک کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر کتا برتن سے پانی پی جائے اور کوئی پانی نہیں ملا۔ تو اس سورکلب سے وضو کیا جاسکتا ہے اس طرح کتوں کا مسجد سے گزرنا جائز ہے یہ سب مسائل مصنفؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے اور اس کے بعد امام زہریؒ کا فتویٰ نقل کیا جس کی تائید سفیان ثوریؒ نے کی۔ وفي النفس منه شئیی یعنی اس کو مائینہ سے تو نہیں نکالا جاسکتا۔ مگر بعض امدادیت سے ہمارے قلب میں شبہ پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ ناشکوک کے حکم میں ہوا۔ ایسے پانی سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے اس کے بعد دو حدیثیں ذکر کرتے ہیں پہلی حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نبی اکرمؐ سلم کے بال کی قدر و شرف اس قدر ہے کہ دنیا اور مایہا سے بڑھی ہوئی ہے۔ اگر پانی ناپاک ہوتا تو اس قدر قدر و منزلت کیسے ہوتی۔

تشیخ از شیخ زکریا ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہے کہ جس پانی سے بال دھوئے گئے ہوں۔ وہ پاک رہتا ہے یا نہیں۔ یہاں اس باب کے اندر بھی اشکال ہے کہ التماس المائے کے بعد کیا مسئلہ شروع کر دیا۔ شراح نے فرمایا ہے کہ چونکہ التماس المائے ذکر فرمایا تھا۔ اس لئے پانی کے اور مسائل بھی ذکر کر دیتے مگر میرے نزدیک یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ التماس المائے کی روایت میں گذرا ہے کہ حضور اکرمؐ سلم نے برتن میں ید مبارک ڈالا تھا۔ اور اس سے پانی اُبلتا تھا۔ اور انھیلوں میں بال ہوتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ فرمانے کے واسطے کہ جس پانی میں بال پڑ جاوے وہ پاک ہے یا نہیں۔ یہ باب باندھ دیا۔ اس میں ائمہ ثلاثہ اور امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ پاک ہے اور حضرت امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ پانی ناپاک ہے۔ وکان عطاء لا یبوی معہ ما من معلوم ہوا کہ وہ پانی جس میں بال ہو اگر نجس ہوتا تو اس سے انتفاع کیوں حاصل کرتے۔ امام زہریؒ کے نزدیک اگر اس کے علاوہ دوسرا پانی موجود ہے تو یہ پانی ناپاک ہے اس سے وضو جائز نہیں۔ اگر دوسرا پانی موجود نہیں تو وہ پاک ہے اس سے وضو

کرنا جائز ہے۔ اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک یہ پانی مشکوک ہے۔ لہذا تیمم اور وضو دونوں کرے۔ لان تکون عندی شعبة الخ ترجمہ الباب کا ثبوت اس جملہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایک ناپاک چیز دینا و آخرت سے زیادہ محبوب کس طرح بن سکتی ہے۔

وسودا کلاب ممتو صافی المسجد یہ کوئی مستقل باب نہیں بلکہ چونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک سبک ایک حکم ہے۔ لہذا جب بال کی طہارت کا حکم بیان کیا تو سورا کلب کی طہارت کو ذکر فرما دیا۔ کیونکہ امام بخاریؒ کے نزدیک پانی کی نجاست کا مدار تغیر اور عدم تغیر پر ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مذہب ہے۔ اگر تغیر ہو تو ناپاک ورنہ پاک ہے۔ اور شعور کے گرنے سے تغیر نہیں ہوتا اسی طرح دلوغ کلب سے بھی تغیر نہیں ہوتا۔ لہذا جب وقوع شعور سے ناپاک نہیں ہوتا تو دلوغ کلب سے بھی ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی مناسبت سے شعور کے بعد دلوغ کلب کا ذکر فرما دیا سنا سوز کلب میں علما کے چار مذہب ہیں۔ ایک ائمہ ثلاثہ جہولہ کا کہ برتن اور پانی دونوں ناپاک ہیں۔ اور دوسرا مالکیہ اور ظاہریہ اور امام بخاریؒ کا کہ پانی پاک ہے۔ اور برتن کے دھونے کا حکم تجدیدی ہے۔ اور تیسرا مذہب امام زہریؒ کہہ ہے کہ پاک ہے بوقت الضرورة اور چوتھا سفیان ثوریؒ کا مذہب ہے کہ پانی مشکوک ہے۔ لہذا وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔ وقال سفیان هذا انفقه بعینہ یعنی امام زہریؒ نے جو فرمایا وہ عین فقہ کی بات ہے کیونکہ تیمم کا حکم عدم وجدان مائے صورت میں ہے مگر چونکہ سور کلاب کی روایات اس کے معارض ہو رہی ہیں۔ لہذا طبیعت میں اس کی جانب سے شک ہو رہا ہے۔ لہذا تیمم اور وضو دونوں کرے۔ لان تکون عندی شعبة منه الخ اس سے امام بخاریؒ نے طہارت شعرہ پر استدلال کیا ہے کہ کیا ناپاک چیز بھی قابل تنہا ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں

حدیث نمبر ۱۶۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَا حَلَقَ رَأْسَهُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ۔

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اپنے سر کے بال منڈواتے تھے تو حضرت ابو طلحہؓ پہلے شخص ہوتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال لے لیتے تھے۔

مستخرج از شیخ مدنیؒ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے تخلیق فرمائی اور ان بالوں کو تقسیم فرمایا۔ تو اگر بال ناپاک ہوتے تو آپؐ تقسیم کیوں کرتے۔ اگر شہ ہو کہ شوافع رحمہ کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں نجاستہ کا فتویٰ دوسرے لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن اشکال یہ ہے کہ آیا شوافعؒ آپؐ کا استثنا کرتے ہیں یا نہیں

چنانچہ علامہ عینیؒ کو اس بات پر بہت غصہ آیا کہ شوافعؒ اتنے گستاخ ہیں کہ آپ کے بال مبارک کو نجس کہتے ہیں۔ جس پر شوافعؒ علامہ عینیؒ کی قبر پر جا کر پیشاب کرتے تھے۔ اور علامہ عینیؒ کے جوتے میں شیخیں کا نام لکھ کر رکھ دیا اور ان کو رافضی کہا کرتے تھے۔ اور کراچی کہتا ہے کہ شنافیہ لڑکی سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ یہ لوگ مرتد ہیں۔ الحاصل مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جو حکم بقیۃ الناس کے بالوں کا ہے وہی حکم آپ کے بالوں کا بھی ہے۔ جیسے اور لوگوں کا بول و ہوا زنا قضا و ضمہ ہے ایسے آپ کا بول و ہوا بھی ناقض ہے۔ ابھی تک مصنفؒ نے باب کو ختم نہیں کیا۔ لیکن کبھی مصنفؒ باب کے بعض اجزاء کو ثابت کرنے کے لئے مستقل باب درمیان میں لایا کرتے ہیں۔ تو یہاں بھی مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہم سورکلب کی طہارت کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم بھی دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر تعبدی ہے تو اذا شرب الکلب فی الخلاء کا باب تھا آگیا۔ اس کے بعد تین اشیا۔ کو احادیث سے ثابت کرتے ہیں

فتشیح از شیخ ذکر کیا کان ابو طلحہ اقل من اخذ من شعورہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب سر منڈوایا تو سب سے پہلے موتے مبارک حضرت ابو طلحہ کو دیئے۔ انہوں نے پلورنبرک کے صحابہؓ کے درمیان تقسیم کئے۔

باب اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْخَلَاءِ۔

ترجمہ باب ہے کہ جب کتا برتن سے پانی پی جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي الْخَلَاءِ أَحَدُكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعًا۔

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پی جائے تو اسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے۔

فتشیح از شیخ ذکر کیا۔ یہ باب امام بخاریؒ نے پلور باب فی الباب کے یہاں ذکر فرما دیا اور بالاعتلال اہمیت کی وجہ سے ذکر فرما دیا۔ فی حد ذاتہ یہ کوئی مستقل باب نہیں ہے۔ باب سابق میں گزر چکا ہے اذا شرب الکلب فی الخلاء احذکو الخ روایات اس بارے میں مختلف ہیں کسی میں سات مرتبہ کسی میں عقود فی الثلثۃ بالتراب کہ آٹھویں دفعہ مٹی سے مانجو۔ اور کسی میں تین مرتبہ۔ اسی اعتبار سے مذاہب آئمہ بھی مختلف ہو گئے۔ حنفیہ کے نزدیک جن طرح اور نجاستیں تین بار دھولے سے طہر ہو جاتی ہیں اسی طرح

دلوخ کلب بھی تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ رہ گئیں سات اور آٹھ مرتبہ دالی روایات تو اخاف
اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کلب کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مختلف ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ چار کلب
کا واقعہ پیش آیا تو آپ نے سارے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں
کہ اگر باہر سے کوئی کتا آجائے تو ہم اسے بھی قتل کر دیتے تھے۔ پھر تخفیف ہوئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
اقتلوا الاسود البہیم کالے بھجکے کو قتل کرو۔ اور تخفیف ہوئی تو فرمایا وعلی ولکلاب یعنی مجھے کتوں
سے کیا غرض ہے اسی طرح ان کے سور کا حکم ہے۔ بالکل ابتدا میں جبکہ کتوں کے قتل کرنے کا حکم تھا۔ تو یہ
بھی حکم تھا کہ ان کا جھوٹا آٹھ مرتبہ دھویا جائے اس کے بعد اقتلوا الاسود البہیم کے زمانے میں سات
مرتبہ دھونے کا حکم ہوا۔ اور پھر مالی ولکلاب کے بعد تعصیب فی الثمانہ کا حکم ہے کہ آٹھویں مرتبہ مٹی سے
مانجنا چاہیے کیونکہ بہت ممکن ہے راوی نے دو الگ الگ زمانے کے احکام کو یکجا کر دیا ہو نیز حضرت ابو ہریرہؓ
جو سات مرتبہ دھونے کے راوی ہیں خود ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہیں مرتبہ دھونے کا ہے

حدیث نمبر ۱۶۰۰ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي مُوَيْتَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَلَبًا يَأْكُلُ الْتَرَى مِنَ الْعُطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ نُفْعَةً فَجَعَلَ يُغْرِفُ لَهُ بِهِ
حَتَّى أَذْوَاهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَأَخَذَهُ الْجَنَّةُ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَيْبَةَ كُنَّا ابْنِ أَبِي يُونُسَ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَمَّادُ بْنُ عَدِيدٍ أَنَّ اللَّهَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَتْ الْكَلَابُ تُقْبَلُ
وَتُذْبَرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ نَوَافِيسُ
شَيْئًا مِمَّنْ ذَلِكُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی ایک ایسے کتے
کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے ترمٹی کو کھا رہا تھا۔ تو اس آدمی اپنا موزہ اتارا اور اس کے ذریعہ ٹھوڑا ٹھوڑا
پانی نکال کر اسے سیر کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے جزا دی کہ اسے جنت میں داخل فرما دیا اور حضرت عبد اللہ
بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد نبوی کے اندر آتے جلتے تھے لیکن لوگ
ان میں سے کسی چیز کو نہیں دھوتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فاخذ الرجل خفه اس سے مصنف استدلال علی طہارۃ سور کلب
کرتے ہیں کہ اگر سور کلب نجس ہوتا تو یہ شخص اپنے موزے میں پانی نہ پلاتا ورنہ خف بھی نجس ہوتا۔ حالانکہ

باری تعالیٰ اس کو جزائے ہے ہیں۔ کہ اسے جنت میں داخل کریں گے۔ اگر شبہ ہو کہ یہ تو شرائع من قبلنا میں سے ہے تو کہا جائے گا کہ شرائع من قبلنا قابل احتجاج ہوتے ہیں جبکہ ان کی مخالفت نہ ہو اگر یہ احتمال پیدا کیا جائے کہ ممکن ہے بے نمازی ہو یا کوئی برتن پاک نہ ہو۔ اس لئے ایسا کیا گیا تو یہ احتمالات بعیدہ ہیں جنہیں مصنف نہیں ملتے اس کے بعد ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ مسجد نبویؐ میں کتے آئے جاتے تھے۔ اگر ان کا عرق و بدن نجس ہوتا تو پھر مسجد نجس کیوں نہ ہوتی اور اسے کیوں نہ دھویا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ فَخَذَ الرَّجُلُ خُصْعَ امَامِ بَخْرِيِّ طَهَارَتِ سَوْرَةِ الْكَلْبِ بِرِاسْتِدْلَالِ فَرَمَاتے ہیں کہ بھلا کوئی اپنے خوف کو ناپاک کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بھلا کوئی اپنے خوف کی نجاست کے خوف سے یوں ہی اس کو مرنے دے گا۔ سماعت الکلاب تفہیل وتدبوا لم یس نے کہا کہ یہ مستقل باب نہیں ہے۔ بلکہ باب فی الباب ہے اس لئے اب دو خطبائوں سے نجات مل گئی۔ ایک تو یہ کہ باب سابق ہیں سورۃ الکلاب اور مہر صافی المسجد ذکر فرمادیا اور اس کی کوئی روایت ذکر نہیں کی اور دوسرے یہ کہ اس روایت میں شرب کلب کا کوئی ذکر نہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے سورۃ کلب کی طہارت پر اس طرح استدلال کیا ہو کہ اگر یہ سورۃ کلب ناپاک ہوتا تو مسجد کو ضرور دھویا جاتا اور جب نہیں دھونے تھے تو معلوم ہوا کہ ظاہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ کتوں کے آنے جانے سے مسجد ناپاک نہیں ہوتی بلکہ اس کا باب ناپاک ہے۔ آنے جانے سے اس کا کیا تعلق؟ اور اس روایت کے اندر بتول کا ذکر نہیں ہے کہ کتے پیشاب کرتے تھے۔ اور جہاں بتول کا لفظ ہے وہاں اس کا جواب بھی آجائے گا اور یہ لفظ ابوداؤد کی روایت میں آتا ہے مجھ کو تو کوئی اشکال نہیں بلکہ یہ تو میرا استدلال ہے اس بات کے اندر کہ پیشاب خشک ہو جانے کے بعد زمین ظاہر ہو جاتی ہے زکاة الارض بیدسھا زمین کا سوکھ جانا اس کی طہارت کا باعث ہے

حدیث نمبر ۱۱۰۱ حَدَّثَنَا حَقْمَةُ بْنُ عُمَرَ الْحَمْدِيُّ عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُنْسِلَتْ كُلِّبُكَ الْكَلْبُ فَقَتَلْ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلْتَ فَلَا تَسْأَلْ كُلَّ فَرَانَمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ قُلْتُ أُرْسِلُ كُلِّي فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا أَحَرَّ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتُ عَلَى كُلِّبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كُلِّي أَحَرَّ۔

ترجمہ، حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرمؐ سے شکاری کتے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تو اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑے اور وہ شکار کو مار ڈالے تو تم اس شکار کو کھا سکتے

ہو اگر وہ خود کھالے تو تم نہ کھاؤ۔ کیونکہ اسے اس نے اپنے لئے روکا ہے۔ میں نے دوبارہ عرض کی میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں تو اس کے ساتھ دوسرا کتا مل جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا نہ کھاؤ اس لئے کہ تم نے تو اپنے سداہنے ہوئے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اس دوسرے کتے پر تو نہیں پڑھی۔

فتنیج از شیخ مدنی کہ کتے کے شکار کئے ہوئے کے کھانے کی اجازت دی گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا سورہ عرق وغیرہ سب پاک ہیں اس لئے امام مالکؒ اس کے کھانے کی اجازت دیتے ہیں اور مالکیہ خوب دعوتیں کرتے ہیں مگر یہ دلائل کافی نہیں کیونکہ عدم ذکر سے ذکر عدم لازم نہیں آتا۔

فتنیج از شیخ زکریا اذا ارسلت کلبک الملعون الخ یہ مسئلہ کتاب الصید والذباہ کا ہے اجمالی صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ کلب معلوم کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اس نے جا کر شکار مار لیا تو اس کا کھانا جائز ہے بشرطیکہ خود کتے نے اس شکار میں سے نہ کھایا ہو۔ اگر کھایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کلب معلوم نہیں ہے اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ جب کتے کا شکار جائز ہے تو معلوم ہوا اس کا سور بھی طہر ہے ورنہ کھانا کیونکر جائز ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ کھانا جو جائز قرار دیا گیا ہے۔ وہ گوشت کا ہے نہ کہ اس جگہ کا جہاں سے کتے نے دانت لگایا۔ اگر دانت لگے گوشت کا کھانا بھی جائز ہو۔ تو روایت پیش کریں قلت ارسلت کلبی الخ یہ اور مسئلہ ہے اس کی تفصیل تو کتاب الصيد آئے گی۔ اجمالی مسئلہ یہ ہے کہ کلب معلوم بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اور اس کے ساتھ کوئی اور کتا لگ گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں اس لئے کہ بسم اللہ تو صرف اپنے کتے پر پڑھی گئی ہے اور یہ پتہ نہیں کہ کس کتے نے قتل کیا لہذا علت و حرمت کا اجتماع ہو گیا پس حرمت راجح ہوگی۔ مغفرت والی روایت کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ کسی شے کا موجب ثواب ہونا امر آخر ہے۔ اور اس کا حکم دوسری حیثیت سے دوسرا ہو سکتا ہے مثلاً عرق اور غرق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت قرار دیا ہے تو یہ دونو موجب ثواب ہیں لیکن دوسری حیثیت سے ان کا حکم دوسرا ہے۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونو سے پناہ مانگی ہے تو معلوم ہوا ان کی دو حیثیتیں ہیں۔ اور ہر حیثیت کا حکم الگ الگ ہو گا۔ ایسے ہی اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے والدین اس کو انارشہ کے لئے آواز دیں تو اس پر نماز کے اندر ہی اجابت واجب ہے لیکن اس کی نماز اجابت سے فاسد ہو جائے گی۔ یہاں بھی دو حیثیتیں ہیں ایسے ہی سور کلب کی دو حیثیتیں ہیں اور ہر حیثیت کا حکم الگ الگ ہو گا۔ ایک حیثیت سے اگر وہ موجب مغفرت بن جائے تو دوسری حیثیت سے وہ ناپاک بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایک جواب اس کا یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس حدیث

سے یہ کہاں ثابت ہو کہ اس رجل نے اس موزے سے پانی پلایا ممکن ہے کہ کوئی گواہ وغیرہ ہو اور اس کے اندر پانی جمع کیا ہو اور اگر موزے سے پلایا بھی ہو تو یہ کہاں ہے کہ پھر اس کو اس نے پاک نہیں کیا۔ اگر پاک نہیں بھی کیا ہو تو یہ حدیث میں کہاں ہے کہ اس موزے سے اس نے نماز پڑھی تو جب اس قدر احتمالات ہیں۔ تو عدم نجاست پر استدلال کیسے صحیح ہوگا۔

باب مَنْ لَغَوِيَ الْوُضُوءَ رَأَى مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبْلَ وَالذُّبْيَا تَرْجَمُ بَابُ
 اس شخص کے بارے میں جو مخرجن میں سے نکلنے کے علاوہ اور کسی چیز سے وضو کو ناقض نہیں سمجھتے۔ يَقُولُ لَهُ تَعَالَى أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكَ مِنَ الْغَائِطِ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو تم میں سے جو شخص پاخانہ کرے۔ وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبْرِهِ الدُّوْدُ أَوْ مِنْ ذَكَرِهِ كَفَحُوهُ الْقَمَلَةَ يُعِيدُ الْوُضُوءَ حضرت عطاء تابعی اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس کی دبر سے کیڑا نکلے یا اس کے آنہ تاسل سے کوئی جوں نکلے تو وضو کو نہ لوٹاتے۔ وَقَالَ جَابِرٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِذَا مَحَضَكَ فِي الصَّلَاةِ أَعَادَ الصَّلَاةَ وَلَوْ يُعِيدُ الْوُضُوءَ حضرت جابر عبد اللہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص نماز میں منہس پڑے تو وہ نماز کو لوٹاتے وضو کو نہ لوٹاتے۔ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّ أَخَذَ مِنْ شَعْرَةٍ أَوْ أَظْفَارٍ أَوْ خَلَعَ شُفْيَاهُ خَلَا وَصَوَّءَ عَلَيْهِ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد اگر کسی شخص نے بال یا ناخن کاٹ لئے یا موزے اتار لئے تو اس پر دوبارہ وضو نہیں ہے وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَوْ وَضُوءٌ رَأَى مِنْ حَدِيثٍ اور حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ وضو حدیث سے ہو تلہے معنی سہیلین سے خارج ہو۔ وَجِدْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَنَاقِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرَمَى نَجَسًا يَسْهُو فَلَوْ خَلَعَهُ الدَّمُ خَرَجَ وَسَجَدَ وَمَضَى فِي صَلَاتِهِ۔ حضرت جابر سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم صلیم غزوہ ذات الرقاع میں تھے ایک آدمی کو تیر لگا جس سے بہت خون بہا تو اس نے رکوع کیا۔ اور سجدہ کیا اور اپنی نماز میں چالو رہا وَقَالَ الْحَسَنُ مَا قَالَ السُّلَمِيُّ لَا يُصَلُّونَ فِي جَوَاحِرِهَا تَهْمُو۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے مسلمان زخموں میں نماز پڑھتے رہے ہیں۔ وَقَالَ طَاوُسٌ وَنَحْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَآهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِي الدَّمِ وَضُوءٌ حضرت طاووس محمد بن علی عطاء اور اہل الحجاز فرماتے ہیں کہ خون نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں ہے۔ وَعَصَوْنَا ابْنَ عُمَرَ بِشَرْكَهُ فَخَرَجَ مِنْهُمَا دَرَفْلُوهُ يَتَوَضَّعُ حضرت عبد اللہ

بن عمرؓ اپنی پھنسی کو سچوڑا تو اس سے خون نکلا جس پر انہوں نے وضو نہیں کیا وَ بَزَفَ ابْنُ أَبِي أَوْفَى
دُمًا مَضْمُضًا فِي صَلَاتِهِ۔ حضرت ابن ابی اوفیٰ نے خون قھوکا پس اپنی نماز میں چالو رہے وَقَالَ
ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيمَا اخْتَبَعَهُ كَيْسٌ عَلَيْهِ رَأَاهُ غَسَلَ مَجْمَعًا۔ حضرت ابن عمر اور
حسن بصری فرماتے ہیں جس نے پھنسنے کو لے تو اس پر سوائے کچھنے کی جگہ دھونے اور کچھ نہیں۔

حدیث نمبر ۷۲۷۱ اَحَدُ ثَنَاءِ اَكْبَرُ بَنُ أَبِي رِيَّاسٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولُ الْعَبْدُ فِي صَلَاتِهِ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ
عَالَمًا يُعَدِّتُ فَقَالَ رَجُلٌ أَتَجِدُ مَا لَمْ يَكُنْ يَأْتِي أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ يَعْنِي الْقُطْرَ
ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ نماز
میں رہتا ہے جب تک کہ وہ مسجد میں نماز کی انتظار کرتا رہتا ہے۔ جب تک بے وضو نہ ہو ایک عجی آدمی
کے کہلے ابو ہریرہؓ حدیث کیا چیز ہے فرمایا آواز والی ریح یعنی گوز (پاد)

تشریح از شیخ مدنیؒ لواقض وضو کے متعلق امام مالکؒ اور اہل ظواہر کا مسک یہ ہے کہ سبیلین
قبل۔ (دبر) کے علاوہ کسی جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ
ماخوذ من السبیلین کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں اور غیور ماخوذ من السبیلین کو بھی ناقض
کہتے ہیں۔ امام صاحب دم سائل اور خفی مدعا لغو کو ناقض قرار دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ مس رآة
اور مس ذکر کو بھی ناقض کہتے ہیں۔ امام مالکؒ ان میں سے کسی کو ناقض نہیں کہتے امام بخاریؒ کا مسک بھی
امام مالکؒ کے مسک کی طرح ہے۔ جیسے سور کلب میں انہوں نے امام مالکؒ کے مسک کو اختیار کیا۔ اور
استدلالات ہمیشہ کہتے ہیں۔ مخربین سے کسی چیز کا خارج ہونا حکماً یا حقیقتاً اس طرز نوم طویل بھی امام مالکؒ کے نزدیک
ناقض۔ مس رآة بالشموع اور مس ذکر بالشموع کے بھی ناقض ہونے کے قائل ہیں۔ کیونکہ
مخطئہ خروج من احد السبیلین ہے۔ استدلال قول باری تعالیٰ ہے کہ محجی من الغائط حدث
ہے۔ اور لا مستم النساء میں مس حدث اکبر سے کیا یہ ہے۔ شرح فرماتے ہیں۔ کہ قول باری تعالیٰ سے مصنفؒ
کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ اس میں کوئی حصہ نہیں اور ترجمۃ الباب میں حصہ ہے۔ لیکن کہا جائے گا کہ
جب دو چیزوں میں تلازم پایا جائے۔ تو ایک کا ذکر کر کے دوسرے کا ارادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہاں پر دو چیزوں
میں تلازم نہیں بلکہ ماخوذ من السبیلین مراد ہے۔ کیونکہ محجی من الغائط کے حقیقی اور مطابق معنی مراد

نہیں بلکہ التزائم معنی مراد ہیں اور معنی التزائم ماخوذ من السبیلین کے بغیر محقق نہیں ہو سکتے تو معنی ہے
 اذا حدثتم حدث الا صغارا ولا مستم النساء کنا یہ ہے۔ حدثتم حدث الا کبوا اور کنایہ کے
 لئے تلازم ضروری ہے خواہ حقیقی ہے یا کلمی۔ اور معنی التزائم تبہ لئے جاسکتے ہیں جبکہ مشیئین میں وجود آیا
 عدم کوئی تعلق ہو۔ لہذا نظر شرع کے اعتبار سے ان میں تلازم ہوا جس سے معلوم ہوا کہ غیر ماخوذ من
 السبیلین ناقض نہیں ہے۔ امام بخاریؒ کا مسلک قال عطاء الخ کھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ماخوذ
 من السبیلین میں معتاد کی قید نہیں لگاتے۔ یعنی ماخوذ من السبیلین ناقض ہے خواہ معتاد ہو
 یا غیر معتاد۔ اس میں مصنفؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے موافق معلوم ہوتے ہیں۔ ضحک دندان سفید
 نکلنے کو کہتے ہیں۔ یہاں پر حضرت جابرؓ کا فتویٰ کہ ضحک ناقض وضو نہیں ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ یہ ہے
 کہ قہقہہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ اور ناقض وضو بھی ہے۔ حضرت جابرؓ کا فتویٰ احناف کے مخالف نہیں اس
 لئے کہ احناف بھی ضحک کو ناقض نہیں کہتے۔ اگر یہاں حدیث میں قہقہہ کا لفظ ہوتا تو پھر احناف کے خلاف
 تھا۔ اور قہقہہ بھی وہ ناقض ہے جو بالغ کا ہو سچی کا قہقہہ نہ ناقض وضو ہے اور نہ ناقض صلوٰۃ ہے قال
 الحسن الا اخذ شراخذ اطعمہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن خلع خنثین میں امام صاحبؒ کے نزدیک وضو منقض
 ہو جاتا ہے حسن بصریؒ اس کو ناقض نہیں کہتے اور امام صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد اگر خلع
 خنثین ہو۔ تو ناقض نہیں البتہ اگر حدث کے بعد خلع ہو تو ناقض ہوگا۔ امام حسن بصریؒ نے مطلقاً خلع خنثین کو ناقض
 نہیں کہا۔ اگر یہ ان کا مذہب ہو تو امام صاحبؒ پر حجۃ نہیں اس لئے کہ وہ تابعی ہیں اور امام صاحبؒ فرماتے
 ہیں ہم رجال دغین رجال۔

و ید کو عن جابرؒ اس اثر سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دم ناقض وضو نہیں ہے
 یہ امام صاحبؒ اور ان کے موافقین پر حجۃ ہے۔ لیکن مصنفؒ کو اس روایت کی صحت پر اعتماد نہیں اس لئے
 ید کر کے الفاظ ضعف سے بیان کرتے ہیں۔ یہ روایت ابوداؤد میں ہے اور شراح ابی داؤد خود اس سے
 استدلال کرنے میں متوجہ ہیں۔ خطابی اور نووی وغیرہ نے ایسے کہا ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ دم مفسوح کو ناقض
 وضو نہیں کہتے۔ اور دم مفسوح کو نجس کہا خطابی فرماتے ہیں کہ اگر زخم سے خون ایسے نکلا کہ اس سے
 بدن اور کپڑا ملوث نہیں ہوا۔ پھر تو استدلال ہو سکتا ہے۔ مگر یہ عادت کے خلاف ہے۔ نیز اس میں آپ نبی
 اکرم صلیم کا مطلع ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر اطلاع ہوتی تو آیات نے ایسی نماز کو جائز رکھا یا نہیں یہ سب

اجتہال ہیں۔ قال المحقق ما زال المسلمون اس فتویٰ سے استدلال کیا کہ دم ناقض وضو نہیں تو کہا جائے گا کہ اولاً یہ لازم نہیں کہ جرح سے جو خون نکلے مکہ پہنچا ہوا جاتی ہے جس سے خون جم جاتا ہے۔ اگر دم نکلے بھی تو صاحب جرح صاحب اعذار میں سے ہوگا۔ اور اعذار بالاتفاق ناقض وضو نہیں ہیں تو استدلال قائم نہ ہوا۔ اور قال طائوس اللہ سے مقام استدلال میں اقوال ائمہ کو پیش کرتے ہیں۔ مگر کہا جائے گا کہ آیا اس دم سے دم سائل مراد ہے۔ یا غیر سائل اگر دم سائل مراد ہو تو یہ ان کا اپنا مذہب ہوگا جو احناف پر حجتہ نہیں ہو سکتا۔ اگر غیر سائل ہو تو کوئی خلاف نہیں۔ احناف ابن ماجہ کی روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ دم سائل اور قبیہ وغیرہ ناقض وضو ہیں۔ بلکہ بمعنی پھنسی فخنخ منہا دم مگر دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ دم خود نکلا ہے یا نکالا گیا ہے۔ اگر نکالا گیا ہے تو وہ بالاتفاق ناقض نہیں۔ یہی قول عندا لحناف مختار ہے کہ اگر نکالا نہ جاتا تو موضع جرح سے وہ خون تجاؤ نہ کرتا۔ ابن قبا بن ابی اوفی احناف تھوک کے ساتھ خون نکلنے کو مطلقاً ناقض نہیں کہتے۔ بلکہ جب خون تھوک پر غالب ہو۔ اور ابن عمرؓ اور حسن بصریؒ کا فتویٰ کہ لبیس علیہ الاغسل محاجہ اس سے استدلال نام نہیں اس لئے کہ اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے تو وہی جگہ دھوئی جائے تو کوئی خلاف نہیں۔ حدیثنا آدم بن ابی اباس یعنی الفراط چونکہ حالت صلوٰۃ پر عموماً یہی پیش آتا ہے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ چونکہ وضو کا ذکر فرما رہے تھے اس لئے تبعاً لواقض کا ذکر بھی کر دیا۔ کیونکہ معظم وضو ہو چکا۔ صرف مسح رہ گیا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا کہ مسائل میں اصل اختلاف المناط ہوا کرتا ہے یہاں بھی مناط میں اختلاف ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک نقض وضو میں مناط خروج نجس ہے۔ کہیں سے بھی ہو لہذا پیشاب یا خا نہ کی طرح اگر خون بدن کے کسی حصہ سے نکل آدے تو وہ بھی ناقض ہوگا۔ اور شوائع کے نزدیک عجز جین ہیں اگر ان سے کوئی چیز نکل آئے تو وہ ناقض ہوگی۔ اگر سنگریزہ نکل جائے تو وہ بھی ناقض وضو ہوگا۔ اگرچہ اس پر نجاست نہ ہو۔ حضرات مالکیہ کے ہاں خروج معتاد بھی مخرجین کے ساتھ شرط ہے۔ لہذا اگر استی ضد ہو سلس البہل تو ان کے یہاں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ خروج معتاد نہیں اور شوائع کے ہاں ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ مخرج معتاد پایا گیا۔ امام بخاریؒ کا مذہب مناط میں شافعیہ کے قریب قریب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک مس ذکر اور مس مرآۃ اور مقہرہ وغیرہ ناقض نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سب مذاہب سے الگ ہے۔ وقال عطاء اللہ اس مسئلہ میں امام احمد خاص طور پر شوائع

کے ساتھ ہیں اور حملے ہاں تفصیل ہے۔ اگر اس پر تری ہو تو ناقض اگر خشک ہو تو ناقض نہیں اور مالک کے یہاں خروج معتاد نہ ہونے کے سبب ناقض نہیں ہے۔ چونکہ تاہی کا قائل ہے۔ اور امام صاحب تاجین کے مقابلہ میں ارشاد فرماتے ہیں حضور جال و تخت و جال کیونکہ امام صاحب نے خود تاجی ہیں۔ وقال جابر بن عبد اللہ اذا ضحک الخ یوں کہا گیا ہے کہ یہ اسخاف پر رد ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ہم پر رد نہیں ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ ناقض قہقہہ ہے نہ کہ ضحک یاں ضحک ہے۔ وقال الحسن ان اخذ من شعرة الخ اعترار سمہ کا مذہب یہی ہے کہ وضو ضروری نہیں لیکن بعض سلف حماد وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی بال ہلکا یا ناخن تراشے تو اس پر وضو ضروری ہے۔ خلع خضیہ پر مستقل کلام آئے گا۔ حایل اس کا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اگر خلع خضین کیا جائے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جب بھی جی چاہے۔ پیر دھولے یہی امام احمد کی ایک روایت ہے دوسری یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتے گا۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر فوراً دھویا تو نہ ٹوٹے گا ورنہ ٹوٹ جاتے گا کیونکہ ان کے یہاں موالات شرط ہے۔ دُھوی رجل بسهم یہ ایک غزوہ کا واقعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو پیر سے واسطے مقرر فرمایا جن میں ایک انصاری تھے دوسرے مہاجر تھے۔ دونوں نے آپس میں صلاح کی کہ آدمی رات ایک سوئے اور آدمی رات دوسرا بندا۔ مہاجر سو گئے انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کا آدمی آیا اس نے ان کو کھڑا دیکھ کر تیر مارا انہوں نے نکال کر پھینک دیا اور نماز میں مشغول رہے۔ اس نے دوسرا مارا اس کو بھی نکال دیا۔ اس نے پھر تیسرا مارا اس پر انہوں نے مہاجر تھے کہ جگادیا۔ فلما دای ما بالانصار من الہما اس سے امام بخاری نے استدلال کیا کہ وہ انصاری خون نکلنے کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ اس کا جواب یہ ہے جب خون نکلا تو ان کا بدن ناپاک ہو گیا پھر ناپاکی کے ساتھ کیا نماز ہوئی۔ لہذا یہ کہا جائے گا کہ ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ یا غایت استغراق میں پڑھتے گئے امام نووی نے فرمایا ہے کہ وہ خون دھار باندھ کر نکلا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر خون شرجح میں دھار سے نکل کر بدن سے الگ ہو کر گرتا ہے۔ تو آخر میں جب اس کا زور ختم ہوتا ہے تو وہ بدن پر ہننا شروع ہو جاتا ہے۔ اور مایہ من الہیاء تو خود امام نووی کی تاویل کے خلاف ہے۔ وقال الحسن ما زال المسلمون الخ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ زخموں کے ساتھ بھی نماز پڑھتا ہے۔ چھوڑ نہ بیٹھے اور جراحت کے ساتھ نماز پڑھنے سے یہ کہاں لازم آگیا کہ خون مفسوج سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ مسلمان پٹی باندھ کر وضو کر کے نماز پڑھتے تھے اس میں کیا استعجاب ہے۔ وقال طاقی الخ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب حضرات تاہی

ہیں۔ اور یہ ان کا مذہب ہے۔ اور ہمارے امام صاحبؒ بھی تائیدی ہیں۔ عصر ابن عمر اس کا جواب یہ ہے کہ کہ یہ افراج ہے خروج نہیں۔ قال الصوت یعنی الصراط یہاں اختصار ہے اور روایت سابقہ کا اندر فناء اور ضراط دونوں اس لئے ہیں نے کہا تھا کہ خصوص الفاظ کا اعتبار نہیں۔ زوائد کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ چونکہ اس سے قبل کے ابواب میں نجاسات ظاہریہ کا ذکر فرمایا تھا۔ سو کلب وغیرہ اس کی مناسبت سے اب نجاسات باطنیہ کا ذکر فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۳، اَحَدُنَا اَبُو الْوَلِيدِ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْحَرِفُ حَتَّى يَنْبَغَ صَوْتُنَا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز سے نہ پھرے جب تک آواز نہ سنے یا بو کو نہ پہلے اس روایت سے ماخوذ من السبیلین ثابت ہوا۔

حدیث نمبر ۴۴، اَحَدُنَا قَتِيبَةُ الْمَدَنِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ مَدَّ أَمْرًا فَاسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْنَا لِمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ فِيهِ الْوُضُوءُ الْمَرْغُوبُ۔

ترجمہ، حضرت محمد بن حنفیہ رو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں کثیر الذی فتنص تھا۔ مجھے اس کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے میں شرم محسوس ہوئی تو میں حضرت مقداد بن الاسود کو حکم دیا جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا اس میں وضو ہے۔ یہ بھی ماخوذ من السبیلین ہے۔

حدیث نمبر ۴۵، اَحَدُنَا سَعِيدُ بْنُ حَفْصٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَفَّانَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جُمِعَ وَلَمْ يُكُنْ قَالَ عُمَرَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيُغْتَسِلُ ذَكَرًا قَالَ عُمَرَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا وَابْنِ عَبَّاسٍ وَطَلْحَةَ وَآبَةَ بَنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَأَمَرُوا بِذَلِكَ۔

ترجمہ، زید بن خالد نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلائیے کہ کوئی جماع کرے اور اسے انزال نہ ہو تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا وہ ایسے وضو کرے جیسے نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ اور آئہ تناسل کو دھو لے۔ اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا یہی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر زید بن خالد فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب سے پوچھا تو ان سب سے

اسی وضو کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اکسال کے اندر وضو ہی واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ منی کا منظر ہے اور بعض وجوب غسل کے قائل نہ ہوئے۔ مگر بعد اطلاق انہوں نے رجوع کر لیا اور بعض وجوب کے قائل ہیں۔
تشریح از شیخ زکریا صحابہ کرام کا اس میں اختلاف تھا۔ کہ اگر جماع کے بعد منی خارج نہ ہو تو غسل واجب ہوگا یا نہیں ایک جماعت وجوب غسل کی قائل ہے۔ دوسری منکر۔ مگر اب وجوب اغتسال پر اجماع ہے۔ قال عثمان یوضاؤ یہ ان کا مذہب ہے اسی طرح دوسرے بعض صحابہ کا یہ مذہب ہوگا ہر حال بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا۔

حدیث نمبر ۶۷۶ اِحَدُنَا اِسْمَعِلُ بْنُ مَسْعُودٍ رَاٰ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ اَنَّ اَلْحَدِیثَ عَنْ اَبِی رَسُوْلٍ اَللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَرْسَلَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِجَاؤَ وَرَأٰ سَیْفًا یَّقْطَعُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَعَنَّا اَعْمَلْتَ فَقَالَ نَعُوْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذَا اَعْمَلْتَ اَوْ فُحِطْتَ فَعَلَيْكَ اَلْوُضُوْءُ تَابَعَهُ وَهَبٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ وَلَوْ یُقْلَعُ عَنْدُی وَ یَحْجِبُی عَنْ شُعْبَةَ اَلْوُضُوْءُ۔

ترجمہ، حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک آدمی کو بلوایا۔ پس وہ اس حال میں آئے کہ ان کا سر غسل کی وجہ سے قطرے بہا رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم نے تجھ سے جلدی کر لی۔ اس نے ہاں کے ساتھ جواب دیا۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تجھ سے جلدی کر لی جلتے یا تمہیں انزال نہ ہو تو تجھ پر وضو ہے۔ غنڈہ اور بچلی نے شجرہ سے وضو لعل نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ او فحطت میں او تنویع کے لئے ہو سکتا ہے کہ خود بخود منی نہ آئے یہ داخلی حدت ہے۔ اور اعجلت خارجی حادثہ ہے اور او شک رادی کے لئے بھی ہو سکتا ہے یہ روایت ان دیگر روایات سے منسوخ ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اکسال پر غسل واجب ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اِذَا اَعْمَلْتَ اَوْ فُحِطْتَ تَنْدِلُ الْوُضُوْءُ دَاوُد ظاہری کی یہی رائے ہے اور بخاری سے بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور ان حضرات کا استدلال الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ دالی روایت سے ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک وہ منسوخ ہے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ اختلام پر معمول ہے یا ابتدا پر معمول ہے اب

منسوخ ہے۔ لعن یقل غندر و یحییٰ عن شعبہ الموضوع اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ علامہ کرمانی اور ان کے اتباع کرتے ہوئے قسطلانی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم نے حدیث میں صرف فعلیل فرمایا۔ اور الوضوء کا لفظ چھوڑ دیا۔ قرینہ کی وجہ سے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں نے وضو کا ذکر مطلقاً نہیں کیا۔ معنی پورا جملہ فعلیل الموضوع ذکر نہیں کیا۔ بلکہ جب طبرانی کی روایت میں ہے اس کی بجائے فلا غسل علیک وارد ہے۔

حدیث نمبر ۷۷، اباب التَّجَلُّ یُوضَّحُ صَاحِبَهُ

ترجمہ باب۔ اس آدمی کے بارے میں جو اپنے ساتھی کو وضو کرائے۔

حدیث نمبر ۷۷، اَحَدُنَا ابْنُ سَلَامٍ الْخَزَّازُ عَنْ اَسَمَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا آتَا مَنْ عَوْفَةَ عَدَلَ إِلَى الشَّعْبِ فَقَضَى حَاجَتَهُ قَالَ اَسَمَةُ بَجَعْتُ اَصْبْتُ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتُصَلِّي قَالَ الْمُصَلِّي اَمَامَكَ -

ترجمہ، حضرت اسامہ بن زید رحمہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے واپس لوٹے تو ایک گھاٹی کی طرف پھر گئے قضا حاجت فرمائی حضرت اسامہؓ نے فرمایا کہ میں آپ پر پانی ڈالتا تھا اور آپ وضو کرتے تھے میں نے کہا یا رسول اللہ آپ نماز پڑھیں گے۔ آپ نے فرمایا جلتے نماز آپ کے آگے ہے یعنی مزدلفہ چل کر جمع بین الصلوتین کریں گے۔

تشریح از شیخ منی چونکہ وضو امور عبادت میں سے ہے شاید اس میں استعانت بال غیر جائز نہ ہو۔ تو مصنفؒ اس کی تفصیل کرتے ہیں کہ آلات وضو میں اعانت کرنا۔ بالاتفاق جائز ہے جیسے ڈول رسی۔ لوطا وغیرہ دے دینا۔ دوسرے یہ کہ نفس وضو میں بلا ضرورت بلا عذر اعانت ناجائز ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ وضو کے اعمال خارجیہ میں اعانت ہو یعنی عندا یا غیر آلات میں اعانت ہو تو یہ جائز ہے جیسے مصنفؒ ثابت کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا صاحب در مختار نے کہہ دیا کہ یہ حدیث بیان جواز کے لئے ہے جس پر علامہ شامی نے اشکال کیا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ صاحب در مختار کا قول صحیح نہیں بلکہ استعانت کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ کسی سے لوطا مانگ لے یہ جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات اولیٰ ہے جیسے کہ ابن عباسؓ نے کیا دوسرے یہ کہ پانی کوئی ڈالے اور متوضیٰ خود اپنے ہاتھ سے اپنے اعضا دھوئے یہ بھی جائز ہے تیسری صورت یہ ہے

کہ کوئی دوسرا پانی ڈالے اور وہی دھوئے یہ بلا ضرورت مکروہ ہے یہ بھی باب در باب ہے چونکہ پہلے باب تھا کہ ماخرج من الخجین سے وضو کا نقص ہوتا ہے۔ تو وہی مسئلہ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا جو اس باب میں ہے وہ اس طرح کہ حضور اکرم صلیم استنجا سے تشریف لاتے اور وضو فرمائی۔ لیکن چونکہ اس حدیث سے ایک جدید فائدہ معلوم ہو رہا تھا۔ استعانت علی الوضوء کا اس فائدہ پر تنبیہ کئے باب باندھ دیا۔

حدیث حدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَظِيمٍ عَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَأَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَتِهِ لَهُ وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ فَعَلَّ يَصُبُّ الْمَاءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَنَسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَايَهُ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَسَمِعَ عَلَى الْحَقَائِبِ ترجمہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلیم کے ہمراہ تھے آپ قضا حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ آپ پر پانی ڈالنے لگے اور آپ پر پانی ڈالنے لگے اور آپ وضو کر رہے تھے کہ اپنے چہرہ کو دھویا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اپنے سر کا مسح کیا اور دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ بَعْدَ الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ مَنْمُودٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ لَا بَأْسَ بِالْقَوْلِ فِي الْحَدِيثِ وَبِكُتُبِ الرِّسَالَةِ عَلَى غَيْرِ مَشُورَةٍ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ إِنْ كَانَ عَلَيْكُمْ إِذَا تَسَلُّوا وَإِلَّا فَلَا تَسَلُّوا۔

ترجمہ باب ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید وغیرہ کا پڑھنا، منصور حضرت ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ حمام میں قرآن پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اس طرح بغیر وضو کے خط لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں حضرت حماد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں اگر حمام والوں نے چادریں لے رکھی ہوں تو ان پر سلام کرنا جائز ہے ورنہ ان پر سلام نہ کرو۔

حدیث نمبر ۹۷۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ الْحَزَّاتِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاكَ كَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَأَصْطَبَجَتْ فِي مَوْضِعِ الْيُوسَادِ وَأَضْطَمَّحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طَوْلِيهَا فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَهَفَكَ الْكَيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَبِيلٍ

أَوْ بَشَدًا تَقْلِيلُ اسْتَبَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَجَسَ يَمْسُحُ التَّوَمَ عَنْ
وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْحَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ الْاِنْشِرَاقِ ثُمَّ قَامَ إِلَى عَصْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى
ثَنِي مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَمْسَى وَضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَضَيْتُ فَصَنَعْتُ
مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقَضَيْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَآخَذَ
بِرَأْسِي الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَآخَذَ بِرَأْسِي الْيُمْنَى يَفْتَلِمَا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ
رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ رَكَعَتَيْنِ
الْمَوْزُونِ فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ -

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ نے اپنی خالہ میمونہؓ نہ زوہر نبی اکرم صلم کے ہاں رات گزاری وہ فرماتے
ہیں کہ میں سر ہانے کی چوڑائی کی طرف سو گیا۔ اور جناب رسول اللہ صلم اور آپ کی اہلیہ محترمہ سر ہانے کی
لمبائی کی طرف لیٹ گئے۔ جناب رسول اللہ صلم سوتے رہے یہاں تک جب آدھی رات ہو گئی۔ یا اس سے
پہلے تھوڑی دیر یا اس کے تھوڑی دیر بعد آنحضرت صلم بیدار ہوئے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے چہرے
نیند کے آثار دور کرنے لگے۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے
لکے ہوئے مشکیزہ کی طرف اٹھے اس سے وضو کیا اور اچھی طرح وضو فرمایا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز شروع
فرمائی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اٹھا۔ اور جس طرح حضور اکرم صلم نے کیا تھا۔ میں نے بھی
اسی طرح کیا۔ پھر میں چلا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا
اور اسے گھمایا دایاں جانب کھڑا کیا۔ پھر ایک دو گانہ۔ دوسرا تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں اور چھٹا دو گانہ پڑھ کر
وتر ادا کئے پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن نے اطلاع دی۔ تو آپ نے دو ہلکی سی رکعتیں پڑھیں پھر تشریف
لے گئے اور صبح کی نماز پڑھائی۔

تشیخ از شیخ مدنیؒ وغیرہ کا عطف مشہور یہ ہے کہ القرآن پر ہے۔ کہ قرآن اور غیر القرآن
کا بعد الحدیث پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض نے کہا کہ الحدیث پر عطف ہے۔ مگر ظاہر قول اؤل ہے۔
اس پر مصنفؒ نے منصور کا قول نقل کیا ہے۔ کام میں داخل ہونے والا بحالت حدث ہی ہوتا ہے۔ اور
کتب رسالہ میں چونکہ بسم اللہ وغیرہ لکھی جاتی ہے جو غیر وضو کی حالت میں ہوگی۔ اس پر تو اتفاق ہے
کہ بغیر وضو کے حفظ سے قرآن پڑھنا جائز ہے۔ البتہ اگر جہنی یا حدیث اکبر لائق ہو۔ تو امام بخاریؒ کا مذہب

یہ ہے کہ وہ بھی جائز ہے۔ لیکن جمہور بوجہ حدیث ترمذی ناجائز کہتے ہیں اور قرآن مجید جو کہ قرآن مجید ہو وہ بوجہ لامیسہ الخ المصنوعون کے ناجائز ہے۔ اور اہل حمام کے بارے میں حاجی نے تفصیل کر دی ہے

تشیخ از شیخ ذکر کیا حافظ ابن حجر وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں ای غیر الحدث من مظان الحدث علامہ عینی نے اس پر اعتراض کیا کہ اگر مظان حدث حدث ہیں تو پھر وغیرہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر نہیں ہیں تو وہ ناقض وضو نہیں ہیں۔ تو پھر اس کے ذکر کی کیا ضرورت پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ وغیرہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یعنی غیر قرآن قرآن مثلاً کنا بت قرآن اور میرے نزدیک ضمیر حدث کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد حدث اکبر ہے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ صورت اس لئے اختیار نہیں کی۔ کہ امام بخاریؒ اس صورت میں جمہور کے خلاف ہو جائیں گے۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ امام بخاریؒ مجتہد ہیں اب جبکہ وغیرہ کی ضمیر حدث کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد حدث اکبر ہے تو مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ باہر ہے قرآن کا بحالت حدث اور بحالت جنابت اس صورت میں دو مسئلے ہو گئے۔ ایک اجماعی دوسرا اختلافی۔ اجماعی یہ ہے کہ قرآن پاک کا بلا وضو پڑھنا بالاجماع جائز ہے۔ اور دوسرا مسئلہ اختلافی ہے۔ وہ یہ کہ حالت جنابت میں قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں ظاہر یہ کہ نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور یہی امام بخاریؒ نے اختیار کیا ہے اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں اور حنفیہ کے نزدیک مادون الایۃ تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں خانہ قرآن اور مالکیہ کے نزدیک ایک آیت جائز ہے کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فتبارک اللہ احسن الخالقین کہہ دیا جو ایک آیت ہے تو معلوم ہوا کہ آیت کی تحدید نہیں ہے۔ اور قرآن پاک کی تحدید ہے ہاں مثل اقصیٰ سورۃ جائز نہیں ہے اور اگر وغیرہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کریں۔ تو اس صورت میں مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ کیونکہ غیر القرآن سے مراد اذکار ہوں گے اور جب قرآن بحالت حدث جائز ہے تو اذکار بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔ قال مفسر عن ابیہم الخ چونکہ حمام میل کچیل اور نجاسات وغیرہ زائل کرنے کی جگہ ہے۔ لیکن وہاں بھی قرآن پاک پڑھ سکتا ہے۔ تو اسی طرح حالت حدث میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ ویکتب الوضوء الخ اور کھٹے پڑھتے ہیں کوئی فرق نہیں۔ لہذا پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ وقال حماد عن ابیہم معلوم ہوا کہ حدث کا اعتبار نہیں بلکہ ستر اور عدم ستر کا اعتبار ہے۔ فاضطجعت فی عرض الوضوء الخ یہ روایت کتاب العلم میں

گذر چکی۔ مگر وہاں یہ جملہ نہیں آیا تھا۔ وسادۃ لغت میں تکیہ کو کہتے ہیں شرح فرماتے ہیں کہ چونکہ تکیہ کے عرض و طول میں سونا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اس لئے یہاں تکیہ بول کر مجازاً گدا مراد لیا گیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلیم اور زوجہ مطہرہ تو طول میں لپٹ گئیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ پائتین میں لپٹ گئے۔ جیسے عورتیں کٹی ہیں۔ کہ جب نیچے زیادہ ہوتے ہیں۔ تو ایک دو کو پہلو میں اور ایک دو کو پیروں کی طرف لٹا دیتی ہیں میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں معنی مجازی مراد لینے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تکیہ تھا اس کے طول میں سر رکھ کر حضور اکرم صلیم اور زوجہ مطہرہ سو گئیں۔ اور عرض میں سر رکھ کر ابن عباسؓ سو گئے۔ اگر یہاں وسادہ سے مراد گدا لیا جائے۔ ایک تو معنی مجازی مراد لینے پڑتے ہیں دوسرے یہ کہ جب حضرت ابن عباسؓ پیروں کی طرف لیٹیں گے تو اگر انہوں نے کر وٹ لی تو ادر حضور اکرم صلیم کے پاؤں میں آجائیں گے۔ اور اگر ادر حضور اکرم صلیم نے پیر مبارک پھیلائے تو ہند پر پڑ جائیں گے۔ لہذا یہاں ادلی یہی ہے کہ معنی حقیقی مراد لئے جائیں۔ کیونکہ شرح کے قول میں تو دو اشکال پیش آجائے ہیں۔ فاعل یسبحو النوم یہاں مقصود یہ ہے کہ اس جملہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن بحالت حدث پڑھنا جائز ہے۔ اس لئے حضور انور صلیم نے بیدار ہونے کے بعد بلا وضو کئے قرآن مجید پڑھ لیا۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور اکرم صلیم کا قلب اطہر بیدار رہتا تھا اس لئے آپ کا وضو نہ ٹوٹا ہوگا۔ تو ہم ابن عباسؓ کے قول سے استدلال کر لیں گے وہ فرماتے ہیں منعت مثل حاضنۃ یہ اپنے عموں کی دھم سے قرآن آیات کو بھی شامل ہو گیا۔ فوضع یدہ الیمنیٰ یہ تنبیہ کرنے کے لئے اور نیند زائل کرنے کے واسطے تھا۔ ثمر رکعتین ثمر او تر اس پر کلام باب الوتر میں آئے گا۔ کہ حضور اکرم صلیم نے رکعتیں کتنی مرتبہ پڑھیں اور پھر اس سے اتنا رکعت لازم آتا ہے۔ یا ایتنا ثلث رکعات الخ یعنی ایک رکعت کے ساتھ وتر بنائے یا تین رکعات کے ساتھ بنائے۔

باب مَنْ تَوَضَّأَ لَا مِنْ الْعُثَى الْمُثْقَلِ

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو صرف غشی مثقل سے ہی وضو کرتا ہے۔

حدیث نمبر ۸۰. اَحَدُنَا سَمِعَ اِلٰهَ عَنِ جَدِّهِمَا اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّمَا قَالَتْ

اَتَيْتُ عَائِشَةَ فَفَتَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِلْمِي خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّونَ فَاِذَا اِمْرَاَةٌ تَعْبُدُ فَمَنْ مَالَتِ النَّاسُ فَاَشَارَتْ بِبَيْدِهَا مَحُوَ السَّمَاءُ وَوَقَّعَتْ بِسُجَّاتِهَا فَفَقُلْتُ اَيُّهَا فَاشَارَتْ اَنْ تَعُوْ فَفَقُلْتُ حَتَّى يُجَاوِزَ الْعُثَى وَجَعَلْتُ اَصْبَحُ

فَوَقَّ رَأْيِي مَاءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ
فَقَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ كَهُ أَزْكَرَ أَثْبَتَ فِي مَقَامِي هَذَا حَقَّ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
فَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْكُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْفَرِيَّاتٍ فَنَسَبَ إِلَهُ جَالٍ لَا أَحْذَرُ
أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ يُوقِي أَحَدَكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلَيْكَ بِهَذَا أَلَا تَجْلِبُنَا مَا الْمُؤْمِنِينَ
أَوِ الْمُؤْمِنِينَ لَا أَذْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا
بِالْبَيِّنَاتِ وَالْعِلْمِ مَا جَبُنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيَقَالُ فَهَذَا صَالِحٌ فَهَذَا عَلِيمُنَا إِنْ كُنْتُ
كَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُؤْتَابُ لَا أَذْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا
أَذْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ -

ترجمہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت
عائشہ صدیقہ زوجہ محترمہ نبی اکرم صلم کے پاس اس وقت آئی جبکہ سوچ گرجن لگ چکا تھا۔ پس دیکھتی کیا
ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ حضرت عائشہ بھی کھڑی نماز پڑھی رہی ہے تو میں نے
پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا سبحان اللہ اللہ
کی قدرت ہے میں نے کہا یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے تو اس نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا
ہاں! پس میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی۔ تو مجھے بے ہوشی نے ٹوہانپ لیا جس کی وجہ سے میں نے اپنے
سر کے اوپر پانی ڈالنے لگی۔ پس جب رسول اللہ صلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء
بیان کی پھر فرمایا کہ جو جو چیزیں ہیں نے نہیں دیکھی تھیں اس مقام پر ان کو دیکھ لیا ہے۔ حتیٰ کہ بہشت
اور دوزخ کو بھی دیکھا اور مجھے وحی کی گئی کہ تم لوگ قبروں اس طرح یا قریب فتنہ دجال کے مبتلا کئے
جاؤ گے مجھے یاد نہیں کہ حضرت اسمانے مثل کا لفظ کہا تھا یا قریب کا۔ بہر حال تم میں سے ایک کو لایا جائے
گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس آدمی کے ہمارے میں تمہارا کیا علم ہے۔ پس تو من یا موفن یاد نہیں
حضرت اسمانے کون سا لفظ بولا تھا۔ وہ تو کہے گا کہ وہ محمد اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل
اور ہدایت لاتے ہم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ ایمان لائے اور آپ کی پیروی کی تو کہا جائے گا کہ تو
ٹھیک ٹھاک مسو جا۔ ہم نے علامتوں سے جان لیا تھا کہ تو مومن ہوگا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا
نہیں معلوم حضرت اسمانے کون سا لفظ کہا تھا وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا لوگوں سے سنا تھا وہ ایک

بات کہتے تھے میں نے بھی اسے کہہ دیا۔

تشریح: ایشیخ مدنیؒ مصنفؒ کا مسک نوم کے بارے میں بھی وہی ہے جو امام مالکؒ کا ہے کہ نوم کثیر ناقض وضو ہے خواہ وہ کسی حالت میں ہو اور نوم قلیل ناقض نہیں ہے۔ اس کو غشی منتقل سے تعبیر کیا گیا۔ جب غشی غیر منتقل ناقض نہیں جیسے حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کیونکہ وہ اپنے اوپر پانی ڈالتی تھیں ہوش و حواس باختہ نہیں ہوئے تھے تو معلوم ہوا کہ مطلق نوم ناقض نہیں ہے۔

تشریح: ایشیخؒ ذکر کیا غشی دو قسم ہوتی ہے۔ ایک منتقل دوسری مخفف۔ مخفف یہ ہے کہ حواس پورے طور پر زائل نہ ہوں۔ بلکہ کچھ باقی رہیں۔ اور منتقل یہ ہے کہ حواس پورے زائل ہو جائیں اور کچھ خبر نہ رہے منتقل تو سب کے نزدیک ناقض وضو ہے البتہ مخفف کے اندر بعض علما کا قول یہ ہے کہ وہ بھی ناقض ہے یہاں سے امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد فرماتے ہیں جو مطلق غشی کو ناقض قرار دیتے ہیں۔ فقہت

تجلاوی الغشی حضرت امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ دیکھو نماز بھی پڑھ رہی تھیں غشی مخفف بھی تھی جب ہی تو سر پر پانی ڈال رہی تھیں۔ فیقال لہما علمک بهذا الوجه اس میں بحث گذر چکی ہے پانچ وجوہ بیان ہوئی تھیں اول یہ کہ اصل میں محمدؐ ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے راوی نے بھلا الوجه بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ فرشتہ بھلا الوجه کے ساتھ دریافت کرے گا۔ کیونکہ مقصود امتحان ہے اور امتحان میں اخفا ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ حضور اقدسؐ کی شبیہ مبارک سلمے لائی جلتے گی۔ اور چوتھے یہ کہ وہ عالم برزخ ہے اس لئے وہاں پر جے مائل نہ ہوں گے اس وجہ سے حضور اقدسؐ اپنی قبر اطہر ہی سے لوگوں کو نظر آئیں گے اور فرشتہ آپؐ کی طرف اشارہ کر کے سوال کرے گا۔ اور پانچویں کہ حضور کریمؐ بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ فخذ علمنا ان کنت مؤمنا یعنی ہم تجھ کو تیرے چہرے سے ہی پہچان گئے تھے کہ تو مسلمان ہے۔ اور بھائی بات بھی یہی ہے کہ اچھا اور بُرا آدمی چہرے سے ہی پہچان لیا جاتا ہے شیعوں کو دیکھو ان کے چہروں پر لعنت برکت ہے۔

باب مَسْحُ التَّأْسِ حُلْمَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَسْحُ الْمَسْحُ الْمَسْحُ عَلَى رَأْسِهِ وَمَسْحُ مَا لَدُنْكَ أَيُّجُزِي أَنْ يَمْسَحَ بَعْضُ رَأْسِهِ فَأَحْتَجَّ بِمَدِينَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ۔

ترجمہ باب مسک کرنا بوجہ اللہ تعالیٰ کے قول فامسحوا برؤوسکم اور حضرت مسجد بن

المیبت فرماتے ہیں کہ عورت بھی مرد کی طرح سارے سر کا مسح کرے اور حضرت مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا سر
بعض حصہ کا مسح کرنا جائز ہے یا کافی ہوگا۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے دلیل قائم کی
حدیث نمبر ۸۱۸ اَحَدُ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُيُوفٍ قَالَ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ
وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى اَمْتَنَ طَبِيعُ اَنْ تُرَبِّعَ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَا وَفَّاهُ فَنَزَعَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَهُ
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضَمَضَ وَامْتَنَثَثَرُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِنَّ وَادْبَجَ بَيْنَهُمَا قَدْرَ
رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاكَ ثُمَّ دَعَاهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الْكَذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ
غَسَلَ رِجْلَيْهِ (الحدیث)

ترجمہ، ایک آدمی جو عمر و بن یحییٰ کے دادا تھے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے کہا کہ آپ ہمیں
جناب رسول اکرمؐ صلعم کے وضو کرنے کا طریقہ دکھا سکتے ہیں انہوں نے فرمایا ہاں بیشک تو انہوں نے پانی
منگایا اور اپنے ہاتھ پر ڈالا پھر ہاتھ تو دو مرتبہ دھویا۔ پھر کلی کو تین مرتبہ اور تین مرتبہ ناک کو چھٹا پھر
تین مرتبہ اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا پھر دونوں ہاتھوں
سے اپنے سر کا اس طرح مسح کیا کہ دونوں ہاتھوں آگے لے آئے اور پھر پیچھے لگے اور ابتداء سر کے لگے
حصہ سے کی پھر ان دونوں ہاتھوں کی گڈی تک لے گئے۔ پھر ان دونوں ہاتھوں کو اس جگہ تک لٹکایا جہاں سے
شروع کیا تھا۔ پھر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

تشبیہ از شیخ مدنی، مصنفؒ بھی امام مالکؓ اور امام احمدؒ کے قول کے مطابق جمیع راس کے
مسح کو فرض کہتے ہیں استدلال آیت کریمہ و مسحوا براسکم سے ہے اور راس منبت شعو سے
لے کر قضا تک کہتے ہیں مگر جہور راس کو اسم جنس قرار دیتے ہیں۔ اس لئے امام شافعیؒ شعوة واحدة
کے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اور امام صاحبؒ آیت کو محمل قرار دیتے ہیں اور بعض روایات سے جو
استیعاب معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے مسح علی الناصیۃ تو وہ مسح علی الناصیۃ تو وہ مسح
علی الناصیۃ کو فرض اور استیعاب کو مستحب کہتے ہیں۔

تشبیہ از شیخ زکریا حضرت امام بخاریؒ مفسولات کے بیان سے فارغ ہو گئے اور اس کے

متعلقات بھی بیان کر چکے تو اب مسوحات کا ذکر فرماتے ہیں یہاں مسحۃ الرأس کا ذکر ہے اس کے بعد مسحۃ الخفین کا ذکر فرمائیں گے۔ مسحۃ الرأس میں ائمہ کے مذاہب یہ ہیں۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک استیاب فرض ہے۔ اور بھی امام بخاری کا مذہب ہے اور حنفیہ کے یہاں ناصیۃ والی روایت کی بنا پر چار انگلی کے بقدر فرض ہے اور شوافع کے ہاں ادنیٰ کا یطابق علیہ اسحۃ المسحۃ ولو کان بقدر ثلث شعرات مگر بھائی پورے سر کا مسح کر لیا کرو۔ کیونکہ اس میں اپنے امام کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ اور حق ان چاروں مذاہب کے اندر دائر ہے۔ اگر پورے سر کا مسح نہ کیا تو دو اماموں کے مذہب کی بنا پر نماز نہ ہوگی۔ اس لئے بہت خیال رکھو۔ وقال ابن المہیب المسحۃ بمنزلة الرجل المبیحی عورت کے لئے بھی مرد کی طرح مسحۃ رأس کا حکم ہے اور یہاں بھی مقدار فرض کے اندر وہی اختلاف ہے جو مرد کے لئے مسحۃ رأس میں ہے۔ البتہ امام احمد کے نزدیک عورت کے لئے استیاب شرط نہیں ہے وسئل مالک عن مینی حضرت امام مالک سے سوال کیا گیا کہ بعض راس کا مسح کرنا کافی ہے تو انہوں نے عدم سوا از مسح بعض الرأس پر عبداللہ بن زید کی روایت سے استدلال کیا۔ کیونکہ اس میں بدء بمقدم رأس الخ سے استیاب معلوم ہوتا ہے۔ ان رجلاً قال بخاری کی روایت بالکل صاف ہے اور ہوئی ضمیر رجلاً کی طرف راجع ہے کہ ایک آدمی نے عبداللہ بن زید سے یہ کہا۔ اور وہ رجل عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں یہاں ایک بات سنو! چونکہ دادا کے بھائی اور باپ کے چچا بھی دادا ہی ہو کرتے ہیں اس لئے یہاں ہمدرد سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقتاً وہ رجل عمرو بن یحییٰ کے حقیقی دادا نہیں ہیں بلکہ حقیقی دادا تو عمارہ بن ابی حنہ ہیں اور سلسلہ نسب یوں ہے۔ عمرو بن یحییٰ بن بن عمارۃ بن ابی الحسن اور وہ رجل عمرو بن ابی حنہ ہیں جو عمارہ بن ابی الحسن کے بھائی ہیں۔ بہر حال بخاری کی روایت میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابو داؤد شریف اور موطا امام مالک کے روایات میں کسی راوی سے اختصار واقع ہو گیا۔ اور اس نے ان رجلاً کو حذف کر دیا۔ اب وہاں عبارت یہ رہ گئی عن ابیہ انه قال لعبد اللہ بن زید ہو جد عمرو بن یحییٰ اس صورت میں ضمیر عبداللہ بن زید کی طرف لوطی ہے۔ مگر یہ عبداللہ بن زید عمرو بن یحییٰ کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔ اس لئے فراح اس کی توجہ یہ کرتے ہیں کہ وہ من قبل الائم رضاعی ہوں گے مگر یہ سب غلط ہے صحیح وہی ہے جو بخاری کی روایت میں ہے فاقبل بجماد ادبہ اقبالہ کے معنی ہیں پیچھے سے گئے کی طرف آنا۔ اور ادبار کے معنی ہیں آگے سے پیچھے کو جانا اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا ہیچھے کی جانب سے کی۔ اور آگے جو جملہ مفسر آ رہے ہیں بدہ بمقدم رأسہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ابتدا آگے کی جانب سے فرمائی لہذا جملتین میں تعارض ہو گیا بعض حضرات نے جملہ اولیٰ یعنی خاقیل بھما و ادب کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ وہ کسی راوی کی تفسیر ہے اور مدح ہے۔ اسی لئے دکن وغیرہ کہتے ہیں کہ مؤخر اس سے ابتدا کرنی چاہیے مگر اراج کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور جہور یہ کہتے ہیں کہ بدایت من مقدم الموائس سنت ہے اور بدہ بمقدم رأسہ سے استدلال کرنے ہیں اس کے مفسر ہونے کی وجہ سے اب ناقبل بھی داد بران کے خلاف پڑتا ہے۔ تو جہور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اقبال باب افعال سے ہے جس کا خاصہ صاحب المآخذ ہونا بھی ہے۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ صاحب اقبال ہو گئے اس صورت میں مخالف نہ رہا۔ کیونکہ مطلب یہ ہوا کہ بدہ بمقابل الموائس اور دومل جواب اس سے اولیٰ یہ دیا گیا ہے کہ ناقبل بھی داد بر میں داد ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے۔ اور اس پر دلیل باب الوضو من التور میں قاد بر بدہ ناقبل ہے وہاں ادبار کو مقدم کر دیا الغرض امام بخاری نے کلمہ کی قید لگا کر مسح اس میں استیاب کی طرف اشارہ فرما دیا خاقیل بھما و ادب اسیر والد صاحب کہ روایت جس سے مؤخر اس سے ابتدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی ربیع بنت معوذہ الی روایت جس کے اندر کل جمعة لمصب شعوا وکما قال کے الفاظ وارد ہیں کہ سر کے مسح کے لئے ہاتھ پیتے۔ اور سر کا مسح کرتے تھے جس طرف بالوں کا رخ ہوتا تھا یہ دونوں روایتیں عارضی اور ایک خاص وقت کے لئے ہیں اور وہ یہ کہ حضور اقدس صلعم ہال رکھتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضہ بالوں میں کبھی کبھی مانگ بھی نکال لیا کرتی تھیں۔ تو اس وقت حضور انور صلعم پہلے سر کے پچھلے حصہ کا مسح فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد آگے کے حصہ کا مسح فرماتے تھے۔ اس طرح پر کہ مانگ خراب نہ ہو۔ اور ابتدا مؤخر اس سے اس لئے کرتے تھے۔ کہ اگر مقدم اس پر پہلے مسح کریں گے تو سر کے پیچھے بال کھڑے ہو جائیں گے اور جب مؤخر کا مسح کریں گے تو ان کے دنبے سے آگے کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ اس صورت میں مانگ خراب ہو جائے گی۔ اس لئے ابتدا مؤخر اس سے کرتے تھے۔ اور عام حالات کے اندر ابتدا مقدم رأس سے فرماتے ہیں اور دو یا تین مرتبہ پانی لینے کی ضرورت جدید پانی کے لئے ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اس جواب پر تمام احادیث میں جمع ہو جائے گا۔

باب غَسِلَ التَّجْلِيْنِ إِلَى الْكُحْبَيْنِ ترجمہ، پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا۔

حدیث نمبر ۱۸۲ | حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَصْرَةَ ابْنِ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ زُفَرٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَايَنُوا بِتُورٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وَضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكْفَأَ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ التُّورِ فَغَسَلَ بِدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التُّورِ فَخَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثَ غُرَفَاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ رَأَى الْوُضُوءَ فَكَبَّيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِمِصْرٍ أَدْبَرَ مَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زید سے جناب نبی اکرم صلم کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے پانی کا ایک تھال (پتیل کا یا پتھر کی ٹھلیا) منگوائی اور ان کے لئے حضور نبی اکرم صلم جیسا وضو کر کے دکھایا چنانچہ اس تھال سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی اندر لیا دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھونے پھر تھال میں ہاتھ داخل کر کے پانی لیا تو کلی کی۔ ناک میں پانی دیا اور ناک کو جھاڑا یہ سب تین چلو پانی سے کیا پھر ہاتھ داخل کر کے پانی لیا اور تین مرتبہ اپنے چہرہ کو دھویا پھر ہاتھ داخل کر کے پانی لیا۔ تو دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو مرتبہ دھویا۔ پھر ہاتھ داخل کر کے پانی لیا اور اپنے سر کا مسح کیا ایک ہی مرتبہ دونوں ہاتھوں کو آگے بھی لے گئے اور پیچھے بھی لاتے پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریا مشائخ درس کی راتے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے یہ باب ذکر کر کے رجل کا محل غسل بتا دیا کہ مسح راس کے بعد ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اب تک تو امام بخاریؒ کو ترتیب اعضا وضو کا خیال نہ آیا۔ اور اب ترتیب شروع کر دی۔ لیکن یہاں بات یہ ہے کہ یہ باب سابق کا تکملہ ہے اور امام بخاریؒ اس سے بھی استیاب راس ثابت فرما رہے ہیں کہ جب رجلین جو کہ اعضائے وضو میں سے ہے اس کو کامل دھویا جاتا ہے۔ تو مسح بھی سارے سر کا ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ سنن کی روایات میں الاذان من الؤاس آئی ہے۔ وہ تو امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ہے لہذا اس کو تو ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ اس کی طرف ایک لطیف اشارہ فرمایا۔ کہ جیسے رجلین کہیں تک دھوتے جاتے ہیں اسی طرح اذان سر کے لئے کہیں ہیں لہذا ان کا بھی مسح ہونا چاہیئے۔

باب اسْتِغْصَالِ كَفْظِ وَضُوءِ النَّاسِ وَآمْرِ كَجَرِيْدٍ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ أَهْلَهُ
أَنْ يَتَوَضَّأُوا بِغَيْرِ سِوَاكَ -

ترجمہ، لوگوں کے وضو کے بچے ہوتے پانی کو استعمال کرنا حضرت جریر بن عبد اللہ نے اپنے گھروالوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے سواک کے بچے ہوتے پانی سے وضو کریں۔

حدیث نمبر ۸۳۱۸۳ اَحَدُنَا اِذَا دَمَّرَ الْخِصْمُ اَبَا جَحِيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَاَتَانِي بِوَضُوْعٍ فَتَوَضَّعْتُ لَهَا فَبَعَلَ النَّاسُ يَا خَدُوْنُ مِنْ فَضْلِ وَضُوْعٍ فَيَنْتَسِحُوْنَ بِهٖ فَضَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْظُّلْمَ كَعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ كَعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَّا وَقَالَ اَبُو مُوْسٰى كَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدَحُ فِيْهِ مَا وَضَّعَ يَدَيْهِ وَوَضَعَهُ فِيْهِ وَكَيْ فِيْهِ شَوْ قَالَ لَهْمَا اَشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرَعَا عَلَى مِجْوَاهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا (الحديث)

ترجمہ، حضرت حکم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جحیفہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلم ایک دن دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے پاس پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو فرمایا تو آپ کے وضو سے بچے ہوتے پانی کو لے کر لوگ وہ پانی اپنے کو ملنے لگے۔ پھر حضور نبی اکرم صلم نے ظہر کی دو اور عصر کی دو رکعتیں اسی حال میں پڑھیں کہ آپ کے سامنے چھوٹے نیزے کا سترہ تھا۔ اور ابو موسیٰ اشعرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا۔ آپ اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو اس پیالے میں دھویا اور اسی میں کلی بھی کی پھر فرمایا کہ تم دونوں اس کو پیتو اور اپنے چہرے اور سینے پر ڈالو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ فضل وضو الناس الخ اس میں دو احتمال ہیں ایک تو وہ غیر مستعمل پانی جو برتن میں رہ گیا ہے۔ دوسرا وہ جو مستعمل ہے ایسے پانی کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام صاحبؒ اس مسئلے کو نجس کہتے ہیں امام مالکؒ اور امام بخاریؒ اس کو طاهر مطلق کہتے ہیں۔ اس نامستعمل پر روایات اس پر منطبق نہیں ہوں گی۔ آپ کے تھوکنے اور صحابی کے افتخار سے پانی کا طہر اور مطہر ہونا مفہوم ہوتا ہے جو لوگ اسے نجس کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی ہر ایک نامستعمل ایسا نہیں ہوتا یا یہ نامستعمل ہی نہیں تھا۔ اس لئے کہ نامستعمل تو وہ ہوتا ہے جو تقریب کے طور پر استعمال کیا جائے اور یہ پانی مٹج کے لئے استعمال کیا گیا تو پھر نجاست کا ثبوت کیسے ہو گا۔ اور شارحؒ مابقی بعد الاستعمال پر محمول کرتے ہیں۔ اگرچہ اس میں قطرات پڑ جاتے ہیں۔ مگر چونکہ نامستعمل کا غلبہ نہیں اس لئے اس کی

طہارت کا ازالہ نہ ہوگا۔ اکثر شراح کا یہی بیان ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَيْصِ قَالَ وَهُوَ الَّذِي مَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ مَرَّتَ بِمَنْ هَبَّ وَقَالَ مُعَذِّبٌ عَنِ السُّوَرِ وَغَيْرِهِ يُصَدِّقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ وَافَقَتْهُ لُحُونٌ عَلَى مَوْضِعِهِ (الحدیث)

ترجمہ، ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ محمد بن الربیع نے خبر دی یہ وہ صحابی ہیں کہ جب وہ نہ پکے تھے تو ان کے کنوئیں کے پانی سے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے پر تھوکا تھا۔ عروۃ مسور اور دوسرے سے روایت کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے تو لوگ آپ کے وضو کے پانی پر لڑتے تھے۔

خشیعہ از شیخ زکریا فضل کے معنی پکے ہونے کے ہیں اور اس پانی میں دو احتمال ہیں ایک وہ پانی جو وضو کرنے کے لئے ٹوٹے میں بچ جلتے اور دوسرا وہ جو اعضا وضو پر بہا دیا جلتے جس کو نامستعمل کہتے ہیں یہاں پر علماء کے دونوں قول ہیں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس کے بعد باب بلا ترجمہ آرہا ہے اور باب بلا ترجمہ باب سابق کا جزو ہوا کرتا ہے۔ تو امام بخاری نے اس باب میں تو فضل یعنی نامستعمل مراد لیا۔ اور دوسرے میں فضل یعنی باقی فی الاناء۔ بعد الوضوء کو ذکر فرمایا ہے۔ بظاہر باب کی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ چونکہ مسح راس کا ذکر فرمایا تھا۔ اور روایت میں بد مقدم راس ہے تو جب سر پر ہاتھ رکھ کر چھیر لیں گے تو نامستعمل کا استعمال لازم آتا ہے۔ کیونکہ جو پانی ہاتھوں میں لگا ہوا ہے وہ سر کے کچھ حصے سے الگ ہو چکا ہے۔ تو اس سے امام بخاری نے نامستعمل کی طہارت ثابت فرمائی۔ علماء کے مذاہب اس میں یہ ہیں کہ مالکیہ کے یہاں طہور ہے اور شوافع اور حنابلہ کے یہاں طہور ہے۔ حنفیہ کے یہاں دو روایتیں ہیں ایک طہارت ایک نجاست کی ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ابھی وہ مستعمل کہاں ہوا ہے۔ ابھی تو وہ ہاتھ ہی کو لگ رہا ہے امام بخاری کا رجحان مالکیہ کی طرف ہے۔

ان یتوضوا بفضل سوا کہ یعنی حضرت جریر بن عبداللہ نے اپنی مسواک پانی میں ڈال ڈال کر مسواک کرتے تھے۔ اور اپنے گھروالوں کو اس سے وضو کرنے کا حکم دیتے تھے تو یہاں نامستعمل کا استعمال لازم آیا۔ کیونکہ اسی پانی میں استعمال کی ہوئی۔ مسواک ڈالی جاتی تھی۔ لہذا اگر نامستعمل طہور نہیں تھا تو حضرت

جریش نے ایسا کیوں کیا؟ فحصل الناس یاخذون بہ ما مستعمل ہو اکیونکہ اگر لوگے کا بچا ہوا ہوتا تو کوئی ایک لے لیتا بین بد یہ عنترہ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں فصل بد یہ و جہہ فیہ یہ ما مستعمل ہو گیا فقہ قال لہما اشربا الخ یہ کتاب المغازی کی روایت ہے ان میں ایک حضرت بلال تھے اور دوسرے ان کے کوئی اور ساتھی تھے۔ اس سے بھی ما مستعمل کی مہارت معلوم ہوئی جب ہی تو پینے کا امر فرمایا و اخرغا علی و جو حکما و نحوہ کما یہ تبرک کئے فرمایا و ہوا لذلک حج رسول اللہ صلی علیہ وسلم فی وجہہ یہ روایت متی یصح سماع الصغیر میں کتاب العلم کے اندر گذر چکی ہے۔ یہ بھی ما مستعمل بن گیا کہ حضور اقدس صلی علیہ وسلم نے اس میں کلی فرادی و قال عرفۃ الخ یہ صلح حدیبیہ کی ایک طویل روایت کا لکھ لیا ہے جو کتاب الشروط میں آ رہی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ عروہ نے جا کر دیکھا کہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم دھنوز مار رہے تھے اور صحابہ کرام اس پانی پر جو گر رہا تھا۔ ٹوٹے پڑے تھے وہ جب قریش کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں کسی کے مصاحبین اس طرح اس کی عزت نہیں کرتے جس طرح کہ محمد صلی علیہ وسلم کے اصحاب کرتے ہیں۔ کہ ایک قطرہ پانی کا زمین پر نہیں گرنے دیتے اور اپنے چہرے اور سینے پر ملتے ہیں۔ اگر کسی کو وہ پانی نہیں ملتا تو وہ اپنے دوسرے ساتھی سے لے کر اپنے چہرے اور سینے پر مل لیتا ہے۔ یہ روایت میرے لئے اس بات پر دلیل ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں فضل سے مستعمل مراد لیا ہے۔ کیونکہ یہاں جو واقعہ ہے۔ وہ حدیبیہ کا ہے۔ یصدق کل واحد منہما صاحبہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عروہ نے مسور کے علاوہ ایک دوسرے سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ سب کے مضمون ایک ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ استعمال فضل و مضمون حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مرجوع عنہ قول یہ ہے کہ وہ تجس ہے چونکہ امام صاحبؒ پر ایک دور ایسا گذرا ہے۔ کہ ان پر اس چیز کا انکشاف ہو جاتا تھا کہ پانی سے کون کون سے گناہ معاف ہوئے۔ تو اس لحاظ سے پہلے وہ اس کی نجاست کا حکم لگاتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے بہت دعائیں کیں کہ اے اللہ مجھ سے لوگوں کے عیوب چھپا لیجئے۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی۔ اس کے بعد پہلے قل سے رجوع فرمایا۔ ان بتوضیاً بفضل سوا کہ الخ شرح کو یہاں یہ اعتراض ہے کہ یہ جملہ ترجمہ الباب کے بالکل مناسب نہیں مگر میری رائے یہ ہے کہ لغف مسواک کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ اسواک مظہق اللغف اور وضو بھی مظہق للبدن ہے چونکہ دونوں میں مظہق ہونے کی صفت مشترک ہے اس لئے اس جملہ کو ذکر فرمایا قال ابو موسیٰ الخ سے بھی امام بخاریؒ نے استدلال کیا ہے۔ کہ فضل ما طابہر ہے۔

حدیث نمبر ۸۵ اَحَدُنَا عِنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ يُونُسَ اَلْخِزْمِيِّ السَّامِرِيِّ بْنِ يَزِيدٍ يَقُولُ ذَهَبْتُ رَحَى خَالَتِي اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِي وَقَعَ فَمَسَحَ وَاَسْعَى وَدَعَا لِي بِالْبُرْكَوَةِ ثُمَّ تَوَمَّنَا فَشَرِبْتُ مِنْ دُضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ اِلَى خَاتِمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زُرِّ الْحَمَلَةِ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید سے میں نے سنا وہ فرماتے تھے مجھے میری خالہ جناب نبی اکرم صلیم کی خدمت میں لی گئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ میرے بھانجے کو مرض لاحق ہو گیا ہے۔ تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر وضو فرمایا تو میں نے آپ کے کچے ہوتے پانی سے پیار اور آپ کی پیٹھ کی طرف کھڑا ہو گیا۔ تو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان چھپر کھٹ کی گھنڈی کی طرح مہر نموت دیکھی۔

تشریح: از شیخ مدنیؒ بظاہر باب سابق سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی مگر یوں مناسبت ہو سکتی ہے کہ جب ماستعل سے شفا طلب کی جاسکتی ہے وہ ظاہر ہو گا نجس سے شفا کیسے طلب کی جاتی ہے وَقَعَ مرض لاحق ہو گیا زوالجملہ جملہ بمعنی چھپر کھٹ جو عروہ میں کہلاتے تیار کیا جاتا ہے اور ممکن ہے کہ جملہ سے کبک اور کبوتری مراد ہو زر (گھنڈی) کو کہتے ہیں جو کہ کبوتری کے انڈے کے برابر ہوتی ہے اگر کبک مراد ہو تو پھر اس کا انڈا مراد ہو گا۔ چنانچہ بعض نسخوں میں رز بھی ہے۔ رز کے معنی بیضہ معنی انڈے کے ہیں۔

تشریح: از شیخ ذکر کیا باب یہ باب بلا ترجمہ ہے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے یہ ہے کہ چونکہ آنے

والی روایت میں احتمال یہ ہے کہ مابقی فی الاما مراد ہو تو باب اول کے مغائر ہے یا ماستعل فی الاعضا ہو تو موافق ہوگی اور اس میں خاتم کا ذکر بھی تھا۔ اس لئے تنبیہ کے واسطے باب ہا مذہر دیا۔ میری رائے یہ ہے کہ اول سے ماستعل اور دوسرے مابقی فی الاما کے متعلق کلام فرما رہے ہیں چونکہ امام بخاریؒ نے فضل بمعنی المستعل کا حکم بیان کیا تھا۔ اس لئے تبعا فضل بمعنی الباقی کو بھی ذکر فرما دیا وَقَعَ بمعنی وجع یعنی درد ہے۔ فمسح و اسعی بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماری سر میں تھی۔ اور میں کہتا ہوں کہ سر میں ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ بچوں کے سر پر تو ہاتھ پھیرا ہی کرتے ہیں فشربت من وضوءہ یہاں میرے نزدیک وضو سے مابقی فی الاما مراد ہے۔ کیونکہ فضل بمعنی المستعل تو گذر چکا۔

مثلاً فی الجملۃ یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ایک بتقدیم الزا علی الزا اس وقت اس کے معنی گھڑی کے ہوں گے اور جملہ کے معنی مہری کے ہیں بڑے اور امیر لوگوں کے یہاں شادیوں میں مہری کے اندر گھڑیاں استعمال کرنے کا رواج ہے اور دوسرے روز بتقدیم الزا علی الزا اس وقت اس کے معنی انڈے کے ہوں گے اور جملہ کے معنی اس وقت میں ایک پرندہ ہوگا۔ جو کہوتر کے برابر ہوتا ہے۔ یہ روایت کتاب الشائل کی ہے۔ یہاں الفاظ کی حیثیت سے کلام کر دیا۔

باب مَن مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ -

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۸۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَقْرَعَ مِنَ الْخَنَاءِ عَلَى يَدَيْهِ فَعَلَسَ مَاءً ثُمَّ غَسَلَ أَوْ مَضَمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْقَطَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِمِصْبَحٍ مَا أَقْبَلَ وَمَا أَدْبَرَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ إِلَى الْكُعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَهَكَ أَوْ مَضَمَضَ عَزَّ وَجَلَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زید نے برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا۔ پھر منہ کو دھویا یا کلی فرمائی اور ناک میں پانی ایک ہی تھیلی سے دیا۔ اور اس کو انہوں نے تین مرتبہ کیا پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے دو مرتبہ سر کا مسح کیا اگلے حصہ کا اور پچھلے حصہ کا۔ پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے پھر فرمایا اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ تھا۔

تشنیح ہے از شیخ زکریا میرے نزدیک امام بخاری اس باب سے بھی ماستعمل کی طہارت ثابت فرما رہے ہیں اس طرح کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں امام شافعی کے پانچ قول ہیں ایک یہ کہ تین بار مضمضہ ثبوت غرغرات اور تین بار استنشاق ثبوت غرغرات گویا ہر ایک کے لئے الگ الگ غرفہ۔ یہ امام شافعی کا ضعیف قول ہے جس کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے لیکن یہی جہور کا مذہب ہے دوسرے یہ کہ ایک غرفہ سے دونوں تین بار پھر اس کے اندر دو قول ہیں ایک یہ کہ ایک ہی غرفہ سے آدھ تین بار مضمضہ اور اسی غرفہ سے پھر تین بار استنشاق دوسرے یہ کہ ایک ہی غرفہ میں ایک بار کلی پھر استنشاق پھر کلی پھر استنشاق پھر کلی پھر استنشاق یہ سب ایک ہی غرفہ سے ہوگا۔ اور چوتھا قول یہ ہے کہ دونوں غروں سے ہوں۔ پہلے غرفہ سے تین بار مضمضہ اور پھر دوسرے غرفہ میں تین بار استنشاق اور پانچواں یہ کہ تین غروں سے۔ پہلے غرفہ

سر کا مسح کیا کہ اپنے ہاتھ کو آگے لگے اور پیچھے لے آئے۔ پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا وحیبت فرماتے ہیں کہ سر کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

تشیع از شیخ ذکر کیا۔ در میان میں ایک عارض کی وجہ سے فضل کا ذکر آگیا تھا۔ اب پھر مسح کا ذکر شروع کر دیا۔ اس باب کی غرض امام شافعی پر رد کرنا ہے ان کے نزدیک مسح راس میں مسنون تشریث ہے اور جمہور کے نزدیک صرف ایک بار ہے۔

باب وَضُوءُ التَّجَلُّدِ مَعَ امْتِنَانِهِ وَفَضْلُ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ وَتَوَضُّعُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْحَجِيمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو کے کچے ہوتے پانی کا حکم اور حضرت عمرؓ نے گرم پانی کے ساتھ وضو کیا اور نصرانی عورت کے گھر سے لے کر کیا۔

حدیث نمبر ۱۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ
الْبَجَالُ وَالنِّسَاءَ يَتَوَضَّأُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعًا۔

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضو کرتے تھے۔

تشیع از مدنی اگر عورت پانی کو استعمال کر لے اور جو پانی بیچ جائے۔ تو جمہور فرماتے ہیں کہ فضل رجل و امرأة دونو پاک ہیں۔ اور امام احمدؓ فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے تنہائی میں پانی استعمال کیا ہے تو پھر فضل مرأة سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ عورتوں کی طبیعت میں نفاست نہیں ہے اگر عورت مرہ کے ساتھ پانی استعمال کرے تو پھر بالاتفاق اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ و توضع من یہ اثر مصنف نے ذکر فرمایا مگر شرح فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی مناسبت ترجمۃ الباب سے نہیں ہے اس لئے کہ وضو بالجہیم کی عدم مناسبت تو ظاہر ہے اور وضو من بیت نصرانیہ اس سے فضل مرأة نہیں سمجھا جاتا۔ تو بعض نے کہا کہ مصنف نے ان تعلیقات کو بطور زوائد کے پیش کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اثر ثانی کو ترجمۃ الباب سے مناسبت ہے اس لئے کہ عموماً پانی کو عورتیں ہی گرم کیا کرتی ہیں۔ من بیت نصرانیہ سے معلوم ہوا کہ عورت نے تنہائی میں پانی کو استعمال کیا۔ مسلمہ عورت تو خیر کچھ احتیاط کرتی ہے لیکن نصرانیہ جو خنزیر وغیرہ کھاتے ہیں۔ اور اسے مس کرتے ہیں تو جب یہ عورت غتلی ہالما ہوئی۔ تو ممکن ہے اس نے استعمال کیا ہو۔ اور

عدم نظافتہ فی طبائعہا کے علاوہ خمر اور خنزیر کو استعمال کرنے سے اس کی عدم نظافتہ کی اور تائید ہوتی ہے مگر ایسے پانی کو منگاکر حضرت فاروق اعظمؓ نے وضو فرمایا تو معلوم ہوا کہ فضل مرآۃ نجس نہیں ہوتا۔ گرم پانی میں شبہ یہ تھا کہ مس نار کی وجہ سے عدم طہارت معلوم ہوتی ہے کہ نار مظہر غضب الہی ہے تو ایسے ناجیم سے وضو جائز نہ ہوگا۔ اور نصرانیہ کے ہاں پانی کا ہونا اس کی عدم طہارت کا شبہ ہونا تھا تو فضل عمرؓ سے ان کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ تکثیر القائدہ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ جو علتہ ام احمدؓ نے ذکر فرمائی ہے اس پر مصنفؒ نے بحث کی۔

نشیخ مع الشیخ ذکر کیا۔ روایت باب ہے کہ کان الرجال والنساء یتوضون الخ اگر شبہ ہو کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے سامنے پردہ کیسے ہوتے تھے تو بعض نے جواب دیا کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے اور بعض نے جواب دیا کہ برتن بڑا ہوا کرتا تھا اور وہ پردہ کا کام دیتا تھا حضرت ام بخاریؓ نے باب وضو الرجال مع المرأة باندھ کر تنبیہ فرمائی کہ روایت میں جو کان الرجال والنساء کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی بیوی کے ساتھ وضو کرتا تھا۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تو اس صورت میں یہ ترجمہ شارح ہوگا اور فضل وضو المرأة ترجمہ کے دو جزو ہیں اول تو شارح ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اور اس دوسرے ترجمہ سے خیالہ اور ظاہر یہ پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ اگر عورت نے غلوت میں پانی استعمال کیا ہو تو اس کا فضل استعمال کرنا جائز نہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ ام بخاریؓ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے کہ جب لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ غسل کرتے تھے تو جب ایک نے پانی لیا تو اس کے بعد جو دوسرا پانی لے گا تو استعمال مافضل من المرأة لازم آگیا تو حاضراً عملاً علامہ عینیؒ اور کرانیؒ نے یہ کہہ دیا کہ دونوں اثر ترجمہ کے مناسب نہیں لیکن وجہ مناسبت کا انکار صحیح نہیں بلکہ ام بخاریؓ اس سے طہارۃ فضل المرأة ثابت فرماتے ہیں۔ وہ اس طرح پڑھتے ہوئے کہ پانی عام طور پر گھر میں عورتیں گرم کرتی ہیں۔ اور اسی طرح گرمی دیکھنے کے لئے ہاتھ ڈالتی ہیں لہذا فضل المرأة ہو گیا اور من بیت نصوانیۃ یہاں حضرت عمرؓ نے سوال نہیں کیا کہ عورت نے استعمال کیا ہے یا نہیں تو بہت ممکن ہے کہ استعمال کیا ہو اور حضرت عمرؓ نے بلا سوال کئے استعمال کر لیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی طہر ہے اور بعض علما حنا بلہ اور ظاہر یہ کہ لائے یہ ہے کہ غیر مسلمہ کا پانی استعمال کرنا جائز نہیں۔ ام بخاریؓ ان پر رد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سنو کہ یہاں نسخ میں یہ اختلاف ہے

کہ یہ دونو یعنی تومنا عمر اور من بیت نصیانیہ دو الگ الگ اثر ہیں یا ایک ہی ہے اور داؤ عطف نہیں ہے۔ حافظ کی رائے یہ ہے کہ دونو الگ الگ ہیں اور داؤ عطف ہونا چاہیے۔

باب صَبَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءُهُ عَلَى الْمَغْلَى عَلَيْهِ۔
ترجمہ، کہ کسی بیہوش آدمی پر آپ کے وضو کا پانی ڈالنا۔

حدیث نمبر ۱۸۹ حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الْمَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَنَا مَوْصِلٌ لَا أَغْفَلُ فَنَوَضَّأُ فَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوءِهِ فَقُلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ كُنْتَ أَلْبَسْتَنِي كَلَامَكَ فَقَالَ لَمْ أَكُنْ لَتِ أَمْرًا أَفْرَأَنِي ترجمہ، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسا بیمار تھا کہ کچھ نہیں سمجھتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیمار پر ہی کے لئے تشریف لائے پس آپ نے وضو کیا اور اپنے وضو کے کچھ ہونے پانی کو میرے اوپر ڈالا تو مجھے ہوش آگئی سمجھنے لگی میں نے کہا یا رسول اللہ میری میراث کس کے لئے ہوگی کیونکہ میری وارث تو کلاتہ ہے یعنی دلدادہ والد کوئی نہیں جس پر آیت الفرائض نازل ہوئی

تشریح از شیخ زکریا حبیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب کی غرض ماستغسل کی طہارت کو بیان کرنا ہے یہاں وضو سے وہ پانی مراد ہے جو اعضا سے گما ہو۔ اور وہ جو برتن کے اندر باقی رہ گیا دو نومراد ہو سکتے ہیں۔ انما یرثہ شیخ کلامہ۔ کلامہ کی تعریف میں علما کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ کلامہ اس مورث کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں اور نہ فروع اور بعض نے کہا کہ اس وارث کو کہتے ہیں جس کے نہ اصول ہوں نہ فروع اور بعض نے کہا کہ کلامہ اس مال کو کہتے ہیں جس کے لئے نہ اصول ہوں نہ فروع یہاں دوسرے معنی مراد ہیں

باب الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ فِي الْمَخْضَبِ وَالْقُدْحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ۔
ترجمہ باب ہے غسل اور وضو بڑے ٹپ میں اور پیلے میں اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں
حدیث نمبر ۱۹۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسِيرٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَصِمَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ إِلَى أَهْلِهِ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَأَنِفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فَبَدَأَ فَصَفَّرَ الْمَخْضَبَ أَنْ يَبْسُطَ فِيهِ كَفَّهُ فَنَوَضَّأُ الْقَوْمَ كُلَّهُمْ قُلْنَا كَوْنُكُمْ قَالَ ثَمَانِينَ وَزِيَادَةً۔

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو گیا تو جن لوگوں کا گھر قریب تھا وہ تو اپنے گھر وضو کرتے چلے گئے۔ کچھ لوگ باقی رہ گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک ایسا برتن لایا گیا جس میں پانی تھا وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ جناب کی تھیلی اس میں نہیں سما سکتی تھی۔ تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ ہم نے پوچھا تم کتنے لوگ تھے فرمایا کہ اسیؓ اور اس سے زیادہ

تشریح از شیخ مدنیؒ اس میں شبہ تھا کہ غضب وغیرہ برتن کھلے ہوئے ہوتے ہیں جن میں قطرات الوضو پڑتے ہیں تو فرمایا گیا کہ ان میں وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں غضب بمعنی کٹھڑا۔ پھیلا ہوا برتن قدح بمعنی پیالہ جو کہ مٹی اور پیتل وغیرہ کا ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ غضب ایک برتن ہوتا ہے جس میں کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھوٹا بڑا دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصود یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال جائز ہے اور ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے جو بعض انواع ظردف مثلاً پیتل کے برتنوں کو مکروہ کہتے ہیں اس کے بعد سنو! کہ میرے نزدیک چھوٹے برتن سے وضو کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس میں ہاتھ ڈال کر وضو کرے دوسرے یہ کہ اس برتن کو جھکا کر اس سے پانی لے اس باب سے امام بخاریؒ نے پہلی صورت ثابت فرمائی ہے اور دوسرے باب الوضوء من التور سے دوسری صورت ثابت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَضَّعُ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَضَعَهُ فِيهِ وَجَعَلَ فِيهِ

ترجمہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوا جس میں پانی تھا اس کے اندر جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو دھویا اور اس کے اندر چھوٹا

حدیث نمبر ۱۹۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَقْبَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مَاءً فِي قُورٍ مِنْ صُفْرِ فَنَوَّصَا فَعَلَّ

وَجَعَلَ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَدْبَرَ وَعَسَى وَجَعَلَ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف

لائے تو ہم نے آپ کے لئے پیتل کے برتن میں پانی نکالا جس سے آپ نے وضو فرمایا کہ اپنے چہرہ مبارک کو دوسرے دھویا اور اپنے ہاتھوں کو دھو دوسرے دھویا پھر سر کا مسح فرمایا کہ آگے لے گئے اور پیچھے لائے

اور دونوں پاؤں دھوئے۔

تشریح از شیخ زکریا اس روایت سے ابن عمرؓ کا رد کرنا ہے جو پٹیل کے برتن کے استعمال کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۹۳ حَدَّثَنَا أَبُو يَمَانٍ الْخَزَنَدِيُّ قَالَ كُنَّا نَقْلُ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَدَّ بِهِ وَجَعَهُ اسْتَدَّ مِنْ أُنْوَاجِهِ رَفِئُ أَنْ يَمْرُؤَ صَفِي بَيْتِي فَأَذِنَ لَهُ فَنُفِخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ نَحْطُ رَجُلًا فِي الْأَرْضِ مِنْ بَيْنِ عَبَّاسٍ وَرَجُلٍ آخَرٍ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَذَرُنِي مِنَ الرِّجْلِ الْآخَرِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلَى رَأْسِ بَنِي طَالِبٍ وَكَانَتْ عَارِشَةُ تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاسْتَدَّ وَجَعَهُ صَرُّوا عَلَى مَنْ سَمِعَ قَرِيبَ لَمْ يُحْدَلْ أَوْ كَيْفَ تَمُنَّ لَعَلِّي أَعْقِدُ إِلَى النَّاسِ وَأُحْبِسُ فِي مَخْصَبٍ لِحَقِصَةِ كُرُوجِ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَوَّقْنَا كَهْمَبٌ عَلَيْهِ نَبْلَكَ حَتَّى طَفِقَ يُكْشِرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ رَأَى النَّاسَ

ترجمہ ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرمؐ صلعم بیمار ہوئے اور آپؐ کا درد سخت ہوا۔ تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے اس بات کی اجازت مانگی کہ آپؐ کی بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں گے تو سب بیویوں نے اجازت دے دی۔ تو جناب دواؤں کے سہارے اس طرح تشریف لائے کہ آپؐ دونوں پاؤں زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ ایک ان دو میں سے حضرت عباسؓ تھے اور ایک دوسرا آدمی تھا حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے اور حضرت عائشہؓ نے یہ بھی بیان فرماتی تھیں کہ میرے گھر میں داخل ہونے کے بعد جب آپؐ کا مرض اور شدید ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے اوپر سات مشکبے پانی ڈالو جن کے کسمے نہ کھولے گئے ہوں۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کر سکوں چنانچہ آپؐ کو حضرت حفصہؓ زوجہ النبی صلعم کے ٹپ میں بٹھایا گیا۔ پھر ہم لوگ سات مشکبوں کا پانی آپؐ پر ڈالنے لگے یہاں تک کہ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ بس تم لوگ اپنا کام کر چکے پھر آپؐ باہر لوگوں کے پاس تشریف لائے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اُجلَس فی مَحْضَبِ اِیْ مِنْ مَحْضَبِ جِیسے دوسری روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ باب الوضوء من التور کی روایات اس کی تفسیر کرتی ہیں فی معنی من کے ہے کہ بذریعہ اغتراف کے وضو فراتے تھے اغتراف کا معنی چلو بھرنا۔

تشریح از شیخ زکریا قال ہو علیؑ بعض نے کہا کہ چونکہ حضرت عائشہؓ نہ حضرت علیؓ سے ناراض ہو گئی تھیں جس کے نتیجہ میں جنگ جبل ہوئی۔ اس لئے ان کا نام نہیں لیا مگر میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت عباسؓ تو ایک جانب کے لئے متعین تھے بخلاف حضرت علیؓ کہ چونکہ ابتداً حضرت ام ایمنؓ تھیں پھر حضرت اسامہؓ اور علیؓ ہوئے اس لئے تعین نہیں فرمائی اھو یقوا علیؑ الخ یہ طریقہ عرب کے اندر بخار زائل کرنے کے لئے مجرب سمجھا جاتا تھا۔

باب الْوُضُوءِ مِنَ التَّوْرِ۔ ترجمہ، لوٹے یا تھال سے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۹۴۱ اَحَدٌ تَخَالَفَ بَيْنَ مَخْلَدٍ الْخ قَالَ كَانَ مَعِيَ يَكْثَرُ مِنَ الْوُضُوءِ فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ اَحْبَبُ نِيْ كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَانِيْ مِنْ مَّاءٍ فَمَلَأَ عَلَيَّ يَدِيْهِ فَمَسَحَ بِمَا تَلْتِمِثُ ثَلَاثَ مَوَاقٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضَمَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثَ مَوَاقٍ مِنْ غُوفَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدِيْهِ فَاَعْتَوَفَ يَمِيْنًا فَفَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَوَاقٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدِيْهِ رَاٰی الْوُفَقَيْنِ مَوْتَيْنِ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْهِ مَاءً فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَاَذْبَرَ يَدِيْهِ وَاَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ مَلَكًا رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت فرماتے ہیں کہ میرے چچا وضو بہت کرتے تھے۔ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم نے جناب نبی اکرمؐ کو کس طرح وضو کرتے دیکھا تو انہوں نے پانی کا لٹا منگایا تو اس کو دونوں ہاتھوں پر جھکایا اور ان کو نین مرتبہ دھویا۔ پھر اس برتن میں ہاتھ کو ڈالا اس سے کلی فرمائی اور تین مرتبہ ناک کو چھا ڈایا یہ سب ایک ہی چلو سے تھا۔ پھر ہاتھ ڈال کر ان دونوں ہاتھوں سے چلو کو بھرا تو تین مرتبہ چہرہ کو دھویا پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں سے پانی لے کر اپنے سر کا مسح کیا اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو پیچھے لگے اور آگے لے آئے پھر دونوں پاؤں کو دھویا اور فرمایا کہ میں نے اسی طرح جناب نبی اکرمؐ کو وضو کرتے دیکھا

خشخاش از شیخ زکریا۔ اس باب سے وضو من الاناء کو ثابت کرنا ہے یعنی پانی لے کر چنانچہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا تو یہ فی التور ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس پانی سے وضو کیا تو یہ من التور ہو گیا۔ اعتراض یہ ہے کہ تور پتھر کے پیالہ کو کہتے ہیں پہلے باب میں حجارہ سے وضو کرنے کو بیان کر دیا ہے تو اسے دوبارہ کیوں لائے بشرح کے نزدیک یہ تخصیص بعد التعمیم ہے میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے محض تور کو بیان کرنا نہیں وہ تو بیان ہو چکا۔ بلکہ یہاں اور بات بتلائی ہے۔ وہ یہ کہ پہلی حدیث میں تو مانی التور ہے۔ اس باب میں من التور ہے تو اوّل کا مطلب یہ ہوا کہ اس برتن کے اندر وضو کیا جائے۔ اور من التور کا مطلب یہ ہے کہ برتن سے پانی لے کر وضو کی جائے تو دونوں صورتوں کا جواز بتلانا مقصود ہے

حدیث نمبر ۱۹۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَمَّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَأَتَى بِقَدَحٍ مَحْمُولٍ فِيهِ شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ فَوَضَعَ أَصَابِعَهُ فِيهِ قَالَ أَنَسٌ فَبَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ قَالَ أَنَسٌ فَخَزَزْتُ مِنْ نَوْحًا مِنَ السَّبْعِينَ رَأَى الْخَمَّانِيْنِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا تو آپ کے پاس ایک بیچ پیالہ لایا گیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا جس میں آپ نے اپنی انگلیاں مبارک رکھ دیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں پانی کو دیکھنے لگا جو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابل رہا تھا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے وضو کیا تھا ان کا میں نے ۷۰ مرتبہ ۸۰ تک کا اندازہ کیا۔

باب التَّوَضُّؤِ بِالنَّعْلِ وَبِالنَّعْلِ تَرَجْمَهُ، اِكْبَادُ سِرِّهِ بِالنَّعْلِ تَرَجْمَهُ، اِكْبَادُ سِرِّهِ بِالنَّعْلِ تَرَجْمَهُ۔

حدیث نمبر ۱۹۶ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخَمَّ عَنْ أَنَسٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْمَاءِ إِلَى خَمْسَةِ أَحْدَادٍ دُونَ تَوَضُّؤٍ بِالنَّعْلِ۔

ترجمہ، راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار سیر سے لے کر پانچ سیر پانی تک سے غسل کرتے تھے اور ایک سیر سے وضو فرماتے تھے۔

خشخاش از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ ٹھیک ہے کہ خوب پانی نکلا اور لوگوں نے اسے استعمال کیا جیسے کہ آخری روایت سے معلوم ہوا مگر بھائی! اسراف نہ کرے

بلکہ ایک استعمال کرے کہ یہی مقدار مسنون ہے۔ بعض شراح مسلم نے یہ لکھ دیا ہے کہ ایک مد سے زائد سے وضو کرنا۔ اخاف کے نزدیک ناجائز ہے یہ بالکل غلط ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ نہ اسراف کرے اور نہ کمی کرے بہر حال اخاف کے نزدیک کوئی حد متعین نہیں ہے۔

باب الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، ترجمہ ، موزوں پر مسح کرنا۔

حدیث نمبر ۱۹ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ الْحِمْصِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ سَأَلَ عُمَرَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ نَحْنُ إِذَا حَدَّثَكَ شَيْئًا سَعَدُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَحْمِلْ عَنْهُ غَيْرَهُ (المحدث)

ترجمہ ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جناب نبی اکرمؐ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے دونوں موزوں پر مسح کیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے بارے میں اپنے باپ حضرت عمرؓ سے پوچھا تو آپؓ نے ہاں کہہ کہ ہمیں جواب دیا۔ اور فرمایا کہ جب حضرت سعدؓ جناب نبی اکرمؐ صلعم سے کوئی حدیث تمہیں بیان کریں تو پھر اس کے بارے میں اور کسی سے نہ پوچھو۔

تفسیر از شیخ زکریا مسیح علی الخفین قیاس کے بھی خلاف ہے۔ اور نص قرآنی کے بھی کیونکہ قرآن پاک میں پاؤں کے دھونے کا حکم ہے چونکہ مسیح علی الخفین شتر یا اسی صحابہ کرام سے منقول ہے اور یہ روایات حدیث کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ حد تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں تو یہ بھی صحیح ہے اس سے زیادہ علی الکتاب جائز ہے۔ مسیح علی الخفین کا ائمہ میں سے کوئی منکر نہیں ہاں خوارج اور روافض مسیح علی الخفین کے قائل نہیں۔ روافض اور خوارج باہم ضد ہیں۔ مگر یہاں دونوں ایک ساتھ ہیں۔ روافض تو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اہل بیت سے مسیح علی الرجلین کی روایات مردی ہیں اس لئے مسیح علی الخفین کچھ نہیں۔ حالانکہ خفین سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں۔ مسیح علی الرجلین اور ہے مسیح علی الخفین اور ہے اور خوارج کہتے ہیں کہ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ لیکن جب ۸۰ یا ۶۰ صحابہ کرام سے مردی ہے۔ اور روایات شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اس لئے ان سے زیادہ علی الکتاب جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرق باطلہ مسیح علی الخفین کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کو تو صحابہ سے بعض ہے حضرت امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے اہلسنت والجماعہ کی پہچان مسیح علی الخفین کا جائز قرار دینے والا لکھی گئی ہے فرماتے ہیں عن علامات

اهل السنة والجماعة ان تفضل الشيخين ونخب المختنين وان تری المسح علی الخفین
یعنی روافض کی طرح خلفاً ثلاثہ کو برا بھلا نہ کہے اور خوارج کی طرح حضرت علیؓ کو اور ان دونوں فرقوں کی
طرح المسح علی الخفین کا انکار نہ کرے۔ ان عبد اللہ بن عمروؓ اس روایت میں اختصار ہے واقعہ
یہ ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو فہم میں تھے۔ اور حضرت عمرؓ وہاں گئے ہوئے تھے حضرت سعدؓ نے
خضبین پر مسح فرمایا حضرت ابن عمرؓ نے اس پر انکار کیا حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اکرمؐ صلعم
نے خضبین پر مسح فرمایا ہے اور جب مدینہ جانا۔ تو اپنے باپ عمرؓ سے پوچھ لینا۔ حضرت ابن عمرؓ جب
آئے تو حضرت عمرؓ سے اس کے متعلق سوال کیا تو حضرت عمرؓ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں۔ اولاً لا تفعل
فرمایا۔ یعنی حضرت سعدؓ نے جو کہ کہا کہ رسول اللہؐ صلعم نے مسح علی الخفین فرمایا ہے۔ تو یہ درست ہے
اور دوسری بات بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرمائی کہ حضرت سعدؓ جو کچھ بیان کریں گے صحیح کہیں گے لہذا کسی
دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اشکال ہو کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً مسح علی الخفین
کی روایت منقول ہے تو پھر ابن عمرؓ نے حضرت سعدؓ پر تکبیر کیوں فرمائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت
ابن عمرؓ سے جن روایات میں مرفوعاً مسح علی الخفین کا ذکر ہے اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ
یہ فرماتے ہیں راٰیْتُ رسول اللہ صلعم بلکہ عن ابن عمرؓ عن النبی صلعم یا عن ابن عمرؓ
ان رسول اللہ صلعم اور اس میں احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور رسول اللہؐ صلعم کے درمیان کوئی
واسطہ ہو۔ وہ حضرت سعدؓ کی اس روایت سے معلوم ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ ابن عمرؓ کی روایت مرسل صحابہ
کے قبیل سے ہے اور مرسل صحابہ بالاتفاق مقبول ہیں ات سعداً فقال عمر بعد اللہ الخ یہاں ان
کا اسم ذکر کر دیا اور خبر محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ نے ابن عمرؓ کے انکار پر مسح کیا۔
حضرت سعدؓ نے حدیث بیان کی اور ابن عمرؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ سے دریافت کر لینا۔ تو اس قدر
ذکر فرما کر پوری حدیث کی طرف اشارہ فرمایا

حدیث نمبر ۱۹۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْمُؤَدِّیُّ عَنْ أَبِيهِ الْمُخَيَّرِ بْنِ شُعْبَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِمْ فَاتَّبَعَهُ الْمُخَيَّرُ بِأَدَاةٍ
فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ خَرَجَ مِنْ حَاجَتِهِ فَمَسَحَ عَلَى الْخَفَيْنِ۔
ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جناب رسول اللہؐ صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ قلعہ حاجت

کئے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عبید بن جراحؓ ایک جھانگلی لوٹا جس میں پانی تھا لے کر آپ کے پیچھے چلے جب آپ قضا حاجت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے آپ پر پانی ڈالا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور دونو موزوں پر مسح کیا۔

حدیث نمبر ۱۹۹ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْأَخْبَرُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ

ترجمہ، حضرت عمر بن ابیہ الضمری نے خبر دی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

حدیث نمبر ۲۰۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى عَصَايِهِ وَخُفَّيْهِ۔

ترجمہ، حضرت عمر بن ابیہ نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کر رہے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا، مسح علی العمامۃ، ظاہر یہ اور خابہ کے یہاں تو جائز ہے مگر ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہ، شافعی اور مالک کے یہاں جائز نہیں ہے۔ یہاں مالکیہ اور شوافع نے بخاری کی حدیث چھوڑ دی، اگر تنفیہ چھوڑ دیں تو آسمان سر ہراٹھا لیا جاتا ہے۔ بہر صورت یہ حدیث خابہ اور ظاہر یہ کے موافق اور ائمہ ثلاثہ کے مخالف ہے۔ ظاہر یہ تو یہ کہتے ہیں کہ بلا توقيت جائز ہے اور خابہ کا مذہب یہ ہے کہ مسح علی العمامۃ ان شرط کے ساتھ جائز ہے جن شرط کے ساتھ مسح علی الخفین کا جواز ہے یعنی طہارت پر پہنا گیا ہو اور مقیم کے لئے یوم ولیلۃ اور مسافر کے لئے ثلاثہ ایام اولیایما یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ کے ساتھ ان کی کتابوں میں ایک شرط اور بھی لکھی ہوئی ہے وہ یہ کہ عمامہ علی بیتہ المسلمین ہو۔ کفار اور اہل ذمہ کی طرح نہ ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شملہ لٹکا کر داڑھی کے پیچھے سے لاکر دوسری طرف کو باندھ دیتے ہیں۔ چونکہ اس طرح نکلنے میں مشقت ہوتی ہے جیسے خفین میں اس لئے یہاں بھی مسح جائز ہے۔ مگر چونکہ یہ روایت ائمہ ثلاثہ کے خلاف پڑتی تھی اس لئے اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں ایک تو سب سے قوی ہے جس کو امام محمدؒ نے موطا میں ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں بلغنا انہ کان خنوک اور بلاغات امام محمد معتبر ہیں لہذا مسح علی العمامہ منسوخ ہو گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کسی خاص

سفر کا واقعہ ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے اَمَّا اَنْ تَسْمَعَ عَلَى الْعَصَابِ وَالْمَسَاخِينِ مَعْنَى حَضْرَةِ اَكْرَم
نے مذر کی بنا پر جہاں پر مسح کا حکم فرمایا اسی طرح کسی وجہ سے مسح علی لعامہ بھی ہوا ہوگا۔ اور نیز اس جواب
خفیہ اور شافیہ کے اصول پر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فرض مسح علی الراس مطلق المسح ہے عند الشوافع
اور عند الاحناف ربع راس ہے تو ممکن ہے فرض کی ادائیگی مسح راس سے کر لی ہو اور تکمیل سنت کے لئے
عمامہ پر مسح کیا ہو۔ اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں مگر مالکیہ کہاں یہ جواب درست نہیں کیونکہ ان
کے ہاں تو استنباب راس بالمسح فرض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسح علی الراس قرآن پاک سے ثابت
ہے۔ اور مسح علی العمامہ کا ذکر اخبار احاد میں ہے جو محتمل ہیں۔ لہذا قطعی کو طہنی کی وجہ سے ترک نہیں
کیا جائے گا۔ اور خفیہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوداؤد وغیرہ میں مسح علی ناصیۃ و عمامۃ وارد ہے
معلوم ہوا کہ اصل فرض تو مسح علی الناصیۃ سے جواہر ہو گیا۔ اور باقی تکمیل سنت کے لئے تعدد ان جواہرات قویہ
کے ہوتے ہوتے یہ تو حبیہ کو ناکہ حضور اکرم صلیم عمامہ درست فرما رہے تھے۔ دیکھنے والے نے یہ سمجھا
کہ اس پر مسح فرما رہے ہیں یا اس کے علاوہ دوسرے جواہرات کی اس وقت ضرورت ہوتی جب یہ
مذکورہ جواہرات نہ ہوتے۔

باب اِذَا اَذْخَلَ رَجُلٌ يَدَهُ فِي حَقِيصِهِ وَهَمَّ طَاهِرًا تَابَ

ترجمہ باب جبکہ ماح اپنے دو ٹوٹے ہاتھوں میں اس وقت داخل کرے جب کہ وہ دونوں پاک ہوں۔
حدیث نمبر ۲۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو مُعْصِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدٍ فَاهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ حَقِيصَتَهُ فَقَالَ مَعْصِمًا فَإِنِّي أَذْخَلْتُهَا طَاهِرًا تَابَ
فَمَسَحَ عَلَيْهَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں جناب نبی اکرم صلیم
کے ساتھ تھا میں آپ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو کیونکہ میں نے
ان کو اس وقت داخل کیا تھا جب وہ دونوں پاک تھے۔ پھر ان پر مسح فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا یہاں اس باب میں ایک اور مسئلہ بیان فرمادیا کہ مسح علی الخفین کے لئے
ضروری ہے کہ رجليں کو پاک کر کے موزوں میں داخل کیا ہو اس طہارت سے مراد اتمہ ارجہ کے نزدیک طہارت
من الانجاس والاحداث جیسا ہے۔ اور ظاہر یہ کہ نزدیک طہارت من الانجاس شرط ہے طہارت

من الاحداث شرط نہیں جہور کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب طہارت مطلق بولی گئی تو اس سے طہارت کا لہرہ ہوگی خواہ وہ ار جاس ہو یا احداث و عہدہاں یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑنے کے امر کو عمل فرمایا کہ رحلیں مبارکین بحالت طہارت داخل فرماتے ہیں لہذا ترجمہ ثابت ہوا۔

باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ تَحْوِ الشَّاةِ وَالسَّوْيِقِ وَآكَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَ
عُمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ يَتَوَضَّأُوا ۱۔

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو بکری کے گوشت اور ستوکے استعمال سے وضو نہیں کرتا حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے گوشت کھایا لیکن وضو نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَيْفَ شَاءَ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔
ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے کدھے کا گوشت کھایا نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

تشریح از شیخ مدنی اس باب کے تحت روایت میں سونین کا تذکرہ نہیں البتہ دوسرے باب کی پہلی روایت میں سونین کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں لحم کا ذکر ہے سونین اور مضمض عنہ کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ باب اصلی من لم يتوضأ من لحم الشاة المنہیہ درمیان میں جو اب آیہ ہے وہ مستقل نہیں ہے بلکہ بادل کے تحت میں ہے جس کو بطور فصل کے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں لم يتوضأ کے ساتھ مضمض کی زیادتی ہے اس لئے روایت ثانیہ بھی باب اول میں داخل ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ مامستہ النار سے وضو نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا امام بخاری نے مولو يتوضأ مامستہ النار جیسی مختصر عبادت کو چھوڑ کر یہ طویل عبارت اختیار فرمائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر باب سے ہی یہ معلوم ہو گیا کہ امام بخاری کا میلان خنابلہ کے مذہب کی طرف ہے کیونکہ خنابلہ کے یہاں لحم اہل کے استعمال سے وضو ضروری ہے اور جہور کے نزدیک کسی بھی مامستہ النار سے وضو واجب نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے۔

كَانَ أَحْرَاحَ مَرِيٍّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَ وَالْوَضُوءَ مِمَّا غَبِثَتْهُ النَّارُ لَكِنْ خُودَ امِّ ابْدَاؤَ وَضُوءَ النَّارِ كَقَالٍ هِيَ جِيسَا كَإِنْ كَ الْبَابِ سَ مَعْلُومَ هُوَ تَابِ سَ كَ پَہلے تَو

فک الوضوء مما مسته النار کا باب قائم فرمایا اور پھر باب التشدید فی ذالک منعہ فرما دیا وہ فرماتے ہیں کہ جابرؓ کی روایت ایک مخصوص واقعہ کے ساتھ خاص ہے۔ واکل ابو بکرؓ جو کہ امام بخاریؒ رحمہ اللہ سے وضو کے قائل ہیں اس لئے جہاں مطلقاً اکل لحم و عدم توضی کا ذکر ہو۔ تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک لحم شاة پر محمول ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۰۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا رَأَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَذَرَعَهَا إِلَى الصَّلَاةِ فَأَتَى الْمَشْكِيَّ فَصَلَّى وَكُوَيْتُ وَضًا۔

ترجمہ حضرت عمرو بن امیہؓ نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کو دیکھا کہ آپؐ بخوی کے کندھے کا گوشت کاٹ رہے تھے کہ آپؐ کو نماز کی طرف بلا یا گیا۔ تو آپؐ نے چھری پھینک دی نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ یعنی کتف شاة چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے اس پر اشکال ہے کہ چھری سے کاٹ کر کھانے کی مانعت ابو داؤد کی روایت سے معلوم ہوتی ہے۔ شراح نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں بیان ادیلت ہے۔ اور یہاں بیان جواز ہے مگر میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ مانعت اس بات پر محمول ہے کہ چھری ہی سے کھاتے اور بخاریؒ کی روایت اس پر محمول ہے کہ چھری سے کاٹ کر ہاتھ سے کھاتے جیسا کہ قربانی کا گوشت کچھ کچا ہو تو کاٹ کر اور پھر ہاتھ سے کھایا جائے فَصَلَّى وَكُوَيْتُ وَضًا یہ عدم توضی اکل لحم شاة سے ہو گئی۔ مگر اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب میں دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں ایک سوہن اور دوسرے لحم شاة تو حضرت امام بخاریؒ نے لحم شاة سے عدم توضی کی روایات تو باب میں ذکر فرمادی۔ مگر سوہن کی کوئی روایت ذکر نہ فرمائی۔ شراح نے جواب دیا کہ قیاس سے ثابت فرما دیا۔ کہ جب لحم شاة جس میں پکنا ہٹ ہو تو جب اس سے وضو نہیں فرمائی تو سوہن کے اندر بطریق اولی وضو نہ ہوگی۔ کیونکہ اس میں دسومت ہوتی ہی نہیں یہاں امام بخاریؒ کا مقصود عدم وضو مما مست النار ثابت کر تلے مگر معلوم نہیں کیا بات ہے کہ شراح نے یہاں ترجمہ قیاس سے ثابت فرما دیا۔ حالانکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ بھی تو ہے کہ جب کسی باب کی روایت میں کوئی فائدہ

جدیدہ ہوتا ہے تو اس پر تنبیہ کرنے کے لئے نیا باب یا باب در باب باندھ دیتے ہیں یہاں جو روایت آنے والے باب میں آرہی ہے اس کے اندر سوہن کا ذکر ہے۔ اور ترجمہ میرے نزدیک اس سے ثابت ہو رہا ہے۔ مگر چونکہ روایت میں مضمضہ کا لفظ تھا اس لئے امام بخاریؒ نے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے لفظ فائدہ

جدیدہ ایک نیابا باندھ دیا اور تنبیہ فرمائی کہ وضو سونق کے کھانے سے تو نہ کی جائے لیکن چونکہ اس سے منہ بھر جاتا ہے اس لئے کلی کر لینی چاہیے۔

باب مَنْ تَمَضَّضَ مِنَ السَّوِيقِ وَلَعُو يَتَوَضَّأُ۔

ترجمہ: باب اس شخص کے بارے میں کہ سونق کھانے سے کلی تو کی جائے اور وضو نہ کی جائے۔

حدیث نمبر ۲۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ سُوَيْدٍ بَنُ التَّغْلَبِ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَيْبِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالنَّصْبَاءِ وَهِيَ أَرْضٌ خَيْبَرُ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ عَابَا بِالْأَزْوَادِ فَلَعُو يُوْتِ الرَّحْلَ بِالسَّوِيقِ فَأَمَرَهُ فَتَوَضَّأَ فَكَمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ رَأَى الْمُغْرِبَ فَمَضَّضَ وَمَضَّضْنَا ثُمَّ صَلَّيْنا وَلَعُو يَتَوَضَّأُ۔ (المحدث)

ترجمہ: حضرت سید بن نہمانؓ خبر دیتے ہیں کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر دس سال باہر نکلے یہاں تک کہ جب وہ صحباً مقام پر پہنچے جو کہ خیبر کے نزدیک ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی پھر توشہ منگوایا تو سونق کے سوا اور کچھ نہ لایا گیا جس کو پانی میں بھگونے کا آپ نے حکم دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھایا اور ہم سب نے کھایا پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ نے بھی کلی فرمائی اور ہم سب نے کلی کی پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح: از شیخ زکریا، ترجمۃ الباب کی غرض سابق باب سے معلوم ہو چکی اونی خیبس یہ خیبر کے قریب ترجمہ ہے۔ تعد عابا بالازواد چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کھانے کے عادی تھے اکیلے نہ کھاتے تھے اس لئے سب کو بلایا تاکہ ساتھ نوش فرمائیں اور اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو دوسرے بھی لے کھلائیں۔

حدیث نمبر ۲۰۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَ مَا كَتِفًا ثُمَّ صَلَّيْنا وَلَعُو يَتَوَضَّأُ۔

ترجمہ: حضرت میمونہؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کتیف کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔

تشریح: از شیخ زکریا اس روایت پر علامہ سیوطیؒ اور کرمانیؒ کو اشکال پیش آ رہا ہے کہ یہ

بے جوڑ عبارت کہاں سے آگئی۔ کیونکہ باب تو من مضمض من السويق کا ہے۔ علامہ کرمائی فرماتے ہیں کہ نسخ کا تصوف ہے۔ علامہ عینیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ دراصل سب کو اشکال اس لئے پیش آرہا ہے کہ اس کو مستقل باب سمجھا جا رہا ہے لیکن اس کو باب در باب مان لیں تو کوئی اشکال نہیں رہتا۔ اس صورت میں نہ تو باب سابق کے ترجمہ کو قیاس سے ثابت کرنا پڑتا ہے اور نہ ہی اس روایت کو بے موقعہ ماننا پڑے گا۔ بلکہ یہ کہل جائے گا کہ یہ پہلا ہی باب ہے فائدہ جدیدہ کے طور پر درمیان میں باب در باب منعقد کر دیا

باب هَلْ يُمْضَمُّ مِنَ اللَّبَنِ۔ ترجمہ، کیا دودھ پینے سے کلی کرنی چاہیے۔
حدیث نمبر ۲۰۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْإِمْلَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضَمَضَ وَخَالَ رَاتٍ لَهُ دَسْمًا رَاوِ

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم نے دودھ پیا تو حضور صلعم نے کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں پکنا ہٹ ہوتی ہے

تشیع از شیخ زکریا چونکہ بعض علما کا مذہب یہ ہے کہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنی چاہیے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔ شرب لبنا یہاں اشکال یہ ہے کہ روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے دودھ پیا۔ اور کلی فرمائی پھر ترجمہ میں لفظ ہل لانے کی کیا ضرورت رہی۔ شرح جواب دیتے ہیں۔ ابو داؤد کی روایت میں دلو مضمض ہے اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ترجمہ میں لفظ ہل لے آئے تاکہ غور کرو کہ جس طرح یہاں مضمض کا ذکر ہے۔ دوسری جگہ عدم مضمض کا ذکر بھی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم نے مضمضہ بالبن کو سطل فرما دیا۔ کہ اس کے اندر دسومت ہوتی ہے تو امام بخاریؒ نے لفظ ہل سے اس طرف اشارہ فرما دیا کہ اس میں دسومت نہ ہو تو پھر کوئی ضرورت نہیں اور بعض نے کہا ہل کا لفظ بسا اوقات اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے

باب الْوَضُوءِ مِنَ التَّوَمْرِ مَنْ كَوَّيَرَهُ مِنَ التَّعَسَةِ وَالتَّعَسَتَيْنِ أَوِ الْخَمْفَةِ وَضُوءًا۔ ترجمہ، باب نیند سے وضو کرنے کا حکم۔ اور اس شخص کے ہلے میں جو ایک دفعہ اونگھنے یا دو دفعہ اونگھنے اور سر کے ہلنے سے وضو کے روادار نہیں۔

حدیث نمبر ۲۰۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْإِمْلَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ كَوَّيَرَهُ فَليُحْدِثْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ التَّوَمْرَانِ

أَحَدُكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ کسی ایک کو نماز کی حالت میں اذنگھ آئے تو وہ سو جائے تاکہ اس کی نیند اس سے زائل ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی نے اذنگھنے کی حالت میں نماز پڑھی تو غیر شعوری طور پر شاید وہ مغفرت طلب کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالی دے رہا ہو۔

فتشیح از شیخ مدنی حضرت امام مالکؒ اور ان کے موافقین کا مسلک یہ ہے کہ نوم کثیر تو ناقض ہے نوم قلیل ناقض نہیں مگر ائمہ ثلاثہ کے یہاں خواہ نوم کثیر ہو یا قلیل بشرطیکہ وہ استرخا مفاصل کا سبب نہ ہو ناقض وضو ہے۔ ہر ایک کے پاس اس کی تفصیل ہے۔ نختہ اور سنتہ میں چونکہ اثر نوم کم ہوتا ہے اس میں نقص کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی اس لئے ناقض نہ ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عہد بیان فرمائی ہے وہ لعلہ یستغفر فی خفیض وضوءہ نہیں فرمایا۔ اگر اس پر شبہ ہو کہ ظاہر حدیث کا تقاضا ہے کہ اگر غلبہ نوم ہو تو نماز چھوڑ دینی چاہیے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ حکم صلوات نافلہ کے بارے میں ہے۔ عادت بھی ہے کہ صلوات فرضیہ عشاء صبح وغیرہ میں یہ حکم نہیں ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ خلب لا ھیہ کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر لا یدری لعلہ یستغفر کے کیا معنی؟ تو کہا جائے گا کہ واقعی دعا ہی مقبول ہوتی ہے جو خلوص دل سے ہو۔ مگر بعض اوقات دعا کے قبولیت کے ایسے ہونے ہیں کہ جو لفظ زبان سے نکلا وہ قبول ہو گیا۔ اس لئے منع کیا گیا کہ ایسی حالت سے گریز کرنا چاہیے۔

فتشیح از شیخ زکریا، نختہ کے معنی اذنگھنے کے ہیں اور خفۃ اذنگھ کی وجہ سے سر کا ہلنا یہاں باب میں اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ کے دو جز قرار دیے ہیں۔ ایک وضو من النوم دوسرا من لعلہ یستغفر۔ روایت جو ذکر فرمائی ہے وہ نختہ کی ہے نوم کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا کہ نوم اور نختہ سے مراد ایک ہی ہے تو گویا ترجمہ میں بس ایک ہی چیز ہے اور من لعلہ یستغفر وضو من النوم کی تفصیل ہے اور بعض نے کہا کہ نوم سے چونکہ نقص مشہور تھا اس لئے اس کی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اب نوم ناقض وضو ہے یا نہیں اس کے اندر تین مذہب ہیں۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ نوم مطلقاً ناقض ہے اور سلف ہی میں دوسری جماعت

کی رائے اس کے بالکل خلاف ہے کہ نوم کی کوئی قسم ناقض وضو نہیں ہے۔ اور ائمہ اربعہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں کہ نوم کی بعض انواع ناقض ہیں اور بعض ناقض نہیں جمع بین الروایات کا مطلب یہ ہے کہ ناقض وضو بالنوم کی روایات مختلفہ ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ناقض ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نماز کی انتظار میں بیٹھے بیٹھے سونے لگتے حتیٰ تخفق رؤسہم تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند ناقض نہیں۔ اب پھر انواع ناقضہ اور غیر ناقضہ میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک النوم متکیا علی شیئی لوازیل سقط کہ اگر کسی چیز کا سہارا لے کر نیند کر رہا تھا اگر وہ سہارا زائل ہو جائے تو اگر پرے امام شافعی کے نزدیک النوم قاعداً ممکناً متعدياً من الاوض کہ نیند بیٹھے بیٹھے زمین پر سرین جلتے ہونے کی نیند ناقض نہیں باقی انواع ناقض ہیں تو معلوم ہوا کہ نوم فی نفسه تو ناقض نہیں ہے بلکہ چونکہ نوم منظرہ خروج رتق ہے اس لئے ناقض ہے۔ اور جب یہ صورت بالا ہو تو پھر خروج رتق کا منظرہ نہیں رہتا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک نوم ثقیل ناقض ہے اور نوم خفیف ناقض نہیں ہے۔ مثلاً اس طرح سو رہا ہو کہ ذرا سی حرکت ہو تو جاگ جائے اور خالبہ کے نزدیک نوم یسیر ناقض نہیں ہے۔ بلکہ نوم کثیر ناقض ہے۔ یسیر کا مطلب ہے۔ ایک آدھ منٹ سو جانا اور اس میں ایک قید یہ بھی ہے کہ وہ نوم قاعداً ہو قائماً ہو۔ کیونکہ روایات میں صحابہ کرام کا سونا انہیں دو صورتوں میں منقول ہے تو مالکیہ اور خالبہ میں فرق یہ ہو گا کہ ان کے نزدیک لیٹا ہوا آدمی اگر ہلکی نیند سو رہا ہے تو اس کی وضو نہیں ٹوٹ گی اور خالبہ کے یہاں حالتین قیام و قعود میں ہو۔ اگر لیٹ کر ہوگی تو وضو ختم ہو جائے گی فان احدکم اذا صلی وھو نائم من اس سے ترجمہ لطیف ثابت فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة بحالت نائم سے منع فرما رہے ہیں، اگر نفس سے وضو ٹوٹ جاتا تو صلوة بحالت نائم کھنا کیسے صحیح ہوتا کیونکہ جب وضو ٹوٹ گئی تو نماز کہاں رہی۔ لعلہ یستغفر الخ سونے میں آدمی کو پتہ نہیں چلتا۔ وہ کہنا چاہے گا اللھو اعضا و رزبان سے نکلے گا۔ اللھو لا تقض دعا کرے گا اللھو ارزقنی کی اور زبان سے نکل جائے اللھو لا تزدقنی اور یہ سن لو کہ اللہ تعالیٰ کی خاص ساعات اجابت ہیں اس میں جو بھی رُتے سے نکل جائے گا وہ قبول ہو گا۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اپنے لئے بددعا نہ کرے ایک ڈوم کہیں جارہا تھا نیند آرہی تھی چلتے چلتے کہنے لگا کہ اے اللہ ایک گھوڑی دے دے راستے میں گاؤں کا سردار کھڑا تھا اتفاق سے اس کی گھوڑی نے بچہ دیا۔ اب دو اسے کیسے لے جانا اس نے ڈوم کو جو دیکھا تو بلایا او ڈوم یہاں آ۔ اور

اس کے کندھے پر بچہ لاد دیا۔ دُوم نے کہا کہ اے اللہ مانگی تھی نیچے کو مل گئی ادھر کو اس لئے چاہئے کہ آدمی حدیث کی دعاؤں سے دعا کرے کیونکہ وہ بالکل جامع مانع ہوتی ہیں

حدیث نمبر ۲۰۸ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْصَرٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنْتَ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْتَوِ حَتَّى يَكُونُوا مَا يَقْرَأُ۔

ترجمہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اسے سو جانا چاہیئے یہاں تک کہ جان کیا پڑھ رہا ہے

باب الوضوء مِنْ غَيْرِ حَدَّثَ . ترجمہ، بغیر وضو کرنے کا حکم۔

حدیث نمبر ۲۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُ تَصْنَعُونَ قَالَ يُجِزِعُنِي أَحَدُنَا الْوُضُوءَ مَا لَوْ يُجِدُثُ۔

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو فرماتے تھے میں نے پوچھا آپ لوگ کیسے کرتے تھے فرمایا ہمیں وہی وضو کافی ہو جاتا تھا جب تک کہ بے وضو نہ ہوں

حدیث نمبر ۲۱۰ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الزُّهْرِيُّ فِي سُوَيْدِ بْنِ الثُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرِ حَتَّى إِذَا لَنَّا بِالنَّصَبَاءِ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلَّى دَعَانَا لِأَكْلِ حَمَةِ فَلَوْ يُؤْتِ إِلَّا بِالسَّرْبِقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضَمَضَ ثُمَّ صَلَّى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت سويد بن ثعلبان خبر دیتے ہیں کہ ہم خیبر والے سال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے یہاں تک جب ہم لوگ صبحا مقام پر پہنچے تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو کھانے کی چیزیں منگوائیں تو سنتو کہے سوا کوئی چیز نہ لائی گئی ہم نے کھایا پیا پھر آپ مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے آپ کی فرمائی ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمائی۔

تشریح از شیخ مفتی محمد رفیع روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے بغیر بے وضوئی کے وضو فرمائی اور بعض سے عدم وضو معلوم ہوتا ہے۔ اس سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ خصوصیت

کے ساتھ ہر نماز کے لئے آپ پر وضو فرض تھا امت پر نہیں تھا واقعہ خیر سے معلوم ہوا کہ وضو عند کل صلوٰۃ نہ آپ پر فرض تھا اور نہ امت پر۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو حالتوں کو بیان کرنا ہے کہ پہلے وضو عند کل صلوٰۃ خاص کر آپ پر فرض تھا۔ مگر جب شاق ہوا۔ تو اسے اٹھایا گیا۔ آج نہ آپ پر فرض ہے نہ امت ہمارے چہ ظاہر آیت اس کی تقضی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اس ترجمہ کی دو غرضیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک تو ان لوگوں پر ذکرنا جو ہر وقت کی نماز میں مستقل وضو کے قائل ہیں گو حدث نہ ہو۔ اور دوسرے وضو من غیر حدث کا استحباب بیان کرنا ہوا استحباب تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو جائے گا اور ان لوگوں پر صحابہ کرام کے فعل سے رد ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو فرماتے ہیں کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ عند کل صلوٰۃ اور صحابہ کرام کے بارے فرماتے ہیں یجوزی احدنا الوضوء ما لم یحدث۔

باب مِنَ الْكِبَارِ اَنْ لَا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهِ -

ترجمہ کبیرہ گناہوں میں سے جو شخص اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۲۱۱ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ مَوْلَانَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَسَلَّمَ يَحْذَرُ مِنَ شَيْطَانِ الْمَدِينَةِ أَوْ مَكَّةَ فَسَرَعَ صَوْتَهُ إِذَا نَزَلَ بَعْدَ بَابٍ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ اَللَّهُمَّ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ بَعْدَ بَابٍ وَمَا يُعَذِّبُ بَابٍ فِي كِبَرٍ ثُمَّ قَالَ بَلَى كَانَ أَحَدُ مَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ الْآخِرُ يَسْتَتِرُ بِالْبَغِيَّةِ ثُمَّ عَا بَعِي يَدِي فَكَسَرَهَا كَسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى كُلِّ قُبُورٍ مِنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا سَوْدَى اَللَّهُ لَوْ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّكَ اَنْ يَخْفَكَ عَنْهُمَا مَا لَعَنَ سَبَبًا

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ یا مکہ کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جن کو اپنی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے کیونکہ کسی بڑے گناہ میں نہیں پھر فرمایا کیوں نہیں بلکہ بڑے گناہ میں عذاب ہو رہا ہے۔ ایک ان میں سے اپنے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری چلاتا تھا۔ آپ نے کھجور کی ٹہنی منگوائی اس سے دو ٹکڑے فرمائے ان میں ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جس پر آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایسے کیوں کیا آپ نے فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان

دونوں سے عذاب کو ہلکا کر دے جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہو جائیں۔

قتیبہ از شیخ منیٰ یہاں مصنف اپنا مسلک امام مالک کے مسلک کے مطابق بتلانا چاہتے ہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ بول انسان نجس ہے لیکن بول مایہ کل لحمہ یعنی بول ابل بقرہ وغیرہ اس حکم میں داخل نہیں۔ جیسے من بولہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر جہور فرماتے ہیں کہ ہر بول کا یہی حکم ہے کیونکہ مستدرک حاکم کی روایت میں ہے استثنو ہوا من البول فان عامة عذاب القبر منه اور یہاں بول مطلق ہے۔ لایستثنو من بولہ سے استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ بولہ میں اضافۃ الی التضمین لانی مدوۃ کی وجہ سے ہے۔ روایات آتا ہے کہ جب آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بول ابل سے نہیں بچتا تھا۔ تو بول انسان کی خصوصیت نہ ہوئی۔

قتیبہ از شیخ زکریا صغائر توحشات سے معاف ہو جاتے ہیں اور کہا کر کے لئے توبہ کی ضرورت ہے۔ یہ تو قاعدہ ہے ویسے اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ کہا کر کو بغیر توبہ کے معاف کر دے اور صغائر بے عذاب دیدے۔ ترجمۃ الیاب کی غرض ان لوگوں پر رد کر لیا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ عدم استثناء من البول کبیرہ نہیں ہے۔ بلکہ صغیرہ ہے جیسا کہ ابن بطال کا قول ہے کیونکہ روایت میں وما یعذب بان فی کبیر آیا ہے تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ عدم فسق عن البول کبار میں سے ہے نما یعذب بان فی کبیر کا مطلب یہ ہے کہ جس امر کے اندر وہ معذب ہو رہے ہیں وہ ان معذبین کی نظر میں کوئی اہم چیز نہیں تھی۔ یا یہ کہ اس سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ نیز! خود حدیث کے الفاظ بلی انہ الکبیر ہے پھر کبیرہ کی نفی کہاں ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاری نے من بولہ فرما کر ایک مسئلہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ تعذیب اپنے بول پڑھ ہی تھی اور اس سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ بول انسان ناپاک ہے بخلاف بول حیوان کے کہ وہ طہر ہے اس میں دو قول مشہور ہیں۔ ایک تو یہ کہ ماکول اللحم حیوانات کا بول پاک ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کی بھی رائے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سارے حیوانات کے ابوال ناپاک ہیں۔ یہی حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب ہے۔ اور امام بخاری اس مسئلہ میں مالکیہ اور حنابلہ کے ساتھ ہیں۔ اسی لئے من بولہ فرمایا۔

بحاٹ من حیطان المدینہ ادمکہ یہ اوشک کے لئے ہے صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کلبہ فصیح صوفت انسانین المر یہ دونوں معذب کون تھے مسلمان تھے یا کافر اس میں دونوں قول ہیں

اور روایت سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ فرمایا ہے میں وما یعد بان فی کبیر تو اگر کافر ہوتے تو وہاں تو اکبر الکبائر ہوتا۔ اور آخر میں فرمایا ہے میں کہ لعلہ یخفف عنہا حضور اقدس صلعم تو دعا فرمائی اور پھر اس میں لعلہ کے ساتھ تخفیف کو فرمائی اور وہ بھی ایک زمان محدود تک۔ تو معلوم ہوا کہ کافر تھے اور مستقل روایات دونوں فریق کی الگ الگ توثیق موجود ہیں۔ ثنوقال بلی یحیی فی نفسہ کوئی امر عظیم نہیں تھا۔ جس سے بچنا دشوار ہوتا لہذا اس سے تعارض نہیں رہتا۔ کہ جس کی نفی اسی کا اثبات ہو رہا ہے کیونکہ یہاں اثبات نفس کبیرہ کا ہے قوضع الخ یہ وضع حضور اکرم صلعم کے ساتھ خاص ہے یا عام یہ مسئلہ کتاب الجنائز میں آئے گا۔ اور میرے نزدیک اقرب یہی ہے کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں من دخنتم ایوم کے الفاظ وارد ہیں۔ اسی طرح یہ واقعہ مدینہ کلبہ کیونکہ ایک روایت میں یقع کا لفظ آیا ہے۔

باب مَا جَاءَ فِي غَسَلِ الْبَوْلِ وَقَالَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَوَيْدُ كُنْ سَوَى بَوْلِ النَّاسِ۔

ترجمہ، باب پیشاب کے دھونے کے بارے میں جو کچھ حکم آیا ہے جناب نبی اکرم صلعم نے بول کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے پیشاب پر رواہ نہیں کرتا تھا انسان کے بول کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں۔

حدیث نمبر ۲۱۲ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَوَّزَ لِحَا جَتِهِ أَيْدِيهِ بِمَا فِي غَسَلِهِ۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم جب قضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے تو آپ کے لئے پانی لاتا تھا جس سے آپ دھوتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا انسان کا بول تو سب کے نزدیک ناپاک ہے مگر بول مایو کل لحہ میں اختلاف ہے۔ خفیہ کا قول واحد اور امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ اور مالکیہ کا قول واحد اور حنابلہ کی راجح روایت یہ ہے کہ طاهر ہے امام بخاریؒ اس مسئلہ میں مالکیہ کے ساتھ ہیں اس لئے وہ فرمایا ہے میں کہ حضور اقدس صلعم نے لا یستتر من بولہ فرمایا سوائے اذا تبووز لحا جتہ الخ چونکہ بول دبراز کے لئے تلامزم ہے اس لئے جب براز فرمایا ہو گا اور پھر پانی سے طہارت فرمائی لہذا طہارة من البول ثابت ہوگی۔ دوسرا یہ کہ دراصل براز جگل کو کہتے ہیں اور جگل عام ہے خواہ بول کے

لئے اس میں جاتے یا براز کے لئے تو امام بخاری نے اس کے عموم سے استدلال فرمایا۔

باب حدیث نمبر ۲۱۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبُرُونِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَثِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْسَحُ بِالنَّعِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً وَطَبَعَهُ فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِو فَنَوَّرَ فِي كُلِّ قَبْرِ وَاحِدَةٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ فَعَلْتَ هَذَا قَالَ لَعَلَّهُ يَجُفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْيَسَا قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ جَعْدًا مِثْلَهُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم کا گذرا ایسی دو قبروں کے پاس سے ہوا جس میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیتے جارہے لیکن ایک تو ان میں سے پیشاب سے پردہ نہیں کرتا تھا اور دوسرا چنل خوری کرتا تھا۔ تو آپؐ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے فرمائے پھر ان میں سے ہر ایک ٹکڑے کو ہر قبر میں گاڑ دیا۔ صحابہؓ کہہ رہے تھے پوچھا حضرت آپؐ نے ایسا کیوں کیا تو آپؐ نے فرمایا شاید ان دونوں سے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب تک ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں حضرت اعشؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت مجاہدؓ سے ایسا سنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ یہاں باب کو بلا ترجمہ لایا گیا۔ غالباً اس سے وجوب غسل ثابت کرنا مقصود ہے کہ اس شخص نے غسل نہیں کیا تھا۔ اس لئے عذاب ہوا اور عذاب سے بچنا طبعی تقاضا ہے۔ لہذا غسل بول کا وجوب ثابت ہوا۔ ان نینوں بابوں میں سختی سے متفرق بول کا حکم بیان کیا گیا اور باب ترک البول صلماء سے بیان کرنا ہے کہ اگرچہ بول کے بارے میں اتنا سخت حکم ہے مگر تلویث مسجد کے خوف سے پیشاب کرنے والے کو نہ روکا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ یہ باب حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک یہاں بے محل اور بے موقع ہے اور بعض نسخوں میں یہاں باب کا لفظ نہیں ہے۔ وہی صحیح ہے۔ اور حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب کا فصل من الباب السابق نہیں ہو سکتا بلکہ بظاہر یہ تشحیذ اذہان کے لئے ہے۔ اور باب کون البول موجباً لعذاب القبر مناسب ترجمہ ہو سکتا ہے۔ ترجمہ کہ پیشاب کا عذاب قبر کے لئے موجب ہونا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مقصد فرضیت غسل ماقوع من البول علی المحل ثابت کرنا ہے۔ یعنی کسی جگہ پر پیشاب

قطرے پھیل جائیں تو ان کا دھونا فرض ہے۔ اور میرے نزدیک وجوب استنجاء من البول کا ثابت کرنا ہے کہ پیشاب سے استنجا کرنا واجب ہے، چونکہ باب سابق سے وجوب غسل بول کا شبہ ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ مقصود تنزہ اور تشریف بول سے بچنا چاہیے جس طرح ہو پانی ضروری نہیں۔ تو میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں کہ استنجاء بدعت ہے۔ اور پیشاب کے لئے ڈھیلہ استعمال کرنا کہیں ثابت نہیں۔ عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس اس منہ میں مجاہد ابن عباس سے بواسطہ طاؤس نقل کرتے ہیں اور اس سے قبل جو سند گزری ہے اس میں عن مجاہد عن ابن عباس گو یا طاؤس کا واسطہ مذکور نہیں، دارقطنی نے بلا واسطہ والی سند کو مستند میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک منقطع روایت ذکر کی ہے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ اس میں کیا استحکام ہے کہ ایک بار تو مجاہد نے طاؤس کے واسطہ سے اور پھر براہ راست ابن عباس سے سن لی ہو۔ حافظ ابن حجرؒ باب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے باب میں جو حدیث تھی اس میں تو پیشاب کے دھونے کا ذکر تھا۔ جو ذکر وغیرہ پر لگ جاتے یا بدن کے کسی حصہ پر لگ جاتے۔ اور یہ الگ باب اس لئے باندھا کہ اس کے اندر اس بول کے غسل کا ذکر ہے جو کپڑوں وغیرہ پر لگ جاتے۔

باب تَرَدُّدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ الْأَعْرَاجِ كَحَتَّى فَرَّغَ مِنْ

بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ۔ ترجمہ، جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریا، چونکہ مسجد کے پاک صاف رکھنے کا حکم روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی مسجد میں بیٹھ کر پیشاب کر لے لگے تو اس کو روک دینا چاہیے ورنہ ان اوامر کا خلاف لازم آئے گا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ جب کوئی شخص مسجد پیشاب کر لے لگے تو اس کو چھوڑ دینا چاہیے تاکہ پیشاب سے فارغ ہو جائے کیونکہ جب پیشاب چل پڑتا ہے تو رکتا نہیں۔ لہذا اگر روکا تو اور تلوین کا خوف ہے لہذا مسجد کا تہہ اس میں ہے کہ اسے فارغ ہونے دے۔

حدیث نمبر ۲۱۴۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَعْرَاجِيًّا يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوهُ حَتَّى يَذْهَبَ دَعَا

فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ فَنَزَّحَ النَّاسُ فَمِنْهُمْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَضَى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُنُوبٍ مِنْ تَمَائِدٍ فَأَهْرَفَ عَلَيْهِ

ترجمہ، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آیا اس نے مسجد کے ایک کتلے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تو لوگوں نے اسے ڈانٹا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپ نبی اکرم نے پانی کے ڈول لانے کا حکم دیا تو اس پر بہا دیا گیا

باب بَوْلِ الصَّبِيَّانِ - ترجمہ، بچوں کا پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۱۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَافٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْوَلَدِ مِنْ بَنِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيِّ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِمْ فَدَعَا بِسَاءٍ فَأَتْبَعَهُ رَأْيَانًا (المحدث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنینؓ وضو فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگا کر اس کے پیچھے بہا دیا۔
تشریح از شیخ مدنی: اس باب میں دو روایتیں ذکر کی گئیں ہیں اس مسئلہ میں غالباً امام بخاری۔
حضرت امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں کہ بول صبی میں نضح کافی نہیں بلکہ اتباع کیا جائے گا جیسے اتباع ایاہ کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا: بعض علماء نے کہا ہے کہ بول صبی امام شافعیؒ کے نزدیک طہر ہے۔ مگر یہ نقل غلط ہے۔ ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ بول صبیان ناپاک ہے۔ البتہ ظاہر یہ ہے طہارت منقول ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ بول صبی کا غسل ضروری نہیں بس ریش ہی کافی ہے تو اس سے طہارت بول صبی کہاں لازم آتی ہے اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے کہ اخاف کے یہاں تلوار اور جوتا وغیرہ مسح سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو اس سے نجاست کا ظاہر ہونا کہاں لازم آگیا۔ بلکہ بول تو سب کے نزدیک ناپاک ہے ہاں اس کی تطہیر کے طریقہ میں اختلاف ہے۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک لی ریش فی بول الغلام افضل فی بول الجارية ہوگا۔ اور حضرت امام شافعیؒ کی دو روایتیں اور ہیں۔ مگر وہ دونو مرجوح ہیں ایک یہ کہ دونو میں غسل ضروری ہے جیسے کہ مالکیہؒ اور اخافؒ کہتے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونو میں ریش کافی ہے۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تو بول الصبیان ذکر فرمایا ہے اب احتمال یہ ہے کہ بچوں کا امام بخاریؒ کے

نزدیک دی ہی حکم ہے جو بچوں کا ہے۔ تب تو امام بخاریؒ اس قول ثابت کے قائل ہوں گے لیکن صبیان کا اطلاق صرف ذکر پر ہوتا ہے۔ اور حدیث بھی بچے کی ذکر فرماتی ہے۔ اس سے بظاہر یہ احتمال ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں کہ بول صبیان میں شرس ہوگا۔ فاتبعہ ایسا خفیہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ یہ اتباع غفل ہی تو ہے اور جو بعض روایات میں بول صبیہ میں تفسیق وارد ہے تو اس کا محل یہ ہے کہ چونکہ بول صبیہ میں عفونت اور لزوجت ^{چکنا چٹ} ہوتی ہے تو اس میں کثیر علاج کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے غسل سے تعبیر فرمادیا۔ اور بول صبی میں عفونت اور لزوجت اتنے درجہ کی نہیں ہوتی اس لئے اتنے علاج کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کے غسل کو شرس سے تعبیر کر دیا۔ نیز اس حدیث میں جس بچے کو حضور اکرم صلیم کے پاس لانے کا ذکر ہے۔ انہر یہ ہے کہ وہ عبداللہ ابن النضر بن مرہ ہیں اور ممکن ہے بنت محسن کے بیٹے ہوں جیسا کہ بعض شراح کی رائے ہے حضور صلیم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا ان کے نام کسی شاعر نے جمع کئے ہیں

قد مال فی حجب النبی اطفال - حسن حسین ابن الزبیر بالوا

وکذا سلیمان بنی ہشام و ابن ام قیس جانی اختار

ترجمہ، جناب نبی اکرم صلیم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا وہ حسن حسین اور ابن الزبیر ہیں اسی طرح سلیمان بن ہشام اور ام قیس کا بیٹا آخر میں ہے۔

حدیث نمبر ۲۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مُحْصِنٍ أَنَّهَا أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَوْ يَأْكُلُ الطَّعَامَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَرٍ كَبَالٍ عَلَى ثَوْبِهِ فَدَعَا بِأَعْرِ فَنَضَعَهُ وَكَوَّ يَغْسِلُهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ام قیس بنت محسن سے مروی ہے کہ وہ اپنا ایک چھوٹا بیٹا جو کھانا نہیں کھاتا تھا۔ جناب رسول اللہ صلیم کی خدمت لائیں تو آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھلادیا جس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگایا آپ نے اس کو چھینٹا دیا اور دھویا نہیں۔

باب الْبَوْلُ قَاتِلُهَا قَاعِدًا - ترجمہ، کھڑے اور بیٹھے ہوئے پیشاب کرنا۔
حدیث نمبر ۲۱۹ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّوْا سَبَاطَةً قَوْفًا قَائِمًا ثَقَّةً دَعَاءُ بَعَاءُ نَفْعَتُهُ بَعَاءُ فَتَوَضَّأَ (لحدیث)

ترجمہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوٹری پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگایا جس سے وضو فرمائی۔

تشریح از شیخ مدنی: اس پر اشکال یہ کہ بول قائماً کی روایت تو لائی گئی مگر بول قاعدہ کی روایت نہیں لائی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ بول قائماً جس میں رشتائیں بدن اور کپڑے پر پڑتے ہیں اور بھی وجہ خوف پانی جانی ہیں۔ بخلاف بول قاعدہ کے اس میں یہ خطرات نہیں ہیں جب بول قائماً جا ترہے تو بول قاعدہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ گویا کہ اس کو قیاس سے ثابت فرمایا

تشریح از شیخ زکریا: امام بخاری نے بول قائماً کی روایت تو ذکر فرمائی لیکن بول قاعدہ کی روایت نہیں لائے۔ اور یہ قاعدہ یہاں چل نہیں سکتا کہ جب امام بخاری ترجمہ میں چند اجزاء ذکر فرمائیں اور ذات کسی کی ذکر نہ کریں۔ تو امام بخاری اس کو رد فرماتے ہیں جیسا کہ امام بخاری کے اصول موضوعہ میں ہے ایک بات بطور جملہ معترضہ کے طور پر سنو کہ امام بخاری نے باب الصلوٰۃ قبل الحجۃ اور بعدہ میں بھی بعد ازیں روایت ذکر نہیں فرمائی۔ تو ابن قیم اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک جمعہ سے پہلے سنن ہیں اس لئے وہ روایت ذکر نہیں کی۔ ابن قیم کا یہی مذہب تھا اس لئے امام بخاری کے باب کو اس پر حمل فرمایا۔ اور اس باب میں اس لئے نہیں چل سکتا کہ بول قاعدہ تو عین سنت ہے۔ پھر اس کو کیسے رد فرمائیں گے۔ اب اس کے بعد علماء نے مختلف توجہات کی ہیں۔ ایک یہ کہ امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ جب کوئی روایت ان کی شرط کے موافق نہ ہو تو امام بخاری اس کی طرف ترجمہ میں اشارہ فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد و ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر پیشاب فرمایا۔ ایک آدمی نے دیکھ کر کہا۔ اَنْظُرُوا إِلَيْهِ يَسُولُ مَا تَبُولُ الصَّوَابَةَ یعنی تشرک کے ساتھ پیشاب کرتے ہیں۔ یہ حافظ ابن حجر کی توجہ ہے۔ دوسری توجہ یہ کی جاتی ہے کہ چونکہ بول قاعدہ مشہور تھا اس شہرت کی بناء پر اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ شہرت پر اکتفا کیا گیا۔ اور جیسا کہ میں نے باب الوضوء من النوم میں یہ کہا تھا کہ امام بخاری نے یہاں نوم کی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ تو بعض نے اس کا جواب دیا تھا کہ شہرت کی بناء پر اکتفا کر لیا۔ اس کے علاوہ اور جوابات بھی دیئے گئے۔ اب بول قائماً کا کیا حکم ہے۔ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے حنفیہ اور شوافع کے نزدیک سنت بول قاعدہ ہے۔ اور قائماً خلاف اولیٰ بلکہ مکروہ ہے اور حنابلہ

کے ہاں مطلقاً جائز ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اگر نظر قبول کا احتمال نہ ہو تو جائز نہیں۔
 مثلاً چھت پر بیٹھ کر پیشاب کرے بشرطیکہ شیچے
 کوئی نہ ہو۔ خیال قائم رہے کہ روایت ترمذی کی روایت کے خلاف ہے کیونکہ ترمذی کی روایت میں حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ من حدثک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائماً فلا تصنعوا
 اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کے علم کے اعتبار سے ہے یا یہ کہ عادت کی نفی فرما رہی ہیں۔ دوسری بات یہ
 ہے کہ یہ روایت خفیہ اور شافعیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک خلافِ اولیٰ بلکہ مکروہ ہے۔ ان کی طرف
 سے اس روایت کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ پیشاب حسن طرف کو
 فرما رہے تھے وہ ادب کی جگہ تھی اگر بیٹھ کر فرماتے تو پیشاب کے اپنے اوپر کرنے کا احتمال تھا۔ دوسرا جواب
 یہ دیا گیا جیسا کہ بعض آثار میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے مبارک میں زخم تھا جس کی وجہ سے بیٹھنے
 میں تکلیف ہوتی تھی۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو سب سے اولیٰ جواب ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ
 بیان جواز کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا چوتھا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ دیر تک بیٹھنے کے بعد اگر کھڑا ہو
 جائے تو پھر جلدی سے بیٹھا نہیں جاتا۔ اور آپ کو اس وقت پیشاب کا تقاضا شدید تھا۔ اور بہت دیر تک
 بیٹھے بھی رہے تھے لہذا کھڑے ہونے کے بعد کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بھی جوابات ہیں۔
باب الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالتَّسْتُرِ بِالْحَکَامِطِ۔

ترجمہ، اپنے ساتھی کے پاس پیشاب کرنا اور دیوار کے ساتھ پردہ کر لینا۔
 حدیث نمبر ۲۲۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الزُّهْرِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُنِي أُمًّا
 وَالنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَمَشَّى فَأَتَى سُبْحَانَهُ قَوْماً خَلْفَ حَاطِطٍ فَقَامَ كَمَا
 يَقُولُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَا تَبَدُّثُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَنَحْتُهُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ
 ترجمہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے چل رہے
 تھے کہ ایک دیوار کے پیچھے قوم کی کوڑی پر آپ تشریف لائے اور ایسے کھڑے ہو گئے جیسے تم میں کا ایک
 کھڑا ہوتا ہے۔ تو آپ نے پیشاب کرنا شروع کیا تو میں آپ سے الگ ہو گیا۔ آپ نے میری طرف اشارہ
 فرمایا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس وقت تک آپ کے پیچھے کھڑا رہا یہاں تک کہ آپ پیشاب
 سے فارغ ہو گئے۔

تشیخ اگر شیخ ذکر کیا جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاری کا قاعدہ ہے کہ جب روایت سے متعدد مسائل ثابت ہوتے ہوں۔ تو ان پر متعدد ابواب باندھ کر ان مسائل کو ثابت فرماتے ہیں چونکہ اس روایت سے ایک اور مسئلہ ثابت ہو رہا تھا۔ اس لئے ایک جدید باب باندھ کر روایت کو دوبارہ ذکر کر کے اس مسئلہ کو بھی ثابت فرمادیا۔ کہ کسی آدمی کے قریب پیشاب کرنا دیوار وغیرہ کی آڑ میں جائز ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ دوسری روایت میں ہے اذا ذهب المذهب ابعديني حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو بہت دور تشریف لے جاتے تو اس سے چونکہ دور جانے کی عادت معلوم ہوتی تھی تو اس ترجمہ سے اشارہ فرمادیا کہ قریب میں کسی چیز کی آڑ لے کر بھی استنجا کر لینا کافی ہے اور جائز ہے۔ اور دور جانا صرف مستحب ہے۔ اور میرے نزدیک ترجمہ کی غرض بول و براز میں فرق کرنا ہے کہ اذا ذهب المذهب پاغلنے پر محمول ہے۔ یعنی براز کے وقت دور تشریف لے جاتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ براز میں تمضن اور خروج ریح بالصوت ہوتا ہے جس سے حیا لاحق ہوتی ہے اور پیشاب میں یہ بات نہیں ہوتی تو اشارہ فرمادیا کہ پیشاب کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ قریب ہی تشریف لے کر کے ساتھ فارغ ہو جائے فانقبذت منه الخ ابتداء کی وجہ یہ ہے چونکہ روایت ہے اذا ذهب المذهب ابعدا اس لئے انہوں نے سوچا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی عذر کی وجہ سے دور تشریف لے جاسکے۔ تو لاؤ میں ہی دور ہو جاؤں خاشا الخ فحتمہ آپ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ قریب آ جاؤ۔ اور قریب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کھڑے ہو کر پیشاب فرما رہے تھے ممکن تھا کہ کوئی کھڑا ہوا سمجھ کر سامنے آجائے لہذا ان کو قریب کر لیا تاکہ آنے والے کو روک لیں فقمت عند عقبہ یعنی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایڑیوں کے پاس پردہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ درمیان ضروری نہیں البتہ تشریف ضروری ہے۔

باب اَبْوَلُ عِنْدَ سِبَاطَةِ قَوْمٍ، ترجمہ کسی قوم کی کوری کے پاس پیشاب کرنا۔

حدیث نمبر ۲۲۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُرْوَةَ الزَّهْرِيُّ قَالَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ

الْأَشْعَرِيُّ يُشَدُّ فِي الْبَوْلِ وَيَقُولُ لَا يَخِي رَسُولُ بَيْتٍ كَانَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدِهِمْ

قَرَضَهُ فَقَالَ حَذِيقَةُ كَيْتِهِ أَمْسَكَ أَقْبِرْ سَوْفَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَاطَةَ

قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا (المحدث)

ترجمہ، حضرت ابو دائل فرماتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پشیا ب کے بارے میں بہت سختی برتنے تھے اور فرماتے تھے کہ بنو اسرائیل میں سے کسی ایک کے کپڑے کو پشیا ب لگ جانا تو وہ اسے کاٹ دیتے تھے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کاش حضرت ابو موسیٰ اس تشدد سے رک جاتے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر آئے تو کھڑے ہو کر پشیا ب فرمایا۔

تفسیر از شیخ زکریا روایت وہی قدیم ہے ترجمہ جدید باندھ دیا چونکہ بظاہر روایت کے اشکال ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کی کوڑی پر بلا اجازت کیسے پشیا ب فرمایا۔ کیونکہ اجازت کا کوئی لفظ یہاں نہیں ہے اور سباط دوسرے آدمی کی ملکیت ہے۔ لہذا تصرف فی ملک الغیر بدون اذن لازم آیا اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلائل اجازت تھی۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز پاک تھے۔ لہذا اس سے کوئی نجس نہیں ہوا۔ لہذا اجازت کی کیا ضرورت ہے اور میرے نزدیک وہ جواب ہے جو امام بخاریؒ اپنے ترجمے سے دے رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سباط قوم پر پشیا ب فرمایا اور سباط اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوڑی ڈالی جاتی ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اشارہ فرما دیا کہ سباط تو پشیا ب پاخانے کے واسطے ہوتا ہی ہے دہاں اجازت کی کیا ضرورت ہے چنانچہ اب بھی اگر کوئی کسی کی کوڑی پر پشیا ب پاخانہ ڈال دے تو وہ اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ کان ابو موسیٰ الخ تشدید کی وجہ وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی ہے جس میں وارد ہے۔ استنن ہوا من البول الخ اور اس تشدید کی صورت یہ تھی جیسا کہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک بوتل بنا رکھی تھی اس کے اندر احتیاط سے پشیا ب کرتے تھے تاکہ پشیا ب کے رشائش ^{میں} ادھر نہ پڑیں اور پتھر ڈھیلے سے صاف کرتے اور اس بوتل کو دور لے جا کر آہستہ سے اس کا پشیا ب پھینک دیا کرتے ان بنی اسرائیل الخ کہ جب بنی اسرائیل میں سے کسی کے کپڑے پر پشیا ب لگ جانا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیا کرتے تھے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب وہ اتنا تشدد کرتے تھے تو ہمیں بھی احتیاط برتنی چاہیے۔ اس روایت میں تو اتنا ہے۔ ابو دائل کی روایت میں جلد احم اور دوسری روایت میں جلد احم ہے بخاری کی روایت میں تو اس کا جھگڑا نہیں ہے صرف تنبیہ کر دی بعض علما۔ کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کے تہذیب و تمدن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان پر احکامات میں کچھ تشدد فرمادیا تھا۔ انہیں تشددات میں سے یہ بھی ہے کہ اگر بدن کو کوئی بھت لگ جائے تو چڑا کاٹ ڈالیں۔ مگر میرے حضرت نور اللہ مرقدہ بذل الجہود میں جسد والی روایت میں جو

جلد احدم ہے تو اس سے ان کی جلد مراد نہیں بلکہ چھڑہ پستین وغیرہ مراد ہے۔ جو وہ لوگ بطور لباس استعمال کرتے تھے کسی راوی نے جلد سے مراد ان لوگوں کی جلد کے گردایتہ بالمعنی کے طور پر اسی کو جلد سے تعبیر کر دیا۔ فقال حذیفۃ لیتہ اسد جب حضرت حذیفہؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی تشدیدات سنیں تو فرمانے لگے اگر ابو موسیٰ اپنی تشدیدات سے رک جلتے تو اچھا ہوتا اور پھر اس کی دجہ بیان فرمائی کہ جناب رسول اللہ صلم قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ اگر اتنا تشدد ہوتا تو آپ کھڑے ہو کر کیوں پیشاب فرماتے۔ کیونکہ رشاش اٹھتے تھے۔

باب غَسَلِ الذَّمْرِ۔ ترجمہ، خون کے دھونے کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۲۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْإِمْلَیُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ امْرِئٍ مِمَّنْ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ إِذَا جَاءَكَ امْرُؤٌ بِخَبَرٍ فِي الْقَوْمِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحْتَهُ ثَوْبًا تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ وَتَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ وَتُصَلِّحُ فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت اسماعیل اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت جناب نبی اکرم صلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی۔ کہ حضرت بتلائیے جب ہم سے کوئی ایک کپڑے میں حیض کرنے تو کیسے کرے کہ پہلے اس خشک خون کو کلوڑی سے چھیل ڈالو پھر ناخن یا انگلی سے پانی ڈال کر رگڑ دے پھر اس کو پانی سے دھو ڈالو اور اس میں نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ زکریا، دم حیض۔ دم استخاضہ۔ دم نفاس دم مسفوح بالاتفاق سب ناپاک ہیں۔ پھر حضرت امام بخاریؒ نے باوجود مسئلے کے اس قدر واضح ہونے کے اس پر باب کیوں باندھ دیا اس کی دجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ روایت میں تنضح کا لفظ موجود ہے یعنی نضح کا حکم ہے اور بول صبیان میں گذر چکا ہے کہ نضح سے مراد چھڑکنا ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرما رہے ہیں کہ یہاں نضح سے مراد چھڑکنا نہیں بلکہ غسل مراد ہے۔ اسی طرح حنفیہ فرماتے ہیں کہ بول صبیان میں بھی نضح سے مراد چھڑکنا نہیں بلکہ غسل خفیف مراد ہے۔ قال تحتہ و تقصرصہ الخ حضور اکرم صلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پہلے اس کو کھرج لے پھر رگڑ دے پھر اس کو ذرا سے پانی سے دھو دے اس کی دجہ یہ ہے کہ خون جامد ہوتا ہے کپڑے سے چپک جاتا ہے اگر یونہی پانی ڈالا جائے تو بہت سا پانی خرچ ہوگا اس لئے آپ نے اس کی ترکیب بتلا دی کہ اولاً اس کو کھرج لے پھر اس کو رگڑ دے تاکہ نرم ہو جائے

اور پھر ذرا سے پانی سے دھو ڈالے یہاں نفع سے بالاتفاق غسل مراد ہے۔ کیونکہ خون بالاتفاق ناپاک ہے اسی طرح احناف بول صبیان میں کہتے ہیں کہ نضح مراد غسل ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ جَاءْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي جَبْرِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ امْرَأَةً اسْتَحْضَتْ فَلَا أَطْمَئِنُّ إِلَى صَلَواتِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِمْنًا ذَلِكَ عَلَيْكَ وَكَأَنَّ بَعْضَ قَوْمٍ قَالُوا قَالَتْ فَدَعَى الصَّلَاةَ قَرَأَ إِذَا دُبُرْتُ فَأَمْسَلْتُ عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلَّيْتُ قَالَ أَيْ شَوْ تَوْضِئِي بِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجْئِيَ ذَلِكَ الْوَقْتُ ترجمہ، حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابوجہش رضی حضور اقدس نبی اکرم صلیم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا رسول اللہ میں ایک ایسی عورت ہوں جو استحاضہ میں مبتلا ہوں اور کبھی پاک نہیں ہو سکتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا نہیں یہ تو رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے پس جب تیرا حیض اپنی مدت آجائے۔ تو نماز چھوڑ دے اور جب اپنی مدت عادت پر چلا جائے تو اپنے سے خون دھو کر نماز پڑھو۔ اور حضرت ہشام فرماتے ہیں کہ میرے باپ عروہ نے کہا کہ پھر ہر نماز کے لئے وضو کرو۔ یہاں تک کہ وہ حیض کا وقت آجائے۔

تفسیر شیخ زکریا الحی امراءۃ استحاض فلا طہس یعنی جب مجھے خون آنا شروع ہوتا ہے تو بس رکنا جانتا ہی نہیں مسلسل چلتا رہتا ہے تو کیا میں نماز چھوڑ دوں حضرت فاطمہ رضی نے یہ سوچا کہ جیسے حیض کے زمانے میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ اسی طرح استحاضہ کے اندر بھی شاید نماز نہ پڑھی جاتی ہو اس لئے حضور پاک صلیم سے دریافت فرمایا اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ لا اِمْنًا ذَلِكْ عَوَقِ یعنی نماز مت چھوڑو۔ بلکہ پڑھتی رہو۔ یہ کوئی حیض کا خون نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک رگ کا خون ہے جو کسی مرض یا رکصہ شیطان کی وجہ سے کھل جاتی ہے۔ اور اس سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اذا اقبلت اقبال حیض اور ادا حیض سے کیا مراد ہے۔ اقبال بالمدۃ یا اقبال بالتمیز یہ مسئلہ باب الاستحاضہ میں آئے گا۔ توضی کھل صلوۃ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ استحاضہ جو وضو کرے گی وہ ہر نماز کے لئے کرے گی۔ یا ہر وقت صلوۃ کے لئے ہوگی۔ حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں تو ہر وقت صلوۃ کے لئے اور شوافع کے یہاں ہر نماز کے لئے اور مالکیہ کے نزدیک اس دم استحاضہ پر وضو واجب ہی نہیں اس کی

دوہ اختلاف مناط ہے۔ مالکیہ کے نزدیک مناط لقص وضو مخرج متعاد اور خارج متعاد ہے، یہاں خارج متعاد نہیں گو مخرج متعاد ہے۔

باب غَسْلِ الْمَنْجَى وَفَرْكِهِ وَغَسْلِ مَا يُصْنَبُ مِنَ الْمَوَازِيحِ -

ترجمہ: باب ہے منی کا دھونا اور اس کا پھیلنا اور جو عورت کی طرف سے لگ جائے تو اس کا دھونا۔

حدیث نمبر ۲۲۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ غَسَلَ الْمَنْجَى مِنْ

تَوْبَتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ إِلَى الصَّلَاةِ فَيُغْتَسِلْ فِي ثَوْبِهِ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت کو دھوئی تھی آپ نماز کی طرف تشریف لے جاتے کہ پانی کے نشانات کے آپ کے کپڑے میں ہوتے تھے۔

تشریح از شیخ منی: روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اثر باقی رہ جائے تو کوئی قباحت نہیں۔

روایت سے ترجمہ الباب والا فرق ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ فرق میں بالکیہ ازالہ نہیں ہوتا اس لئے لغت المالک

کی طرح یہ بھی جائز ہو گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری منی کو نجس کہتے ہیں مگر جیسے امام مالک اس کے

ازالہ کے لئے فرق کو کافی نہیں سمجھتے ایسے یہ بھی کافی نہیں سمجھتے تو مصنف کا مقصد یہ ہوا کہ فرق جب

روایت سے ثابت نہیں تو جائز کیسے ہو گا۔ تو روایت کے نہ لانے سے اس کا عدم جواز ثابت کر دیا۔

تشریح از شیخ منی: غسل المنی و فركه: امام بخاری نے ترجمہ میں تین چیزیں ذکر فرمائی ہیں۔

ایک غسل المنی دوسرے فرق المنی اور تیسرے غسل بالصیب من المرأة مگر روایت صرف غسل منی کی ذکر فرمائی

اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ سب سے پہلے مسئلہ سنو! منی کے اندر شافعیہ کے مختلف اقوال ہیں ان

کا اور حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ منی ظاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ناپاک ہے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کہتے

ہیں اور تیسرا قول شافعیہ کے یہاں یہ ہے کہ مرد کی منی پاک ہوتی ہے اور عورت کی ناپاک۔ اب حضرت امام

بخاری صرف غسل المنی کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ شرح بالخصوص مالکی شراح کی رائے یہ ہے کہ غسل المنی میں

امام بخاری ہمارے ساتھ ہیں ہمارے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حنفیہ اور مالکیہ نجاست منی پر تو متفق

ہیں مگر اس کی طہارت کا کیا طریقہ ہے۔ مالکیہ تو فرماتے ہیں کہ لا بد من غسل فی الوطی والیابس اور

حنفیہ تو فرماتے ہیں کہ رطب میں غسل ضروری ہے اور یابس میں فرق بھی کافی ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ امام

بخاری نے صرف غسل منی کی روایت ذکر فرمائی ہے اور فرق کو باب کا جزو قرار دیتے ہوئے بھی فرق کو باب

کا جزو قرار دیتے ہوئے بھی فرک کی روایت ذکر نہیں فرمائی اور امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات گزر چکی ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں۔ اور روایت کسی ایک کی بھی ذکر نہ فرمائیں تو امام بخاریؒ کے نزدیک وہ مقبول نہیں ہیں لہذا معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ فرک کے قائل ہی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے امام بخاریؒ کے قواعد میں سے یہ بھی ہے کہ جب ترجمہ میں کوئی چیز فرمائیں۔ اور اس کی روایت ذکر نہ فرمائیں۔ تو وہاں کسی روایت کی طرف اشارہ فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی اشارہ فرما دیا۔ اس صورت میں امام بخاریؒ حنفیہ کے ساتھ ہوں گے۔ کہ غسل کی روایت تو ذکر فرمادی۔ اور فرک کی روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اب رہا تیسرا جزو غسل ما یصیب من الموائج اس کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی۔ اس لئے بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ غلط ہے کسی کاتب کی غلطی سے یہاں لکھا گیا۔ کیونکہ اس کا منقول باب غسل ما یصیب من خضج الموائج آ رہا ہے وہاں روایت بھی ہے۔ یہاں تو روایت بھی نہیں۔ اب اگر اس قول کو صحیح مان لیا جائے۔ تو تکرار لازم آئے گا۔ بھی باب بخاری شریف میں قلم پر آ رہا ہے۔ لیکن اس سے تکرار نہیں ہوا اس لئے وہاں دوسری جگہ اصالت ہے۔ اور یہاں تبع ہے۔ اور بعض شراح نے جواب دیا کہ امام بخاریؒ کا ارادہ روایت لکھنے کا تھا۔ مگر اجمعتہ المنبتہ کہ موت نے جلدی کر لی لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں کیونکہ میری تحقیق کے مطابق بخاری شریف ۳۳ میں مکمل ہو چکی تھی اور ۵۷ میں امام بخاریؒ کا انتقال ہوا ہے۔ تو کیا اتنی بڑی مدت میں ان کو روایت نہ مل سکی۔ ایک جواب یہ دیا گیا کہ امام بخاریؒ کو نظر ثانی کی نوبت نہیں آتی۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیا وہ تیس سال کی مدت میں نظر ثانی بھی نہ کر سکے۔ اور بعض شراح کا یہ کہنا ہے کہ ان کی شرط کے مطابق روایت نہیں ملی۔ ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہاں بیاض تھی جس کو بعد میں آنے والوں نے ختم کر دی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں مگر میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی پسندیدہ نہیں اور میری رائے ان سب کے مقابلہ میں یہ ہے کہ امام بخاریؒ صاحب نے اس جزو کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ ایسے ہی آنے والے باب بھی مکرر نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں بابوں کی غرض اگلا گ ہے جس کی وضاحت اس طرح ہے کہ میرے نزدیک یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر منی مرآۃ لگ جائے تو اس کے دھونے کا حکم کیا ہے دوسرے اگر عورت کے فرج کی رطوبت لگ جائے۔ تو اس کے دھونے کا کیا حکم ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں منی مرآۃ کے دھونے کا حکم بیان فرمایا ہے اور اس کی نجاست احنافؒ اور مالکیہ کے درمیان متفق علیہ ہے۔ اور رطوبت فرج مرآۃ کی طہارت اور نجاست میں اختلاف ہے جو اپنی

جگہ آئے گا۔ کنت اغسل الجنابتہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ دونو الگ الگ مسئلے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حدیث میں یہ جملہ آیا ہے کنت اغسل الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل اختلام نہ تھا بلکہ غسل جنابت تھا۔ اور جنابت میں یہ ہوتا ہے کہ مرد کو جو منی لگتی ہے وہ عورت کی منی لگتی ہے خود مرد کو اس کی منی نہیں لگا کرتی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد کی منی تو رحم میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اگر عورت کا رحم اس منی کو قبول نہیں کرتا۔ تو اس صورت میں عورت کی منی پہلے باہر نکلتی ہے۔ اور پھر مرد کی منی نکلتی ہے، بہر حال کہتا یہ ہے کہ جو منی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹے کو لگی تھی۔ وہ حضرت عائشہ کی ہوگی۔ نہ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ لہذا غسل منی المرأة ثابت ہو گیا۔ اور باب ما یصیب من خرج المرأة میں ہے کہ زید بن خالد جوی نے حضرت عثمان سے کہا۔ رأیت اذاجاع الرجل امرأته فخلو بین یمینی اگر کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے تو منی نہ نکلنے کے باوجود ما یصیب من خرج المرأة کا باب باندھ لے تو معلوم ہوا کہ وہ رطوبت فرج کے متعلق ہوگا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ عورتوں کے ساتھ جب کھیل کود کیا جائے تو فرج رطوبت نکل آتی ہے۔ لہذا وہاں اس کا حکم بیان فرمایا اور یہاں اس کا ذکر فرمایا لہذا دونو مسئلے الگ الگ ہو گئے۔

حدیث نمبر ۲۲۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَغْيِ بِصَيْبِ الثَّوْبِ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الْقُلُوبِ وَأَكْرَأُ لُغْسِلِ فِ ثَوْبِهِمْ بَقْعُ الْمَاءِ۔

ترجمہ، حضرت سلیمان بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کے متعلق پوچھا جو پٹے کو لگ جائے تو انہوں نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹے سے منی کو دھوتی تھی اور آپ نماز کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے پٹے میں دھونے کا اثر یعنی پانی کا نشان دھبہ ہوتا تھا۔

باب اِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةُ اَوْ غَنِيَّ مَا فَاعَلَ يَدُ هَبْ اَشْرُكَ۔

ترجمہ، جب جنابت وغیرہ کو دھویا جائے اور اس کا اثر نہ جائے اس کا حکم کیا ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا ان ابواب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری منی کے حکم میں یا تو مالکیہ کے ساتھ ہیں یا احناف کے ساتھ مگر فرقہ کی روایت اس پتے ذکر نہیں فرمائی کہ وہ ان کا مذہب

نہ تھا۔ تو وہ مالکیہ کے ساتھ ہیں اگر ذکر کی طرف اشارہ فرمادیا تو حنفیہ کے ساتھ ہیں کیونکہ غسل جنابتہ اور دوسری نجاست میں مادات کر دی۔ اور جب دوسری نجاستوں کا حکم ان کے نفس ہونے کی بنا پر ہوتا ہے تو منی کا غسل بھی نجاست کی بنا پر ہوگا۔ اور امام بخاریؒ غلویدہب ائمہ سے یہ بتلا رہے ہیں اگر کی نجاست کو رگڑ رگڑ کر دھو دیا جائے۔ اور پھر بھی اس کا دھبہ رہ جائے تو یہ مضر نہیں ہے۔ مگر باب میں جو روایت ذکر فرمائی۔ تو اس کی پہلی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اثرات جو کپڑے میں رہ گئے وہ غسل کے تھے نہ کہ منی کے۔

حدیث نمبر ۲۲۶ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْأَسْمَعِيُّ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ بَكَّاسٍ فِي الثُّنُبِ تَصْنِيبَهُ الْجَنَابَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَمْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَكْفُوهُ الْغُسْلَ فِيهِ يَنْفَعُ الْمَاءُ۔

ترجمہ، حضرت سلیمان بن بکاس سے اس کپڑے کے متعلق پوچھا جس کو جنابت لگ گئی تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی تھیں کہ میں جناب رسول اللہ صلم کے کپڑے سے اس منی کو دھویا کرتی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے الشریف لے جاتے تو دھونے کا اثر یعنی پانی کے دھبے اس میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۲۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الْإِمْلِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْكَرَّمِ كَانَتْ تُغَسِّلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَزَاكَ ذِيهِ بِمِقْعَةٍ أَوْ بُتْعَا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلم کے کپڑے منی کو دھویا کرتی تھیں پھر اس منی کو دھیتی تھی کہ اس کا دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں ہوتے تھے۔

خشیعہ از شیخ ذکر کیا ارادہ کی ضمیر بظاہر منی کی طرف راجع ہے۔ اس لئے کہ وہی اقرب ہے اور یہی احتمال ہے کہ غسل سے جو غسل سمجھ میں آتا ہے اس کی طرف ہو۔ اب ترجمہ کیونکر ثابت ہوا۔ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ استدلال بکل محتمل فرماتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر روایت کے اندر مختلف احتمالات ہوں۔ تو امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال فرماتے ہیں یہاں بھی اسی قبیل سے ہے۔ ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ عورتوں ایک مرتبہ حضور اکرم صلم سے حیض کے نشانات کے متعلق سوال کیا کہ وہ باقی رہ جاتی ہیں ان کا کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ حیض کے دھبوں پر کچھ ردی پھیر دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ دھبہ کا زائل کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ جہور کا یہ مذہب نہیں ہے

بلکہ جمہور کے نزدیک کپڑا اس وقت پاک ہو گا جب پانی میں نجاست کے رنگ کا اثر ختم ہو جائے۔ خواہ نشا پانی
باقی رہیں یا نہ رہیں تو اس باب سے امام بخاریؒ نے جمہور کے مسلک کی تائید فرمائی۔

**باب ، اَبْوَالِ الْاِمْرِءِ وَالْكَذَّابَةِ وَالْاَنْعَمَ وَمَا بَيْنَهُمَا وَصَلَّى اَبُو مُوسَى فِى
دَارِ الْاَبْوَيْدِ وَالسَّرَقِينَ اِلَى جَنْبِهِمْ فَقَالَ هَلُمْنَا اَوْ ثَوَّ سَوَاعِدُ**۔

ترجمہ، اونٹ اور دیگر جانوروں کے پیشاب کا حکم بجز یاں اور ان کے بارے کا حکم۔ اور حضرت
ابو موسیٰ اشعرىؒ دار البرید میں نماز پڑھتے تھے۔ حالانکہ گوبر اور جھگلات ان کے پہلو میں ہوتے تھے وہ فرماتے
تھے کہ اس جگہ اور اس جگہ نماز پڑھنا برابر ہے۔

تفسیر شیخ منیؒ ما کول اللہ کے ابوال کے بارے میں امام بخاریؒ امام مالکؒ کے
مسلک کو اختیار کرتے ہوئے ہیں اگرچہ ترجمۃ الباب میں طہارت کے الفاظ نہیں مگر جو آثار بیان کئے ہیں
ان سے طہارت بول ما یُعْکَلُ لِحْمِهِ معلوم ہوتی ہے جس پر بید بیدہ سے ہے۔ ڈاک پہنچانے کے لئے
حضرت فاروق اعظمؓ نے بریدہ کا انتظام کیا تھا۔ ہر بارہ میل پر دم بریدہ گھوڑے بہتے تھے۔ ڈاک کی چوکی
کو دار البرید کہا جاتا ہے۔ سرقین کلمہ معرب ہے۔ سرقین فارسی لفظ ہے۔ معنی نجاست۔ کبھی سرقین کہا
جاتا ہے اور کبھی سرقین سرقین کا عطف برید پر ہے۔ تو مجرد ہو گا۔ اور ممکن ہے۔ السرقین مرفوع ہو۔
والجانبینۃ الی جنبہ جملہ حالیہ ہے۔ الغرض اس اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بول دواب پاک ہے شوافع
واحناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ دار البرید میں جمیع قطعات ارض کا مٹوٹ بالنجاستہ ہونا ضروری نہیں بلکہ
جن جگہ سائیس رہتا ہے۔ وہ جگہ ابوال سے خالی ہو۔ تو اس سے اسند لال تام نہ ہوا۔ اور اسی طرح سرقین
پر جو نماز پڑھی اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو ممکن ہے کہ مع حائل ہو معنی سر پہنچا کر اس پر نماز پڑھی ہو۔
اور اس کے نیچے سرقین پڑے تھے۔ اگر یہ احتمالات نہ بھی ہوں۔ تو یہ محض حضرت ابو موسیٰ اشعرىؒ کی رائے
ہوگی۔ ہم اس کے مقابل مرفوع حدیث استنذہوا من البول الخ اور ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام
سے روایات کثیرہ پیش کرتے ہیں جو نجاست بول و سرقین پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲۸ حَدَّثَنَا سَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ اَبِيهِ قَالَ قَالَ قَدِمَ اُنَاسٌ مِنْ عَمَلِ
اَوْ مُؤَيِّنَةٍ فَاجْتَمَعُوا الْمَدِينَةَ فَاَمْرُهُمْ اَنْ يَنْتَبِهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَامٍ وَ اَنْ يَشْرَبُوا
مِنْ اَبْوَالِهَا وَ اَلْبَانِهَا فَاَنْطَلَقُوا فَلَمَّا حَمَلُوا قَتَلُوا رَاىَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَأَسْأَلُكَ النَّعْوَ فَعَاءَ الْخَبْرِ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ فَبَعَثَ فِي أَثَارِ مَوْفَلَكَا أَنْ تَفْعَ النَّهَارَ رِجْمَ
 رَجْمًا مَرَّ فَطُغَ أَيْدِيهِمْ وَأَنْ جُلُّهُمْ وَنُكُوتَ أَعْيُنُهُمْ وَأَلْقُوا فِي الْحَمَى يَكْتَسِفُونَ
 فَلَا يَسْتَقُونَ قَالَ أَبُو قَلْبَابَةَ فَهَمُّ لَكَ عَسَبٌ قُوا وَقَتْلُوا وَكَفَرُوا وَابْعَدُوا بِمَا نَهَوْا وَكَارَبُوا
 اللَّهُ وَرَسُولَهُ (الحديث)

ترجمہ، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مکمل یا عربینہ قبیلہ کے کچھ لوگ حضور اکرم صلیم کے پاس آئے مدینہ
 کی آب و ہوا ان کے موافق نہ آئی تو حضور اکرم صلیم نے ان کے لئے دودھ دینے والی اونٹنیوں کے متعلق حکم دیا
 کہ ان کا پیشاب اور دودھ پیتیں چنانچہ وہ چلے گئے اور جب تندرست ہو گئے تو جناب نبی اکرم صلیم کے
 چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہنڈا کر لے گئے۔ پس یہ خبر دن کے پہلے حصہ میں آنحضرت صلیم کو پہنچی تو آپ
 نے ان کے نشانات قدم پر ایک فوجی دستہ بھیجا جب دن اچھی طرح چڑھ آیا تو وہ لوگ لائے گئے ان
 کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں گرم سلتیاں پھیری گئیں اور انہیں قرہ میں پھینک دیا گیا
 وہ پانی مانگتے تھے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ حضرت ابوقلابہؓ اس سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان
 لوگوں نے سرقہ بالجبر بھی کیا۔ قتل کے مرتکب بھی ہوئے اور ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا اللہ اور اس کے
 رسول سے لڑائی مول لی۔

تشریح از شیخ مدنی مصنف نے عربین کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ مگر اس میں کئی
 احتمالات ہیں کہ آپ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوئی کہ ان کی شفا ابوال اہل میں ہے۔ تو اضطراری حالت میں
 انہیں بول پلایا گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو بذریعہ وحی ان کا کفر معلوم ہو گیا۔ جس کی بنا پر آپ
 نے یہ حکم فرمایا۔ نیز ابوالہاک کے یہ فرضی نہیں کہ ان بشر ابوالکامل مفعول بہ ہو۔ ممکن ہے۔ بطول ابوالہاک
 تقدیر ہو طلاء کریں۔

تشریح از شیخ زکریا میں ما کول اللہ کے حکم قبل ازین بیان کر چکا ہوں کہ خفیہ اور شافعیہ
 کے نزدیک بالکل نجس ہے۔ اور حنابلہ کی دونوں رائیں ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک طاہر ہے اور یہی امام بخاریؒ
 کا مذہب ہے یہاں امام بخاریؒ نے بالتصریح فرمادیا وصلى ابو موہبی فی ماد البیہید دا البیہید
 کا مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں یہ ریل گاڑیاں تو تھیں نہیں سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے ڈاک بھجوانے کا
 کا انتظام فرمایا۔ دار البرید ڈاک گھر کو کہتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ دس دس بارہ بارہ میل پر چوکیاں

مقرر کی گئیں تھیں وہاں چند آدمی اور چند گھوڑے رکھ دیئے تھے تاکہ بالفرض مدینہ کی ڈاک پہنچانی ہوتی تو ایک آدمی مدینہ کی ڈاک لے کر گھوڑے پر چلایا اور دار البرید پہنچ کر اس گھوڑے کو چھوڑ دیتا۔ اور دوسرا گھوڑا لے کر اور وہاں آئی ہوتی ڈاک اٹھا کر مدینے آجاتا۔ اور وہاں مدینے میں اگر دوسری جگہ کا آدمی آیا ہوتا تو وہ اس ڈاک کو لے جاتا تھا۔ ورنہ اس کی چمکی سے ایک آدمی جہاں کی ڈاک ہوتی دوسرا گھوڑا لے کر دوسرے دار البرید میں پہنچا دیتا تھا۔ جبرائیل حضرت امام بخاری حضرت ابو موسیٰ بن جعفر کے اثر سے استدلال فرما رہے ہیں کہ ابو موسیٰ نے دار البرید اور گوبر پڑے کی جگہ پر نماز پڑھی باوجودیکہ جنگل پاس تھا۔ اگر چاہتے تو وہاں جا کر نماز پڑھ لیتے۔ تو معلوم ہوا کہ بول الماکول لحم طاہر ہے۔ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا۔ کہ خاص گوشت کے اوپر انہوں نے نماز پڑھی بلکہ کوئی کپڑا بچھا کر پھر نماز پڑھی ہوگی۔ اور طبیعت بھی اس سے ربا کرتی ہے کہ صاف جگہ کو چھوڑ کر گوبر پر نماز پڑھی جاتے جس سے اس کے کپڑے اور بدن وغیرہ ملوث ہوں۔ اور اگر ایسا ہوا بھی ہو۔ تو یہ صرف حضرت ابو موسیٰ رضہ کا مذہب ہو گا کیونکہ صحابہ کرام خود اس بلے میں مختلف رہے ہیں۔ قدماء اس من عکلا اور عکلا اور عربیہ کے کچھ لوگ آئے اور اپنے کو مسلمان ظاہر کیا۔ اور کچھ دن مدینہ میں رہنے کے بعد انہوں نے حضور پاک صلعم سے کہا کہ مدینہ کی آب ہوا ہمارے موافق نہیں ہے۔ ہم جنگل کے رہنے والے ہیں لہذا ہمیں جنگل میں جانے کی اجازت فرمادیں حضور اکرم صلعم نے غایت شفقت سے ان کو اجازت دے دی کہ اہل صدقہ میں جا کر رہیں اور ان کے اہوال اور اہل ان کے ہاں لیا کریں۔ وہ گئے اور صحت مند ہو گئے لیکن اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ حضور پاک صلعم کے راعی کو قتل کر دیا اور ادنٹ وغیرہ جگا کر لے گئے۔ حضور پاک صلعم نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے وہ پیچھ لے گئے۔

فأمرهوا النبي صلعم بلباق الخ اس سے ماکیز نے استدلال کیا کہ اگر پیشاب ناپاک ہوتا۔ تو حضور اقدس صلعم اس کے شرب کا کیوں حکم دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی علاج نہ ہوا اور کوئی طبیب ماذق کہہ دے تو جائز ہے۔ اور حضور اقدس صلعم جو سب سے بڑے طبیب ہیں آپ نے اس کے شرب کی اجازت دی تو پھر کیا اشکال ہے۔ فقطع ابید بھو یہ حضور پاک صلعم نے جزا بالمثل دی، چونکہ انہوں نے نبی کریم صلعم کے راعی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اب یہ کہ جزا بالمثل جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ کتاب القصاص میں آئے گا۔

قال ابو قلابہ یہ روایت بالتفصیل باب القصاص میں پورے دو صفحات میں آ رہی ہے قسامة

ہیں اختلاف ہے کہ عیین صرف مدعا علیہم سے لے جلتے گی۔ یا مدعی اور مدعا علیہم دونوں پر ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ صرف مدعا علیہم سے قسم لی جلتے گی۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اولاً مدعی سے لے جانے کی اگر اس نے کسی شخص پر دعویٰ کیا اور بیٹہ قائم کر دیا تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ مدعا علیہ سے قصاص لیا جائے گا۔ یا نہیں۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ لیا جائے گا۔ اور ائمہ فرماتے ہیں کہ قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ابو قلابہ مالکیہ کے خلاف ہیں۔ مالکیہ اس حدیث سے قصاص پر استدلال کرتے ہیں۔ ابو قلابہ جواب دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلم نے ان کو قتل۔ مرقہ کفر بعد الایمان اور عاصیہ مع اللہ والی رسول کی وجہ سے قتل فرمایا نہ کہ قصاصاً ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں اکابر اور علما حضرات کو جمع کیا۔ اور قسامت کے متعلق مشورہ فرمایا۔ سب نے یہی فیصلہ فرمایا کہ قصاص لیا جائے گا۔ اس مجمع میں ابو قلابہ بھی تھے۔ ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سوال کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی شخص پر زنا کی تہمت لگادی جائے اور پچاس آدمی اس کے زنا کرنے پر قسمیں کھائیں تو بتلاؤ حد لگائی جائے گی یا نہیں۔ سب نے انکار فرمادیا۔ پھر ایسے ہی چوری کے متعلق انہوں نے سوال کیا کہ قسامت کی صورت میں اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ سب نے انکار کر دیا تو انہوں نے فرمایا جب قسامت سے حد واجب نہیں ہوتی تو قصاص میں اس کا قتل کیسے جائز ہوگا۔ اس پر کسی دوسرے شخص نے ابو قلابہ سے کہا کہ حضور اکرم صلم کے زمانہ میں عکک اور عرنہ والوں سے قسامت کے بعد قصاص لیا گیا تھا۔ لہذا جائز ہونا چاہیے اس پر حضرت ابو قلابہ سے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ جو یہاں امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ان لوگوں کو قسامت کے بعد قتل کے قصاص میں قتل نہیں کیا گیا۔ اور وہاں قسامت نہیں بلکہ ان لوگوں نے حضور اکرم صلم کے داعی کو قتل کر دیا تھا۔ اور یہ لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور مرتد کی سزا قتل ہے اس جملہ کی بنا پر اور اس واقعہ کی بنا پر مشہور یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت امام بخاریؒ قسامت کے قاتل نہیں ہیں یہ غلط ہے بلکہ یہ دونوں حضرات قسامت کو تو مانتے ہیں۔ لیکن اس کے اندر قتل کرنے کا قصاصاً انکار کرتے ہیں۔

حدیث نمبر ۲۲۹ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ عَنْ أَبِي النَّبِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي قَبْلَ أَنْ يُنْبِئَ الْمَسْجِدَ فِي مَرَايِبِ الْعَصِيِّ -

ترجمہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم مسجد بناتے تھے ان سے پہلے بکریوں کے

بارے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

تشیخ از شیخ منیٰ مرا بعض جمع مریض کی اور مریض یعنی بیٹھنا تو مطلب یہ ہوا کہ آپ بار مسجد سے پہلے غم کے بیٹھنے کی جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ بھگیاں اپنے بیٹھنے کی جگہ پر پیشاب کرتی ہیں تو یہ اس صورت میں ہے جبکہ بول کو نجس نہ کہا جائے۔ مگر کہا جانے لگا کہ مرا بعض غم میں سے ہر جگہ کا بول سے ملوث ہونا ضروری نہیں نیز ممکن ہے کہ وہ جگہ خشک ہو گئی ہو۔ کیونکہ ذکاۃ الارض یسما فرمایا گیا۔ کہ زمین کی پاکیزگی اس کا خشک ہو جانا ہے۔ دوسرے یہ عادت نہیں ہے کہ سلیم الفطرت انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں پیشاب ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حامل کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جبکہ ملتِ عربیت کے احکام نازل نہیں ہوتے تھے۔

تشیخ از شیخ زکریا فی مریض الغم ہم سبھی یہی کہتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں اور مریض غم نہیں بلکہ مبارک الابل میں پڑھ سکتا ہے مگر کپڑا بچھلے تاکہ نجاست نہ لگے۔ اور مریض میں نماز پڑھنے سے یہاں کہاں لازم آگیا۔ کہ پیشاب وغیرہ پر نماز پڑھی ہے۔ اب یہ کہ آپ نے وہاں نماز کیوں پڑھی اس کا جواب یہ ہے کہ غم کے اندر مسکنت ہوتی ہے۔ تو آپ کو ان سے ایک قسم کی مناسبت تھی اس لئے آپ وہاں کمی کبھی تشریف لے جاتے تھے۔

باب مَا يَنْفَعُ مِنَ النِّجَاسَاتِ فِي السُّنَنِ وَالْمَاءِ وَقَالَ التَّهَرُّمِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَوْ بَخِثْنَا طَعْمًا أَوْ دَرَجَةً أَوْ لَوْثًا وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِمِرْيَسٍ الْبَيْتَةِ وَقَالَ التَّهَرُّمِيُّ فِي غَطَاءِ الْمَوْتَى نَحْوِ الْقَبْرِ وَغَيْرِهِ أَدْرَكْتُ كَمَا سَأَلْتُ سَلَفَ الْعُلَمَاءِ وَيَتَشَعَّلُونَ بِمَا لَا يَكْفُرُونَ فِيهَا لَا يَرُونَ بِمَا بَأْسًا قَالَ ابْنُ سَبْرِينَ قَرَأْتُ فِيهِمْ لَا بَأْسَ بِتَجَارَةِ الْعُلَاجِ۔

ترجمہ: اب ان نجاستوں کے بارے میں جو گھی اور پانی میں گر پڑیں (نجس نہیں) اور امام زہریؒ نے فرمایا اس پانی میں کوئی حرج نہیں جب تک اس کا ذائقہ یا بو یا رنگ نہ بدلے اور حضرت حمادؒ فرماتے ہیں کہ مردہ پرندہ کے پر میں کوئی حرج نہیں اور امام زہریؒ نے مردہ جانوروں کی ہڈیاں جیسے ہاتھی یا اور جانور جو ماکول اللحم نہیں ہیں۔ سلف علماء میں سے بہت سول کو پایا کہ وہ ان کی ہڈیوں سے کھنسی کرتے تھے اور ان میں

تیل رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور ابن سیرین اور ابراہیم نخعی جفراتے ہیں کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح از شیخ منی میاہ کے بارے میں بھی مصنف کا مذہب وہی ہے جو امام مالک اور اہل ظاہر کا ہے۔ اس باب میں حدیث بتر بضاعہ کو لانا تھا۔ مگر چونکہ وہ روایت مصنف کی شرط کے موافق نہیں اس لئے دوسری روایات کو لانا چاہتے ہیں۔ استدلال اس سے کرتے ہیں۔ کہ گھی کے اندر جب نجاست اثر نہیں کرتی۔ تو ما جو شیر النفوذ ہے۔ اس میں بھی اثر نہ کرے گی۔ مردہ پرندے کے پر کے پڑنے سے ماہ شافعی پانی کو نجس کہتے ہیں اگرچہ پانی تھوڑا سا کیوں نہ ہو۔ مگر مالکیہ اور اخاف پر سبک بال وغیرہ پاک کہتے ہیں اس لئے کہ میت کا پر اگرچہ ناقیل ہو پانی میں تغیر پیدا نہیں کرتا۔ الغرض مصنف کا مسک یہ ہے کہ وقوع نجاست سے اگر تغیر اصداف نشا نہ ہو۔ تو پانی نجس نہیں ہوتا۔ لیکن یہ استدلال مالکیہ اور شوافع کے مسک پر تو صحیح ہو گا اخاف و توریش عظم کو طہر کرتے ہیں۔ ان کے پانی میں گرنے سے پانی نجس نہ ہو گا کیونکہ یہ اشیاء پاک ہیں لا باس بالملک سے میاہ کا مسئلہ معلوم ہوا لیکن یمن کی بات کوئی مطابقت نہیں۔

حدیث نمبر ۲۳۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيلَ عَنْ خَارِثٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ أَلْفُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكَلُّوا سَمْنَكُمْ۔

ترجمہ حضرت میمونہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہے کے بارے میں پوچھا جو گھی میں گر جلتے تو آپ نے فرمایا کہ اس چوہے کو اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو کیونکہ ناپاک ہے اور باقی کو کھا دو وہ ناپاک نہیں ہے۔

تشریح از شیخ منی یہ عمل استدلال خکلو سمنکو ہے کہ اگر گھی سارا نجس ہو نہا۔ تو آپ کھانے کا حکم کیوں دیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد و مزنا پر ہے کہ یہ واقعہ جزئیہ ہے اب بحث یہ ہے کہ یہ سمن جامد تھا یا مائع تو ابو داؤد میں اس کی تفصیل آگئی۔ کہ اگر سمن جامد ہو۔ تو ماحول کو پھینک دیا جائے اور باقی کو استعمال کیا جائے۔ اگر مائع ہو تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت میمونہؓ کی روایت میں یقین نہیں ہوئی کہ سمن کیسا تھا۔ البتہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد سمن جامد میں تھا۔ دلیل یہ ہے کہ القار ماحول سمن جامد میں ہوتا ہے مائع میں نہیں ہو سکتا۔ اس سے زیادہ وضاحت نسائی کی روایات کرتی ہیں منہا نسائی پر ہے۔ سئل عن خارقة فرقت فی سمن جامد

اور دوسری روایت میں ہے مسئل عن خارة تقع في سمن قال ان كان مائعا خلا فحق بوجه الماء
یہ وہی ابن شہاب کی روایت ہے تو مصنف کا استدلال روایات کی حیثیت سے تام نہ ہوا۔

حدیث نمبر ۲۳۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَمِينِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَعِدَ عَنْ خَارِجَةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ فَقَالَ خُذْ فِيهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاغْلُظْ حَوْكُهَا

ترجمہ حضرت میمونہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ سے اس چھوٹے کے بالے میں پوچھا جو
گھی میں گر جائے تو آپؐ نے فرمایا اس کو پکڑو اور اس کے ارد گرد کے گھی کو پھینک دو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ طہارت ماہ میں ظاہر یہ اور مالکیہ کے ساتھی ہیں۔ کہ پانی اس وقت
تک ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ اس کے تین اوصاف میں سے کسی میں تبدیلی نہ آئے یہاں امام بخاریؒ فرماتے
ہیں کہ جیسے پانی کا حکم ہے گھی کا بھی وہی حکم ہے کہ جب تک اس کی بو، مزہ اور رنگ میں فرق نہ آئے اس وقت
تک وہ مضر نہیں۔ خال الزہری لا یأسی بالما۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا بھی ہے لا یأسی
بحدیث المیتہ یعنی ریش میتہ کا جز ہے اگر پانی میں گر جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرے گا مگر یہ ریش
کی نجاست ان کے یہاں ہے ہمارے یہاں تو طہارے لہذا اگر پانی میں مردہ پرندہ کا پر پانی میں پڑ جائے
اور اس پر نجاست وغیرہ لگی ہوئی نہ ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ وقال الزہری فی عظام الموتی۔

بڑیاں ہمارے نزدیک مطلقاً طہر ہیں مالکیہ کے نزدیک مذہب کی پاک ہیں شوافع کے نزدیک عظام موتی
مطلقاً ناپاک ہیں حنفیہ کے ہاں مطلق طہر بشرطیکہ ان پر رطوبت نہ ہو۔ ان اقوال کے نقل کرنے کی
غرض یہ ہے کہ یہ سب اشیاء پاک ہیں لہذا ان میں سے کوئی اگر دود، گھی اور پانی وغیرہ میں گر جائے گا
تو وہ ناپاک نہیں ہوں گے۔ الفقہاء و ما حولہا الخ امام بخاریؒ نے اس روایت کے اطلاق سے

استدلال فرمایا ہے کہ رسول اللہؐ نے مطلقاً یہ فرمایا کہ خارہ اور ماحول کو نکال کر باقی کھالور بائع اور
جامد میں فرق نہیں فرمایا۔ لہذا خواہ جامد ہو یا مائع وہ نجس نہیں ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ بخاریؒ کی
روایت عام نہیں بلکہ جامد پر محمول ہے۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں خود حضرت میمونہؓ نہ سے روایت ہے

ان کان جامداً فالفقہاء و ما حولہا وان کان مائعا خلا فحق بوجه الماء لہذا جمعا بین الروایات یہ کہا
جائے گا۔ کہ بخاریؒ کی روایت جامد پر محمول ہے نیز اگر مائع پر مانا جائے تو حدیث کے معنی صحیح نہ ہوں گے
کیونکہ مائع کے اندر ماحول ہوتا ہی نہیں وہ تو سب ایک ہی ہے۔ دوسرے اثناء ماحول جامد کا ہوتا ہے

ماخ کا نہیں۔ قال معن حدثنا مالك اخ اس عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ روایت مسنید ابن عباس میں ہے یا مسنید میمونہ سے تو حضرت امام بخاریؒ نے معن کا قول نقل کئے اشارہ فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مسنید میمونہ سے ہے

حدیث نمبر ۲۳۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَخْزَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّكُمْ يُكَاْمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَقِيَمَتِهَا إِذَا طُعِنَتْ تَفَجَّرَ وَمَا لَلْوُكُوفِ وَالْكَوُفِ الْعَرَفُ عَوَتْ الْمُسْلِمُ۔

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہر وہ زخم جو مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچتا ہے وہ قیامت کے دن وہ اسی صورت اور شکل پر ہوگا جبکہ وہ زخمی ہوا تھا کہ وہ زخم خون بہاتا ہوگا۔ اس کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو کستوری کی ہوگی۔

تشریح از شیخ مدنی۔ مصنف کی دلیل دم شہید ہے کہ قیامت کے دن اس کا زخم بالکل تازہ ہو جائے گا۔ کہ جس سے حجت قائم کی جائے گی مگر اس میں بدلہ نہ ہوگی۔ بلکہ مشک جیسی خوشبو ہوگی اور مشک ہر ایک کے نزدیک پاک ہے۔ اور وہ یقیناً تغیر لون و طعم کی بنا پر پاک ہے۔ تو دم شہید بھی پاک ہوگا۔ جیسے کھاد نے ترابی صورت اختیار کر لی۔ تو تحول کی وجہ سے طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ غرضیکہ مصنف کا کہنا یہ ہے کہ تغیر مادہ کی ضرورت نہیں بلکہ تغیر صورت سے بھی طہارت کا حکم دیا جاتا ہے احناف اور شوافع تغیر احکام کافی الجملہ باعث کہتے ہیں ہماری بحث تو تغیر سے ہے بشوافع اور احناف فرماتے ہیں کہ اگر ناقیل ہو تو وہ وقوع نجاست سے نجس ہو جائے گا۔ خواہ تغیر اوصاف ہو یا نہ ہو۔ اور اکثر نجس نہ ہوگا۔ اور روایت سے تغیر کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی اور ناقیل کی نجاست لا یمس احدک فی الماء الواکد اور لا یمس احدک یدہ فی الماء الخ سے معلوم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا اللولون لون الماء الخ امام بخاریؒ کا استدلال اس سے اس طرح ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تغیر اوصاف کو طہارت اور نجاست میں دخل ہے پہلے خون ناپاک تھا اب خوشبودار بن کر پاک ہو گیا اسی طرح اگر نجاست پڑ جائے اور وہ اوصاف کے اندر کوئی تغیر پیدا کر دے تو پھر وہ ناپاک ہوگا۔ ورنہ نہیں اور بعض لوگوں نے کہہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر اوصاف ثلاثہ میں سے دو وصف بدل جائیں گے جب حکم بدلتا ہے

ترجمہ، کھڑے پانی میں پیشاب کرنے کا حکم۔

حدیث نمبر ۳۴۳۳ خدا ابوالیمان الخ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَحَسْبُ الْاَخْرُونَ السَّابِقُونَ وَ بِإِسْنَادٍ قَالَ لَا يَبْعَثُ
أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّايمِ كَذِبِي لَوْ جَعَلْتُهُ يُفْطِلُ فِيهِ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ہم آخر میں آنے والے ہیں لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہوں گے اور اسی اسناد کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مادامہ میں پیشاب نہ کرے جو چاہو نہیں پھر اس میں غسل کرے گا۔

تشیخ از شیخ مدنی رو مصنف نے ترجمہ میں کوئی ذکر نہیں فرمایا کہ اس باب سے کیا مقصد ہے مگر روایت سے کچھ پتہ چلتا ہے، نحن الاخوة فی الدنیا السا بقون انتقدہ مون یوم النقیماۃ کیونکہ پہلے فیصلہ ان کا ہوگا وچر یہ ہے کہ پہلے چھوٹی عدالتوں کے ہاں فیصلے ہوتے ہیں آخر میں بڑی عدالتوں میں جانا پڑتا ہے۔ اخیر میں فیصلہ بادشاہ کے یہاں ہوتا ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس عالم کی اصلاح اور فیصلے کے لئے مقرر فرمایا انبیاء حضرت نوح علیہ السلام پہلے آئے۔ اور آخر میں جناب خاتم الانبیاء تشریف لائے اور ان کے درمیان خیر اولو العزم تشریف لائے محققین یہی کہتے ہیں کہ سب سے اشرف آپ ہیں پھر حضرت عیسیٰؑ۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر حضرت ابراہیمؑ الخ تو مقدمہ کی ترتیب چھوٹے ماکوں سے ہوگی مگر بادشاہ جو نظر کرے گا وہ وزیر اعظم کے فیصلہ کی طرف نگاہ کرے گا۔ اس کے بعد وزیر خاص کے فیصلہ کو دیکھا جائے گا تو ایسے قیامت میں امت محمدیہ کے فیصلہ پر جلد نظر کی جائے گی۔ امت محمدیہ کو نہ برزخ میں انتظام کرنی پڑے گی۔ اور نہ محشر میں فیصلہ کا انتظار کرنا پڑے گا تو آپ کا آخر میں بیجا جانا یہ بھی باری تعالیٰ کی نعمت غلطی ہے۔ اس لئے اگر ہم پہلے کہتے تو ہمارے عیوب دنیا پر ظاہر ہوتے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ ہمارے عیوب دُقبلِخ و دُمرول کو معلوم نہیں ہونے بلکہ دُمرول کے قبائح ہمیں معلوم ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء کے زمانہ میں عمریں لمبی ہوتی تھیں۔ تو ان کو تکلیفات شاقہ کا سامنا کرنا پڑا ہماری عمریں تھوڑی ہیں۔ تھوڑے سے عمل پر بڑے اجر کے مستحق قرار پائے۔ لہذا اس کو بھی کہا جاسکتا تھا جو ہمیشہ جاری ہو اور

ٹھہرے ہوئے پانی کو بھی دائم کہہ سکتے ہیں اس لئے الذی لا یجری سے اس کی تفسیر کر دی تو یغسل خبیہ یہاں خبیہ فرمایا گیا۔ اور فلتین یعنی پانچ سیر پانی میں کوئی غسل نہیں کر سکتا۔ تو وہ فلتین سے زائد ہوگا غسل کرنے کی عادت یہی ہے کہ فلتین جتنے پانی میں بیٹھ کر غسل نہیں کیا جاتا۔ یہی حدیث امام حنابلہ کی دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کا مسلک مسئلہ المیاء میں امام مالکؒ کے موافق ہے اس کے موافق نہی عن البول فی الماء الحاکم نفعی ہوگی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہی سدا للباب فرمائی گئی ہے اس لئے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا آدمی بھی پیشاب کرے گا۔ اور انجام کار پانی ناپاک ہوگا گا۔ نحن الآخرون السابقون اس کا کیا مطلب ہے۔ فراح فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مادائم میں پیشاب کرنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ جب پانی میں پیشاب کرے گا۔ تو وہ پانی سے آخر ہوگا اور جب کوئی اس سے وضو یا غسل کرے گا۔ تو اوّل ہوگا۔ لہذا نجاست کا استعمال ہو گیا اس لئے پانی میں پیشاب نہ کرے یہ وجہ یہاں اچھی ہے۔ یہ جملہ نحن الآخرون السابقون جہاں کہیں گئے ہیں فراح اس کی مناسب توجیہ فرماتے ہیں۔ مگر حقیقی وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے متعدد شاگرد ہیں ان میں سے ایک عبدالرحمن بن ہرمز الا عرج ہیں۔ دوسرے ہمام بن منیہ ان دونوں کے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات کے صحیفے ہیں۔ ہمام بن منیہ کا صحیفہ تو حضرت امام مسلم کے پاس ہے۔ اور ابن ہرمز کا صحیفہ حضرت امام بخاریؒ کے پاس ہے۔ اور دونوں اپنے صحیفوں سے روایت لیتے ہیں۔ مگر ہر ایک ادا اور انداز روایات لینے میں جدا جدا ہے۔ حضرت امام مسلم جہاں کہیں روایت لیتے ہیں وہاں یوں کہتے ہیں۔ حدثنا ہمام بن منیہ قال هذا ما حدثنا به ابو ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امام بخاریؒ جب ابن ہرمز کے صحیفے سے روایت لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے نحن الآخرون السابقون ذکر کرتے ہیں پھر اصل روایت جو مقصود ہوتی ہے اس کو ذکر فرماتے ہیں اور یہ جملہ نحن الآخرون السابقون ابن ہرمز کے صحیفے کی پہلی حدیث ہے تو اس کی طرف اشارہ فرمانے کے لئے اس روایت کو پہلے ذکر فرمادیتے ہیں۔ لا یبولن احدکم الا ظاہرہ کے نزدیک یہ بھی تہمدی ہے اور جہور کے نزدیک پانی ناپاک ہو جائے گا۔

باب اِذَا اُنْثِيَ عَلَى ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذْرٌ اَوْ حَيْفَةٌ كَوْنُ تَفْسُدُ عَلَيْهِ صَلَاتُهُ

وَكَانَ ابْنُ مَعْمَرٍ إِذَا لَامِيَ فِي ثَوْبِهِ كَمَا قَدْ هُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَ مَضَى فِي صَلَاتِهِ
وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّيْتُ فِي ثَوْبِهِ دُمْتُ أَوْ جَنَامَةً أَوْ لَغِيظًا أَوْ قَبِيلَةً
أَوْ تَيْمَمَةً فَصَلَّيْتُ ثُمَّ أَذْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ لَا يُعِيدُ۔

ترجمہ: جب نمازی کی پیٹھ پر گندگی یا مردار کا جثہ پھینکا جائے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی
اور حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھتی حالت میں جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تھے تو کپڑے کو اتار کر
رکھ دیتے اور اپنی نماز چالو رکھتے۔ ابن السیب اور شعبیؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی ایسی حالت
میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس کے کپڑے میں خون ہے یا مٹی ہے یا اس نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے
نماز پڑھی یا تیمم کر کے نماز پڑھی اور اسے نماز کے اوقات میں پانی مل گیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے
خشوع از شیخ مدنیؒ۔ ایسی نجاستیں جن کے ہوتے ہوئے ثوب مکان وغیرہ میں نماز نہیں
پڑھ سکتا۔ اگر اثناء صلوٰۃ میں یہ چیزیں نمازی کی پیٹھ پر ڈال دی جائیں۔ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے
ہیں کہ ایک رکن کے ادا کرنے تک برابر اسی حالت پر رہا۔ تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اسے پہلے
زائل کر دیا۔ تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ حضرت امام بخاریؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر اثناء صلوٰۃ میں بغیر قصدِ صلوٰۃ
کے کوئی نجاستہ آ پڑے تو آخر صلوٰۃ تک اس حالت پر رہنا مفید صلوٰۃ نہیں ہے چنانچہ ابن السیب
اور شعبیؓ کا یہی مذہب ہے۔ مگر اور ائمہ کے ہاں بعض صورتوں میں اعادہ ہے مثلاً کپڑے میں خون تھا۔
اور نماز کے اوقات میں علم ہو گیا تو اعادہ کرے اس طرح قبلہ کا استقبال تحریمی کو تش سے کیا۔ اگر
وقت میں علم ہو جائے تو اعادہ کرے۔ تیمم کر کے نماز پڑھی وقت میں پانی مل گیا تو نماز کا اعادہ کرنا محبت
ہے۔ امام بخاریؒ ان سب صورتوں میں اعادہ کے قائل نہیں ہیں۔

حدیث نمبر ۲۳۳۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَصْحَابُ الْبَيْتِ وَابْنُ مَسْعُودٍ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عِنْدَ الْبَيْتِ وَابْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ أَبِي أَصْحَابُ الْبَيْتِ لَهُ مَجْلِسٌ إِذَا
قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ائْتِكُمُ بَعْثِي بِسَلَاةٍ جَوُوبِي خِلَافٍ فَيَضَعُهَا عَلَى ظَهْرِ مُحَمَّدٍ إِذَا
مَجَّدَ فَأَنْبَعَتْ أَشَقَى الْعَرَمِ فَجَاءَهُ بِهِ فَتَضَوَّحَتْ إِذَا مَجَّدَ دَنِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَضَعَهَا عَلَى ظَهْرِ بَنِي كَعْبَةَ وَآنَا أَنْظَرُ لَا أُغْنِي شَيْئًا تَوَكَّأْتُ لِحِ مَنْعَةٍ قَالَ فَجَلَوْنِي
اَيُّكُمْ لَوْ وَبِحَيْلٍ كَبُفُّهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَدُسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ

لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى جَاءَتْهُ فَأَلَمَتْهُ فَنَطَرَحَتْهُ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ
 اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِمُقَرَّبِي ثَلَاثَ مَرَاتٍ فَشَقَّ ذِيكَ عَلَيْهِمْ إِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوا
 يَبْرُونَ أَنَّ الدَّعْوَةَ فِي ذِيكَ الْيَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمِيَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ يَا بِي جَهْلٍ وَعَلَيْكَ
 بِمُسْتَبَةِ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُثْبَةَ وَأُمِّيَةَ بْنِ حُلَيْفٍ
 وَعُثْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَقَعْدَ السَّالِغِ فَلَمْ يُحْفَظْهُ قَوْلًا لَمْ يَسْمَعْ لَقَدْ رَأَيْتُ الْكَذِبَ
 عَدَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوَّعَ فِي الْقَلْبِ قَلْبِي بَذَرِ -

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود نے حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے کہ آپس میں انہوں نے مشورہ کیا کہ کوئی فلاں قبیلہ کے ذبح شدہ اونٹ کی ادھیری گندگی سمیٹ لے آئے۔ اور جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جا رہے تھے تو وہ گندگی آپ کی پیٹھ پر رکھ دے چنانچہ قوم میں سے سب سے بڑا بد بخت (عقبہ ابن ابی معیط) اٹھا اور وہ گندگی لے آکر منظرِ باہر تک کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں چلے گئے۔ تو اس نے یہ ادھیری آپ کے کندھوں کے درمیان پیٹھ پر رکھ دی۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن میں آپ کے کوئی کام نہ آسکتا تھا۔ کاش مجھے قوت ہوتی وہ فرماتے ہیں کہ قریش کے یہ لوگ ہنستے تھے اور ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہوتے تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں سر نہیں اٹھاتے تھے۔ یہاں تک حضرت فاطمہ بنت شریف لائیں اور اس ادھیری کو آپ کی پیٹھ سے نیچے پھینکا تو آپ نے کہیں جا کر سراٹھایا پھر بدعا فرمائی اے اللہ قریش کو پھوٹے تین مرتبہ فرمایا۔ تو یہ بات ان قریش کو گراں گوری جبکہ آپ نے خلاف بدعا فرمائی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شہر مکہ میں بدعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ نے نام لے لے کر بدعا فرمائی اے اللہ ابو جہل کو پھوٹے۔ عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عقبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی مسیطر ان سب کو پھوٹے ساتویں کا نام بھی شمار کیا مگر انہیں یاد نہیں رہا۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے۔ جن لوگوں کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار کیا تھا وہ سب بدر کے اندھے کنوئیں میں گرے پڑے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ سید بچہ دان۔ دوسری روایات میں فرث وغیرہ کا ذکر بھی ہے اور ان میں یہ بھی ہے کہ اخلا یبظرون الیٰ ہذا المراءٰ کیا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے۔ لا اغفٰ ثبیتا اس لئے کہ

صنادید قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ یہ قبیلہ ذیل کے آدمی تھے اور دیہات میں رہتے تھے ان شہر والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ نو کانت لفظ۔ نو تعجب اور شرط کے لئے ہو سکتا ہے۔
 بمعنی قوت یا جامعیت روایت باب سے مصنف کا استدلال اس طرح ہے کہ آپؐ پر نجاست ڈالی گئی لیکن آپؐ نے نماز کو نہیں چھوڑا۔ تو شوافع اور اخلاف کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں ہذا بچہ دان کا ذکر ہے جو نجس نہیں تو نماز کیسے فاسد ہوگی۔ لیکن یہ جواب قابل اعتناء نہیں کیونکہ مسند کے ساتھ فرث و دم کا ذکر بھی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے اس وقت نجاست کی تفصیل نہیں آئی تھی۔ مگر اس پر یہ اشکال ہے کہ سورۃ مدثر میں ثیاب یک فطمی کا حکم ہے اور سورۃ مدثر بعد فترۃ الوحی کے نازل ہوئی ہے۔ اور فترہ وحی کے تین سال ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سورۃ مدثر کے اترنے تک لوگوں کو آپؐ سے عداوت نہیں اس کے بعد آپؐ نے تبلیغ شروع فرمائی۔ کیونکہ اس میں واند وشننگ الا قریبین کا حکم موجود ہے۔ تیسری وجہ یہ ذکر کی جاتی ہے کہ آپؐ حالت استغراق میں تھے۔ آپؐ کو علم ہی نہیں ہو سکا کہ میری بیٹھ پر کیا چیز رکھی ہے۔ ظاہر ہے یا نجس ہے مگر یہ امر بھی بعید ہے کہ ایک شخص کی بیٹھ پر بدبودار چیز رکھی ہو۔ اور اس کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ البتہ حالت استغراق میں ایسا ہو سکتا ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ حملے پاس کوئی ایسا صریح ثبوت نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپؐ نے نماز کو پورا کرنے کے بعد بددعا فرمائی ہو۔ دونہ خوط قتاد ظاہر یہ ہے کہ آپؐ نے نماز پورا کرنے سے پہلے بددعا کی۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض آپؐ اپنی نماز پر قائم رہے ہوں۔ پھر ایسی کوئی دلیل نہیں کہ آپؐ نے اس نماز کا اعادہ نہ کیا ہو۔ احتمال حملے لئے کافی ہے کہ آپؐ نے نماز کا اعادہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ نجاست کا ذکر فرما رہے تھے۔ اس لئے ایک مسند جو اس کے متعلق تھا اسے بھی ذکر کر دیا کہ اگر کسی پر حالت نماز میں نجاست پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے حنفیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نماز ٹوٹ جلتی گی۔ اور مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طہارت اثواب ان کے نزدیک فرائض صلوٰۃ میں سے نہیں ہے۔ ہاں اگر چاہے تو وقت کے اندر اعادہ کرے اور اعمیٰ کے نزدیک طہارت ابتداء صلوٰۃ کے لئے شرط ہے۔ لہذا اگر کوئی وسط صلوٰۃ میں نجاست ڈال دینے کو کوئی حرج نہیں۔ شرع فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ اس مسند میں امام اوزاعیؒ کے ساتھ ہیں۔

نکلتی وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں جا پڑتی تھی وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر بدل لیتے تھے۔
 حدیث نمبر ۲۳۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ الْخ.

ترجمہ حضرت انسؓ سے مروی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔
 تشریح از شیخ مدنیؒ ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ چیزیں ظاہر ہیں کپڑا۔ بدن۔ مکان وغیرہ ان
 سے نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریا نجاسات کا ذکر چل رہا تھا تو مصنفؒ نے تھوک کا حکم بیان فرما دیا وجہ یہ
 ہے کہ حضرت سلمان اور بعض تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ بزاق نثارہ وغیرہ نجس ہیں اور بعض کا مذہب ہے
 کہ ہر ایک کا بزاق اس کے حق میں پاک اور دوسرے کے حق میں ناپاک ہے امام بخاریؒ اس باب سے ان
 پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ قد لك بھاء و جمہ و جلدہ اس سے امام بخاریؒ نے طہارۃ ریق پر استدلال
 کیا ہے اور یہ جو سب کچھ صحابہ کرامؓ نے کیا وہ عشق و محبت کی باتیں ہیں۔

عنا ب لب باب دهن شربت وصال

یہ نسخہ چاہیے ترے بیمار کے لئے

باب لَا يَجُوزُ الْوُضُوءُ بِالنَّبِيدِ وَلَا بِالنَّسْتِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَابُو الْعَالِيَةِ
وَقَالَ عَطَاءُ النَّيْمُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيدِ وَالنَّسْتِ

ترجمہ کھجور کے پھوٹ اور نشہ دار چیز سے وضو جائز نہیں ہے۔ حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ
 نے اسے مکروہ کہا ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ وضو بالنبید اور لبن سے وضو کرنے سے نییم بہتر ہے
 حدیث نمبر ۲۳۶ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الشَّيْخِ صَالِيٍّ اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَيْءٍ بِإِسْكَائِهِ فَهَوَ حَرَامٌ۔

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا
 کرے وہ حرام ہے اور حرام سے وضو بالاتفاق جائز نہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ اگر نبید سے غیر مسکر مراد ہے۔ تو یہ روایات اس کی ممانعت پر دلالت
 نہیں کرتی۔ اور لا بامسک سے عطف الخاص علی العام ہوگا۔ ابو العالیہ اور حسن بصریؒ حضرت امام

ابو حنیفہؒ پر حجۃ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ دونوں تاجی ہیں امام صاحب بھی تاجی ہیں مہر جلال و نوح چال
 خشک شیخ ذکر کیا۔ مسکری سے بالاتفاق وضو کرنا ناجائز ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے اس کو کہیں
 ذکر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ وضو بالنہید کو ناجائز ثابت فرما رہے ہیں اور نہیند کی روایت ملی
 نہیں اس لئے مسکری کی روایت سے استدلال فرمایا چونکہ مسکری کی روایت سے استدلال تھا۔ اسی کو ترجمہ
 میں بھی ذکر فرمادیا۔ اب رہا یہ سوال کہ امام بخاریؒ نے مسکری کی روایت سے نہیند کے مسئلے کو کس طرح ثابت
 فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا استدلال اس طرح ہے کہ نہیند مقدمہ مسکری ہے۔ اور
 مقدمہ شئی خود شئی کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ لہذا جس طرح مسکری سے وضو ناجائز ہے اسی طرح نہیند
 سے بھی ناجائز ہوگا۔ لیکن اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ پھر تو پانی بھی مقدمہ نہیند ہونے کے سبب منوع
 ہونا چاہیئے۔ نہیند اصل میں مبذوب یعنی پھینکے ہوئے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں وہ پانی کہلاتا ہے جس
 میں کھجور وغیرہ ڈال دی گئی ہو جس کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ پانی میں کھجور وغیرہ ڈال دیا اور وہ
 شیریں ہو گیا۔ اس میں وضو کرنے میں حائل ہے۔ امم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ کے
 ہاں کسی قسم کے نہیند سے وضو جائز نہیں حتیٰ کہ اس قسم سے بھی جائز نہیں حالانکہ یہ مسکری نہیں ہے۔ مگر
 اس صورت میں اختلاف ایک اور اصل کلی مختلف فیہ پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ حنفیہ کے اصول میں ہے
 اگر پانی شئی جامد مطہر مل جائے۔ اور اس کی ماتہیت میں فرق نہ آئے۔ تو اس سے وضو جائز ہے۔
 اور شوائع وغیرہم کے نزدیک جب پانی کے اندر کوئی شئی مل گئی تو وہ اپنے اطلاق سے نکل گیا۔ لہذا
 اس سے وضو جائز نہیں۔ حنفیہ کا مذہب اقرب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کے غسل کے
 بلے میں روایات ہیں آئمہ ہے۔ کہ اس کو بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے۔ شوائع کہتے ہیں کہ یہ غسل
 تعمیدی ہے غسل نجاست نہیں ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ابو داؤد و ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ
 ﷺ و سلمو یفصل رأسہ بالخطمی کہ آپ گل خیرہ سے اپنے سر مبارک کو دھوتے تھے
 شوائع فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بار قراح سے دھو لیتے ہوں گے۔ حنفیہ کا جواب دیتے ہیں کہ خود ابو داؤد
 میں ہے مکان یجتنبی بہ یعنی آپ اسی پر اکتفا فرماتے تھے اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضرت ام
 سلمہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ کو حضور پاک ﷺ کے اونٹ پر چھین آگیا حضور ﷺ نے فرمایا انفتت اس
 بعد ارشاد فرمایا کہ جب تو فارغ ہو۔ تو پانی میں نمک ڈال کر غسل کر لینا۔ اور اس کا حضرت ام سلمہؓ نے

رَسَلَهُ فَقَالَ مَا بَقِيَ أَحَدٌ أَعْلَمُ بِهِ مِثْلِي كَانَ عَلِيٌّ يَجْعَلُ بَيْنَهُمْ مَاءً وَفَا طَمَعَتْ
تَعْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمُ فَأَخَذَ حَصِيدًا فَأَخْرَقَ خُشْيَ بِهِ جُمُوحًا -

ترجمہ، حضرت ابو حازم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے اس وقت
سنا جبکہ لوگوں نے اس سے سوال کیا تھا میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نہیں تھا ان سے پوچھا
گیا تھا جناب نبی اکرم صلیم کے زخم کا علاج کسی چیز سے کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے سے زیادہ اس
کو جلانے والا کوئی باقی نہیں رہا حضرت علیؓ اپنی ڈھال لاتے تھے جس میں پانی ہوتا تھا۔ اور حضرت فاطمہؓ
الزہراءؓ آپ کے چہرے سے خون دھوتی تھیں۔ پھر چٹائی لے کر اسے جلایا گیا اور اس کی خاک ترے
حضور کا زخم بھر دیا گیا۔

تشریح از شیخ مدنی اگر اس باب کا مقصد استغاثۃ علی الوضوء ہے۔ تو روایت سے
ثابت ہے مگر یہ مجتہد عنہ نہیں ظاہر ہے یہ کہ مصنفؒ اس جگہ تطہیر کے اندر استغاثۃ ثابت کرنا
چاہتے ہیں کہ ازالہ نجاستہ میں اس قسم کی استغاثۃ جائز ہے۔ وضوء کے اندر تو مکروہ ہے لیکن غیر وضوء
میں جائز ہے چنانچہ ابوالعالیہ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ توجب مسح میں استغاثۃ جائز ہے تو
ازالہ نجاستہ میں بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا شراح فرماتے ہیں کہ استغاثۃ فی ازالہ النجاستہ کو بیان فرمایا اور میرے
نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ استغاثۃ فی الوضوء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرا پانی ڈالے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ دوسرا پانی ڈالے اور متوضیٰ خود اپنے اعضا دھوئے اور تیسری صورت یہ ہے کہ متوضیٰ
خود کچھ نہ کرے۔ دوسرا شخص پانی بھی ڈالے۔ اور دھوئے بھی۔ تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرما
دیا کہ اگر مجبوری کی بناء پر ایسا کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں حضور اقدس صلیم کے چہرہ انور کو حضرت
فاطمہؓ دھوتی تھیں وقال ابوالعالیہ الخ زہوالعالیہ کے اس قول سے بھی میری تائید ہوتی ہے کہ
انہوں نے دوسرے پیر کے مسح کا امر فرمایا۔ اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ وہ مریض ہے اس کو
تسکین ہوگی۔ ہاں شیخ دوسری جرح النبی صلیم حضور اکرم صلیم کو غزوہ احد میں چہرہ انور پر
چوٹ آئی تھی اس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ کہ کیا وہ حضور کو لگائی گئی تھی فاخذ حصید فاحرق
جب پانی ڈالنے سے خون بند نہ ہوا تو ایک بوریا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی۔ راکھ کو خون رکنے

میں ایک خاصہ ہے۔ اسی وجہ سے بچوں کی ختنہ کے بعد اس مقام پر رکھ لگادیتے ہیں۔

باب السَّوَالِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَشَّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَتَ.

ترجمہ، مسواک کرنے کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم کے پاس رات بسر کی تو آپ نے مسواک کیا۔

حدیث نمبر ۲۳۸ حَدَّثَنَا أَبُو النَّعْمَانِ الزُّهَلِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى بَيْتِهِ يَقُولُ اُعْ اُعْ وَالسَّوَالُ فِي فَنِيهِ كَأَنَّهُ يَتَخَوَّعُ.
ترجمہ، حضرت بردہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اپنے مسواک سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا مسواک کر رہے تھے اور اے اے کہتے تھے جبکہ مسواک آپ کے منہ میں تھا۔ گویا کہ تھے کر رہے ہیں۔

تشریح از شیخ ذکر کیا۔ اشکال یہ ہے کہ نجاسات وغیرہ کا ذکر چل رہا تھا تو مسئلہ مسواک کیلئے آیا اس کو تو سنن وضو کے ساتھ ذکر کرتے اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے اس باب کو مسئلہ وضو سے الگ ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ مسواک وضو کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جب بھی ضرورت ہو کرے۔ جیسا کہ فقہا حنفیہ کہتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ مسواک جمہور کے نزدیک سنت ہے اور بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ واجب ہے اور ابن حزم جمعہ کے دن واجب کہتے ہیں۔ اور باقی ایام میں سنت ہے اے اے حاشیہ میں اہ اوہ اور نسائی میں عام ہے۔ یہ سب اس آواز کی تعبیرات ہیں جو مسواک اندر کی جانب کرتے ہوئے پیدا ہوتی تھی کسی نے کچھ تعبیر کیا اور کسی نے کچھ۔ اختلاف کچھ نہیں سب کا مال ایک ہے

حدیث نمبر ۲۳۹ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي قَيْسٍ الزُّهَلِيُّ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ السَّوَالُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُومُ فَالَا بِالسَّوَالِ.

ترجمہ، حضرت حذیفہ رضہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک ملتے تھے۔

باب دَفَعَ السَّوَالُ إِلَى الْكُتُبِ وَقَالَ عَمَّاكَ حَدَّثَنَا صَحْبُوهُنَّ جَوْشَرِيَّةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرَا فِي أَسْوَالِكُمْ بِسَوَالِكُمْ فَمَاؤُنِي رَجُلًا يَأْخُذُ بِأَحَدِهِمَا أَلَا خَرَفًا وَلَيْسَ السَّوَالُ الْكُتُبُ مِنْهُمَا فَتَقِيلُ فِي كُتُبِ

فَدَفَعْتُهُ إِلَى الْأَكْبَرِ مِنْهُمَا۔

ترجمہ، باب مسواک بڑے کو دینی چاہیے اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں خواب میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ میں مسواک استعمال کر رہا ہوں۔ اچانک میرے پاس دو آدمی آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے مسواک ان میں سے چھوٹے کو دے دیا تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے۔ چنانچہ وہ مسواک میں نے ان میں سے بڑے کو دے دی۔

تشیخ از شیخ زکریا چونکہ مسواک نظر اشیا مستقذہ میں سے ہے کیونکہ اس سے منہ صاف کیا جاتا ہے اس لئے اس سے ایہام ہوتا تھا کہ بڑے کو دنیا کہیں ادب کے خلاف نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ نہیں بلکہ مسواک ایک بڑی چیز ہے مطہرہ فم ہے۔ لہذا بڑے ہی کو دینی چاہیے۔

باب فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوءِ۔

ترجمہ باب اس شخص کی فضیلت کے بارے میں جو وضو پر رات بسر کرتا ہے۔

حدیث ۲۴۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَيْتَ مَضْجِعَكَ فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اصْطَبِجْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لَكَ وَفَوَضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَالْجَنَاتِ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبَيَّنَّيْتَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَجْعَلْهُنَّ أَحِبَّ مَا تَكَلَّمُوا بِهِ قَالَ فَتَرَدُّنَهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتِ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتَ وَرَسُولِكَ قَالَ لَا وَبَيَّنَّيْتَ الَّذِي أَرْسَلْتَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت، براہ بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ بستر پر لیٹنے کے لئے آئیں۔ تو نماز کی طرح وضو کریں پھر دائیں پہلو پر لیٹ جائیں۔ اور پھر یہ دعا کریں کہ اے اللہ میں اپنے چہرے کو آپ کے سپرد فرما رہا ہوں۔ اور اپنا معاملہ آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور اپنی پیٹھ کو آپ کی طرف سے سہارا دیتا ہوں۔ آپ کی طرف رغبت کرتے ہوئے اور آپ سے ڈرتے ہوئے میری جلتے پناہ اور جلتے نجات تیری گرفت سے تیری ہی طرف ہے۔ اور اللہ میں تیری اس کتاب پر ایمان

لے آیا جس کو تو نے اپنے اس نبی پر اتا رہا جس کو آپ نے بھیجا۔ اگر اس رات تیری وفات ہو گئی تو تو فطرت اسلام پر ہو گا۔ ان کو اپنے آخری کلمات بنا نا حضرت فرماتے ہیں کہ یہ کلمات میں نے حضور نبی اکرم صلم پر دوبارہ لوٹتے جب میں ان الفاظ پر پہنچا کہ ۳ منت بکتابت الذی انزلنا تو میں نے کہا رسولک تو آپ نے فرمایا . نبیک الذی ارسلت کہو۔ فنبیک الذی ارسلت یا تو اس لئے فرمایا کہ اس طرح تم کو لازم نہیں آئے گا۔ حالانکہ رسول نبی سے اخص ہے اس لئے اعم کو لانا چاہیئے۔

تشریح از شیخ زکریا یہ ترجمہ میرے نزدیک شارح ہے اور اس سے امام بخاری روایت کی شرح دو طرح فرما رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ روایت میں ہے اذا اتیت مضطرب فتوضا الخ تو اس لفظ اذا سے ایہام ہوتا تھا۔ کہ جب سونا چلے تو اس وقت وضو کرے چاہے پہلے سے وضو ہو یا نہ ہو۔ تو امام بخاری نے بتلا دیا۔ کہ مقصود نوم علی الوضو ہے۔ اب چلے پہلے سے ہو یا اسی وقت وضو کرے اور دوسرے یہ کہ فتوضا د کے امر سے بظاہر ایجاب کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ مطلق امر وجوب کے لئے آتا ہے تو امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب و فضل کے لئے ہے۔ (فائدہ) اگر کوئی شخص با وضو سوتے تو بے خوابوں سے اور شیطان کے دساؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر آیت الکرسی پڑھ لے تو نور علی خود ہے۔ شحاطط علی شقک الا بن یہ ہمارے نزدیک بہت معمولی بات ہوگی۔ اور اگر کوئی طبیب کہے تو اس کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے۔ اطباء کے نزدیک بائیں پہلو پر سونا بہتر ہے اس لئے کہ اسی طرح نیند اچھی طرح آتی ہے۔ مگر اس میں مضرت یہ ہے کہ بائیں طرف قلب ہے تو بائیں کروٹ سونے میں سارا دباؤ اور بوجھ دل پر ہوگا۔ اور ممکن ہے بخارات دل پر چھا جائیں اور ضعف قلب لاحق ہو جاتے۔ لیکن کسی کو اہتمام نہیں ہے لیکن اگر کوئی جدید تحقیق کا آدمی کچھ کہے تو اس کو نا معلوم کیا سے کیا سمجھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ نبی اکرم صلم کا ارشاد ہے۔ اور جدید سائنس والوں کی تحقیق ہے کہ جب شہوت سے منی خارج ہوتی ہے تو بدن کے سارے مسامات سے جراثیم باہر نکل آتے ہیں اگر فوراً غسل کرے تو وہ جراثیم ٹھہل جائیں گے۔ اور صحت خوب اچھی رہے گی۔ ورنہ پھر وہی جراثیم بدن میں داخل ہو جائیں گے اور صحت پر بُرا اثر پڑے گا۔ اور اسی طرح ان کی تحقیق یہ ہے کہ مردوں کے لئے داڑھی کے بال اور عورتوں کے لئے سر کے بال یا پائوں کے لئے جاذب ہیں۔ حضرت اقدس صلم بہت اس کا امر فرما چکے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً کثیراً۔ رغبۃ ای فی احسانک باہبتہ من

معاہدتہ فانت علی الفطرۃ قطرة الاسلام التي فطر الناس علیہا الخ فرد و تھا یعنی میں نے ان کلمات کو یاد کر کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا تو جب میں اللہ تعالیٰ سے بکتاب اللہ الذی انزلت پر پہنچا تو اس کے بعد میں نے بنیٹ کی بجائے دوسرے رسول کہہ دیا۔ کیونکہ رسول کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے۔ تو اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا ونبیٹ الخ یعنی رسول کی مت کہو بلکہ ونبیٹ الذی ارسلت کہو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ادعیہ میں ماثورہ کا اتباع کرنا چاہیئے اگرچہ ان صحابی نے ایک اعلیٰ لفظ کہا۔ کیونکہ رسول کا درجہ نبی سے بڑھ کر ہے مگر وہ لفظ کہاں سے آتا جو زبان مبارک سے نکلا تھا۔ باب فضل من ہات الخ حافظ بن حجر کے نزدیک اس آخر سے کتاب الوضوء کے اختتام کی طرف اشارہ ہے اور حافظ کی رائے کے ساتھ میری اپنی ایک رائے چل رہی ہے وہ یہ کہ کتاب کے ختم کی طرف اشارہ نہیں بلکہ خود تیرے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

(پارہ اول ختم)
ہر سبق سے پہلے کا خطبہ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين .
اما بعد فات صدق الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى سيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم وشوا الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار وبالسند المتصل الى الامام الحافظه الحجة امير المؤمنين في الحديث ابى عبد الله محمد بن اسماعيل بن ابراهيم بن معوية بن بردويه الجعفي البخاري كففنا الله بعلمه آمين .

دوسرا پارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

کتابُ الْغُسْلِ

کتاب غسل کے بیان میں،

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا اِلٰی قَوْلِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
وَقَوْلِهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِلٰی قَوْلِهِ غُفُوْا -

باب الوُضُوْء قَبْلَ الْغُسْلِ -

ترجمہ، غسل سے پہلے وضو کرنا۔

حدیث نمبر ۲۴۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوسُفَ الخ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ
بَدَأَ فغَسَلَ یَدَیْهِ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ کَمَا یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ یُدْخِلُ اَصَابِعَهُ فِی الْمَاءِ
فَیُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ یَصُبُّ عَلٰی رَاسِهِ ثَلَاثَ غُرْفٍ بِیَدَیْهِ ثُمَّ یُفِیضُ
الْمَاءَ عَلٰی جُلْدِهِ كُلِّهِ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ زوجہ نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلعم جب جنابت سے
غسل شروع کرتے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر جیسے نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے ایسے
وضو فرماتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر ان سے بالوں کی جڑوں کا خلل کرتے پھر اپنے ہاتھوں
تین چلو پانی اپنے سر پر ڈالتے۔ پھر باقی سارے بدن پر پانی بہاتے۔

تشریح از شیخ زکریا، امام بخاریؒ نے وضو سے فراغت کے بعد غسل کو شروع فرما دیا۔ اور دو آیتیں
استنبطیں گے۔ استدلال علی وجوب الغسل کے ذکر فرمائیں ایک سورہ آمدہ کی دوسری سورہ نسا کی، مگر
یہاں امام بخاریؒ نے ترتیب قرآنی کا خلاف کر دیا۔ کیونکہ سورہ نسا سورہ آمدہ پر مقدم ہے اس کی وجہ

یہ ہے کہ آیتہ مائدہ مجمل ہے۔ اور آیتہ نسا مفضل ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اجمال کے بعد تفصیل ہو اگر نہی ہے۔ اس لئے آیتہ مجملہ کو اولاً اور آیتہ مفضلہ کو ثانیاً ذکر فرمایا۔

باب الوضوء قبل الغسل اس باب سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ کے نزدیک وضوء فی الغسل واجب ہے۔ باقی حضرات کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اسی اختلاف کو بتلا رہے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں علما کا اختلاف ہو رہا ہے کہ وضوء قبل الغسل کوئی مستقل سنت ہے یا غسل کا جزو ہے اور تشریفاً و تمکیناً مقدم کیا گیا ہے اس میں ثمرہ اختلاف یہ ظاہر ہو گا کہ اگر کوئی شخص قبل الغسل وضوء کرے تو جو لوگ مستقل سنت نہیں مانتے۔ بلکہ غسل کا جزو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی دھونا غسل مفروض کی جانب سے کافی ہو جائے گا اور جو اس کو جزو نہیں مانتے ان کے نزدیک دوبارہ دھونا ضروری ہو گا لہذا فرض الغسل مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا باب مآلاً پر مستقلاً آ رہا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک یہ مسئلہ وہاں کلمہ ہے۔ اگر وہاں کا نہ ہو تو ہم وہاں یہ توجیہ کریں گے کہ امام بخاریؒ وہاں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ مس ذکر سے وضوء نہیں ٹوٹتا کیونکہ جب وضوء کرنے کے بعد غسل کرے گا تو ہاتھ ادھر ادھر جلتے گا۔ اور امام بخاریؒ نے وضوء من مس الذکر کا کوئی باب نہیں باندھا تو معلوم ہوا کہ وضوء من مس الذکر کے قائل نہیں ہیں اور شوافع کے ہاں اگر ہاتھ پہنچ جلتے تو دوبارہ وضوء کرنا ہو گا۔ تیسری غرض باب کی جو میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ وضوء قبل الغسل کی کیا صورت ہوگی۔ آیا پاؤں پہلے دھویا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے ظاہر ہے یا بعد میں دھوئے گا جیسا کہ حضرت میمونہؓ کی روایت میں مصرح ہے۔ یہاں امام بخاریؒ نے الوضوء قبل الغسل باب باندھ کر دو نونو طرح کی روایات ذکر کر دی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کی بھی اور حضرت میمونہؓ کی بھی۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ پوری وضوء کرے اور پیر بھی دھوئے ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہے۔ اخاف کی بھی ایک روایت یہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک اگر مستنقع الماء میں ہو۔ تو بعد میں دھوئے ورنہ پہلے دھوئے یہی حنفیہ کا قول ہے۔ اور حدیث عائشہؓ حدیث میمونہؓ کے اختلاف کو اسی احوال پر محمول کیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں جمع بین الاخبار ہے۔ اور بعض نے جمع اس طرح کیا ہے اور بعض نے جمع اس طرح کیا ہے۔ کہ وضوء کرتے وقت اولاً بھی دھوئے عملاً علی حدیث عائشہؓ اور پھر بعد میں بھی دھوئے۔ عمدتاً علی

حدیث میمونہ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر ۲۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَضَّأَ بِلِصْلُوَةٍ غَيْرِ رِجْلَيْهِ وَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ أَفَاهَنَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثُمَّ نَحَى رِجْلَيْهِ فَغَسَلَهُمَا هَذِهِ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ زوجہ نبی اکرم صلعم سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم نے ایسا وضو کیا جیسے نماز کے لئے کرتے تھے سوائے دونوں پاؤں کے اور شراب گاہ کو دھویا، اور جہاں جہاں جنابت پہنچی تھی پھر بدن پر پانی ڈالا پھر پاؤں کو الگ کر کے دھویا فرمایا یہی آپ کا غسل جنابت ہے۔

باب غُسْلِ الْمَرْجِلِ مَعَ اِمْرَاَتِهِ۔

ترجمہ، آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا۔

حدیث نمبر ۲۲۴ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي رَاسٍ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسِنَا وَاجِدِينَ قَدْحٍ يُقَالُ لَهُ الْفَرْقُ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رحمہ سے روایت ہے کہ میں اور جناب نبی اکرم صلعم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ وہ پیالہ جس کو فرق کہا جاتا ہے جو تین صاحب یعنی بارہ سیر حجازی کا ہوتا تھا۔

تشریح، از شیخ زکریا حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے تو امام بخاری اس پر رد فرماتے ہیں اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری ایک دوسرے کے عضو مستور کے دیکھنے کا جواز ثابت فرما رہے ہیں۔ کیونکہ جب ایک دوسرے کے ساتھ غسل کریں گے تو یقیناً ایک دوسرے کے عضو پر نظر پڑے گی اور میرے نزدیک ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ جیسا کہ امام بخاری نے اقبل میں وضو من فضل الموائع کو ثابت فرمایا تھا۔ یہاں سے غسل من فضل الموائع کا اثبات فرما رہے ہیں۔ کیونکہ جب ایک ساتھ غسل کریں گے تو جس وقت ایک پانی لے گا تو وہ پانی اب اس کے لئے فضل بن جائے گا۔

باب الْغُسْلِ بِالصَّبَاحِ وَبِالْمَاءِ۔

ترجمہ، چار سیر یا اس کے برابر پانی سے غسل کرنا۔

حدیث نمبر ۲۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدِيُّ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ
أَنَا وَآخُو عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا أَخْرَاجَ غُسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَعَتْ بِأَنَّهُ نَحْوُ مِنْ صَبْعٍ فَأَغْتَسَلْتُ وَأَفَاضْتُ عَلَى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا
وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هُرُونَ وَبُؤَيْرُ بْنُ الْجَدِّ عَنْ
شُعْبَةَ قَدْ رُويَ صَبْعٌ -

ترجمہ حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی حضرت عائشہ کے یہاں
حاضر ہوئے تو ان کے رضاعی بھائی نے ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں دریافت
کیا تو انہوں نے صاع کے برابر ایک برتن منگوایا اور اس سے غسل فرمایا اور اپنے سر پر ڈالا ہلکے اور
ان کے درمیان پردہ تھا۔ شعبہ نے نحو صاع کی بجائے نذر صاع کا لفظ نقل کیا ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ امام بخاری نے ونحو کا لفظ بڑھا کر اشارہ فرمادیا کہ روایات
میں جو صاع کا لفظ غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے ہیں۔ وہ تحدید کے لئے نہیں بلکہ مراد اس کے قریب قریب
ہے۔ واخو عائشہ حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کا نام عبد اللہ بن یزید بتلایا جاتا ہے۔
باناہ نحو من صاع یہ ترجمہ کا ثبوت ہو گیا۔ اور لفظ کی تصریح یہاں آگئی۔ و افاضت علی
رأسها حضرت عائشہ نے پردہ کر لیا اور سر کھول لیا کیونکہ وہ محرم تھے۔ اور اگر سر نہ کھولتیں تو
غسل کی کیفیت کیسے معلوم ہوتی۔

حدیث نمبر ۲۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ هُوَ وَأَبُو كُؤَيْدٍ قَوْمٌ مَسْأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيكَ صَاعٌ فَقَالَ
رَجُلٌ مَا يَكْفِينِي فَقَالَ جَابِرٌ كَأَنِّي يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْ فَلَاحٌ مِنْكَ شَعْرًا وَخَيْرٌ
مِنْكَ ثَلَاثُ أَصَابِعٍ ثَوْبٌ -

ترجمہ حضرت ابو جعفر محمد باقر وہ اور ان کے باپ امام زین العابدین علی بن حسین حضرت جابر بن عبد اللہ
کے پاس موجود تھے جبکہ ان کے پاس اور لوگ بھی تھے۔ تو انہوں نے غسل کے متعلق دریافت کیا تو حضرت
جابر نے فرمایا کہ تجھے ایک صاع کافی ہو گا۔ ایک دمی کہنے لگا کہ مجھے تو کافی نہیں ہو گا۔ حضرت جابر نے فرمایا
کہ وہ ذات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جو تجھ سے زیادہ بالوں والے اور تجھ سے بہتر تھے ان کو تو کافی تھا پھر ایک

کھڑا بہن کر ہماری امامت کرائی۔

تشریح از شیخ زکریا فقال رجل المؤمن یہ رجل حسن بن محمد بن خفیفہ ہیں انہوں نے کہا کہ میں
کثیر الشجر ہوں میرے لئے کافی نہیں ہے حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ انجناب رسول اللہ صلم تم سے زیادہ
بالوں والے تھے اور تجھ سے بہتر تھے ان کو تو کافی تھا تعجب ہے نہیں کافی نہیں۔ اتنا فی ثوب ایک
کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم تو ابواب ستر عورت میں آئے گا۔ البتہ یہاں اس میں اختلاف ہے کہ امامت
کس نے کرائی۔ حافظ ابن حجر عسکریؒ نے کہا ہے کہ حضرت جابرؓ نے کرائی۔ اور فرماتے ہیں جس نے حضور اقدس صلم
کی طرف نسبت کی اس کو دہم ہو گیا اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ حضور پاک صلم نے کرائی۔

حدیث نمبر ۲۴۷۰ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمِيمُونَةَ كَانَا يُفْتَسِدَانِ مِنْ إِيَّاهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عُمَيْرَةَ يَقُولُ
أَخْبَرَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ مِيمُونَةَ وَاتَّخَذْتُ مَا رَوَى أَبُو نُعَيْمٍ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم اور حضرت میمونہؓ ایک ہی برتن
سے غسل کرتے تھے ابن عیینہؒ اخیر میں فرماتے تھے عن ابن عباس عن ميمونة لیکن صحیح وہ ہے
جو ابوالنعیم نے روایت کیا۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ روایت مسند
ابن عباس میں ہے یا مسند میمونہ میں ہے۔ جواب یہ ہے کہ مسند میمونہ میں ہے

باب مَنْ أَقْبَضَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا

ترجمہ، باب اس شخص کے بارے میں جو سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے۔

حدیث نمبر ۲۴۸ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْهَمْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَأَفِضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا وَآشَاءُ
بِسَيْدِي حَتَّى يَهْمَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلم نے فرمایا لیکن میں تو اپنے سر پر تین
مرتبہ پانی ڈالتا ہوں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح نے اس باب کی کوئی غرض بیان نہیں فرمائی۔ مگر میری ذاتی رائے
ہے یہاں ایک اہم اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمادیا وہ اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ غسل میں دو کب ہے

یا نہیں مالکیہ کے یہاں فرض ہے۔ اور جمہور کے یہاں فرض نہیں امام بخاریؒ نے ترجمہ میں لفظ افاض بڑھا کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ یہ روایت ابوداؤد اور بخاری میں اسی طرح مختصر ہے۔ مسلم شریف میں تفصیل سے مذکور ہے کہ ایک بار صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر فرما رہے تھے کہ کوئی کہتا تھا۔ میں تو اتنی بار پانی ڈالتا ہوں۔ اور کوئی کچھ کہتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھائی میں تو تین بار سر پر پانی ڈالتا ہوں۔ اب جس کو صرف مسئلہ سے کام ہے وہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف قول مبارک ذکر کر دیتا ہے اور جس کو واقعہ بیان کرنا مقصود ہے۔ وہ سارا واقعہ بیان کرتا ہے۔

حدیث ۲۴۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْرِغُ عَمَلًا رَأْسَهُ ثَلَاثًا۔

ترجمہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر تین مرتبہ پانی ڈالتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۰ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ أَخْبَرَنَا قَالَ لِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغْرِغُ عَمَلًا رَأْسَهُ ثَلَاثًا كَيْفَ انْتَمَلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ثَلَاثًا كَيْفَ يُغْرِغُهَا عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ يُغْرِغُ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ رَأْيِي رَجُلٌ كُنْتُ أَسْأَلُهُ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا۔ (الحديث)

ترجمہ، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس میرے چچا زاد بھائی آتے تھے جن کا اشارہ حضرت حسن بن محمد حنفیہ کی طرف تھا۔ پوچھا کہ جنابت سے غسل کیسے کرنا چاہیے میں نے کہا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین چلو پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتے تھے پھر باقی بدن پر ڈالتے۔ حسن بن محمد نے کہا کہ میں بہت بالوں والا آدمی ہوں تو میں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ بالوں والے تھے۔

اتانی ابن عساکر یہ مجاز ہے اور ابن عم سے مراد ابن عم والدک ہے یعنی بالحسن الخ یہ وہی حسن ہیں جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں روایت سابقہ میں تو مقدار ما کا ذکر تھا یہاں کیفیت غسل کا ذکر ہے لیکن میرے نزدیک دو واقعے کہنے کی کچھ وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ جبکہ وہی حسن بن محمد بن حنفیہ ہیں اور وہی حضرت جابرؓ ہیں لہذا صرف اتنی سی بات

ہے کہ وہاں مقدار بیان کرنی تھی اور یہاں کیفیت مفصود تھی اس کو ذکر کر دیا۔

باب الْغُسْلُ مَرَّةً وَاحِدَةً

ترجمہ، ایک مرتبہ نہانا

حدیث نمبر ۲۵۱ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَصَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ فِيهِ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَهْوَى عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ مَذَاكِبُهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ لَا يَأْخُذُ بِشَيْءٍ مَضْمُونٍ وَخَشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مَرَّةً مَكَانَهُ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ
ترجمہ، حضرت ميمونہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے ہاتھ کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھویا پھر اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اپنی سرنگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا پھر کلی فرمائی۔ ناک میں پانی دیا۔ چہرہ مبارک اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہایا پھر وہاں سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشریح، از شیخ زکریا اقرب یہ ہے کہ امام بخاری کو اس بات پر تنبیہ کرنی ہے کہ جس طرح وضو میں درجہ فرض مرتبہ ہے۔ اسی طرح غسل میں بھی فرض ایک بار دھونے اور بعض علماء مثلاً مادروی وغیرہ فرماتے ہیں کہ وضو میں تو ثلاثاً ثلاثاً وار ہے۔ مگر غسل میں یہ قید نہیں ہے۔ اس لئے اس میں تثلیث کچھ نہیں لیکن جمہور اس کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک غسل میں بھی تثلیث مستحب ہے۔ مذاکیر یہ جمع باعتبار امتشین اور قنوب کے ہے۔ اور اس باب کو منع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو داؤد و شریف میں ایک روایت ہے کہ سور کلب کا دھونا سات مرتبہ تھا اور غسل بھی سات مرتبہ ثواب امام بخاری یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام کا حکم تھا۔ اب ایک مرتبہ کا غسل بھی کافی ہے۔

باب مَنْ بَدَأَ بِالْجِدَابِ أَوْ الطَّيِّبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

ترجمہ، غسل کے وقت حلاب اور خوشبو کا استعمال کرنا۔

حدیث نمبر ۲۵۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْإِمَنِيُّ عَنِ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ يَمْسُو الْجِدَابَ فَاخَذَ بِكَفِّهِمْ فَيَدْفَعُ بِشَيْءٍ أَوْ لَا يَمْسُو ثُمَّ لَا يُسْرِفُ قَالَ يَحْمِلُ وَحْدَهُ سَطْرًا سَبْعًا

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم جب جانا بتے غسل فرماتے تھے تو حلاب ایک ایسا برتن جس میں ادٹنی کا دودھ سما سکے منگاتے تھے۔ بتھیلی سے اس کو پھڑپھڑاتے پہلے اپنے سر کی داہنی جانب سے شروع کرتے پھر بائیں جانب سے پھر درمیان سر پر ڈالتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی اس ترجمہ میں شرح کے ہاں بحث ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ حلاب ایک قسم کی خوشبو کا نام ہے۔ آپ اس کو بعد غسل منگایا کرتے تھے۔ اور استعمال فرماتے تو اس کا اثبات مقصود ہوا۔ بعض نے کہا کہ حلاب وہ برتن ہے جس میں ادٹنی کا دودھ سما سکے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ غسل سے پہلے اتنی مقدار کا برتن منگاتے تھے جس میں اس قدر پانی ہوتا تھا۔ غرضیکہ لفظ حلاب دو نومعنی میں مستعمل ہے لیکن مصنف طیب کا عطف حلاب پر کر کے پر ثبات کرنا چاہتے ہیں کہ حلاب غیر طیب ہے اس میں قول راجح یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک جب کبھی معنی ہیں کوئی معنی راجح نہیں ہوتے تو وہ دونوں کو ذکر کر دیا کرتے ہیں تعین کسی معنی کی نہیں کی جاسکتی تو ادا الطیب بیان احتمالی کے ہوا اس لئے معنی کے لئے مشکل پیش آگئی۔

تشریح از شیخ زکریا اول تو حضرت امام بخاری کے سارے ابواب معرکۃ الآراء ہیں مگر یہ باب ان سب ابواب سے زیادہ معرکۃ الآراء ہے جس میں شرح نے بڑی کوشش کی مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاری کی غرض کیا ہے۔ ایک جماعت تو پکاراٹھی کہ غلطی سے کوئی مبرا نہیں۔ امام بخاری غلطی میں پڑ گئے کہ حلاب کو طیب سمجھ لیا غسل سے پہلے طیب کا کیا کام۔ جو لوگ امام بخاری کے ہمنوا ہیں وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں حلاب بانی نہیں ہے۔ بلکہ بالجیم ہے۔ کاتب کی غلطی سے نقطہ نہیں لگا۔ اس لئے وہ بالعلاب رہ گیا۔ ان لوگوں نے امام بخاری کے ترجمۃ الباب کی خاطر حدیث میں تصرف کر دیا۔ یہ بڑی جرات ہے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے تھا۔ مگر محققین ان دونوں صورتوں سے الگ ہیں اور مختلف توجہات فرماتے ہیں حضرت شاہ دلی اللہ رحمہ فرماتے ہیں کہ حلاب کے مشہور معنی دودھ کا برتن مراد نہیں۔ بلکہ یہ محبوب کے معنی میں ہے اور اس سے مراد وہ چیز ہے جو کسی چیز سے کھینچی گئی ہو۔ معنی عصاۃ المیزور عرب کا دتلو یہ تھا کہ نہلنے قبل خاص بدور کا تختہ ارہ اپنے ابدان بد ملا کرتے تھے جیسا کہ قبل غسل خوشبو استعمال کرتے تھے۔ لہذا اب حلاب اور طیب میں تنافر نہ رہا اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں دودھ دوا جلتے۔ اور ایسے برتن میں چکنائی وغیرہ لگی ہوتی ہے اور وہ چکنائی ساری خوشبو

کی اصل ہوتی ہے تو امام بخاریؒ کا ذہن ابتداً جلاب سے اس چکنائی کی طرف گیا۔ چونکہ وہ ساری محطرات کی اصل ہے۔ اس لئے اس سے طیب کی طرف گئے۔ اس لئے لفظ طیب بڑھا دیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے الطیب سے ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمایا جو باب من تطیب ثعلیٰ غسل و یقی اثلاً طیب میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی ازواج پر دور فرما رہے تھے اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد آپ نے غسل فرمایا ہے۔ تو یہاں پر خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا ثابت ہو گیا۔ اور بدایتہ بالجلاب دعایتہ الباب سے ثابت ہو گیا۔ لہذا ترجمہ کے دونوں جزو ثابت ہو گئے اور مقصد یہ ہے کہ دونوں ہی جائز ہیں۔ اور بعض حضرات کی رائے ہے کہ حدیث میں آتا ہے کان یغسل رأسه بالمحطی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل سے قبل بعض چیزیں تطیب و تنظیف بدن کے لئے استعمال فرماتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ بدایتہ بالجلاب و الطیب میں تردد ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا کہ پانی کے علاوہ اور کوئی چیز استعمال کرنا ثابت نہیں ہے، علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ دو چیزیں جلاب و طیب ذکر فرمائی تھیں لیکن روایت صرف ایک کی بجائی جلاب کی ذکر فرمائی۔ دوسرے کی ذکر نہیں کی، دعایتی نحو الجلاب دعایتہ بالکل واضح ہے۔ جلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں اونٹنی کا دودھ دہا جاتا ہے چونکہ اس وقت متعدد برتن ہر کام کے لئے منتقل نہیں ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اسی برتن میں دودھ نکال لیا اور اسی میں دوسرے وقت پانی لے کر غسل کر لیا۔ فقہائے بھما علی دسہ قال افعال عامہ میں سے ہے جہاں جیسا موقع ہوا ویسے ہی منع کر لئے جلتے ہیں۔ یہاں اس کے معنی اشارہ کے ہیں اور بعض لوگوں نے ترجمہ الباب کے لئے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ آدمی میں فی حد ذاتہ خوشبو ہوتی ہے مگر پسینہ اور میل کی وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جب آدمی رگڑ کر اور مل کر نہانے کا تو میل اور پسینہ کی بدبو ختم ہو جاتی گی۔ اور ذاتی خوشبو پیدا ہو جلتے گی۔ اب دیکھ کے بعد جلاب سے غسل کرے گا۔ تو جلاب اور طیب دونوں پلنے لگے اور ایک تو جیہ یہ بھی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ خطمی کے ذریعہ غسل فرمایا کرتے تھے اور اس میں طیب ہوتی ہے تو اس روایت کی طرف اشارہ ہوا۔

باب الْمَصْمُومَةِ وَالْمُسْتَشَقِّ فِي الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ، جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینے کے بیان میں۔

حدیث نمبر ۲۵۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَكْتَمَةَ يَمُوتُهُ قَالَتْ صَبَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِينِهِ عَلَى يَسَارِهِ فغَسَلَ شُجْرَةَ فغَسَلَ فُجْجَهُ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَسَكَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ مَضَى وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَأَفْرَضَ عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ نَحَى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ رَأَى مِنْدِيلًا فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضی فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی ڈالتی تھی چنانچہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر ٹرمگاہ کو دھویا پھر اپنے ہاتھ کو زمین کی طرف لے گئے اس کو مٹی کے ساتھ رگڑا اور اسے دھویا تم کلی فرمائی ناک میں پانی دیا۔ پھر چہرہ انور دھویا اور اپنے سر پر پانی ڈالا۔ پھر اس جگہ سے اگلی ہاتھ اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر آپ کے پاس رومال لایا گیا جس سے آپ نے بدن کو نہ پونچھا یا نہ جھاڑا۔

تشریح از شیخ زکریا چونکہ مسئلہ مختلف فیہا تھا۔ اور اہم تھا اس لئے مستقل باب باندھا۔ حنفیہ رو کے نزدیک غسل میں دونوں واجب اور وضو میں دونوں سنت ہیں اور حنابلہ کے یہاں تین روایتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں واجب ہیں دوسرے یہ کہ دونوں سنت ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ استنطاق تو دونوں واجب ہے اور منضمہ میں دونوں سنت شوافع اور مالکیہ کے یہاں دونوں سنت ہیں۔ ثعلبی بمنہ بدل رومال استعمال نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے تکلفات دور تھے۔

باب مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ يَتَكُونُ الْغُفْلُ

ترجمہ، ہاتھ کو زمین پر رگڑنا تاکہ ہاتھ زیادہ پاک صاف ہو جائے۔

حدیث نمبر ۲۵۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْحُمَيْدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مَرْثُومَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فُجْجَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْخَائِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ نَوَضَا وَنُفِوَةً لِلصَّلَاةِ فَلَمَّا أَفْرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ سے مروی ہے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت سے غسل کرنا اس طرح شروع فرمایا کہ پہلے پہل اپنے ہاتھ سے اپنی ٹرمگاہ کو دھویا۔ پھر وہ ہاتھ دیوار پر رگڑا پھر اس کو دھویا پھر ایسا وضو کیا۔ جیسے نماز کے لئے کیا جاتا ہے پس جب غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے پاؤں کو دھویا۔ تشریح از شیخ زکریا روایت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبارک سے

منی وغیرہ دھوئے تھے۔ تو ہاتھوں کو دیوار پر یا زمین پر گرکا کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آبدست وغیرہ لینے کے بعد ہاتھ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس بدبو کو زائل کرنے کے لئے مٹی کا استعمال فرماتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے صابون کی کثرت ہو گئی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ وہ بدبو جو ہاتھوں میں باقی رہ جاتی ہے۔ وہ کیا ہے اس میں ہمارے یہاں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ بدبو نجاست کے اجزاء لطیفہ غیر مرتبہ ہیں جو لوگ بدبو کی اصل اجزاء غیر مرتبہ نجاست قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مٹی سے دھونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ یہ ازالہ نجاست کے قبیل سے ہے۔ اور اس کا زائل کرنا ضروری ہے۔ اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ بدبو وہ ہوا ہے جو ہاتھ کے پانی اور نجاست کے انصال کے وقت ہاتھ سے لگی ہوئی تھی۔ اور نجاست کے انصال سے مکیف کیفیتہ النجاستہ ہو گئی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کا ازالہ ضروری نہیں۔ اگر اشکال ہو کہ ہوا تو ایک ایسا جسم ہے جو حرکت کرنے سے ہٹ جاتی ہے۔ تو جب فراغت ہو گئی تو ہاتھ وہاں سے ہٹ گئے لہذا وہاں کی ہوا وہاں رہ گئی۔ اور ہاتھ دوسری ہوا میں داخل ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ استنجا کرتے وقت جب ہوا اور پانی کی ملاقات ہو گئی تو وہ ہوا پانی بن کر ہاتھوں کو لگ گئی یہی وجہ ہے کہ خشکی کے بعد بدبو جاتی رہتی ہے یہ بحث اصل میں حضرت نگوہی کی ہے۔ جو انہوں نے الوداد کی تقریر میں فرمائی ہے۔ یہ تقریر بذل میں بھی نقل کی گئی ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب اس بدبو میں اختلاف ہے۔ تو کیا عجب ہے کہ امام بخاری نے منہج کے لحاظ سے ان لوگوں کی تائید فرمائی ہو۔ جن کے نزدیک اس بدبو کا ازالہ واجب نہیں بلکہ صرف اولیٰ ہے۔

بَابُ هَلْ يَدْخُلُ الْجَنْبُ يَدَكَ فِي الْوُضُوءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَوَّيْتُ عَلَى يَدِي هَذِهِ غَبْرًا لِحَنَاتِي وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَبَشِيُّ أَبُو بَكْرٍ يَدَكَ فِي الظُّفُورِ وَلَوْ يَغْسِلُهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ لَوْ بَابُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بِأَسَا بِمَا يُتَضَوُّ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ۔

ترجمہ۔ کیا جنبی آدمی ہاتھ دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں داخل کر سکتا ہے جبکہ سولے جنابہ کے اس کے ہاتھ پر اور کوئی گندگی نہ ہو۔ حضرت ابن عمر و برابر بن عازبہ اپنا اپنا ہاتھ پانی میں داخل کرتے تھے حالانکہ اس کو دھویا نہیں تھا پھر وضو فرماتے اور ابن عمر اور ابن عباس ان

پھینٹوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے جو غسلِ جنازہ سے اڑتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الزَّهْرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسِهِ وَاجِدٌ تَحْتَلِفُ أَيْدِيْنَا فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہمارے ہاتھ اس میں ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے تھے۔

تشبیح از شیخ زکریا اگر ہاتھ پر کوئی نجاست بظاہر لگی ہوتی ہو۔ تو پھر سب کے نزدیک بالاتفاق پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر نجاست نہ لگی ہو۔ تو ظاہر یہ کہ نزدیک ناپاک ہو جائے گا لیکن جمہور کے نزدیک نہ ہوگا۔ دخل ابن ہمام حضرت ابن عمرؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر جنبی پانی میں ہاتھ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ شراح نے اس کو بخاری کی روایت سے روک دیا مگر میرے نزدیک رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ بخاری کی روایت ^(بہ) محدث پر محمول کر لو۔ اور ابن ابی شیبہ کی روایت جنب پر محمول ہے بلکہ اس میں تو جنازہ کی تصریح ہے۔ ہما ینتضمم من غسل الجنائۃ یہ ترجمہ الباب کی دلیل ہے۔ اس ترجمہ الباب سے امام بخاریؒ کا مقصد بھی یہ بتلانا ہے کہ افعالِ ید سے پہلے کا دھونا ایجابی نہیں بلکہ استحبائی ہے۔ اور نجاستہ حکم میں اختلاف کی وجہ سے لفظ صل سے بڑھا کر اشارہ فرمادیا۔

حدیث نمبر ۲۵۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الزَّهْرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَائِظِ غَسَلَ يَدَهُ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلم جب جنازہ سے غسل شروع کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھو لیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۷ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الزَّمَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسِهِ وَاجِدٌ تَحْتَلِفُ أَيْدِيْنَا فِيهِ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلم ایک ہی برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۵۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الزَّمَعِيُّ عَنْ سَمْعَةَ أَلَسَّ بَنُ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُرَاةُ مِنْ نِسَائِهِمْ يَغْتَسِلُونَ مِنْ رَأْسِهِ وَاحِدًا زَادَ مُسَلِّطًا وَهَبُ ابْنُ جَبْرِ عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَاتَ.

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ اور آپؐ کی بیویوں میں سے ایک عورت ایک ہی برتن سے اکٹھے ہی غسل جنابت کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ أَخْرَعَ بِبَيْتِهِ عَلَى شِمَالِهِ فِي الْفُسْلِ.

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جو غسل کے اندر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔

حدیث نمبر ۲۵۹ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّلَبِيُّ عَنْ يَمِينَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ

قَالَتْ وَصَعْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَنَنْتُهُ قَصَبَتْ عَلَى يَدَيْهِ فَفُكِلَا مَتَاةً أَوْ مَتَاتَيْنِ قَالَ سُبْحَانَكَ لَا أَذْرِي أَذَكَ الْثَّلَاثَةَ أَمْ لَا تُحَرِّقُ أَخْرَعَ بِبَيْتِهِ عَلَى شِمَالِهِ فُكِلَ خُرْجُهُ ثُمَّ تَمَضُّضٌ وَاسْتِشْقٌ وَغُسْلٌ وَجِهَةٌ وَهَذِيهِ وَغُسْلٌ رَأْسُهُ ثُمَّ صَبَّتْ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغُسْلٌ قَدْ مَيِّهِ فَنَازِلَتْهُ خُفَّتُهُ فَقَالَ بَيْدَهُ هَكَذَا وَكَوَيْدُهَا.

ترجمہ حضرت یمنہ بنت الحارثؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہؐ کے لئے پانی رکھا اور آپؐ کے لئے پردہ کر دیا۔ تو آپؐ نے اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر اس کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دھویا ہلکان راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ میرے استاد سالم نے تیسری مرتبہ کا ذکر کیا یا نہیں، بہر حال آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ جس سے اپنی شرمگاہ کو دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر گرٹا پھر کلی فرمائی تاکہ میں پانی دیا۔ پنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سر کو دھویا۔ پھر باقی بدن پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ پھر پچھلے آپؐ کو ایک کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اس طرح بدن کو جھاڑ دیا اس کپڑے کا ارادہ نہ فرمایا۔

تشیخ از شیخ زکریا میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ بعض جگہ یہ بات مشہور ہے کہ دائیں ہاتھ

سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا۔ یہ عورتوں کا کام ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا اور میری رائے یہ ہے کہ غسل میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک پانی ڈالنا اور دوسرے ملنا۔ تو اب امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان میں جو افضل ہوگا وہ داہنے ہاتھ سے کیا جائے گا۔ اور چونکہ پانی ڈالنا ملنے سے افضل ہے اس لئے

دائیں سے پانی ڈالا جائے گا۔ اور بائیں سے رگڑا جائے گا۔ ثَوَافُغِ بِمِیْنِہِ الخ یہاں پر
 شرح یہ اشکال کرتے ہیں کہ ترجمہ میں افراغ البین علی الشمال فی الغسل ہے۔ اور روایت میں
 افراغ بالیمین علی الشمال فی غسل المضج ہے۔ تو ترجمہ عام ہے۔ اور روایت خاص ہے۔ تو بعض شرح
 نے یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ غسل فرج غسل میں ہی ہوتا ہے۔ لہذا باقی تیس سے ثابت فرمایا۔ مگر میری
 رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے دوسری روایت کی طرف جو ابھی گزری ہے جس میں ہے فاضغ بمینہ
 علی یسارہ فضلھا اس کی طرف اشارہ فرمایا۔

باب تَفْرِیْقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ وَیُذْکَرُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ غَسَلَ
قَدَمَیْہِ بَعْدَ مَا جَعَلَ وَضُوءًا۔

ترجمہ باب غسل اور وضو میں فاصلہ کرنا کیسا ہے حضرت ابن عمرؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ
 اپنے دونوں پاؤں کو اس کے بعد دھوتے تھے جبکہ اس کا ہانی خشک ہو جاتا تھا۔

حدیث نمبر ۲۶۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ الخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ قَالَ مِثْرَةُ
 وَصَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهِ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا
 مَرَّتَيْنِ مَرَّةً تَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثَوَافُغِ بِمِیْنِہِ عَلٰی شِمَالِہِ فَغَسَلَ مَذَکِبَہِ نَشَوَ
 ذَلْکَ یَذْکِبُ الْإِصْبَاقَ ثَوَافُغِ مَضْمَنَةً وَاسْتَنْشَقَ ثَوَافُغِ غَسَلَ وَجْہَہِ وَیَدَیْہِ ثُمَّ غَسَلَ
 رَأْسَہُ ثَلَاثًا ثَوَافُغِ عَلٰی جَسَدِہِ ثَوَافُغِ مِنْ مَقَامِہِ فَغَسَلَ قَدَمَیْہِ۔

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مہمونہؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم
 کے لئے غسل کرنے کے لئے پانی رکھا۔ تو آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ پر پانی ڈال کر ان کو دھویا۔ دو مرتبہ
 بائیں مرتبہ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا۔ پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑا۔ پھر
 کلی فرمائی ناک میں پانی دیا۔ پھر چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ اپنے سر کو دھویا پھر سارے
 جسم پر پانی بہایا پھر اس مکان سے الگ ہو کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

تشریح از شیخ زکریا میریؒ رائے ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے موالاة پر رد کرنا چاہتے ہیں
 چونکہ مالکیہ موالاة فی الغسل الوضوء کے قائل ہیں اس لئے ان کا رد اور جہور کی تائید فرماتے
 ہیں اور یہ تائید غسل میں تو بالذات ہے۔ اور وضو میں بالبیع ہے انہ غسل قدمیہ الخ یہ عدم موالاة

فی الموضوع ہوگئی شو تنخی من مقامه یہ عدم موالاة فی العسل ہوگئی۔ پاؤں باہر جا کر دھوئے تو موالاة کہاں رہی۔

باب رَاۤءِ اِجَاعَ شَوْعَاۤءَ وَ مَنْ دَارَ عَلٰی نِسَاۤءٍ فِیْ غُسْلٍ وَّ اَحَدٍ۔
ترجمہ، جب ایک مرتبہ جماع کر لے پھر دوبارہ جانا چاہے اور اس شخص کا حکم جو ایک ہی غسل میں تمام بیویوں سے ہم بستر ہو۔

حدیث نمبر ۲۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ اَبِي نَصْرَةَ فَقَالَتْ بَيْنَ حَوَالِیْهِ
اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ كُنْتُ اَطِیْبَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ فَيَطْوُونَ عَلَیَّ
نِسَائِهِمْ ثُمَّ یُصْبِحُوْنَ یُخْرِجُوْنَ مَا یُنْصَخُ طِیْبًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ اکبر کے سامنے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمنؓ پر رحم فرمائے۔ ان کا خیال صحیح نہیں ہے۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی۔ رات کو آپؐ اپنی بیویوں سے ہم بستر ہوتے پھر صبح کو اس حال میں محرم ہوتے تھے کہ ان سے خوشبو بہکتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا اس باب کی دو غرضیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بیوی سے جماع فرمایا۔ ویغل عند هذه وهذا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ هذا انک واطیب واطہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی غسل میں سب کو نمٹا دیا۔ امام ابوداؤد نے اسی دوسری روایت کو ترجیح دی ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض ترجمۃ الباب فی غسل واحد کی قید بڑھا کر اسی کی طرف اشارہ کرنا ہو اور اسی کو راجع بتلانا ہو۔ اور دوسری غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ معاد پر وضو واجب ہے یا نہیں ظاہر یہ کہ نزدیک غسل مذکور وضو واجب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک واجب نہیں تو امام بخاریؒ نے فی غسل واحد فرما کر ظاہر یہ پر رد فرمایا۔ اور بتلایا کہ ایک ہی غسل کافی ہے اس لئے کہ وضو کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ بیحوالہ ابوعبد الرحمنؓ حضرت عائشہؓ ان کے اس قول کی تردید کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمنؓ پر رحم فرمائے ابو عبد الرحمنؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے کنت اطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ترجمہ الباب کی غرض ہے۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدد علی نساءہ اس روایت پر دو اشکال ہیں ایک فقہی دوسرا تاریخی فقہی اشکال یہ ہے کہ ایک ساعت میں دو کیونکہ فرمایا کرتے تھے اور اس کی کیا صورت ہوتی تھی۔ جبکہ قسمت واجب ہے تو دوسری کی نوبت کے درمیان کیونکہ دو در فرماتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے صاحب النوبت سے اجازت لے کر دو فرمایا ہو اور خفیہ رکے مسکد پر تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم پر قدم کا جب نہ تھا تو اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کی تمام بیویاں گیارہ تھیں۔ مگر ان کا اجتماع نہیں ہوا۔ اس لئے کہ سب سے پہلی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ الکبریٰ ہیں۔ ان کا انتقال ہجرت سے پہلے ہو چکا تھا۔ دوسری بیوی حضرت زینب بنت جحش ہیں۔ ان کا وصال حضور اکرم صلعم کی زندگی میں ہو گیا تھا۔ اور سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ سے عمرہ القضاء میں ہوا تو اب صرف نو بیویوں کا اجتماع ہوا اور یہ واقعہ عہد کے بعد سے لے کر وفات کے درمیان کہے۔ تو گیارہ بیویوں پر دو کرنا کیسے صحیح ہوا۔

حدیث نمبر ۳۲۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْحَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَنَسُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُورُ عَلَى نِسَائِهِمْ فِي السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَهُنَّ إِحْدَى عَشْرَةَ قَالَ قُلْتُ لَا نَسْ أَوْ كَانَ يُطِيفُهُ قَالَ كُنَّا نَتَخَذُ ثَمَنًا أُعْطِيَ
قُوَّةً تَدَوُّ ثِيَابَهُ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ رَأَيْنَا نَتَخَذُ ثَمَنًا أَنْ نَسَاحِدَ شَهْوَتِنَا نِسْوَةً۔

ترجمہ، حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلعم دن اور رات کی ایک گھڑی میں اپنی بیوی سے جماع فرماتے تھے۔ جبکہ وہ گیارہ عدد تھیں میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ کیا حضور انور صلعم اس کی طاقت رکھتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم آپس میں بائیں کرتے تھے کہ آپ کو تیس آدمیوں کی طاقت دی گئی تھی اور حضرت قتادہ سے مراد یہ ہیں کہ ہم آپس میں بائیں کرتے تھے کہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔
تشریح از شیخ زکریاؒ اب اشکال یہ ہے کہ جب گیارہ کا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ تو پھر یہ کہنا کہ حضور اکرم صلعم گیارہ ازواج پر ایک ساتھ دو فرمایا کرتے تھے۔ کیسے صحیح ہوگا۔ جبکہ ازواج کی تعداد صرف نو ہے۔ اس کا ایک جواب تو امام بخاریؒ دے رہے ہیں کہ تعداد ازواج موطوءة فی الساعۃ الواحدة میں روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں گیارہ اور دوسری روایت میں نو ہیں یہی نو والی روایت راجح ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ راوی کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ حضور اکرم صلعم ایک ساعت گیارہ عورتوں

سے دلی فرماتے تھے۔ اب یہ ضروری نہیں کہ وہ منکوحہ ہوتی تھیں یا ملک میں الہذا جب اعم ہے تو ذوات صحیح ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ لوازداج مطہرات ہو گئیں اور دو بانداں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ ہیں جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور دوسری حضرت ریحانہ تھیں۔

قال قلت لانس ادکان یطیقہ الخ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ جو آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ گیارہ عورتوں سے دلی فرماتے تھے۔ تو کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت تھی۔ اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان ایک بار دلی کر لیتا ہے۔ تو قوت سست پڑ جاتی ہے۔ اگر بہت زیادہ قوی ہو تو ایک بار اور کر لے گا۔ تو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے یہ سوال کیا اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیوں نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت دی گئی تھی اس روایت میں تو تیس کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں ستر مردوں کے بقدر قوت کا ہونا مذکور ہے ظاہر ہے کہ جب حضرت سلمان علیہ السلام ستر عورتوں سے دلی کر سکتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی زیادہ قوی تھے حدیث صحیحہ سنو یہ امام بخاری کا جواب ہے۔ قیمت کے بلے میں ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ آپ نے دوسری کی رضا مندی سے ایسا کیا ہو۔ اور یہ جواب بھی ہے کہ ممکن ہے کوئی دن ایسا آیا ہو جس میں باری سب کی پوری ہو چکی ہو۔ اور پھر ابتدا کا دقت ہو۔ تو ایک رات ایسی نکالی۔ کہ جس میں باری کی ابتدا نہیں فرمائی۔ بلکہ بعد میں فرمائی۔ تیسرے یہ کہ باری رات میں ہوا کرتی تھی ممکن ہے یہ دن کا واقعہ ہو لیکن الفاظ حدیث یصبر عموماً اس کی تائید نہیں کرتے

باب غَسَلِ الْمُسْتَحْبِ وَالْمُضَوُّ مِثْنَةً۔

ترجمہ۔ ندی کو دھونا اور اس سے وضو کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۳ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخَزَّازُ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَدَامًا وَمِنْ رَجُلٍ يَسْأَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِمْ فَسَأَلَ فَقَالَ قَوْضًا وَغَسِلًا ذَكَرًا۔ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں کثیر المذی آدمی تھا۔ میں نے ایک آدمی کو مکم دیا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بلے میں سوال کریں آپ کی بیٹی میرے پاس ہونے کی وجہ سے میں سوال نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ استنجا کے وضو کر لو۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ میرے نزدیک اس باب کی مختلف غرضیں ہو سکتی ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مذی کے بارے میں ائمہ کرام کے مختلف اختلافات ہیں ایک غرض یہ ہو سکتی ہے کہ طحاوی شریعت ایک جماعت کا مذہب نقل کیا ہے کہ مذاکیر کا غسل واجب ہے اس جماعت میں حنا بلہ بھی شامل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ذکر (قنیب) کا دھونا واجب ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ نزدیک قنیب کے ساتھ انیشین کا دھونا بھی ضروری ہے۔ تو ممکن ہے امام بخاری نے غسل المذیٰ فرما کر جمہور کی تائید اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائی ہو۔ اور دوسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مذی میں کلون کافی ہے یا نہیں۔ حنا بلہ کے ہاں بانی کا ہونا ضروری ہے۔ پہلے یہاں دو روایات ہیں راجح یہ ہے کہ کافی ہے اور اسی طرح شوافع کے یہاں بھی دو روایات ہیں تو ممکن ہے امام بخاری نے غسل کے لفظ سے حنا بلہ کی تائید کی ہو۔ اور تیسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ امام طحاوی نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ خروج مذی کے بعد وضو کرنا فی الفور ضروری ہے۔ ائمہ میں سے یہ کسی کا مذہب نہیں بلکہ تاخیر بھی جائز ہے تو ممکن ہے امام بخاری نے والوضو منہ بڑھا کر اشارہ فرما دیا کہ موجب وضو تو ہے مگر فی الفور نہیں اس لئے کہ کوئی لفظ جو فور پر دلالت کرتا ہو۔ یہاں ذکر نہیں فرمایا۔ اور ممکن ہے کہ غسل کے لفظ سے امام بخاری کا مقصد حنا بلہ کی ایک جماعت پر رد کرنا ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک منیٰ میں شس کرنا کافی ہے خاصیت رجلا یہ یا تو حضرت مقدر ہیں یا حضرت عمار ہیں وغسل ذکک جن روایات سے پورے ذکر کا دھونا۔ اور جن روایات سے مع الانیشین دھونا ثابت ہوئے۔ اس کے متعلق جمہور فرماتے ہیں کہ وہ نظافت اور علاج پر محمول

باب مَنْ تَطَيَّبَ ثَوَّاعًا غَسَلَ وَ بَقِيَ أَشْرُ الطَّيِّبِ

ترجمہ: اب جس نے خوشبو لگائی غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہ گیا۔

حدیث نمبر ۲۶۴ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَزَنِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَ ذَكَرْتُ لَهَا

قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبِغَ مُحْرَمًا أَنْ تُصْبِغَ طَيِّبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيِّبَةٌ
وَيَسْئَلُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوَّاعًا فِي بَسَاءٍ ۝ ثَوَّاعًا صَبِغَ مُحْرَمًا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے پوچھا جبکہ میں نے ان کے سامنے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول پیش کیا کہ میں تو پسند نہیں کرتا کہ میں محرم ہوں کہ خوشبو مہکا تا ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں مسخضت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی پھر وہ اپنی بیویوں کے پاس جاتے پھر محرم ہو جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا شاہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی غسل میں مکہ میں نہ کرے حتیٰ کہ جو خوشبو غسل سے قبل لگائی تھی اس کا اثر غسل کے بعد بھی باقی رہا تو کوئی حرج نہیں اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جو اس پر کمال کا عدم وجوب پہلے بیان فرمایا ہے تو اسی کو یہاں بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ خوشبو مضر نہیں تو بدبو بھی مضر نہ ہوگی۔ کیونکہ دو نواز قسم ریح ہیں۔ ما احب الخ یہ وہی روایت ہے جس کو وہاں بالا اختصار بیان فرمایا۔

حدیث نمبر ۲۶۵ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ كَأَنِّي أَنْفُلُ رَأِي دَبْيِغِ الطَّيِّبِ فِي مَقَرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُعْتَمِرٌ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں گویا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوٹی مبارک پر خوشبو کی چمک کو دیکھ رہی ہوں جبکہ آپ محرم تھے

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے قبل ابواب میں غسل سے قبل نجاست کے زائل کرنے کا ذکر تھا اب یہاں غسل سے قبل خوشبو لگانے کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اگر طہارت و غسل سے قبل خوشبو لگالے تو اس سے غسل میں فرق نہیں پڑتا حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک غسل سے قبل خوشبو لگانا جائز نہیں اس پر حضرت عائشہؓ رو فرما رہی ہیں

باب تَحْلِيلِ الشَّعْرِ حَتَّى رَأَى أَظْفَرَ أَنْتَهَ قَدْ أَزَلَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ۔
ترجمہ، بالوں کو خلال کرنا۔ یہاں تک کہ جب یقین ہو جائے کہ تمام چمڑا سیراب ہو چکا ہوگا تو پھر اس پر پانی بہائے۔

حدیث نمبر ۲۶۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ بِيَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وَصَوَّغَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَحَلَّكَ بِسِدْمٍ شَعْرَةٍ حَتَّى رَأَى أَظْفَرَ أَنْتَهَ قَدْ أَزَلَى بَشَرَتَهُ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ نَعْرِفُ مِنْهُ جَمِيعًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت سے غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے پہل اپنے دونوں ہاتھوں کو دھونے پھر نماز والا وضو فرماتے۔ پھر

غسل فرماتے اور اپنے ہاتھ مبارک سے اپنے بالوں کا خلل کرتے یہاں تک کہ آپ کو یقین ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے سر کے چپڑے کو سیراب کر دیا۔ پھر اس پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے۔ پھر باقی بدن کو دھوتے تھے۔ اور یہ بھی فرماتی تھیں کہ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے کہ ہم اس سے اکٹھے چلو میں پانی لیتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری کی غرض اس باب سے بیان کرتے کہ بالوں کا خلل کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ پانی کا بالوں کی جڑوں میں پہنچا لینا کافی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری کی غرض ایک اور اختلافی مسئلہ کو بیان کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ غسل جنابتہ اور غسل حیض میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں اور حنبلیہ کے نزدیک فرق ہے کہ حالت جنابتہ میں مینڈھیروں کا کھولنا ضروری نہیں ہے صرف بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچا لینا کافی ہے۔ اور غسل حیض میں نقص صفاً ضروری ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے ابواب الحیض میں ایک باب ذکر کیا ہے۔ باب نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض تو میرے نزدیک امام بخاری نے حاملہ کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں تو صرف یلوع المألی اصول الشعر پر اکتفا کیا و غسل الحیض میں نقص الشعر کا ذکر فرمایا۔

باب مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجُنَابَةِ شَعْرًا غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَلَوْ يُعَدُّ غَسْلَ

مَوَاضِعَ التَّوَضُّعِ مِنْهُ مَوَاقِعُ الْخَلْي

ترجمہ باب اس شخص کے بارے میں جس نے جنابت میں وضو کیا پھر باقی حصہ بدن کو دھویا اور وضو کی جگہوں کو دوسری مرتبہ نہیں دھویا۔ اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۷۰ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَمِيْلٍ اَخْبَرَنَا عَنْ يُمَيْرِ بْنِ قَالَتْ قَالَتْ وَضَعَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوءَ الْجُنَابَةِ فَأَكْفَأَ بِمِائِنِهِ عَلَى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهُ ثُمَّ ضَرَبَ يَدَهُ بِالْمَاءِ وَضَعَ يَدَيْهِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ مَضَمَضَ

وَأَمْسَكَ شِقَاقَ غَسْلِهِ وَجْهَهُ وَذَرَأَ عَيْنَهُ ثُمَّ أَقْبَضَ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ

ثُمَّ تَخَيَّ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَأَتَيْتُهُ بِمِنْ قَالَتْ فَلَعَنَ يَدَهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ بِمِائِدِهِ

ترجمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابتہ کا پانی رکھا اور دائیں ہاتھ

سے ہاتھ ہاتھ پر دوسرے مرتبہ یا تین مرتبہ پانی انڈیلا جس سے شہرنگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر دو تین مرتبہ پر گڑا۔ پھر کلی کی ناک میں پانی دیا اپنے چہرہ اور اپنے بازوؤں کو دھویا۔ پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور سارے جسم کو دھویا۔ پھر اس مقام سے الگ ہو کر دونوں پاؤں کو دھویا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پاس پہنچنے کے لئے کپڑے کا ٹکڑا لائی جس کا آپ نے ارادہ نہ فرمایا بلکہ اپنے ہاتھ سے جھاڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں نے باب الوضوء فی الغسل میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ غسل میں وضو کرنا کوئی مستقل سنت ہے یا مستقل سنت نہیں ہے بلکہ جزو غسل ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ جڑ ہے ان کے نزدیک اگر وضو کرنے کے بعد ان اعضاء کو پانی نہ پہنچائے تو کوئی حرج نہیں۔ اور جو لوگ اس کو مستقل مانتے ہیں ان کے نزدیک دوبارہ غسل کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ اگر نہ پہنچایا تو غسل متحقق نہ ہوگا۔ یہ باب اس مضمون کے اندر بالکل نصیح دہاں میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اگر اس باب کی غرض یہ نہ ہو۔ تو پھر تو جیہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ مس ذکر سے وضو واجب ہو یا نہیں امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں واجب ہے تو امام بخاری نے اس باب سے وضو من مس الذکر کے قائلین پر رد فرمایا اس لئے کہ جب کوئی پہلے وضو کرے گا اور پھر غسل کرے گا۔ تو اس کی وجہ سے ہاتھ اور اعضاء دھوئے گا۔ اور اس کے بعد وضو کرنے کو کھسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قائل نہیں اور اس کا کوئی باب بھی ذکر نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک تو امام بخاری نے مس ذکر سے وضو کے قائل ہیں اور نہ مس مرآۃ سے ان دونوں میں سے کسی باب کا بھی ذکر نہیں فرمایا۔ اس باب کی روایت ثوعیل جہد سے بظاہر ترجمہ باب ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر وہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مقصود بقیہ جہد کے غسل کو ثابت کرنا ہے اور یہ جہد عام ہے۔ لہذا یہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں فضل سائے جہد صلاحۃ مذکور ہے۔

باب اِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ اَنَّهُ مَجْتَبٍ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ۔

ترجمہ جب کوئی شخص مسجد میں یاد کرتا ہے کہ وہ منجی ہے تو اسی حالت میں مسجد سے نکل جائے تتعمم نہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدَّتِ الصُّفُوفُ فَيَا مَا كُنْزُ بَيْتِ رَبِّنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ رَفِئُ مُصَلِّدًا ذَكَرَ أَنََّّهُ جُنِبَ فَقَالَ لَنَا مَكَانُكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِيَّاكَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَكُتِبَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ الْهَمْدِيُّ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کی گئی کھڑے کھڑے صغیر ٹھیک کی گئی تو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ جب اپنی جائے نماز میں کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ آپ توجنبی ہیں۔ تو ہم سے فرمایا کہ تم اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرو واپس آکر غسل فرمایا۔ پھر اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ آپ کا سر مبارک قطرے ٹپکنا تھا۔ تکبیر کی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ اس باب سے سفیان ثوریؒ اور اسحاق بن راہویہؒ پر رد فرما ہے ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کر مسجد میں چلا گیا اور جلنے کے بعد اسے یاد آیا۔ کہ وہ جنبی ہے تو اب اس کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ بلکہ فوراً تیمم کرے اور پھر نکلے۔ کیونکہ اولاً وہ ناسی ہونے کی وجہ سے معذور تھا۔ اب ذکر ہونے کی وجہ سے اس پر ذکر کے احکام جاری ہونگے چونکہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہونے کی وجہ سے عادم المائس ہے۔ لہذا تیمم کرے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فوراً نکل جائے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت جنابتہ مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور یاد آنے کے بعد بلا تیمم کئے واپس تشریف لے آئے۔ نیز اتنی دیر بحالت جنابت مسجد میں مکث ہوگا۔ اس لئے جلدی ہی نکل جائے۔ ثم خرج الینار رأسہ یقطر یہ روایت بڑی معرکہ الا را ہے۔ بالخصوص سنن کے اندر۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے آپ کو یاد آگیا کہ آپ جنبی ہیں تو صحابہ کرام کو ٹھہرنے کو فرمادیا۔ اور تشریف لے گئے۔ پھر غسل فرما کر آئے اور تکبیر پڑھ کر نماز شروع فرمائی۔ مگر ابو داؤد میں ہے کہ تکبیر کہنے کے بعد یاد آیا۔ اور باہر تشریف لے گئے اس وقت ان لوگوں پر بڑا اٹکال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تکبیر تحریرہ رکن صلوٰۃ ہے اس لئے کہ رکن بحالت جنابت شروع ہوا تو کیسے ہوا۔ اس پر منتقل کلام تو ابواب الامامہ میں کہتے گا۔ ہاں ایک اشکال یہاں یہ ہوگا کہ اس موقع پر تکبیر اور اقامت صلوٰۃ کے اندر فصل طویل پایا گیا علی تعریف الفقہاء لہذا اعادہ

اقامت کیوں نہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اعادہ واجب نہیں ہے حضور اکرم صلیم نے بیان جواز کے لئے ایسا فرمایا۔ اور حضور پاک صلیم بیان جواز کے واسطے کوئی خلاف ادلی کام بھی کریں تو اس پر آپ کو واجب کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلیم تشریع کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس پر تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے تکبیر تحریر کے درجے نماز شروع کرادی۔ اس کے بعد جنابت یاد آگئی اور ایک روایت میں ہے فانظرونا التکبیر اس صورت میں بھی کوئی اشکال نہیں ابوداؤد کی اس روایت پر ہے جبکہ آپؐ نے نماز کی ابتداء جنابت کی حالت میں کی تو نماز شروع ہی نہیں اس کے بعد تو آپؐ کو استیناف کرنا چاہیئے تھا۔ چونکہ شراح ان دونوں روایتوں کو ایک ہی واقعہ پر محمول کرتے ہیں اس وجہ سے اشکال ہو گیا ہے ورنہ میرے نزدیک دونوں کا عمل الگ الگ ہے اور دونوں واقعے متعدد ہیں جس حدیث میں فانظرونا التکبیر ہے یہ تو جنابت والا واقعہ ہے اور جس کے اندر تکبیر وارد ہو ا ہے۔ یہ باب الحدیث فی الصلوٰۃ کا قصہ ہے چنانچہ منوط امام محمدؒ میں اس حدیث پر یہی باب منعقد فرمایا ہے۔ اب اشکال مرتفع ہو گیا۔

باب نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنْ عُسْدِ الْجَنَابَةِ -

ترجمہ باب، جنابت کے غسل کرنے کے بعد دونو ہاتھوں سے بدن جھاڑنا۔

حدیث نمبر ۲۶۹ اَحَدٌ ثَنَا عَبْدُ اَنُ الْحَمْدِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ
وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُصَّاءً فَسَدَّتْهُ بِثَوْبٍ وَحَبَّتْ عَلَى يَدَيْهِ فَضَلَّهَا
ثَوْبٌ صَبَّ بِمِيزَانٍ عَلَى شِمَالِهِ فَفَسَدَ خُرْجُهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثَوْبًا عَلَيْهَا
فَمَضْمَضَ وَأَسْتَشْفَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذَرَأَ عَلَيْهِ ثَوْبًا صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَخَاضَ
عَلَى جَسَدِهِ ثَوْبًا تَحْتَى فَفَسَدَ قَدَمَيْهِ فَنَآ وَنُتَتْهُ ثَوْبًا فَاَفْلَحُوا يَا خُدُّهُ فَاَنْطَلَقَ وَمَوْ
يَقْضُ يَدَيْهِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم کے لئے پانی رکھا اور کپڑے سے آپ کے لئے پردہ کر دیا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو دھویا پھر دہاتیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اس کو رگڑا پھر ہاتھ کو دھو کر کلی کی ناک میں پانی ڈالا چہرہ مبارک اور دونوں بازو دھوئے پھر سر

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب سے پہلے ہاتھوں کو دھوتے تھے پھر ازالہ نجاستہ فرماتے تھے۔ آخر میں ہا
 کہ سر پر پانی ڈالتے تھے تو بدایۃ شفا اس سے کیسے ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ آپ غسل کے مبادی میں
 بدایتہ یا لید کرتے تھے لیکن نفس غسل میں کس سے بدایتہ ہوتی تھی تو مصنف فرماتے ہیں کہ حقیقت غسل
 کے تحقق کے وقت ابتداء سے سر پر پانی ڈالا جاتا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ سر کی جانب امین سے بدایتہ
 ہوتی تھی۔

تشیخ از شیخ ذکر کیا اس میں اختلاف ہے کہ غسل کے اندر بدایتہ کہاں سے کی جائے۔ ہمارے
 یہاں بھی اقوال مختلف ہیں۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اولاً دائیں مونڈھے پر پھر بائیں اور پھر سر
 پر ڈالے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ سر کے دائیں حصے پر پہلے ڈالے۔ پھر بائیں پر یہی امام بخاریؒ کی
 غرض ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے ظاہر یہ پر رد فرما رہے ہیں اس لئے کہ
 ان کے نزدیک البتہ الوضوء واجب ہے۔ تو امام بخاریؒ بدایتہ بشق ائمہ الامین کہہ کر ان پر رد فرمایا۔

باب مَنِ اغْتَسَلَ عُمُيَانًا وَحَدَا فِي الْخُلُوعِ وَمَنْ تَسَوَّاهُ وَالتَّسْتَوُّهُ أَفْضَلُ
 وَقَالَ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ السَّيِّدِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ
 يُسْتَحْبَبَ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ۔

ترجمہ اب اس شخص کے بارے میں جو تنہائی میں اکیلا نکلا نہ لائے اور وہ جو پردہ کرے اور پردہ
 کرنا افضل ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلعم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہیں لوگوں سے کہ ان
 سے حیا کی جائے۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّيَ
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَءِيلَ يَغْتَسِلُونَ عِزَّةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ
 وَكَانَ مُوسَى صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ
 يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِنَّهُ إِذَا رُفِدَ هَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى جَبْهِ فَقَرَأَ الْحَجْرُ
 بِشَوْبِهِ فَمَجَّحَ مُوسَى فِيهِ أَثَرَهُ يَقُولُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ حَتَّى لَظُفْتُ بِثَوْبِ
 إِسْرَءِيلَ إِلَى مُوسَى وَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى مِنْ هَؤُلَاءِ وَأَخَذَ ثَوْبَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ
 صَرْبًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَنَدَبٍ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ صَرْبًا بِالْحَجَرِ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَيُّوبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا
فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَبَعَثَ أَيُّوبُ يَحْتَرِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَا كَلَّا يَا أَيُّوبُ
أَلَمْ أَكُنْ أَعْبُدُكَ عَمَّا تَلَى قَالَ بَلَى وَعَرَّتِكَ وَانْكُنْ لِعَفْوَ رَبِّ عَنَّا كَتَبَكَ الْمَلَكُ

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ننگے غسل کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہلتے تھے۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے ساتھ غسل کرنے میں اس چیز نے روکا ہے کہ وہ پہار دالے ہیں یعنی آپ کے خستین پھولے ہوئے ہیں تو ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے کے لئے باہر چلے گئے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے وہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے نقش قدم پر سر پٹ دوڑے فرماتے ہیں لے پتھر میرے کپڑے اور پتھر میرے کپڑے یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لیا کہ ان میں کوئی مرض نہیں ہے۔ اپنے کپڑے لے کر پتھر کو مارنے لگے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ان کے مارنے کی وجہ سے پتھر میں چھ یا سات نشان مارنے کے تھے نیز حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام ایک مرتبہ ننگے غسل کر رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹٹیاں گرنے لگی حضرت ایوب صاحب اپنے کپڑے میں بک بھر بھر کے جمع کر لے گئے۔ تو ان کے رب نے ان کو پکاکے فرمایا کہ کیا ہم نے قسم قسم کا مال دے کر تمہیں غنی نہیں بنایا۔ فرمانے لگے کہوں نہیں میری عزت کی قسم مگر مجھے تو آپ کی برکت سے بے پروا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا محتاج ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی: تنہائی میں ننگا نہانا جائز ہے مگر تشریحی پردہ کرنا افضل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نسبت اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے جہاں کی جائے اگر اشکال ہو کہ اللہ تعالیٰ سے شرم کر کے انسان بچ کیسے سکتا ہے۔ کپڑے پہننے تو بھی اس سے کوئی چیز عفی نہیں ہم تو اللہ تعالیٰ سے کسی طرح چھپ نہیں سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں سے مراد بھی

یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی حاصل کی جائے اس کے منشاء کے خلاف نہ کیا جائے کسی چیز کا چھپنا تو اللہ تعالیٰ سے ممکن نہیں مگر اس کی رضا جوئی کا خلاف ممکن ہے۔ تو یہاں فرمایا گیا کہ باری تعالیٰ کی رضا اسی چیز سے کہ تم خلوت میں بھی ننگے نہ ہو۔ ہر حال میں تسنن کرنا چاہیے۔ ان اللہ حبیبی سنو آپ سے کہا گیا کہ

اگر کوئی شخص نہ ہو تو بھی ننگا نہ ہونا چاہیے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا **وَالْمُسْتَوَاضِلُ يَغْتَسِلُونَ حَرًا** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں ننگا نہانا ممنوع نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکمل کو اختیار کرتے تھے یا یہ کہ حضرت موسیٰ ہر شریعت محمدیہ کو اختیار کرتے تھے۔ کیونکہ آپ جمیع انبیاء کے رسول ہیں۔ ۳۳۔ معنی نفع خصیتین چونکہ بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ ان سے نفرت پیدا ہوتی ہے اس کے ظاہر کرنے سے مبتلی بالمرض کو شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے لوگوں نے اس کا اظہار کیا جس سے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچی کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ اس میں انسان کی ذات ہوتی ہے۔ بیچ بھی جلدی سے بھاگتا۔ فضل ابوب بختی حضرت ایوب پر بہت سے انعامات کئے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ شیطان کے بھی محسوس بن گئے۔ تو قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوئے۔ سوائے ایک عورت کے سب اہل و عیال فنا ہو گئے۔ پھر نجات ملی۔ اور ان جیسے کئی انعامات ملے مگر پھر بھی سونے کی ٹڈی کو پکڑتے ہیں اس پر عتاب ہوا مگر چونکہ فعل ایک ہوتا ہے نیات کے اختلاف کی وجہ سے حسن و قبح میں فرق آجاتا ہے۔ ایک مسجد کو بنانے کے لئے گنا تھے۔ یہ فعل حسن ہے۔ دوسرا بے صبری کے لئے گنا تھا یہ فعل حرام ہے ایسے حضرت ایوب نے مال کی حرص کی وجہ سے جمع نہیں کیا۔ بلکہ برکت ایزدی کو احاطہ کرنے کے لئے جمع کیا۔ بہر حال ان دونوں پیغمبروں کا خلوة میں عریا نا غسل کرنا ثابت ہوا۔ **وَالْمُسْتَوَاضِلُ يَغْتَسِلُونَ حَرًا** ارشاد اللہ احق ان یستقی الخ

تشریح از شیخ زکریا مقصود عریا نا غسل کا جواز بیان کرنا ہے ۱۔ و تشرکے ساتھ غسل کرنا افضل ہے۔ مگر یہ دونوں صورتیں اس وقت ہیں جب کہ غسل خانہ میں ہو اور تشر اس لئے افضل ہے کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ قلت یا رسول اللہ ارایت ان کان احد خافی الخلوۃ تو اس پر آپ نے فرمایا یا اللہ احق ان یستقی منہ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ خلوت میں بھی عریا نا غسل کرنا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری اس پر رد فرما رہے ہیں۔ وکان موسیٰ یغتسل وحده چونکہ موسیٰ علیہ السلام بڑے مجاہد تھے۔ اس لئے وہ بنی اسرائیل کی طرح ایک دوسرے کے سامنے غسل نہ فرماتے تھے، بلکہ تشر کے ساتھ فرماتے۔ ۲۔ در متون الخصیۃ فذهب یغتسل مرة ای فی خفا من الناس یعول ثوبی یا جبر الخ اس پر اشکال نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک جماد کو کیسے خطاب فرمایا اس لئے کہ اس جماد سے ذوی العقول کا سا فعل صادر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نذر افاتی

فَعَالُوا وَاللّٰهُ مَا بِمُوسٰى مِنْ بَاسٍ ۚ چوںکہ عادت الہی جاری ہے کہ وہ اپنے اولیاء کی حمایت فرماتے ہیں اور بنی اسرائیل ان پر اعتراض کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اعتراضات کو دفع کرنے کے واسطے پھر کے اندر حرکت عطا فرمادی۔ اور وہ ان کے کپڑے کے کروانہ ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل کے مجمع کے پاس آکر کھڑا ہوا حضرت موسیٰؑ اس کے پیچھے پیچھے تشریف لائے۔ ان کی قوم نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ تو خوبصورت اور زبردست ہیں۔ تو کہنے لگے ما بموسٰى من باس کہ موسیٰؑ میں تو کوئی عجیب نہیں ہے فطفت بالحجر صریحاً یہاں بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اس سے ایسا فعل سرزد ہوا جو ذوالعقول سے صادر ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت موسیٰؑ کو غصہ آ رہا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کے ساتھ ذوی العقول والا معاملہ کیا۔ لیکن لا غشی من برکتک یعنی میں نے صراحتاً جمع نہیں کیا۔ بلکہ چونکہ یہ آپ کی برکت تھی۔ اور میں آپ کی برکت سے کسی حال مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں اسے جمع کر رہا ہوں یہاں یہ بات یاد رکھو۔ صوفیہ کا قاعدہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ اولاً تو کسی سے طمع نہ رکھو اور اگر کوئی شیئی بلا اشراف نفس آجائے تو اس کو قبول کر لے ورنہ وہ پھر کبھی نہیں آئے گی۔ اگر کوئی معترض ہو کر پھر بے جان کو مارنا بیکار ہے تو کہا جائے گا۔ من تن یا بنی حقور فهو منی معنی جب کوئی شیئی دوسرے کا لباس اور شہادت اختیار کر لیتی ہے۔ تو اس کا اثر بھی اس میں آ جاتا ہے۔ تو پھر نے کپڑے اٹھا کر بنو اسرائیل میں لاٹھالے تو وہ مثل داہ کے ہو گیا تو جیسے داہ کو مارا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی مارا گیا

باب الثَّاسِعُ فِي الْفُضْلِ عِنْدَ النَّاسِ

ترجمہ، لوگوں کی موجودگی میں غسل میں پردہ کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۲۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْوَأَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَ هَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامًا لَفَنِي فَوَجَدْتُهُ يُغْتَسِلُ وَمَا لِمَةٍ تَشْتَرِكُ فَفَكَرْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ ۔

ترجمہ، حضرت ام حانی بنت ابی طالبؑ فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ غسل فرما رہے تھے۔ تو حضرت فاطمہؑ رہے آپ کو پردہ کر رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے میں نے عرض کی کہ میں ام حانی ہوں۔

تشییع از شیخ زکریا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اہم بخاری نے باب سابق میں غسل خانہ میں پردہ

کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت بیان کی تھی اور یہاں مجمع میں غسل کرنے میں تشرکاء وجوب ثابت فرما رہے ہیں اور علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے حافظ کا اتباع کیلئے ہے۔ اور باب کی یہی غرض بیان کی ہے۔ میرے نزدیک یہ غرض نہیں اس لئے کہ جب تنہا غسل کرنے کے اندر تشریف لے جاتا ہے تو مجمع میں غسل کرنے میں تو تشرکاء بدرجہ اولیٰ واجب ہو گا۔ لہذا میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ اگر مجمع کے سامنے لگی پہن کر غسل کرے تو صرف لگی پہننے پر اکتفا نہ کرے بلکہ کچھ آڑ کرے دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ آڑ کئے ہوئے تھیں اور حضور اکرمؐ غسل فرما رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ مسلم لگی ضرور باندھے ہوئے ہوں گے اور آڑ جو کی جا رہی تھی۔ وہ بقیہ بدن کی ہوگی۔ اگرچہ اس کا تشر ضروری نہیں۔

حدیث نمبر ۲۷۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَعَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِمِائِنِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَعَسَلَ فَوَجَّهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ غَيْرَ رَجُلِيكَ ثُمَّ أَقَاضَ عَلَى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحَّى فَعَسَلَ قَدَمَيْهِ ۖ

ترجمہ، حضرت ميمونہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پردہ کیا جبکہ آپ جنابت سے غسل فرما رہے تھے۔ تو آپ نے سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا جس سے شرمگاہ اور ہر اس جگہ کو دھویا جہاں منی پہنچی تھی۔ پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر رگڑا بعد ازاں نماز جیسا وضو فرمایا سوائے دو نو پاؤں کے پھر اپنے جسم پر پانی بہایا پھر الگ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔

باب إِذَا اخْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ ۖ

ترجمہ، جب عورت کو اختلام ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ امْرَأَةً ابْنِ طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ عُسْلٍ إِذَا هِيَ اخْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ صحابی کی بیوی حضرت ام سلمہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ حق بات بیان کرنے سے نہیں رکھتے کیا عورت کو جب اختلام آئے تو اس پر غسل واجب ہے۔ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی کو دیکھے۔

خشیعہ از شیخ زکریا۔ فلا سفر کی ایک جماعت تو انکار کرتی ہے کہ عورتوں کے اندر منی نہیں ہوتی اور فقہا کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ منی تو ہوتی ہے مگر چونکہ رحم کا منہ ٹھاٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو اختلام نہیں ہوتا اسی لئے میں نے کہا تھا کہ استقرار حمل اور ثبوت پوری ہونے کے لئے ٹانگ اٹھا کر کھڑی کرنا بہتر ہے امام بخاریؒ نے اس باب سے یہ ثابت فرمایا کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ اختلام بھی ہوتا ہے

باب عَرَفِ الْجَنْبِ وَ أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَجْنُبُ

ترجمہ، جنبی کے پسینے کا کیا حکم ہے اور مسلم نجس نہیں ہوتا کا کیا مطلب ہے۔

حدیث نمبر ۲۷۵۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهِ فِي بَعْضِ طَلِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جَنْبٌ فَانْجَنَسَتْ مِنْهُ فَذَهَبَتْ فَانْتَسَلَتْ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ آيَنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جَنْبًا فَكَوْهْتُ أَنْ أَجَاسِدَكَ فَإِنَا عَلَى نَحْيِي طَهَرْنَا لَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَجْنُبُ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے بعض راستوں میں ان سے ملتی ہوئے جبکہ ابو ہریرہؓ جنبی تھے فرماتے ہیں کہ میں آپ سے کھسک گیا اور جا کر غسل کر لیا پھر آنے تو آپ نے پوچھا ابو ہریرہؓ تم کہاں چلے گئے تھے کہا کہ میں جنبی تھا اور آپ کی خدمت میں بغیر طہارۃ کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا آپ تعجب کرتے ہوئے فرمایا سبحان اللہ تو منی نجس نہیں ہوتا۔

خشیعہ از شیخ مدنی۔ اگر شبہ ہو کہ ترجمۃ الباب میں عرق الجنب کا لفظ ہے جو روایت میں نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ اس لئے تو مصنف نے دوسرا ترجمہ رکھا اس کے رکھنے سے اس کا بھی اثبات ہو جاتا ہے کہ جنبی میں ایسی نجاست نہیں کہ جس کی وجہ سے مجالستہ اور معانفہ وغیرہ ممنوع ہو تو اگر مصافحہ میں عرق لگ جائے تو پھر اس سے بھی نجس نہیں ہوتا۔ بلکہ مصافحہ بھی کر لینا چاہیئے تو اب روایت

ترجمہ اہلبک کے مطابق ہو جائے گی۔

تشریح از شیخ زکریا: مقصد یہ ہے کہ عرق جنب ظاہر ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلعم نے جنبی ہونے کی حالت میں فرمایا تھا۔ ان المؤمن لا ینجس اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا پسینہ ناپاک ہے۔ یہی بعض علما کا مذہب ہے۔ لیکن جمہور طہارت کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ کتابیہ سے نکاح کرنا جائز ہے جب نکاح ہوگا تو دلی میں پسینہ وغیرہ لگے گا۔ حالانکہ اس کے دھوئے گاہیں حکم نہیں فرمایا۔ تو یہاں سے امام بخاری نے جمہور کی تائید کی ہے کہ جنبی نجاست حکمیہ کی وجہ سے ناپاک ہے۔ اگر اس کا پسینہ کپڑے کو لگ جائے تو جمہور کے نزدیک وہ پاک ہے۔ بعض ظاہریہ اور شوافع ناپاک کہتے ہیں۔

باب۔ الْجَنْبُ یُخْرِجُ وَ یَغْتَسِلُ فِي السُّوقِ وَ غَيْرِهِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْتَنِبُ الْجَنْبُ وَ يُقَلِّدُ أَظْفَارَهُ وَ يَخْلِفُ رَأْسَهُ وَ إِنْ لَوْ يَتَوَضَّأُ

ترجمہ: جنبی آدمی بازار وغیرہ میں ننگے چلے پھرے۔ اس کے لئے جائز ہے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اگر جنبی پچھنے گوائے اپنے ناخن کوائے اور سر منڈوائے سب جائز ہے اگرچہ وضو نہ کرے۔ حدیث نمبر ۲۷۶ حَدَّثَنَا عَيْدُ اللَّهِ عَلَى بْنِ حَمَّادٍ الْوَاقَعِيُّ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَ تَهْمَانًا رَجُلًا اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَ لَهُ يَوْمَ مِئَةِ نِسْوَةٍ۔

ترجمہ: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت انس بن مالک نے حدیث بیان کی کہ جناب نبی اکرم صلعم اپنی بیویوں سے ایک ہی رات میں ہم بستر ہوتے تھے ان ایام میں آپچی نو بیویاں تھیں۔ تشریح از شیخ مدنی: فی السوق وغیرہ کا عطف السوق پر ہے تو مجرور ہوگا اور اگر مرفوع ہو تو فی غیر الخروج والشمی کے معنی ہوں گے۔ دو نو چیزیں حدیث سے ثابت ہوتی ہیں آپ کا طواف علی النساء کہ بغسل واحد ثابت ہوا۔ اگرچہ یہاں بغسل واحد کی زیادتی نہیں ہے۔ مگر پہلی روایات سے معلوم ہو چکا ہے کہ بغسل واحد طواف ہوتا تھا۔ اور آپ سے حضرت ابو ہریرہؓ کا راستے میں ملنا یہی فی السوق ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ یہ طریق مدینہ سوق میں ہو جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ ان سے سوق میں ملے۔

تشریح از شیخ زکریا: چونکہ بعض سلف میں اختلاف رہ چکا ہے۔ بعض صحابہ جب تک

غسل نہ کر لیتے گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ اس لئے اس پر امام بخاری رد فرما رہے ہیں و قال عطاء
 یحتجبوا جنب چونکہ حضرت حسن بصریؒ سے نقل ہے کہ جنبی بحالت جنابت نہ تو حجامت کرائے اور نہ
 ناخن کتروائے اور نہ حلق راس کرے۔ بلکہ اگر کرنا ہو تو وضو کرے۔ اس لئے کہ اگر بحالت جنابت
 حلق راس کیا۔ تو یہ بال و ناخن وغیرہ جنبی ہوں گے۔ ان پر امام بخاری رد حضرت عطاء کے قول سے
 رد فرما رہے ہیں۔ کان یطوف علی نسائه جب حضور اکرم سلم ہر ایک سے ایک رات میں دہلی کرتے
 تھے اور غسل بھی آخر میں ایک ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ سب ایک جگہ تو ہوں گی نہیں بلکہ اپنے اپنے مکانوں
 میں ہوں گی۔ لہذا حضور اقدس سلم کا بحالت جنابت گھر سے نکلنا اور چلنا ثابت ہو گیا۔

باب کَیْنُتُ مَنَ الْجَنْبِ فَا لَبِیْتُ رَا ذَا قَوْضًا قَبْلَ اَنْ یَغْتَسِلَ۔

ترجمہ۔ جنبی کا گھر میں ہونا جبکہ غسل کرنے سے پہلے وضو کرے۔

حدیث نمبر ۲۶۷۷ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُ وَهُوَ جَنْبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَ يَتَوَضَّأُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسلمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ ام المؤمنین سے پوچھا کہ کیا جناب
 نبی اکرم سلم جنابت کی حالت میں سویا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور وضو فرمایا کیا کرتے تھے
 تسبیح اذیشخ زکریاؑ چونکہ بعض روایات میں ہے ان املامکہ لا تدخل بیتا فیہ کلب
 ولا صورة۔ ولا جنب یعنی اس گھر میں اللہ کی رحمت کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا۔ فوٹو اور جنبی
 ہو۔ اس لئے امام بخاری نے رد فرمایا کہ جنبی کو کلب اور صورت کے مساوی کرنا ہیج نہیں۔ کیونکہ حضور
 اکرم سلم کبھی اول شب میں قضا دہلی فرماتے تھے۔ اور استراحت فرما کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی
 اخیر شب میں اور وجہ تاویل یہ ہے کہ جنبی والی روایت اس صورت پر محمول ہے۔ بجائے وہ اس حالت
 میں رہنے کا عادی ہو گیا ہو۔ یا اس وقت اسی حال میں نماز کا وقت گزر گیا ہو۔

باب نَوَ مِ الْجَنْبِ۔

ترجمہ۔ جنبی کا نیند کرنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۸۸ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَمَّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ فُتْدٍ أَحْلَا

هُوَ جُنُبٌ قَالَ لَعَمْرُؤُا اَتَوْضَا اَحَدُكُمْ قَلِيْلًا قَدْ وَهُوَ جُنُبٌ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب حضرت عمر بن الخطابؓ نے آنحضرت رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں جبکہ ایک تمہارا وضو کرے تو جنابت کی حالت میں نیند کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض نسخ میں یہ ترجمہ ملتا ہے۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس مسئلہ کے متعلق آگے ترجمہ آ رہا ہے۔ اور اگر یہاں ثابت مان لیا جائے تو پھر کیا جائے گا کہ یہ ترجمہ مطلق ہے۔ اور اگر ترجمہ مقید ہے۔ لہذا تکرار لازم نہ آیا۔ اور یہ ترجمہ بے محل بھی نہیں اس لئے کہ امام بخاریؒ اس باب سے ظاہر یہ پرورد فرما رہے ہیں جن کے نزدیک نوم سے پہلے توضی ضروری ہے۔ امام بخاریؒ جہود کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ توضی افضل ہے واجب نہیں اور اگر جنبی بغیر وضو کے سو جائے تو جائز ہے۔ اور نوم کا خاص طور سے ترجمہ اس لئے باندھا کہ بعض آیات و احادیث میں نوم کو اخوالوت قرار دیا گیا ہے تو یہ مناسب ہے کہ موت اچھی حالت میں آنے اسی طرح اولیٰ یہ ہے کہ نوم بھی اچھی حالت (با وضو) آئے لیکن اگر وضو نہ کرے تو بھی جائز ہے۔

بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

ترجمہ۔ جنبی وضو کر کے پھر سوتے۔

حدیث نمبر ۲۷۹ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْهَمْدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ خَدَّيْهِ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو شرمگاہ کو دھو کر نماز والا وضو فرماتے تھے۔ بحث گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۰ حَدَّثَنَا مُوسَى ابْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهَمْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ اَللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامًا اَحَدَنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ لَعَمْرُؤُا اَتَوْضَا کہ کیا کوئی شخص جنابت کی حالت میں نیند کر سکتا ہے۔ فرمایا ہاں سو سکتا ہے جبکہ وضو کرے۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْهَمْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ

ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَصِبُهُ الْجَنَابَةَ وَمِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَافْعَلْ ذَكَرَكَ ثَوْنُو.

ترجمہ، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب میرے والد عمر بن خطابؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ رات کے وقت ان کو جنابت لاحق ہوئی۔ تو حضور اکرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا وضو کرو، نہر مگاہ کو دھوؤ پھر سو جاؤ، بحث گزر چکی کہ اہل طواہر کے نزدیک وضو واجب ہے، جہو کے نزدیک مستحب ہے۔

باب رَاذُ التَّحَنُّنِ الْجَنَابَةِ

ترجمہ، جب دو نوشر مگاہیں مل جائیں تو کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۲ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْأَعْمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مَنِ اتَّبَعَ صَلَاتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاذُ اجْلِسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا أَلَا رُبِعَ ثُمَّ جَهْدَهَا فَقَدْ وَجِبَ الْغُسْلُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا أَجْوَدُ وَأَوْكَدُ وَإِنَّمَا بَيْنَا الْحَدِيثُ الْخَرَجُ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْغُسْلُ أَحْوْطُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر ایلاج میں پوری کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہ حکم بہت اچھا اور پکڑے کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ خان کا اطلاق تغلیباً ہے۔ چونکہ عرب میں عورتوں کے ختنہ کا بھی دستور تھا۔ اس لئے خان سے تعبیر کیا۔ التقاء ختائین کنایہ ہے۔ دخول ختنہ اور ایلاج سے سلف صحابہ میں اختلاف رہا ہے۔ انصار کی ایک بڑی جماعت المائمن المائمتی کہ غسل منی کے نکلنے سے ہے اور یہی ظاہر یہ کی رائے ہے اور بعض نے اس کو بخاری کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور اکثر مہاجرین اکمال بدون الانزال سے بھی وجوب غسل کے قائل تھے اور اب یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور یہی حدیث باب ان کا مسئلہ ہے اور المائمن المائمتی کا جواب امام نسائیؒ نے یہ دیا کہ وہ احتلام پر معمول ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یہ ہے کہ المائمن المائمتی کا جواب منسوخ ہو گیا ہے۔ اب اسی پر اجماع ہے اذا جلس بین شعبہین الاصل اس سے کیا مراد ہے ایک یہ کہ فرج کے شعبہ اربعہ مراد ہیں حقیقتاً تو وہاں شعبہ اربعہ نہیں ہیں کیونکہ وہ تو ایک لمبوتری شکل ہے بلکہ مجازاً شعبہ اربعہ کہہ دیا۔ گویا کہ

جانہیں میں شعب مان لے گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر مراد ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں ٹانگیں اور دونوں سرین مراد ہیں۔ اس لئے کہ جب دلی کرے گا تو ان دونوں کے درمیان ہوگا۔ اور میرے والد صاحب کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ جب ٹانگیں اٹھا کر دلی کرے گا۔ تو اس وقت دونوں سرین نیچے اور دونوں پیر اوپر ہوں گے اور وہ ان کے درمیان ہوگا۔ یہاں یہ بات سمجھو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے ٹھنڈے فٹروں میں بہت بڑے بڑے دنیا و آخرت کے مسائل حل فرما دیئے۔ خود دیکھ لو اس حدیث سے جہاں حکم شرعی معلوم ہو گیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دلی کا کیا طریقہ ہے۔ اور یہ طریقہ طہی طو سے بھی ادلی ہے۔ اور معاشرتی طور سے بھی۔ طہی طور سے تو اس طرح کہ دلی کرنے میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رحم کا منہ مکس ہوتا ہے یعنی الٹا ہوتا ہے۔ تو منہ شرمگاہ کے سامنے آجاتا ہے۔ اور پوری منی اندر چلی جاتی ہے۔ اضاحت منی نہیں ہوتی۔ اور استقرار حمل کے اندر معین ہوگی اور معاشرتی یہ کہ لذت زیادہ ملے گی

باب غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ -

ترجمہ، عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت مرد کو لگ جائے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۳۳ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْنٍ الزَّهَّاقِيُّ عَنْ عُمَانَ بْنِ عَمَّانٍ قَالَ سَأَلَ عُمَانَ بْنَ عَمَّانٍ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا جَاءَكَ التَّحِيلُ أَمْزَأُكَ فَلَمْ يَمِنْ قَالَ عُمَانُ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَ يَغْتَسِلُ ذَكَوَا وَ قَالَ عُمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ بِحَلِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ النَّزْبِيِّ بْنِ الْحَوَّارِ وَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ وَ ابْنَ بَنِي كَعْبٍ فَأَمَرُونِي بِذَلِكَ - ترجمہ، حضرت زید بن خالد جھنی نے حضرت عثمان بن عفان سے پوچھا کہ فرمائیے جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے اور اسے منی نہ آئے۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ نماز جپا وضو کرے۔ اور اپنی شرمگاہ کو دھو لے حضرت عثمان نے فرماتے ہیں کہ یہ حکم میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ حضرت زید فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور زبیر بن الحوامؓ طلحہ بن عبید اللہؓ اور ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بھی اسی کا حکم دیا۔ اور ابو ایوبؓ سے بھی یہی مروی ہے۔

تفسیر از شیخ زکریا میں باب غسل المنی ذکر میں بیان کر چکا ہوں کہ وہاں میرے نزدیک غسل ما یصیب من فرج المرأة سے اس منی کا غسل مراد ہے جو عورت سے مرد کو لگ جائے۔ اور یہاں پر غسل رطوبت فرج المرأة مراد ہے۔ رطوبت فرج میں حنفیہ شافعیہ اور شافعیہ کے دو قول ہیں ایک

طہارت کا دوسرا نجاست کا۔ اور مالکیہ کا قول واحد ہے کہ نجس ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۴ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخِزْزَانِيُّ عَنْ أَبِي بَنْتٍ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَكَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فَلَمْ يَنْزِلْ قَالَ يَغْسِلُ مَا مَسَّ الْأَمْرَ مِنْهُ تُعَرِّتُونَ ضُفْرًا وَيُصِرُّونَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَلِكَ لِأَنَّ الْخِزْزَانِيَّ لَا يَخْتَلِفُ فِيهِ وَ الْمَاءُ أَنْفَعُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا یا رسول اللہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے مگر انزال نہیں ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ عورت کو مرد کی طرف سے جو کچھ لگ جائے اسے دھو دے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور یہ آخری قول ہے ہم نے اس کو اس لئے بیان کیا کہ اس میں اختلاف ہے۔ بہر حال پانی زیادہ صاف کرنے والا ہے۔

الغسل احوط اس میں اختلاف ہے کہ امام بخاریؒ من جبین غسل بالاکسال بدون الانزال میں ہیں۔ یا المأمن الماء کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کہ الغسل احوط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام بخاریؒ وجوب غسل کے قائل نہیں ہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ساتھ ہیں اور بعض کہتے ہیں الغسل احوط کہنے کا مطلب یہ ہے کہ روایات مختلف ہیں۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ غسل فرض اور ضروری ہے۔ اور یہی میری رائے ہے۔ اس روایت میں ایک لفظ ہے يغسل ذکرہ اس سے معلوم ہوا ما یصیب من فرج المرأة ناپاک ہے۔ جمعی تو غسل کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لہذا اس سے شوافع پر رد ہو گیا۔ وذلک الآخر اس لفظ سے میرے نزدیک موت کی طرف اشارہ ہے اور حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک اختتام باب کی طرف اشارہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْحَيْضِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْكَ عَنِ الْمَحِیضِ قُلْ هُوَ اَذٰی فَاعْتَزِلُوْا اللّٰسَآءُ فِی الْمَحِیضِ وَلَا تَقْرُبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ فَاِذَا أَطْهُرْنَ فَاِنَّهُنَّ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَ كُتُبُ اللّٰهِ رَانَ اللّٰهُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۔

ترجمہ، یہ کتاب حیض کے مسائل کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیں وہ تکلیف دہ چیز ہے۔ اس لئے ایام حیض میں عورتوں سے الگ تھک رہو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ پھر جب وہ خوب پاک ہو جائیں تو اس مقام سے ہمبستری کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور طہارت والوں کو پسند کرتا ہے

باب کِیْفَ كَانَ يَدْعُوَ الْحَيْضُ وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ اٰدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَقْلُ مَا اُتِيَ مِنَ الْحَيْضِ عَلَى نَبِيِّ اِسْرَآئِیْلَ قَالَ اَبُو عَبْدٍ اللّٰهِ وَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ ۔

ترجمہ، حیض کی ابتداء کیسے ہوئی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تویہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنو آدم پر رکھ دی ہے اور حیض نے کہا کہ پہلے پہل حیض نبی اسرائیل پر بھیجا گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکبر ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۵ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الخ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نَرٰی اِلَّا الْحُجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرَفٍ حِطَّتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتِي فَقَالَ مَا لَكَ اَفَضَيْتِ قُلْتُ لَعَنَ قَالَ اِنَّ هَذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰی بَنَاتِ اٰدَمَ فَاَفْضَى مَا يَفْضِي الْحَاجُّ عَمْرًا لَا تَطُوْرِيْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ وَضَعِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِم بِالْبَقَرِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ ہم مدینہ سے نکلے تو حج کے سوا ہم اور کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ پس جب ہم مقام سراف تک پہنچے تو میں حالت عورتوں کی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے

پس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا مجھے کیا ہو گیا کیا حیض آ گیا۔ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا یہ وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔ یعنی جو کچھ مناسک حاجی ادا کرتا ہے آپ بھی دی سرانجام دیں مگر بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگنے کی اپنی بیویوں کی طرف سے قرأت کی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: معاقل ما دسل الحیض علی بنی اسرائیل یہ روایت مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ اولاً عورتیں مردوں کے ساتھ مسجد میں آیا کرتی تھیں، مرد جب جمعے میں جاتے تو یہ بیٹھ کر ان کی فرمائشوں کو دیکھتی تھیں۔ اس تعدی کی وجہ سے ان پر حیض بھیجا گیا۔ اس لئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر آپ کو عورتوں کا فتنہ معلوم ہو جاتا تو بنی اسرائیل کی طرح مسجد سے روک دی جاتیں۔ اور آپ کے قول ہذا شیخ کتبہ اللہ علیہ جات ۳۴۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنو اسرائیل کی عورتوں کی خصوصیت نہیں تھی۔ بلکہ عام نبات آدم کا ابتلا ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا قول اکبر ہے یا اکثر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ چیز اکثر عورتوں کو پیش آیا کرتی ہے۔ بنو اسرائیل کی عورتوں اور ان کی غیر کو قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے تو دونوں روایات میں مطابقت ہو گئی۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کلام رسول قبولیت اور فوت کے اعتبار سے غیر رسول کے کلام سے اکبر ہے معنی اجل و اعظم ثبوتاً ہے اس لئے اس کا اعتبار ہو گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: حیض کے معنی توجع اور سیلان کے ہیں۔ خذ ما ذی ای الدملطاح فی الحیض لا تفتق بوجہاً یہ لفظ رقم کے قربان کی نہیں کو شامل ہے۔ اپنے عموم کی وجہ سے اس لئے امام بخاریؒ کو جہاں جہاں استثنائے لگے۔ وہاں وہاں ان مقامات کو اس عموم سے خاص کرتے یہی گئے۔ اور ان پر ابواب باندھتے رہیں گے۔ امام بخاریؒ نے کتاب الحیض کو اس آیت سے اس لئے شروع فرمایا کہ یہ آیت احکام حیض کو جامع ہے اور نیزاً ابتداء حکم حیض کی آیت ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کو شمول اور دلالت علی الابتداء کی بنا پر اس آیت سے باب کو شروع فرمایا۔ اور کتاب بخند کرنے کے اندر صرف حیض کی کتاب باندھی۔ استخاضہ اور نفاس کو بھی اس کے اندر ذکر فرمایا۔ تشریح کی رکن یہ ہے کہ چونکہ ابواب حیض ہی اکثر تھے۔ اس اکثریت کی بنا پر حیض کو ذکر فرمایا۔ اور باقی تابع ہو گئے اور میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو حیض ہی ہے۔ استخاضہ اور نفاس کوئی مستقل نہیں استخاضہ کیا ہے بگڑا ہوا حیض اسی لئے لفظ استخاضہ میں اختلاف ہے کہ اس میں معنی انقلاب پاتے جاتے ہیں

کہ حیض سے استحاضہ ہو گیا۔ یا کثرت کی رعایت ہے کہ مدت حیض سے زائد ہو گیا۔ اور نفاس کیا ہے وہ بھی حیض ہی کا خون ہے جو ایام حمل میں رحم میں جمع ہوتا رہا۔ چونکہ ایام حمل میں حیض نہیں آتا اس لئے کہ وہ خون بچے کی غذا بنتا ہے۔ اور چونچ جاتا ہے وہ جمع ہوتا رہتا ہے۔ اور ولادت کے بعد نکلتا ہے چونکہ وہ خون بچے کی غذا بنتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ فرماتے ہیں کہ انسان کیا تکبر کرے اور کیا نخوت کرے باپ کی میانی سے نکل کر ماں کی میانی میں آگیا۔ اور خون کھاتا رہا۔ اور پھر بعد میں میانی ہی سے نکلا تو وہ کس بات پر تکبر کرتا ہے۔

باب بیف بدعہ ۱۰ یہ تیسرا باب ہے جو کیف کلان سے شروع ہوا ہے۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ وہ اللہ کے ترجمہ سے ظاہر ہے کہ ہدایت حیض کی کیفیت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کب ابتدا ہوئی اور میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ بدو الحيض کا کیا سبب ہوا تو ممکن ہے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمادیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بدو حیض کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچہ کی غذا بنتا ہے۔ اس لئے اس کی ابتدا ہوئی۔ تاکہ وہ ایام حمل میں اس کو کھائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بنو اسرائیل کے زمانہ سے ابتدا ہوئی۔ ان کے زلمنے میں دستور تھا کہ مرد و عورت ساتھ ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے جو نہیں بیچھے کھڑی ہوا کرتی تھیں اور مرد جب سجدے میں چلے جلتے تھے تو یہ بھی ہتی جھٹیں۔ اور ان کو جھانک جھانک کر دیکھا کرتی تھیں۔ اس لئے اس کی منرا میں ان پر یہ حیض مسلط کر دی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام سے ہی اس کی ابتدا ہوئی۔ چونکہ حضور اکرم صلیم فرماتے ہیں کہ هذا شیء کتبہ اللہ علی بنات آدم اور امام بخاریؒ نے بنو اسرائیل والا قول نقل کر کے اس پر قول البیہ کو ترجیح دی۔ اور فرمایا کہ قول البیہ اکثر ادا کبر مطلب یہ ہے حدیث البیہ اکبر قوۃ یا مطلب یہ ہے کہ حدیث البیہ اکثر شمولاً اور علماء موہمین فرماتے ہیں کہ دونوں کوئی تعارض نہیں۔ ابتداء تو حضرت حوا سے ہے اور شدت بنو اسرائیل کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کی شرارتوں کی بنا پر امام بخاریؒ نے خانی امر کی شرح فرمادی غیر ان لا تطوف بالبيت اس لئے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائض کا مسجد جانا جائز نہیں۔ فان الطواف بالبيت صلوة والمائت منوعة عن الصلوة فکذا عن الطواف۔ وضحت رسول اللہ صلیم چونکہ ازواج مطہرات احرام کھول کر متمتع ہو گئی تھیں اس لئے دم متمتع ایک گائے ذبح فرمائی۔

باب غَسِّلِ الْخَائِضَ وَأُسْكِرْ فِي جَهَا وَتَرُ جِيلِم -

ترجمہ، عاتضہ عورت کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اس کا گلگھا کرنا۔

حدیث نمبر ۲۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْإِسْطَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَرْجِلُ

رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا خَائِضٌ -

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں حیض کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو گلگھا کیا کرتی تھی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ لا تقربوہن سے ہر قسم کے قربان کی ممانعت معلوم ہوتی تھی تو جو جو استثنائات احادیث میں وارد ہوئے ہیں امام بخاریؒ ان کو ذکر فرمائیں گے جن میں قربان ثابت ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے سر کو بحالت حیض دھو سکتی ہے اور گلگھی کر سکتی ہے اذکارال یہ ہے کہ روایت میں صرف ترجیل کا ذکر ہے غسل الرأس کا کہیں ذکر نہیں۔ تو عامہ شارح حدیث فرماتے ہیں کہ عموماً غسل الرأس کے بعد ہی ترجیل ہوا کرتی ہے اس لئے اس کو قیاساً ثابت کیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ آگے روایت آرہی ہے اس کے اندر غسل سر کا ذکر بھی ہے۔ تو دوسرے جہ سے اس کی طرف اشارہ فرما دیا۔ ترجیل اور دوسرے خدمات میں کوئی فرق نہیں۔

حدیث نمبر ۲۸۷ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَرْجِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا خَائِضٌ قَالَتْ فَنَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذَلِكَ عَلَيْكَ هَيْئًا وَكُلُّ ذَلِكَ تَخَذُمِي وَكَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذَلِكَ بَأْسٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مَا تَشْتِئُ أَكُنَّ كَانَتْ تُرْجِلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَائِضٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنِبَ نَجَاسَةٍ فِي السَّجْدَةِ لَهَا مَا سَأَتْ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرْجِلُهَا وَهِيَ خَائِضٌ -

ترجمہ، حضرت عروہ بنت مسعودؓ سے پوچھا گیا کہ کیا عاتضہ عورت میری خدمت کر سکتی ہے یا جنابت کی حالت میں میرے قریب ہو سکتی ہے تو حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ ان میں ہر ایک چیز میرے اوپر آسان ہے اور ہر ایک میری خدمت کر سکتی ہے۔ ان میں سے کسی پر کوئی تنگی نہیں ہے۔ کیونکہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے مجھے خبر دی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گلگھا کیا کرتی تھیں جبکہ وہ عاتضہ ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دقت مسجد میں مشغول ہوتے تھے تو انہاں سر مبارک حضرت عائشہؓ کے قریب کر دیتے تھے جبکہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا میں ہوا کرتی تھیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت حیض میں لگھا کرتی تھیں۔

باب قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُمِيلُ خَادِمَهُ إِلَى حَائِضٍ إِلَى نَذِيرٍ كَقَاتِيَةٍ بِالصُّحُفِ تَتَمَسَّكُهُ بِعِلَاقَتِهِمْ۔

ترجمہ آدمی کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا جبکہ وہ حالت حیض میں ہو حضرت ابو بکر تابعی اپنی خادمہ جو مائضہ ہوتی تھی اس کو حضرت ابی رزین کے پاس بھیجتے تھے تاکہ وہ ان سے قرآن مجید لائے چنانچہ وہ اس کو غلاف سے پکڑتی تھی۔

حدیث نمبر ۲۸۸ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْهَمَزَانِيُّ عَنْ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِحُجْرَتِي وَأَنَا حَائِضَةٌ ثُمَّ يَقُولُ الْقُرْآنَ۔ (الحدیث)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث بیان کرتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گود میں سہارا لیتے تھے جبکہ وہ مائضہ ہوتی تھی اور قرآن پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی: وہاں ابو داؤد الخ اس اثر سے قرآن کے ساتھ مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ غالباً مصنف کا مقصد یہ ہے کہ جیسے مائضہ کے لئے مس قرآن بعد اقل جائز ہے ایسے اس کے لئے قرآن قرآن بھی جائز ہے۔ مگر یہ جمہوریہ کے مسلک کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ مائضہ اور جنبی دونوں کو قرآن کی اجازت نہیں دیتے۔ اور ابو رزین کا فعل جمہور پر حجۃ نہیں اس لئے کہ وہ ناجہی ہیں جبکہ وہ کوئی مرفوع حدیث بیان نہیں کرتے۔ مصنف کے نزدیک مائضہ کے لئے مس مصحف بعد اقل جائز ہے۔ جمہور حمل کو بھی ناجائز کہتے ہیں کیونکہ وہ منحل بالتعظیم ہے ^{ہاں} انکار حمل نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ مسئلہ یہ بتلانا ہے کہ مائضہ خود تو قرآن نہیں پڑھ سکتی۔ اب اگر کوئی اس کی گود میں بیٹھ کر پڑھے تو جائز ہے یا نہیں امام بخاری نے بتلادیا کہ جائز ہے اور میرے نزدیک ایک اور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مائضہ جزء دان کے ساتھ قرآن اٹھا سکتی ہے یا نہیں حنفیہ اور خابلیہ کے نزدیک اٹھا سکتی ہے۔ اور مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نہیں اٹھا سکتی تو امام بخاری نے اس مسئلہ کو ثابت کر دیا اور احناف کے مسلک کی تائید کی۔ فیہم الخادم الخ سے بھی میری بات کی تائید ہوتی ہے۔

باب مَنِ سَمِيَ الْإِنْفَاسَ حَيْضًا -

ترجمہ، اس شخص کے بارے میں جو نفاس کو حیض نام دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۹ حَدَّثَنَا الْمُكَلِّمِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْخِزَّانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ قَالَ أُمُّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُمَا قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصْطَبِعَةً فِي غُحَيْصَةٍ إِذْ حِضْتُ فَأَنْسَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ أَكْفَيْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَأُصْطَبِعْتُ مَعَهُ فِي الْغُحَيْصَةِ

ترجمہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گرم منقش چادر کے اندر لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ میں جلدی کھسک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہن لے آئی آپ نے فرمایا کہ تجھے حیض آگیا۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلایا تو میں آپ کے ساتھ اس منقش چادر کے اندر لیٹ گئی۔

تمشیع از شیخ مدنی۔ سستی کا تعدیہ دو فعلوں کی طرف ہوتا ہے۔ مفعول ثانی عارضی ہوتا ہے اور مفعول اول اصل ہوتا ہے۔ مگر روایت میں اس کے برعکس ہے کہ وہاں حیض کا نام نفاس رکھا گیا ہے۔ کیونکہ سستی النفاس حیض کی بجائے سستی الحیض نفاساً کہنا چاہیئے تھا۔ اصل مسئلہ تو یہاں یہی ہے کہ حالت حیض میں جیسے دخول مسجد مس صوف وغیرہ منوع ہیں ایسے نفاس کی حالت میں بھی۔ مگر چونکہ روایات جو نفاس کا حکم بتلاتی ہیں وہ مسنف کی شرط کے مطابق نہیں تھیں۔ اس لئے اس کو نہیں لیا۔ تو من سمی النفاس حیضاً۔ بعض نے کہا کہ کاتب کی غلطی ہے کہ اس نے قلب کر دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ سمی معنی اطلق کہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مسنف نے صفت قلب کو اختیار کیا ہے جو کہ بلاغت کی صنائع میں سے ہے۔ کما طینت با یقین الصیاح ^(مکمل) ^(گہا) یہ صفت قلب کسی خاص فائدہ کی غرض سے اختیار کی جاتی ہے۔ مثلاً جس شخص کی آستین یا جیب لمبی ہو تو کہا جاتا ہے کہ جیب اور آستین میں کرتہ سیاہ ہے۔ یہ قلب اس امر کو بتلانے کے لئے ہے کہ جیب تمہاری بہت بڑی ہے اور کرتہ چھوٹا ہے۔ ایسے یہاں شعر میں بھی کیا لکھارا اتنا زیادہ لگایا گیا کہ کہا جا سکتا ہے کہ گلے میں قصر لگا دیا اسی کو اپنی اونٹنی کے لئے کہنا چاہتا ہے۔ تو یہاں بھی بتلانا ہے کہ اگرچہ عرف عام میں اس حالت کو حیض کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے اصل قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ آپ کا تسمیہ اصل ہے۔ اس لئے اس نکتہ لطیف کی وجہ سے یہاں قلب واقع ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیاء لغات کو بتلانے کے لئے مبعوث نہیں ہوتے

بلکہ الاہلسان قومہ مبعوث ہوتے ہیں تو مصنف کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے اطلاق کو مجاز پر محمول کر کے ٹالنا نہ چلے۔

فتنیج از شیخ زکریا یہاں اشکال یہ ہے کہ روایت سے تو تسمیۃ النفاس بالحيض ثابت نہیں ہو رہا۔ بلکہ روایت سے تو تسمیۃ الحيض بالنفاس ثابت ہوتا ہے۔ بعض علما نے اس کا جواب دیا ہے کہ ترجمہ مقلوب ہے اصل میں من سقی الحيض نفاساً اور بعض علما نے جواب دیا کہ سقی اطلاق کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ من اطلاق النفاس علی الحيض اور میرے نزدیک رائج یہ ہے کہ امام بخاری نے روایت کے الفاظ کو باب میں الٹ دیا۔

میں تلازم ثابت کرنے کے لئے کہ دونوں کے احکام ایک ہیں۔ الا ما خص مثلاً مدت حیض دس دن تک ہے اور مدت نفاس چالیس دن اب امام بخاری کی اس ترجمہ سے کیا غرض ہے بعض کی رائے ہے کہ محض اطلاق النفاس علی الحيض کو ثابت کرنا ہے۔ اور میرے نزدیک تلازم فی الاحکام بیان کرنا ہے کہ نہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لغت تیلنے آئے اور نہ امام بخاری کی کتاب لغت میں ہے

باب مَبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

ترجمہ، حائضہ کے بشرہ و جسم سے بشرہ (جسم) ملانا

حدیث نمبر ۲۹۰ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ ابْنُ عَمْرٍو قَالَتْ كُنْتُ أَعْتَمِلُ أَنَا وَالنَّبِيَّةُ مَعِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْمَةٍ وَاحِدَةٍ كَلَدْنَا جَنْبَ وَكَانَ بِهَا مَرْوِيٌّ فَأَتَدَّرُ فَيَبَا شَرِيٌّ وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ نِسَاءَهُ رَأْمَةً وَهُوَ مَعْتَكِفٌ فَأَغْسَلَهُ وَأَنَا حَائِضَةٌ۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔ مے۔ اور آپ مجھے حکم دیتے تو میں چادر تنگی باندھ لیتی تھی تو آپ اپنا جسم میرے جسم سے ملاتے تھے جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اسی طرح آپ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک میری طرف نکالتے جس کو میں دھو دیتی تھی جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

فتنیج از شیخ زکریا۔ حائض سے مباشرت کرنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام ابو یوسف تو فرماتے ہیں کہ مادون السرق یعنی ناف سے نیچے اور مافوق الرکبۃ یعنی گھٹنے سے اوپر جائز نہیں ہے۔ اور اس کے علاوہ بعد چادر تنگی باندھنے کے جائز ہے۔ اور امام احمد بن حنبل

اور امام محمد فرماتے ہیں کہ صرف مقام خاص کے اندر تو مباشرت جائز نہیں باقی سب جگہ جائز ہے۔ ان حضرات
ائمہ اربعہ نے احتیاط برقی۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ جو ان کو زیادہ جوش ہوتا ہے۔ اس لئے اس حد تک
اجازت دے دی۔ امام بخاریؒ اس مسئلہ میں اگلوں کے ساتھ ہیں۔

حدیث نمبر ۲۹۱ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ حَلِيلٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَا حُدَا
إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَإِنْ أَدْرَسُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبَا شِرْهَا أَمْرًا
أَنْ تَتَزَوَّجَ فَوَدَّ حَيْضَتَهَا شَرَّ يَبَا شِرْهَا قَالَتْ وَابْنُكَ يُبْلِكُ رَا بَهُ (الخ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ نہ فرماتی ہیں کہ جب ہم ملے کوئی ایک حالت ہوئی تھی اور جناب رسول اللہ
صلعم کریم حیض کے جوش کے وقت اس سے مباشرت کا ارادہ ہوتا تو اسے چادر لگی باندھنے کا حکم
دیتے اور پھر اس سے مباشرت فرماتے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتی کہ جیسے آنحضرت نبی اکرمؐ اپنی
حاجت کے مالک تھے تم میں سے کون ان جیسا مالک حاجت ہے فی خود حیض تھا۔ بیابا شہل کے
متعلق ہے۔ دایکھ میلک اربعہ۔ یہ لفظ دو طرح سے منبٹ کیا گیا ہے۔ ایک اربعہ دوسرا اربعہ اول
حاجت اور دوسرے معنی میں ہے۔ اور ثانی عضو مخصوص کے معنی میں ہے۔ اس جملہ کے دو مطلب ہیں ایک
یہ کہ حضور اکرمؐ باوجود اتنی قوت اور جوش کے اپنی حاجت پر قابو اور قدرت رکھتے تھے یہ نہیں
ہو سکتا تھا کہ کوئی امر خلاف ہو جلتے۔ اور تم کو اتنی طاقت نہیں ہے۔ لہذا اپنے آپ کو حضور پاکؐ صلعم
پر قیاس مت کرو۔ بلکہ اس معاملہ میں احتیاط کرو۔ ایسا نہ ہو کہ من یمنع الحیض فیہ یعنی جو چراگاہ
کے ارد گرد چرتا ہے وہ اس کے اندر گس جائے گائے مطابق کہیں کسی خلاف امر کا ارتکاب ہو جائے۔ اور
دوسرا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرمؐ صلعم اپنے عضو اور اپنی حاجت پر قابو یافتہ تھے۔ اور باوجود اس کے
پھر بھی مباشرت فرماتے تھے تو پھر تم تو اتنے قابو یافتہ نہیں ہو۔ لہذا تم کو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔
یہ دونو متضاد تو جہیں ہو گئیں۔ الغرض لا تقر یمنع سے مباشرة کی نفی ہو رہی تھی۔ امام بخاریؒ یہاں
سے اس کا استثنائاً ثابت فرما رہے ہیں۔ مباشرة کے معنی ہیں کھال کو کھال سے ملانا۔ امام بخاریؒ اس
مسئلہ میں امام مالکؒ کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے انہوں نے اس باب میں تین حدیثیں وہ ذکر فرمائی ہیں
جو سب اتزار کی ہیں۔ (یعنی چادر باندھنے کی ہیں)

حدیث نمبر ۲۹۲ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحِمْصِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مِيمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَى أَذُنَ نِسَاءٍ شَرِيعَةً مِنْ نِسَائِهِمْ أَمَرَهَا فَاتَّزَرَّتْ وَهِيَ حَائِضٌ الْخ۔

ترجمہ، حضرت میمونہ رضی فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بیوی سے بات کرنے کا ارادہ فرماتے تو اسے حکم دیتے وہ چادر لٹکی باندھ لیتی۔ جبکہ وہ حائضہ ہوتی تھی۔

باب تَزْوِجِ الْحَائِضِ الْمَحْضُورَةِ۔

ترجمہ۔ حائض کا روزے کو چھوڑ دینا۔

حدیث نمبر ۲۹۳ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْخِمْصِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْطَرٍّ أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ أَوْثِقَكُمْ أَكْثَرُ أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَفَعَلْنَ وَبِعَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ تَكْذِبْنَ اللَّعْنُ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرُ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلْبَلْبِ التَّجَلُّلِ الْحَازِمِ مِنْ رَأْسِكُنَّ قُلْنَ وَمَا نَقَصَانِ دِينَنَا وَعَقْلُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِنْكَ نِصْفُ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَاتِ عَقْلِنَا أَلَيْسَ إِذَا أَحَاضَتْ لَعْنُتُصَلَّ وَكُنَّ تَصُومُنَّ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَاتِ دِينِنَا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابوسعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ قربانی کی عید یا عید الفطر میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف تشریف لائے تو عورتوں پر آپ کا گذر ہوا۔ فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ خیرات کرو۔ اس لئے مجھے تم اکثر جہنم والی دکھائی گئی ہو۔ انہوں نے کہا کس وجہ سے یا رسول اللہ فرمایا ایک تم لعنت بہت کرتی ہو۔ دوسرے شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ اور میں نے تم میں سے زیادہ کسی کو ناقص عقل اور ناقص دین نہیں دیکھا جو بچہ کار آدمی کی عقل کو لے جانی والی ہو عورتوں نے کہا اے رسول اللہ ہمارے دین اور عقل کا کیا نقصان ہے فرمایا کیا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر ہے انہوں نے کہا کیوں نہیں فرمایا بس یہ ان کے عقل کا نقصان ہے۔ کیا جب وہ حائضہ ہوتی ہے تو نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ پس یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کہتے ہیں کہ چونکہ نماز کا ترک ظاہر تھا اور اس کے ترک میں قضا نہیں ہے۔ اس لئے ترک الصلوٰۃ کا باب نہیں باندھا۔ میں کہتا ہوں کہ ترک الصلوٰۃ کا باب آگے آ رہا ہے۔ یہ دہر نہیں بلکہ چونکہ ترک صوم میں قضا ہوتی ہے اور ترک الصلوٰۃ میں قضا نہیں ہوتی۔ تو گویا دونوں کا ترک الگ الگ ہو۔ اس لئے الگ الگ باب باندھا چونکہ صوم کے اندر قضا بھی ہے اس لئے اس کو مقدم کر دیا۔

فصل ما انفصان دیننا۔ لیکن یہاں اشکال ہے کہ مسلم کی روایت میں ہے فقامت امراۃ جنۃ جس کا ترجمہ علامہ قاری نے ذکیہ فطینہ سے کیا ہے۔ لہذا دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا عام طور پر ہے اس سے دو چار افراد مستثنیٰ ہو سکتے ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ یکم مجموعہ نسا کے لئے مجموعہ رجال کے مقابل ہے۔ حائضہ نماز قضا نہ کرے اس کی حکمت بعض حضرات نے یہ فرمائی ہے کہ صلوٰۃ باللزام طہارت کو مقتضی ہے۔ لہذا حائضہ نماز کی اہل نہیں اور صوم میں طہارت باللزام لازم نہیں جیسے صائم سو جائے۔ یا احتلام ہو جائے یا اور کوئی نجاست نکل آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر نماز میں پیشاب کا قطرہ نکل آئے یا منی نکل آئے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ چونکہ حائضہ نماز کی اہل نہیں تھی اس لئے نماز کی قضا نہیں ہاں روزہ کی اہل ہے اس لئے اس کی قضا ہے۔

باب تَقْضِیِ الْحَائِضِ الْمَنَاسِكَ كُلِّهَا لَا اَلطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ وَلَا بَا مِ اَنْ تَقْرَأَ اَلْاٰیَةَ وَلَعَزَّ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَآءَةِ لِلْجَنِّبِ بَاسًا وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ یَذْكُرُ اللہَ عَلٰی كُلِّ اَحْيَاٍ وَهَذَا لَمْ يَمْضِ اَمْ عَطِيَّةٌ كُنَّا نُوْمِرُ اَنْ نُخْرِجَ الْحَيَضَ نِيَكِيَتِنِ بِتَلْبِيْرِہِمْ وَيَدْعُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَ فِيْ اَبُوْ مُنْبِیْنِ اَنْ هُوَ قَدْ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ فَقَرَأَہُ فَاِذَا فِیْہِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَیَا اَہْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اللہَ وَلَا نَشْرِكُ بِہِ شَیْئًا اِلٰی قَوْلِہِ مُسْلِمُوْنَ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَخَسَّكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَیْرًا لَطَوَافٍ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّیْ وَقَالَ الْحَكَمُ رَافِیْ لَا دُخْرَ وَفَاَنْجَبُ وَقَالَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَعُوْیْدُ کِرَاسُ اللہِ عَلَیْہِ۔

ترجمہ، باب ما انفصان دیننا کے لئے احکام ادا کر سکتے ہیں۔ سوائے بیت اللہ کے طواف کے (کیونکہ وہ

مسجد میں ہوتا ہے) ابراہیم بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر حائضہ ایک آیت قرآن مجید کی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے اور حضرت ابن عباسؓ جب کسی کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ اور حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم حیض والی عورتوں کو نماز عید کے لئے نکالیں وہ مردوں کی طرح تکبیر کہتی تھیں اور دعا کرتی تھیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسنیانؓ نے خبر دی کہ ہر قیل عیسائی بادشاہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگایا اس میں بسم اللہ اور قل تعالوا الی کلمۃ سوا الذلۃ لکھا ہوا تھا جس کو اس کا فرنے پڑھا اور حضرت عطاء ثمالیؓ جناب حضرت جابرؓ صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نہ جب حیض والی ہوتی تھیں تو حج کے تمام اعمال ادا کرتی تھیں سوائے بیت اللہ کے طواف کے اور نماز بھی نہیں پڑھتی تھیں اور حضرت حکمؓ فرماتے ہیں کہ بے شک میں ذبح کرتا ہوں جبکہ میں جنبی ہوں حالانکہ ارشادِ ربانی ہے کہ اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جنبی اور ماض کے بارے میں مصنفؒ کا مسلک امام مالکؒ کا سا ہے کہ ان کے لئے قرآن کریم جائز ہے مگر جہور ان کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ چنانچہ ترمذی تشریف کی روایت اس کی مخالفت پر دلالت کرتی ہے۔ مصنفؒ حضرت ابن عباسؓ کا قول پیش کرتے ہیں اور اسی قسم کے چھ اثر پیش کئے ہیں مگر ان سب میں مناقشہ ہے۔ جہور ان کو اپنے مخالف نہیں سمجھتے۔

تشریح از شیخ زکریا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ باب کی غرض یہ ہے کہ حائض طواف بالبيت نہیں کر سکتی مگر میرے نزدیک یہ غرض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہو جائے گا۔ اس لئے بعض علما کی رائے ہے کہ حائض عبادات بدرجہہ کر سکتی ہے۔ الاما امتثالی اور یہ قریب ہے اور میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ غرض یہ ہے کہ حائض سارے مناسک حج ادا کر سکتی ہے۔ سوائے طواف کے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ قرآن للجنب کا مسئلہ بیان فرما رہے ہیں امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ جنب اور ماض میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں۔ اور حنا بلہ و شوافعؒ کے نزدیک مطلقاً نہیں پڑھ سکتے۔ اور حنفیہؒ کے نزدیک مادون آیت یعنی آیت سے کم اور مالکیہ کے نزدیک آیت اور آیتیں پڑھ سکتے ہیں۔ مقال ابراہیم امام بخاریؒ یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ جب وہ سارے مناسک حج ادا کر سکتی ہے تو قرآن مجید کیوں نہیں پڑھ سکتی ضرور پڑھ سکتی ہے۔ ولو یابن عباسؓ

بالقرآنۃ للجنب با سنا چھپ اور حاض میں کیا فرق ہے۔ دونوں پڑھ سکتے ہیں۔ وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الہی کرتے تھے۔ اور ذکر کے اندر قرآن بھی داخل ہے و ما ہوا لا ذکر للعالمین اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنبی بھی ہوتے تھے۔ اور جنبی اور حاض میں کوئی فرق نہیں لہذا حاض بھی پڑھ سکتی ہے۔ فیکون بتکبیر ہوا الحمد دعا اور تکبیر جو ذکر الہی ہے۔ جب وہ حاض کئے جائز ہے تو قرآن بھی تو ذکر الہی ہے۔ وہ بھی جائز ہوگا۔ تعالوا الی کلمہ سوا یہاں یہ بات یاد رکھو کہ تعالوا کے بعد لا یتہ کہہ رہے ہیں اور اس کے بعد پھر آیت بھی ذکر فرمادی۔ یہ اختلاف نسخ کی وجہ سے ہے۔ ایک نسخے میں اول آیت کے بعد لا یتہ کا لفظ تھا۔ اور دوسرے نسخے میں پوری آیت تھی ناسخین نے دونوں کو جمع کر دیا۔ قال المحکمان لا ذبح مطلب یہ ہے کہ میں بجاالت جنابت ذبح کرنا ہوں اور اللہ تعالیٰ ذبح باسم اللہ کا حکم فرماتا ہے جس پر اس کا نام نہ ہو۔ اس سے منع فرماتا ہے۔ تو اگر مراد ذکر اللہ کرنا بسبب میری جنابت کے معتبر نہ ہوتا تو ذبح حلال نہ ہوتا حالانکہ حلال ہے معلوم ہوا ذکر اللہ جائز ہے

حدیث نمبر ۲۹۴ حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْحِمْصِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ خَوْصَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْكُرُوا اللَّهَ الْحُجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سِرْفَ طَبِشْتُ فَخَدَّ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَجْبِي فَقَالَ مَا يَكْبِدُ قُلْتُ كَدُودٌ وَاللَّهِ رَأَيْتُ لَعَا حُجَّ الْعَامَ قَالَ لَعَلَّكَ نَفِيسَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ ذَلِكَ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَى رِبَاسِ أَدَمَ قَاتِلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفَ بِبَابَيْتٍ حَتَّى تَطْمِئِنَّ

ترجمہ، حضرت عائشہ فرماتی ہیں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے چلے ہم حج کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کرتے تھے۔ جب ہم مقام سرف تک پہنچے تو میں عائشہ ہو گئی پس میرے پاس جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں رو رہی تھی تو آپ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا۔ میں نے کہا واللہ میں شاید اس سال حج نہیں کر سکوں گی۔ آپ نے فرمایا شاید تجھے عین آگیا۔ میں نے ہاں کہہ کر جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا تم ہر وہ عبادت کرو جو حاجی سر انجام دیتا ہے۔ سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔

تشنجیچ از شیخ زکریا۔ یہ بڑا مشکل باب ہے میرے حضرت نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ چالیس

سال تک بخاری شریف پڑھائی اور اب تک یہ باب سمجھ میں نہیں آیا۔ سمجھتا تھا کہ بذل لکھوانے کے وقت کچھ میں آجائے گا مگر پھر بھی سمجھ نہ آیا۔ مطلب یہ ہے کہ استحاضہ عورتیں جن کے ذکر ابواب الاستحاضہ میں آتا ہے ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ کوئی تعین نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم ایک کے متعلق کوئی حکم مثلاً معادہ یا متمیزہ ہونے کا قطعاً لگا دیں اور جس نے اس کے خلاف لکھا اس کی تردید کریں اس باب پر جس قدر ربط سے کلام ابوداؤد نے فرمایا ہے۔ اور کسی نے نہیں کیا حتیٰ کہ امام بخاری نے صرف ایک باب کا ذکر فرمادیا۔ اور کوئی اختلاف روایت بھی ذکر نہیں فرمایا۔

باب الاستحاضۃ ترجمہ استحاضہ کے بارے میں باب ہے

حدیث نمبر ۲۹۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْمَدَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْخَلِيفَةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي جُبَيْشٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى لَا أَطْمَؤُ أَخَذَ مِصْبَاحًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَمًا ذَلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَاتْرُكِي الْمَضْمُونَةَ فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا غَسِلِي عَنْكَ الدَّمَ وَصَلِي

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیش نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ میں پاک نہیں رہتی کیا نماز کو چھوڑ دوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو رنگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ پس جب حیض آجائے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض کی مدت چلی جائے تو ان کے خون کو دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابوداؤد میں چونکہ اس کے متعلق بہت سے ابواب ہیں۔ جس کی بنا پر ہاں بہت جھگڑا کرنا پڑتا تھا۔ امام بخاری نے نہایت سہولت دے دی ہے۔ کہ صرف ایک ہی باب ذکر فرمایا ہے اور مسئلہ بتلا دیا کہ استحاضہ کا حکم یہ ہے کہ جب مدت حیض ختم ہو جائے تو ایک مرتبہ غسل کر لو۔ بس یہی کافی ہے۔ اور اب یہ کہ مدت حیض کتنی ہے اس کے متعلق ایک الگ باب اور باندھا ہے امام بخاری نے استحاضہ کو تفصیل سے بیان نہیں فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس باب میں جو احادیث ہیں ان کے اندر تعارض ہے۔ نیز وہ احکامات نہیں بلکہ علل جات ہیں اور میرے نزدیک چونکہ وہ انواع مختلفہ پر محمول ہیں اسی وجہ سے جھگڑا نہیں فرمایا۔

باب غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ ترجمہ حیض کے خون کا دھونا۔

حدیث نمبر ۲۹۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ الْمَرْعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ سَأَلْتُ الْمَرْأَةَ وَرَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّتْ يَأْتِي سُرُوكَ اللَّهُ أَرَأَيْتَ رَأَيْتَ إِذَا أَصَابَتْ نَفْسَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَتْ نَفْسَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْيَتَوَضَّأْ تَوَضُّعَهَا بِمَاءٍ ثُمَّ لِيَتَوَضَّأْ فِيهِ -

ترجمہ، حضرت انس بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ بتلا دیجے کہ جب ہم میں سے کسی ایک کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جاتے تو وہ کیا کرے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کو کپڑے کو حیض کا خون لگ جاتے تو پہلے وہ اسے ناخن اور انگلیوں سے رگڑے بعد ازاں اسے پانی سے دھو ڈالے پھر اس میں نماز پڑھے۔

توضیح از شیخ زکریا میرے نزدیک یہ ترجمہ شارح ہے چونکہ حدیث میں نضح کا لفظ ہے جس کے معنی چھڑکنے کے ہیں اس لئے امام بخاری نے بتلادیا کہ نضح سے مراد غسل ہے جیسا کہ غسل مذی میں فرمایا تھا حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح بول سبیاں میں بھی نضح غسل کے معنی میں ہے۔ فاذا اقبلت الحيضة آثمہ ثلاثہ کے نزدیک اقبال کے معنی ہیں جب کالا خون آنے لگے۔ اور ادبار کے معنی ہیں جب کالا خون ختم ہو جاتے۔ تو یہ دو اصطلاحیں اہلحدیث کی ہیں۔ اور آثمہ ثلاثہ اسی سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو تم نے اقبال ادبار کے معنی بیان فرماتے ہیں یہ حدیث سے ثابت نہیں بلکہ تمہارے خود ساختہ ہیں لہذا یہ ہم پر حجت نہیں کیونکہ تمہارے نزدیک اقبال کے معنی آگے کی طرف آنا اور ادبار کے معنی پیچھے کی طرف جانا لہذا اقبال کے معنی ہوئے حیض کا آنا عادت کے ساتھ اور ادبار کے معنی حیض کا چلنا عادت کے ساتھ اسی وجہ سے تمہارے نزدیک تمیز کا اعتبار نہیں ہماری دلیل یہی حدیث ہے کہ یہاں اقبال کے معنی وہی ہیں جو ہم نے بیان کئے کیونکہ اس کا مقابل اور برت نہیں آ رہا ہے بلکہ اذا ذهب قد رہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ادبار کے معنی حیض کا وقت سے ختم ہوتا ہے اس سے تمیز پر استدلال نہیں ہو سکتا

حدیث نمبر ۲۹۷ حَدَّثَنَا أَصْبَغُ الْمَرْعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَأْسُهَا تَحْيِيضُ شَوْ تَقْتَرِمُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طَمَرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضِجُ عَلَى سَائِرِهَا ثُمَّ تَصْرَفُ فِيهِ -

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم میں سے کوئی ایک حیض والی ہو جاتی تھی تو اپنے کپڑے

سے غول کو گرڈ دیتی تھی۔ پھر دھواں الٹی اور باقی پر پانی بہا دیتی پھر اس میں نماز پڑھ لیتی۔ اس حدیث میں نفع کے معنی غسل کے ہیں۔

باب اِغْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

ترجمہ ۱۔ مستحاضہ کا اعتکاف بیٹھنا۔

حدیث نمبر ۲۹۸ حَدَّثَنَا اسْلَقُ بْنُ شَاهِبِ بْنِ اَبِي عَاصِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِغْتَكَفَ مَعَهُ بَعْضُ نِسَائِهِمْ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ تَرْمِزُ الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّلَسْتَ تَحْتَهُمَا مِنَ الدَّمِ وَرَمَعَاتٍ مَا كَثُرَتْ رَأَتْ مَاءَ الْعَصْفَرِ فَقَالَتْ كَانَ هَذَا شَيْئًا كَانَ فَلَذَنَّا جَعَدًا -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلیم کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ محترمہ اعتکاف بیٹھیں جبکہ وہ مستحاضہ تھیں خون دھیتی تھیں تو اپنے نیچے خون کی دھبہ سے مثال رکھ دیتی تھیں۔ اور رادی حکمر کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہؓ یہ فرماتی تھیں کہ انہوں نے عصفر یعنی سرخ پانی دیکھا اور فرماتی تھیں کہ یہ ایک چیز تھی جو زوجہ محترمہ باقی تھیں۔

فخشیجے از شیخ مدنیؒ اگر اشکال ہو کہ ازواج مطہرات میں سے کوئی بی بی مستحاضہ نہیں ہوتی تو بعض نے کہا کہ حضرت سودہؓ زینب بنت جحشؓ اور ام حبیبہؓ مستحاضہ ہوتی تھیں۔ مگر روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو بعض نساءؓ کی تاویل یہ کی جاتی ہے کہ بعض نساءؓ من المتعلقین اور ان میں سے حضرت حمزہؓ بنت جحشؓ کا نام مشہور ہے مگر حافظ ابن حجرؒ کا اصرار ہے کہ جب بعض نساءؓ کے الفاظ موجود ہیں اگرچہ ہمارے پاس دلیل نہ ہو۔ مگر اس کا انکار نہیں کر سکتے دوسرے اس روایت میں اعتکاف معہ کے الفاظ بھی اسی پر ڈال دیے۔ مگر اس پر ہدف شدہ ہے کہ اعتکاف کے معنی یہ ضروری نہیں کہ اسی حجرہ میں اعتکاف کیا ہو۔ بلکہ اس کے قریب یا کچھ فاصلہ پر معتکف ہوتی ہوں۔ اس لئے ابن جوزیؒ کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کوئی بی بی بھی استحاضہ میں مبتلا نہیں تھیں

فخشیجے از شیخ زکریاؒ غور سے سنو! اعتکاف مساجد میں ہوتا ہے اور مستقدرات اور نجاسات سے مساجد کی تطہیر کا حکم وارد ہوا ہے اور مستحاضہ کو خون آنا ہوتا ہے جو نجس اور قذر ہے اس سے بظاہر ظہور ہوتا تھا کہ مستحاضہ اعتکاف نہ کر سکے گی۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ مستحاضہ کا اعتکاف کرنا جائز

بعض علما نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی کو بھی دم استخاضہ نہیں آتا تھا اور اس حدیث کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض نساء آمنہ مراد ہے مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت زینبؓ کو استخاضہ آیا ہے اور خود دوسری روایت میں امرأۃ من ائوارجہ وارد ہے اور اس سے اگلی روایت میں بعض امہات المؤمنین کے لفظ مذکور ہے جو ان کے اس قول کی تردید کرتا ہے اور جو حضرات انکار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ استخاضہ نزع شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ازواج مطہرات نزع شیطان سے محفوظ ہیں۔ امہ اربعہ کے اعتکاف متخاضہ جائز ہے۔

حدیث نمبر ۲۹۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ اَنْوَاجِهِ فَكَانَتْ تَرَى الدَّمَ وَالْصُّفْرَةَ وَالطَّسْتُ تَحْتَهَا وَهِيَ تَصَلِّي (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلم کے ساتھ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک بی بی نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی دیکھتی تھیں اور تمثال ان کے نیچے ہوتا تھا اور وہ نماز پڑھتی تھیں۔

حدیث نمبر ۳۰۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْاَمَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ بَعْضَ امَهَاتِ الْاَنْوَاجِ مَنِيتْ اِعْتَكَفْتُ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ (الحديث)

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ بعض امہات المؤمنین نے استخاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا

باب هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي تَوَكُّفِهَا حَاضَةً خَبِيرًا۔

ترجمہ، کیا عورت اپنے اس کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے جس میں اسے حیض آیا۔

حدیث نمبر ۳۰۱ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْاَمَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ مَا كَانَ لِاِحْدِنَا اِلَّا تَوَكُّفٌ وَاحِدٌ تَحِيضٌ خَبِيرًا اَوْ اَصَابَتْهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ فَكَانَتْ مَرِيضًا فَمَضَتْهُ بِطَمْرُهَا۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے کسی ایک کے پاس سوا ایک کپڑے کے کچھ نہیں ہوتا تھا اسی میں وہ حیض کرتی تھی جب اس کپڑے کو کچھ خون لگ جاتا تو اس کو اپنی تنوک سے تر کر لیتی اور پھر اپنے ناخن سے پھیل ڈالتی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جس کپڑے کو پہن کر عورت نے اپنا زمانہ حیض گزارا ہو۔ تو زمانہ طہریں اس کو پاک کر کے اس میں نماز پڑھ سکتی ہے۔ اب جبکہ روایت صاف ہے تو پھر حد سے ترجمہ کیوں باندھا تو اس کے متعلق بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کی نظر میں مختلف روایات ہیں۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ فاضلت فاخذت ثیاب حیضی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کا کپڑا دوسرا ہوتا ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ترجمہ میں حد ذکر فرمادیا قالت بن یقما جبکہ میں نے غسل الدم میں بیان کیا تھا کہ چونکہ اس خون میں لزوجت ہوتی ہے اس لئے رگڑ کر پھر دھوئے ورنہ پانی بہت بہانا پڑے گا تو یہاں پہلے نرم کرنے کے لئے تھوک کا استعمال ہوا۔ پھر اس کو رگڑ دیا۔ احتیاط کے یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی انگلی ناپاک ہو۔ اور وہ اس کو چاٹ لے۔ تو وہ پاک ہو جائے گی۔ تو اس مسئلہ پر اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے۔ اور امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ اگر روایت میں کسی بھی احتمال کی بنا پر غور و فکر کیا جاسکے تو تشبیہاً للاذہان حد لے آتے ہیں۔ اور یہاں بھی احتمال ہے۔ وہ یہ کہ اس میں نماز کی تفریح نہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث متقدم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حیض و طہارت کے کپڑے الگ الگ تھے۔ تو ان دونوں روایتوں کی وجہ سے احتمال پیدا ہو گیا کہ نماز کے لئے کوئی اور کپڑا ہوتا تھا یا ایک ہی کپڑا تھا جسے پاک کر کے نماز پڑھ لیتی تھیں

باب الطَّيْبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ۔

ترجمہ، حیض سے غسل کرنے وقت کیا عورت خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۰۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ الْوَهَّابِ الْخَمَّانِيُّ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ تُجَدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ رَأْسٍ عَلَى رُوحٍ أَوْ بَعْدَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَلِدُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَكْبِسُ ثَوْبًا مَصْبُوعًا رَأَى ثَوْبَ عَصَبٍ وَقَدْ رُوِيَ لَنَا عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِذَا اغْتَسَلْتَ إِحْدَا مَاءٍ مَحْبُضٍ مَاءٍ فَبُذِّقَ مِنْ كُسْبٍ أَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهَى عَنْ رَاتِبَاعِ الْجَنَائِزِ (الخ)۔ الحديث

ترجمہ، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہمیں میت پر سوگ منانے سے تین دن کے اوپر سے روکا جاتا تھا مگر خاوند پر چار ماہ اور کس دن سوگ منا سکتی ہے وہ یہ کہ نہ ہم سرا لگائیں

اور نہ خوشبو استعمال کریں اور نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں مگر عصب کا کپڑا کہ وہ بمبئی رنگی ہوتی چادر ہوتی تھی اور ہمیں طہارت حاصل کرتے وقت اجازت دی گئی تھی کہ جب ہم میں سے کوئی ایک اپنے حیض سے غسل کرے تو وہ کست اظفار کا خوشبودار ٹیکڑا استعمال کر سکتی ہے۔ اور ہمیں جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا۔

نشیخ از شیخ مدنیؒ کست چند کڑیاں ہیں جن کو جلانے سے خوشبو حاصل ہوتی ہے جیسے اگر بتی۔ اظفار میں کے ساحل پر ایک بندرگاہ کا نام ہے اور کست اولاً یہاں پہنچتا تھا۔ اس لئے اُسے کست اظفار و قسط اظفار کہتے تھے اور بعض نے کہا کہ اظفار طض بمعنی ناخن کی جھ سے یہ عطر کی ایک قسم تھی جو کہ ظفر انسان کی شکل پر تھی جسے بخور پر رکھا ہوتا تھا۔

نشیخ از شیخ زکریاؒ شرح کے نزدیک تاکد الطیب للماء عند الفلغ من الحيض کو بیان کیا ہے کہ حیض سے فراغت کے وقت حاضہ کو تاکیداً خوشبو استعمال کرنی چاہیے اور میرے نزدیک ترجمہ شارح ہے۔ چونکہ مسک کا لفظ آیا تھا اس لئے اس کی شرح فرمادی کہ اس سے خوشبودار ہے کسی خاص مسک کی تعیین نہیں البتہ بعض شوافعؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ مسک (کنسوری) لگانا متعین ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خوشبو استقرار حمل میں مجبب ہے ممکن ہے امام بخاریؒ کا مقصود شوافعؒ پر رد کرنا ہو۔ کنا من علی ان نجد علی میتہ الم اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ غیر زوج پر تین دن سے زیادہ احلاد اور سوگ کرنا جائز نہیں ہے رخصۃ النواخذ اس سے شرح کا قول ثابت ہوتا ہے۔ کست اظفار۔ کست خوشبو کو کہتے ہیں۔ اب رہ گیا اظفار تو یہ لفظ دو طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اظفار ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک خوشبو لگ کھاتی ہے۔ وہ ناخن کی شکل کی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اظفار کہتے ہیں دوسرے ظفار اگر ظفار مراد لیں تو یہ ملک میں ایک بندرگاہ کا نام ہے

باب ذَلِكَ الْمَوَاقِفُ نَفْسُهُ إِذَا أَطْمَهَرَتْ مِنَ الْحَيْضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَأْخُذُ
فِيهِ مَاءً مَّصْصَكَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَشْرَ الدَّمِ۔

ترجمہ، عورت جب اپنے حیض سے طہارت حاصل کرے تو اسے اپنا بدن ملنا چاہیے اور غسل کیے کرے کہ ایک ٹیکڑا پنہ خوشبودالالے کہ اس سے خون کے نشانات زائل کرے۔

حدیث نمبر ۳۰۳ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عُسَيْمٍ مِّنْ لُّمَيْضٍ فَأَمَّا هَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ حُذِرَ
فِرَاصَةً مِّنْ مَّسِكَ فَتَطْمَرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطْمَرِي بِهَا قَالَ تَطْمَرِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ
قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطْمَرِي فَأَجْتَدِ بَيْنَهُمَا رَأْيًا فَقُلْتُ تَتَّبِعِي بَيْنَهُمَا أَشْرَ الدَّامِرِ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلعم سے حیض سے غسل کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اسے حکم دیا کہ کیسے غسل کرے کہ کستوری کا ایک پنہ لے لے اور پہلے اس سے طہارت حاصل کرے اس عورت نے کہیں کیسے طہارت حاصل کروں آپ نے فرمایا کہ اس پنہ سے طہارت حاصل کرو اس نے پھر عرض کی کیسے؟ آپ نے تعجب کرتے ہوئے سبحان اللہ فرمایا طہارت حاصل کرو۔ تو حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا کہ اس پنہ خوشبو سے خون کے زائلات زائل کرو۔

تشریح: از شیخ مدنی "من مسك۔ مسك بفتح المیم کے معنی چڑے کے ہیں جو مشک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور مسك بکسر المیم کے معنی کستوری کے ہیں اس پر اگر شبہ ہو کہ عرب کے لوگ تنگی کی حالت میں ایسی قیمتی خوشبو لیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسك سودان سے آتا تھا اور عرب کے قریب واقع ہے۔ ان دنوں ذرائع نقل و حمل قلیل تھے۔ اس لئے قرب کی وجہ سے یہ کستوری عرب میں کثرت سے پائی جاتی تھی۔ اس لئے یہ باعث تعجب نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مسك کے معنی مطلق طیب اور خوشبو کے ہیں تیسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اہل عرب تنگی کی حالت میں تھے مگر جب امراء انھیں اپنی محبوبہ کی تعریف میں کہتے کہ اس کے بستر پر نفیث مسك یعنی کستوری کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ یا اس کے عروش سے مٹی خوشبو آتی ہے جیسے مسك کے ٹکڑوں سے خوشبو آتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مشک عرب میں کثیر الاستعمال تھی فططمری بھا اگر شبہ ہو کہ طہار مائع چیز سے حاصل ہوتا ہے خشک چیز سے طہار کیسے آسکتا ہے تو آپ نے جہاں کی وجہ سے راحت نہیں فرمائی سبحان اللہ کہا۔ بقصد یہ تھا کہ خوشبو کے ذریعہ بدبو کو زائل کرو۔

تشریح: از شیخ زکریا۔ اہم بخاری نے تنبیہا اشارہ مکمل شرح فرمادی کہ اس سے دلک مراد ہے تاخذ فرصۃ مسکہ یہ لفظ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ مسکہ باب فعال سے اور مستکہ باب تفصیل سے مسکہ کے معنی۔ بعض لوگوں نے پکڑے ہوئے کے بتلائے ہیں۔ مگر یہ بالکل مہمل ہے۔ کیونکہ

ہر کپڑا پکڑا جا سکتا ہے۔ اور بعض نے کہا مسکے کے معنی متبذلتہ کے ہیں معنی پرانا کپڑا کیونکہ نئے میں مناسبت ہے اور عثوثت کی وجہ سے محل مخصوص کے نرم ہونے کی بنا پر غراشس کا خوف ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ مسکے سے ہے جس کے معنی چڑے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چڑے کا کوئی ٹکڑا ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ چڑے کا ٹکڑا لے کر اس سے خون صاف کرے کیونکہ وہ خون بہت دن سے لگا ہوا ہونے کی وجہ سے نہایت سخت ہو جاتا ہے جس کے ازالہ کے لئے سخت شیئی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اسے زائل کرے۔ کیف تغسل اس جملہ سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ یہاں دکان مراد ہے۔ یہ کیف ان تیس ابواب میں سے نہیں ہے، جس میں مستقل کیفیت کو بتلانا ہوتا ہے۔ اور جن میں کسی تاریخی اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے بلکہ یہ تبعاً آگیا۔ امام نووی، قسطلانی، شیخ الاسلام زکریا انصاری نے مسئلۃ بضوالمیم الاولیٰ وفتح الثانیہ۔ فتح المبین المشددة جرم کیا ہے۔

باب غُسْلِ الْمَحِيضِ -

ترجمہ، حیض کا دھونا یا اس سے نہانا۔

حدیث نمبر ۳۰۴۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اغْتَسَلُ مِنَ الْحَيْضِ قَالَ خُذِي فِرَاسَةً مُمَسَّكَةً

وَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا ثُمَّ ارْأَيْ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَعَبِي فَأَعْرِضِي بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ تَوَضَّئِي بِهَا فَأَخَذْتُهَا فَعَزَّذْتُ بِهَا مَا خَابَرْتُهَا بِمَا يَرِيدُ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں حیض سے غسل کیسے کروں آپ نے فرمایا کہ ایک روٹی کا پتھر جسے خوشبو لگی ہوئی ہو وہ لے کر اسی سے تین مرتبہ وضو کر۔ پھر آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرم آگئی تو اس سے منہ پھیر لیا یا فرمایا کہ اس سے وضو کر۔ میں نے اس عورت کو پچھڑا کر اپنی طرف کھینچا اور جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے اس سے اس کو ماخبر کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ اس باب میں اور باب غسل دم الحیض دونوں میں

غسل بفتح الغین مصدر ہے۔ وہاں غسل یتاب، مراد ہے۔ اور یہاں غسل بدن، اور بعض کہتے ہیں کہ

غسل بضو الغین، اور دم الحیض کے غسل یا لغت ہے۔ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے وہاں

• غسل الدم کا ذکر تھا اور یہاں نفس غسل کا بیان ہے۔ اور میں نے کہا تھا کہ امام بخاری کے نزدیک غسل الجنابة اور غسل الحيض میں فرق ہے جیسا کہ حنابلہ اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ جنابتہ میں نقصان ضعیف بیضرہوں کا کھولنا ضروری نہیں۔ اور حیض میں ضروری ہے۔ امام بخاری اسی کو ثابت فرما رہے ہیں اور حنفیہ اور شوافع کے نزدیک دونو برابر ہیں۔

باب اِمْتِشَاطُ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ -

ترجمہ۔ حیض سے غسل کرنے وقت عورت کا لگھا کرنا۔

حدیث نمبر ۳۰۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَارِثِيُّ عَنْ عَدُوٍّ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْلَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ مَمْتَعًا وَلَوْ لَيْتُ الْهَدْيُ فَرَعَمْتُ أَمَّا حَاضَةً وَلَوْ تَطَهَّرْتُ حَتَّى دَخَلْتُ لَيْلَةَ عَرَفَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ لَيْلَةُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّمَا كُنْتُ مَمْتَعَةً بِعُمَرَةَ فَقَالَ لِمَا سَأَلَكَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَقْضِيَ رَأْسَكَ وَامْتِشِطِي وَأَمْسِكِي عَنْ عُمَرَ نَفَقَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتِ الْحَجَّ أَمَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُمَيْلٍ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَأَعْمَرَ فِي مَنَ اللَّتَنِ مَكَانَ عُمَرَ فِي اللَّيْلِ نَسَكْتُ - ترجمہ، حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں حجۃ الوداع کے موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے تمتع کیا لیکن حدی نہیں چلائی تھی۔ وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور میں اس وقت تک پاک نہ ہو سکی۔ یہاں تک عرفہ کی رات آ گئی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ عرفہ کے دن کی رات ہے اور میں نے عمرہ سے تمتع کر لیا تھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا کہ سر کے بال کھول دو۔ لگھی کر دو۔ اور اپنے افعال عمرہ سے رک جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب میں حج سے فارغ ہو گئی تو آپ نے میرے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو حصبتہ والی رات حکم دیا کہ وہ مجھے اس عمرہ کی بجائے جس کا میں نے احرام باندھا تھا تنیم سے عمرہ کرانے۔ حصبتہ جگہ کا نام ہے۔ اور قضا ایام منی کے بعد ہوئی۔ لیلۃ الحصبۃ چودھویں ذوالحجہ کی رات کہلاتی ہے۔ اسی میں وادی محصب میں قیام ہوتا تھا۔

باب نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَعْرَهَا عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْحَيْضِ -

ترجمہ، حیض سے غسل کرنے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنا۔

حدیث نمبر ۳۰۶ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَارِثِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَوَافِقِينَ

لَمَلَالٍ ذِي الْحَيَّةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهَلََّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهَلَّ
فَإِنَّهُ لَوْ لَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بِعُمْرَةٍ بِعُمْرَةٍ
وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَذْرَكْنِي يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا خَائِضٌ فَشَكُوتُ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِي عُمْرَتِكَ وَانْقَضِيَ رَأْسُكَ وَامْتَشِطْ وَأَهَلَّ
بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَضْبَةِ أَرْسَلَ مَعِيَ أَخِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فَرَجَعْتُ
إِلَى النَّبِيِّ فَأَهَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِي قَالَ هِشَامٌ وَ لَوْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ
هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا حِدْقَةٌ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آچکا تھا کہ ہمیں مدینہ سے نکلنے کا اتفاق ہوا
تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عمرہ کے احرام باندھنے کو پسند کرے وہ عمرہ کا احرام
باندھے۔ اگر آپ نے ہدی ساتھ نہ لی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ پس بعض نے عمرہ کا احرام باندھا
اور بعض نے حج کیا۔ میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا پس مجھے یوم عرفہ نے اس
حالت میں آیا کہ میں حلقہ تھی جس کی شکایت میں نے جناب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپ نے ارشاد فرمایا تو اپنا
عمرہ چھوڑے۔ سر کے بال کھول کر۔ کنگھی کر دو اور حج کا احرام باندھو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک
کہ جب لیلۃ الحضبۃ ہوئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمن کو بھیجا تو میں نے تنعیم کے
مقام پر پہنچ کر اپنے قصاص عمرے کی جگہ عمرے کا احرام باندھا۔ ہشام فرماتے ہیں کہ اس میں نہ ہدی اور
نہ روزہ اور نہ ہی صدقہ تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ لَوْ یَکُنْ فِی شَیْءٍ مِنْ ذَٰلِكَ هَدًی الْخ۔ لیکن یہ بہت مشکل ہے۔
اس لئے کہ اگر حضرت عائشہؓ قارنہ تھیں جیسے کہ شوافع کہتے ہیں تو پھر ہدی کا ہونا ضروری ہے اگر
مفردہ ہوں۔ جیسے کہ احناف فرماتے ہیں تو فسخ الحج الی العمرة کے لئے ایک ہدی ضروری ہے
تو پھر ہشام کا لَوْ یَکُنْ فِی شَیْءٍ مِنْ ذَٰلِكَ الْخ کہنا کیسے صحیح ہوگا۔ قارن اور متعین پر ہر حال لازم ہے۔
اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ دم شکر ہے یا غم جبر ہے۔ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ صحاح
ہی میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ منیٰ میں ہمارے پاس لحم بقر لایا گیا۔ ہم نے
پوچھا یہ گوشت کیسا ہے بتلایا گیا۔ ضعیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن انما جاء به روایت

بخاری کی ہے اور صحیح ہے۔ تو پھر لعینک من شیئ الخ کا مطلب یہ ہوگا کہ ہشام کو علم نہیں ہوگا امام نوویؒ اسے پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ روایت صحیحہ سے ثابت ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یوم خروج الی مکہ میں طواف نہیں کیا۔ غسل کیا۔ نقص راس اور امتشاط ہوا۔ ان تینوں چیزوں میں کوئی دم جنابتہ واجب نہیں ہوا آپ نے اس سال اس قسم کی جنایات کرائیں۔ مگر کوئی دم واجب نہیں فرمایا چنانچہ فہمہ الحج الی العمہ ہوا اس پر بھی کوئی دم واجب نہیں ہوا۔ اسی طرح تقدیم و تاخیر مناسک پر بھی دم واجب نہیں اس پر فہمہا کا اتفاق ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کی اس جنابت پر کوئی دم واجب نہیں ہوا۔ عدم علم کی وجہ سے وہ لوگ معذور تھے۔ مگر آج عدم علم کی وجہ سے کسی کو معذور قرار نہ دیا جائے گا کیونکہ من کان یذنباً فعلیہ فدیہ اور صدقہ فرمایا گیا۔ خواہ علم ہو یا نہ ہو۔ سرکھلا رہا تھا۔ جوں کر گنتی تو بھی سٹی بھراناج دینا پڑے گا۔ العرض حج میں قصد اذ بلا قصد جو بھی جنابت ہو جائے۔ تو اس پر صدقہ ہوگا قصد کے ساتھ تو گناہ بھی ہوگا۔ یہ عبادت عشق کے باب سے ہے۔ جس میں عاشق کو خوب تکلیف دی جاتی ہے۔ ثواب لعینک فی شیئ من ذلک الخ کہ فی ذلک السنۃ اس سال کوئی جزار اور صدقہ نہیں تھا۔ اور لفظ صدقہ دلالت کرتا ہے کہ جہت ارتکاب محظورات میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ اس لئے قرآن مجید میں صرف حدی یا صوم کا ذکر ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ کوئی چیز حد حدی کو نہیں پہنچی تھی۔ فی القرآن لبس الالہدیٰ والصور۔

باب قول اللہ عز و جل خَلَقْتَهُ وَخَلَقْتَ مِنْ عَنَانٍ مَخْلُوعَةٍ

ترجمہ، یعنی خلق تام اور ناقص کے بارے میں۔

حدیث نمبر ۳۰۷۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَزَنَدَرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَخَلَقَ بِالنَّارِ جِوَمًا مَلَكًا يَفْقَهُ مَا رُبَّ نُطْفَةٍ يَأْتِي مَلَقَةً يَأْتِي مَضْغَةً فَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَفْضُو نَظْفَةً قَالَ أَذْكَرُ أَمْ أُنْثَى شَيْئٌ أَمْ سَوِيٌّ فَمَا أَرَادَ قَالَ خَلَقَ فَكَتَبَ فِي بَيْتِكَ أُمَّ

ترجمہ، حضرت انسؓ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رحم (بچہ دانی) پر ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں جو کہتا ہے اے رب اب یہ نطفہ ہے۔ پھر کہتا ہے یا رب یہ علقہ ہے۔ گوشت کا ٹکڑا ہے پھر کہتے ہیں مضغہ ہے پھر اللہ تعالیٰ جب اس کی پیدائش کا فیصلہ فرمادیتے ہیں تو پھر فرشتہ کہتا ہے

نہ ہو یا مادہ۔ بدبخت ہو یا نیک۔ بخت پھر اس کی روزی اور اصل کیا ہوگا۔ تو یہ سب چیزیں فرشتہ لے مار کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔

خشیش از شیخ مدنی؟ یہ ترجمہ ایسا ہے کہ اس کو کتاب الحیض سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں چاہیے تھا کہ اسے کتاب التفسیر میں ذکر کیا جاتا ہے پہلے پہل ماں باپ کی منی نطفہ کی صورت میں رحم میں پڑتی ہے وہ رحم کی حرارت کی وجہ سے متغیر ہونے لگتا ہے۔ اور دم حیض جو غذا کے لئے ہے اس سے بھی تغیر ہوتا ہے۔ تو پہلے خون مجھ ہو جاتا ہے۔ اعصاب، ہڈیاں وغیرہ کی بنا ابتدا سے ہی ہوتی ہے۔ بڑھتے بڑھتے تین ماہ تک تمام الخلقہ ہو جاتا ہے۔ پھر روح حیوانی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے درمیان فرشتہ ہر چلنے پر لجاجت طلب کرتا ہے۔ یا رب هذه علقہ اگر حکم ہوا تو فحشاء و نفاق کر دیتا ہے۔ جب نین چلے پڑے ہو گئے تو پھر پوچھتا ہے یا رب یہ تمام الخلقہ ہو گا یا نہ پھر تمام الخلقہ کے مراتب مختلف ہیں اس کے بعد روح ڈالی جاتی ہے جس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں کہ روح کے جسد میں ڈالنے سے ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے وزیر کو قید خانہ میں ڈالنے سے تکلیف ہوتی ہے مگر حکم ازیری ملنے سے کوئی چارہ کار نہیں ماں کے پیٹ میں بچے کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ سر گھٹنوں کے درمیان ہے ہاتھ پیر جکڑے ہوئے جس حالت پر انسان آج چار منٹ نہیں بیٹھ سکتا۔ ماں کے پیٹ میں اس حالت پر رہی ہے۔ دنیا میں آنے پر روتا ہے۔ پھر بھی بول نہیں سکتا۔ مرنے پر تو ہمیں تکلیف محسوس ہوتی ہے حالانکہ صوفیاء فرماتے ہیں کہ موت کے بعد روح کو زیادہ وسعت ملتی ہے۔ اس وقت سے کہ جو جین کو پیدائش کے بعد ہوتی ہے۔ الحاصل جو مخلقہ ہوگا اس کی تنہیم کے لئے حیض کی ضرورت ہے اس حالت میں حیض نہیں آتا۔ ایسی حالت میں جو خون نکلے وہ امام صاحب کے نزدیک استخاضہ ہے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ بھی امام اعظمؒ اور امام احمدؒ کے ساتھ ہیں۔ امام شافعیؒ اسے حیض کہتے ہیں امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں۔ تو امام بخاریؒ اس ترجمہ سے بے نیاز ہوتے ہیں کہ جب مخلقہ کی تنہیم کی ضرورت ہے دم حیض اس پر صرف ہوگا۔ خون آنا بند ہو جاتے گا۔ جو خون آئے وہ استخاضہ ہوگا مصنف اس پر متنبہ کرنے کے لئے یہ ترجمہ قائم فرماتے ہیں جس سے امام صاحب کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

خشیش از شیخ ذکر کیا اس باب کی غرض شراح کے نزدیک آیت کی تفسیر کرنا ہے۔ مگر اس وقت یہ مسئلہ کتب التفسیر کا بن جلے گا جس پر شاہ دلی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے

بیان فرما رہا۔ اور این بطلان کی رائے ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ حاملہ کو حیض آتا ہے یا نہیں خفیہہ اور متبادلہ کہتے ہیں کہ نہیں آتا ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ آسکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے قول اڈل کی تائید فرمائی ہے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ روایت میں حیض کے آنے یا نہ آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ بچہ خواہ وہ تامل الخلق ہو جو مختلفہ کے معنی ہیں یا ناقص الخلق ہو جو غیر مختلفہ کے معنی ہیں۔ تو اب جب پیدا ہوگا تو اس موقع پر جو خون آئے گا وہ دم نفاس ہوگا۔ اس لئے کہ بعد ولادتِ ولد جو خون آتا ہے وہ نفاس کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیوں کہ ناقص بھی ولد کہلاتا ہے یا رب نطفہ یہ چالیس دن تک کہتا ہے پھر یا رب علقہ بھی چالیس دن تک کہتا ہے جب نطفہ علقہ بن جاتا ہے اور جب علقہ مضغ بن جاتا ہے۔ تو اسی طرح چالیس دن تک یا رب مضغ کہتا رہتا ہے۔ صوفیا، کام نے چلہ کئی کو اسی سے مستنبط کیا ہے۔ کیونکہ ایک چلہ کے اندر تغیر ہو جاتا ہے اور تین چلے میں تکمیل خلقت ہو کر جان پڑ جاتی ہے اسی لئے تبلیغ دالے بھی تین تین چلے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ اس سے دین کی جان پڑ جائے گی اور علما سے سات چلے کہ اس سے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گا۔ فی کتب فی بطن امم آدمی کی سادات اور شفاوت ایک درق یا تختی پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈالی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَكُلُّ انسان التماس طائفة فی عنقه الآية ح

پڑا سوڈن تھا ملک عدم میں : نہ پڑوں تھا دنیا کے غم میں ، قالہ الشیخ مدنی

باب کیف تہلُ الحائضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

ترجمہ، حائضہ حج اور عمرہ کا احرام کیسے باندھے۔

حدیث نمبر ۳۰۸۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَمَدَّ مِنَّا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَامَ بِعُمْرَةٍ وَكَوَيْهْدٍ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَامَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ نَحْرُهُمْ بِهِمْ وَمَنْ أَهَلَ بِحَجٍّ فَلْيَتَوَضَّعْ حَجَّهُ قَالَتْ فَحُضْتُ فَلَمَّا زَلَّ حَائِضًا حَتَّى كَانَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَكَوَيْهْدٍ رَأَى لَا بِعُمْرَةٍ فَأَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْضِيَ رَأْسِي وَأَمْتَشِطُ وَأَهْلُ بِالْحَجِّ وَانْتَوَيْتُ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذَلِكَ حَتَّى قَضَيْتُ حَجَّتِي فَبَعَثَ مَعِيَ عَبْدًا لِرَحْمَنِ بْنِ أَبِي مُؤَيْتٍ

فَاَمَرَ فِي آثَانِ عَائِشَةَ مَكَانَ عُمَرَ قَبْلَ مَنَ التَّنْعِيمِ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور بعض وہ تھے جنہوں نے صرف حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ معظمہ میں پہنچے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اور حدی نہیں چلائی تھی وہ تو حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا کہ حدی بھی چلائی تھی۔ وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قربانی کا جانور ذبح کر کے حلال نہ ہو جائے۔ اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ وہ اپنے حج کو پورا کرے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں حائضہ ہو گئی اور اس وقت تک حیض سے رہی یہاں تک کہ یوم عرفہ آگیا اور میں نے تو صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں سر کے بال کھول کے گلگلی کر دوں اور حج کا احرام باندھوں عمرہ چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا یہاں تک کہ میں حج سے فارغ ہو گئی۔ تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے عمرہ کی بجائے مقام تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھوں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ روایت نے بتلادیا کہ غسل کر کے احرام باندھے اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حائض کے لئے ظاہر یہ ہے کہ نزدیک احرام کے واسطے غسل کرنا واجب ہے اور اگرچہ کے نزدیک تنظیف کے لئے ہے۔ ظاہر یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس غسل سے پاکی تو حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا جو امر فرمایا ہے وہ تعبدی ہوگا۔ لہذا غسل واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب غیر حائض کے لئے مستحب ہے تو حائض کے لئے بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگا۔ یہ جو تھا باب ہے جو کیف کے ساتھ شروع ہوا۔ اھل بالحج والعمرة اس جملہ کو ذہن نشین کر لو کتاب الحج میں کام دے گا کیونکہ اس سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے۔

باب اِقْبَالِ الْمُحِیْضِ وَ اِذَا بَارَكَ وَ كُنَّ نِسَاءً تَبَعْنَهُنَّ اِلَى عَائِشَةَ بِالْوَرَجَةِ
فِيهَا اَنْكُرُ سَمْتُ فِیْهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُولُ لَا تَعْجَلْنَ حَتَّى تَمُرْنَ بِالنَّصَةِ الْبَيْضَةِ شَرِیْدُ
يَذَلُّكَ الطُّهْرُ مِنَ الْحَيْضَةِ وَ يَكْفِي بِنْتِ زَيْدٍ بِنْتُ ثَابِتٍ اَنَّ نِسَاءً يَذْعُمُونَ بِالنَّصَةِ مِنْ
جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْطُرْنَ اِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هَذَا وَ عَابَتْ عَلَيْهِنَّ -

ترجمہ، حیض کا آنا اور جانا۔ مدینہ کی عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس وہ ڈبیہ بھیجا کرتی تھیں جس میں کپاس کا پنبہ ہوتا تھا جس میں خون کی زردی لگی ہوتی تھی۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کرو جب تک چمنے کی طرح سفید پانی نہ دیکھ لو۔ مقصد یہ تھا کہ جب تک حیض سے پاک نہ ہو جاؤ۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ عورتیں آدھی رات کو چراغ منگا کر اپنے گھر کو دیکھتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ عورتوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے گویا کہ ان کے اس فعل کو میہوب سمجھا۔

حدیث نمبر ۳۰۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا طَمَعَتْ وَنَعَتْ أَفْ جَبِيْنِي كَمَا نَتَّ تَمَسَّخُ فَمَا لَتَّ الْبَيْتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي لَوْ جَوَّيْتُ لَيْسَتْ بِالْبَيْتِي فَذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَذِي الصَّلَاةِ وَإِذَا أُذْبِرَتْ وَأُغْتَسِلَ وَهَبَتْ -

ترجمہ، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جیشؓ استحاضہ میں مبتلا ہو گئیں تو اس کے بالے میں انہوں نے جناب نبی اکرمؐ صلم سے دریافت فرمایا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جب چلا جائے تو غسل کرو اور نماز پڑھو

تشیخ از شیخ زکریا۔ اقبال کے معنی لغت میں آگے آنا۔ اور ادبار کے معنی پیچھے جانا جیسا کہ خاقانی جملہ ادا میں معلوم ہو چکا۔ اس میں اختلاف یہ ہے کہ اس کی حقیقت شرعیہ کیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقبال حیض کے معنی ایک خاص قسم کے خون مثلاً دم اسود کا آجانا۔ اور ادبار کے معنی اس دم اسود کا چلا جانا ہے اور وہ حضرات اسی اقبال و ادبار کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور سنن کی روایات میں جو ہما سود یعرف وارد ہے اس سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ روایات اسی معنی میں نص نہیں ہیں۔ لہذا اس معنی پر اس کو حمل نہ کیا جائے اور جہاں وہ روایت آئے گی۔ وہاں تم کو اس کی توجیہ بھی معلوم ہو جائے گی حنفیہ فرماتے ہیں کہ لون کا حیض کے اندر کوئی اعتبار نہیں۔ مدار ایام پر ہے۔ ان روایات کی بنا پر جن میں فاذا ذهب قد دھا ہے جیسے ابو داؤد اور نسائی میں ہے اور مالک کے نزدیک حنفیہ کے بالمقابل صرف تمیز اور لون کا اعتبار ہے ایام کوئی چیز نہیں۔ ان روایات کی بنا پر جن میں لون کا ذکر ہے۔ اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جملہ این روایات دونوں کا اعتبار ہے اس کے بعد جہاں کہیں لون اور ایام کے اندر اتفاق ہو جلتے۔ وہاں ائمہ کے نزدیک مدت حیض میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک ایام کی بنا پر مالک کے نزدیک لون کی بنا پر اور

شافیہ اور خٹابہ کے نزدیک دونوں کی بنا پر لیکن جہاں کہیں اختلاف ہو جائے۔ تو خٹابہ ہمارے ساتھ ہیں شافعیہ مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ لا تعجلن الخ اس سے بھی حنفیہ کی تائید اس پر ہوتی ہے کہ لون کا کوئی اعتبار نہیں قصہ بیضا اس سفید پانی کو کہتے ہیں جو اختتام حیض کے بعد نکلتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ردنی وغیرہ تری کو پاک کہے۔

باب لا تقضوا لحائض الصلوة وخال جابر بن عبد الله و أبو سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم
تَدْعُ الصَّلَاةَ ترجمہ، حائضہ نماز کو قضا نہ کرے حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابوسعید
رضی اللہ عنہما جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حائضہ نماز کو چھوڑ دے

حديث نمبر ۳۱۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَدَّثِيُّ مُعَاذَةً أَنْ أَمْرًا قَالَتْ
بِعَاشَةِ أَتَجَزِي إِيَّاهُ مَا صَلَوَتُهَا إِذَا أَطْلَعَتْ فَقَالَتْ أَحْمَدُ وَرِيَّةُ أَنْتِ قَدْ كُنَّا نَحْفَظُ
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ أَمْرُنَا بِهِمْ أَوْ قَالَتْ فَلَا نَنْفَعُهُ

ترجمہ، حضرت معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم سے کسی ایک کو اس کی وہ نماز کافی ہو جائے گی جبکہ وہ پاک ہو جائے یعنی اسے قضا کرے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا تو مرد پر ہے یعنی خارجیہ ہے۔ جن کے نزدیک حائضہ کو نماز بھی قضا کرنی چاہیے۔ ہمیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حیض آتا تھا۔ لیکن آپؐ یہیں قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز قضا نہیں کیا کرتی تھیں۔ مرد و اکوفہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے جہاں پر خاریجیوں کا پہلا اجتماع ہوا تھا تستیج از شیخ زکریا۔ باب ترک الحائض الصوم میں شرح کا قول نقل کر چکا ہوں اور اپنی رائے بھی وہاں بیان کر دی ہے کہ چونکہ صلوٰۃ اور صوم احکام میں مختلف ہیں۔ اس لئے مصنفؒ نے الگ الگ باب باندھا۔ اور قضا صلوٰۃ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں حرج ہے اور صوم میں حرج نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ حیض صوم کے منافی نہیں ہے۔ بخلاف صلوٰۃ کے کہ وہ حیض کے منافی ہے اس لئے کہ صوم میں طہارت شرط نہیں ہے اور صلوٰۃ میں شرط ہے اور روایت انت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجماعاً انت کہہ کر اخراجیۃ انت مراد لی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خواجہ نئے نئے مسائل بتلاتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ چیز قرآن میں نہیں یہ نہیں اس لئے انہوں نے پوچھا کہ یہ جو نیا مسئلہ تو بتلا رہی ہے کیا تو خارجیہ ہے جن کے نزدیک حائضہ پر نماز کی قضا واجب ہے۔

باب التَّوَمُّعِ مَعَ الْحَاظِبِ وَهِيَ فِي شَيْءٍ جَمًّا

ترجمہ، حالتہ کے ساتھ سونا کیسا ہے جبکہ وہ اپنے حیض کے کپڑوں میں ہو۔

حدیث نمبر ۳۱۱ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الزَّيْنَبِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَنَّهُ أَمَرَ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضَّتُ وَأَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَيْلَةِ فَأَسْلَمْتُ فَحَرَّجْتُ مِنْهَا فَأَخَذْتُ زِيَّابَ حِجْزِي فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَسْتَ قُلْتُ لَمْ عَرَفْتُ مَا فِي قَادِخَلِي مَعِيَ فِي الْخَيْلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُهَا وَمَوْصَا بِحَوْزٍ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأْسَاءِ قَادِخَلٍ الْجَنَاحَةِ -

ترجمہ، حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شمش چادر میں تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ تو میں آہستہ سے کھسکی اور اس چادر سے نکل گئی اور اپنے حیض والے کپڑے لے کر پہن لے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے حیض آگیا ہے میں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلا کر پھر اسی چادر میں اپنے ساتھ داخل کر دیا نیز حضرت ام سلمہؓ یہ بھی بیان فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں ان کو بوسہ دیا کرتے تھے اور یہ کہ میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تھے۔

تشیع ایشیخ زکریا چونکہ ابو داؤد شریف میں لحدیث یعنی ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ زمانہ حیض میں ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہیں جاتی تھیں۔ تو امام بخاری نے ان پر رد فرما دیا۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ وہاں عدم دنو ازواج مطہرات کی طرف سے تھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قریب کر لیتے تھے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب عورت کو حیض آتا تھا تو اس کا مزاج چڑھتا ہوا ہوتا ہے اور شوہر کا قرب نہیں چاہتی۔

باب مَنِ اتَّخَذَ زِيَّابَ الْمَحِيضِ سَوِيًّا زِيَّابَ الطَّهْرِ

ترجمہ، باب اس عورت کے بلے میں جو طہر والے کپڑوں کے علاوہ حیض کے کپڑے بنائے۔

حدیث نمبر ۳۱۲ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هُذَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْطَجِعَةً فِي الْخَيْلَةِ حِضَّتُ فَأَسْلَمْتُ فَأَخَذْتُ زِيَّابَ حِجْزِي فَقَالَ أَنْفَسْتَ قُلْتُ لَمْ عَرَفْتُ مَا فِي قَادِخَلِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَيْلَةِ -

ترجمہ، حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ اس اثنا میں کہ میں جناب اکرم مسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ تو میں نے وہاں سے کھسک کر اپنے حیض کے کپڑے لے کر پہنے آپ نے فرمایا کیا تجھے حیض آگیا میں نے کہا ہاں تو آپ نے مجھے بلا کر اپنے ساتھ چادر میں لٹایا۔
تشریح از شیخ زکریا اگر کوئی عورت حیض کے لئے دوسرا کپڑا بندھے تو کیا مکرم ہے۔ امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرماتے ہیں کہ یہ اسراف میں داخل نہیں، فاخذت ثیاب خفیضتی اس روایت کی وجہ سے میں نے باب هل تصلی المرأة میں لکھا تھا کہ چونکہ یہاں دو کپڑوں کی روایت ہے اور وہاں ایک ہے اس لئے امام بخاریؒ نے حل کے ساتھ ترجمہ باندھ دیا۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی رات کے لئے دوسرے کپڑے لے لے تو جائز ہے

باب شُمُودِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِينَ وَیَعْتَذِرُونَ الْمَصْلٰی۔

ترجمہ، حائضہ کا عیدین کی نماز اور مسلمانوں کی دعوت میں حاضر ہونا اور عید گاہ سے الگ رہنا۔
حدیث نمبر ۳۱۳۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَائِقَ أَنْ يَخْرُجَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتْ امْرَأَةٌ فَكَانَتْ قَصْرَ بَنِي خَلْفٍ فَدَثُّتْ عَنْ أُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَنَامًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ عَزَّةً وَقَالَتْ أُخْبِنِي مَعَهُ فِي سِتِّ قَالَتْ فَكُنَّا نُدَاوِي الْأَكْلَى وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى فَكَانَتْ أُخْبِنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَى إِيحْدَانًا مِنْ إِذَا كُنَّا يَكُنُّ لَهَا جَلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ لِنَلْبِسْهُمَا صَاحِبَتُهُمَا مِنْ جَلْبَابِهِمَا وَلِنَشْمِدَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ مَطِيَّةَ سَأَلَتْهُمَا أَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا بَنِي نَعْمَ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ رَأَتْ قَالَتْ يَا بَنِي سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَحْوِيهِ الْعَوَائِقُ وَذَوَاتِ الْمَسَدِ وَذَوَاتِ الْحَيْضِ وَلِنَشْمِدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعْتَزِلُ الْحَيْضُ الْمَصْلٰی قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحَيْضُ فَقَالَتْ أَكَيْتُ تَشْمِدُ حَرَمًا وَكَذَا وَكَذَا۔

ترجمہ، حضرت حفصہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ہم نوجوان عورتوں کو عیدین میں حاضر ہونے سے روکا کرتی تھیں چنانچہ ایک عورت بصرہ کے قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی۔ اور اپنی بہن کی طرف سے حدیث بیان کی اور ان کی بہن کا خاوند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جنگوں میں شامل

ہمزہ استفہام ہے۔ الف تملیف کے ساتھ مل کر باباً بالند ہو گیا۔ ایست تشہد عرفۃ یعنی عرفہ وغیرہ میں حاضر ہو سکتی ہے۔ توصلیٰ کی حاضری میں کیا اشکال ہے

باب اِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثَ حَيَضٍ وَمَا بَصَدَّ قُلْتُ لَأَتِيَنَّ فِي الْحَيَضِ وَالْحَمْلِ فِيمَا يُحْكِنُ مِنَ الْحَيَضِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَكْتُمَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَدَامَتِهَا وَلَا يَدُّ كَرَاهٍ عَنْ عَلِيٍّ وَشَرِيحٍ أَنَّ جَاءَتْ بِبَيْتَةٍ مِنْ بَطَانَةِ أَهْلِهَا مَضَى يُرْضَى دِينُهُ أَمَّا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صَدَقَتْ وَقَالَ عَطَاءٌ أَفْوَءُهَا مَا كَانَتْ وَجِهَ قَالَ إِبْنُ هَيْمٍ وَقَالَ عَطَاءُ الْحَبِصُ يَوْمَ مَالِي خُمُسَةً عَشْرًا وَقَالَ مَعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ بَنِي سَيْبِ بْنِ عَنِ الْأَصْرَاقَةِ تَرَى الْمَرْءَ بَعْدَ قُرْبَاهَا بِخُمُسَةِ أَيَّامٍ قَالَ النَّسَاءُ أَعْلَهُ يَذَلُّكَ -

ترجمہ، باب اس عورت کے بارے میں جس کو ایک مہینہ میں تین حیض آئیں۔ اور ان امور کے بارے میں جن میں عورتوں کی بات کو سچا سمجھا جانے کا یعنی حیض اور حمل میں لیکن جہاں حیض ممکن ہو۔ بوجہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ترجمہ کہ عورتوں کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں پیدا کیا ہے۔ اور حضرت علیؓ اور شریح سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاندان کے اُن خواص میں سے جن کا دین پسندیدہ ہے اس بات کے گواہ پیش کر دے کہ ایک مہینہ میں اسے تین حیض آئے ہیں تو اس کی بات کو سچا سمجھا جائے گا۔ اس طرح حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حیض جیسا بھی ہو اس کی مدت مقرر نہیں ہے اور ابراہیم نخعی بھی اسی کے قائل ہیں اور عطاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ حیض کی مدت ایک دن سے لے کر پندرہ دن تک ہے اور سمتر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے اس عورت کے بارے میں پوچھا کہ جو عورت اپنے حیض کے پانچ دن بعد خون دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا کہ عورتیں ان معاملات کو ہم سے زیادہ جاننے والی ہیں۔

خشیخ از شیخ مدنی۔ قلت اور کثرہ ایام حیض ہیں امام بخاریؒ۔ امام مالکؒ کے ساتھ ہیں کہ اس کا کوئی تحدید نہیں کسی بھی تعبیر ہو جاتی ہے۔ امام شافعیؒ اقل حیض یوم و لیلۃ اور اکثر خمسہ عشر کو قرار دیتے ہیں۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اقل مدت حیض تین دن تین رات ہے۔ اور اکثر مدت کس دن ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت یومین و لیلۃ من یوم ثلاثہ قمریہ میں قمر کے معنی اگر حیض کے

ہوں جیسے امام اعظمؒ اور امام احمدؒ لیتے ہیں۔ تو تین حیض ساٹھ دن سے کم میں نہیں ہوگا۔ اور اگر قرۃ کے معنی طہر کے ہوں جیسے امام شافعیؒ لیتے ہیں۔ تو ۳۲ دن ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک ۲۹ دن سے کم میں ثلاثہ قرو۔ پورے نہ ہوں گے۔ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ اقل حیض ایک ساعۃ بھی ہے۔ تو ثلاثہ ساعات میں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ مگر جبکہ اس کا دعویٰ ممکن بھی ہو۔ معنی حمل اور حیض میں جو اس کی عادت ہو۔ اس پر محمول کیا جائے گا اگر ممکن الوقوع نہ ہو۔ تو پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ مگر جبکہ اس کا دعویٰ ممکن بھی ہو۔ یعنی حمل اور حیض میں اس کی عادت ہو۔ اس پر محمول کیا جائے گا اگر ممکن الوقوع نہ ہو۔ تو پھر اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ حضرت شریحؒ کو فر کے قاضی تھے۔ بہت سمجھدار شخص ہیں حضرت عمر بنی کے عہد سے لے کر جلال بن یوسف کے زمانہ تک قاضی کے عہدے پر فائز رہے ہیں اور اہل فارس کی ایک زمانہ میں میں پر حکومت رہی ہے۔ جبکہ چند قیدیوں نے جا کر حبشیوں پر حملہ کیا تھا۔ اور فتح پائی تھی۔ قاضی بھی ان میں سے ہیں بطانۃ اندر کے پڑے کو کہتے ہیں چونکہ اس اثر کے ثبوت میں کمزوری ہے اس لئے بذکر کہا گیا۔ اور قاضی شریحؒ کے فیصلے نہایت حیرت انگیز ہوتے تھے۔ خال عطا و اخلا تھا ماکانت یہ اقوال تابعین امام اعظمؒ پر حیرت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کے پاس روایات ہیں جن کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ ضعف سے خالی نہیں۔ مگر تعدد طرق سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہیں۔ اس لئے امام صاحب اقل حیض ثلاثہ ایام و اکثر عاشرۃ ایام کے قائل ہیں۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ اس باب میں اصل جملہ وما یصدق النساء سے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس چیز کا باب ہے جس کے اندر عورتوں کی بات کی تصدیق کی جاتی ہے۔ حیض اور حمل کے بارے میں مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت کسی ایسی بات کا دعویٰ کرے جو اس سے معلوم ہو سکتی ہے۔ مثلاً حیض یا حمل اور اس کا دعویٰ اس کی تکذیب نہ کرتا ہو۔ تو اس کا قول اس میں معتبر ہوگا لیکن اس سے پہلے اذا احتجت فی شہر ثلاث حیض ذکر فرما دیا۔ اس کے مہتمم بالشان اور کثیر الاختلاف ہونے کی بنا پر چونکہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ مجھ کو ایک ہی ماہ میں تین حیض آگئے تو اب اس کا قول معتبر ہوگا یا نہیں امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ معتبر ہوگا اس لئے اس کو ذکر فرما دیا۔ اب اندر اربعہ کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اقل مدت کون سی ہے جس کے اندر اگر عورت انصافاً مدت کا دعویٰ کرے تو اس کا قول معتبر ہوگا۔ امام احمدؒ سے مشہور ہے کہ ۲۸ دن اور دو دلفظے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لفظات ہیں اور امام شافعیؒ

کے نزدیک ۳۲ دن اور غلطیوں میں اور امام اعظمؒ کے نزدیک ۶۰ دن ہیں۔ اور صاحبین کے نزدیک ۳۹ دن ہیں اور یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے۔ وہ یہ کہ اقل مدت حیض اور اکثر مدت حیض کیا ہے۔ اور اقل مدت طہر کیا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک اقل مدت حیض ایک دن ہے۔ اور اکثر پندرہ دن ہے۔ اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اقل مدت حیض کچھ نہیں ایک لمحہ بھی ہو سکتا ہے اور اقل مدت طہر امام احمدؒ کے نزدیک تیرہ دن ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پندرہ دن ہیں تو جب امام احمدؒ کے نزدیک اقل مدت حیض ایک دن ہے۔ اور اقل مدت طہر تیرہ دن ہے تو اب انقضائے عدت کی اٹھائیس دن اور غلطیوں کے اندر یہ صورت ہوگی کہ ایک لمحہ وہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور پھر ایک دن اقل مدت حیض اور پھر تیرہ دن اقل مدت طہر مجموعہ چودہ دن اور ایک لمحہ ہو گیا۔ پھر ایک دن اقل حیض اور تیرہ دن اقل طہر اور ایک لمحہ حیض کا جس کے اندر وہ طہر ختم ہوا۔ یہ بھی چودہ دن اور ایک لمحہ ہو گیا۔ مجموعہ اٹھائیس دن اور دو لحظات ہو گئے۔ اور چونکہ ان کے نزدیک عدت بالا طہر ہوگی۔ لہذا ایک لمحہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور اس کے بعد تیرہ دن ایک دن کا فاصلہ دے کر اور پھر تیرہ دن درمیان میں ایک دن کا فاصلہ دے کر مجموعہ تین طہر ہو گیا۔ اور مالکیہ کے نزدیک تیس دن اور اربع لحظات اس طرح ہوں گے کہ ایک لمحہ طہر جس میں طلاق دی۔ پھر ایک لمحہ حیض ایک دن کی بجائے جو خابہ کے یہاں ہے۔ اور پھر پندرہ دن اقل طہر اور پھر ایک لمحہ حیض پھر پندرہ دن طہر پھر ایک لمحہ حیض جس کے اندر طہر ثالث ختم ہوا۔ پندرہ پندرہ مل کر تیس ہو گئے جو اقل طہر ہیں اور ایک لمحہ اقل طہر کا جس کے اندر طلاق دی ہے اور تین لحظات حیض کے مجموعہ تیس دن اربع لحظات ہو گیا اور شوافع چونکہ اقل طہر میں مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ اور اقل حیض میں خابہ کے ساتھ اس لئے پندرہ پندرہ دو طہر ہو کر تیس یوم ہو گئے؛ اور دو دن درمیان میں حیض کے اب سب مجموعہ ۳۲ ہو گیا۔ اور ایک لمحہ طہر جس کے اندر طلاق دی۔ اور ایک لمحہ حیض جس کے اندر طہر ثالث ختم ہوا۔ اب مجموعہ ۳۲ دن اور دو لحظات ہو گئے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ چونکہ عدت بالحنیض ہوگی۔ اور اقل مدت حیض تین دن اور اقل مدت طہر پندرہ دن ہیں لہذا تین حیض کے مجموعہ ایام نو دن ہو گئے۔ اور درمیان میں دو طہر پندرہ پندرہ دن کے تیس ہو گئے اس طرح اب مجموعہ ۳۹ دن ہو گئے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ دو نوجانب اقل ہی مراد لیا جائے طہر کے اندر بھی اور حیض کے اندر بھی۔ بلکہ ایک طرف اگر اقل ہوگا تو دوسری طرف اکثر چونکہ اکثر طہر کی کوئی حد نہیں اس لئے اکثر حیض لیں گے۔ چونکہ عدت بالحنیض ہے لہذا تین حیض اکثر مدت کے اعتبار سے ۳۰ دن ہو گئے

کیونکہ اکثر مذمت حیض کس دن ہے۔ اور درمیان میں دو اقل طہر کے تیس دن ہو گئے۔ اب کل مجموعہ ساٹھ ہو گیا۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امام بخاریؒ نے جو ایک ماہ کے اندر انقضائے عدت کو بیان فرمایا ہے۔ وہ مخالفہ اور مالکیہ کے مذہب پر تو صادق آئے گا۔ لیکن حنفیہ اور شافعیہ کے مذہب پر ایک ماہ کے اندر انقضاء عدت نہیں ہو سکتا۔ بقول اللہ تعالیٰ وَلَا يَحِلُّ لهنَّ اَنْ يَكُنَّ مَخْلَقِ اللّٰهِ فِي اَنْحَا جِئْنَ آيَتِ تَرْفِيْعِ سے ان عورتوں کے قول کے منبر ہونے پر استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مافی الارحام کے کتمان کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اگر ان کے قول کا اعتبار ہی نہ ہوتا۔ تو اس کے کتمان کی تحریم کا کیا فائدہ خواہ وہ کتمان کریں یا ظاہر کریں۔ قال عطاء اقرأوا ما كانت معنی ہم کوئی مدت مقرر نہیں کر سکتے جو اس کو آتا ہو وہی اس کا حیض ہے۔ چاہے جتنے دن بھی آئے۔ الحيض يوم احدى خمسة عشر يوما قل ایک دن ہے اور اکثر پندرہ دن ہیں قال النساء اعلو بذالك معنی پانچ دن بھی ہو سکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۱۴ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حَبِيبٍ سَأَلَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ رَأَيْتُ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَخَافُ أَنْ أَفْطِرَ فَقَالَ لَا إِنَّ ذَلِكَ عَرَفٌ وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدْ رَأَى مَا لَكِي كُنْتُ تَحِيضِينَ فِيهَا شَوْءٌ افْتَرَسَ وَحَلَّتْ (والمحدث)

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیب نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں مستحاضہ ہوں پاک نہیں رہ سکتی کیا میں نماز چھوڑ دوں آپ نے فرمایا نہیں یہ تو رنگ کا خون ہے لیکن تو اتنے دنوں کی مقدار نماز کو چھوڑ دے جتنے دن تجھے حیض آیا کرتا تھا پھر غسل کر کے نماز پڑھ لے۔

تشریح، او شیخ زکریا، دعی الصلوة قدر الایام الخ یہ جملہ حنفیہ کی تائید ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک عادت معتبر ہے، رنگ اور تمیز کا کوئی اعتبار نہیں یہ روایت ان کے خلاف ہے جس روایت میں اقبال اور ادبار آتے اس سے تمیز نہ گئے تاہم استدلال کرتے ہیں کہ اقبال سے مراد یہ ہے کہ رنگ ممتاز ہو جائے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ نسائی میں کثرت سے روایات ہیں جو عادت کے اعتبار پر دلالت کرتی ہیں۔

باب الصَّفْرَاءُ وَالْكُدْرَةُ فِي غَيْرِ أَيَّامِ الْحَيْضِ

ترجمہ، ایام حیض نہ ہوں اس میں خون میں زردی اور مٹیالے بن کا کیا حکم ہے۔ حدیث نمبر ۳۱۵ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعْدُ

الْمَكْدُونَةِ وَالصُّفْرَةِ شَيْئًا (الحديث)

ترجمہ، حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہم میلان اور زردی کو کچھ بھی اعتبار نہیں کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ سابق میں حضرت عائشہؓ کا قول حتی تزین القصہ البیضا گزر چکا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر لون حیض ہو۔ وکتاہ لعدا لکدرۃ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیض کا لون نہیں ہے لہذا امام بخاریؒ نے دونوں کی جمع کی طرف اشارہ فرما دیا۔ جیسا کہ ان کا طریقہ ہے کہ روایات مختلفہ کو ترجمہ سے جمع فرماتے ہیں تو بولوں جمع فرمایا کہ کدرۃ اور صفرة کا اعتبار نہ کرنا یہ غیر ایام حیض کے اندر تھا۔ اور حتی تزین القصہ الخ یہ ایام حیض کے اندر ہے تو حدیث باب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تمیز لون وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ بلکہ عادت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ ہمارا مذہب ہے۔

باب عَرَفَ الْإِسْتِحَاظَةَ۔

ترجمہ، استحاضہ رگ کا خون ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۶ حَدَّثَنَا إِبْنُ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي الصُّنْدُورِ الْخَزَنَدِيِّ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ أُسْتُحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ هَذَا عَوَقٌ فَكَأَنْتِ تَغْتَسِلِينَ بِكُلِّ صَلَوةٍ۔

ترجمہ، حضرت عائشہؓ رضہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ سات سال تک استحاضہ میں مبتلا رہیں۔ تو انہوں نے اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ غسل کرتی رہے اور فرمایا کہ یہ رگ کا خون ہے پس وہ نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریا، چونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ استحاضہ بگڑا ہوا حیض ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ رگ کا خون ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں بلکہ استحاضہ اس رگ سے متعلق ہے جو رحم کے اندر لگی ہوئی ہے

باب الْمَرْأَةُ تَحِيضُ بَعْدَ الْإِسْتِحَاظَةِ۔

ترجمہ، طواف افاضہ کے بعد عورت کو حیض آجائے تو اس کا کیا حکم ہے

حدیث نمبر ۳۱۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ الْخَزَنَدِيِّ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ حَيْضِي

بِئْتِ حُجِّي قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحَلَّهَا تَحِيَّاتُ آلِهِ
تَحْتِ طَائِفَتٍ مَعَكُمْ فَقَالُوا بَلَى قَالَ فَاحْجُو حِجِّي. (المحدث)

ترجمہ، حضرت عائشہؓ زوجہ ابنیٰ مسلم سے مروی ہے انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ حضرت صفیہ بنت حیّیٰؓ کو حیض آچکا ہے جس پر آپؐ نے فرمایا کہ شاید وہ ہمیں واپس ہانے سے روک دے گی۔ کہا اس نے تمہارے ساتھ طواف زیارت نہیں کیا تھا۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں یہی وہ طواف زیارت کر چکی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اب سفر کے لئے نکلو۔

حدیث نمبر ۳۱۸ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ بِالْحَاجِّ أَنَّهُ تَنَفَّذَ إِذَا حَاضَتْ وَكَانَ بَيْنَ عَصَى يَقُولُ فِي أَقْوَامٍ أَمْرُهُمْ أَنْ تَنْفِذُوا سَمِعْتُ يَقُولُ تَنْفِذُوا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخَصَّ لَهَا.

حضرت ترجمہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ عائشہؓ کو طواف زیارت کے بعد جب وہ حائضہ ہو جائے تو اس کو مکہ سے کوچ کرنے کی رخصت دی گئی ہے حضرت ابن عمرؓ پہلے یہ فرماتے تھے کہ اسے کوچ کرنے کی اجازت نہیں ہے پھر میں نے ان سے سنا وہ فرماتے تھے کہ وہ کوچ کر سکتی ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی ہے

تشریح از شیخ منیؒ، طواف افاضہ اور طواف وداع الگ الگ طواف ہیں طواف قدوم تو تحیتہ المسجد کے درجہ میں ہے اور طواف وداع آفاقی کے لئے گھر لوٹتے ہوئے واجب ہے اور طواف قدوم سنت ہے۔ اور طواف زیارت جو دسویں ذوالحجہ سے بارہویں تک ہوتا ہے۔ یہ آفاقی اور غیر آفاقی دونوں کے لئے فرض ہے۔ اگر یہ طواف افاضہ کسی نے نہیں کیا۔ تو بالاتفاق طواف افاضہ کے لئے ٹھیرنا پڑے گا۔ غیر حائضہ کے لئے بارہویں تک تا یخ مقرر ہے اور حائضہ اس کے بعد طہریں ادا کر سکتی ہے۔ اگر کسی نے طواف وداع نہیں کیا۔ تو جہور فرماتے ہیں کہ اس کے لئے انتظار ضروری نہیں حیض صحابہؓ کو اس کا علم نہیں تھا۔ جیسے ابن عمرؓ وہ طواف زیارت کی طرح اس کے لئے طہر کے انتظار کا حکم دیتے تھے جب علم ہو گیا تو اس کے قائل نہ رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ، یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہے یہاں بحیثیت حیض کے ذکر فرما دیا۔ یہ مسئلہ صحابہ کے درمیان مختلف رہ چکا ہے۔ ایک جماعت جن میں ابن عمرؓ وغیرہ ہیں کی رائے یہ تھی کہ اگر عورت کو طواف

افاضہ کے بعد حیض آجائے۔ تو اس کو طوافِ صدر جو کہ واجب ہے۔ اس کے لئے ٹھہرنا ہوگا۔ اور جمہور کا مذہب حضرت صفیہؓ والی روایت کی بنا پر یہ ہے کہ اس کو بلا طوافِ صدر کئے رجوع جائز ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ لعلنا نختصنا اس لئے کہ اس کی وجہ سے مجھے رکنا پڑے گا۔ اور میری وجہ سے سارے لوگ رک جائیں گے۔

باب رَاذَا دَا تِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّمَنَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَتُؤَسَّعَةُ
مِنْ كَهَارِ النَّهَارِ يَأْتِيَهُمَا إِذَا صَلَّيْتَ الصَّلَاةَ اعْظُمُوا۔

ترجمہ، باب ہے کہ جب مستحاضہ انقطاعِ حیض کے بعد طہر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ دن کی ایک گھڑی میں بھی طہر دیکھے اور جب وہ نماز پڑھے تو اس کا خاوند اس سے بہستری کر سکتا ہے۔ کیونکہ نماز تو اعظم ہے۔ وہی اس سے کم درجہ ہے وہ بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی۔

حدیث نمبر ۳۱۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْوَعْدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَدَتْ خَافِضِلِي عَنْكَ
الذَّمَّ وَصَلَاةَ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا جب حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جب چلا جائے تو اپنے سے سخن دھو کر نماز ادا کر دو۔

تفسیر، ارشادِ کریمؐ "اُم بَخَارِی" نے صرف اتنا ذکر فرمادیا آگے حکم کوئی نہیں لگایا۔ اب یا تو اس سے رد کرنا ہے ان لوگوں پر جو طہر کی کوئی حد مقرر کرتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ مستحاضہ جب طہر دیکھے تو وہ پاک ہے چاہے کتنی قلیل مدت کیوں نہ ہو۔ اور اس کے لئے طاہرات کے احکام ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں اُم بَخَارِیؓ ائمہ اربعہؓ سے الگ ہو جائیں گے۔ لہذا میری رائے ہے کہ اُم بَخَارِیؓ مالکیہؒ پر رد فرما ہے ہیں۔ کیونکہ مالکیہؒ کے یہاں مسئلہ استظهار میں تین دن یا پانچ دن یا سات دن عادت پر زیادہ لگاتے ہیں اُم بَخَارِیؓ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں جب طہر دیکھ لیا تو بس وہی طہر ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَتُؤَسَّعَةُ الْوَقُولِ اَوَّلِ پَر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ ایک ساعت طہر ہو۔ وہ طہر ہے اس کے اندر نماز پڑھے اور غسل کرے اور میرے قول پر مطلب یہ ہے کہ اگر ایک ساعت طہر دیکھے تو وہ طہر استظهار کچھ نہیں دیکھا تھا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہے جناب ائمہ کے نزدیک مستحاضہ سے وہی جائز نہیں گودہ نماز پڑھ سکتی ہے کیونکہ نماز اہم ہے

اور جمہور کے نزدیک جب نماز پڑھ سکتی ہے، تو اس کے ساتھ دلی بھی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ نماز تو اعظم ہے تو جب اعظم جائز ہے تو دلی جو ادنیٰ ہے وہ بھی جائز ہوگی۔

باب ۱۱ مَضَلُوۃٌ عَلَی النَّفْسَاءِ وَ سُنَّتُہَا۔

ترجمہ، نفاس والی عورت کا جنازہ کیسے پڑھا جائے اور اس کا سنت طریقتہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ أَنَّ لِعُرْوَةَ مَاتَتْ فِي بَطْنٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أَوْ سَطَّهَا۔

ترجمہ، حضرت سمرۃ بن جندب سے مروی ہے کہ ایک عورت وضع حمل میں مر گئی تو جناب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ اس طرح پڑھا کہ اس کے درمیان قیام فرمایا۔

تشریح، ادیشخ مدنی اور حاتفہ اور نفسا اگر مر جائیں، تو چونکہ وہ پاک نہیں تھیں خدشہ تھا کہ ان پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ مگر آپ نے نماز جنازہ پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ نجاست بھلائی ہوئی ہے۔ مانت فی بطن یہ محاورہ ہے جو مانت فی الولا دت کی جگہ بولا جاتا ہے۔

باب ۳۲۱ حدیث نمبر ۳۲۱ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُذَرِّجٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُونُ خَالِصًا لَا تَصَلِّي وَهِيَ مُقْتَرِنَةٌ بِحَدَاءِ مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ يُصَلِّي عَلَى حُمْرٍ فَإِذَا اسْتَجَدَّ صَاحِبِي بَعْضُ نَوَاسِئِهِ

ترجمہ، حضرت عبداللہ بن شداد سے مروی ہے کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ زوجہ سے سنا

کہ وہ حاتفہ ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتی تھیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے بالمقابل فرش پر لیٹی ہوئی تھیں جبکہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا حصہ مجھے لگتا تھا۔

تشریح، ادیشخ مدنی اس باب کو بلا ترجمہ لائے، جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جیسے نفاس کی نجاست حکمیت ہوئی ہے۔ ایسے حاتفہ کی نجاست بھی حکمیت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاتفہ کے قریب ہونے کے باوجود آپ کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑا تو معلوم ہوا کہ حاتفہ پر بھی نفاس کی طرح نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا، امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ چونکہ نفساً خود نماز نہیں پڑھتی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ مر جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ تو امام بخاری تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اپنے ناپاک ہونے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتی، لیکن اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، فقہا و وسطھا یہ مسئلہ کہ امام میت کے کس حصہ کے مقابل کھڑا ہو، سر کے مقابل، یا سینے کے یا وسطھا ^(سین) عجز کے مقابل اس پر امام بخاری مستقل کتاب الجنائز میں ص ۷۷ پر باب ابنا یفهم من المرأة والرجل منعقد فرمائیں گے بہر حال یہاں وسط میں کھڑے ہونے کو ثابت فرمایا۔

باب یہ باب بلا ترجمہ ہے شرح کی رائے یہ ہے کہ سنن کی روایت ہے تقطع الصلوة المرأة والکلب والحماد والخالص لہذا امام بخاری اس پر رد فرماتے ہیں کہ حائض قطع صلوٰۃ نہیں کرتی اس لئے کہ اس کا لیٹا رہنا اور گزر جانا برابر ہے، مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں کہ اس صورت میں یہ مسئلہ ابواب السننہ کا بن جائے گا، مگر میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری اس باب سے صلوٰۃ الجنائزہ علی الخائض ثابت فرماتے ہیں کہ چونکہ نفساً اور حائض کے احکام یکساں ہیں اس لئے جیسے نفساً پر صلوٰۃ الجنائزہ جائز ہے اسی طرح حائض پر بھی کیونکہ بحالت نجاست مصلی کے سامنے پڑے رہنا اور میت حائض کا پڑا رہنا برابر ہے بعض تو یہ اس جملہ سے غایت قرب بیان کر رہی ہیں بس باب کی آخری حدیث پر ہے کہ حضرت میمونہ سلمنے لیٹی رہتی تھیں تو اس سے موت کی طرف اتار دیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب التَّيْمِ

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَم تَعِدُوا أَمَاءَ فَتَيِّمُوهُنَّ (الآیہ)

اگر پائی نہ پاؤ تو تئیم کرو۔

حدیث نمبر ۳۲۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ نَخْرُجْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَةِ وَأَفْزَا بَدَا لِي الْحَيْضُ انْقَطَعَ فَقَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلُّوا عَلَى ابْنَتِهِمْ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَكَبِسُوا عَلَى مَا رَفَعُوا النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ
الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى مَا صَنَعْتَ عَائِشَةَ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا عَلَى النَّاسِ وَكَبِسُوا عَلَى مَا رَفَعُوا وَكَبِسَ مَعَهُمْ مَا رَفَعُوا أَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا وَصَنَعَ نَاسًا عَلَى فَخْزِي قَدْ نَامَ فَخَالٌ كَبَسَتْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا وَنَاسٌ وَكَبِسُوا عَلَى مَا رَفَعُوا وَكَبِسَ مَعَهُمْ مَا رَفَعُوا فَقَالَتْ عَائِشَةُ هَذَا تَبَغِي أَمْ أَبُوبَكْرٍ قَالَ
مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِي بِبِدْعَةٍ خَامِسَةٍ خَلَا يَنْعَنِي مِنَ التَّعَرُّفِ إِلَيْهِ إِلَّا
مَكَاتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخْزِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلُّوا حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِمَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّمِيمِ فَتَمِيمُوا فَقَالَ
أُسَيْدُ بْنُ الْحَضِرِيِّ مَا هِيَ يَا وَلِيَّ بَنِي كَنْزٍ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ تَمَامَتْ فَبَعَثْنَا الْبُعَيْرَ الَّذِي
كُنْتُ عَلَيْهِ فَاصْبِنَا الْعَقْدَ تَحْتَهُ .

ترجمہ ، حضرت عائشہ رضہ زوجہ ابوبکر صدیق فرماتی ہیں ہم لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر
میں نکلے جب ہم بیدار یا ذات الجیش تک پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے
لوگ آپ کے ساتھ اس کی تلاش کے لئے رُک گئے جبکہ وہ کسی پانی کے چشمے پر نہیں تھے۔ پس لوگ حضرت
ابوبکر صدیق رضہ کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ کیا آپ نے حضرت عائشہ رضہ کی کارستانی نہیں دیکھی کہ انہوں
نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے لوگوں کو ایسی جگہ رکھ کر مجبور کر دیا ہے کہ جہاں نہ تو کوئی پانی کا چشمہ
ہے اور نہ ہی خود ان کے پاس کچھ پانی ہے۔ تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے مجھ پر
ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور وہ وہ کلمات کہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہے اور وہ مجھے اپنے ہاتھ کے ساتھ میری
کو کھ میں چوک دیتے تھے۔ اور مجھے حرکت کرنے سے اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔ سو نے اس کے جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر آرام فرماتے تھے۔ تو جب حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھے تو پانی موجود نہیں تھا
پس اللہ تعالیٰ بلند و برتر نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ جس پر لوگوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی اس پر حضرت
اسید بن حضیر رضہ بول پڑے کہ اے خاندان ابوبکر رضیہ آپ کی کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی
ہیں جس اونٹ پر میں سوار تھی جب ہم نے اس کو کھڑا کیا تو ہمیں وہ ہار مل گیا جو اس اونٹ
کے نیچے تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ تیم کے معنی لغت میں قصد کرنے کے آتے ہیں۔ اور حج کے معنی بھی قصد کے ہیں لیکن اس حج سے مراد قصدانی معنم الیٰشی ہے۔ چونکہ تیمم کے لغوی معنی کے اندر نیت و قصد داخل ہے اس لئے اگرچہ حنفیہ وضو میں نیت کو شرط نہیں مانتے مگر تیمم میں نیت ضروری مانتے ہیں۔ کیونکہ معنی شرعی کے اندر معنی لغوی ملحوظ ہوا کرتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ پانی ذات طہارت کے لئے موضوع ہے بخلاف مٹی کے کہ اس سے بجلئے طہارت کے اور تلویث ہوتی ہے۔ لہذا مٹی سے طہارت حاصل کرنے کے لئے نیت شرط ہے۔ تیمم نیت تمام ائمہ کے یہاں شرط ہے۔ البتہ امام اوزاعیؒ سے عدم اشتراط منقول ہے۔ قول اللہ فلو فجد واما فقیہوا الامام بخاریؒ آیت کریمہ سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں مابین ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب میں فضیلت آیتہ التیمم مذکور ہے اور آیت کی کوئی تعبیر وارد نہیں ہے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں یہ آیت ذکر فرما کر تنبیہ فرمادی۔ کہ آیت التیمم کا مصداق یہ آیت الہامدہ ہے۔ اور وجہ اس تفسیر کی یہ ہے کہ دو آیتوں میں تیمم کا ذکر ہے۔ ایک سورۃ نسا میں دوسرے سورۃ مائدہ میں اور دونوں آیتوں کو آیت التیمم کہتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لئے کہ پھر مسئلہ کتاب التفسیر کا ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں صعیب طیب جو مذکور ہے۔ حدیث الباب سے اس کی تفسیر فرمانا مقصود ہو۔ مگر یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ صعیب طیب کا باب ص ۹۴ پر آ رہا ہے اب میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابتداء کتاب میں مبدع حکم کی طرف اشارہ فرمایا کرتے ہیں یہاں بھی تیمم کی ابتداء کی طرف اشارہ فرما دیا کہ تیمم کی ابتداء اس وقت ہوتی جبکہ یہ آیت نازل ہوتی۔ تیمم کی ابتداء یا تو شہۃ یا سلسۃ میں غزوہ بنو المصطلق میں ہوتی۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ چونکہ حدیث کے اندر فضیلت آیتہ التیمم ہے تو امام بخاریؒ نے آیت ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ آیت التیمم سے مراد یہ آیت شریفہ ہے، یہاں فقیہوں کے بعد الایۃ لکھ دیا اور پھر صعیب طیباً ذکر فرمایا حالانکہ وہ خود ہی آیت میں داخل ہے۔ اس کی وجہ اختلاف نفع ہے اس وجہ سے کہ علامت بھی بنی ہوئی ہے۔ فی بعض اسفارہ یہ غزوہ بنو المصطلق ہے یا بلیداً اودات الحبش یہاں شک کے ساتھ ہے۔ اور بعض روایات میں صرف بیداء کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف ذات الحبش کا اور بعض روایات میں اودات الحبش ہے اب یہاں اشکال یہ ہے کہ یہ آبادیوں یا پانی کے ہم ہیں کیونکہ جس جگہ پانی ہوتا ہے۔ آبادی دہیں ہوتی ہے پھر یسوعا علی ماء کا کیا مطلب اس کا جواب یہ ہے کہ مقام نزول یہ آبادیاں نہیں تھیں بلکہ کہیں راستے میں وقتی طور پر نزول ہو گیا تھا۔ اور یہ امکان ہے کہ غزوت

کسی نے ایک جگہ کا ذکر کر دیا کسی نے دوسری جگہ کا ذکر کر دیا۔ اختلاف ذکر المکنہ کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔
 فقال ما شاء الله ان ينزل اولاً تو قولاً عتاب کیا۔ اور جو کچھ منہ میں آگیا کہتے گئے۔ اسی پر اکتفا نہیں فرمایا
 بلکہ ہاتھ سے بھی عتاب کیا۔ اور کمر میں ٹوک مارا۔ خلاصہ معنی من التتوکل یعنی میں حضور اکرم صلیم کی وجہ سے
 حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی، اس ڈر سے کہ کہیں بیدار نہ ہو جائیں اور ابو بکرؓ کو غصہ میں دیکھ کر خود بھی غصہ کرنے
 لگیں، ماحی باقل برکت کھانہ کہاں تو شکایت کرتے پھرتے تھے۔ اور جب ایسی آسانی دیکھی تو تعریف
 کرنے لگے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سہولت کی یہ صورت اس واقعہ کے ساتھ تو کوئی خاص نہ تھی بلکہ اس
 کے علاوہ بھی اور کوئی صورت پیش آ سکتی تھی۔ لیکن انہوں نے جب یہ آسانی دیکھی تو خوش ہوئے اور تعریف کی۔

حدیث نمبر ۳۲۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخِزَّانِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُعْطِيتُ خُمَسًا لَوْ يُعْطِيتُ أَحَدٌ قَبْلِي نَصَرْتُ بِالْوَعْبِ مَسِيئَةً
 شَمِيمَةً وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيُّهَا جُلِّ مِنْ أُمْتِي أَذْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ
 فَلْيُصَلِّ وَأَحْلَتْ لِي الْمَغَانِمُ وَكَوْنُ تَحِلٍّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ
 النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمٍ خَاصَّةٍ وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةٍ۔

ترجمہ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم نے فرمایا کہ مجھے ایسی پانچ
 چیزیں دی گئی ہیں جو میرے سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی ایک تو یہ ہے کہ میری مہینہ بھر کی مسافت کے
 رعب سے مدد کی گئی۔ اور تمام روئے زمین کو میرے لئے سجدہ گاہ اور طہارت قرار دیا گیا۔ پس میری امت
 کے جس آدمی کو جہاں نماز پڑھنے کی جگہ مل جاتے وہاں پڑھ لے اور میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا جو
 میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا۔ اور مجھے شفاعت کبریٰ کا اعزاز بخشا گیا۔ اور پہلے نبی کسی خاص
 قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور مجھے عام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

تفسیر از شیخ ذکریا۔ لَوْ يُعْطِيتُ أَحَدٌ قَبْلِي یہ پانچ اشیاء میرے خاصائص میں سے ہیں۔
 نصرت بالوعد یہاں اشکال یہ ہے کہ جب ایک ماہ کی مسافت سے رعب چھا جاتا تھا تو کفار و قتال
 کرنے کے لئے کیوں چلے آتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قلبی تاثر اور چیز ہے۔ جو خوش اور جذراور مزید
 یہی وجہ ہے کہ بہت سے کفار قتال کرنا نہیں چاہتے تھے۔ مگر ان کو ان کی عورتیں غار دلائی تھیں اس لئے
 وہ لوگ مجبور ہو کر میدان میں آتے تھے جعلت لی الارض مسجد او طہورا بخلاف اعم سالہ کے کہ

ان کے واسطے صرف ان کے معابد میں ہی عبادت جائز تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق منقول ہے کہ ان کے واسطے ساری زمین مسجد و طہور تھی۔ اس صورت میں یہ حضرت عیسیٰ کے خاص ہیں سے ہو گا نہ کہ ان کی امت کا خصیصہ ہو گا۔ واحتیٰ لی المعاندا ام سابعہ کے اندر یہ قاعدہ تھا کہ مال غنیمت کو جمع کیا جاتا تھا اور آگ آکر اس کو کھا لیا کرتی تھی یہی دلیل قبولیت کی تھی و بعثت الی الناس عامہ اور حضرت نوح کی بعثت عام تھی اس حیثیت سے کہ ایک ہی امت وہاں تھی۔

نوٹ :- اس حدیث میں غمسا کی قید استرازی نہیں علامہ سیوطی نے خاص کبریٰ میں نبی اکرم صلم کی تمام خصوصیات جمع کر دی ہیں جو آب طبع بھی ہو گئی ہے۔ اعطیت الشفاعۃ یہاں شفاعت سے شفاعت کبریٰ مراد ہے کیونکہ اور انبیاء علیہم السلام بھی شفاعت کریں گے۔ انقطع عندی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن اسماء سے ہارستغاریا تھا۔ اور یہ دومرتبہ سفار لیا گیا جو دو مرتبہ سفر میں گم ہو گیا۔ ایک مرتبہ غزوہ بنی المصطلق میں اور دوسری مرتبہ قصہ انک میں۔

باب رَاٰ اَنَّهُ یَجِدُ مَاءً وَ لَا تُرَابًا۔

ترجمہ، جبکہ سفر میں نہ تو پانی ملے اور نہ ہی مٹی دستیاب ہو تو پھر کیا کرنا چاہیے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۴ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى الْوَعْدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ اُمِّهَا قِلَادَةً فَهَكَكَتْ فَبَحَّتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَادَّكَسَهُمْ الصَّلَوةَ وَ كَيْسَ مَعَهُمْ مَّاءٌ فَصَلُّوا اَمْتَكُوا اِذَا لَفَّ اِلَى دُفْعٍ اِلَى اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰیَةً اَلْتَّيْمَةُ فَقَالَ اَسْبَدُ بْنُ حَضْبِرٍ لِعَائِشَةَ جَلَّ اِلَ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهُ مَا نَزَلَ بِهَا اَمْ تَنْكَرُ هَيْئَةً اَلَا جَعَلَ اللّٰهُ ذَا لِكَ كَلْبًا وَ لِلْمُسْلِمِيْنَ ذِيْهِ خَيْرًا۔

ترجمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے ہارستغاریا ہو گیا۔ جناب رسول اللہ صلم نے ایک آدمی تکلیف کے لئے بھیجا جسے اس حال میں وہ ڈھونڈ لایا کہ مسلمانوں کو نماز کے وقت نے پایا۔ جبکہ ان کے پاس پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ پھر اس بات کا شکوہ جناب رسول اللہ صلم کی خدمت میں کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے آیت تہیم نازل فرمائی۔ تو حضرت اسید بن الحضر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم جب بھی آپ پر کوئی مصیبت پڑی جس کو آپ ناپسند کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے اس میں بھلائی پیدا کر دی

خشیش از شیخ زکریاؒ یہ قاضی الطہودین کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں امام شافعیؒ کی چار روایتیں ہیں (۱) کہ وہ نماز کو مؤخر کرے جس وقت طہور ملے اس وقت نماز پڑھے امام اعظمؒ بھی یہی فرماتے ہیں دوسرا

قول یہ ہے کہ اس وقت بلا وضو نماز پڑھ لے جب احد الطہودین دستیاب ہو تو پھر اعادہ کرے۔ یہی قول امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس وقت واجب ہے کہ بلا وضو نماز پڑھے اور پھر قضا کرے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس وقت بلا وضو پڑھنا واجب ہے قضا واجب نہیں یہی قول امام مزنیؒ کا ہے اور بھی اسے لیتے ہیں حضرت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ طہارت شرط صلوٰۃ ہے۔ بغیر شرط کے مشروط کا تحقق کیسے ہوگا۔ امام محمدؒ سے تین روایتیں ہیں، ایک امام صاحبؒ کی طرح۔ دوسری امام ابو یوسفؒ کی طرح اور تیسری امام مزنیؒ اور نوویؒ کی طرح مصنفؒ بھی امام مزنیؒ کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب اشکال یہ ہے کہ یہاں تو نزائٹ موجود ہے تو پھر قاضی الطہودین کا حکم کیسے معلوم ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تک تنہم کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لئے جب پانی نہ ہوا تو گویا کہ تراب بھی نہیں ہے۔ اور صلوٰۃ کے لفظ سے استدلال کیا ہے۔ کہ ان لوگوں نے جب بلا وضو نماز پڑھ لی تو آپؐ نے ان پر کوئی نکیر نہ فرمائی۔ بلکہ اسی پر اکتفا کر لیا گیا۔ اگر اشکال ہو کہ پہلی روایت میں تھا کہ ہار اونٹ کے نیچے سے ملا۔ اور یہاں فوجد ہا ہے تو جواب یہ ہوگا کہ وجد ہا تحت بعیر یا فجد ہا بعد ما رجعت الہحب۔ اونٹ کے نیچے ہار کو پایا یا لوٹنے کے بعد اسے اونٹ کے نیچے پایا۔

خشیش از شیخ زکریاؒ یہ قاضی الطہودین کا مسئلہ ہے۔ اس کے اندر ائمہ کے مذاہب یہ ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک اس پر ادا ضروری پھر بعد میں قضا ضروری نہیں۔ احناف کے نزدیک اس پر قضا ضروری ہے ادا ضروری نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ادا اور قضا دونو ضروری ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک نہ ادا ضروری نہ قضا ضروری۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہ اور حنابلہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ اور مالکیہ اور شافعیہ ایک دوسرے کے مقابل اور صاحبینؒ تشبہ بالمصلین کا حکم فرماتے ہیں مع وجوب القضاء امام بخاریؒ اس مسئلہ میں حنابلہ کے ساتھ ہیں قاضی الطہودین کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو ایسی جگہ بند کر دیا جائے کہ وہ کمرہ کسی ناپاک چیز کو بر وغیرہ سے ملوث ہو اور پانی اس کے پاس نہ ہو آجکل تو ہوائی جہاز میں ایسی صورت پیش آسکتی ہے تو وہ کیا کرے کیسے نماز پڑھے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ بلا وضو پڑھے اور وہ باب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ تو انہوں نے بغیر وضو نماز پڑھ لی بخاری جلد ثانی ص ۶۵۹ پر بھی یہی ہے تو جیسے ما ایک مطہر ہے ایسی ہی مٹی بھی لہذا جس طرح اس کے نہ ہونے کے وقت بلا طہارت

نماز کا گم ہے ایسے ہی تراب میں بھی ہوگا۔

باب التَّيْمُونُ فِي الْحَضَرِ إِذَا التَّوَضَّعَ الْمَاءُ وَخَافَ قَوْتَ الصَّلَاةِ وَبِهِ قَالَ عَطَاءٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ عِنْدَ الْمَاءِ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ يَتَمَعُّوْا أَقْبَلَ ابْنُ عَمَرَ مِنْ أَرْضِهِ بِالْجُحُوفِ فَخَضَرَتِ الْعَصُ بِمَعْرِ بَدِ التَّعَوُّصِ لِيُتَوَّ دَخَلَ الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةً فَلَوْ يُعَدُّ.

ترجمہ، شہر میں یا آبادی میں آدمی پانی نہ پائے تو تیمم کرے اسی طرح جب نماز کے فوت ہونے کا ڈر ہو تو بھی تیمم کرے۔ یہی حضرت عطاء تابعی کا قول ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ اس مریض کے بارے میں فتویٰ دیا ہے کہ پاس پانی تو موجود ہے مگر اسے اٹھا کر دینے والا کوئی نہیں تو وہ بھی تیمم کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عرف کے مقام پر جو ان کی زمین میں داخل ہوئے تو سوچ بہت اونچا تھا۔ انہوں نے نماز نہیں لوٹائی۔

حدیث نمبر ۳۲۵ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكِينٍ أَخْبَرَنَا قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جَهْمٍ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ النَّصْمَةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو جَهْمٍ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَحْتِ بَابٍ جَمَلٍ فَلَقْنَاهُ رَجُلٌ فَسَلَّوْا عَلَيْهِ فَلَوْ يَرَى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَسَلَّ بِوُجْهِهِ وَيَدُيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

ترجمہ، حضرت عمر مولى ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن یسار مولى حضرت مایمونہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حاضر ہوئے تو حضرت ابو جہم نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیرجل کی طرف سے تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں ایک آدمی آپ کو مل گیا جس نے آپ پر سلام کہا۔ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک ایک دیوانہ کے پاس تشریف تیمم کے لئے اپنے جہرہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر سلام کا جواب دیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ قرآن مجید میں ہے فات لَوْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ آیت دلالت کرتی ہے کہ آبادی میں تیمم نہ ہونا چاہیے۔ ورنہ تعقید بال سفر نہ ہوتی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر حالتِ حضر میں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے اعادہ نہیں ہے۔ امام شافعیؒ اعادہ کو واجب کہتے ہیں۔ اور امام اعظمؒ تین جگہ اجازت دیتے ہیں۔ نماز جنازہ

فوت ہونے کے وقت ۲۰ صلوٰۃ عیدین کے فوت ہونے کے وقت تیسرا پانی موجود ہے۔ مگر بروکے خوف سے کہ کہیں ضرر رساں نہ ہو۔ وہ ان مقامات پر حضور میں تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ اجماع کے قائل ہیں اور امام مالکؒ کے مسلک کو اختیار فرماتے ہیں۔ جوف مدینہ کے قریب تین چار میل جبل احد کی طرف ایک جگہ ہے۔ اور مسجد النعمہ مدینہ اور جوف کے درمیان ایک جگہ ہے۔ جوف میں حضرت ابن عمرؓ کی زمین تھی۔ ابن عمرؓ کے اس فعل سے امام مالکؒ تیمم ثابت کرتے ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پانی میں انسان کے تعین کا مدار ہے۔ ایسے مواقع پر پانی کا نہ ملنا فائدہ ہے۔ لہذا تیمم جائز نہیں ہوگا۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر پانی موجود نہ ہو تو دو میل تک اس کی تلاش کرے یا ایک تیر پھینکنے کی مسافت تک تلاش کرے۔ امام بخاریؒ کے دلائل پر علما اخافؒ فرماتے ہیں کہ آیت تیمم میں حالت سفر کو تیمم کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے مقابل ابن عمرؓ کا فعل کیسے معتبر ہوگا۔ مالکیہ آیت میں اس قید سفر کو اتفاقی کہتے ہیں۔ مگر یہ محل بحث ہے اس لئے اگر یہ قید اتفاقی ہو تو خلد نجد والما کی قید بھی ہے اور ان کو ممکن تھا کہ مدینہ پہنچ کر پانی حاصل کر سکتے تھے۔ لہذا یا تو ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ یا آیت کریمہ کے مقابل میں ان کے فعل کی کیا حیثیت ہے۔ اور رد ابیت میں ہے کہ آپؐ نے تیمم کر کے سلام کا جواب دیا۔ امام بخاریؒ اس سے بولتے لال کہتے ہیں کہ جب حضورؐ میں رد سلام کے لئے تیمم جائز ہے تو صلوٰۃ کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ لیکن علما اخافؒ جواب دیتے ہیں ایک تورہ سلام کے لئے طہارت شرط نہیں نماز کے لئے شرط ہے اس کو سلام پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ دوسرے عدم وجدان مارکی وجہ سے تیمم نہیں تھا۔ بلکہ یہاں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں وہ سلام کرنے والا آدمی چلا نہ جائے۔ پھر رد سلام بے فائدہ ہوگا۔ صلوٰۃ جنازہ اور صلوٰۃ عیدین میں جو امام اعظمؒ تیمم کی اجازت دیتے ہیں۔ اولاً تو صلوٰۃ جنازہ کو صلوٰۃ کہنا مجاز ہے اور صلوٰۃ عیدین واجب ہے۔ دوسرے ان کا فوت لازمی خلف ہے کہ ان کی قضا نہیں اس لئے ان کے لئے حضورؐ میں تیمم کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ صلوٰۃ جنازہ میں ارکان صلوٰۃ کم ہیں رکوع و سجود نہیں اس کی وجہ سے شرط طہارت میں بھی تخفیف آجائے گی۔

تشیخ از شیخ زکریا، اگر شہر یا آبادی میں پانی نہ ملے۔ تو تیمم کرنے میں ائمہ اربعہ کے یہاں دو قول ہیں بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض منہج کرتے ہیں جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ تیمم کرے وہ کہتے ہیں کہ پانی کا ملنا ممکن نہیں ہے اس لئے تیمم کرے۔ اور جو لوگ منہج کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بھلا ایسا بھی ہو سکتا

ہے کہ آبادی میں پانی نہ ملے ہم لوگ پہلے خود بھی اس چیز کو بعید سمجھتے تھے کہ شہر میں پانی نہیں مل سکتا لیکن جب سے یہ ٹینکیاں چلی ہیں کہ جب چاہیں بند کر دیں اور جب چاہیں کھول دیں چاہے سارا شہر پیاس سے مر جائے اس وقت سے سمجھ میں آ گیا۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ حضر میں تیمم جائز ہے۔ بشرطیکہ وہاں پانی موجود نہ ہو۔ ولا یجوز من یناولہ تیمم کیونکہ فاقدا الماء کے مثل علی عدم قدرت علی استعمال الماء میں ہو گیا۔ پس بعد النعمان یہ ایک تمام کا نام ہے اور آثار نقل کرنے کا حامل یہ ہے کہ اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے۔ حتی دخلنا علی الی جمیم اذ یہاں غور سے سن لو کہ ابو جمیم تین جگہ آئے ہیں۔ ایک اسی کتاب تیمم میں دوسرے ابواب استرہ میں اور تیسرے ابواب البکس میں تو ابو جمیم مجھڑا ہے اور ابواب استرہ اور ابواب التیمم میں ابو جمیم مصغرا ہے جو اس کے خلاف کہے وہ غلط ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ ابواب استرہ اور ابواب التیمم میں جو ابو جمیم ہیں وہ ایک ہیں یا دونو الگ ہیں اس میں اصحاب رجال کے دونو قول ہیں اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ یہ الحارث ہیں یا ابن الحارث اس میں بھی دونو قول ہیں فسخ بوجہ دیدہ اس سے تیمم فی الحضر کے قائلین استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ سلام کے جواب کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے حضور پاک صلعم نے تیمم فرمایا اور نماز میں فوات نہیں اگر ادا نہ ہو تو قضا پڑھی جاسکتی ہے۔ بخلاف سلام کے کہ اگر اپنے وقت پر جواب نہ دیا تو بے کار ہے ایسے سے اخلاف نے ایک قاعدہ متبسط کیا کہ جو عبادت فوت لا الی خلف ہو اس کے واسطے تیمم جائز ہے جیسے صلوٰۃ جنازہ و صلوٰۃ عیدین اور جو فوت الی خلف ہو اس کے لئے تیمم ناجائز ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو شہر میں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھے امام بخاریؒ کا اپنا مسلک ہے امام شافعیؒ ادار مع التیمم اور پھر قضا واجب کہتے ہیں مالمیکہ کے نزدیک صرف قضا ہے حنفیہ اور حنابلہ دونو قول ہیں قضا کرے اور ایک یہ کہ تیمم کر کے ادا پڑھے پھر قضا کرے۔

باب هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهِمَا الصَّعِيدَ لِلتَّيْمُمِ

ترجمہ، تیمم کے لئے دونو ہاتھوں کو مٹی پر مارنے کے بعد کیا ہاتھوں میں مچھونک مار سکتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۲۶ حَدَّثَنَا دُرَّاهِمٌ عَنْ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ جُلَّ إِلَى عَصْرِ بْنِ الْخَطَّابِ

فَقَالَ إِنِّي أَجَبْتُ فَلَوْ أُصِيبَ الْمَاءُ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لَعَمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَمَا تَذَكَّرُ
أَنَا كُنَّا فِي مَسْجِدٍ أَمَا أَنْتَ فَاجْعَلْنَا خَامًا أَنْتَ فَلَوْ تَصَلَّيْتَ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعْتُ فَذَكَرْتُ

ذَٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ
هَكَذَا أَفْضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ الْخَرَضَ ضَرَفَ فِيهِمَا ثَوْبًا مَسَّحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّهُ

ترجمہ، حضرت ابزی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت حاضر ہوا کہ میں جنبی ہو
گیا۔ تو مجھے پانی نہیں ملا۔ میں کیا کروں حضرت عمار بن یاسر جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے حضرت عمر بن
الخطابؓ کو یاد دلایا کہ میں اور آپ ایک سفر میں جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہ پڑھی لیکن میں زمین پر لیٹ
کر سارے بدن کو مٹی سے لپٹ لیا۔ اور نماز پڑھ لی۔ جب اس کا تذکرہ میں نے جناب نبی اکرم صلم سے کیا
تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے اس قدر کافی تھا تو آپ نے دونوں مقبلیوں کو زمین پر مارا۔ ان میں پھونک
ماری پھر ان سے چہرہ اور دونوں مقبلیوں کا مسح کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ جب روایت میں موجود ہے کہ جناب حضور اکرم صلم
نے نفخ فرمایا تو پھر لفظ حل کا کیا مطلب ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ چونکہ احتمال تھا کہ یہ نفخ مٹی کی وجہ
سے ہو۔ یا کسی تنکے وغیرہ کے لگ جانے کی وجہ سے ہو۔ اس احتمال کی بنا پر ترجمہ میں لفظ حل کا اضافہ
فرمایا جیسا کہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں احتمال ہو ترجمہ کو حل کے ساتھ مقید کر دیتے
ہیں اور میرے نزدیک باب کی غرض یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جو غبار فی سبیل اللہ ناک میں داخل
ہو۔ وہاں جہنم کی آگ داخل نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے من اغبت قد ماہ فی سبیل اللہ
لحشۃ لثاں کہ جس شخص کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلودہ ہو گئے اس کو جہنم کی آگ مس نہیں کرے
گی۔ ان جہی روایات سے اس گرد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جو اللہ کے راستہ میں جہم کو لگا ہو اور تیمم کا گرد
بھی اللہ ہی کے واسطے گلتا ہے۔ لہذا اس کا تقاضا ہے کہ اس کو پھونک نہ ماری جائے بلکہ ایک روایت میں
تو توب و جہک مصحح ہے جس سے چہرہ کو غبار آلودہ کرنے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ لہذا امام بخاریؒ
نے ان روایات کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے لفظ حل کا ذکر کر دیا۔ فقال عماد بن یاسر انا چونکہ
حضرت عمر بن تیمم جنہ سے منع کرتے تھے۔ اس لئے حضرت عمارؓ نے حضور اقدس صلم کے زمانہ کا ایک واقعہ
ذکر فرمایا جس میں یہ تھا کہ حضرت عمرؓ و حضرت عمارؓ دونوں کو غسل کی ضرورت پیش آئی۔ تو حضرت عمرؓ نے تو اس
وقت نماز نہ پڑھی اور حضرت عمارؓ نے دابہ کی طرح خرچ کیا۔ جب حضور اکرم صلم کو اطلاع دی تو آپ نے
ارشاد فرمایا انا یکفیک ہکذا الخ حضرت عمرؓ یا جنبی کے لئے تیمم کے قائل ہی نہ تھے یا سیاستہ منع کرتے

مرف کفین کا مسح فرض ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک کفین کا مسح فرض اور الی المرفقین سنت ہے اور حنفیہ اور شوافع کے نزدیک الی المرفقین فرض ہے۔ پھر امام زہری اور بعض تابعین کے یہاں الی الالباب ^(تین تک) ہے۔ اور مسح و جہیں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام بخاری، حاکم کے ساتھ ہیں۔ شومسح بمحا و جہہ و کفینہ چونکہ اس میں مسح کفین کا ذکر ہے اس لئے امام بخاری نے اس پر ترجمہ باندھ دیا۔ اور حاکم نے اس کی تائید فرمادی۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ صراحتاً فی ہے۔ یعنی سارے بدن کے تلوث کی بجائے اسی کفین والے تنیم کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں کیفیت اور نوعیت کو بیان کرنا مقصود ہے جسے تنیم کی صورت بیان نہیں کی۔ کیونکہ ان کی تفصیلی صورت پہلے سے معلوم تھی۔

حدیث نمبر ۳۲۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الزَّعْفَرَانِيُّ عَنْ أَبِي أَرْثُومَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ كَثَافٍ سَمِعْتُهُ قَالًا جُنُبَنَا وَقَالَ تَغْدَلُ فِيهِمَا (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابراہیمؑ سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر تھے کہ حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا اہم ایک جنگ میں تھے کہ ہم جہنمی ہو گئے اور قفل فیہما ای نفع فیہما۔

حدیث نمبر ۳۶۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ قَالَ عَمَّا تَجْمُو
تَمَعْتُ مَا تَبَيَّنَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكْفِيكَ الْوُجْهَ وَالتَّكْفِي

ترجمہ، ذرا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے یہ روایت عبدالرحمن ابن ابزی سے بھی سنی اور ان کے باپ ابزی سے بھی سنی ہے۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت عمار نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں زمین پر بیٹ گیا بعد ازاں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا تجھے چہرے اور کفین کا مسح کفایت کر جاتا۔

حدیث نمبر ۳۳۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّا وَفَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ مَسْحًا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ۔

ترجمہ :- حضرت ابراہیمؑ سے روایت ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرمؐ نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا چہرے اور ہتھیلیوں کا مسح کیا۔

**باب الصَّوْمِ الطَّيِّبِ وَصَوَّءِ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ يَغْزِيهِ
النَّيْمُ مَا لَمْ يُجِدْثَ وَأَمْرُنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مَتَّيْمٌ وَقَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ لَوْ بَاكَ
بِالضَّلَاحِ عَلَى السَّجْدَةِ وَالنَّيْمُ بِهِمَا**

ترجمہ، پاک مٹی مسلمان کا دضوب ہے۔ جو اسے پانی سے کفایت کرے گی۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اسے اس وقت تک تیمم کافی ہو گا جب تک بے وضو نہ ہو۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے تیمم کرنے والے کی حیثیت سے امامت کرائی۔ یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ شور زین پر نماز پڑھنا اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی مرج نہیں۔ اس سے بتا رہے کہ طیب کے معنی طاهر کے ہیں۔

حديث رقم ٣٣١ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْهَمْدِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْخَطَّابِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ فَإِنْ تَقِيتُمُوهُ تُخَفِّفْهُ عَنْكُمْ وَإِذَا تَعَلَّيْتُمْ يَسُدُّ عَلَيْكُمْ مَخْرَجَكُمْ وَيُزِيلُ الْأُصْبَارَ عَنْكُمْ وَإِذَا تَعَلَّيْتُمْ يَسُدُّ عَلَيْكُمْ مَخْرَجَكُمْ وَيُزِيلُ الْأُصْبَارَ عَنْكُمْ وَإِذَا تَعَلَّيْتُمْ يَسُدُّ عَلَيْكُمْ مَخْرَجَكُمْ وَيُزِيلُ الْأُصْبَارَ عَنْكُمْ

ج: صلی اللہ علیہ وسلم قالت الذی یقال

مَنْ سَقَى وَاسْتَقَى مِنْ شَاوٍ وَكَانَ اخِرُ ذَلِكَ اَنْ اَعْطَى الَّذِي اَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ رِثَاوَةً
 مِنْ مَاءٍ قَالَ اَذْهَبْ فَاُخْرِفْهُ عَلَيْكَ وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ اِلَى مَا يَفْعَلُ بِمَا يَمْنَعُ اَيُّو
 اللّٰهُ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهُ لَيُخَيَّلُ اَلَيْتَا اَنْهَا اَسَدٌ مَلُوعَةٌ مِنْهَا حَوِيَّتْ اِبْتَدَأَ فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا اَلِهَاجِجُمُوهَا لَهَا مِنْ بَيْنِ بَحْوَةٍ وَهَيْفَةٍ وَسَوِيْفَةٍ حَتّٰى
 يَجْمَعُوا اَلِهَاجِجَهَا مَا يَجْعَلُوهُ فِيْ قُورٍ وَحَمَلُوْهُمَا عَلٰى يَرْبِهَا وَوَضَعُوا الشُّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا
 فَقَالَ لَهَا تَعْلَبِيْنِ مَا رَوَيْتَا مِنْ مَّاءٍ لِكَثْرَتِهِ لَكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِي اَسْقَانَا فَاتَتْ اَهْلَهَا
 وَقَدْ اَحْتَبَسَتْ مِنْهُمُوهَا قَالُوا مَا حَبَسَكَ يَا فُلَانَةُ قَالَتْ الْعَجَبُ لَقِيْنِي رَجُلًا وَفَدَّهَا بِي
 اِلَى هَذَا الرَّجُلِ اَلَّذِي يَقَالُ لَهٗ الصَّاحِبُ فَعَمَلٌ كَذَا وَكَذَا قَالُوا لَلّٰهِ اِنَّهُ لَمْ يَمْنَعُوا النَّاسَ
 مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ يَاسْبِيْعِيْهَا اَلْوَسْطَى اَلَسَّابِقَةُ فَزَعَمْتُمَا اِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي
 السَّمَاءُ وَاَلْاَرْضُ اَوْ رَافِقَةُ لِرَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يَحْدِثُوْنَ عِيْرَةً عَلَى مَنْ حَوَّلَهَا
 مِنْ الشُّرَكَائِ وَلَا يَصِيْبُوْنَ الصِّرَافَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِّقَوْمٍ مَا اُنْكَ اَنْ
 هَلْ فَدَّوْا الْقَوْمَ قَدْ يَدْعُوْكُمْ عَمْدًا فَمَنْ لَكُمْ فِي الْاِسْلَامِ فَاَطَاعُوْهَا فَذَخَلُوْا فِي
 الْاِسْلَامِ مَقَالِ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ صَبَاحُ مِثْ دِيْبٍ اِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ اَبُو عَلِيٍّ اَلَيْتَا اَلصَّابِقِيْنَ
 فِرْقَةً مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ يَشْرَعُوْنَ اَلْبُرْجُوْدَ اَصْبَحَ اَمِيْدٌ -

ترجمہ :- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ہم رات بھر
 چلتے رہے یہاں تک کہ ہم لوگ جب آفریل میں داخل ہوئے تو ہم پر سخت نیند کا غلبہ ہوا اور آخر رات کی نیند
 سے مسافر کے نزدیک کوئی نیند سیٹی نہیں ہوتی۔ یہاں تک سوئے کہ ہمیں دھوپ کی گرمی نے ہی بیدار کیا پہلے
 پہل شوخص بیدار ہوا وہ فلاں پھر فلاں پھر فلاں جن کے ابو رہا نے تو نام لئے تھے مگر خوف بھول گئے پھر
 حضرت عمر بن الخطابؓ چوتھے بیدار ہونے والے تھے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سو جاتے تھے تو ہم لوگ
 آپ کو نہیں جگایا کرتے تھے جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار نہ ہوتے اس لئے کہ ہم لوگ نہیں جانتے
 تھے کہ نیند میں کیا کیا چیز آپ کو پیش آتی ہے (شاید وحی آرہی ہو) چنانچہ جب عمرؓ بیدار ہوئے اور وہ
 مصیبت جس میں لوگ مبتلا تھے اس کو دیکھتے بڑے زبردست سخت آدمی تکبیر اللہ اکبر کہنا شروع کیا اور
 تکبیر کو ادنیٰ آواز سے کہتے تھے چنانچہ تکبیر کہتے رہے اور آواز کو ادنیٰ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی آواز کی

وجہ سے جناب نبی اکرم صلم بیدار ہو گئے۔ جب آپ پوری طرح بیدار ہو چکے تو لوگوں کو جو مصیبت آئی تھی حضور انور کو اس کی شکایت کی کہ میند کی وجہ سے نماز فوت ہو گئی (تو جناب رسول اللہ صلم نے فرمایا چونکہ تم نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا اس لئے نہ کوئی نقصان ہوا اور نہ نقصان ہو گا۔ یہاں سے کوچ کر دو چنانچہ آپ نے بھی کوچ کیا تھوڑی دور چلے ہوں گے کہ سواری سے اتر پڑے پانی منگایا وضو کیا۔ نماز کے لئے تکبیر ہوئی آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا ایک آدمی الگ تھک بیٹھا ہے جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا اے فلان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تمھے کس چیز نے رد کیا۔ اس نے کہا جناب مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور پانی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا مٹی کو لازم پکھڑ دینی تمیم کر دو رہی موضع ترجمہ ہے) کیونکہ یہی مٹی تمہیں پانی سے کفایت کرے گی۔ پھر حضور اکرم صلم چلے گئے تو لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ سواری سے اتر پڑے فلان (عمران) کو بلایا جس کا نام ابورجلانے تو لیا تھا مگر اسے خوف بھول گئے اور دوسرے حضرت علیؓ کو بلایا جب دونو حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا جاؤ اور پانی تلاش کر کے لاؤ۔ دونو چلے تو ان کی ایسی عورت سے ملاقات ہوئی جو پانی سے بھر رہی تھی دوسرے چڑے کے دو متکینوں کے درمیان اپنے ادنٹ پر بیٹھی تھی۔ ان دونو حضرات نے ان سے پوچھا کہ پانی کتنی دور ہے اس عورت نے کہا کہ کل گزشتہ اس وقت میں وہاں اس چشمہ پر تھی۔ اور ہمارے گھر کے لوگ کسی کام کے لئے گھر سے غائب ہیں ہم صرف عورتیں باقی رہ گئی ہیں تو ان دونو حضرات نے اس سے کہا اب چلو اس نے پوچھا کہاں چلو انہوں نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلم کی طرف اس عورت نے کہا دی جس کو صابی کہا جاتا ہے اپنے دین سے پھر جانے والا۔ ان حضرات نے جواب دیا ہاں وہی جو تیری مراد ہے پس تو چل چنانچہ یہ دونو اس عورت کو جناب رسول اللہ صلم کی خدمت میں لائے۔ اور آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا اس عورت کو ادنٹ سے نیچے اتار دو چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ راوی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے اس عورت کو ادنٹ سے اترنے کے لئے کہا۔ چنانچہ وہ اتری۔ اور نبی اکرم صلم نے ایک برتن منگایا جس میں ان دونو متکینوں کے منہ کھول دیئے گئے اور پھر ان دونوں کے منہ تسموں سے باندھ دیئے گئے دیکھو کہ آپ نے کئی کر کے اس میں ڈالی تو آپ کی کھلی کی برکت سے پانی زیادہ ہو گیا) اور متکینے کا پچلا منہ کھول دیا گیا۔ اور لوگوں کو آواز دی گئی کہ آؤ خود بھی پیو اور جانوروں وغیرہ کو بھی پلاؤ۔ پس جس نے پینا تھا پیا جس نے کسی کو پلانا تھا اسے پلا دیا۔ اور آفری شخص جس کو پانی دیا گیا وہی شخص تھا جس کو جنابت لاحق ہوئی تھی اس

کو پانی کا برتن دیا گیا اور آپ نے فرمایا جاؤ اور اس کو اپنے اوپر پلٹ دو۔ وہ عورت کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی جو اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی قسم حالانکہ پانی اس ٹیگنرے سے انڈیل لیا گیا تھا۔ مگر ہمیں خیال یہ گذرتا تھا کہ جب سے اس سے پانی نکالنا شروع ہوا اب وہ اس سے زیادہ سنت بھرا ہوا تھا۔ آنجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس عورت کے لئے کچھ نہ کچھ جمع کر دو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس عورت کے لئے کچھ عجمہ کھجور۔ کچھ تھوڑا آٹا اور تھوڑا ستوجھ کیا یہاں تک اس کے کھانے کا انتظام ہو گیا تو صحابہ کرام اس کھانے کو ایک کپڑے میں جمع کر کے اس عورت کو اونٹ پر سوار کیا وہ کھانے کی گھڑی اس کے آگے رکھ دی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہارے پانی سے کچھ بھی کمی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی قدرت سے سیراب کر دیا۔ پس وہ عورت کافی دید کے بعد اپنے گھر والوں کے پاس پہنچی جنہوں نے اس تاخیر کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی چنانچہ مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس شخص کی طرف لے گئے جس کو صابی کہا جاتا ہے جس نے ایسے ایسے کیا اللہ تعالیٰ کی قسم یا تو وہ اس آسمان اور زمین کے درمیان سب سے بڑا جاؤ گئے اس نے اپنی انگلیوں درمیان اور شہادت والی کو آسمان کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ مراد اس کی اس سے آسمان اور زمین کے درمیان تھا۔ یادہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہے۔ اس واقعہ کے بعد جب بھی مسلمان ارد گرد کے مشرکوں پر لوٹ مار کرتے تھے۔ تو ان گھروں کو جن میں یہ عورت رہتی تھی کوئی چھوڑ چھاڑ نہیں کرتے تھے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ یہ مسلمان لوگ تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں۔ کیا تمہیں اسلام کی رغبت ہے۔ جس نے اس کا کہنا مان کر اسلام قبول کر لیا۔ صابی کے لفظ کی تفسیر کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صاب کے معنی لغت میں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے کے ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ صابون اہل کتاب کا ایک فرقہ تھا جو زہر کو پڑھتے تھے۔ اور سورہ یوسف میں جو اَصْبُ ایچمن ہے اس کے معنی ہیں کہ میں ان کی طرف جھک جاتا۔

تشیخ از شیخ مدنیؒ ائمہ کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ آیا تیمم طہارت کا ملہ ہے یا طہارت ضروریہ ہے۔ اگر طہارت ضروریہ ہے تو پھر ہر نماز کے لئے وضو کرنا پڑے گا۔ جیسے صاحب عذر ہر نماز کے لئے وضو کرتا ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ تیمم عند الضرورت مشروع ہوا ہے۔ مگر اس کو آپ طہورِ اسلم فرما رہے ہیں۔ تو جس طرح ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں ایسے تیمم بھی پڑھی جاسکتی ہیں کیونکہ یہ بھی وضو کی طرح طہارت کا ملہ ہے اس مسئلہ میں امام بخاریؒ امام اعظمؒ کے ساتھ ہیں

(کہا یہ حدیث انہی کی جلیل القدر ہے)

چنانچہ ام ابن عباس و ہونیتہ سے استدلال کیلئے ہے۔ اور صاحب عذر امامت نہیں کر سکتا۔ سبغۃ شوزرین کو کہتے ہیں ایک جماعت اس سے تمیم کرنے کی اجازت نہیں دیتی کیونکہ صعبہ طیب سے تمیم کا حکم دیا گیا ہے یہ حضرات طیب کے معنی حلو میٹھے کے لیتے ہیں جنہوں نے طیب کے معنی طاہر کے کئے وہ شوزرین سے تمیم کو جائز کہتے ہیں اور قرآن مجید میں طیب کے دو نو معنی طاہر اور حلو مستعمل ہیں جمہور طیب کے معنی طاہر کے لیتے ہیں۔ اقل من استیقظ فلات بعض روایات میں حضرت ابو یوسف صدیق زہ کا نام آتا ہے۔ اور تھلا یہ جملہ احناف کا مسئلہ ہے کیونکہ شوافع فرماتے ہیں کہ نام جس وقت بھی بیدار ہو۔ وہ نماز پڑھ سکتا ہے بخلاف وقت مکروہ ہی کیوں نہ ہو۔ احناف فرماتے ہیں کہ ذالک وقت سے مراد یہ کہ جلدی کرنا چاہیے۔ موانع دور کر دینا مکر وہ وقت میں نماز نہ پڑھی جائے۔ چنانچہ اس جگہ سے آپ نے کوچ کا حکم دیا یہ تاخیر یا تو اس وجہ سے تھی کہ ابھی آفتاب نیرے برابر نہیں آیا تھا۔ یا اس جگہ کوئی شیطانی اثر تھا جس کو جنابت نے محسوس فرما کر کوچ کا حکم دیا بہر حال آپ دہاں سے چل بیٹھے۔ یا منعک یا فلان کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خلا دین رافع تھے علیہ السلام صعبہ یہ موضع ترجمہ الباب ہے کہ جنابت کے لئے بھی تمیم ہوا کرتا ہے۔ مزادہ اور سطحیہ دوہرے چڑے کی مشک مزادہ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ ایک پر دوسرا چڑا چڑھایا جاتا ہے اور سطحیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک چڑے کی سطح دوسرے چڑے سے ملی ہوتی ہوتی ہے۔ ایسے مشکیزوں کو ادنیٰ پر لادتے تھے اور اس کے دو منہ ہوتے تھے۔ غزالا جمع غزال کی مزادہ کے نچلے منہ کو کہتے ہیں۔ اور پرلے منہ سے پانی بھرا جاتا ہے چونکہ یہ مشک شلت ہوتی ہے اس لئے بیچے بھی دو منہ ہوتے ہیں۔ تو چار منہ ہو گئے اس لئے جمع لایا گیا۔ عجوبہ کھجور کی تعریف آپ نے بہت بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ صبح کو روزانہ اس کے دو تین دانے کھانے والا شخص زہرا در سحر سے محفوظ رہتا ہے۔ آج کل یہ جنس مفقود ہے۔ یہ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے علامہ زعزعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عجوبہ لگانا بند کر دیا ہے اس لئے کہ اس کا پھل بہت دیر سے آتا ہے اور انہ رسول اللہ یا تو وہ مسلمہ نہ تھی یا مصلحتاً اس نے اپنی قوم پر اپنے اسلام کا اظہار نہ کیا۔

فتوح از شیخ زکریا یہاں امام بخاری نے دو مسئلوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ اول یہ کہ آیت پاک کے اندر ہے فیتھوا صعبہ طیباً اس لفظ صعبہ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض سے منقول ہے کہ صعبہ کے معنی تراب (مٹی) کے ہیں۔ یہ قول امام شافعی کی طرف منسوب ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ تراب کے علاوہ اور کسی چیز سے مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جمہور کی رائے ہے کہ صعبہ سے مطلق وجہ ارض مراد ہے اسی طرح

ہر جزو ارضی سے تیمم کرنا بائز ہے۔ کوئی تراب کی خصوصیت نہیں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے کہ مسجد سے ساری زمین مراد ہے۔ کیونکہ روایت میں علیک بالصعيد فرمایا گیا ہے۔ اس سے کسی چیز یا کسی زمین کی تخصیص سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تیمم طہارت ضروریہ ہے لہذا ایک تیمم سے ایک فرض پڑھ سکتا ہے۔ دوسرے فرض کے لئے دوسرے تیمم کی ضرورت ہوگی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ تیمم طہارت کاملہ ہے۔ ایک تیمم سے متعدد فرض پڑھ سکتا ہے۔ امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرماتے ہیں مکفیه من الماء اور ارض طیب وضو اسلم ہے۔ پانی کی طرف سے اس کی کفایت کرے گی۔ لہذا تیمم جب وضو اسلم ہے اور پانی کے قائم مقام ہے۔ تو جیسے وضو سے متعدد فرض پڑھے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح تیمم سے بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

قال الحسن بن علی بن النعمان لم يحدث اس سے بھی جمہور کی تائید ہوتی ہے۔ کہ جب تک حدث نہ ہو تیمم کافی ہے۔ کسی فرض کی قید نہیں ہے۔ واما ابن عباسؓ وہو تیمم اس سے امام محمدؒ کے قول پر رد فرماتے ہیں جن کی رائے ہے کہ تیمم متوضی کی امامت نہیں کر سکتا۔ ائمہ اربعہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کر سکتا ہے۔ لا یأسی بالصلوة علی السجدة اس سے بھی جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ زمین شور پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے کے اندر کوئی حرج نہیں۔ یہ بنا رہے ہیں کہ ارض سجدہ عام ہے و ففنا و ففنا چونکہ ساری رات چلے تھے تو جہاں ہو گیا تھا۔ اس لئے آخری رات کے اندر ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اور ایسے پڑ کر سوئے کہ اس پڑنے سے یاؤ مسافر کے نزدیک اور کوئی چیز میٹھی نہیں ہو سکتی۔ فما یقظن الا حنا انفس گہرے نیند سوئے اور پھر جب صبح کو گرمی پہنچی اس وقت آنکھ کھلی۔ کان النبی صلوا اذا نام لعلو توقظہ حضور اکرم صلم کو سوتے ہوتے نہ جگانے کی وجہ یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوا کرتا ہے۔ اور یہ کسی کو خبر نہیں کہ کس وقت خواب کا سلسلہ شروع ہو جائے لیکن ہے اس وقت خواب میں وحی ہو رہی ہو۔ فلکن تدفع صوتہ احتمال وحی کی وجہ سے جگانا تو غیر مناسب تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کی یہ تدبیر کی۔ کہ زور زور سے تکبیر کہنے لگے تاکہ حضور اکرم صلم کے کان میں آواز چلی جائے۔ پھر حضورؐ بیدار ہو جائیں لاضیاء ولا یضیی یہ اوشک کے لئے ہے۔ معنی دو نو کے ایک ہیں۔ وہ یہ کہ یہ نیکویتی طور پر کرایا گیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس روایت پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کسی پیر کا مرید ہوتا ہے۔ گو وہ عامی ہو۔ تو اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ یوں کہتا ہے کہ جب سے حضرت سے مرید ہوا بس تہجد کے وقت نیند اڑ جاتی ہے۔ اور یہاں اجلہ صحابہ اور خود سب کے آقا حضور اکرم صلم باوجود انہی صفائی قلب کے فجر کی نماز میں کیوں سو گئے اس قسم کے واقعات کا

جواب یہ ہے کہ نبی تعلیم فعلی کے واسطے آتا ہے۔ لہذا جو افعال شان نبوت کے خلاف نہ ہوں۔ گودہ ہماری نظر میں چھوٹے معلوم ہوتے ہوں۔ مثلاً نماز میں سہو ہو جانا۔ یا سو جانا وہ نبی مکمل بدن بوجہ کر لے جاتے ہیں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فی لا انفس و ملکات انفسی اور جو کام شان نبوت کے خلاف ہوتے تھے وہ صحابہ کرام سے کر لے گئے۔ چونکہ تعلیم فعلی مقصود تھی۔ اس لئے حضرت عائشہؓ سے زنا صادر ہوا۔ اور اسی طرح بعض دوسروں سے چوری کا صدور ہوا تاکہ حدود ہماری کی جاسکیں۔ اب خدا نخواستہ نبی کے ہاتھ تو نہیں کاٹے جاسکتے۔ اسی طرح نبی سے زنا کبھی بھی صادر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ شان نبوت کے خلاف ہے۔ لہذا اس کے واسطے صحابہ کرام نے اپنے آپ کو پیش کیا اور اس کی وجہ سے صحابہ میں نہ کوئی خرابی آئی اور نہ ہی کوئی نقص آیا۔ اسی طرح تعلیم فعلی کی تیسری سیڑھی مشاجرات صحابہ ہیں۔ اس کو بھی دنیا میں کرنا تھا۔ اور وہ خلافت راشدہ میں ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ہو نہیں سکتی تھی کیونکہ حضور اکرم موجود ہوں گے تو آپ ہی بادشاہ ہوں گے آپ کے ہوتے ہوئے جو ملک طلب کرے گا وہ باغی ہو گا۔ اور کافر اور خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ارتداد پھیل رہا تھا اس کے قلع قمع کی ضرورت تھی۔ اگر باہم اختلاف ہو جاتا تو معلوم معاملہ کہاں کا کہاں پہنچ جاتا۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس لئے کہ اسلامی شوکت کی ضرورت تھی۔ اور وہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں پاپہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اب حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہونی چاہیے تھی اور بنیاد بھی پڑ گئی تھی۔ مگر چونکہ ثروت کی بنا پر اختلافات ہو کر تے ہیں۔ اس لئے ان کے زمانے میں کثرت ثروت ہوئی۔ اب حضرت علیؓ کا زمانہ رہ گیا تھا۔ اور انہی تک خلافت راشدہ تھی۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنة لہذا مشاجرات صحابہ ان کے زمانہ میں رونما ہوئے اور جنگ جمل اور جنگ صفین کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یہ مشاجرات صحابہ کرام کی شان میں کسی قسم کا نقص پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ اس سے تعلیم فعلی اور مسئلہ خلافت کی تکمیل ہوئی۔ اب یہاں ایک دوسری بات یہ ہے کہ یہ واقعہ جس شب میں پیش آیا۔ اس کو لیلة التقریس کہتے ہیں۔ اور اس حدیث کو لیلة التقریس والی حدیث کہتے ہیں۔ تقریس کے معنی آخری شب کو نزل کرنے کے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لیلة التقریس ایک ہے یا متعدد جمہور کی رائے ایک کے ہائے میں ہے۔ مگر واقعات اور روایات میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک مرتبہ کا ہونا کسی طرح نہیں بنتا۔ اس لئے محققین کی رائے ہے کہ لیلة التقریس کم از کم دو مرتبہ ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ تین مرتبہ ہوئی۔ اور مجھے بھی کوئی اشکال نہیں نہ سہی دو۔ تین بھی ہو سکتی ہیں، چونکہ اس روایت

کے الفاظ مختلف ہیں اور مختلف طور سے بروی ہیں اس لئے امام بخاریؒ اس سے مختلف جگہوں میں مختلف مسائل ثابت کریں گے جس کو میں بھی اپنی جگہ پر بیان کر دوں گا۔ صوفیہ فرماتے ہیں اس شب کے اندر بیدار نہ ہونا بہت عجیب ہے اور اس شب کو حضرت بلالؓ کی انا (میں) نے کھو دیا۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا من یکلؤنا اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا انا اذا نام لم یقظہ لاحتمال انہ یولجی الیہ فی ذلک النور۔ اور تھلوا یہ ارتحال کا امر کیوں فرمایا۔ خفیہ فرماتے ہیں کہ اس دہرے سے فرمایا کہ وہ وقت وقت مکروہ تھا۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ روایت میں ہے۔ حتیٰ اذا ارتفع الشمس نزل یعنی جبکہ ارتفاع شمس ہو گیا۔ اور وقت کراہت جاتا رہا۔ تو اس وقت نزول فرمایا ہے۔ فما یقظنا الا حال شمس اس کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اگر گرمی کا زمانہ ہو۔ تو دھوپ کی گرمی تو جلد ہی پڑنے لگتی ہے۔ بالخصوص جبکہ میدان میں ہوں۔ اور خصوصاً عرب کی گرمی کہ دن سخت گرم اور راتیں سخت سرد۔ لہذا اس سے کوئی اشکال نہیں پڑتا۔ اس کے بالمقابل شوافع وغیرہ کی رائے اس ہلکے میں یہ ہے کہ اس وادی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آئی۔ اور نماز قضا ہوئی۔ اس لئے اس وادی میں ایک قسم کا نحوست ہوئی اس لئے ارتحال کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں بھی ہے فان فیہا شیطانا اس وادی میں شیطان ہے۔ خفیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ سورج تو خود بین قرنی الشیطان طلوع ہوتا ہے۔ فان علیک بالصبر اس جملہ کے واسطے پوری روایت کو ذکر فرمایا۔ یمتہ ابو جہاد ان کا نام عمران تھا۔ بین مزادنین دو بہت بڑے شکاریں اور صلیبتین اونٹنک راوی کے لئے ہے۔ اور دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ دوہرے چڑے کا شکاریزہ عہدی بالمارامس یعنی اتنی دوری پر ہے کہ کل میں اسی وقت پانی پر سے چلی ہوں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ایک منزل ہے۔ و تعذنا خلونا حب اس عورت نے دیکھا کہ یہ دو مرد ہیں تو وہ ڈری۔ کہ یہ لوگ پانی کی تلاش میں ہیں کہیں مجھ سے پانی نہ چھین لیں تو اس نے بطور معذرت کے کہا کہ ہمارے مرد گھر خالی چھوڑ کر باہر گئے ہوئے ہیں۔ لہذا میں بچوں وغیرہ کے پاس جا رہی ہوں۔ خلوف کے معنی پیچھے چھوڑنے والے اور خلونا یا تو خبر سے کان محذوف کی یا حال قائم مقام خبر ہے واوکام افواہما مشکیزہ میں دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک اوپر کا جو بڑا ہوتا ہے۔ اور نیچے کا چھوٹا ہوتا ہے۔ افواہ اوپر کے منہ کو کہتے ہیں۔ عنادو نیچے کے منہ کو کہتے ہیں۔ افواہ کو اس لئے بند فرما دیا کہ سارے پانی گر جانے کا اندیشہ تھا۔ اگر اس کو کھول دیتے

اور عزلا۔ چونکہ چھوٹا ہوتا ہے اس لئے اس سے تھوڑا تھوڑا پانی آتا رہا ضائع بھی نہیں ہوا وہی قیامہ
تنظر وہ عورت کھڑی یہ منظر دیکھتی رہی۔ کہ اس ذرا سے پانی میں کیا کیا ہو گیا۔ سب نے پانی پی بھی لیا۔
برتن بھی بھرنے اور ایک نے غسل بھی کر لیا۔ یہاں اشکال ہے کہ یہ تصرف فی ملک الغیر کیوں ہوا۔ اصحاب علوم
ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے فرمایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ مضطر ایسے وقت میں بے اجازت
لے سکتا ہے۔ اور حقیقی جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ کم نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو پہلے سے بھی
کہیں زائد بھرا ہوا تھا۔ اجمعوا لہا یعنی ہم نے اس کے پانی سے انتفاع حاصل کیا ہے۔ لہذا اس کے بدلے
میں اس کے واسطے کچھ جمع کر کے لاؤ۔ ما حبسک یا خلافتہ چونکہ یہاں دیر ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ ای
قدر تاخیر سے اپنے گھر پہنچی تو گھر والوں نے دریافت کیا کہ کیا بات تھی۔ جو اتنی دیر لگ گئی اداۃ رسول
اللہ حقا معنی اگر وہ سامع نہیں ہیں تو بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں۔ ولا یصیبون الصرصر کہتے ہیں
گاہ کو اور یہاں مراد قبیلہ ہے۔ قال ابو عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ حدیث شریف میں صابی کا لفظ آگیا
تھا۔ اس لئے اس کی تفسیر فرمادی۔ اور اس سے ان کا ذہن قرآن پاک میں لفظ صابین کی طرف منتقل ہو
گیا تو ساتھ ہی ساتھ اس کی شرح بھی فرمادی۔ پھر آیت کریمہ الا تصرف عفی کیدہن اصیب الیہن
کی طرف ذہن گیا تو اس کی تفسیر فرمادی۔

باب اِذَا خَافَ الْجَنْبُ عَلَى نَفْسِهِ الْعَرَضِ أَوِ الْمَوْتِ أَوْ خَافَ أَنْ يُعْطَشَ يَتَوَضَّعُ
وَيُذْكَرُ أَنَّ عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ أَجْنَبٌ فِي لَيْلَةٍ بِأَرْضِ قَوْمٍ خَبِيْطَةٍ وَتَلَا وَلَا تَقْسَلُوا
أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا خَذُّكُمْ ذَلِكَ بِلَيْعِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ يُعْزِفُ۔
ترجمہ:- جب جنبی کو اپنے نفس پر مرض کا یا موت کا ڈر ہو۔ یا پیاس کا خطرہ ہو تو تیمم کرے اور
ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ سخت ٹھنڈی رات میں جنبی ہو گئے تو تیمم کر کے یہ آیت تلاوت
کی کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ جب اس کا تذکرہ جناب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا تو آپ نے کوئی ملامت نہ فرمائی۔

حدیث نمبر ۳۳۲ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ
بْنِ مَسْعُودٍ إِذَا لَمْ يَجِدْ الْمَاءَ لَا يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ نَعُوْزُ أَنْ لَوْ أَرَجَدُ الْمَاءَ شَهْرًا لَوُ
أَصَلَّيْ لَوْ رَخَصْتُ لِيْ فِي هَذَا كَأَنَّ إِذَا وَجَدَ أَحَدُ هُمُ الْبَرْدَ قَالَ هَكَذَا يَعْنِي يَتَوَضَّعُ

وَحَلَّتْ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ قَوْلَ عَمَّارٍ لَمْ يَكُنْ أَرَعُمَرَ فَتَجْعَلُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ -
ترجمہ، حضرت ابو دآل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ کیا جب تک کوئی پانی نہ پائے نماز نہ پڑھے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا ہاں اگر میں ایک مہینہ تک پانی نہ پاؤں تو نماز نہیں پڑھوں گا۔ اگر میں ان کو اس بارے میں رخصت دے دوں تو جب بھی کسی کو ٹھنڈک پہننے کی تو اسی طرح کرے گا۔ یعنی تیمم کرے گا۔ اور نماز ادا کرے گا۔ تو ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا پھر عمارؓ نے جو حضرت عمرؓ کو تیمم کے بارے میں فرمایا تھا وہ کہاں جلے گا۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کے قول کو پسند کیا ہو۔

تشییح از شیخ مدنی، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ جنہی کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے ممکن ہے یہ ان کا مذہب ہو۔ جو کہ جمہور کے خلاف ہے۔ اس باب میں دو روایتیں بیان کی گئی مگر ان میں ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب مصلحت بیان کی تو معلوم ہوا کہ وہ نفس مسئلہ کے مخالف نہیں لیکن پھر حضرت عمارؓ کے واقعہ پر رد کرنے کے کیا معنی؟ تو دوسری روایت نے بتلا دیا کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے اولاً ذیل عمارؓ پیش کیا۔ پھر آیت کو پیش کیا جب ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو حقیقت بیان کر دی کہ میں نفس مسئلہ کے خلاف نہیں ہوں تو دوسری روایت نے اسے صاف کر دیا پہلی روایت میں راوی نے تقدیم و تاخیر کر دی۔

حدیث نمبر ۳۳۳ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الْخَطَّابِيُّ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ مُوسَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ تَرْمِضُ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى بَلْ كُنْتُ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عُمَرَ كَوَيْفَ يَذَلُّكَ مِنْهُ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعَانَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ هَذِهِ الْأَبِيَّةَ فَمَا دَلَّى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَوْنُ رَحْمَتِنَا لَهْمُ فِي هَذَا وَشَكَ إِذَا ابْتَدَأَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَدَّعَاهُ وَيَتَبَيَّمُوا فَقُلْتُ لَشَقِيقِي فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا فَقَالَ لَعَنَ تَرْجَمَهُ، حضرت امش بن فراتے ہیں کہ میں نے حضرت شقیق بن سلمہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت عبداللہؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمن

کہ جب کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جب تک اسے پانی نہ ملے نماز نہ پڑھے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ حضرت عمارؓ کے اس قول کو کیا کرو گے جبکہ جناب بنی اکرم صلعم نے ان سے فرمایا کہ یہ تیمم ہی تمہیں کافی تھا جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کے اس قول پر قناعت اور رضا مندی ظاہر نہیں کی۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ چلو ہم حضرت عمارؓ کے قول کو چھوڑتے ہیں۔ اس آیت تیمم کا کیا جواب ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کوئی جواب نہ بن پڑا صرف اتنا کہا کہ اگر ہم ان لوگوں کو ایسی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت دے دیں تو قریب ہے کہ جس کو پانی ٹھنڈا لگا۔ وہ پانی کو چھوڑ کر تیمم کرنے لگے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شفیق سے کہا کہ اچھا اس وجہ سے حضرت عبداللہ تیمم للجنبی کو مکروہ سمجھتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ، فماذلی عید اللہ ما یقول اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا وہ مذہب ہوتا جو لاستم کے بارے میں شوافعؒ کا ہے کہ اس آیت سے سمرۃ کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن عباسؓ لاستم کے معنی جامعہ کے لیتے ہیں تو یہاں پر ان کو جواب دینا آسان تھا کیونکہ اختلاف حدیث اکبر میں ہو رہا ہے۔ وہ آسانی سے کہہ دیتے کہ لاستم سے مراد سمرۃ ہے یعنی حدیث اصغر ہے۔ حدیث اکبر مراد نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ عاجز ہو گئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو معلوم ہوا کہ وہ لاستم کے معنی مستم کے نہیں لیتے۔ اب اشکال یہ ہے کہ آیت کریمہ سے استدلال کیونکر ہوا کیونکہ تیمم کا حکم تو عدم وجدان مار کی صورت میں ہے۔ یہاں مریض کے لئے عدم وجدان مانہ نہیں ہے تو کہا جائے گا کہ عدم وجدان مار سے مراد عدم القدرۃ علی استعمال الماء مراد ہے۔ اور وہ کبھی عدم وجدان مار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی مانع کی وجہ سے مثلاً برد کا خوف ہے۔ یا کسی مرض کے زیادہ ہونے کا خطرہ ہے۔

تشریح از شیخ ذکر یابا۔ مرض کا مسئلہ تو صحابہؓ کے مابین مختلف فیہ رہ چکا ہے۔ مگر موت کے خوف اور پیاس کے خوف سے تیمم کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ اگر حدیث مرض کا خوف ہو تو اس میں اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے متفق علیہ پر مختلف فیہ کو قیاس فرما کر بتلایا ہے کہ تیمم جائز ہے۔ اور اب ائمہ کا بھی مذہب ہے کہ خوف مرض کی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے و یدکما ان عصروہ بن العاص اجنب فی لیلة بارہ کا یہ واقعہ غزوہ ذات السلاسل میں پیش آیا۔ ابو داؤد میں یہ پوری روایت مذکور

ہے مختصر قصہ یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاصؓ امیر مقلہ غل کی حاجت ہو گئی۔ سردی زیادہ تھی۔ تیمم کر کے نماز پڑھا دی۔ لوگوں نے حضور اکرم صلم سے شکایت کی۔ حضور اکرم صلم نے وجہ دریافت فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلم سردی زیادہ تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ اس پر حضور انور صلم نے کچھ نہیں فرمایا۔ لہذا اس پر آپ کی تقریر ثابت ہو گئی۔ قَالَ عِبْدُ اللَّهِ لَا يَصِلُ إِلَا حضرت عمرؓ امیر المؤمنین اور حضرت ابن مسعودؓ فقیہ الامت جنہی کے تیمم کے بارے میں بڑے سخت تھے کہ اس کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ ان حضرات کا مذہب تھا یا سدا للباب ایسا کرتے تھے۔ علماء دونوں طرف لگتے ہیں حضرت عمرؓ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا مذہب تھا۔ پھر جوع کر لیا اور حضرت ابن مسعودؓ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سدا للباب منع کرتے تھے اسی نہایت میں حضرت ابو موسیٰ اور ابن مسعودؓ کا مناظرہ پیش آیا۔ جو عمر بن حفص کی روایت میں ہے اور وہی مرتب ہے۔ اور بقیہ روایات میں جو آتا ہے وہ غیر مرتب ہے کہیں اس میں تقدیم ہے کہیں تاخیر ہے۔

بَابُ التَّيْمُوتِ ضَرْبَةً

ترجمہ ۱۔ کہ تیمم ایک مرتبہ زمین پر ہاتھ مارنا ہے۔

حدیث نمبر ۳۳۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ شَيْبَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَوْ يَجِدُ الْمَاءَ تَهْمًا أَمَا كَانَ يَتِمُّ وَيُصَلِّي قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتِمُّهُ وَإِنْ كَانَ كَوَيْجِدُ شَهْرًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهَذَا الْأَيُّوفِ سَوَدَوِ الْمَاءِ فَلَوْ يَجِدُ مَاءً فَيَتِمُّ صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ دُرِجَ فِي هَذَا الْمَاءِ لَا وَشَكُوا إِذَا بَدَّ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتِمُّوا الصَّعِيدَ قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا إِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَلَوْ تَسْمَعُ قَوْلَ عَمَارِ بْنِ رَعْمَةَ بْنِ الْخَطَّابِ يَعْثُرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبَتْ فَلَوْ أَجِدَ الْمَاءَ فَنَمَتْ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَّعُ الدَّائِمَةُ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يُكْفِيكَ أَنْ تَصْبَحَ هَكَذَا وَضَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَهُ كَقَوْلِهِ بِشِمَالِهِ أَوْ ظَهْرِهِ شِمَالَهُ بِكَفِّهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَوْ تَرَعَمَرُ لَوْ يَقْنَعُ بِقَوْلِ عَمَارِ

وَلَا يَخْلِي عَنِ الْأَمْعَشِ عَنْ شَرِيفٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنِ مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى
أَلَوْ تَسْمَعُ قَوْلَ عَمَّارٍ لَعَمْرُائِ رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي أَنَا وَأَنْتَ
فَأَجَبْتُ فَمَكَلْتُ بِالضَّبِيْدِ فَأَتَيْنَا رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآذَيْنَاكَ فَقَالَ إِنَّمَا
كَانَ يَكْفِيكَ هَذَا وَسَوَّجَهُ وَكَفَّنِي وَاحِدَةً -

ترجمہ، حضرت شقیقؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس تھا تو حضرت ابو موسیٰؓ
نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ اگر ایک آدمی جنبی ہو جائے اور اسے مہینہ بھر پانی نہ ملے۔ تو کیا وہ تیمم کرے نماز
نہ پڑھے جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تیمم نہ کرے اگرچہ اسے ایک مہینہ بھر تک پانی نہ ملے تو حضرت ابو موسیٰؓ
نے فرمایا کہ پھر وہ آیت تیمم جو سورہ بقرہ میں آئی اس کو کیا کر دے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب تمہیں پانی نہ ملے
تو پاک مٹی سے تیمم کر دو جس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ اگر اس بارے میں ان کو تیمم کی اجازت دی گئی۔ تو
قریب ہے کہ جب بھی کسی کو پانی نہ ملے گا۔ تو وہ مٹی سے تیمم کرنے لگے گا۔ تو میں نے کہا اچھا تم اس وجہ سے
مکروہ سمجھتے ہو۔ انہوں نے فرمایا ہاں تو حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے حضرت عمارؓ کی وہ بات نہیں سنی
جو انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہی تھی۔ کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ضرورت کے لئے بھیجا مجھے بنا بت
لاحق ہو گئی پانی ملا نہیں تو میں زمین پر ایسے لیٹنے لگا جیسے جانور لیٹتا ہے تو میں نے اس کا ذکر جناب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اتنا ہی کافی تھا۔ اور بتھیلی زمین پر ماری۔ پھر اس مٹی کو جھاڑا پھر
اسی مٹی سے اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے ظاہر کا مسح کیا یا اپنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی
کا مسح کیا پھر ان دونوں سے چہرہ کا مسح کیا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت
عمارؓ کے قول کو پسند نہیں کیا۔ علیؓ نے امّش سے اور اس نے شقیقؓ سے زائد الفاظ روایت کئے ہیں کہ میں حضرت
عبداللہؓ اور ابو موسیٰؓ کے پاس تھا حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے حضرت عمارؓ کا وہ قول نہیں سنا جو انہوں
نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو کسی ضرورت کے لئے روانہ کیا میں جنبی ہو گیا
اور مٹی پر لیٹ گیا۔ پھر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ تو آپ نے فرمایا
بس تمہیں اس قدر کافی تھا کہ چہرے اور ہتھیلیوں کا ایک ہی ضربہ سے مسح کرتے۔

تشریح از شیخ مفتیؒ یہاں ضرورت واحدہ ہے اور کہیں ضرب بکفہ ضرورتہ ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی
قائل نہیں ہے جو ضرورت واحدہ کے قائل ہیں وہ کفین کہتے ہیں اور یہاں مسح بجا ظہر کفہ ہے۔ حالانکہ یہ لوگ

آپ نے اسی شبہ کے ازالہ کے لئے اشارہ فرمادیا اور اسی پر اکتفا کیا۔ کہ تمیم کی تعلیم تمہیں پہلے دی جا چکی ہے وہاں جنابت کا تذکرہ نہیں تھا۔ اس جملہ سے بتلایا گیا۔ کہ درہی تمیم اس کے لئے کافی ہے۔

تشنیج از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ شاہ دلی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ باب غلط ہے اس لئے کہ یہ روایت پہلے باب کی ہے اور دیگر شراح کی رائے یہ ہے کہ روایت آیت سے ضربۃ واحدة بالتصریح ثابت نہیں ہوتا مگر اس لئے باب باندھ دیا۔ اور مقصود درہی ضربۃ واحدہ ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی یہ غرض نہیں بلکہ اس باب سے ایک اشکال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ اگر حضرت عمارؓ کو آیت تمیم معلوم تھی تو ترغ کیوں کیا۔ اور اگر معلوم نہ تھی تو ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مٹی پانی کے قائم مقام ہو جائے گی حالانکہ اس کے اندر تو اور تلوث ہو تو ترغ کیوں کیا۔ اشکال کا جواب دینے ہیں کہ آیت صرف قیتمہ صعید اطیباً نازل ہوئی تھی۔ اگر حصہ نازل نہیں ہوا تھا۔ لہذا انہوں نے جیسے غسل کرتے وقت سارے جسم پر پانی بہانے کا سلسلہ رکھا تھا۔ اسے ہی مٹی میں ترغ کر لیا۔ مگر مجھے اشکال یہ ہے کہ یہ محتاج دلیل ہے۔ اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت تمیم کا نزول الگ الگ ہوا ہو کسی مفسر نے یہ بات نہیں لکھی۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے جو امام بخاریؒ دے رہے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے صرف علیک بالصعید سن رکھا تھا۔ اور سارے صحابہ کا آیت سن لینا ضروری نہیں ہے۔ لہذا علیک بالصعید کے عموم کو دیکھتے ہوئے تمیم کو غسل پر قبض کر کے ترغ کر لیا۔ علیک بالصعید سے خاتمہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ مٹی میں مٹی مل گئی انجام دنیا دیکھ لے۔

يَسْمُوا لِلَّهِ التَّحِيْمُ التَّحِيْمُ ۱

کتاب الصَّلَاةِ

باب كَيْفَ قُرِئَتِ الصَّلَاةُ فِي الْيَوْمِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُيَاسٍ ابْنُ حَرْبٍ فِي حَدِيثٍ هَرَقْلُ قَالَ يَأْمُرُنَا يَعْزِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ۔

ترجمہ، بیلۃ اسراء میں نماز کیسے فرض ہوئی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوسفیان بن حربؓ نے ہرقل والی حدیث میں بیان کیا کہ انہوں نے جناب نبی اکرمؐ مسلم ہمیں نماز پڑھنے۔ سچ بولنے اور

پاکمان رہنے کا حکم دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَكْيُومٍ الْهَمَّانِيُّ أَبُو ذَرٍّ يُعَدُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُجِرَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَ أَنَا بِمَكَّةَ فَذَلَّ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَجَّرَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءٍ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُصْطَلًى حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَّجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا جَبْرِيلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ أُرْسِلْ إِلَيْهِ قَالَ لَعَوْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا نَجَلٌ قَائِمٌ عَلَى يَمِينِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَلَى شِمَالِهِ أَسْوَدَةٌ إِذَا نَظَرْتُ بِلِ يَمِينِهِ ضُجُكٌ وَإِذَا نَظَرْتُ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِحَبْرِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ كَسَمُ بَنِيهِ فَإِذَا نَظَرْتُ مِنْهُمْ أَهْلَ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي مِنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرْتُ مِنْ يَمِينِهِ ضُجُكٌ وَإِذَا نَظَرْتُ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى حَتَّى عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِحَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَازِنٌ تَمَامِثِلُ مَا قَالِ الْأَوَّلُ فَفَتَحَ قَالَ أَلَسْتُ فَذَكَرْتُ أَنَّكَ وَجَدْتَ فِي السَّمَوَاتِ آدَمَ وَمَوَادُّوَيْسَ وَمُوسَى وَعِيسَى وَإِبْرَاهِيمَ وَلَهُمْ مِثْبَاطٌ كَيْفَ نَزَلْتُمْ عَنِ آتِهِ فَذَكَرْتُ أَنَّكَ وَجَدْتَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ وَقَالَ أَلَسْتُ فَلَمَّا مَرَّ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذْرَيسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا عِيسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِيمَانِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ وَقَالَ ابْنُ فُهَيْمٍ فَإِذَا خُبْرٌ فِي بَنِي حَزْمٍ أَيْ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ أَبَا حَبِشَةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَرَّجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى السَّمْعِ فَبِئْرَ لَيْكِ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَلَسْتُ بِنِ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أُمَّتِي حَمْسِينَ صَلَوةً فَجَعَلْتُ يَدَايَ حَتَّى مَرَرْتُ عَلَى

مُوسَى فَقَالَ مَا خَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى أَمْتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَوةً قَالَ فَاذْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ فَرَا جَعْتُ إِلَى مُوسَى قُلْتُ فَاذْجِعْ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَرَا جَعْتُ فَرَضَعَ شَطْرَهَا فَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ اذْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أَمْتَكَ لَا تُطِيقُ ذَلِكَ فَرَا جَعْتُ فَقَالَ هِيَ خَمْسُونَ وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يَبْدُلُ الْقَوْلُ كَذِبًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ فَخَلْتُ سِتِّينَ مِنْ قَوْلِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى السَّيِّدَةِ انْتَهَيْتُ وَخَشَعْتُ لَهَا لَأُذَرِّي مَا هِيَ ثُمَّ ادْخَلْتُ الْبَيْتَ فَإِذَا فِيهَا جَبَّارٌ لَوْنُهُ إِذَا تَوَّجَّهَا لَوْنُهُ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کیا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبکہ میں مکہ میں تھا تو میرے گھر کی چھت کھولی گئی۔ جبرائیلؑ اترے اور میرے سینے کو کھول کر اسے زہم کے پانی سے دھویا پھر ایک سونے کا تھال لانے جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا۔ جس کو میرے سینے میں اُٹھایا۔ پھر اسے جمع کر دیا۔ پھر میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبرائیلؑ نے آسمان کے نگران سے کہا دروازہ کھولو غازی نے پوچھا یہ کون ہے کہا جبرائیل ہوں کیا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ فرمایا ہاں میرے ساتھ محمد مصلم ہیں۔ فرمایا کیا آپ کی طرف معراج کا پیغام بھیجا گیا ہے۔ فرمایا ہاں پس جب دروازہ کھلا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہوا ہے اس کے دائیں جانب بھی کچھ لوگ ہیں۔ اور بائیں جانب بھی جب وہ دائیں طرف نظر آتا ہے تو ہنس دیتا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو رونے لگتا ہے۔ اس نے کہا نبی صالح اور ابن صالح کا آنا مبارک ہو۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں فرمایا یہ آدم ہیں۔ ان کے دائیں اور بائیں جانب جو مجھے نظر آتے ہیں وہ ان کی اولاد کے مجسمے ہیں۔ ان میں سے دائیں طرف والے اہل جنت ہیں اور بائیں طرف والے اہل جہنم ہیں جب وہ دائیں طرف نگاہ کرتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ مجھے دوسرے آسمان تک پہنچا گیا تو نگران سے دروازے کھولنے کو کہا اس آسمان کے نگران نے بھی وہی گفتگو کی جو پہلے آسمان والے نے کی تھی۔ بہر حال دروازہ کھلا تو حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے ذکر فرمایا کہ آپؐ نے آسمانوں میں حضرت آدمؑ اور شیؑ موسیٰؑ اور

میں تعارض نہیں کیونکہ وہ مگر حضرت ام بانی رحمہ اللہ کا تھا جس میں آپ قیام فرما تھے۔ فخر ج صدی اگر شبہ ہو کہ شق صدر سے تو آدمی مر جاتا ہے۔ لہذا شق صدر ہوا ہی نہیں۔ حالانکہ شق صدر چار مرتبہ کی روایات ملتی ہیں شق صدر کی سب سے پہلی قوی روایت لیلۃ المعراج والہ ہے۔ اس سے دوسرے درجہ کی بچپن کے شق صدر والی ہے۔ یہ دونو صحاح کی روایات ہیں اور تیسرے درجہ میں بلوغ کے وقت شق صدر کی ہے۔ اور چوتھی روایت میں شق صدر بوقت بعثت ثابت ہے۔ منکرین شق صدر لے کہا تھا کہ اس سے انسان زندہ نہیں رہ سکتا حالانکہ آج سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ آپریشن سے شق اعضا ہوتا ہے لیکن پھر بھی انسان زندہ رہتا ہے۔ تو قدرت باری تعالیٰ سے کیا محال ہے۔ دوسرا شبہ یہ ہے کہ شق صدر کے ذریعہ جو چیزیں نکالی گئیں ان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح روحانی حیثیت سے آپ کمال کھتے ہیں۔ ایسے جسمانی حیثیت سے بھی آپ کو کامل پیدا کیا گیا۔ مگر پھر حلقہ سودا جو اہود لعب کا باعث ہے اسے نکال دیا گیا۔ اور پھر بلوغ کے وقت ایک ایسا مادہ ہوتا ہے۔ جو جنون شباب کا باعث بنتا ہے اس کو بھی شق صدر کے ذریعہ سے زائل کیا گیا۔ دجی الہی کے تحمل کے لئے قلب مبارک میں حکمت بھری گئی جس سے قوت پیدا ہوئی اور جو تھا موقع ہے کہ عالم علوی کی میر کرانی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تجلی کا اس دنیا میں تحمل نہیں کر سکے تھے۔ تو اب شق صدر کر کے قوت بھری گئی۔ تاکہ آپ عالم علوی کی اشیاء کو برداشت کر سکیں من ذہب الخ فصب کا استعمال اگرچہ دنیا میں منع ہے۔ مگر چونکہ تعمیل و تحریم کے احکام مدینہ منورہ میں آئے لیلۃ المعراج میں حرمت نہیں آئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ملائکہ استعمال کر رہے ہیں (۳) یہ فعل بحکم اللہ تعالیٰ ہے۔ جب حکم الہی کی وجہ سے قلت و حرمت ہوتی ہے تو پھر بحث ہی نہیں رہتی۔ ممتلاً حکمت اگر شبہ ہو کہ ان اعراض کو مادیات میں کیسے رکھا گیا۔ جواب یہ ہے کہ حکمت اور ایمان کا مادہ ان مادیات میں بھرا گیا۔ یا بطور تشبیہ کے مثلاً ہے یا اصابۃ حق فی العمل والفقول کو حکمت و ایمان سے تعبیر کیا گیا۔ اور حکمت و ایمان کو بصورت مادہ بنا کر پھر بھر دیا گیا۔ ارسل الیہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم ملکوت میں آپ کے عروج کی اطلاع ہو چکی تھی مگر وقت کی تعیین نہیں تھی اس لئے سوال کیا گیا اسودہ جمع سواد کی یعنی شخص کیونکہ اس کا سایہ سیاہ پڑتا ہے۔ کتنا ہی گمے سے گورا انسان کیوں نہ ہو دور سے سیاہ ہی نظر آتا ہے، یہ ادواح بعض کہتے ہیں کہ وہ ہیں جو دنیا سے آئی ہیں مظاہر ہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دوسری رو میں ہوں اہل تصوف فرماتے ہیں کہ علیین اور سجین دونو حضرت آدم علیہ السلام کے قریب

ہیں ان کو مبینہ دشمال سے تعبیر کیا گیا یا اصل علیین اور سچین آپ کو نظر آنے ختم جمع ختمہ کی بھنی روح اگر شہ ہو کہ آپ نے جمیع انبیاء علیہم السلام کی بیت المقدس میں امامت فرمائی۔ ان کے پاس باقی وغیرہ کا انتظام نہیں تھا تو پھر یہ حضرات سوا امت پر کیسے پہنچ گئے۔ بعض نے کہا کہ وہ بیت المقدس میں انبیاء نہیں تھے اور بعض نے کہا کہ بیت المقدس میں روہیں تھیں اور سموات پر ان کے اجساد تھے۔ اور بعض نے اس کے برعکس کہا کہ تجدد روح کی وجہ سے انسان اپنے جسم کو مختلف مقامات پر ظاہر کر سکتا ہے ثَوَمَرَدُتْ مَوَحٰی یہ تم ترتیب ذکر میں کے لئے ہے۔ صریف اقلادہ یعنی چڑھڑا ہٹ اگر شہ ہو کہ آپ نے فرمایا جف القلم پھر صریف اقلادہ سننے کے کیا معنی؟ اور اختصام ملا اعلیٰ کے اندر مختلف اعمال کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا اجر بھی مل رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قلم دوشم ہے۔ قلم تشریحی وہ تو ہر نبی کے زمانہ کے مطابق تیار ہوتی ہے۔ اور قلم تکوینی پہلے سے ہے۔ اس میں ہر چیز ازلی مقرر ہوتی ہے، جیسے ہر بادشاہ کے ہاں اس کا انتظام ہوتا ہے۔ پھر قلم تشریحی اور تکوینی کا اصل اور فرع ہے۔ قلم تشریحی کے اصل میں کلیات وغیرہ متعین ہوتے ہیں۔ اور قلم فرعی میں ہر سال شب برات میں متعین ہوتے ہیں یہاں قلم تکوینی نہیں ہے۔ بلکہ قلم تشریحی کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نداد القلم و ما یسطوعت فرمایا گیا۔ ما سَطُو نہیں فرمایا گیا یہاں ہی قلم تشریحی مراد ہے۔ لا یبدل القول لدیٰ الخ کا یہ مطلب نہیں کہ اب صلوة میں بالکل تغیر نہیں ہوگا بلکہ باری تعالیٰ نے جو اپنی طرف سے ثواب مقرر کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ لدیٰ کا تعلق قول اور تبدل دونوں سے ہو سکتا ہے۔ جہاں اور بعض نسخوں میں جہاں کا لفظ ہے جو کہ صحیح ہے۔ جہاں جہنم کی جمع ہے جس کے معنی گنبد کے ہیں۔ اور جہاں جمع جہل کی مراد لڑیاں ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ باب کیف فرصت الصلوٰۃ الخ یہ کیف سے پانچواں باب شروع ہو رہا ہے۔ اس باب سے کیفیت فرضیتہ صلوٰۃ بیان فرما رہے ہیں کہ اولاً پچاس نمازیں فرض ہوتی ہیں اور انتہا پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے حضور اکرم صلیم بار بار تشریف لائے۔ اور تشریف لائے۔ جیسا کہ روایات میں آ رہا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اسرار اور معراج ایک رات میں ہوئی ہیں یا دو راتوں میں۔ اسرار نور بیت اللہ سے بیت المقدس کی سیر کھاتی ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں تک معراج ہے۔ اکثر علما فرماتے ہیں کہ دونوں ایک ہی رات میں ہوئیں۔ امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے اس نے فرضت الصلوٰۃ فی الاسرار فرمایا۔ حالانکہ فرضیت آسمان پر ہوتی۔ اور وہ معراج ہے پھر بھی فی الاسرار فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دونوں ایک ہی رات میں ہیں

اور کتاب الانبیاء میں متقل دو باب آئیں گے۔ ایک باب اسرائیل کا دوسرا باب معراج کا۔ اس لئے کہ وہاں مقصود قصہ کو بیان کرنا ہے۔ فی حدیث متقل ہیں نے کہا تھا۔ امام بخاریؒ حدیث ہرقل تیرہ جگہ ذکر فرمائیں گے انہی میں ایک مقام یہ بھی ہے۔ اور یہاں یہ حکم اس لئے ذکر فرمایا کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان سے پوچھا کہ وہ نبی تم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا یا موصیٰ بالصلوٰۃ والصدق والعفاف تو چونکہ اس میں صلوٰۃ کا ذکر ہے اس لئے یہ جملہ ذکر فرمادیا۔ نیز امام بخاریؒ نے اس جملہ سے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ فرضینہ صلوٰۃ مکہ میں ہوئی۔ کیونکہ ابوسفیان سے حضور اکرم صلم کی ملاقات بعد الحجۃ ہرقل سے گفتگو تک ثابت نہیں خنوخ بن سلق بنی دروازہ چھوڑ کر چھپتے سے آنا۔ دو باتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے تھا ایک تو یہ کہ جو امور آج کی رات میں پیش آئیں گے وہ خارق عادت اور خلاف معهود ہوں گے۔ اور دوسرے یہ کہ شق صدر کا واقعہ پیش آنے والا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ شق صدر کے وقت حضور اکرم صلم کو یہ خیال گزرتا کہ میرا سینہ شق ہونے کے بعد اب کیسے درست ہوگا تو چھپت پھار کر اشارہ کر دیا کہ جیسے یہ باوجود اپنی غلاطت کے درست ہو گیا۔ اسی طرح آپ کا صدر اطہر بھی درست ہو جائے گا۔ خنوخ صدوی یہ شق صدر کہلاتا ہے یہ کتنی مرتبہ پیش آیا ایک تو یہ ہے اور دوسرا مشہور یہ ہے کہ حضرت حلیمہؓ کے یہاں جب حضور اکرم صلم تھے اسی وقت پیش آیا۔ یہ دونوں شق صدر عند المحدثین مشہور ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ایک تیسرا اس وقت ہوا جب کہ عمر مبارک دس سال کی تھی اور چوتھا بیان کیا جاتا ہے کہ غار حرا میں نزول وحی کے وقت پیش آیا۔ پانچویں مرتبہ بھی لوگوں نے بیان کیا ہے۔ مگر حافظ فرماتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں، شق غسلہ بماء زمزم اس سے زمزم کے پانی کے جنت کے پانی سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب جنت سے طشت آسکتا تھا تو کیا پانی نہیں آسکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ زمزم افضل ہے۔ ماحجت سے مننلی حکمت و ایمانا اب سے پچاس سال قبل لوگوں کو اس روایت پر بڑا اشکال تھا کہ ایمان بھی کوئی ایسی محسوس چیز ہے۔ جسے طشت میں رکھ دیا جائے مگر جب سے بجلی کے ذریعہ علاج ہونا شروع ہوا۔ کہ بوتل میں طاقت بھری ہوئی ہے۔ جسے بجلی کے ذریعہ بدن میں پہنچا دیتے ہیں۔ وہ نظر آتی ہے اور نہ وہ محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت سے سب خاموش ہیں اب اگر کوئی کہے کہ ایمان بھی کوئی جسم ہے جو نظر آجائے اس کا جواب بس یہی ہے کہ یہ برقی طاقت جو بوتل میں ہوتی ہے وہ کیسے نظر آتی ہے فقہ الحی الشہادۃ اس روایت پر قدیم اشکال تھا کہ آسمان پر حضور اکرم صلم کیسے تشریف لے گئے اس لئے کہ بین السماء والارض کو کھار اور کمرہ زہرہ حامل ہیں ان کو کس

طرح پار کیا گیا۔ لیکن راکٹ وغیرہ کی سائنسی تحقیقات نے ان سب شبہات کا ازالہ کر دیا۔ فقال ارسل الیہ شرح
 اس کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ کیا ان کو نبوت عطا کی گئی ہے۔ رسالت دی گئی ہے لیکن میرے والد
 صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تو مشہور تھا۔ بلکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ کیا ان کو یہ مرتبہ عطا ہوا کہ فرشتے
 کو ان کے لینے کے لئے بھیجا گیا۔ فاذا ارجل قاعدہ یہ رجل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کما یاخی وھن یمینہ
 اسودۃ وھن یشامۃ۔ اسودہ سواد کی جمع ہے۔ بمعنی شخص یہاں اشکال یہ ہے کہ یہ سارے ان کے
 پاس کیونکر جمع ہو گئے۔ حالانکہ ارواح صالحین علیہم ہیں ہوں گی اور ارواح غیر صالحین سجن میں ہوں
 گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت وقتی طور پر حضور اقدس صلم کی آمد کے اہتمام میں تھا سب کو جمع کیا
 گیا تھا۔ دوسرا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہ عالم برزخ ہے۔ اس میں پردہ وغیرہ کوئی نہیں ہوتا
 ممکن ہے کہ وہ اپنی جگہ بہتے ہوئے حضور اکرم صلم کو وہاں سے نظر آ رہے ہوں۔ جیسا کہ ایک قول کے مطابق
 مردہ کو جناب نبی اکرم صلم اپنی قبر میں ہوتے ہوئے نظر آ دیں گے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عالم مثالی کی
 چیزیں ہیں۔ وہاں پر ان کی صور مثالیہ موجود تھیں۔ اذا نظل قبل یمینہ صمدک الخ وجہ اس کی یہ ہے
 کہ یہ نسات حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ اولاد کے اچھے کاموں پر خوشی اور
 برے کاموں پر رنج ہوتا ہے۔ مدجبا بالنبی الصالح ذابن صالح۔ ابن صالح اس لئے فرمایا کہ حضور اکرم
 صلم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ قال انسؓ حضور اکرم صلم نے ان انبیاء مذکورین کا ذکر فرمایا
 اور ان کے مراتب سادہ بھی ذکر فرمائے مگر مجھے یاد نہیں رہا۔ ہاں یہ یاد ہے کہ آدم علیہ السلام سادہ پر
 اور حضرت ابراہیمؑ سادہ ساکس پر تھے۔ فلما مت جبرائیل علیہ السلام بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
 ہمارے لیل الخ حضرت ادریسؑ کو مؤخر ذکر فرمایا ہے۔ حالانکہ حضرت ادریسؑ سارے مؤرخین کے نزدیک حضرت
 نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ مگر چونکہ امام بخاریؒ اس کے قائل نہیں اس لئے مؤخر ذکر فرمادیا ان
 کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ادریسؑ نے الاخ الصالح کہا۔ اگر حضرت نوحؑ کے دادا ہوتے تو الا بن الصالح
 فرماتے اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی سے ساری دنیا ہے۔ ثم وثقت جمعی، ثم محض
 ترتیب ذکر کے لئے ہے نہ کہ ترتیب سادہ کے لئے۔ کیونکہ علوم اچھا کہ ترتیب سادہ یاد نہیں رہی تھی
 قال ابن شہلب الخ یہاں سے امام زہریؒ آگے کا واقعہ جو دطری سند سے سنا ہے۔ اس کو ذکر فرماتے
 ہیں۔ فقوض اللہ علی امتی خمسین صلوة چونکہ حضور اکرم صلم اللہ تعالیٰ کے مہمان تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ

نے حضور علیہ السلام کو تحفہ نماز عطا فرمایا۔ اور ہر جگہ کا تحفہ اس مقام کے مناسب ہوتا ہے۔ دہاں کا تحفہ یہ تھا۔
ہمارے یہاں کا تحفہ کھانے پینے کی چیزیں بن گئیں خانہ امتنک لا نظیف ذلک کیونکہ میں بنی اسرائیل کا
انتہان کر چکا وہ دو وقت کی نماز بھی نہ بنا سکے۔ فقال ہی خمس وھی خمسوت یہ تو تلوینی طور پر طے
تھا کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہوگی۔ مگر چونکہ ثواب پچاس نمازوں کا دینا تھا۔ اس لئے پہلے پچاس اور پھر
اس کے اندر تخفیف فرمائی۔ فرض اللہ الصلوۃ الا اس حدیث سے ترجمہ تو بالکل واضح طور پر ثابت
ہے کہ ابتداءً دو دو رکعتیں تھیں اور انتہائاً صلوۃ المصوبین اضافہ ہوا۔ اور صلوۃ سفر وہی دو رکعت ہی
گزر اس روایت پر دو اشکال ہیں۔ ایک تو آخرت صلوۃ السفر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن مجید
میں لا جناح علیکوا ان نقصوا من الصلوۃ اس آیت کریمہ کا مقتضی یہ ہے کہ قصر فی صلوۃ
السفر ہو ا ہے۔ اور روایت کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے تھی ویسے ہی رہی۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ
خود آیت ہی کے اندر اختلاف ہے کہ آیا یہ صلوۃ السفر کے بارے میں ہے یا صلوۃ الخوف کے بارے میں
خود امام بخاری صلوۃ الخوف میں ذکر کریں گے۔ اگر صلوۃ الخوف کے بارے میں ہے تو قصر سے وہ قصر مراد
ہوگا جو صلوۃ الخوف میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں اشکال ہی نہیں رہتا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ قصر
مجازاً فرمادیا باعتبار صلوۃ الحضر کے چونکہ صلوۃ الحضر اربع رکعات ہے اس لئے اس کے اعتبار سے صلوۃ
السفر کو قصر کہہ دیا۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے تو سفر و حضر دونوں کی دو دو ہی رکعات
تھیں مگر جب حضورؐ نور مسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دونوں میں ایک دم اضافہ ہو گیا اور
دونوں بھلے چار ہو گئیں اور پھر سب میں صلوۃ السفر میں قصر واقع ہوا۔ اور صلوۃ المحضر ویسی ہی رہی۔ اس صورت
میں حضرت عائشہؓ کے قول طاقت صلوۃ السفر کے اندر توجہ کرنی ہوگی کہ طاقت باعتبار حال کے
فرمادیا۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کی روایت کی رو سے صلوۃ السفر میں قصر ہے۔ اور
وہ دو رکعتیں ہیں۔ تو پھر حضرت عائشہؓ تمام کیوں کرتی تھیں جیسا کہ روایات میں آتا ہے اس کا جواب یہ
ہے کہ جہاں روایات میں آتا ہے کہ وہ تمام کیا کرتی تھیں وہیں یہ بھی آتا ہے کہ تاتالکت کما تاول عثمان یعنی
ان کا انعام ایک تاول اور ایک عارض کی وجہ سے تھا وہ فرمایا کرتی تھیں کہ میں ام المؤمنین ہوں اور یہ سارے
میرے بچے ہیں لہذا میں جہاں جاؤں گی وہیں میرا گھر ہے اور اپنے گھر میں قصر کیسے جملہ کما تاول عثمان
کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے بھی یہی تادل کی تھی کہ میں سب کا باپ ہوں۔ بلکہ تمثیل نوع تادل کے

ترجمہ، حضرت عائشہ ام المومنینؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو حضور اور مفر دونوں میں دو دو رکعات متعین پھر صلوٰۃ سفر کو برقرار رکھا گیا اور صلوٰۃ حضر میں اضافہ کیا گیا۔

تشریح از شیخ مفتی بران دو نور و اتیول سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نماز کی فرضیت بہت عظیم الشان طرح سے ہوئی کہ اپنے ہاں بلا کر حکم سنایا گیا۔ اس سے مصنف بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز کی فرضیت بہت سخت اور اہم ہے۔ اہم حکم سنانے کے لئے بادشاہ دوزیر اعظم کو خود بلا تلے چنانچہ آپ کو آسمانوں پر بلوا کر نماز کا حکم سنایا گیا۔ اوقات صلوٰۃ السفر اگر شبہ ہو کہ صلوٰۃ سفر میں قصر واقع نہیں ہوا حالانکہ قرآن مجید سے قصر معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ شوافع اس کے قائل ہیں اوقات بھی ارجحت اور احناف فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ سفر اسی حالت پر رکھی گئی، چنانچہ حضرت عمرؓ کا قول ہے، صلوٰۃ السفر رکعتان و صلوٰۃ الخوف رکعة تمامہ غنیہ فی فضائل حضرت عائشہؓ اور ابن مسعودؓ کی روایات بھی ایسی ہی ہیں، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ بنا بریں فرماتے ہیں کہ مسافر کے لئے دو رکعت پڑھنا عزیمت اگر کوئی اتمام کرے تو اس سے مواخذہ ہوگا۔ احناف ان روایات کو ظاہر بر محمول کرتے ہیں کہ صلوٰۃ قصر میں زیادتی کی گئی۔ سفر کی نماز میں نہیں کی گئی۔ اور آیت کریمہ میں جو لا جناح علیک ان تقصر و اے وہاں صلوٰۃ خوف کا تذکرہ ہے۔ صلوٰۃ سفر کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آگے صلوٰۃ خوف کی ترتیب بتلائی گئی۔ اور صلوٰۃ الخوف رکعة مع الا مامر ہے۔ یا ایک جواب یہ ہے کہ قصر کیا گیا مگر جیسے فضی کو الحجة میں ہے مطلب یہ ہے کہ ابتداء ہی سے جہہ تنگ بنایا اور ضیق فصر الوکیۃ میں بھی مطلب ہے کہ کنوئیں کا کنن ابتداء ہی سے تنگ بنا تا تو یہاں بھی یہ مطلب ہوگا کہ ابتداء ہی سے قصر کرنا۔

بَابُ وَحُبِّ الصَّلَاةِ فِي النَّيَابِ وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خُذُوا مِنْ نِعْمَتِي إِنَّكُمْ لَعِنْدِي

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزُورُكَ وَتُؤْتِي بِشُكْرِكَ وَفِي رَأْسِنَا ۚ لَا تَطُوفُ مَنْ صَلَّى فِي
الثُّوبِ الَّذِي يُجَامِعُ فِيهِ مَا كُوِيَ فِيهِ أَذَى وَ أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ لَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ مُحْرِقًا -

ترجمہ: کپڑے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے جہاں جہاں اللہ تعالیٰ بزرگ و بزرگ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے
وقت زینت اختیار کرو۔ اور جس شخص نے ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھی۔ اس کا کیا حکم ہے اس
طرح حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ اس کپڑے کو بن لگا لو اگرچہ
کانٹے کا بھی کیوں نہ ہو۔ بہر حال اس کی سند پر اعتراض ہے اور جس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس
میں اس نے جماع کیا تھا۔ بشرطیکہ اس میں گندگی نہ ہو۔ اور آنحضرتؐ صلعم نے حکم دیا کہ کوئی ننگا آدمی بیت اللہ
کا طواف نہ کرے

حدیث نمبر ۳۳۸۸ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَمَرَنَا أَنْ
نَخْرُجَ الْحَيْضَ يَوْمَ مَا لَعِبَدُ بَيْنَ وَذَوَاتِ الْحُدُودِ فَيَشْتَمِدُونَ جَمَاعَةً الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوْهُمْ
وَتَعَزَّزُوا الْحَيْضُ عَنْ مُصَلَّاهُمْ قَالَتْ أَمَرَ أُمُّ يَارَ سَوَّلَ اللَّهُ أَحَدَنَا كُنِينَ لَهَا جِلْبَابٌ
قَالَ لِلْكُنِينِ مَا صَاحِبَتُهُمَا مِنْ جِلْبَابٍمَا وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عَمْرَانُ قَالَ تَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ سَبْرِينَ قَالَ حَدَّثَنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ
ترجمہ: حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ ہمیں آپؐ نے یہ حکم دیا تھا کہ ہم عیدین کے موقعہ پر حیض
والی پردہ نشین کو بھی باہر نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور دعوت میں حاضر ہوں البتہ حیض والی
اپنی عید گاہ سے الگ رہیں (کیونکہ وہ مسجد کے حکم میں ہے) ایک عورت نے آنحضرتؐ صلعم سے سوال کیا
کہ یا رسول اللہؐ تم میں سے کسی ایک کے پاس لمبی چادر نہیں ہوتی تو وہ کیا کرے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی پہلی
اسے اپنی چادر پہنا دے۔ ابورجاء کی سند میں ہے کہ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ یہ الفاظ میں نے خود نبی
اکرمؐ صلعم سے سنے تھے۔

تشیع از شیخ مدنیؒ: نیاب جمیع کا لفظ لایا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک میں کم از کم
نہیں کپڑے ضرور ہونے چاہئیں مگر بوجہ مقابلہ الجمع بالجمع تو زیچ کے لئے ہوگا۔ تقدیر عبادت ہوگی۔
وجوب الصلوٰۃ للناس فی الثیاب مصنف کا مقصد صلوٰۃ کے لئے وجوب ستر ثابت کرنا ہے جہو کا

بھی یہی مسلک ہے بعض لوگ وجوب کے قائل نہیں۔ دوسرا ترجمہ بطور دلیل کہے۔ آیت کریمہ میں جو زینت ذکر کی گئی ہے۔ اس سے اس جگہ ثیاب مراد ہیں۔ اگرچہ دوسری جگہ ثیاب مراد نہ ہوں۔ مگر اس جگہ بالاتفاق ثیاب مراد ہیں۔ مسجد سے مراد نماز ہے۔ تسمیۃ الحال باسواء المحلل کے طور پر وَمَنْ صَلَّى یہ دوسرا ترجمہ ہے جس میں حکم کو بیان نہیں کیا گیا۔ مگر ید کو عن سلمہ ابی الا کعب سے اس کا حکم معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک کپڑے میں نماز مانتا ہے۔ اور تیسرا ترجمہ وَمَنْ صَلَّى فی الثوب الخ سے ثابت کیا ہے کہ جو ثوب نماز کے لئے استعمال کیا جائے اس کے لئے طہارت شرط ہے۔ اگرچہ وہ طہارت غلبۃ ظن کے اعتبار سے ہو۔ ان نینوں تراجم کے ایک روایت پیش کرتے ہیں روایت سے ثابت ہے کہ طواف یا بلیت کے لئے ستر عورت شرط ہے حالانکہ طواف اس قدر مباح ہے کہ اس میں اتنی تنگیاں نہیں ہیں جس قدر نماز میں ہیں تبکلم اس میں ممنوع نہیں جبکہ نماز میں منع ہے۔ توجہ طواف میں ستر عورت شرط ہے۔ تو صلوٰۃ جس میں زیادہ تنگیاں ہیں اس میں بطریق اولیٰ ستر عورت شرط ہوگا۔ اور ایسے نماز عید جو صلوٰات خمسہ سے کم درجہ کی ہے جب اس میں ستر ضروری ہے۔ جو زیادہ ہوگا۔ اس میں ستر عورت بطریق اولیٰ شرط ہوگا۔ اور ایک جلیباب کے اوڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نماز میں ثوب واحد کافی ہو جاتا ہے۔ تسمیۃ عن الناس شوافع کے ہاں ضروری نہیں۔ امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے۔ مگر علما احناف فرماتے ہیں کہ تسمیۃ عن الناس وعن نفسه دو نو ضروری ہیں۔ ان کا استدلال تفسیر ولو لیشو کہ سے ہے اور موسیٰ بن محمد اتنے ضعیف نہیں کہ ان کی روایت درجہ حسن سے بھی نکل جائے۔ تو تسمیۃ عن الناس وعن نفسه دو نو ضروری ہوئے۔ یعنی لوگوں سے اور اپنی ذات سے بھی پڑھ کرے۔

تشیخ از شیخ ذکریا۔ حضرت امام بخاری کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جہاں آئمہ کا اختلاف قوی ہوتا ہے وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ اور جہاں کوئی قوی اختلاف نہیں ہوتا وہاں ان کے نزدیک جو راجح ہوتا ہے اس پر چلتا حکم فرمادیتے ہیں۔ یہاں پر اختلاف یہ ہے کہ آیا صلوٰۃ کے لئے ثیاب شرط ہے یا نہیں امام مالک کے نزدیک ثیاب للصلوٰۃ شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی بلا ثیاب نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ بقیہ ائمہ کے نزدیک ثیاب نماز کے لئے شرط ہے۔ اور یہی امام بخاری کے نزدیک راجح ہے۔ اور امام مالک کے قائل ان کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب کا باب منقذ کیا۔ اور وجوب ثیاب کے لئے خذوا زینکم سے استدلال کیا۔ آیت چونکہ لباس کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ کا استدلال صحیح ہے۔ اور زینت سے مراد کپڑے ہیں چونکہ تعزیری کے مقابلہ میں یہ زینت ہیں لباس کے لفظ سے زینت کے لفظ کے طرف عد دل کر کے اشارہ فرما دیا کہ نماز کے وقت اچھے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ اور میرے نزدیک اگر کوئی شخص بازو میں بلا شیر دانی کے نہ جاسکتا ہو تو ایسے کو نماز بھی بلا شیر دانی پہنے نہ پڑھنی چاہیے۔ بصورت دیگر نماز بلا شیر دانی پڑھ سکتا ہے اور دوسری غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت کریمہ خذوا زینتکم میں اختلاف ہے کہ یہ امر ایجابی ہے یا استنبہی امام بخاریؒ نے باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ امر ایجابی ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے چار محلے اور ذکر فرمائے ہیں۔ ایک من صلی ملتخفا الخ دوسرا یدک من سلمہ تیسرا من صلی فی الثوب الخ چوتھا من لم یصلی صلی اللہ علیہ وسلم الخ ان چاروں جلوں کو شراح جزو ترجمہ قرار دیتے ہیں۔ اور ہر ایک کو روایت سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جملہ اولیٰ من صلی ملتخفا الخ سے شراح پر ایک اشکال ہوتا ہے۔ کما کہ اس کو جزو ترجمہ قرار دیا جائے تو تحویر ترجمہ لازم آئے کہ یونکہ اس سے آگے مستقل باب الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتخفا آرہا ہے۔ اس کا جواب شراح یہ دیتے ہیں کہ یہاں تبعاً ذکر فرما دیا۔ اور مستقل باب اسانۃ ذکر فرما دیا۔ مگر میرے نزدیک ان میں سے کوئی بھی جزو ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایسے جملے کبھی مثبت بفتح الباء ہوتے ہیں اور کبھی مثبت بکسر الباء تو میرے نزدیک یہ مثبت بالفتح نہیں بلکہ مثبت بالکسر ہے۔ مثبت بالفتح کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جزو ترجمہ ہوتا ہے۔ اور اس کا اثبات روایت وغیرہ سے مقصود ہوتا ہے۔ اور مثبت بالکسر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ترجمہ کو ثابت کرنے میں اب یہ مثبت بالکسر باین طور ہوا کہ امام بخاریؒ نے وجوب ثیاب کا باب کا منقذ کیا۔ اب اس کے بعد من صلی ملتخفاً ذکر فرما کر بتلاتے ہیں کہ جب حضور اقدس سلم نے فرمایا ہے کہ اگر ایک کپڑا ہو تو التحاف کرے یعنی لم یطے تو اگر کپڑا شرط فی الصلوٰۃ نہ ہوتا۔ تو التحاف وغیرہ کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح سلم بن الکوخج کی روایت نقل فرماتی ہے۔ جو ابو داؤد میں مفصل مذکور ہے کہ حضرت سلمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکار کرتا ہوں۔ اور ایک ہی قمیض ہوتی ہے۔ نماز کے وقت کیا کر دوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا انددہ ولو بشوکتہ یعنی گھنڈی لگا لیا کر دو اگر اور کچھ نہ ملے تو کانٹے سے بند کر لیا کر دو۔ یہ روایت امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہیں اس لئے یہ ذکر سے بیان کیا۔ مگر اس سے استدلال اس طرح پر ہے کہ اگر ثیاب شرط نہ ہوتے تو از رہ کو کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور من صلی فی الثوب الذی یجامع فیہ الخ سے استدلال

اس طرح ہے کہ اگر ایک ہی کپڑا ہو۔ اور اسی کو پہن کر جماع بھی کرتا ہو۔ تو پھر بھی اس کو پہن کر نماز پڑھنے کو فرما رہے ہیں اس سے معلوم ہوا ثیاب شرط ہے اور ان لا یطوف با بیت عریان سے استدلال بالکل واضح ہے۔ کہ آپ نے عریاناً طواف سے منع فرمایا۔ اور خود ہی فرمایا الطواف با بیت صلوٰۃ تو جبکہ جو چیز صلوٰۃ حقیقی میں نہیں بلکہ اس کے حکم میں ہے۔ اور اس کو تنگے ہو کر ادا کرنے سے منع فرمایا جارہا ہے تو اصل چیز یعنی نماز وہ کیسے عریاں ہو کر پڑھی جاسکتی ہے۔ تبسما صاحبنا من جلبابہا اس روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے سوال کو جائز قرار دے دیا۔ حالانکہ السؤال ذل اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ ثیاب فی الصلوٰۃ شرط ہے۔ یہ روایت کتاب المحیض میں گذر چکی ہے یہ روایت ترجمہ کے لئے تائید کرنے والی ہے۔

باب عَقْدِ الْإِذَا رَمَىٰ الصَّلَاةَ وَقَالَ أَبُو حَازٍ مِرْعَنُ بْنُ سَعْدٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أَذْرِهِمْ عَلَى عَوَالِقَتِهِمْ۔

ترجمہ: باب ہے کہ نماز میں اپنی گڈی پر چادر کو باندھنا حضرت ہبل بن سعد سے ابو حازم روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کے ساتھ اس حال میں نماز پڑھی کہ وہ اپنی چادروں کو اپنی گردنوں پر باندھنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۳۳۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَارِيٌّ فِي إِذَا رَمَى عَقْدًا مِنْ قَبْلِ قَهَاةٍ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمَشْجَبِ فَقَالَ لَهُ تَابِلُ تَصَلَّى فِي رَأْسِهِ وَاجِدْ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذَلِكَ لِئَلَّا يَأْتِيَ أَحَدٌ مِثْلَكَ وَأَيْنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَقْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:- حضرت محمد بن المنکدر تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر انصاریؓ نے ایک چادر میں نماز پڑھی جس کو گڈی کی طرف سے گرہ لگائی ہوئی تھی اور ان کے کپڑے کھوٹی پر رکھے ہوئے تھے تو کسی کہنے والے نے کہا کہ حضرت کیا آپ ایک ہی چادر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا یہ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ میرے جیسا اہم حق مجھے دیکھ سکے۔ جناب رسول اللہؐ صلعم کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے۔

تشریح: از بیخ مدنی اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھی جائے تو اس کی دو حالتیں ہیں کہ وہ کپڑا وسیع ہو گا یا تنگ اگر چھوٹی چادر ہو۔ تو اسے قضا پر باندھ لیا جائے۔ در نہ کثیف عورت ہو گا۔ بخلاف وسیع ثوب

کے کہ اس سے کہ اس کا التحاف کافی ہے۔ تقاً پر باندھنا ضروری نہیں مشجب لکڑی کے تین کوٹنے ملا کر اس پر کپڑے رکھے جائیں۔ ایسی لکڑی کو مشجب کہتے ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ دوسرے کپڑے موجود ہونے کے باوجود ثوب واحد میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ یہ عمل صحابی کا بیان جواز کے لئے تھا۔ چہرہ و دیگر کپڑوں کی موجودگی میں ثوب واحد کے اندر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں جبکہ بیان جواز مقصود نہ ہو۔

حدیث نمبر ۳۴۰ حَدَّثَنَا مُطَرِّقٌ أَبُو مُصْعِبٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدَرِ قَالَ رَأَيْتُ

جَابِرًا يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ

ترجمہ، حضرت محمد بن المنکدر تاہمی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ انصاری صحابی کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اہم بخاریؒ نے جملہ و من صلی ملتخصاً فی ثوب واحد سے ایک کپڑے میں

نماز پڑھنے کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ اب یہاں سے تین باب باندھیں گے۔ کیونکہ کپڑے تین قسم کے ہو سکتے ہیں۔ یا تو خوب بڑا ہو گا یا متوسط ہو گا یا چھوٹا تو اہم بخاریؒ نے بڑے کپڑے کے لئے التحاف کا باب باندھ کر بتلادیا کہ اگر کپڑا بڑا ہو تو اس کو التحاف کرنا چاہیئے۔ اور التحاف کا مطلب یہ ہے کہ

اس کے دونوں جانب کو ادھر ادھر ڈال لے اور اگر متوسط ہو تو کندھے پر ڈال لے۔ اگر قصیر ہو تو اس کو حقوہ پر باندھ لے۔ یہ باب متوسط کپڑے کے بارے میں ہے۔ مشجب کی بناوٹ اس طرح ہوتی ہے کہ تین لکڑیاں شیخے سے چوڑی رکھ دی جاتی ہیں۔ اور ان کے اوپر کے سرے باندھ دیئے جاتے ہیں

اس پر بیچ میں تو گھڑا وغیرہ رکھ لینے ہیں۔ اور چاروں طرف کپڑے وغیرہ ٹانگ دیتے ہیں صورت اس کی یہ ہے * ۱ تاکان لہ ثوبان یعنی ہم میں سے کسی کے پاس دو دو کپڑے ہوتے تھے میرے

والد صاحب ایک مرتبہ موچیوں کی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور شاگردوں بھر بھر کر پانی کے ڈالتے جا رہے تھے۔ ایک آدمی جو میرے والد صاحب کے ملنے والوں میں سے تھے۔ انہوں نے کہا حضرت جی یہ کیا

کر رہے ہو یہ تو اسراف ہے۔ میرے والد صاحب نے فرمایا میرے لئے اسراف نہیں تمہارے لئے اسراف ہے۔ انہوں نے کہا کیوں فرمایا اس لئے کہ میں مولوی ہوں اور تم نہیں۔ وہ کہنے لگے جب ہی تو لوگ الزام دیتے

ہیں۔ کہ یہ مولوی اپنے لئے جو چاہے حلال کر لیں، اور دوسروں کے واسطے جو چاہیں حرام، میرے والد صاحب نے فرمایا کہ بات یہی ہے کہ ہمارے واسطے حلال ہے اور تمہارے واسطے حرام۔ انہوں نے وجہ دریافت کی۔

فرمایا پہلے ہم سے پڑھو پھر معلوم ہو جائے گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ والد صاحب کی نیت تبرید کی تھی جب تک تبرید نہ ہو۔ ہانی ڈالتے جاؤ بخلاف غسل طہارت کے کہ جس وقت وہ حاصل ہوگئی تو اس سے زیادہ کرم ہوگئی

باب الصَّلَاةُ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ مُتَحَفِّظًا مَقَالَ الزُّهْرِيِّ فِي حَدِيثِهِ الْمُلْتَحِفِ الْمُتَوَشِّعُ وَهُوَ الْمُخَالَفُ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَائِقِيهِ وَهُوَ الْإِشْتِمَالُ عَلَى مُنْكَبِهِ وَقَالَ لَمْ يَهَافِ أَنْ يُلْتَحِفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ لَهُ وَخَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى عَائِقِيهِ۔

ترجمہ باب، ایک کپڑے کو پیٹ کو نماز پڑھا حضرت امام زہریؒ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ ملتحف کے معنی متوشع کے ہیں کہ کپڑے کے دو کنارے مخالف کر کے کندھوں پر ڈالنے والا اسی کو اشتمال علی المنکب کہتے ہیں اور حضرت ام ہانیؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم صلم نے اپنے کپڑے کو اس طرح پٹیا کہ اس کے دونوں کنارے مخالف کر کے کندھوں پر ڈال دیا۔

حدیث نمبر ۳۴۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى الْوَاحِدِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم نے ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے دونوں کناروں میں مخالفت کر دی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ملتحف متوشع کو کہتے ہیں کہ جس میں کپڑے کے دونوں کونوں کو کندھوں پر ڈالا جائے۔ اس باب میں تو تشریح کو ضروری بتلایا گیا ہے۔ خواہ وہ ثوب واحد میں کیوں نہ ہو۔ یا اس سے زائد میں ہو اور دوسرے باب میں التحاف نے کو بیان کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ دوسری صورت ہے کہ جب کپڑا بہت بڑا ہو تو التحاف کرے بعض تراجم فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے ایک اور مسئلہ ثابت فرماتے ہیں وہ یہ کہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ ایک کپڑے میں نماز جائز نہیں۔ وان كان اوسع من السماء اس لئے امام بخاریؒ جو ازاا صلوات فی الثوب الواحد ثابت فرما رہے ہیں اور ملتحفاً قید احترازی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتلانا ہے کہ یہ صورت ہونی چاہیے قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ إِمَامُ زُهْرِيٌّ نَعَى الْمُتَحِفَ كِي تَفْسِيرِ الْمُتَوَشِّعِ سَعَى فَرَمَاتِي هِيَ۔ الْمُتَوَشِّعُ وَشَارَحَ سَعَى مَأْخُذٌ هِيَ۔ ہار کو کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۴۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْإِمْلَہُ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّكَ رَأَى
السَّيِّحَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِي بَيْتٍ أَمْرٍ سَلَمَةَ قَدْ أَلْفَا
طَرَفِيهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ (المحدث)

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام المومنین
ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا جبکہ اس کپڑے کے دونوں کونے آپ نے اپنے
دونوں کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْإِمْلَہُ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَهُ
قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَرَاوِيهِ فِي
بَيْتٍ أَمْرٍ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ فرماتے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا پہنے ہوئے تھے
حضرت ام سلمہ کے گھر میں نماز پڑھتے دیکھا اس حال میں کہ آپ نے اس کپڑے کے دو کونے اپنے دونوں
کندھوں پر ڈالنے والے تھے۔

حدیث نمبر ۳۴۴ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ الْإِمْلَہُ أَنَّكَ سَمِعَ أُمَّ هَانِئَةَ بِنْتَ
أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامًا لَفْتِي فَوَجَدْتُهُ
يُغَسِّلُ وَفَاطِمَةَ ابْنَتَهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هَذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ
هَانِئَةَ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا يَا مَرْحَانِي فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانِ
رَكَعَاتٍ مُتَحَرِّقًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا أَنْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ بَنُو أَبِي أَنَّكَ
قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجْرَتْهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَدْ أَجْرَ فَا مَنَ أَجْرَتْهُ يَا أُمَّ هَانِئَةَ قَالَتْ أُمَّ هَانِئَةَ وَذَلِكَ فَصَحِي۔

ترجمہ: حضرت ام ہانی بنت ابی طالب فرماتی ہیں کہ نفع کے والے سال میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف گئی۔ جبکہ آپ غسل فرما رہے تھے اور آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء آپ کے تھے پردہ کر رہی تھیں
میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہا۔ آپ نے پوچھا یہ کون عورت ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں ام ہانی بنت ابی
طالب ہوں۔ آپ نے ام ہانی کا آنا مبارک ہو۔ جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر آٹھ رکعات

نماز ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے ادا فرمائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ میرا ماں جایا بھائی (علی بن ابی طالب) کہتا ہے کہ وہ اس آدمی کو جس کو میں نے پناہ دی ہے وہ فلاں مجیر کا بیٹا ہے وہ اس کو قتل کرنے والا ہے۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام حانی؟ جس کو تم نے پناہ دی ہے ہم نے بھی اس کو پناہ دے دی اور یہ واقعہ اشراق کے وقت کا ہے۔

فصل ششم از شیخ زکریا خصلتی ثمان رکعات الخ یہ رکعات ثمانیہ کیسی تھیں اکثر علماء کے نزدیک چاشت کی تھیں اور جو چاشت کے منکر ہیں ان کے نزدیک فتح مکہ کے شکریہ میں تھیں صلوٰۃ الضحیٰ کے متعلق ام بخاری مستقل باب قائم فرمائیں گے وہاں اس کی تفصیل آجائیں گی۔ زعو ابن امی ابن اقی کہہ کر انہوں نے اشارہ کیا کہ دونو ایک ہی شکم سے پیدا ہوئے اور پھر حضرت علیؓ میری مخالفت کرتے رہے۔ اور فلاں بن صبیہ کو قتل کرنا چاہتا ہے حالانکہ حضرت علیؓ میرے قریب تھا میری بات ماننا۔ فلاں بن حبیبہ اس فلاں کے تعلق حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ نام معلوم نہ ہو سکا۔ اور صبیہ ام ہانی کے شوہر کا نام ہے۔ یہ ابن صبیہ کون تھا یا تو انہی کا لڑکا تھا۔ یا صبیہ کا بیٹا دوسری بیوی سے اور ان کا بیب تھا قد اجبرنا من اجرت یہ مسئلہ کتاب الجہاد کا ہے۔ کہ اگر عورت امان دے دے تو وہ معتبر ہوگی یا نہیں جہود کے نزدیک معتبر ہوگی۔ اگر اس سے خوف ہو تو صرف قید کیا جلتے قتل نہ کیا جائے۔ ذہبت الخ مبارزی کا روایت میں ہے کہ آپ فتح مکہ کے دن ام حانی کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں نماز پڑھی اور یہاں حدیث میں لفظ ذہبت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اور کا گھر تھا۔ ام حانی کا نہیں تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ انہی کے گھر کا ہے۔ لیکن ام حانی تشویشناک حالات کی وجہ سے اپنے خاندان صبیہ کی تلاش میں گئی تھیں۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ ان کے سگے بھائی ان کے خاندان کے لڑکے کو کپڑے ہوئے ہیں اس لئے وہ جلدی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں جو کہ ان کے گھر میں قیام پذیر تھے۔ اس لحاظ سے ذہبت کہہ دیا۔ اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی داخل ہوئے تھے اس لئے دخل النبی کہہ دیا

حدیث نمبر ۳۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ سَاحِلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلْبَةِ فَقَالَ كَلْبٌ وَاحِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ كَلْبَتَيْنِ قَوَّيْنِ (الحديث)

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک پوچھنے والے نے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر ایک کے لئے دو کپڑے تھے۔

باب إِذَا صَلَّى فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلَى مَا تَقْبَلُ

ترجمہ، جب کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کو اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لے۔

حدیث نمبر ۳۴۶ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الْحَمَّانِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُمْنُ أَحَدُكُمْ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَا تَقْبَلُ شَيْءٌ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تمہارا ایک کپڑے کے اندر نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھے پر کوئی چیز نہ ہو۔

حدیث نمبر ۳۴۷ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْحَمَّانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيَجْعَلْ بَيْنَ طَوْفَيْهِ۔

ترجمہ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مخالفت کیے۔
تشیع از شیخ زکریا۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ خانبہ کے نزدیک اگر ایک کپڑے میں نماز پڑھے اور وہ اتنا بڑا ہو کہ مخالف بین الطرفين کہا جاسکتا ہے۔ تو مخالف بین الطرفين واجب ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو ایک قول کے مطابق نماز نہیں ہوتی۔ اور ایک قول کی بنا پر ترک واجب کا گناہ ہوگا اور جہور کے نزدیک یہ واجب نہیں۔ اور چونکہ یہ مخالفت دو ہی صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ ایک تو یہ کہ کپڑا خوب بڑا ہو یا متوسط ہو۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے ان دونوں بابوں کے ذکر کرنے کے بعد اس کو بیان فرمایا اذان کا رجحان اس مسئلہ میں خانبہ کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ جعل علی العاتق یعنی کندھے پر ڈالنا واجب ہے اور ثوب قصیر کو اس کے بعد ذکر فرما رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ خلیج جعل اگر اس لفظ کو ایجاب کے لئے مانا جائے تب تو امام بخاریؒ، امام احمدؒ کے شریک ہو جائیں گے اگر استحباب کے لئے ہوں تو جہور کے ساتھ ہوں گے امام احمدؒ پر رد نہ ہوگا۔

باب إِذَا كَانَتِ الثُّوبُ ضَيِّقًا۔

ترجمہ، جب کہ کپڑا تنگ ہو۔

حدیث نمبر ۳۲۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الزَّاهِرِيُّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَصْفَارِهِ فَبُحِثْتُ لِكَلَّةٍ بَعْضُ أَمْرِي فَوَجَدْتُهَا يُصَلِّي وَ عَلَى ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَأَشْتَمَلْتُ بِهِ وَمَسَّيْتُ إِلَى جَانِبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرَى يَا جَابِرُ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا حَاجَتِي فَلَمَّا تَرَعْتُ قَالَ مَا هَذَا لَمْ أَشْتَمَلِ الَّذِي رَأَيْتُ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَانْتَعِمْتُ بِهِ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَانْتَرِدِي بِهِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں حضور اکرم صلیم کے ساتھ نکلا ایک رات میں اپنی کسی ضرورت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا جبکہ میرے اوپر صرف ایک کپڑا تھا جس کو میں نے لپیٹ لیا اور حضور اکرم صلیم کے ایک طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا جابر! رات کو کیسے آنا ہوا۔ میں نے اپنی ضرورت بیان کی جب میں اپنے بیان سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا یہ اشتمال (کپڑے کا لپیٹ لینا) کیسا ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں میں نے کہا حضرت! کپڑا ہی اتنا تھا۔ فرمایا اگر کپڑا وسیع اور بڑا ہو۔ تو اسے سارے بدن پر لپیٹ لینا چاہیے۔ اگر تنگ ہو تو اس کی چادر باندھ لینی چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا، اس باب سے تیسری صورت بیان فرمائیے ہیں صلیت الی جانبہ یہ اس لئے کیا تاکہ حضور اکرم صلیم کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے ما السُّرَى یا جابر! جابر یہ رات کا آنا کیسے ہوا۔ فا خبرتہ بما حاجتہ یہ تھی کہ دشمنوں کی خبر کرنے گئے تھے۔

حدیث نمبر ۳۲۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ الْحُمَيْدِ عَنْ سَمْعَانَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ أَعْنَاءُ فَمِنْهُمْ كَهَيْشَةُ الصَّبْيَانِ وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ لَا تَرَفَعَنَّ رُؤُوسَهُنَّ حَتَّى يَسْتَوِيَ الرَّجُلُ مَجْلُوسًا (الحدیث)

ترجمہ، حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم کے ساتھ صحابہ کرام اس حالت میں نماز پڑھتے تھے کہ اپنی چادروں کو اپنی گردنوں پر ایسے باندھنے والے تھے جیسے بچے گلالتی باندھتے ہیں۔ اور عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اس وقت سجدے سے اپنے سروں کو نہ اٹھاؤ جب تک مرد ٹھیک ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔

تشبیح از شیخ زکریا، کھیلاۃ الصبیان یعنی بچوں کی طرح مطلب یہ ہے کہ جب بچے نامکھ ہوتے ہیں تو ان کے گلے میں کپڑے کو باندھ دیتے ہیں تاکہ کہیں گرنے نہ جائے، ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ ہے لا ترفعن رؤسکم الا حضور اکرم صلم نے عورتوں کو مردوں کے پورے طریقے سے بیٹھنے کے بعد سجدہ سے سر اٹھانے کا حکم دیا ہے یہ اس لئے کہ جب کپڑے چھوٹے ہوں گے، اور مرد سجدہ کرتے ہوئے ہوں گے تو اگر عورتوں نے پہلے اپنا سر اٹھایا تو ممکن ہے کہ مرد کے کسی نامناسب جگہ پر نظر پڑ جائے اس لئے احتیاطاً یہ حکم فرمایا۔

باب الصلوۃ فی الجبۃ الشامیۃ وکان المحسن فی الثیاب ینسجھا الخجوس
لَعُوْیَ بِهَا بَا سَا قَالَ مَعْمَرٌ ذَا اَیْنُ التَّوْضِیْیَ یَلْبَسُ مِنْ ثِیَابِ اُیْمَنِ مَا صَبِغَ بِالْبَوْلِ
وَصَلَّى عَلَیْ بَنِ اَرْحَی طَالِبِ فِی ثَوْبٍ مَّیْرٍ مَّقْمُورٍ۔ (الحديث)

ترجمہ :- شامی جہد میں نماز پڑھنے کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ مجوس کے بنے ہوئے کپڑوں کے بارے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اور حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ام زہریؒ کو یمن کے وہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھا جن کو رنگنے میں پیشاب استعمال ہوتا تھا۔ شاید وہ دھونے کے بعد استعمال کرتے ہوں۔ یا بول ماء کول المحم کو وہ طاہر سمجھتے ہوں۔ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ غیر نجس پڑے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھتے تھے یعنی نیا کپڑا جس کو دھویا نہ گیا ہو۔

حدیث نمبر ۳۵۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْدَاوَةَ فَاخْذُ ثِمَارًا نَطْلُقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَالِيَ عَتَى فَقَضَى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَصَاقَتْ فَاخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَنَوَضًا وَضُوءًا لِلصَّلَاةِ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ ثُمَّ صَلَّى (الحديث)

ترجمہ :- حضرت مغیرہ بن شعبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں جناب نبی اکرم صلم کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا اے مغیرہ! لوٹا پانی کالے لور میں نے لوٹا لے لیا۔ آپ قضاے حاجت کے لئے اتنی دور چلے گئے کہ میری ہاتھوں سے چھپکے اوجھل ہو گئے۔ جب حاجت سے فارغ ہوئے اور آپ پر ایک شامی جہد تھا جس کی آستین سے آپ اپنا ہاتھ نکالنے لگے چونکہ جہد تنگ تھا اس لئے اس کے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا۔ میں آپ پر پانی ڈال رہا تھا۔ آپ نماز کے وضو کی طرح وضو فرمایا۔ دونوں موزوں پر مسح کیا پھر نماز ادا فرمائی۔

تشیخ از شیخ مدنی بر شام کا علاقہ آپ کے عہد میں بلادِ عرب میں سے تھا۔ یہی بات ہے جو کپڑوں کا استعمال سے آنے کا وہ مظنِ نجاست ہوگا۔ اس لئے کفارِ نجاست سے نہیں بچتے۔ تو مصنف فرماتے ہیں کہ ایسے کپڑوں کو بغیر دھوئے استعمال کیا جاسکتا ہے اگرچہ ابن سیرینؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں مگر جمہور اس کے استعمال کی اجازت دیتے ہیں امام ذہریؒ کا مسلک بولے مایعہ کل لحمہ کے بارے میں امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ آج ہم بدیشی کپڑے کے استعمال کی ممانعت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بالیقین نجاست ہوئی ہے۔ کیونکہ یورپ میں یا ہندوستان میں جتنی ملیں ہیں۔ ان میں جو کپڑا تیار ہوتا ہے۔ ان کو مادا لگا ہوا ہوتا ہے۔ اس میں چربی یا تیل جزد فردری ہے۔ نیل ہنگا ہے۔ غیر ذہیم جانوروں کی چربی سے یہ بل والے مادا دیتے ہیں انگلستان میں یہودی تو ذہیم استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عیسائی جو سرد ملک کے رہنے والے ہیں ان کی بسر اوقات گوشت پر ہے ذبح ہو نہیں سکتی۔ اس لئے وہ ہمیشہ غیر ذہیم کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ بھی ہے اور خود ان کے اعلانات بھی ہیں۔ بخلاف ہندوستان کے کاری گروں کے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم وہ سب چاول کا مادا دیا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ علاوہ مسلمان کے لئے تو طہارت و نجاست کا مسئلہ بھی ہے اس کے علاوہ مشرکین کی اعانت بھی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء میں ۸۰ کروڑ روپے اسی کپڑے سے ان کو حاصل ہوئے تیسرے ہم اپنے ہم وطن بھائیوں کو جن کی بسر اوقات اسی صنعت کپڑا پر ہے۔ سستے اور خوبصورت کپڑے خرید کر ان کو نقصان پہنچاتے ہیں آنحضرت صلیم کے زمانہ میں یہ چیزیں موجود نہ تھیں اور نہ ہی آپ کے شہر میں کپڑے بننے کا اہتمام تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ میری اور شراح کی رائے یہ ہے کہ کفار کے ہاتھوں کے بنے ہوئے کپڑوں کے پہننا حجاز ثابت کرنا ہے۔ چونکہ اہل کفر نجاست اور پاکی کی کوئی پروا نہیں کرتے۔ قیاس کا تقاضا تھا کہ ان کے کپڑوں کا استعمال ممنوع ہوتا۔ امام بخاریؒ اس کا حجاز ثابت فرما رہے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ سے صرف کراہت منقول ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وقت کے اندر اعادہ کرے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اصل طہارت ہے اس لئے ایسے کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔ امام بخاریؒ بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔ بعض مشائخ درس کی رائے یہ ہے کہ اس ترجمہ سے ان کپڑوں کے پہننے کا حجاز ثابت کرنا ہے جو علی ہیئۃ الکفار بنے ہوئے ہوں جیسے تلوں کوٹ، چمڑ وغیرہ مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ روایت اور آثار میں سے کوئی چیز اس کی مسابہ نہیں کرتی۔ فی ثیاب الممجوس اس جملہ سے کفار کے مسجوع کپڑے پہننے کا حجاز ثابت ہوتا ہے۔

رأیت المذہبی الخ میں کفار وغیرہ رہا کرتے تھے مسلمان اس وقت غامۃ نساجی یعنی کپڑے بننے کا کام نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کفار کے بنے ہوئے کپڑوں کے استعمال کا جواز ثابت ہوا۔ اب رہا ان کا مصبوغ بالبول کپڑا پہننا یا تو وہ دھو کر پہنتے تھے یا وہ بول مایوں کل لحصہ ہوتا تھا جس کو وہ پاک سمجھتے تھے وصالی علی الخ چونکہ مسلمان عام طور پر اس وقت نساجی نہیں کرتے تھے ظاہر ہے کہ وہ کفار ہی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ بعد جبۃ شامیہ یہ مقصود ہے حضرت علامہ کشمیریؒ فرماتے تھے کہ چونکہ وہ کپڑے ان کی صنعت پر بنے ہوئے ہوتے تھے۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید کفار کی مصنوعات ہمارے لئے جائز نہ ہوں۔ تو امام بخاریؒ نے جواز بتلادیا۔ گویا کہ علامہ کشمیریؒ کے نزدیک دار و مدار نجاستہ عدم نجاستہ پر نہیں بلکہ صفت اور عدم صفت پر ہے۔ مگر میرے نزدیک حضرت علامہ کشمیریؒ سے زیادہ رائج شرح والی توجیہ ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے تأیید میں جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ امام زہریؒ مصبوغ بالبول کپڑے پہنتے تھے تو معلوم ہوا کہ یہاں نجاستہ اور عدم نجاستہ کے وہم کو رفع کرنا مقصود ہے جہوہ رائج مذہب یہ ہے کہ کفار کے بنے ہوئے کپڑے بغیر پاک کئے ہوئے اگر نماز پڑھ لے تو نماز مکروہ ہے۔ مالیکہ کے نزدیک اعادہ فی الوقت ضروری ہے۔ اور بعد الوقت ضروری نہیں حضرات صاحبین کے نزدیک جب تک نجاستہ متحقق نہ ہو اس سے نماز وغیرہ سب جائز ہے اسی پر ہمارے ہاں فتویٰ ہے۔ مک شام آپ کے زمانہ میں فتح ہوا۔

باب بَرَّاهِبِیَّةُ التَّحْرِیْمِ فِي الصَّلَاةِ وَ عَنِیْہَا۔

ترجمہ :- نماز اور غیر نماز میں رنگا ہونا مکروہ ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۱ حَدَّثَنَا مَطْرِبْنُ الْفَضْلِ الْخ. سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّقِي مَعَهُمُ الْجَبَانَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِذَا رَأَاهُ وَقَالَ لَهُ الْغَبَّاسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كَوْنُ حَلَّتْ رَأَاكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مُنْكَبِكَ دُونَ الْجَبَانَةِ قَالَ فَجَعَلْتُ عَلَى مُنْكَبِي فَنَسَقَطَ مَعَشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رَأَى بَعْدَ ذَلِكَ عَمَلًا.

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے لئے لوگوں کے ہمراہ پتھر اٹھا رہے تھے جبکہ آپ کے اوپر لنگی تھی۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ بھتیجے اگر لنگی کو کھول کر پتھروں سے بچاؤ گے تو اپنے کندھوں پر ڈال لینے تو بہتر ہوتا۔ چنانچہ آپ نے لنگی کو

مکول کر اپنے کندھوں پر ڈالنا تھا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے اس واقعہ کے بعد پھر بھی آپ کو ننگا نہیں دیکھا گیا۔
 تشبیح از شیخ مدنی: اس جگہ آپ کا باوجود ضرورت کے ننگا ہونا بیہوشی کا باعث ہوا جس سے
 معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت شدیدہ کے ننگا ہونا جائز نہیں۔ ہٹانے میں بھی ایسی احتیاط برتنی چاہیے۔ اور
 نماز میں بھی ایسا کرنا چاہیے۔ وغیرہ۔ یہ لفظ مطابقت دلاتا ہے کہ صلوٰۃ اور غیر صلوٰۃ میں تعزیری ننگا ہونے
 سے استنزاز واجب ہے۔ اور جن نسخوں میں وغیرہ کا لفظ نہیں ہے۔ تو وہاں بطریق اقتضا۔ انفس نکالا
 جائے گا۔

تشبیح از شیخ زکریا۔ شرح کی رکن ہے کہ اولاً لباس فی الصلوٰۃ ثابت فرمایا ہے۔ اب عموم
 ثابت فرماتے ہیں۔ خواہ فی الصلوٰۃ ہو پانی غیر صلوٰۃ مگر میرے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ
 اس صورت میں اس کو ابواب اللباس میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ بلکہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ سابق کے
 اندر تو لباس بقدر فرض ثابت فرمایا ہے۔ کہ ستر عورت ضروری ہے۔ اور یہاں بقیہ بدن کے تسکین کو ثابت
 فرمایا ہے۔ کہ اگر کسی کے پاس کپڑے ہوں۔ تو اس کو ستر کے علاوہ دوسرے جسم کو بھی ڈھانکنا چاہیے۔
 فحلت علیہ منکبیک چونکہ پتھر کی رگڑ سے بدن چھل جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے ایسا فرمایا نہ فقط
 مغشیا علیہ چونکہ نبی ہونے والے تھے۔ اس لئے جو کام بھی جہاں کے خلاف ہوتا۔ اسی کا اثر ہوتا تھا چنانچہ
 وہ اثر یہاں بھی ہوا غمازی بعد ذالک عیانا اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا
 ہے تو امام بخاری نے اس سے کیسے استدلال کر لیا۔ جواب یہ ہے کہ جملہ غمازی بعد ذالک اپنے
 عموم کی وجہ سے زمانہ نبوت وغیر نبوت سب کو شامل ہے اس شمول سے امام بخاری کا استدلال بے اثر
 یوں ہے کہ کچھ کی جب تممیر ہو رہی تھی۔ تو آنحضرت مسلم کی عمر شریف علی اختلاف الاقوال ۱۵-۲۵-۳۵
 کے درمیان تھی۔ ہر حال اس وقت وہ لوگ تممیر میں مشغول تھے۔ اور ان لوگوں کے نزدیک کلمہ سو
 سو لا تحف کہ سب سب برابر ہیں کوئی خوف نہ کر کے تحت ننگے پیرنے میں اشکال نہیں تھا اس
 لئے حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ازار کو اتار دو تاکہ پتھر لانے وقت دقت نہ ہو۔ مگر چونکہ
 آپ کو نبوت والی دولت ملنے والی تھی۔ اس لئے آپ پر فوراً غشی طاری ہو گئی۔

باب الصلوٰۃ فی التَّحْمِیضِ وَالتَّوْبِیْلِ وَالتَّجَانُّبِ وَالتَّبَاغِ
 ترجمہ بہ تمیض شلوار۔ جاگلیہ۔ اور جہہ میں نماز ادا کرنا۔

سے اور میرا استدلال اذاتبع اللہ اور سوا سے ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی دو کپڑے پر قادر ہو تو اس کے لئے ان کو پہننا افضل ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۳ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَلِيٍّ الزَّاهِرِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرُئْسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا قِرْمِيصٌ لَوْ بَحِجَّ الشَّعْلُ كَيْلَيْسَ الْخُفَيْنِ وَيُقَطَّعُ مَا حَتَّى يَكُونَ نَازِلًا أَسْفَلَ مِنَ الْكُمَيْيَةِ وَمَنْ نَافَعَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ احرام باندھنے والا کیا کیا کپڑے پہن سکتا ہے۔ فرمایا قمیص نہ پہنے شلوار نہ پہنے اور لمبا کوٹ نہ پہنے اور نہ وہ کپڑا پہنے جس کو زعفران اور دوسرے خوشبودار بوٹی نے رنگ دیا ہو۔ اور جس کو جوتے نہ ملے وہ موزوں کو پہن لے بشرطیکہ اس کا پچھلا حصہ کاٹ دے یہاں تک کہ یہ موزے ٹخنوں کے نیچے تک پہنچ جائیں حضرت نافع نے ابن عمرؓ سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی: یہ دوسری روایت جو ممانعت پر دلالت کرتی ہے یہ محرم کے لئے صحیح حالانکہ باب کا انعقاد اس باب میں نہیں ہے۔ غالباً مصنف اس حدیث سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ نماز میں قمیص کے نہ ہونے سے کوئی حرج نہیں جبکہ محرم کے لئے قمیص نہیں ہوتی اور وہ نماز پڑھتا ہے تو پہلی روایت سے پس مصلیٰ کو وجوداً ثبات کیا اور دوسری روایت سے عدماً ثابت کیا۔

باب مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

ترجمہ:۔ ننگ کا کتنا حصہ ڈھانپنا چاہیے!

حدیث نمبر ۳۵۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الزَّمَّاعِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَاءِ وَأَنْ يُحْتَبَى التَّوَجُّلُ فَنُؤَبِّ قَاحِدٌ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء یعنی مرفا ایک کپڑے کو لپیٹنے جس سے کشف عورت کا اندیشہ ہو۔ منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ آدمی ایک

کپڑے سے احتیاب کرے جبکہ اس کے تنگ پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ احتیاب کرادڑاٹھن کو کپڑے سے روکا
 قنشیج از شیخ مدنی۔ احتیاب کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ اوپر کا حصہ کھلا ہوا ہو۔ اگر اوپر کا
 حصہ ستور ہے تو پھر احتیاب سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔

قنشیج از شیخ زکریا۔ یہاں سے سنہ کی مقدار مفروض بتلاتے ہیں۔ امام مالکؒ کا مشہور قول بکلمہ مذہب
 اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ صرف سوتین یعنی قبل اور دبر کا ستر ضروری ہے۔ امام احمدؒ کا راجح
 قول اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ ران بھی عورت میں شامل ہے۔ اور انصاف کے نزدیک ران کے ساتھ
 رکتہ یعنی گھٹنا بھی ستر کے اندر داخل ہے۔ امام بخاریؒ مالکیہ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ جیسے
 متقدم ہیں ویسے وہ آدھے مجتہد بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خلاف طبیعت تین چیزوں پر مجبور کیا گیا۔ ایک
 تو تقلید مگر یہ اختیار دیا گیا کہ جس کی چاہے تقلید کر دے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ ان
 مذاہب اربعہ میں سے کون سا افضل ہے۔ ارشاد فرمایا کہ سب برابر ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہندوستان
 میں مذہب حنفی کے ساتھ تہذیبی الہی کو دیکھتا ہوں۔ اس کے خلاف میں خطرات ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ تہذیب
 الہی جماعت تبلیغی کے ساتھ بھی وابستہ ہے۔ تہذیب سے مراد رحمت خاصہ ہے۔ کہ اس کی مخالفت کرنا سنت
 ہنسک ہے۔ ایک مرتبہ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ خدمی علی رقبۃ کل ولی کہ مراقبہ
 ہر ولی کی گردن پر ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا اے انا حضرت پیران پیر نے فرمایا کہ جس کے کندھے پر میرا
 قدم نہیں اس کے کندھے پر سور کا قدم ہے۔ چنانچہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ حج کو جا رہے تھے راستہ
 میں ایک نصرانیہ پر نظر پڑ گئی۔ جس پر آپ فریفتہ ہو گئے۔ اور شاگردوں کو رخصت کر دیا۔ پھر کچھ دنوں بعد
 اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے مرید اور شاگردان کی دعاؤں سے ہدایت دی۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں دوسری
 چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا۔ وہ تفضیل شیخین ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہوں اس لئے کہ
 وہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور تمام سلاسل سے ادیان کے مرجع ہیں۔ مگر مجھے فرمایا گیا کہ شیخین سے تو ظاہر
 دین کا تحفظ اور بقا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باطن شریعت علوم اور اسرار کا اور یہ سب ظاہر شریعت کے تابع ہیں
 اور تیسری چیز جس پر مجھے مجبور کیا گیا۔ وہ اختیار اسباب ہے میرا جی چاہتا تھا کہ اسباب کو ترک کر دوں۔
 مگر مجھے اس سے روکا گیا۔ ان حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے بھی یہ ہے کہ صرف سوتین یعنی قبل اور دبر مردوں
 کے لئے عورت میں متمدن حضرات کے لئے ران بھی عورت ہے۔ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن استعمال النساء

حدیث نمبر ۳۵۵ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَبِي صُرَيْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَسَعْتَيْنِ عَنِ الْإِيمَانِ وَالْإِنْبَاءِ ذُو أَنْ يُكْتَمَلَ الصَّامَاءُ وَأَنْ يُحْتَمَى الرَّجُلُ مِنْ تَوْبٍ وَاحِدٍ (المحدث)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلیم نے دو قسم کی بیس لکس اور بناؤ سے منع فرمایا اور یہ کہ اشتمال صمانہ ہو اور آدمی ایک کپڑے میں احتبائ نہ کرے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ لماس اور نازمانہ جاہلیت کی بیعیں تھیں، جن کا بیان کتاب البیوع میں آئے گا۔ لماس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بیع کو چھوڑے خواہ دوسرا آدمی راضی ہو یا نہ ہو یہ بیع ہو جا یا کرتی تھی۔ اور ناز کا مطلب یہ ہے کہ لکڑی پھینک دیا کرتے تھے جس چیز پر وہ لکڑی گر جاتی تھی وہ بیع شمار ہوتی۔ ان دونوں قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ لاٹری جوئے کی قسم ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۶ حَدَّثَنَا اسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي هَرِيرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي
تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مَوَدَّيْنِ يَوْمَ النَّحْرِ فَوَدَّانِ يَمْنَى أَنْ لَا يَحْجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكًا
وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُمَرَاءُ الْ

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان اطلاع کنندگان میں بھیجا۔ جنہوں نے اس حج کے مقصد پر کس ذی الحجہ یوم النحر میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ فی تلافی الحجۃ حضور اقدسؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اذکار اور حضرت علیؓ کو ثانیاً ۹ھ میں حج کے لئے بھیجا اور بہت سے اعلانات

کرنے کے لیے بھیجا ایک یہ بھی تھا بَرَاءَةُ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ الخ اور ایک اعلان یہ تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ خود اپنی آواز اتنے کثیر مجمع میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اعلان کرنے والوں کو مقرر کیا تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مادرزاد ننگے ہو کر طواف کرنا اچھا سمجھا جاتا تھا۔ اور قریش کے لباس کے علاوہ کسی دوسرے لباس میں طواف کرنے کی اجازت نہ تھی اس لیے جس کے پاس ان قریش کے کپڑے نہ ہوتے تھے اس کو ننگے ہی طواف کرنا پڑتا تھا۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثَوَّانٌ رَوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا مَرَكَةُ أَنْ يُؤْذَنَ بِبِرِّ آؤَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مَنْى يَوْمَ مَا لَنَحْوِ لَا يَجُوعُ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ غُرِّيًّا -

حضرت حمید بن عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر حکم دیا کہ وہ برأت کا اعلان کریں چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی منیٰ والوں میں قربانی کے دن ہمارے ساتھ اعلان کرتے تھے۔ کہ آئندہ سال کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے گا۔

باب الصلوة بغیر رد آء

ترجمہ :- بغیر چادر کے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدَرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهِ وَرِدَاؤُهُ مُؤْصَلٌّ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ نُصَلِّي وَرِدَاؤُكَ مُؤْصَلٌّ قَالَ نَعَمْ أَجَبْتُ أَنْ يَسَافِرَ الْجَاهِلُ مِثْلَكُمْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي كَذَا -

ترجمہ :- حضرت محمد بن المنکدرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے پاس اس وقت پہنچا جبکہ آپ ایک کپڑے کو پیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا کہ اے ابو عبد اللہ آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حالانکہ آپ کی چادر رکھی ہوئی تھی فرمایا ہاں مجھے یہ بات پسند آئی کہ آپ جیسے جاہل لوگ مجھے دیکھ لیں میں نے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں لیکن پھر بھی وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو جائز ہے۔ قبل ازیں ایک باب الصلوٰۃ فی السرایل میں حضرت عمرؓ کا ایک مقولہ اذا قسع اللہ فادسوا گذرا تھا جس سے دہم ہوتا تھا کہ شاید وسعت کی صورت میں ایک کپڑے سے نماز جائز نہ ہو۔ تو اس دہم کو دفع کرنے کے لئے اس باب کا انعقاد کیا۔ یہ میری اپنی رائے ہے اور دلیل حضرت جابرؓ کی وہ روایت ہے جس میں یہ نقل ہوا کہ حضرت جابرؓ نماز ایک کپڑے میں پڑھ رہے تھے۔ اور ان کے دوسرے کپڑے مشجب پر رکھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ وسعت کے باوجود ایسا کرنا جائز ہے عام شرح کی رائے یہ ہے کہ اس باب سے بغیر دار کے نماز پڑھنے کا جواز تبلا ہے ہیں۔

باب ، مَا يَذْكُرُ فِي الْفَخِذِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَيُزَوَّى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرُّهُدٍ وَ مُحَمَّدٍ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَسْتُ حَسَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ حَدِيثُ أَتَى أَسْنَدُ وَ حَدِيثُ جَوْ هِدٍ أَحْوْطُ حَقِّ الْخُرُوجِ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ وَ قَالَ أَبُو مُوسَى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كُنْتُ كَرَّ حِينَ خَلَعَ عِثْمَانُ وَ قَالَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ أُنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ خُذَهُ عَلَى فَخِذِي فَتَقَلَّتْ عَلَيَّ حَتَّى نَفِضْتُ أَنْ تَنْفَضَ فَخِذِي -

ترجمہ باب ران کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے امام بخاری ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ، جرہد اور محمد بن جحش رضی اللہ عنہم جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران تنگ ہے۔ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو کھول دیا۔ امام بخاری کا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت سند کے اعتبار سے قوی ہے۔ لیکن حضرت جرہد کی روایت میں زیادہ احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ صحابہ کرام کے اختلاف سے ہم لوگ نکل جائیں چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے اپنے گھٹنوں کو ڈھانک لیا اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں وحی نازل فرمائی کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ وحی کا بوجھ مجھ پر اتنا پڑا کہ مجھے ران کے ٹوٹ جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔

حدیث نمبر ۳۵۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَاهِيْمٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَوةً الْخَدَاةِ بِخَلِيسِ ذُرَيْبٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو كَلْحَةَ وَأَنَا وَدَيْفُ ابْنِ طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاتٍ خَيْبَرَ وَإِنْ رُكْبَتِي لَتَمَسَّ فَيْدِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَى الْإِزَارَ عَنْ فُجْزِهِ حَتَّى رَأَيْتُ أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ فُجْزِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ كَحَبَّتْ خَيْبَرُ إِنَّمَا إِذَا أَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمِ نَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْدَرِينَ قَالَهُمَا تَلَدًا تَالٍ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَخَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالحَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ قَالَ فَأَصْبَنَاهَا عَنُوةً فَجِئَ السَّبِيُّ فَجَاءَ دَحِيَّةً فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَعْطَنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبِيِّ فَقَالَ أَهَبْتُ فُجْزَ جَارِيَةٍ فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتُ حُجَيْجٍ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَعْطَيْتَ دَحِيَّةَ صَفِيَّةَ بِنْتُ حُجَيْجٍ سَيِّدَةَ قَوْمِي لَطِيفَةَ وَالتَّضْيِيفَةَ تَصْلُحُ إِلَّا ذَلِكَ قَالَ أَذْغُوهُمَا فَجَاءَ بِمَا فَلَمَّا نَظَرَا إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبِيِّ عَيْنَهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ لَفَسِمَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَعَزُ ثَمَالَهُ أُمُّ سَلِيمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمْرُسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَكَ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَلِيَسْطِقْ طَعَامًا فَيَعْمَلَ الرَّجُلُ يَجِئُ بِاتِّمَرٍ مَجْعَلٍ الرَّجُلُ يَجِئُ بِاتِّمَرٍ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوْلِيُّ قَالَ لَهَا سَوْ أَحِبًّا فَكَانَتْ وَكَيْفَ سَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی تو ہم نے خیبر کے پاس اندھیرے میں صبح کی نماز ادا کی۔ آپؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے حضرت ابو طلحہؓ بھی سوار ہوئے جن کا میں ردیف تھا۔ تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی گلیوں میں چلنے پھرنے لگے جبکہ میرے گھٹنے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کو چھو رہے تھے۔ پھر آپؐ نے اپنی ران سے تہ بند کو کھول دیا۔ یہاں تک کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا جب آپؐ بستی میں داخل ہوئے تو نمرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا کہ خیبر ویران ہو گیا پھر آیت پڑھی جب ہم کسی قوم کے مہمان میں اترتے ہیں تو ان ڈراتے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہوتی ہے ان کلمات کو آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قوم یہود اپنے اپنے کاموں کو نکل کر جا رہے

تھے آپ کو دیکھ کر کہنے لگے محمد (صلعم) حضرت عبدالعزیز استاذ بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا انجینس یعنی لشکر بھی ہے۔ الغرض ہم نے یہ شہر طاققت کے زور پر منسج کر لیا۔ تینک عورتیں جمع کی گئی حضرت وجیہ کلئی تشریف لا کر فرماتے لگے یا نبی اللہ ان قیدی عورتوں میں ایک باندی مجھے عنایت فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا جا کر لے لو تو انہوں نے حضرت صفیہ بنت حلیٰؓ کو لے لیا تو ایک آدمی جناب نبی اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگائے اللہ کے نبی! آپ نے حضرت وجیہ کلئیؓ کو صفیہ بنت حبیبہ عطا کر دی جو قبیلہ بنو خزیمہ اور بنو نفیر کی ملک ہے وہ تو آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم بمعہ باندی کے حضرت وجیہؓ کو بلوا لیا۔ چنانچہ جب حضرت وجیہؓ اس کو لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے منجور حضرت صفیہ کو دیکھا اور حضرت وجیہؓ سے فرمایا آپ ان کے علاوہ کوئی اور باندی لے لیں حضرت بی بی صفیہؓ کو آپ نے آزاد فرما دیا اور اس سے نکاح کر لیا۔ حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا اے ابو حمزہ! ان کا حتیٰ تمہر کیا مقرر فرمایا۔ فرمایا ان کی ذات ہی حق مہر ہوا کہ اس کو آزاد کر کے آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ یہاں تک داپسی میں راستہ میں حضرت ام سلیمؓ نے ان کو بنا سنوار کر رات کو حضور اکرم صلعم کے پاس بھیج دیا جب صبح کو حضور اکرم صلعم شب زفاف گندار چکے تو حکم دیا جس کے پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور ایک چمڑے کا دسترخوال بچھا دیا۔ نو کوئی کھجور لا رہا تھا کسی نے گھی پیش کیا۔ راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ مستو کا ذکر بھی ہوا۔ پھر انہوں نے ان سب کو زلا بلا کر خلط ملط کر کے ایک قسم کا حلوہ بنا لیا۔ پس یہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلیہ تھا۔

قتیبہ از شیخ مدنیؒ: خنذ کے عورت ہونے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالک کا قول راجح اور امام احمدؒ کا راجح قول یہی ہے کہ خنذ عورت ہے۔ دوسرا قول ان حضرات کا یہ بھی ہے کہ خنذ عورت نہیں ماکیدہ کا عمل اسی پر ہے۔ جہور ران کو ننگ شمار کرتے ہیں مصنفؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ مگر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔ یوسفی عن ابن عباس الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کو اس کی سند میں کچھ کلام ہے مگر دیگر روایات اس کا اثبات کرتی ہیں اور بعض روایات دلالت کرتی ہیں کہ خنذ عورت نہیں ہے۔ مصنفؒ تطبیق بین الروایات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حدیث انسؓ سند کے اعتبار سے نہایت صحیح ہے اور اختلاف کو دور کرنے کی وجہ سے حدیث جرحہ حوط ہے۔ وخنذہ علیٰ خنذی اس پر اشکال ہوتا ہے کہ مصنفؒ کا استدلال تام تب ہوتا۔ جبکہ خنذ مکشوف

ہو وہ روایات سے ثابت نہیں تو کہا جائے گا کہ ایک شخص کی عورت کو دوسرے کی عورت پر رکھنا عادتاً منکر ہے اور
طبی طور پر نازیبا ہے بالخصوص اسجناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں چیا بہت زیادہ تھا۔ جس کی آپ نے بہت زیادہ
تاکید بھی فرمائی تو اگر فخذ عورت ہوتی تو باوجود منکر ہونے کے ایک دوسرے پر رکھنے کی نوبت نہ آتی حسو
الازار عن فخذہ اس سے بھی مصنف استدلال کر رہے ہیں مگر جہور فرماتے ہیں کہ الفخذ عورۃ اور فریابی وغیرہ
کی روایت میں ہے یا علی لا تنظر فخذ حجۃ و میت کہ علی زندہ اور مردہ کسی کی ران کو نہ دیکھو ان قوی
روایات کی وجہ سے جہور فخذ کو عورت کہتے ہیں اور یہ تین وجوہ جو مصنف نے ذکر فرمائے ہیں۔ ان میں سے
رکبتہ کے عورت ہونے میں خود باہن الائمہ اختلاف ہے۔ رکبتہ کی تین ہڈیاں ہیں۔ اس میں فخذ کا بھی کچھ حصہ
ہے جب رکبتہ کے ستر کا حکم دیا گیا تو فخذ کے ستر کا حکم بطریق اولیٰ ہوگا۔ مگر کہا جائے گا کہ پہلے تو اجزاء فخذ
کو ثابت کیا جائے کہ ان میں رکبتہ داخل ہے، دوسرے یہ ثابت کیا جائے کہ آپ کا فخذ کانگرا رکھنا احتیاب
ہو۔ ممکن ہے بے خیالی میں کشف فخذ ہو گیا ہو حضرت عثمانؓ جب تشریف لائے تو ان کے غلبہ حیا کی
وجہ سے آپ کو خیال آیا کہ جھٹ پٹ رکبتہ کو ڈھانک لیا۔ دوسرا استدلال فخذہ علی فخذی سے تھا۔
اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں کشف کا ذکر نہیں، دوسرے یہ کہ نزدیکی کی حالت بے اختیار کی ہے
جس میں آپ نے عملاً قصد کشف فخذ نہیں بلکہ بغیر قصد کے ہو گیا۔ اور حسو الازار عن فخذہ یہاں سے
بھی قصد کشف فخذ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلم جلد ثانی ص ۱۱۱ پر ہے انحصار الازار عن فخذہ اس سے بھی قصد
کشف فخذ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ خود بخود ازار کھل گئی۔ اور گھوڑ دوڑ میں عموماً ایسا ہوتا ہی ہے۔ بہر حال ان میں
سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ واقعات جزئیہ ہیں احادیث قولیہ قواعد کلیہ ہوتے ہیں۔ نیز اس واقعہ
میں یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ آیا یہ نبی سے پہلے کا واقعہ ہے یا بعد کا۔ لہذا احادیث قولیہ قابل عمل ہوں گی
قتیلج از شیخ زکریا۔ چونکہ فخذ کے اندر اختلاف تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب منعقد فرمایا پھر
امام بخاریؒ خود ران کے عورت ہونے کے متعلق رائے نہیں رکھتے۔ اس لئے "یک ذکر بصیغہ مجهول ذکر فرمایا۔ مگر
چونکہ حضرت جرہہؓ کی روایت بھی غط فخذ کا حکم وارد ہوا ہے وہ روایت اگرچہ روایت اسلم کے بالمقابل
قوی نہیں ہے مگر پھر بھی اس طرح ہے۔ اس لئے اس کی طرف بھی متوجہ فرمادیا۔ کہ اصل تو عورت سوتین یعنی
قبل اور دربر ہیں۔ لیکن ستر فخذ بھی احتیاطاً کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث جرہہؓ کا مقتضی ہے۔ غلطی الستی صلی اللہ
علیہ وسلم اور کتبہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی من پر تشریف فرما تھے۔ اتنے میں

حضرت ابو بکرؓ نے داخل ہونے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی تو ان کو بھی مل گئی۔ مگر جب حضرت عثمانؓ آئے تو آپؓ نے اپنی ران ڈھانک لی۔ تو امام بخاریؒ کا اس سے استدلال یہ ہے کہ اگر کہہ عورت ہوتا تو اس کو نبی اکرمؐ پہلے ہی ڈھانک لیتے جو لوگ اس کے عورت ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کھلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کرتہ ہٹا ہوا تھا اور تہبند نیچے کو تھا۔ اس کو درست فرمایا نہ یہ کہ بالکل ران کھلی ہوئی تھی اس کو ڈھکا حضور اکرمؐ کا یہ فعل اس لئے تھا کہ جب کوئی ایسا دیسا آدمی آئے تو کرتہ درست کرتے ہیں۔ و فخذ علی فخذی۔ امام بخاریؒ پر یہاں اشکال کیا جاتا ہے کہ فخذ پر فخذ ہونے سے اس کا مکشوف ہونا کہاں سے لازم آگیا۔ علامہ سندھیؒ نے امام بخاریؒ کی طرف سے تو جیہ فرمائی ہے کہ اگر فخذ عورت ہوتا تو اس کا حامل سے چھونا بھی جائز نہ ہوتا۔ جیسے ستونین کا چھونا جائز نہیں۔ علامہ سندھیؒ نے تو جیہ بھی کی مگر یہ کہنا کہ اگر ستر ہوتا تو ستونین کی طرح اس کا بھی چھونا جائز نہ ہوتا۔ یہ کچھ نہیں اس لئے کہ ستونین ہونکہ محل شہوت ہیں اس لئے ان کا چھونا ممنوع ہے بخلاف فخذ کے وہ محل شہوت نہیں ہے۔ فقہت علیٰ حتی خفت الہیہ وہی کا بوجھ تھا جو بوقت نزول وہی حضور اکرمؐ پر ہوا کرتا تھا حتیٰ کہ اونٹنی بھی بیٹھ جایا کرتی تھی۔ وان رکبتی لمنت فخذ نبی اللہ صلوٰۃ علیہ وسلم کہ اونٹ کے چلنے سے جنبش بہت ہوتی ہے۔ بالخصوص جبکہ وہ نیز بھی چل رہا ہو۔ ثوح حلالہ زار اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ فخذین عورت نہیں ہیں۔ جہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں انحصار کا لفظ ہے۔ تو گویا یہاں حص سے انحصار مراد ہے یعنی وہ خود بخود کھل گئی نہ کہ نبی کریمؐ نے اسے خود کھول دیا ہو۔ والخصیص یعنی الجیش جیش کو خمیس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پانچ طبقوں پر منقسم ہوتا ہے۔ مقدمۃ الجیش۔ مؤخرہ، میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ قلب کے اندر امیر ہوتا ہے۔ مشہور اور چیدہ چیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ کیونکہ فتح و ہزیمت سردار کے اوپر موقوف ہوتی ہے۔ وہ قتل ہو جائے تو گویا لشکر شکست کھا گیا۔ فاخذ صفیۃ بنت جحش حضرت صفیہؓ بڑی خوبصورت اور سردار قوم کی لڑکی تھیں جب حضرت وجہہ کلبیؓ نے انہیں لے لیا۔ تو ایک آدمی نے حضور اکرمؐ سے آکر کہا۔ کہ یا رسول اللہ حضرت صفیہؓ آپ کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ قبیلہ کے سردار کی لڑکی ہے۔ اگر آپ اس سے نکاح کر لیں گے تو بہت لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے ان کو لے لیا آزاد کر کے نکاح فرادیا۔ نبی اکرمؐ نے جتنے نکاح فرمائے ان میں دینی مصلحتیں تھیں۔ وہ کسی شہوت اور تمغیش کی بنا پر

العیاذ باللہ نہیں تھے۔ اس لئے کہ جب شباب کا زمانہ تھا۔ تو ایک چالیس سالہ عورت سے نکاح کیا جو پہلے دو غاوند کر چکی تھی اور تیرہ سال کی عمر تک دوسری شادی نہ کی۔ گو حضرت عائشہؓ کی شادی قبل از ہجرت ہو گئی تھی مگر زفاف بعد از ہجرت ہوا۔ اگر کہیں موقعہ ہوا تو اس کو پھر بیان کر دیں گا یا اباحتمہ یہ حضرت انسؓ کی کہنت ہے۔ قال نفسہما یہ مسئلہ کتاب النکاح ہے تفصیل تو وہاں آئے گی مختصر یہ ہے کہ اس کے قائل صرف امام احمدؒ ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ غلیحیہ یہ اس وجہ سے تھا تاکہ حضور اکرمؐ صلعم دعوت ولیمہ فرمائیں۔ کیونکہ گھر تو تھا نہیں کہ اپنے گھر لے جا کر ولیمہ فرماتے ادعویٰ تھا حضرت وجیمہ کلثیؓ سے حضرت صفیہؓ کو اس لئے واپس لے لیا۔ کیونکہ خود آپؐ کے ان سے نکاح کرنے میں ساری قوم کی دلداری تھی اور عوام کے فائدہ کی وجہ سے خواص کے نقصان کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ قال نفسہما اعتقہا اس سے امام احمدؒ نے استدلال کیا ہے کہ منجر مہر کے محض اعتاق پر اگر نکاح ہو جائے تو جائز ہے اور وہ اعتاق ہی اس کا مہر ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ جائز نہیں اور اس حدیث کا پہلا جواب امام طحاویؒ نے دیا ہے کہ اگر اعتاق نکاح سے پہلے تھا۔ تو اب نکاح کے وقت وہ اعتاق مہر نہیں ہو گا۔ اگر نکاح کے بعد آزاد فرمایا۔ تو یہاں نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں تھا۔ تو یہاں یہی کہا جائے گا۔ کہ اعتاق پر نکاح نہیں ہوا بلکہ مہر پر ہوا ہے۔ اگرچہ اس وقت مہر مستی نہ ہو۔ اور دوسرے جواب یہ ہے کہ روایات میں تصریح ہے کہ حضور اکرمؐ صلعم نے نکاح میں زرینہ نامی ایک باندی مہر میں دی تھی۔ اور یہاں حضرت انسؓ کا فرمانا ان کے علم پر موقوف ہے

باب فی کفو تصیری المملاۃ من اثنیاب وقال علیہم مۃ کفو وارت جسدھا
فی ثوب جاز۔

ترجمہ: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا اگر عورت ایک کپڑے میں اپنے سارے بدن کو چھپالے تو جائز ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۹ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْمَانَ الْخَزَّازُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيَ الْفَجْرَ فَيُشْرِدُ مَعَهُ نِسَاءً مِنْ الْأُمَمَاتِ مُتَلَفِعَاتٍ فِي مَوَاطِعَ تَحْتَ بُيُوتِ بَنِي تَمِيمٍ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہؐ صلعم صبح کی نماز پڑھتے تھے تو مومن عورتیں

بھی آپ کے ساتھ اس حال میں حاضر ہوتیں کہ وہ اپنی اپنی کبلیوں میں لیٹی ہوئی ہوتی تھیں جب وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹیں تو انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

تشیخ می از شیخ مدنی بر مصنف نے کوئی عدد تو ذکر نہیں کیا۔ مگر جو اثر نقل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کپڑا بھی نماز کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ حدیث سے ترجمہ الباب کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ روایت میں کہتے ہیں کہ کوئی پتہ نہیں مگر چونکہ اس زمانہ میں کپڑے بہت کم تھے جب مرد دو کپڑے نہیں رکھتا تھا تو عورتیں کیسے پہن سکتی ہیں۔ اب جو عورتیں متلفعات یعنی لیٹی ہوئی آتی ہیں۔ ان میں بھی احتمال ہے کہ صرف یہی ایک کبلی ہو۔ بقیہ بدن نکلا ہو۔ تو اس سے جواز فی ثوب ثابت ہوا۔ اثر مکرر بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

تشیخ می از شیخ ذکر کیا۔ اس سلسلہ میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے ستر کے لئے جس قدر کپڑا کافی ہو اسے استعمال کرے۔ بعض کی رائے ہے کہ دو کپڑے۔ اور بعض کی رائے ہے کہ تین لے۔ اس طرح ایک قول چار کا بھی ہے۔ عورت کا تمام بدن ستر سے الا الوجه والکفین واخلط فی القمیدین یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں ستر نہیں پاؤں کے ستر ہونے میں اختلاف ہے۔ متلفعات بمعنی طعن اس معلوم ہوتا ہے کہ صرف تلفیض ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک ہی کپڑا تھا۔ امام بخاری کے استدلال پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ وہ گرم چادر برقعہ کے طور پر ہوتی تھی۔ یہ نہیں کہ اس کے علاوہ جسم پر کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں استدلال بطریق احتمال ہے کیونکہ احتمال ہے کہ کوئی اور کپڑا نہ ہو۔ اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ صحابہ کرام کے زمانہ میں کپڑوں کی تنگی تھی اس لئے ہو سکتا ہے کہ عورتوں کے پاس صرف ایک چادر ہو۔

باب رَاذَا صَلَّیٰ فِیْ تَوْبٍ لِّہَا اَعْلَا مَرَّقَ نَظَرِہَا عَلَیْہَا۔

ترجمہ :- جب آدمی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے کہ جس میں نقش و نگار ہوں اور وہ ان کی طرف نماز میں دیکھ رہا ہو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ الْحَارِثِيِّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خِمِصَةٍ لِّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلَى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِذَا هَبُوا بِخِمِصَتِي هَذِهِ اِلَى اِيٍّ جَمْعُوقٍ اَوْ تَوْنِيٍّ بِاَنْبَجَا نِيَةٍ اَوْ اِيٍّ جَمْعُوقٍ لِّهَا اَلْمَتْنِيٌّ اَلْقَاعَنُ

صَلَوْتِي فَقَالَ هَشَامُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عِلْمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَخَافْتُ أَنْ يُفْتَنَنِي (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی سیاہ چادر میں نماز پڑھی جس کے کناروں پر بیل بولے بنے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک نگاہ بھر کر ان نفوش کو دیکھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم کی طرف لے جاؤ اور ابو جہم سے انجا بیہ والی چادر میرے پاس لے آؤ کیونکہ اس نے تو ابھی مجھے میری نماز سے غافل کر دیا تھا۔ حضرت ہشام کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس چادر کے نقش و نگار کو نماز میں دیکھتا رہا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کرے۔

تشریح :- از شیخ مدنی :- روایت باب سے معلوم ہوا کہ ایسا کپڑا جس سے نماز میں خیال بٹ جائے اس میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ اگر ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

تشریح :- از شیخ زکریا :- اس روایت سے معلوم ہوا کہ پھولدار کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ یہی امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نماز میں ادھر ادھر کا خیال آجائے تو نماز ہو جائے۔ اگرچہ پھولدار کپڑے پہننے کی وجہ سے خیال دل میں آجائے صلی فی خمیصۃ الخ یعنی ایک کلمی میں نماز پڑھی جو ابو جہم نے خدمت اقدس میں بدیہ کی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمی کو واپس کرنے اور ابو جہم کی موٹی چادر لانے کا حکم اس لئے دیا کہ کہیں ابو جہم میں بدیہ واپس کرنے کا خیال نہ گزرے لہذا آپ نے انجا بیہ چادر منگوائی تاکہ ان کی دل جوئی ہو اور کلمی اس لئے واپس فرمادی کہ اس کی دھبے سے پھولوں کی خوشنما

کا خیال آگیا تھا۔ فاتھا الھتھی آلفا شرح بخاری کی قاطبہ رائے یہ ہے کہ کما حدت ان تھتھی یعنی ^{مثقل ہوا} قاطبہ واقع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ واقع ہونے کے قریب تھا۔ اس کی دلیل اخاف ان تھتھی ہے جس کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر فرمادیا ہے۔ اور اس کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا کہ الھتھی کی تفسیر فرمادی کہ الھتھی واقع نہیں ہوا بلکہ قریب تھا کہ واقع ہو جائے۔ تو گویا شرح کے نزدیک روایت ثانیہ معلقہ کی بنا پر روایت اولیٰ متوکل ہے۔ مگر میرے نزدیک دلیل کی ضرورت نہیں چونکہ یہ دونوں لفظ حدیث پاک میں آگئے ہیں۔ اس لئے جب تک ان کے معنی بلاتواہیل کے بن سکتے ہیں۔ نہ ملتے جاتے۔ چنانچہ یہاں معنی بن سکتے ہیں اور وہ یہ کہ الھتھی سے مراد الھا خفیف یعنی ادھر ادھر کا تھوڑا سا خیال آجانا اور افتنان یہ ہے کہ ان خیالات اور تفکرات کی شدت

جائے۔ تو اگھتی کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ خیال آیا۔ اور انتخاب ان یقیناً کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بھرمار نہیں ہوئی۔ اور میرے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فقہانے ایک مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر آدمی اُدھر کا خیال آجائے۔ تو نماز صحیح ہو جائے گی مگر یہ خیالات بہتر نہیں ہیں اور فقہاء دلیل میں اسی حدیث کو پیش کرنے ہیں تو اگر اُلھا واقع نہ ہوا تو فقہاء کا استدلال کیسے صحیح ہو گا۔ لیکن خیالات وغیرہ لانا مکروہ ہو گا اور جس درجہ کا اُلھا ہو گا۔ اسی درجہ کی کراہت ہو گی، حتیٰ کہ کبھی تنزیہی اور کبھی تحریمی تک نوبت پہنچ جائے گی اور اس واقعہ کے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اعادہ نہیں فرمایا۔ تو اس سے نماز کی صحت معلوم ہو گئی اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ اس سے کراہت معلوم ہوئی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کسی قسم کا بُرا خیال نہ لایا جائے کیونکہ آپ تعلیم فعلی کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کر کے دکھلا دیا۔ کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجائے تو نماز ہو جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو کام ہماری لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ ان کے کرنے پر آپ کو واجب پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا۔ اسی واسطے آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی پورا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام سے گنا سرزد ہوئے جیسے چوری زنا وغیرہ یہ سب امت کی تعلیم کے لئے تھے۔ کیونکہ ان کی تعلیم امت کے لئے ضروری تھی۔ چونکہ یہ سب نبی کی شان کے خلاف تھے اس لئے نبی کے اصحاب سے کرائے گئے

باب اِنْ صَلَّیْتَ فِیْ نَوَیْبٍ مُّصَلِّبٍ اَوْ تَصَاوِیْرٍ مَلَّ تَفْسُدُ صَلَوتُہٗ وَ مَا یُنْتَهٰی عَنْ ذٰلِکَ۔

ترجمہ :- جب صلیب اور تصویروں والے کپڑے میں نماز پڑھے تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۱ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْصُرٍ الْوَحْدَانِيُّ عَنْ الْأَنْبَسِ قَالَ كَانَ قَرَامِیًّا لَکَثَّةً مَثَرُ شَبَابٍ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمِيطُوا عَنَّا قَرَامِدَ هَذَا فَلَکَ لَا تَزَالُ تَصَاوِیْرُکُمْ تَعْرِضُ فِیْ صَلَوتِکُمْ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا ایک تصویروں والا پردہ تھا جس سے وہ اپنے گھر کے کٹارے کو چھپا لیتی تھیں یا پردہ کر لیتی تھیں۔ جس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا یہ پردہ ہم سے ہٹا دو کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں پیش آتی ہیں یا سامنے آتی رہیں۔

تشریح از شیخ مدنی، قرام ایک باتصویر پردہ تھا جس کو حضرت عائشہؓ نے الماری پر لگا رکھا تھا آپ کے جسم پر یہ کپڑا نہیں تھا۔ دوسرے اس پر صلیب کی تصویر بھی نہ تھی۔ تو مطابقت کیسے ہوئی پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب کپڑا اپنے بدن پر نہ ہو جب تصاویر کی وجہ سے اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ تو جب اپنے بدن پر ہو پھر تو بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی۔ دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ مصلوب کے معنی میں وہ نقش جو صلیب کی مانند ہو۔ اور آپؐ جہاں تصویر کو دیکھتے تھے اسے مٹا دینے کا حکم دیتے تھے۔ لہذا جب تصویر سے ممانعت آئی تو صلیب کی تصویر سے بھی ممانعت ہو جائے گی۔ اور بعض نے مصلوب کے معنی مصور کے لئے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ روایت سے معلوم ہوا کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ صلیب اس صورت کو کہتے ہیں جس پر یہودیوں کے زعم فاسد کے مطابق انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی تھی جس کی صورت + اس قسم کی ہوتی ہے اور یہ نصاریوں کے پاس ہوتی ہے۔ وہ اسے بابرکت سمجھتے ہیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں دو جزد ذکر فرمائے گئے۔ ایک تصاویر کے متعلق اور دوسرا صلیب والے کپڑے کے متعلق اول جزد تو روایت سے ثابت ہوتا ہے مگر دوسرا جزد ثوب مصلوب وہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ بہت سی جگہ ترجمہ کو قیاس سے ثابت فرماتے ہیں یہاں بھی قیاس سے اس طرح ثابت فرمادیا کہ جب تصویر والے کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے تو مصلوب میں بطریق اولیٰ ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ بھی تصویر ہوتی ہے۔ میرے نزدیک قیاس سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود یہی روایت جلد ثانی ص ۸۸ پر آ رہی ہے۔ اس میں صلیب کا لفظ موجود ہے۔ تو امام بخاریؒ نے یہاں پر اس آنے والی روایت سے استدلال کر لیا۔ اب یہ مصور کپڑا بہن کر کوئی نماز پڑھے تو مذہب کیا ہے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ اور یہ فعل مکروہ ہوگا۔ یہی رائے جہور کی ہے۔ اور امام بخاریؒ اس کی تائید فرما رہے ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک وقت اندر اندر اعادہ کرے۔ اگر وقت میں اعادہ نہ کیا تو پھر اعادہ واجب نہیں ہوگا۔ مخالف کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ نماز نہ ہوگی۔ امام بخاریؒ اسی پر رد فرما رہے ہیں قرام باریک پردہ کو قرام کہتے ہیں۔ لا تنزال نقضاً وجب حضور اکرم صلیع کی نماز میں وہ تصاویر معاوضہ کر سکتی ہیں۔ اس پر بھی آپؐ نے نماز پوری فرمائی اعادہ نہیں کیا تو معلوم ہوا نماز ہو گئی اور چونکہ مٹا دینے کا حکم فرمایا۔ اس سے اس کی کراہت معلوم ہوئی۔

باب مَن صَلَّیْ فِ فَرْجٍ حَرِّیْ ثُمَّ نَزَعَهُ -

ترجمہ :- جس شخص نے ریشم کے چٹڑ میں نماز پڑھی پھر اسے کھینچ ڈالا۔

حدیث نمبر ۳۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الزُّعَنِيُّ عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أُمِدِّي رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَّجَ حَرِّیْ فَلَیْسَهُ فَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَأَنَّكَ بِهْ كَقَالَ لَا يَنْبَغِي هَذَا لِلْمُحْتَشِبِ -

ترجمہ :- حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ریشم کا ایک چٹڑ جناب نبی اکرم صلم کو بد یہ میں دیا گیا آپ نے اسے پہن کر نماز پڑھی پھر اس کو اتنا سخت کھینچ کر پھینکا گویا کہ آپ اس سے نفرت کرنے والے ہیں۔ فرمایا یہ بد ہیزگاروں کے لائق نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا : فروج حریر پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلم نے اس میں نماز پڑھی نفرت کا اظہار کیا اس عادیہ نہیں فرمایا۔ لیکن مکروہ ضرور ہے اس لئے آپ نے اس کو نکال پھینکا اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ دفت کے اندر اندر عادیہ کرے خروج ریشم کا وہ جو نہ ہے جس میں چاک کھلے ہوتے ہوں جسے آجکل چٹڑ کہتے ہیں اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن جہو کے نزدیک صرف مکروہ ہے۔ آپ نے کیوں پڑھی علامہ عینیؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضور صلم کا یہ فعل تحریم حریر سے پہلے کا ہے۔ ایسی صورت میں حضور اکرم صلم کا اس کو کاٹنا (پھینکا) نکالتا قلب اطہر کی صفائی اور آئندہ جو حرام ہونے والی ہے اس سے نفرت کا اظہار کرنا ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اسے قبل از تحریم پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں آپ نے بیان جو ازا اور تعلیم کے لئے پڑھی ہے اور یہ بتلادیا کہ نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ ریشم کے استعمال کا گناہ بھی ہوگا۔

باب الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْأَخْمَرِ

ترجمہ :- سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَزْرَةَ الزُّعَنِيُّ عَنْ أَبِي حَبِیْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبَةٍ حُمْرَاءٍ مِنْ أَدَمٍ قَدِ رَأَيْتُ بِأَدَا لَا أَخَذَ وَصُوَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ آتَى النَّاسَ يَجْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوُصُوَّ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ فَمَنْ لَوْ يُصِيبُ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ مِنْ بِلَلٍ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِأَدَا لَا

أَخَذَ مَنَةً لَهُ فَكَرَّهَا فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حُمْرَاءَ مُشَيَّمَةٍ
صَلَّى إِلَى الْعَتَمَةِ بِالنَّاسِ وَكَعَتَبَيْنَ وَآيَةُ النَّاسِ وَالْقَابِ يَمُوتُ وَتَ مِثْ
بَيْنَ يَدَيِ الْعَتَمَةِ (الحدیث)

ترجمہ، حضرت ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے ایک سُرخ خیمے میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچہ ہوئے پانی کو لے رکھا ہے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کی طرف لپک رہے ہیں۔ جس کو اس پانی میں سے کچھ مل جاتا ہے وہ اپنے بدن کو مل لیتا ہے۔ جس کو کچھ نہیں ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے لے لیتا ہے۔ پھر حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا نیزہ لے آئے جسے لاکر گاڑ دیا۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چادر اٹھائے ہوئے سُرخ جوڑے میں باہر نثر شریف لائے چھوٹے نیزہ کی طرف منہ کر کے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھا۔ لوگوں اور جانوروں کو میں نے اس عمنہ کے آگے سے گزرتے دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: ثوب احمر کے بارے میں امام صاحبؒ سے آٹھ روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ وہ کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔ حله حمر سے مراد امام صاحبؒ حله حمر لیتے ہیں۔ جس میں دھاریاں ہوں۔ لہذا حنفیہ کے خلاف استدلال نہیں ہو سکے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ: ثوب احمر کے بارے میں روایات بہت مختلف ہیں۔ بعض سے جواز اور بعض سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اس بارے میں شراح نے سات اقوال نقل کئے ہیں اور خود اخاف کے یہاں باوجود قلت روایات کے اس مسئلہ میں آٹھ روایات ہیں جن کو میں نے حاشیہ کوکب میں لکھ دیا ہے۔ منجملہ ان کے تحریم۔ استحباب اور کراہت بھی ہے حضرت گنگوہیؒ نے اپنی تفسیرات اور فتاویٰ میں جو قول اختیار فرمایا ہے وہ یہ کہ جن روایات سے ہیں لینا ثابت ہے۔ وہ بیان جواز پر محمول ہیں اور جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ وہ خلافِ ادلیٰ ہونے پر محمول ہیں یعنی فی نفسہ جائز مگر خلافِ ادلیٰ ہے۔ اور میرے نزدیک اختلافِ روایات اور اختلافِ مذاہب کا سبب رنگ کی حقیقت میں اختلاف اور تشبیہ بالنساء ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ لہذا جن روایات سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ان رنگوں پر محمول ہیں جن کے اندر ناپاک چیز کی ملاط کا احتمال ہو مثلاً اب سے چالیس سال پہلے یہ مشہور تھا کہ سُرخ رنگ میں خون پڑتا ہے۔ لہذا جس رنگ میں خون ہو گا وہ روایات منع اس پر محمول ہوں گی۔ پھر بعد میں معلوم ہوا کہ

ن میں خون نہیں پڑتا۔ تو روایات جواز اس پر محمول ہوں گی۔ پھر چونکہ سرخ رنگ میں تشبہ بالنساء ہے۔ تو جہاں جیسا تشبہ ہوگا۔ وہاں ایسی ہی کراہت ہوگی۔ مثلاً کوئی سرخ قبض پہنے اس کے اندر کراہت ہے؛ کیونکہ یہ تشبہ بالنساء ہے۔ اگر یہ رنگ کوئی چادر کوڑے پھر کوئی مرد اس کو پہنے تو اس میں مزید تشبہ بالنساء ہے لیکن رضائی اور لحاف کا استر اگر سرخ رنگ کا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی کراہت ہے۔ کیونکہ یہ خاص نوع عورتوں کے ساتھ خاص نہیں لہذا تشبہ بھی نہ ہوگا۔ ایسے ہی اگر سرخ دھاریاں ہوں تو اس میں تشبہ نہیں۔ لہذا یہ بھی جائز ہے۔ خروج النبی صلوا الخ علة حمراء جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ دھاریوں والا حکم تھا۔ ان پر کوئی اشکال نہیں ایسے ہی اس میں تشبہ بالنساء بھی نہ ہوا۔ لا یت الناس والدواب الخ یہ جملہ حدیث محدثین میں مدنی المصلی سے متعلق ہے جس سے معلوم ہوا کہ عنقریب سے آگے گذرنا قاطع صلوة ہے اور نہ ہی سبب گناہ ہے۔

باب الصلوة فی السطوح والمنبر والمخشب۔ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَكَفَى الْحَسَنُ بِمَا أَنَّ يُصَلِّيَ عَلَى الْجَمْدِ وَالْفَنَاطِيرِ وَإِنْ جَلَى نَحْمَتُهَا بَوْلٌ أَوْ قَوْحَا أَوْ مَامَا لَا فَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُنُوءَةٌ وَصَلَّى أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى ظَهْرِ الْمُسَجِدِ بِصَلَاةِ الْأَمَامِ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الشَّلَجِ۔

ترجمہ:- چھتوں پر۔ منبر پر اور کھڑکیوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ اس میں کوئی عرج نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص جمے ہوئے پانی پر نماز پڑھے اسی طرح پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ ان کے بیچے یا اوپر یا آگے پیشاب ہو جبکہ ان دونوں کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد کی چھت پر امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے برف پر نماز پڑھی۔

حدیث نمبر ۳۶۴ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَّالِيُّ قَالَ أَبُو حَازِمٍ مِمَّنْ سَأَلُوا اسْمَ اللَّهِ ابْنَ سَعْدٍ عَنْ أَبِي شَيْخٍ لِمَنْ بَرَأَ فِي النَّاسِ أَعْلَمُ بِهِ مِثِّيْ هُوَ مِنْ أَثَلِ الْغَابَةِ عَمَلُهُ فَلَا تَنْوَلُوا سَوْلاً لِّلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَأْمَلُوا لَكُمْ سَوْلاً لِّلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَمِلَ وَوَضَعَ مَا سَتَقْبَلُ الْقِبْلَةَ كَتَبُوا وَتَأْمَلُوا النَّاسَ خَلْفَهُ فَقَالَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقِمَاقِي فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ عَادَ

عَلَى الْمَنْبَرِ ثَقَرًا ثَقَرًا كَعِ ثَقَرٍ رَأْسُهُ ثَقَرٌ رَجَعَ قَهْقَرًا حَتَّى سَجَدَ بِأَلَا رُحْنٍ فَمَلَأَ
 مَنَانُهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سَأَلَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ
 قَالَ وَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَأْسَ
 أَنْ يَكُونَ الْأَمَامُ أَعْلَى مِنَ النَّاسِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فَقُلْتُ فَإِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ
 يُسْأَلُ عَنْ هَذَا كَثِيرًا فَمَنْ سَمِعَهُ مِنْهُ قَالَ لَا -

ترجمہ :- حضرت ابو حازم تا بھی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد آفری صحابی سے پوچھا
 کہ منبر رسول کس چیز سے بنایا گیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ لوگوں میں میرے سے زیادہ اس کو جاننے
 والا باقی نہیں رہا۔ وہ غابتہ مقام کے جھاؤ کے درخت سے بنایا جس کو فلان فلانہ کے غلام نے جناب رسول اللہ
 صلعم کے لئے بنایا جب وہ منبر بنا کر رکھا گیا تو جناب رسول اللہ صلعم اس پر کھڑے ہوئے۔ قبلہ کی طرف
 متوجہ ہو کر تکبیر کہی۔ لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے قرأت کی رکوع کیا لوگوں نے بھی آپ
 کے پیچھے رکوع کیا۔ پھر آپ نے سر مبارک کو اٹھایا پھر پیچھے کو لوٹے اور زمین پر سجدہ کیا۔ پھر منبر پر لوپ
 آئے۔ قرأت کی۔ رکوع کیا پھر سر مبارک اٹھایا پھر لٹے پیچھے کی طرف لوٹ کر زمین پر سجدہ کیا پس یہ
 اس کا حال ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میرے استاد علی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن
 حنبل نے اس حدیث کے متعلق میرے سے سوال کیا تو شیخ علی بن مدینی فرماتے ہیں۔ میرا منشا یہ ہے کہ
 چونکہ نبی اکرم صلعم تمام لوگوں سے بلند و برتر تھے تو ایسی ہستی اگر لوگوں سے اونچے مقام پر ہوتو اس میں
 کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت سفیان بن عیینہ محدث سے اس حدیث کے بارے
 میں بہت پوچھ گچھ کی جاتی تھی کہ آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا تو امام احمد نے فرمایا نہیں

فتشیح از شیخ مدنی "حدیث پاک میں ہے سَجَلَتِ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَلِهْمُورًا جس سے علوم
 ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کو زمین پر کھڑا ہونا چاہیے اگر زمین پر کھڑا نہ ہو تو ایسی چیز پر کھڑا ہو
 جو زمین سے متصل ہو۔ جمد وہ جگہ جہاں سردی کی وجہ سے پانی جم جانے جیسے سرد ملکوں میں تالاب کے
 پانی جم جاتے ہیں جینہما سترتا ای مانعہ من ملاقات النجاسة تلیم یعنی برف کی وہ صورت مراد ہے
 جبکہ اس پر کھڑا ہونا ممکن ہو۔ تو تلیم بمعنی مراد ہو گا۔ غایتہ بمعنی جھاؤ یعنی ملتف الا شجر اس جگہ لغوی
 معنی مراد نہیں بلکہ جبل احد کے پیچھے ایک جگہ کا نام ہے جسے غایتہ کہتے ہیں اثل بمعنی جھاڑ منبر بنانے کی

درخواست اولاً عمدت نے پیش کی تھی جب دیر ہو گئی تو آپ نے پھر ارشاد فرمایا اس طرح دونوں کی طرف نسبت صحیح ہوگی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام کمالوگوں سے مترفع ہونا جائز نہیں اور جمہور کمرہ کہتے ہیں جبکہ اس مقام کی ادسچائی ایک ذراع ہو۔ اگر امام کے ساتھ کچھ اور مقتدی بھی ہوں تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے۔ جعلت الارض مسجداً وطہوراً جس سے بظاہر ابہام ہوتا ہے۔ کہ زمین ہی پر نماز پڑھی جائے۔ تو امام بخاریؒ اس دہم کو دفع فرما رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک اس مسئلہ کے زیادہ موافق باب الصلوۃ علی الفرش ہے۔ یہاں تو امام بخاریؒ دوسرے اختلافات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ گو یہ اختلافات ہمارے اس زمانہ میں کچھ نہیں رہے۔ کان لہو یکین ہو گئے۔ چونکہ امام بخاریؒ کے سامنے یہ اختلافات تھے اس لئے انہوں نے اس پر باب باندھا۔ اور بہت سے اختلافات ایسے ہیں جو بہت زائد شہرت پذیر ہو گئے۔ مثلاً مسئلہ رفع الیدین یہ ایک ایسا معرکہ الارار نہ تھا جیسا کہ اب ہو گیا۔ بہر حال میرے نزدیک امام بخاریؒ بعض تابعین پر رد فرما رہے ہیں جیسا کہ بعض شرح سے منقول ہے کہ وہ لوگ صلوٰۃ علی السطوح کی کراہت کے قائل ہیں نیز اس باب سے مالکیہؒ پر بھی رد ہے کہ وہ صلوٰۃ علی المنبر کی کراہت کے قائل ہیں۔ اور ایسے ہی خشب سے حضرت حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کے قول پر رد فرمادیا کیونکہ ان حضرات سے صلوٰۃ علی الخثیث کی کراہت منقول ہے ولو جبرالحین باسا یجہد جما ہوا برف اس کے متعلق کوئی اختلاف نظر سے نہیں گذرا مگر کچھ بھی ہو صلوٰۃ علی السطح تو ثابت ہو ہی جاتے گی۔ کیونکہ وہ جہد مثل سطح کے ہوتا ہے۔ اور صلوٰۃ علی القضا طیر سے صلوٰۃ علی السطح صاف طور پر ثابت ہے اذا کان بینہما منقوۃ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نجاستہ کے اور اس نمازی کے درمیان سترہ معدوم ہو بلکہ اس سے مراد حامل ہے من اشئ المنبر اس میں اختلاف ہے کہ منبر کب بنا۔ تین قول ہیں شہر، شہر، شہر، شہر ما بقی فی الناس اعلو بہ منی اس لئے کہ وہ سارے صحابہ جو اس وقت موجود تھے۔ وہ اب انتقال کر گئے۔ بس میں ہی زندہ ہوں۔ اس لئے مجھے اس کی زیادہ خبر ہے۔ هو من اثل الغابۃ۔ آئل کے معنی جھاؤ کے ہیں۔ اور غابہ ایک جگہ کا نام ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ غابہ مقام کے جھاؤ سے بنایا گیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اثل کے معنی تو جھاؤ کے ہیں اور غایۃ خوب گنجان کو کہتے ہیں اس صورت میں طلب

یہ ہوگا۔ کہ گنجان درخت کا جہاد تھا مگر اضافہ زیادہ واضح پہلی صورت میں ہوتی ہے، میرے نزدیک بھی دہی اولیٰ ہے عملہ خلوں اس کا نام میمون ہے ثور رجع الفقہی الخ چونکہ سجدہ میں سب برابر ہوتے ہیں کوئی کسی کو نہیں دیکھتا اس لئے نیچے اترے نیز اس پر سجدہ کرنا دشوار تھا اب یہاں اشکال یہ ہے کہ عمل کثیر پایا گیا اور یہ بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ گو اس کی جزئیات میں اختلاف ہو اور یہاں تو توالی حرکات پائی گئی ہیں۔ بار بار سجدہ کئے چڑھنا اترنا نیز خطوات بھی پائے گئے اس لئے کہ پیچھے کو ایک دم تو لوٹ نہیں سکتے۔ آہستہ آہستہ قدم رکھ کر لوٹے گا۔ اور توالی حرکات و خطوات عمل کثیر ہے شرح یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ نماز میں عمل کثیر جائز تھا۔ اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رائے یہ ہے کہ رجوع الی الفقہی کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل سیدھے پیچھے کو ہٹے۔ بلکہ ذرا ایک جانب مائل ہو کر رجوع الی الفقہی فرمایا۔ اس صورت میں ایک ہی قدم کے اندر رجوع ہو گیا۔ اور توالی حرکات جو پائی گئیں وہ ارکان مختلفہ میں تھیں۔ اور جو توالی مفسد اور عمل کثیر میں داخل ہے وہ یہ ہے کہ ایک ہی رکن میں ہو۔ لہذا حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل کثیر کے جائز ہونے کے وقت کی روایت ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں قال علی بن عبد اللہ یہ علی بن مدینی ہیں۔ جو مشہور امام ہیں۔ قال انما ثبت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بین السطور میں قال کا فاعل شیخ الاسلام کے حوالہ سے علی بن مدینی کو لکھا ہے مگر میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ قال کا فاعل امام احمد بن حنبل ہیں۔ اس لئے کہ وہ امام الفقہ ہیں۔ اور مسئلہ بھی علم فقہ کا آرہا ہے۔ لہذا اب مطلب یہ ہوگا کہ امام احمد بن حنبل نے امام علی بن مدینی سے کہا کہ میں نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے۔ فلا بأس ان یکون الامام علی من الناس اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اوپر تھے اور حضور امام تھے۔ تو معلوم ہوا کہ امام کا مقتدیوں سے اوپر ہونا جائز ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ کتنا اوپر ہو سکتا ہے۔

احناف اور شوافع کے یہاں ایک ذراع سے کم اوپر ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اس سے زائد میں روایات مختلف ہیں اور مالکیہ اوپر ہونے سے منع کرتے ہیں۔ شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم کی غرض سے ارتفاع جائز بلکہ مستحب ہے اور اس کے ماسوا مکروہ ہے قال فضلت اس قال کے قائل علی بن مدینی ہیں اور یہ اگلیے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ان سفیان بن عیینہ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ علی بن مدینی نے حضرت امام احمد سے فرمایا کہ تمہارے استاد سفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق کثرت سے سوال

ہوتا تھا۔ تم نے ان سے کچھ نہیں سنا حضرت امام احمدؒ نے نفی میں جواب دیا۔

یہاں حافظ بن حجر نے فتح الباری میں ایک اشکال کی ہے کہ مسند احمد میں یہی روایت امام احمدؒ نے سفیان عینیؒ کے واسطے سے نقل کی ہے۔ پھر یہاں نفی کا کیا مطلب؟ ایک جواب جو خود حافظؒ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ بخاری کی روایت متصل ہے وہ تو انہوں نے ابن عینیؒ سے سنی نہیں۔ اور مسند احمد کی روایت جو مختصر ہے وہ انہوں نے ابن عینیؒ سے سنی۔ مگر میرے نزدیک اس سے اچھا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اولاً ابن عینیؒ نے نہ سنی ہو۔ جب علی بن المدینی سے سن لی۔ تو پھر سفیان بن عینیؒ سے اس کے بعد سنی اور پھر ان کے واسطے سے نقل کی۔ ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ امام احمدؒ نے یہ سوال علی بن المدینیؒ سے حضرت سفیان بن عینیؒ کے انتقال کے بعد کیا ہے تو پھر یہ جواب نہیں چلتا۔ مگر اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْخَزَنَادِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرْسِهِ فَجَحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كِفْطُهُ إِلَى مِثْقَالِ ثَمَلٍ ثُمَّ لَجَسَ فِي مَشْرِيقِهِ لَمْ يَدْرَجْتُمَا مِنْ جُدُوعِ النَّخْلِ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يُعَوِّدُونَ وَنَهَوْا فَصَلَّى بِمِصْبَاحٍ بِلِسَانٍ وَهُوَ قَائِمٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُمَا جَعَلَ اللَّهُ مَا مَرَّ لِي بِهِ خِذَاكَ كَبُرَ فَلَئِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ إِذَا رَكَعَ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدْ وَإِنْ صَلَّيْتَ قَائِمًا فَصَلِّ اتِّبَاعًا مَا وَفَّرَكَ لَتَسْعَ تَسْعِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ أَلْبَيْتَ شَمْرًا فَقَالَ رَأَيْتَ الشَّمْرَ تَسْعَ وَعَشْرُونَ -

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپؐ کی پٹلی یا کندھا چھل گیا۔ اور آنجناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کے پاس ہانے سے مہینہ کی قسم کھالی تھی۔ تو آپؐ ایک بالا خانہ میں تشریف فرما ہوئے جس کا زینہ کھجور کے تنے کا تھا۔ چنانچہ آپؐ کے صحابہ کرام آپؐ کی عبادت کے لئے تشریف لائے۔ آپؐ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی جبکہ وہ لوگ کھڑے تھے۔ پس جب سلام پھیر لیا تو امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جلتے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو اور اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ اور آپؐ ۲۹ دن بعد بالا خانہ سے اتر آئے۔ تو صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ آپؐ نے تو مہینہ بھر کا ایلا۔ کیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ مہینہ انیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ سقط عن خوسه حضور اکرم مسلم ایک بار گھوڑے پر سوار تشریف لے جا رہے تھے۔ گھوڑا بد کا جس کی دھڑ سے نبی اکرم مسلم داہنی طرف گر گئے جس سے دائیں بازو اور دائیں ساق میں چوٹ آئی۔ اور دائیں قدم میں موج بھی آئی۔ بعض روایات میں جحش ساقہ الامین اور بعض میں شقہ الامین اور بعض میں انفکت رجلہ آئل ہے۔ ان سب میں کوئی تعارض نہیں فجحش ساقہ الامین و شقہ الامین و شقہ الامین ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ احد صا میں جحش ہوا۔ بلکہ راوی کو شک ہو گیا کہ میرے استاذ نے ان دونوں میں سے کون سا لفظ کہا فاللہ من نساہ شمس حضور اقدس مسلم نے اپنی ازدواج سے غصہ ہو کر قسم کھالی تھی کہ ایک ماہ تک ان کے پاس تشریف نہ لے جائیں گے۔ یہاں تکال ہے جس سے شرح نے یہاں تو نہیں بلکہ کتاب التفسیر میں تعرض کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایلا کا یہ واقعہ شہر میں پیش آیا۔ اور سقوط عن الفرس کا قصہ سہم کا ہے تو جب ان دونوں میں چار سال کا فاصلہ ہے تو راوی نے دونوں کو کیوں جوڑ دیا۔ اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ کسی راوی کو وہم ہو گیا اور اسی نے ان دونوں اقوال کو ایک ہی زمانہ کا سمجھ کر جوڑ دیا۔ مگر میرے نزدیک اس کو راوی کے وہم کی طرف منسوب کرنے سے بہتر دوسرا جواب ہے۔ کہ چونکہ دو تو واقعات ہیں آپ نے مشربہ (بالا خانہ) پر قیام فرمایا تھا اس لئے راوی نے جب سقوط عن الفرس کا واقعہ بیان کیا تو بتایا ایلا کا قصہ بھی ذکر کر دیا۔ اور بتلایا کہ آپ نے دونوں وقت مشربہ میں قیام فرمایا۔ مشربہ عرفہ کو کہتے ہیں جیسا کہ بعض روایات میں ہے فصلی بھو جالسا وھو قیام الخ یہ وہی سقوط عن الفرس کا واقعہ ہے جس کی بنا پر آپ نے بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے۔ فاذا صلی قائما فصلتا قیامًا۔ حنا بلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام راتب کسی عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا چاہیے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں مقتدیوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں امام بخاری اس پر مستقل باب باندھ کر حنا بلہ پر رد فرمائیں گے۔ یہ حدیث امام احمد کا مستدل ہے لیکن ائمہ ثلاثہ انکار کرتے ہیں کہ مقتدیوں کو قیامًا افتد اگر فی چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم مسلم نے اپنی آخری زندگی میں بیٹھ کر نماز پڑھائی حضرت ابو بکر صدیق رحمہ اللہ کی حیثیت سے کھڑے ہو کر لوگوں کو تکبیرات پہنچا رہے تھے اور اس وقت تمام صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے تو یہ فعل آخری آپ کا تمام افعال سابقہ کے لئے ناسخ ہو گا۔ حنا بلہ اس قسم کی روایات کی تاویل کرتے ہیں کہ حضور اکرم امام نہیں تھے بلکہ وہاں حضرت ابو بکر ہی امام تھے۔

باب اِذَا اَصَابَ تَوْبَةُ الْمُصَلِّيْ اَمْرًا تَهَرَّاجًا مَجْدًا

ترجمہ :- جب نمازی سجدہ میں جاتے اور اس کا کپڑا اس کی بیوی کو لگ جائے تو کیا حکم ہے

حدیث نمبر ۳۶۶۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ الْحُمَيْمِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حَذَّاءُ وَأَنَا حَذَّاءُ وَرَبِّمَا أَصَابَنِي تَوْبَةُ رَأْسِي إِذَا سَجَدَ قَالَ كُنْتُ كَأَنَّ مُصَلِّي عَلَى الْخُمُورِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ میں آپ کے سامنے ہوتی تھی اور حیض والی ہوتی تھی جب آپ سجدہ میں جاتے تو بسا اوقات آپ کا کپڑا مجھے لگ جاتا تھا اور حضورؐ چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا :- چونکہ مسی مرآۃ بعض حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے۔ تو ممکن ہے کسی کو وہم ہو کہ اگر نمازی کا کپڑا بجالا صلوٰۃ عورت کو لگ جائے تو باعث کراہت ہوگا۔ اس لئے امام بخاریؒ اس وہم کا دفع فرما رہے ہیں کہ اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوگا۔ مگر میں نے بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے تو مسی مرآۃ سے وضو کے قائل ہیں نہ ہی مسی ذکر سے اور نہ ہی فقہ سے وہ ان مسائل میں نہ اخاف کے ساتھ ہیں نہ شوافع کے ساتھ اور دوسری غرض امام بخاریؒ کی تنفیہ پر رد کرنا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ حنفیہ رو محاذۃ مرآۃ کو مفسد صلوٰۃ قرار دیتے ہیں۔ اور یہاں روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وضو نہ کرنا ہی نہیں بلکہ روایت میں مقابل کا لفظ موجود ہے لیکن اس سے اخلاف پر رد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حنفیہ مطلقاً محاذات کو مفسد نہیں مانتے بلکہ اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ مثلاً امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔ اور عورت نماز میں اس کے ساتھ شریک ہو۔ لیکن چونکہ امام بخاریؒ عموماً سے استدلال کرتے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ لفظ جذرا سے استدلال کر لیا ہو۔

باب الصَّلَاةُ عَلَى الْحَصِيرِ

ترجمہ :- چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

وَصَلَّى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبُو سَعِيدٍ السَّخْمِيُّ قَائِمًا وَقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّي قَائِمًا مَا لَوْ تَشَقَّى عَلَى أَصْحَابِكَ تَدُوُّ مَعَهَا وَرَأَا فَتَقَاعِدًا

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور حضرت

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب تک آپ کے ساتھیوں پر شاق اور گراں نہ ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھیں اور کشتی کے ساتھ گھومتے جائیں۔ ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

حدیث نمبر ۳۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْحَرَوِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَطْعَا مِرْصَعَتِهِ كُهُ فَاطَحَهُ مِنْهُ قَالَ تَوَمَّأُوا فَإِذَا صَلَّيْ لَكُمْ قَالَ أَنَسٌ فَفُضْتُ إِلَى مَحْصِرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَفَضَحْتُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفُفْتُ وَالْيَتِيمَ وَمَوَازِئَهُ وَالْعَجُوزَ مِنْ قَوْمِنَا فَصَلَّيْنَا لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی حضرت مایکہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھانے کی دعوت پر بلایا۔ جو انہوں نے آپ کے لئے تیار کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے کھانا کھا لیا۔ پھر فرمایا کہ اٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی چٹائی لے آیا جو طول استعمال کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی۔ میں نے اس کو نرم کرنے کے لئے اس پر پانی پھیرا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی۔ اور بڑھیا ہم سب کے پیچھے کھڑی ہوئی۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر آپ واپس چلے گئے۔

تشریح از شیخ مدنی بیض لوگ کہتے ہیں کہ چٹائی پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ جو چیز غیر ارض میں سے ہو۔ یعنی آگ لگانے سے جل جانے یا پگھل جائے اس پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ مگر جمہور حصیر لکڑی وغیرہ پر نماز ادا کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اس حدیث سے استدلال ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض شراح نے یہاں حدیث جعلت الارض مسجداً وطمہوا ذکر کر کے غیر ارض پر جواز صلوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض ایک اور مسئلہ کو بیان کرنا ہے غالباً ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ صلوٰۃ علیہ الحصیر کو مکروہ بتلاتی ہیں۔ ان کا استدلال آیت کریمہ وجعلنا جہنم لکافورین حصیر سے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو کافورین کے لئے حصیر بنایا ہے۔ چونکہ یہاں اشتراک اسی پایا جاتا ہے۔ لہذا حصیر پر نماز مکروہ ہوگی۔ تو حضرت امام بخاریؒ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنجناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلوٰۃ علیہ الحصیر ثابت ہے۔

صلی جاہر بن عبد اللہ الخ اس سے غیر ارض پر نماز پڑھنا ثابت ہو گیا۔ اس لئے کہ صلوٰۃ علیہ الحصیر

بھی صلوٰۃ طے غیر الاض ہوتی ہے۔ قال الحسن یُصلی قائماً او اتمہ ثلاثہ اور صاحبین کا یہی مذہب ہے کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو پڑھ لے ورنہ بیٹھ کر ادا کرے۔ مگر امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کشتی میں ابتداء ہی سے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ کشتی میں مسافر مسفت میں ہوتا ہے چکر وغیرہ آتے ہیں تدویر معھا کا مطلب علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ جدھر کشتی رُخ پھیرے ادھر ہی نمازی اپنا چہرہ پھیرتا رہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کشتی جانب قبلہ سے پھر جائے اور نمازی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہو۔ تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف مڑ جائے۔ ان جدتہ ملیکۃ، جدتہ کی ضمیمہ میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیمہ اسحاق کی طرف راجع ہے۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس کی طرف راجع ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ کی بھی یہی رائے درج ہے کہ اس کی طرف راجع ہے قوموا خلاصی لکو یہ بطور ہد جناء الاحسان کے ہے کہ تم نے کھانا کھلا یا لاد ہم تمہیں نماز پڑھا دیں البتیم وداۃ یتیم کا نام ضمیمہ ہے ۱۱ معجز و راتنا اس جملہ سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ اگر نماز کا ایک ہوتا امام کے پاس کھڑا ہوگا۔ اگر عورت اکیلی ہو تو پیچھے کھڑی ہوگی امام بخاریؒ اس پر مستقل باب باندھیں گے، یہاں پر اشکال ہے کہ حصیر کے باب میں سفینہ کا ذکر کیسے آگیا۔ جن لوگوں نے باب کی غرض یہ بتلائی ہے کہ بغیر ارض پر نماز پڑھنا۔ جعلت الارض مسجد وطمہودا کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ ان پر رد کرنا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ سفینہ اور حصیر دونوں غیر ارض میں ہیں۔ مگر میری رائے میں اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ ترجمہ میں استدلال عادت سے ہوتا ہے۔ چونکہ عام طور سے سفینہ کے اندر حصیر بچھانے کی عادت ہے تو اس عادت کے تحت گویا کہ سفینہ میں نماز مثل صلوٰۃ حصیر کے ہے۔ خدا سود من طول ما لیس یہاں بچھانے کو لباس سے تعبیر فرمایا۔ اس سے استدلال ہے کہ بچھانا بھی لباس ہے، لہذا اگر ریشم کا بستر ہو تو وہ بھی مرد کے لئے ناجائز ہے۔

باب الصَّلَاةُ عَلَى الْخُمْرَةِ

ترجمہ:- چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۸ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْحَارِثِيُّ عَنْ يُمَيْرِ بْنِ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

ترجمہ، حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلوٰۃ چھوٹی سے چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

خشوع از شیخ زکریا چونکہ صلوٰۃ علی الخمرہ کی گراہت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے منقول ہے اس لئے اس باب سے امام بخاریؒ اس پر رد کرنا چاہتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ خمرہ اس چھوٹی سی چٹائی کہتے ہیں۔ جو مصلیٰ کے لئے پوری نہ ہو۔ تو ایسی صورت میں بعض حصہ نماز تو ارض پر ہوگا۔ اور بعض غیر ارض پر تو اس کے جواز پر تنبیہ فرمائی

باب ۱۰ صَلَوَاتُ عَلَى الْفِرَاشِ

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْكَ عَلَى فِرَاشِهِمْ وَقَالَ أَلَسْتُ كُنْتُ تُصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْجُدُ أَحَدُنَا عَلَى ثَوْبِهِ -

ترجمہ :- بستر پر نماز پڑھنا کیسا ہے حضرت انسؓ نے اپنے بستر پر نماز پڑھی اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ جناب نبی اکرمؐ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہمارا ایک نماز میں اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا حدیث نمبر ۳۶۹ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ عَمَزَ فِي فِقْبَضَتِ رِجْلَيْهِ وَإِذَا قَامَ بَسَطَتْهُمَا قَالَتْ وَ لَبِئْتُ بِكَ يَوْمَئِذٍ كَيْسَ فِيهَا مَعَارِجُ (المحدث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ زوجہ النبیؐ فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہؐ کے سامنے بیند کیا کرتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کو جاتے تو میرے چپکی کاٹ لیتے تو میں اپنے پاؤں سیکڑ لیتی تھی جب آپ سجدہ سے اٹھ جاتے تو پھر ان کو پھیلا دیتی تھی وہ فرماتی ہیں ان دونوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

خشوع از شیخ ذلیٰ فرماتے ہیں چونکہ غیر جنس الارض ہوتا ہے اس پر جماع بھی کیا جاتا ہے اور بچے پیشاب بھی کر دیتے ہیں روایت سے ثابت ہوا کہ اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن روایت سے فرارش کا ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا کہ پاؤں کا پھیلا نا فرارش پر دال ہے اس لئے کہ عموماً انسان قد کے مطابق فرارش بناتا ہے۔

خشوع از شیخ زکریا۔ یہ وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے بیان کیا تھا کہ جعلت لی لارض مسجد او طمہ ہوگا جو وہم ہوتا ہے۔ اس کو اس باب سے دفع فرما رہے ہیں۔ اور ابواب سابقہ سے

ان اغراض کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابوداؤد میں ہے لا یصلی فی الحفنا کہ آپ ہمارے لحافوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے جس سے عدم جواز الصلوٰۃ فی ثیاب الموآۃ معلوم ہوتا ہے اس کو اس باب سے رد فرمایا یہ آخری قول حافظ کا ہے والبیوت یومئذ الخ یہاں سے حضرت عائشہ دفع دخل مقدر فرما رہی ہیں کہ مجھ پر یہ اعتراض کرنا کہ میں پیر کیوں نہیں موڑ لیا کرتی نہیں اس لئے کہ چراغ تو تھا نہیں کہ کچھ نظر آ جاتا۔ اور یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ آپ کا قیام کتنا طویل ہو گا۔ چار چار پانچ پانچ ہلکے پڑھا کرتے تھے اس لئے پیر پیر دو بارہ پھیلاتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۷۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْخِزْمِيُّ عَنْ عَائِشَةَ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ مَبْنِيَّةٌ وَبَيْنَ الْقِبْلَتَيْنِ عَلَى خِوَانٍ هَلَبٍ إِعْتَنَاهُ لِقَارِئَةٍ

ترجمہ:- حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے حضرت عروہ کو بتلاتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس حال میں نماز پڑھتے تھے کہ حضرت عائشہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان اپنے بستر پر ہوتی تھیں جیسے جنازہ سامنے ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی دائیں طرف سے بائیں جانب کی طرف ہوتی ہوتی تھیں

حدیث نمبر ۳۷۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْخِزْمِيُّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ مَبْنِيَّةٌ مَوْضِعُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَتَيْنِ عَلَى الْفُؤَانِ الَّذِي بَيْنَا مَانَ عَلَيْهِ

ترجمہ:- حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس حال میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ حضرت عائشہ آپ کے قبلہ گرد میان سلمنے پڑی ہوتی تھیں اس بستر پر جس پر آپ دونوں سو یا کرتے تھے۔

باب السُّجُودِ عَلَى التُّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْعَوْدُ مَبْنِيَّةً
عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقُلُوسِ وَ يَدَاؤُ فِي كَيْفِهِ

ترجمہ:- سخت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر سجدہ کرنا حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اپنی گڑبڑوں اور ٹوہیوں پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ آستین میں ہوتے تھے۔

حدیث نمبر ۳۷۲ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخِزْمِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَوْفَ التُّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانٍ السُّجُودِ

ترجمہ:- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو سخت گرمی کی وجہ سے ہمارا ایک کپڑے کے کنارے کو سجدے کی جگہ پر رکھتا تھا۔

فتنیح از شیخ مدنی۔ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ آستین چھوٹا ہو یا بڑا اس پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ امام مالکؒ اس کی کراہت کے قائل ہیں امام شافعیؒ اس کو منوع قرار دیتے ہیں البتہ اگر وہ آستین اتنا بڑا کپڑا ہو جس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ نہ ہل جائے۔ تب جائز ہے۔ مسنف مطلقاً بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔

فتنیح از شیخ زکریا۔ اس باب سے امام بخاریؒ شوافعؒ پر رد فرما رہے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ثوب متصل پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ ثوب منفصل ہونا چاہیئے۔ اور جمہور کے نزدیک جائز ہے امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ بسجود و علی العمامۃ الخ اس سے ثوب متصل پر سجدہ ثابت ہو گیا فیض احمد نا طوف الثوب یہ موضع ترجمہ ہے۔

باب ۱ مصلوۃ فی النعال

ترجمہ جوتے میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۳۷۳۳ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ قَالَ سَأَلْتُ أَسَدَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو مسلمہ از دی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت کیا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہاں! یعنی پڑھتے تھے۔

فتنیح از شیخ زکریا۔ شرح کی راتے یہ ہے کہ ابواب الثیاب چل رہے تھے اور نعال بھی نیچے میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر فرما دیا۔ اور میرے نزدیک ایک غرض یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے فاخلع نعليك انے جوتے اتار دو اس کا تقاضا یہ ہے کہ مصلوۃ فی النعل جائز نہ ہو۔ کیونکہ مقام طوی میں خلع نعلین کا حکم ہے۔ تو مسجد میں تو بطریق اولیٰ یہ حکم ہونا چاہیئے۔ تو اس دم کو دفع کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے اس کا حجاز ثابت فرما دیا۔ اس باب کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اس زمانہ کے جوتوں میں نماز نہیں ہوگی۔ بلکہ عرب والے جو جوتے ہیں ان میں نماز ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ گندگی لگی ہوئی نہ ہو۔

باب ۲ المصلوۃ فی الخفاف

ترجمہ۔ موزوں کے اندر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۴ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ قَالَ رَأَيْتُ جَبْرِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بَالَ ثَوْبًا تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ ثَوْبًا فَصَلَّى فَسَلَّمَ فَقَالَ فَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هَذَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَمَا كَانَ يُعْجِبُهُمْ لَكَ جَوِيرًا كَانَ مِنْ آخِرٍ مَنِ اسْلَمُوا۔

ترجمہ :- حضرت امام بن الحارث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبر بن عبد اللہ صحابی کو دیکھا کہ انہوں نے پٹیاں کیا۔ پھر وضو فرمایا۔ اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو ان سے بوجھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلیم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت جبر بن ان کو پسند آتے تھے کہ چونکہ حضرت جبر بن آخر میں مسلمان ہونے والوں میں سے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح اس باب کے متعلق بھی یہی فرماتے ہیں کہ چونکہ خفاف لباس میں داخل ہے اس لئے اس کا ذکر فرمادیا۔ اور میری رائے ہے کہ صلوٰۃ فی الخفاف کی ادویۃ بیان فرما رہے ہیں اس لئے کہ البوداؤد میں ہے خالفوا الیہود فانہو لا یصلون فی البعلہ ولا خفافہ یعنی یہود کی مخالفت کر دو کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے تو امام بخاری نے اس باب سے اس کی ادولبت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ فکان یعجبہم وجہ اعجاب یہ نضحی کہ احتمال تھا کہ مسح علی الخفین آیت وضو سے منسوخ ہو گیا ہو۔ مگر حضرت جبر بن نے مسح کیا۔ اور یوں فرمایا کہ میں نے جناب نبی کریم صلیم کو مسح کرتے دیکھا ہے۔ حضرت جبر بن آخر میں اسلام لائے اور انہوں نے حضور اکرم صلیم کے مسح کا ذکر فرمایا تو معلوم ہوا کہ آیت وضو اس کے واسطے ناسخ نہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۵ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ثَعْبَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ وَصَلَّى۔

ترجمہ :- حضرت مغیرہ بن شعبہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم صلیم کو وضو کرایا۔ آپ نے اپنے موزوں پر مسح کیا اور نماز پڑھی

باب إِذَا لَوِیْتَ السُّجُودَ

ترجمہ :- جبکہ کوئی سجدہ پلورائے کرے۔

حدیث نمبر ۳۷۶ حَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْخَلَلِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَنَسٍ رَأَى رَجُلًا لَا يَتِيمٌ وَلَا كَوْنَهُ وَلَا سَجُودَ كَلَّمَ قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حَدِّثْنِي مَا صَلَّيْتَ قَالَ

وَأَحْبَبُهُ قَالَ لَوْ مِتُّ مِتُّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ترجمہ :- حضرت حذیفہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنا رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا تھا جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اسی حال میں مر گیا تو جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر نہیں مرے گا۔

باب يُبْدِي ضَبْعِيهِ دُجْجًا فِي السُّجُودِ -

ترجمہ :- بازو کو ظاہر کرے اور اپنے پہلو کو سجدے میں دھرے رکھے۔

حدیث نمبر ۳۷۷ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَكْجَبٍ الْخَلَّالِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَالِكٍ الْإِنْبِطَاطِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَتَرَجَّ بَيْنَ يَدَيْهِ حَقًّا يَبْدُو بَيَاضًا نَبْطِيًّا -

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن مالک بن یحییٰؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کٹادگی فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ کی انگلیوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

فتنیع از شیخ مدنی :- ما یبیدی ضبعیہ اور عدم اتمام السجود والے دونوں باب اپنے موقع پر نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ صفت صلوٰۃ میں سے ہیں۔ ذکر ثیاب صلوٰۃ کا ہو رہا تھا۔ جس نے کہا کہ سہو کہ ہیں سے ہے مگر مصنف ان ابواب کے بعد ان دونوں کو اس لئے لایا تا کہ معلوم ہو کہ تعدیل ارکان ضروری ہے۔ لیکن وہ سجدہ جو سخت گرمی کی وجہ سے کپڑے پر لیا جاتے۔ اس کی اجازت ہے جیسے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اپنے کپڑے پر بھی نمازی سجدہ کر سکتا ہے۔ خواہ اس کا ایک کنارہ دوسرے کنارے سے حرکت کرے یا نہ کرے۔ اس سے تعدیل ارکان میں فرق نہیں پڑتا۔

فتنیع از شیخ زکریا :- یہ دونوں باب صلا پر آتے ہیں اور دو باب باب عقد الثیاب اور باب لا یکف ثوبہ فی الصلوٰۃ ۱۱۳ پر اب شرح یہ فرماتے ہیں کہ یہاں تو ابواب الثیاب چلے گئے تھے یہ درمیان میں دو باب سجود کے کیسے آگئے۔ ہونہ ہو یہ کسی کاتب کا تصرف ہے کہ غلط جگہ پر آگئے۔ اور لباس کے دو باب جو صلا پر آتے ہیں۔ وہ باب السجود میں چلے گئے یہ بھی کاتب کا تصرف ہے حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ اور انہوں نے فربری سے اس کی تائید نقل کی ہے۔ چنانچہ فربری فرماتے ہیں کہ بخاری کی نقل میں کہیں کہیں غلطی واقع ہو گئی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بخاری

کے نسخوں میں یہ دونوں باب یہاں موجود ہیں۔ اس لئے اس کی توجہ یہ ہو سکتی ہے کہ امام بخاریؒ کی اس اور
 نظر سے ستر عورت کی اہمیت ثابت فرماتے ہیں کہ من ترك شوطاً فصلى صلوٰۃ جس نے کسی شرط
 نماز کو چھوڑ دیا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی من ترك ركناً صلوٰۃ کو چھوڑ دے مگر میری رائے
 یہ ہے کہ ہر باب اپنی جگہ پر ہے اور صحیح ہے وہ اس طرح پر کہ امام بخاریؒ ابواب الثیاب ذکر فرما رہے
 تھے۔ تو امام بخاریؒ نے باب یدری صناعیہ منعقد فرما کر یہ بتلادیا کہ اگر کپڑے چھوٹے چھوٹے ہوں تو سجدہ
 میں انہما نہ کرے۔ بلکہ ابدار کرے کیونکہ خود نبی اکرمؐ نے کپڑے چھوٹے ہونے کے باوجود ابدار فرمایا۔
 اگر کپڑا چھوٹا نہ ہوتا تو بنجل کی سفیدی کیسے نظر آتی۔ اور اس کے اثبات کے واسطے باب اذا لویتم
 ۱ لیسجدہ منعقد فرمایا۔ کہ اگر تخیانی نہ کرے گا تو اتمام السجود نہ ہوگا۔ اور وہاں بحیثیت کیفیت السجود کے لئے
 ہیں جن پر مستقل کلام ہوگا۔ اس روایت میں جو ماصلیت وارد ہوا ہے۔ اس سے ائمہ ثلاثین نے
 استدلال کیا کہ نماز کے اندر اغتسال فرض ہے۔ ورنہ نماز نہ ہوگی ہلکے نزدیک تعدیل ارکان واجب
 ہے۔ بغیر اس کے بھی نماز ہو جائے گی اور جو اب اس کا یہ ہے کہ ماصلیت کاملاً ہمارا استدلال بھی اسی
 مدیش سے ہے۔ لومیت۔ من علی غیر سنتہ محمد صلواتہ علیہ وسلم اس سے معلوم ہوا کہ یہ واجب کا

درجہ رکھتی ہے۔ فرضیت کی صورت میں ایسا ہرگز نہ فرماتے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 یہاں سے کتاب القبۃ شروع ہو رہی ہے امام بخاریؒ کو جب لکھنے میں فترہ واقع ہو جاتی تھی۔ تو بسم اللہ
 سے افتتاح فرماتے تھے۔

کتاب القبۃ

باب فُضِّلَ اسْتِقْبَالُ الْقِبْلَةِ۔

يَسْتَقْبِلُ بِالْخُفَّاءِ رَجُلٌ الْقِبْلَةَ قَالَهُ أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ
 ترجمہ :- قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔
 یہ ابو حنیفہؒ نے جناب نبی اکرمؐ سے بیان فرماتی ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۸۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ الْخَرَسِيُّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ
 اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنِ صَلَّی صَلَّوْنَا قَا سَتَقْبِلُ قِبْلَتَنَا وَ اَكُلْ ذَرْبَتَنَا فَاِنَّكَ اَتَمُّ
 الَّذِیْ لَہٗ ذِمَّةٌ اللّٰهُ وَ ذِمَّةٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِیْ وَا اللّٰهُ فِیْ ذِمَّتِہِ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص نے ہماری

نماز کی طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ اور ہمارا ذبح کردہ جانور سے کھایا تو یہ وہ مسلمان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو۔
تشیخ از شیخ زکریا۔ چونکہ شرائط صلوٰۃ ذکر ہو رہے تھے۔ اولاً تو وضو کو ذکر فرما دیا۔ کیونکہ وہ سب سے اہم ہے۔ پھر لباس اور استقبال قبلہ کو ذکر فرمایا۔ اور ابتداء اس کی فضیلت سے شروع فرمائی مگر یہاں پر دو اشکال ہیں بلکہ تین اشکال ہیں اول یہ کہ ابھی تو استقبال قبلہ کی فضیلت شروع فرمائی تو ابھی سے کہاں استقبال اطراف رحلین الی قبلہ کے اندر پہنچ گئے۔ حالانکہ استقبال اطراف رحلین سجدہ میں ہونا ہے تو چاہیے یہ تھا کہ اولاً استقبال قیام وغیرہ ذکر فرماتے پھر بتدریج استقبال اطراف رحلین کا ذکر فرماتے اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ ۱۲ پر باب استقبال القبلة باطراف رحلیہ آرہا ہے۔ لہذا یہ باب مکرر ہو جائے گا۔ اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ ترجمہ میں اطراف رحلین کا ذکر فرمایا ہے تو اس کی روایت ذکر نہیں فرمائی اس لئے کہ اگر قال ابو حمید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا (جس میں اطراف رحلین کے استقبال کا ذکر ہے) تو وہ روایت تو اب تک نہیں آئی۔ کہ اسی سے اشارہ ہو جاتا کہ کیونکہ یہ روایت سنفا الصلوٰۃ میں آئے گی۔ اب جوابات سنو! ام بخاری نے استقبال باطراف رحلیہ القبلة کو جزو ترجمہ نہیں بنایا۔ اور مثبت بفتح ابدال قرار نہیں دیا۔ بلکہ مثبت بکسر الباء قرار دیا ہے۔ اور غرض اس کے ذکر سے استقبال کی تاکید اور فضل استقبال کو منع کرنا ہے۔ کہ استقبال اس درجہ مذکور ہے کہ بحالت سجدہ بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور پاؤں کی انگلیوں تک سے کیا جاتا ہے۔ اور قال ابو حمید سے اس روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ جو کہ آری ہے۔ اب کوئی اشکال بھی باقی نہ رہا۔ اس لئے کہ مسئلے اشکال کا مدار یہ تھا کہ اس کو جزو ترجمہ قرار دیا جاتا اسی وجہ سے تکرار بھی لازم آ رہا تھا۔ روایت کی بھی ضرورت ہو رہی تھی۔ اور کچھ بے ترتیبی معلوم ہو رہی تھی رہا یہ اشکال کہ ترجمہ مکرر ہے اس کا جواب شراح نے یہ دیا ہے کہ یہ باب یہاں بالیقین ہے اور وہاں ۱۲ پر بالقصد آرہا ہے۔ واستقبل قبلتنا اگرچہ استقبال کا ذکر من صلی صلوٰۃ میں ضمایا گیا تھا۔ اس لئے کہ نماز استقبال قبلہ کے ساتھ ہی پڑھی جاتی ہے۔ مگر چونکہ یہود وغیرہ کے یہاں بھی نماز ہے اس لئے ان سے امتیاز کا نامہری محض لفظ صلی صلوٰۃ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ گو فی نفسہ تو ہو جاتا تھا۔ اس لئے اس کو واضح کرنے کے لئے واستقبل قبلتنا فرما دیا۔ اس طرح اس میں یہود نصاریٰ کی بالکلیہ مخالفت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔ اور ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہے

اور مقصود ان چیزوں کے ذکر کرنے سے شمار اسلام کا ذکر کرنا ہے اور تہلنا ہے کہ شمار اسلام اختیار کر دینا اکل ذبیحتنا کوئی ہمارے ساتھ ہی خاص نہیں یہود بھی کھاتے ہیں لہذا ذمۃ اللہ یہاں دوسرے مراد حفظ باری تعالیٰ میں آجانبہ ہے اور دوسرے سے ذمہ اصطلاحی مراد نہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۹ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ الْهَمْدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمُوتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَسْتَوْفُوا لِيَ إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَذَا صَلُّوا صَلَاتِنَا وَاسْتَقْبِلُوا اقْبِلَتْنَا وَأَكَلُوا إِذْ يَجْتَنُّنَا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُنَا وَأَمْوَالُنَا إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَا بُهُمْ عَلَى اللَّهِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَذَبْتَ خَالِدُ بْنُ الْخَارِثِ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُونُ بْنُ سَيَّاهٍ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا أَبَا حَضْرَةَ وَمَا يُحَرِّمُكَ مِنَ الْعَبْدِ وَمَالِهِ فَقَالَ مِنْ شَيْءٍ أَنْ لَا مَالَهُ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَقْبَلَتْ قِبَلَتَنَا

وَصَلُّوا صَلَاتِنَا وَأَكَلُوا إِذْ يَجْتَنُّنَا فَهَمَّا الْمُسْلِمُونَ لَهُ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنَا يُوحَى بْنُ أَبِي ذُؤَبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ قَالَ نَا أَنَسُ عَنِ الشَّيْخِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ترجمہ، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جہاد و قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ کلمہ لا الہ الا کہیں پس جب یہ کلمہ کہہ دیا۔ اور ہماری نماز جیسی نماز پڑھیں ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ اور ہماری ذبیحہ کو کھالیں۔ تو ان کے خون اور اموال ہم پر حرام ہو گئے مگر ان جان و مال کے حقوق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ مہمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ ابو حمزہؓ کسی بندے کے خون اور اس کے مال کو کون سی چیز حرام قرار دیتی ہے۔ فرمایا جس شخص نے کلمہ لا الہ الا کہ شہادت دی اور ہمارے قبلہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ہماری نماز جیسی نماز پڑھی اور ہماری ذبیحہ کو کھایا۔ پس وہ مسلمان ہے۔ جو مسلمان کے حقوق ہیں وہی اس کے ہوں گے۔ اور جو مسلمان پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہی اس پر عائد ہوں گی۔ اور یہ سب کچھ حضرت انسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امرت ات اقاتل الناس الخ امام بخاریؒ نے اس روایت کو ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ روایت سابقہ میں صلوة۔ استقبال قبلہ اور اکل ذبیحہ پر جو مسلم کا حکم لگایا ہے۔ اور اس کے لئے ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ ثابت ہے یہ اس کے لئے ہے۔ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو۔ اور اگر اس

کا قاتل نہ ہو۔ تو پہلے ہزار نمازیں پڑھ لے کوئی فائدہ نہیں، **إِلَّا بِحَقِّهَا** الحق الکلمۃ والسلام اور حق اسلام کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کام کرے جس پر اسلام میں حقدوم نہیں ہے تو پھر حقدوم وغیرہ نہ ہوگا۔ مثلاً کوئی کسی کو قتل کرے یا محسن زنا کرے تو پہلا قصاص میں قتل ہوگا۔ اور دوسرا رجم کر دیا جائے گا۔ قال ابن ابی صریح الخ اس تعلیق کو امام بخاری نے اس لئے ذکر فرمایا کہ حمید طویل کے متعلق تدلیس کا قول نقل کیا گیا ہے۔ اور انہوں نے حضرت انس سے عن عن کے ساتھ روایت نقل کی ہے اور منعقد سند میں انقطاع کا احتمال ہوتا ہے اس لئے تحدیث ثابت کرنے کے لئے حدیث انس ذکر فرمادیا اور ماہل المسلم الخ یعنی اس کے لئے وہ حقوق ہوں گے جو مسلمان کے لئے ہوتے ہیں اور اس پر وہ حقوق عائد ہوں گے جو کسی مسلمان پر آتے ہیں غرضیکہ اس حدیث میں کمال ایمان کی علامات میں سے استقبال قبلہ کو بھی بتلایا گیا ہے۔ اس سے اس کی فضیلت معلوم ہو گئی اور اس کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ مدینہ میں یہود و نصاریٰ زیادہ تھے اور وہ لوگ تحویل قبلہ پر اعتراض کرتے تھے اس لئے اہمیت بیان کرنے کے لئے اس کو ذکر فرمادیا۔ ورنہ اس سے بھی زیادہ اہم اور علامات ہیں۔

باب بَيِّنَاتُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ كَيْفَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَتُهُ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَضٍ أَوْ بَوْدٍ وَلَكِنْ شَرِّ قُوٍّ أَوْ غَيْرِ بَوٍّ

ترجمہ:- مدینہ والوں شام والوں اور مشرق والوں کا قبلہ کیا ہے۔ اور مشرق و مغرب میں کوئی قبلہ نہیں بوجہ قول نبی اکرم صلم کے کہ پاخانے یا پیشاب کرنے کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ نہ کر دہلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْعَاطِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدِيرُوا هَا وَ لَكِنْ شَرِّ قُوٍّ أَوْ غَيْرِ بَوٍّ قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدْ عَلِمْنَا الشَّامَ مَغْرِبًا مَوَّاجِعِينَ مِنْبِتِ قِبَلِ الْقِبْلَةِ فَتَضَرَّعْتُ وَاسْتَعْفِئُوا اللَّهَ رَجُلًا وَجَلَّ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

ترجمہ:- حضرت ابوایوب انصاری سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ

پاخانہ پھرنے کے لئے نشیبی جگہ میں آذ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو اور نہ پیچھے کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ حضرت ابو ایوبؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ شام کے ملک میں آئے تو بیت الخلا کو قبلہ کی طرف بنائے ہوئے پایا۔ تو ہم قبلہ سے پھر جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرتے تھے حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ایوب کو نبی اکرمؐ سے اسی طرح کہتے سنا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ ترجمہ اباب میں مصنفؒ نے تین جگہ کے قبلہ کو بتایا ہے۔ مگر روایت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان تینوں کو شامل ہو۔ روایت میں صرف اہل مدینہ کو خطاب ہے و لکن شوقی و عجبائی میں بھی وہی مخاطب ہیں۔ تو اس جگہ تاویل یہ کی جائے گی کہ عبارت یوں تھی قبلۃ اهل المدينة وغیرہ اس کی بجائے مصنفؒ اہل شام کہہ دیا۔ اور پھر آگے فرمایا کہ اہل مدینہ اور جو ان کی جانب رہنے والے ہیں ان کا قبلہ مشرق و مغرب میں نہیں ہوگا۔ تو یہ صحیح ہوا۔ تو روایت سے اہل مدینہ اور جہتہ مدینہ میں رہنے والے لوگوں کا حکم معلوم ہوا۔ اور جو مشرق و مغرب کے رہنے والے ہیں۔ ان کا قبلہ مشرق و مغرب میں ہے۔ یہاں مشرق و مغرب حصہ کہتے نہیں بلکہ جہات اربعہ مراد ہیں تو ان کا قبلہ اہل مدینہ کے قبلہ کے علاوہ ہوگا۔ اور غیر اہل مدینہ دو قسم ہیں ایک وہ جو جہتہ مدینہ میں رہتے ہیں ان کا قبلہ وہی اہل مدینہ کا قبلہ ہے۔ اور دوسری جہات دالوں کا مشرق و مغرب میں ہوگا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ مصنفؒ اہل مدینہ اور اس جہتہ کے رہنے والوں کا قبلہ بتلانا ہے کہ المشرق بین الف و لام عوض مضاف الیہ کے ہے ای مشرقہ و ای مشرق اهل المدينة و اهل شام اور ایسے معنی کے معنی ہیں اور مشرق و مغرب سے مشرق قریب اور مغرب قریب مراد ہے۔ اس میں غیر اہل المدینہ کی حالت کو بیان کرنا نہیں حوالی اور قریٰ مدینہ کا بھی وہی حکم ہے؛ جو اہل مدینہ کا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاریؒ کی ساری کاتی ان کے تراجم ہیں اور میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ چونکہ امام بخاریؒ کا وظیفہ طرق استنباط ہے۔ اس لئے تعلیم کے لحاظ سے بخاری شریف درجہ ثالث میں ہے۔ گو فضیلت کے لحاظ سے سب سے مقدم ہے اور ساری روایات بخاریؒ کی صحیح ہیں جس کسی نے کلام کہا ہے تو ان کے تراجم کا اثبات خود ایک معرکہ الآراء چیز ہے۔ اور پھر میں نے باب من بعدہ بالحدیث والطیب میں یہ بتلایا تھا کہ کچھ تراجم ایسے بھی ہیں جن کے اندر شرح اور مشائخ نے طبع آزمائی کی ہے۔ اور اپنی کشش صرف فرماتی ہے اور پھر بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام بخاریؒ کی عرض ان

الواب سے کیا ہے۔ گو تو جیہ ہر جگہ کرتے ہیں چنانچہ تو جیہ یہاں بھی بیان کر دیں گا۔ کیونکہ یہ باب بھی انہیں
الواب میں سے ہے جو معرکہ الارار ہیں حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ باب قبلة اهل المدينة واهل
المنشأ من اهل المدينة کا قبلہ کا قبلہ تو جنوب میں ہے۔ کیونکہ مکہ مدینہ سے جنوب میں واقع ہے اور اہل شام کا
قبلہ بھی جنوب میں ہے۔ اس لئے کہ شام مدینہ سے شمال کے اندر واقع ہے یہاں تک کہ کوئی اشکال نہیں لیکن
آگے جو والمنشوق بڑھا دیا۔ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ تو جنوب میں
ہے مگر اہل مشرق کا قبلہ مغرب میں ہوگا۔ نہ کہ جنوب میں جو اہل مدینہ و شام کا ہے اس لئے بعض شراح کی
راتے تو یہ ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور بعض کی رائے ہے کہ یہ اشکال اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کو (مرد)
کے ساتھ پڑھا جائے۔ اگر اس کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے۔ اور خبر محذوف مانی جائے۔ تو پھر کوئی اشکال نہیں
اس وقت تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ والمنشوق بخلاف قبلة اهل شرق غیر خلاف قبلة اهل المدينة واهل
المنشأ مگر اس تو جیہ پر یہ اشکال ہے کہ پھر اس مخالفت میں مشرق ہی کی کیا تخصیص ہے۔ مغرب والوں کا
بھی قبلہ ان دونوں کے خلاف ہے۔ علامہ عینی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں والوں کا مغرب محذوف ہے۔ علی
طریقہ قولہ نفعالی و سربیل تفتیکو الحود و الجود یعنی اھل التقابلین کے ذکر پر اکتفا کر لیا کیونکہ
دوسرا خود سمجھ میں آجائے مگر پھر اس مجموعے پر دو اشکال وارد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ ترجمہ شان
بخاری کے موافق نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ جو ایک جہت والوں کا قبلہ ہوگا وہ دوسری جہت
والوں کا نہیں ہوگا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ والمنشوق میں جو روایت مذکور ہے وہ
جبر کے ساتھ ہے۔ اب تم یہ سنو کہ المشرق جز کے ساتھ ہے نہ کہ رفع کے ساتھ۔ اب اشکال جو یہاں پیش آیا
اس کی وجہ یہ ہے کہ المشرق سے عام مراد لیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت امام بخاری کی غرض اس سے عام نہیں ہے۔
بلکہ خاص ہے۔ اور خاص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے خاص خطے کے لوگ مراد ہیں جو بخارا اور مرد
وغیرہ کے ہیں۔ یہ علاقے اس زمانہ میں مشرق کہلاتے تھے۔ اور شام چونکہ اس سے مغرب میں واقع ہے۔
اس لئے وہ مغرب کہلاتا تھا۔ تو یہاں پر مشرق سے مراد خاص بخارا اور مرد وغیرہ ہیں جو شام کے مقابل میں
مراد ہیں اور اہل شام ان کے مقابل میں مغرب میں ہیں۔ اور بخارا و مرد وغیرہ سے قبلہ جنوب کی جانب میں ہے۔ لہذا جو
اہل مدینہ و شام کا قبلہ ہے۔ وہی اہل مشرق خاص یعنی اہل بخارا و مرد وغیرہ کا قبلہ ہوا۔ مگر چونکہ مرد وغیرہ
مشرق و اس مشرق میں سے کہ واقع ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن المبارک امام ترمذی نے ترمذی شریف

ماختار ابن المبارک لاهل العمود النیسر نقل کیا ہے کہ ذرا سا بائیں طرف کو آمل ہو کر نماز وغیرہ پڑھیں۔
اب اشکال نہیں رہا۔ اور کوکب الدری ملا ج اول کے حاشیہ میں جہاں حضرت ابن المبارک کا یہ مقولہ نزدیک
میں مذکور ہے۔ وہاں بخارا، مرد، کہ مدینہ اور شام کی صورت بنا کر میں نے واضح کر دیا ہے اور مطلق اہل شرق
کا قبلہ مغرب ہے۔ جیسے ہم بالکل مشرق کے اندر واقع ہیں لہذا ہمارا قبلہ مغرب ہے لیکن فی المشرق
ولا فی المغرب قبلتہ یہ اہل مدینہ کے لئے ہے اور حیران کی سمت پر واقع ہیں نہ کہ مطلقاً۔ اب اس کے
بعد امام بخاریؒ نے لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تستقبلوا القبلة الا ذکر فرما کر ایک تویہ ثابت
فرمادیا کہ مشرق و مغرب میں اہل مدینہ ومن علی ستمہو کا قبلہ نہیں ہے اس کے ساتھ ان لوگوں کے
قول پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ملکہ شرقاً وغرباً کا خطاب عام ہے۔ اہل مدینہ اور
ان کے غیر سب مشرق و مغرب کی طرف بحالت استیجا استقبال کر سکتے ہیں خواہ قبلہ سامنے یا پیچھے ہی کیوں
نہ ہو۔ لا تستقبلوا القبلة استقبال دا استدبار میں تین مذاہب مشہور ہیں جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا
ہوں ایک تو ظاہر کا کہ یہی منسوخ ہے اور مطلقاً جائز ہے۔ اور دوسرا تنقیہ کا کہ مطلقاً ناجائز ہے نیز
ائمہ ثلاثہ کا کہ بیان کے اندر تو جائز ہے۔ اور صحابی میں ناجائز۔ اس کے علاوہ دو قول اور بیان کئے
ہوتے ہیں۔ ایک استدبار فی البیان کا اور دوسرے یہی تنزیہی کا۔ اس کے علاوہ اور بھی چند اقوال نقل
کئے جلتے ہیں جو غیر مشہور ہیں قال ابویوب فحدث من الشام لحو نسائی کی روایت میں عن رافع بن
اصحاق انہ سمع ابا یوب الانصاری وهو بصری یقول ہے۔ علمائے نسائی کی اس روایت کو غلط
قرار دیا ہے۔ اور علماء موصیین فرماتے ہیں کہ قدم شام میں تھا۔ اور روایت مصر میں بیان کی تھی۔
فوجدنا موا حیف الخ مرا حیض معاض کی جمع ہے جس کے معنی بیت الخلا کے ہیں۔

کھا نخرف و مستخف الخ قاعدہ یہ ہے کہ جو مشغول لوگ ہوتے ہیں وہ پانتخانہ میں اس وقت جاتے
ہیں جبکہ شدت کے ساتھ تقاضا جو صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا کہ انتہائی مشغول ہوتے تھے اور جب
شدت کے ساتھ طبیعت پر تقاضا ہوتا تب بیت الخلا کا رخ فرماتے اور جلدی میں اس کا خیال نہ رہتا
اور ان مرا حیض میں جو قبلہ کی طرف ہلتے گئے تھے بیٹھ جاتے۔ مگر جب یاد آ جاتا تو اپنا رخ پلٹتے اور
اپنی اس غلطی پر گودہ نہیانا ہوتی تھی۔ نادام ہوتے اور استغفار پڑھتے اپنے فعل پر، اور جن لوگوں نے یہ
کہ دیا کہ وہ ان بننے والوں کے لئے استغفار کرتے تھے۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ ان کے بننے والے تو

کفار تھے ان کے لئے استغفار کے کیا معنی! اب تم یہ سنو! کہ حضرت ام بخاریؓ نے اس کو وہاں ذکر نہیں فرمایا جہاں استقبال اور استنبار کا ذکر ہے۔ بس صرف حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کر دی، کیونکہ وہ ان کے موافق تھی۔ دوسری بات یہ سنو کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے اس مقولہ سے یہ معلوم ہوا کہ بنی بنیان و صحابی کو عام ہے۔ کیونکہ وہ بنیان کے اندر استقبال ہو جانے پر استغفار کرتے تھے۔ اگر یہ بنی عام نہ ہوتی تو استغفار کرنے کا کیا مطلب؟ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوتی کہ عام صحابہ کرام کا یہی مذہب تھا۔ اور اس کا علم اس سے ہوتا ہے کہ حضرت ابو ایوبؓ نے جمع کا معنی استعمال کر کے کتنا تخفیف و استغناء اللہ فرمایا ہے۔ کوکب کے اندر نقشہ کی صورت یہ ہے

مغرب	شمال	مشرق
مغرب	جزیرہ	مشرق
مغرب	کرمان	مشرق
مغرب	جنوب	مشرق

اس نقشہ کے اندر جو چار پانچ شہروں کے نام ہیں یہ سب مدینہ کی جانب مشرق میں ہیں۔ مگر جنوب کی طرف آئل ہیں۔ لہذا جنوب ہی ان کا قبلہ ہے

اگر یہ بالکل جانب مشرق میں ہوتے مگر سے تو پھر کہہ کی سیدہ میں ان کا نام آتا۔ حالانکہ ان کا نام اس سے ہٹ کر آ رہا ہے معلوم ہوا کہ یہ بالکل مشرق میں نہیں تاکہ مغرب ان کا قبلہ ہو۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی یہ روایت بنی حنفیہ کا مستدل ہے کہ استقبال قبلہ و استنبار مطلقاً ممنوع ہے

باب قول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ تَفَافِرِ بَوَائِمِهِمْ مَصَلَاتٍ

ترجمہ :- مقام ابراہیم کو جاتے نماز بناؤ۔

حدیث نمبر ۳۸۱ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الْهَمْدِيُّ قَالَ سَأَلْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ طَافٍ بِالْبَيْتِ لِلْمَكِّيِّ وَكَوَيْطُفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْزَةِ أَيْكَافُ امَّا أَنَّهُ فَقَالَ قَدَرِ مَا سَأَلْتُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلَّى خَلْفَ الْبُقَاعِ كَعَتَائِي وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْزَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا يَصْرُفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَوْزَةِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جس نے عمرو کے لئے بیت اللہ کا طواف تو کیا اور بکین صفا و مروز کے درمیان سعی نہیں کی کیا وہ اپنی عورت سے ہمبستر ہو سکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرمؐ معلوم تشریف لائے بیت اللہ کا سات مرتبہ

طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی اللہ تعالیٰ کا اُشاہد ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اس وقت تک بیوی کے قریب نہ جلتے جب تک صفا اور مروہ پہاڑی کے درمیان سعی نہ کرے۔

تشریح از شیخ مدنی: مصنف نے ترجمۃ الباب میں آیت کو ذکر کیا ہے۔ اس سے کیا مقصد ہے؟ یہ تو مسلم ہے کہ مصلیٰ سے مراد مصلیٰ الیہ ہے۔ کیونکہ مقام ابراہیم اتنا وسیع نہیں کہ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکے تو اس نے مصنف نے اس کو باب قبلہ میں داخل کیا کہ مصلیٰ معنی میں مصلیٰ الیہ مستقبل الیہ کے ہے تو معلوم ہوا کہ مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنایا جائے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے غالباً مصنف کو یہی بتلا ہے کہ خانہ کعبہ کو مستقبل الیہ بنانا یہ حکم عام ہے۔ اور مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنانا۔ یہ حکم خاص رکعتی الطواف کے لئے ہے چنانچہ روایات اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ مسجد الحرام میں اگرچہ خطف المقام رکعتی الطواف پڑھی جاسکتی تھی مگر آپ نے مقام ابراہیم کو مستقبل الیہ بنانے کا حکم دیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ حکم بطور استصحاب ہے اور خرقہ و جھکو الخ یہ حکم بطور فریضہ کے ہے۔ اگر فاتخذوا خرصیۃ پر دلالت کرتا تو آپ کبھی اس کو ترک نہ کرتے۔ حالانکہ آپ نے خانہ کعبہ کی طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مقام ابراہیم سے پھر مراد نہیں۔ بلکہ خانہ کعبہ مراد ہے کہ خانہ کعبہ کے کسی جزو مستقبل الیہ بنا لور۔ اس مسئلہ کو بتلانے کے لئے مصنف نے تین روایات ذکر کی ہیں۔ پہلی روایت میں ہے کہ آپ نے عطف المقام نماز پڑھی ہے وہ بھی اس طرح کہ خانہ کعبہ کا طواف استقبال بھی ہو جاتا ہے۔ اور پھر قبل کعبہ میں نماز پڑھی۔ اور مقام ابراہیم کی طرف پشت کی گئی تو ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ کو مستقبل الیہ بنانا چاہتے اور تمام کعبہ کا استقبال ضروری نہیں ہے۔ بلکہ بعض خانہ کعبہ کا طواف کیا جائے۔ اس وقت میں نہیضہ ہو گا۔ اور خانہ کعبہ کی نسبت ابراہیم کی طرف اس لئے کی گئی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے بنانے والے ہیں اور عرصہ تک اس میں رہے ہیں اس صورت میں آیات میں تعارض نہ رہے گا۔

تشریح از شیخ زکریا: حضرت امام بخاری کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علما کی رائے ہے کہ اتخذوا امر کا ضمیمہ ہے اس سے بظاہر وجوب سمجھ میں آئے۔ تو حضرت امام بخاری نے یہ باب منعقد فرما کر بتلا دیا کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے اور یہی میرے والد صاحب کی رائے ہے اور بعض علما کی رائے یہ ہے

تو یہ ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ بین المکنتین ایما نین پڑھی تیسری روایت میں یہ ہے کہ تین سواری بیچے تھے۔ اس پر مزید کلام الصلوٰۃ بین السواری میں آئے گار روایات بھی وہیں آئیں گی فضلی فی وجہ الکعبۃ رکعتیں اس سے تنیم بھی ہو گئی۔ اس لئے کہ جب وجہ کعبہ میں نماز پڑھی تو مقام ابراہیم بیچے رہ گیا تودہ رکعتیں جو مقام کے ساتھ متعلق ہیں ان کا ایجاب ہی نہ رہا۔

حدیث نمبر ۳۸۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ عَمَلًا وَكَوْ يُصَلِّي حَتَّى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ دَكَّ رَكَعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هَذِهِ الْقِبْلَةُ۔

ترجمہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ سب نبی اکرم صلم بیت اللہ میں داخل ہوتے تو اس کے تمام جوانب میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اس سے نکل آتے۔ جب نکل چکے تو کعبہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا یہی قبلہ ہے۔

لو یصل الہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں صفحہ ۶۷۱ اور اس روایت میں لو یصل الہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب نفل واثبات میں تعارض ہو جلتے تو اثبات کو ترجیح ہوا کرتی ہے ابن عمرؓ کی روایت مثبت ہے۔ لہذا یہی رائج ہوگی۔ اور بعض علماء نے جمع کہلے کہ آپ کا دخول کعبہ میں دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک فتح مکہ کے موقع پر دوسرے حجۃ الوداع میں تو نماز کا پڑھنا محمول ہے ایک مرتبہ کے دخول پر اور نہ پڑھنا دوسرے دخول پر وقال ہذا القبلۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب یہ ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ اس میں نسخ نہیں ہوگا۔ یا یہ کہ واخذوا من مقام ابراہیم میں جو امر ہے اس سے مقام ابراہیم کا قبلہ ہونا معلوم نہیں ہوتا بلکہ قبلہ تو یہ ہے۔ بسا اوقات امام بخاریؒ آیت کو تبرکاً ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی اس کو تبرک کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ حضرات ائمہ مفسرین کے نزدیک یہ آیت کریمہ تحیۃ الطواف کے متعلق ہے کہ یہ دو رکعت طواف مقام ابراہیم پر پڑھنا واجب ہے سنا ابن عمرؓ عن رجل الخ۔ دراصل اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ محرم احرام سے کب نکلتا ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک حدود محرم میں داخل ہونے کے بعد اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض حضرات جن میں ابن عباسؓ بھی شامل ہیں کہ راتے یہ ہے کہ جب اس کی نظر بیت اللہ پر پڑے اس وقت احرام ختم ہو جاتا ہے لہذا دلی وغیرہ سب منوعات اس کے لئے حلال ہیں لیکن جہور ائمہ کے نزدیک جب تک طواف ہی اور طلق نہ کرائے اس وقت تک دلی جائز نہیں۔

یہی سلم اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے، بین الساتین اس بارے میں روایات مختلف ہیں جیسا کہ گذر چکا ہے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ستون غیر مرتب ہوتے تھے۔ ہمارا اور بالکل خط مستقیم کے ذریعہ سیدھے ایک لائن میں نہیں ہونے تھے تو اس زمانے میں کعبہ کا نقشہ اس قسم کا تھا۔

یسار	بیت اللہ
یمین	حضور

اور حضور اکرم صلی علیہ وسلم ایسے کھڑے تھے کہ یسار میں بھی دستوں تھے اور یمین میں بھی دستوں تھے۔ اس طور پر آپ کا بین الساتین ہونا بھی صادق ہو گیا اور یہ کہ آپ کے سامنے دستوں ہیں کیونکہ جیسے تین ہیں ایسے ہی ادرامر اور مقابلہ میں دو ہیں انہی کا ذکر کر دیا۔

باب ، اتَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكُنْ
ترجمہ :- جہاں بھی ہو نمازی کو قبلہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تکبیر کہی۔

حدیث نمبر ۳۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ الزَّعْنَبِيُّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْقَدَسِ يَتَوَجَّهُ عَشَى شَمْسًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَمْسًا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوجَّهَ إِلَى الْكَبَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَتَوَجَّهْ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَقَالَ اسْتَمْعَاؤُ مِنَ النَّاسِ وَهُوَ الْيَمُودُ مَا وَلَّهُمْ عَنْ قِبَلَتِهِمْ أَلَّتْ كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الشُّرُقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلَّى فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ مِنْ آلِ نَصَارٍ فِي صَلَاةٍ الْعَصْرِ يُصَلُّونَ فَعَرَبِيَّتِ الْقَدَسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ فَخَرَفَ الْقَوْمُ حَتَّى تَوَجَّهُوا نَحْوَ الْكَبَةِ -

ترجمہ :- حضرت براہ بن عازب فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف سولہ یا ستر ماہ تک نماز پڑھتے رہے۔ اور آنحضرت صلی علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ آپ کعبہ کی طرف متوجہ کئے جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف الٹ پلٹ ہونا دیکھ رہے ہیں پس آپ کو

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ تو یہ یوقوف لوگوں نے جو یہود تھے کہنا شروع کیا کہ ان لوگوں کو کس چیز نے اس قبلہ سے ہٹا دیا جس پر یہ پہلے تھے۔ فرما دیجئے اللہ کے لئے مشرق و مغرب سب سے (آلاتیہ) آپ کے ساتھ ایک آدمی نے نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد وہ نکلا تو اس کا گذر انصار کی ایک قوم کے پاس سے ہوا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ اس نے گواہی دے کر کہا کہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ آیا ہوں تو وہ ساری قوم پھر کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ ظاہراً اس سے عموم مراد معلوم ہوتا ہے کہ ہر مکان سے مستقبل الیہ نہ کعبہ ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ نحو کعبہ جب مستقبل الیہ ہو تو اس نے قول تو اد جو حکم شرط المسجد الحرام کی تفسیر کر دی کہ شرط کے معنی نحو کے ہیں۔ نفس کے نہیں ہیں جمہور کا یہی مسلک ہے۔ اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مواجدہ الی الکعبۃ کے لئے بھی نحو قبلہ ضروری ہے۔ مگر جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مستقبل الیہ عین قبلہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کی رائے حیث کان کے بارے میں یہ ہے کہ سفر میں جہاں کہیں بھی ہو توجہ الی الکعبہ کرے۔ چونکہ خدا بنا تو لو ا ختم وجہ اللہ سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ سفر کے اندر استقبال قبلہ شرط نہیں بلکہ جس طرح بھی بن پڑے پڑھے۔ دہی قبلہ ہے۔ کیونکہ آیت کا نزول سفر کے اندر ہے تو حضرت ام بخاریؓ نے اس وہم کو دفع کر کے بتلادیا کہ نہیں مسافر کو بھی توجہ الی قبلہ کرنی ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت ام بخاریؓ کی غرض ترجمۃ الہا سے یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی قبلہ کی قبلت متحقق ہو جائے۔ پس متوجہ ہو جانے خواہ ابتدا سلوۃ میں ہو۔ یا وسط سلوۃ میں یا آخر سلوۃ میں خواہ مسافر ہو یا مقیم ہو سب کو یہ حکم عام ہے جیسا کہ مسئلہ تحریری میں ہے کہ جب بھی جس طرف تھری ہو اس طرف کو رخ کر لے۔ وغالی ابوہریرۃؓ اس کے مطلق لکھتے ہیں کہ اس کو حضرت ام بخاریؓ نے کتاب الاستیذان میں ذکر فرمایا ہے۔ ستۃ عشر اشہواذ سبقۃ عشر شہوا اجمالاً یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فکرا مدینہ تشریف لائے اور اخیر رجب میں تحویل قبلہ واقع ہوئی۔ تو جس نے ان دونوں مہینوں کو مستقل شمار کر لیا اس نے سبقت عشر کہہ دیا اور جس نے ان دونوں کو ایک شمار کیا اس نے مستہ عشر کہہ دیا۔ کیونکہ کچھ دن ربیع الاول کے تھے اور کچھ دن رجب کے تھے۔ فتوٰ علی قومہ الخ اس میں علما کا اختلاف ہے کہ تحویل کب دائمی ہوئی بعض کا رائے یہ ہے کہ ظہر کی نماز میں ہوئی اور بعض کی رائے ہے کہ عصر کی نماز میں واقع ہوئی اس بارے میں روایات

مختلف ہیں کہ اس شخص نے کس نماز میں اطلاع دی۔ فجر کی نماز میں یا عصر کی نماز میں۔ اور میں بتلا چکا ہوں کہ عصر کا واقعہ حملہ بنو سالم کا ہے۔ اور فجر کا واقعہ تھا کہ اسے اور دہاں میں یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ ان لوگوں نے ایک شخص کی خبر پر کیسے اعتماد کر لیا جبکہ استقبال بیت المقدس قطعی تھا۔

حدیث نمبر ۳۸۵ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ فَإِذَا آذَانُ الْغَوِيضِ كُلِّهَا تَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ

ترجمہ :- جا حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جدھر کودہ رُخ کرتی تھی جب آپ فرض ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر کر قبلہ کی طرف رُخ کر لیتے اور نماز پڑھتے تشریف از شیخ زکریا یصلی علی راحلتہ نوافل کے اندر بالاتفاق ایسا کرنا جائز ہے جب کہ پہل مرتبہ اس کی توجہ الی القبلۃ ہو۔

حدیث نمبر ۳۸۶ حَدَّثَنَا مُتَمِّمُ بْنُ النُّعْمَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَوْ كُنَّا أَقْبَلْنَا صَلَواتَكَ لَهْ يَأْتِيَنَّكَ اللَّهُ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْئٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا أَصَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَخَشِيَ رَجُلٌ مِنْهُمْ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَبِحَدِّ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَكُنَّا أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ قَالُوا رَأَيْتُمْ لَوْ حَدَّثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْئٌ لَوَلَّيْنَا بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَشَى كَمَا تَسْؤُونَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَدَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْتَحِرْ الصَّوَابَ فَلْيَنْتَبِهِ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَسْأَلْهُ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ابراہیم فرماتے

ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے زیادتی کی یا کمی کر دی پس جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی آپ نے نماز اس اس طرح پڑھائی ہے۔ پس آپ نے اپنے دونوں پاؤں کو پھیرا قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے، دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا جب اپنے چہرہ مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا اگر نماز میں کوئی نئی چیز پیدا ہوتی تو میں تمہیں ضرور اس کی خبر دیتا لیکن بے شک میں انسان ہوں میں بھی اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول باقی تو مجھے یاد کر دیا کرو اور جب تم سے کسی ایک کو اپنی نماز میں شک گزے تو وہ صواب کو تلاش کر کے اپنی نماز کو پورا کرے پھر سلام پھیرے دو سجدے ہو کر لو اگر

تشیع از شیخ زکریا۔ لا ادری زاد او نقص یہ سجدہ سو کی روایت ہے وہاں اس پر کلام آئے گا
نیز اِکلام فی الصلوٰۃ کے جواز اور عدم حجاز کی بحث بھی وہاں آئے گی۔ فتیٰ رجلیہ الخ یہاں حضور اقدس صلم
نے سجدہ ہو کے لئے استقبال قبلہ کیا۔ اس سے مراد استدلال ہے کہ جہاں بھی ہو آخر صلوٰۃ یا اوّل صلوٰۃ
استقبال قبلہ کیا جائے گا۔ فلیتبعوا الصواب الخ ہمارے یہاں اصل تحریر ہے۔ اگر یہ ہو تو بنا علی الاقل ہے
اور امام شافعیؒ کے یہاں اصل بنا علی الاقل ہے اور تحریر کی روایات اس پر معمول ہیں امام احمدؒ کے نزدیک
امام تحریر کرے اور منفرد بنا علی الاقل کرے اور امام مالکؒ کے یہاں بھی بنا علی الاقل اصل ہے اور تحریر
کی روایات اس پر معمول ہیں۔

باب مَا جَاءَ فِي الْفِتْنَةِ وَمَنْ كَوَّرَ الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ
الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ كَبَّرَ فِي الظُّهْرِ وَاقْتَبَلَ عَلَى
النَّاسِ يَوْمَئِذٍ لَعَنَ مَا بَقِيَ۔

ترجمہ ۱۔ جو کچھ قبلہ کے بارے میں وارد ہوا ہے جس شخص نے غلطی کی اور غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی
تو بعض لوگ اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں سمجھتے اور جناب نبی اکرم صلم نے ظہر کی دو رکعتوں پر سلام پھیر
دیا لوگوں کی طرف متوجہ ہونے اور باقی ماندہ نماز کو پورا فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَدَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَنَا أَخَذْتُ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ
مُصَلِّيًّا فَنَزَلْتُ وَأَخَذْتُ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا وَأَيُّهُ لِحَجَابِ رَسُولِ اللَّهِ لَوْ
أَمَرْتُ بِسَاءَ لَكَ أَنْ يَخْتَصِبَ فَإِنَّهُ يَكَلِّمُكَ الْيَوْمَ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلْتُ أَيُّهُ الْحَبَابِ
وَأَجْتَمَعَ رِثَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَبِيرِ وَكَانَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَمَنْ عَلَى رُبِّهِ
رَأَى حَقَّقْتُ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَوْ أَجَاهُ بِمَا أَمَرْتُكَ مِنْهَا فَنَزَلْتُ هَذِهِ الْآيَةُ

ترجمہ ۲۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کی تین باتوں میں
موافقت کی ایک تو یہ کہ میں نے کہا یا رسول اللہ کہ کاش ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنا لیتے تو آیت
وَإِن تَخَذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلِّيًّا اور دوسری پر میں نے عرض کی یا رسول اللہ کاش آپ
اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دیتے کیونکہ ان سے ہر ایک نیکو کار اور بدکار کلام کرتا ہے تو پردہ کی آیت

نازل ہوئی اور تیسری بات یہ کہ جناب نبی اکرم مسلم کی بیویاں آپ پر غیرت کرنے کے لئے جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو تمہارے بدلے ایسی بیویاں دے گا جو تم سے بہتر ہوں گی۔ فرمانبردار ہوں گی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حشریج از شیخ مدنیؒ اس جگہ ماجاء فی القبلة سے وہ مراد ہے جو آثار سے معلوم ہوتا ہے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر وہ جزو صلوٰۃ میں نہ پائی جائیں تو صلوٰۃ فاسد ہوگی۔ جیسے ہمارے اور سکوت یہاں امام حنفیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ہولاء الناس پایا جائے تو نماز فاسد ہوگی تو آیا قبلہ استقبال بھی اسی طرف ہے یا نہیں جیسا یا ناسیائے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی یا سا ہیئاً کوئی قبلہ کی طرف سے پھر گیا۔ بعد میں اسے یاد دلایا گیا تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نحو قبلہ استقبال فرض ہے کہ اگر اس کی طرف سے تھوڑی دیر چہرہ پھر جانے تو نماز فاسد ہو جانے لگا یا نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے اس کا صدور ہوا لیکن نماز فاسد نہیں ہوئی کہ جس کی وجہ سے آپ نے نماز کا اعادہ کیا ہو۔

حشریج از شیخ زکریاؒ شراح کی نزدیک ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی طرف بھول کر نماز پڑھ لے تو اس کا حکم بتلا رہے ہیں اور من لو میرا لا عادیۃ الخ ما جاء فی القبلة کا عطف تفسیری ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ دو نو مستقل ہیں اس لئے کہ اگر صرف من لو میرا لا عادیۃ علی من بھی کو بیان کرنا ہے تو روایت صرف ایک ہے جو مساعد ہے جس سے ہو معلوم ہوتا ہے اور ہقیقہ روایات مساعدت نہیں کرتیں۔ اس لئے اس میں تاویل کرنی ہوگی۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ ماجاء فی القبلة بخور مسائل شتی کے ہے اور من لو میرا لا عادیۃ الخ بمنزلہ جزئیات کے ہے۔ جیسے کتابوں میں مسائل شتی مسنفین اخیر کتاب میں بیان کرتے ہیں، اسی طرح امام بخاریؒ نے یہاں مسائل شتی بیان فرماتے ہیں اور ان مسائل میں سے مسئلہ ہو چونکہ اہم تھا اور اختلافی تھا اس لئے خاص طور سے اس کو ذکر فرما دیا۔ اب اللہ کا مذہب اس میں یہ ہے کہ اگر کوئی بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اعادہ واجب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک وقت کے اندر اعادہ کرے ہمارے نزدیک اعادہ نہیں ہے اور یہی ضابطہ اور امام بخاریؒ اور جمہور کا مذہب ہے۔ امام بخاریؒ بھی اسی کی تائید فرما رہے ہیں۔ قد سلوا نبی، صلحو ینحضرت ذوالیدینؒ کی روایت کا ایک ٹکڑا ہے جو مفید اپنی جگہ آئے گا اس روایت سے استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھول کر سلام پھیر دیا۔ اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے

قبلہ کی طرف سے بھی رخ پلٹ لیا پھر صحابہ کرام کے خبر لینے پر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر باقی نماز پوری کی اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا تو کہنا یہ ہے کہ اگر وہ پہلی نماز صبح نہیں تھی تو بنا کیسے ہوگی۔ اور اتنا کہہ کر صبح ہوا اور سجدہ سہو کیسے فرمایا۔ اور اگر حضور اقدس صلیم ابھی تک نماز ہی میں تھے تو بنا تو صبح ہوئی۔ لہذا صلوٰۃ الخ غیر القبلیہ ساہیلاً لازم آئی اور حضور صلیم نے اسی پر بنا کی۔ تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الخ غیر القبلیہ سہواً سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

واخفت ربی فی ثلاث الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ان چیزوں کو چھپاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی مفتار کے مطابق حکم نازل فرمایا۔ اور یہ موافقات عمری کہلاتی ہیں حضرت عمرؓ کی موافقات پندرہ شمار کی گئی ہیں۔ اور اس روایت کا یہ عدد پندرہ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ مفہوم عدد متعبر نہیں ہوتا۔ اور یہی مطلب ان الحف یصلق علی لسان عمرؓ کہ ہے کہ حق حضرت عمرؓ کی زبان پر بولتا ہے یہ روایت حضرت عمرؓ کے ہائے میں ابوداؤد میں ہے۔ فذللتنا آیتہ الحجاب روایت گزر چکی ہے۔ باب خروج النساء الخ لبراز کے اندر کہ حضرت سودہؓ نکلیں حضرت عمرؓ نے کہا ہم پہچان لیا ہے حضرت سودہؓ اس وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ واجتمع شملنا حتی صلحو الخ غیرت یا تو اس بات کی محی کہ حضرت مار یہ قبیلہ سے دہلی فرمائی۔ یا اس واسطے کہ حضرت ام سلمہؓ کے یہاں شہد بیا۔ یہ پورا واقعہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کچھ فرمایا۔ اس پر ان کی بیوی نے ان کو ٹوک دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تو کون ہوتی ہے بولنے والی! اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار کی عورتیں تو اپنے شوہروں کے ساتھ بلا تکلف دو بد و گفتگو کرتی تھیں اور نسا قریش بالکل چپ بہمت زیادہ اپنے ازدواج کے سامنے بہت رہتی تھیں صحابہ کرام ہجرت کر کے حبشہ آئے تو انصار کی عورتوں سے قریش کی عورتوں نے ان کے عادات و اطوار سیکھ لئے غریبوزہ غریبوزہ سے رنگ پکڑتا ہی ہے بیوی نے مرض کی اپنی بیٹی کو نہیں دیکھتے کہ وہ جناب رسول اللہ صلیم کو کس طرح جواب دیتی ہے حضرت عمرؓ سن کرام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم حضور اقدس صلیم کو بلا تکلف جواب دیتی ہو۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کی کہ ہاں ہم ایسا کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا آئندہ ایسا ہرگز مت کرنا۔ اور اپنی سوکن کی ریس مت کرنا۔ وہ اپنے حق کی وجہ سے لاڈلی ہے۔ اگر تجھے کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے کہنا۔ حضرت عمرؓ پھر حضرت ام سلمہؓ پاس آئے۔ فرمایا کہ ہم۔

منہ ہے کہ حضور مسلم کو جہاں بات دیتی ہو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ عمرہ حضور انورؐ کی ازواج کے ہاں میں ہر بات پر ٹانگ اڑاتے ہو غرض اس واقعہ حضرت ماریہؓ پر پیش آیا اور آپؐ نے شربہ نہیں قیام فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَقْبَأُ فِي صَلَوةِ الصُّبْحِ رَأْسَهُ وَهُوَ ابْنُ فَحَالٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةُ خُرٌّ إِنَّ قَدْ أَمَرَ أَنْ يَسْتَمِيلَ الْكُفْبَةَ فَأَسْتَعْبَلُوَهَا وَكَانَتْ رُجُومَهُمْ إِلَى الشَّامِ مَا سَمِعُوا رَأْسَهُ إِلَى الْكُفْبَةِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس اتنا میں کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز میں تھے کہ ایک کمنے والا آیا اور اس نے کہا کہ جناب رسول اللہ مسلمؐ پر آج رات قرآن اترا ہے جس پر حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ کعبہ کو اپنا قبلہ بنائیں چنانچہ وہ سب اہل قبا کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ ان کے ہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشیخ از شیخ زکریا بین الناس بقیاد فی صلوة الصبح کہ میں کہہ چکا ہوں کہ قبلہ کے اندر صلوٰۃ صبح میں اعلام ہو اور نبو سالم میں عصر کی نماز میں۔

حدیث نمبر ۳۸۹ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَمْسًا فَقَالُوا أَرَادَ بِكَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَلِكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ خَمْسًا رَجُلُهُ وَبِحَدِّ سَجْدَةٍ ثَلَاثِينَ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھ لیں تو صحابہ کرام نے عرض کی کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے آپؐ نے فرمایا وہ کیا ہے تو لوگوں نے کہا آپؐ نے پانچ رکعات پڑھی ہیں۔ آپؐ نے اپنے پاؤں کو پھیرا اور دو سجدے کئے۔

باب حکات النبوات یا لید من المسجید ط
ترجمہ: مسجد میں سے کلہار کو ہاتھ سے کھینچ لینا۔

حدیث نمبر ۳۹۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَحَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَوَّ ذَٰلِكَ عَلَيْهِ حَتَّى رَوَى فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَخَفَّكَ بِيَدِهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ رَأَا قَامَ فِي صَلَاتِهِمْ حُرْمَةً يَنْجَحُّ رَبُّهُ أَوْ رَأَتْ

رَبِّهِ بِخَيْرٍ وَابْنُ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْرُ قَتَ أَحَدُكُمْ قِبَلَ رَقَبَتِهِ وَ لَكِنْ عَنْ يَمَانِهِ أَوْ تَحْتَ
قَدَمَيْهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِمْ كَبَصَقَ فِيهِمْ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ
أَوْ يَفْعَلُ هَكَذَا (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ نے قبلہ کی طرف کسی دیوار میں کھنگار
دیجھا تو آپؐ کو یہ فعل ناگوار گذرا یہاں تک کہ ناراضگی کے آثار چہرہ انور میں دیکھ گئے۔ آپؐ لٹھے اور اپنے
ہاتھ مبارک سے اس کو کھرچ دیا۔ اور فرمایا جب ایک تمہارا نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے
سرگوشی کرتا ہے اور رب کی توجہ اس بندے اور قبلہ کے درمیان ہوتی ہے۔ پس قبلہ کی طرف کوئی نہ تھو کے
لیکن ہاتھیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھو کے پھر آپؐ نے اپنی چادر کا کنارہ پکڑا اس میں تھوکا اور
بعض کو بعض سے مل دیا فرمایا یہ اس طرح کر دیا کرے۔

تشیع از شیخ مدنی ر. فافہ نیاجی دہہ یشاجی مناجات سے ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ لیکن
مناجات کا اطلاق تب ہوگا جبکہ دونوں طرف سے کلام خفی ہو۔ باب مناعلہ اسی کا مقتضی ہے مگر یہاں
دونوں طرف سے کلام خفی نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کی طرف سے تکلم ہے ہی نہیں ہماری طرف سے کلام ہر دو
کان میں گفتگو کرنا نہیں کیونکہ ہر گفتگو کو مناجات نہیں کہا جاتا۔ ان دونوں اعتراضات کے جواب مختلف ہیں۔
(۱) معنی مجازی مراد ہیں کہ بندے کی طرف سے آہستہ گفتگو کرنا اسی کو مناجات کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی
معنی گوش سے سننا باری تعالیٰ میں مستحیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کان سے منزہ ہیں۔ تو سر کلام کرنے کے
معنی ہوں گے اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارادہ قبولیت خیر بطور التفات باری الی العبد یہ گفتگو کے
قائم مقام ہے۔ یہ مشہور تو جہیہ ہے۔ دوسری تو جہیہ یہ ہے کہ یہاں حقیقت مناجات ہوتی ہے کیونکہ باری
تعالیٰ یخت اقرب الیہ من حیل الودید ہیں اور کان میں گفتگو کرنا بہ قرب کی وجہ سے ہوتا ہے
یہاں بھی ہم باری تعالیٰ سے مخاطب کر رہے ہیں ان کو سنار ہے ہیں اور اپنے کلام کو آپ کی قوت
سامعہ تک پہنچاتے ہیں اس لئے اس سے گفتگو کرنا ہماری طرف سے مناجات ہوگی اور باری تعالیٰ بھی
کلام کرتے ہیں اس لئے کہ جب مالد یوم الدین کہا تو اس کے جواب میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں
محمدی عبدی میرے بندے میری بزرگی بیان کی اور قسمت الصلوٰۃ ای التواضع بینی و بین عبدی الخ
تو باری تعالیٰ کی طرف سے سرگوشی ہوئی جسے ہم سن نہیں سکتے، ہمارا ادراک کرنا غیر صادق کی خبر کے بعد

ہمارے آلہ ادراک کا تصور ہے اور جب کسی سے سرگوشی کی جلتے تو پھر اس کی طرف تھوکنا اور بے ادبی کرنا التفات کے لئے مانع ہوگا۔ اور رحمت ایزدی بھی متوجہ نہ ہوگی۔ اِنَّ رَبَّهٖ بَیِّنٌ وَّ بَیِّنَ الْقَبْلَہٗ بِاٰی اٰتِیٰہِیۡہِاں سے منفرہ ہیں تو یہاں مجازی معنی ہوں گے کہ جیسے کوئی چیز حامل نہیں ہوتی۔ اور قرب ہوتا ہے ایسے باری تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ صوفیا کرام تو فرماتے ہیں کہ جب تم نماز میں شروع ہوتے ہو تو اس وقت تجلی ربانی تمہاری طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور تجلیات الہیہ لا یمین ولا عین ہیں جیسے آئینہ اپنے نعلق کی بنا پر دوسری چیز کو روشن کر دیتا ہے اس لئے اس کا اپنے آپ کو آفتاب کہنا صحیح ہے جیسے آتش شیشہ میں آفتاب کا پڑنا ڈپڑتا ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ علیہ فرماتے ہیں کہ تجلی ربانی اس کے اور قبلہ کے درمیان آجاتی ہے۔ اگر نمازی کو جس ہے تو اس تجلی کا اسے ادراک ہوگا۔ اگر ہو ولسب کیا تو وہ تجلی نظر نہ آئے گی۔ اور اسی تجلی نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا فلما کملہ رتبہ

تشیخ اوشیخ ذکر کیا، چونکہ قید کا ذکر ہو رہا تھا تو امام بخاریؒ نے اس کے ذیل میں مساجد کے احکام ذکر فرمادیئے اس لئے کہ مساجد کے اندر قبلہ کا خاص لحاظ ہوتا ہے اسی طرف کو مساجد بنائی جاتی ہے یہاں سے لے کر ابواب استرہ تک پچپن ابواب امام بخاریؒ نے مساجد کے متعلق منعقد فرمائے ہیں اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مساجد کے بائے میں تشددات اور دعیات وارد ہوتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا (انشاء اللہ) حضور اکرم سلم نے فرمایا لا ردھا اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ وہ چیز تجھ پر واپس نہ کرے۔ اور کنز العمال میں ہے مساجد کے آداب میں ایسی روایات ذکر کی گئی ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ مساجد میں کسی قسم کا کلام نہ کرے صرف تلاوت قرآن۔ ذکر اللہ اور نماز پڑھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مسجد میں ہنسنا قبر کے اندر ظلمت کا سبب ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ میں دو آدمیوں کو زور سے بات کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم یہاں کے باشندے ہوتے تو تمہاری پٹائی کرتا۔ تو امام بخاریؒ نے ابواب المساجد منعقد فرمائے ہیں اور اس کے اندر دو چیزیں ذکر فرمائی ہیں ایک تو وہ جو امام بخاریؒ کے نزدیک آداب سے ہیں۔ ان کو ثابت فرمادیا۔ جیسے حکمت براق اور دوسراں چیزوں کا استئذان فرما دیا جن کا مسجد میں کر لینا جائز ہے، گویا ان کے عموم کو مفید فرمادیا جیسے من دعی الی الطعاف فی المسجد امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں یہ کی قید لگائی ہے۔ یہ کا ذکر صرف ایک روایت میں ہے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ اندر تعمیم ہے بالید او بغیر الید یہ قید احترازی نہیں۔ اور بعض علما کی رائے یہ ہے

کہ امام بخاریؒ نے بالید کی قید سے تولی ہنسہ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ خود کرنا چاہیے۔ اب چارے ہاتھ سے دور کر دیے یا کسی اور چیز سے اور حضرت شاہ صاحبؒ کی رلے اپنے تراجم میں یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد بباوقات ابواب نہیں ہونے بلکہ روایات ہوتی ہیں چنانچہ یہاں بھی غرض ابواب نہیں ہیں بلکہ روایات ہیں اور باب المخاط روایات کا لحاظ کرتے ہوئے تضن کے طور پر باندھ دیا۔ درنہ دونو باب (باب البزاق۔ باب المخاط) کی غرض ایک ہی ہے۔ اور وہ ان کا ازالہ کرنا ہے اور میری رلے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے دو باب باندھ کر بزاق اور مخاط میں تفریق فرمادی کہ بزاق میں تو بید کافی ہوگا۔ کیونکہ اس کے اندر لزوجت نہیں ہوتی۔ اور مخاط میں بید کافی نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے لئے لنگریوں وغیرہ کی ضرورت ہوگی، کیونکہ اس میں لزوجت ہوتی ہے۔ ان مہینہ و بین القبلة اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی کسی سے بات کر رہا ہو اور اس درمیان میں اس کے منہ پر تھوک دے تو وہ مخاطب کم از کم اس کے ایک تھپڑ تو مار ہی لے گا۔ یہ کلام علی سبیل التنبیہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی مکانت ثابت نہیں ہوتی۔ تشبیہ کا مطلب یہ ہے کہ مصلی جب اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہے تو حق تعالیٰ اپنی منایات کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرے تو دوسرا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى بَصَافًا فِي جَدَارِ الْقِبْلَةِ فَنَحَّكَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يَصُفِّي ذَلَالًا يَصُفِّي قَبْلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا هَلَّى.

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار میں کھنگار کو دیکھا تو اسے کھرچا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے اپنے سامنے نہیں تھوکرنا چاہیے کیونکہ وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف جھکتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۹۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَأَى بَصَافًا فِي جَدَارِ الْقِبْلَةِ فَنَحَّكَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يَصُفِّي ذَلَالًا يَصُفِّي قَبْلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَبْلَ وَجْهِهِ إِذَا هَلَّى.

ترجمہ:- حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار میں کھنگار کو دیکھا تو اسے کھرچا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے اپنے سامنے نہیں تھوکرنا چاہیے کیونکہ وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف جھکتے ہیں۔

تشریح:- از شیخ زکریا، قبل و جمہ یعنی سامنے مخاطب او بصافا اور نجات یہ اوشک کے لئے

یا تنویح کے لئے اور مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی سا ایک تھا جس کو آپ نے نازل فرما دیا مخاط جو ناک سے نکلے بھاق جو منہ سے نکلے اور نفاثہ جو سینے سے نکلے۔

باب حَلِی الْمَخَاطِ بِالْحِطْی مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَأَتْ كَطِئْتُ عَلَى قَدْ رَدَّ طَيْبٌ فَأَغْسَلَهُ وَإِنْ كَانَ يَأْ بِسَا خَلَا۔

ترجمہ: مسجد سے اس بٹک کو کنکریوں سے زائل کیا جائے۔ ابن عباس فرماتے ہیں اگر کوئی تر گندگی کو پاؤں تلے روند ڈالا تو اسے دھو ڈالو اگر خشک ہو تو دھونا ضروری نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاسِمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَحْمَةً فِي جَدَارِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ حَصَاةٌ تَحْتُمَا فَذَكَرَ إِذَا تَخَشَّعَ أَحَدُكُمْ فَلَاحَ يَخْتَمَتُ قَبْلَ رُجُلَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينَيْهِ وَلَا عَنْ شِمَالَيْهِ أَوْ قَعَتَ حَذْرًا أَلَيْسَ أَوْ (الحديث)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدریؓ دونوں بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بٹک کو دیکھا تو ایک کنکری کو لے کر اسے کھرچ دیا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ناک صاف کرے تو نہ تو اپنے سامنے صاف کرے اور نہ اپنی دائیں جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے ناک صاف کرے۔

تشریح: از شیخ منیؒ حضرت ابن عباسؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مخاط فی نفعہ نجس نہیں بلکہ نذر اور گندگاہ ہے اگر تر ہو تو اسے دھو دینا چاہیے جب خشک ہو جائے تو کھرچ دینا کافی ہے دھونے کی ضرورت نہیں اگر نذر سے نجس مراد ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے بہر حال ترک احترام قبلہ میں دوزخ برابر ہیں اسی سے ترجمۃ الباب سے مناسبت ہو جائے گی۔

تشریح: از شیخ ذکریاؒ یہاں سوال یہ ہے کہ اثر ابن عباسؓ کو ترجمۃ الباب سے کیا مناسبت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ موطی اور مسجد کے اندر فرق کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ مکہ بزرگ وغیرہ احترام مسجد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہذا اس میں رطب دیا بس کے درمیان کوئی فرق نہ کرنا چاہیے چونکہ یہ فی حد ذاتہ احترام مسجد کے خلاف ہے اس لئے بہر صورت اس کا ازالہ کرنا ہو گا خواہ رطب ہو یا بس اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر موطی روندنے کی جگہ کے لئے ہے کہ وہاں رطب دیا بس میں فرق ہو گا

اگر رطب ہو تو دھو لے اس لئے کہ وہ مستنقذ رہے۔ اگر یابس ہو تو ضرورت نہیں۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں بلکہ امام بخاریؒ نے اثر این جاس ذکر فرما کر اشارہ کر دیا۔ کہ حاکمؒ یابس کے اندر ہے اگر بھاق وغیرہ رطب ہو۔ تو پھر دھونا ضروری ہوگا۔

باب لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِينِهِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ :- نماز میں دائیں طرف نہ تھو کے۔

حدیث نمبر ۳۹۴ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَكْنِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ يُونُسَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ أَخْبَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مُخَا مَةً فِي حَاطِطِ الْمَسْجِدِ فَنَادَى وَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَاهُ فَنَهَتْهَا ثُمَّ قَالَ إِذَا تَنَحَّيْتَ أَحَدَهُ كُفُّ فَلَا يَنْتَحِزُ قَبْلَهُ وَهُوَ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَيَبْصُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى.

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید الخدریؒ فرمادیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار میں بنک کو دیکھا آپ نے خود ایک انگری لی اور اسے کھرج لگا لایا پھر فرمایا جب تم میں سے کوئی ناک صاف کرے تو اسے نہ تیرے سامنے ناک صاف کرنا چاہیے اور نہ اپنی دائیں جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے ناک صاف کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۹۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَمْرٍاءَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْتَحِزُ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَ لَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى (الحديث)

ترجمہ :- حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ اپنے سامنے تھو کے اور نہ اپنے دائیں بلکہ اپنے بائیں یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھو کے۔

تشریح :- شیخ مدنیؒ امام بخاریؒ کا مقصد ان احادیث سے یہ بتانا ہے کہ عتہ نبی احترام قبلہ سے محض تاؤنی بالبراق مقصود نہیں

باب لَيْبِصُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

ترجمہ :- اپنے بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھو کرنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۳۹۶ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ رَأَتْ الْمَوْتُ مِنْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَأَتَمَّ نِيَّاحَهُ رَبَّكَ ذَلَا يَبْنُ قَتَّ كَيْفَ يَدُ يَعِدُ وَ
عَنْ يَمِينِهِمْ وَ لَكِنَّ عَنْ يَسَارِ ۴ أَوْ نَحْتَهُ مَدْمِيم - (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ مسلمہ نے فرمایا: بیشک مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس اسے نہ تو اپنے سامنے ٹھوکرنا چاہیے اور نہ اپنے دائیں جانب لیکن اپنی بائیں جانب اور اپنے قدم کے نیچے ٹھوکر سکتا ہے۔

تشیخ از شیخ مدنی رح۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جانب یسار ٹھوکنے کی اجازت ہے حالانکہ جانب یسار سیات لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے تو جیسے ملک حنات لکھنے والی تعظیم مقبورہ ہے ایسے سیات لکھنے والا فرشتہ بھی قابل تعظیم ہے۔ کیونکہ ہرے سے تو زیادہ بچنا چاہیے۔ مگر چونکہ کاتب حنات دیمین امیر ہے اور کاتب سیات مامور ہے اس لئے اہل البیتین کو اختیار کیا گیا۔ مگر یہ حکم اس وقت ہے۔ جبکہ تمہارا یسار کسی دوسرے کا یسار نہ ہو اگر کسی دوسرے کا یسار ہو تو پھر صرف تحت قدم البیری پر عمل ہوگا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ شرح نے ان ابواب سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ روایات سے مختلف احکام ثابت ہوتے تھے اس لئے امام بخاریؒ نے ہر ایک پر مستقلاً باب باندھ دیا مگر میرے نزدیک ہر ایک باب سے ایک الگ غرض ہے چنانچہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ اس میں اختلاف موراثت کہ بصاق عن الیمین کی بنی صلوٰۃ کے ساتھ خاص ہے۔ باعام ہے صلوٰۃ وغیر صلوٰۃ سب کو کیونکہ روایات دو نوطح کی ہیں حضرت امام مالکؒ سے تخصیص بالصلوٰۃ منقول ہے اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ عام ہے اور وجہ اختلاف اختلاف فی التعلیل ہے جو لوگ عام مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بنی بصاق الی الیمین کو دائیں جانب فرشتے کے ہونے کے ساتھ معلل کیا گیا ہے۔ اور وہ ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ لہذا بنی عام ہوگی۔ کیونکہ یہ اس کے احترام کے خلاف ہے۔ لیکن اس پر انکال یہ کیا جاتا ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ کاتب سیات ہوتا ہے اس کا وہ حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ ملک ایسار جو کاتب سیات ہے وہ مامور ہے۔ اور دائیں جانب کا فرشتہ جو کاتب حنات ہے وہ امیر ہے و یباعی للامیر عالا یباعی للامور علاوہ ازیں کاتب حنات کاتب سیات کو کاتب حنات سے رد کرتا ہے۔ لہذا اس کا ہم پر احسان ہے اس لئے ہم کو بھی اس کا احترام کرنا چاہیے اور حضرت امام بخاریؒ نے فی الصلوٰۃ کا لفظ بڑا سا کر امام مالکؒ کی تائید کی ہے اور میری بھی یہ رائے ہے کہ بنی صلوٰۃ کے ساتھ محض ہے۔ اور جو علت شرح نے بیان کی ہے اور ملک سے کاتب حنات

کو مراد کیا ہے۔ یہ میرے نزدیک صحیح نہیں گوڑوں سے منقول ہے اور صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کاتب
 سیات گو کاتب سیات ہے۔ مگر فرشتہ بھی تو ہے اور فرشتے سائے کے سائے مکرم ہیں صعباء مکرمین
 نیز اودہ کتابت سیات خود نہیں کرتا بلکہ وہ تو ماتور ہے لہذا اس کا بھی احترام ہونا چاہیے نیز اٹھو کہ نیچے
 کو گرتا ہے۔ اور فرشتہ اوپر ہوتا ہے لہذا میرے نزدیک یہ درست نہیں کہ ملک سے مراد ملک حنات مراد
 ہو۔ بلکہ اس سے مراد اس کے علاوہ فرشتہ ہے جو خاص طور سے نماز کے اندر آتا ہے اور دائیں جانب کھڑا
 ہوتا ہے جیسا کہ روایات سے ثابت ہے کہ جب بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتے ہیں
 جو اس کی دائیں جانب آکر کھڑا ہوتا ہے۔ اور اس کے قلب کی حفاظت کرتا ہے اور ایک شیطان آتا ہے
 جو بائیں جانب کھڑا ہو جاتا ہے اور قلب میں دساؤں ڈالتا ہے تو اس فرشتہ سے مراد یہ فرشتہ ہے اور
 یہ چونکہ نیچے کھڑا ہوتا ہے اس لئے اگر تھوکے گا تو تھوک اس پر پڑے گا اور لیبنتی عن یدہ سے
 امام بخاریؒ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ بساق فی المسجد جائز
 ہے اور اس کا دفن نہ کرنا گناہ ہے۔ اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بساق فی المسجد گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس
 کا دفن کرنا ہے۔ یہ دونو حضرات قدیم شارحین میں سے ہیں۔ قاضی عیاض مقدم ہیں اور مالکی مذہب ہیں امام
 نووی مؤخر ہیں اور شافعی ہیں۔ تو لہذا اوقات معافی حدیث بیان کرنے میں دونو اختلاف کر جاتے ہیں اور
 مہران کے بعد آنے والے دو فریق ہو گئے۔ ایک امام عیاض کی موافقت کرتا ہے اور دوسرا امام نووی کی تائید
 کرتا ہے اسی میں سے یہ اختلاف بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے مختار عیاض کی طرف اس باب سے اشارہ فرمایا
 ہے مختار عیاض کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امام بخاریؒ نے مختار عیاض سمجھ کر اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ
 چونکہ شہرت امام عیاض کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

حدیث نمبر ۳۹۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَبْصَرَ نُحَامَةً فِي قُبُلِهِ انْتَبَهَ بِهَا فَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّعَ لَهَا بِبَيْتِ يَدَيْهِ وَأَعْنِ
 تَبِيئِهِمْ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَعَنِ الْيُسْرَى سَمِعَ حَمِيدًا عَنْ أَبِي
 سَعِيدٍ الْخُذْرِيٍّ نَحْوَهُ (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی طرف ہنک کر دیکھا
 تو اسے کلکری کے ساتھ کھنچ دیا۔ پھر منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے سامنے اور اپنی دائیں جانب نہ تھو کے

بلکہ اپنے بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے امام زہری سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے استاد
محمد سے حضرت ابو سعید خدری سے اس طرح سنا۔

باب کَفَّارَةُ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ ۱۔ مسجد میں تھوکنے کا کفارہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۹۸ حَدَّثَنَا ۱۲ مَالِكٌ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا کہ مسجد میں تھوکانا گناہ ہے اس کا

کفارہ اسے دفن کر دینا ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے امام بخاری نے امام نووی کے مختار کی طرف اشارہ فرمایا ہے

باب دَفْنِ النَّجَسَاتِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ ۱۔ سبک کو مسجد کے اندر دفن کرنا۔

حدیث نمبر ۳۹۹ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ هَمَّامٍ مَعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ إِلَى السَّلَاطَةِ فَلَا يُمْسِقُ أَمَامَكَ فَإِنَّمَا
يُنَاجِي اللَّهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكٌ وَ يُكْصِفُ عَنْهُ
كِبَارَهُ أَوْ تَحْتَ قَدَمَيْهِ هَكَذَا وَفَوْقًا (الحدیث)

ترجمہ ۱۔ حضرت ہمام روئے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ جناب نبی اکرمؐ سے روایت کر رہے تھے
کہ آپؐ نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص نماز کی طرف کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھو کے اس لئے کہ وہ اپنے
الہ سے سرگوشی کر رہا ہو تلہے جب تک وہ اپنی میلے نماز پر رہے اور نہ ہی دائیں جانب تھو کے اس لئے کہ
اس کی دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔ البتہ بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھو کے پھر اسے دفن کر دے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ نماز مسجد کے اندر دفن کر دینا جائز ہے۔ علامہ رایانی فرماتے ہیں کہ مسجد

تحت الثری سے لے کر آسمان تک ہے۔ لہذا اگر مسجد کے اندر دفن کر دیا گیا۔ تو مسجد ہی میں رہے گا۔ اور ملک

مسجد کے احترام کی وجہ سے ہوتا ہے بواب بھی احترام کے خلاف رہا لہذا دفن سے مراد اس کا اخراج ہے

حضرت امام بخاریؒ دفن کا جواز ثابت فرماتے ہیں اس لئے کہ اب وہ مٹی کے نیچے چلا گیا اور اس کے نیچے

نہ جانے کتنی چیزیں ہوتی ہیں مرنے بھی ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اس کے خلاف ہے اور دوسری غرض یہ ہے کہ
 دفن مسجد کے ساتھ خاص ہے مسجد کے باہر ضروری نہیں۔ اس ممانعت کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ
 یہ احترام کے خلاف تب ہے جبکہ وہ خود ناپاک ہو۔ بزان خود ناپاک نہیں، بلکہ استفادہ کی دہرے سے
 دفن کیا جاتا ہے۔ اس حیثیت سے خلاف احترام نہیں۔

باب اِذَا يَدَرَ كَأَلْبِزَاقٍ فُلْيَا خُذْ بِطَوْتِ نَوِيْہ۔

ترجمہ ۱۔ جب بزان غالب آجائے تو اپنے کپڑے کے کٹے سے پکڑ لے۔

حدیث نمبر ۴۰۰ حَدَّثَنَا مَا لِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نَحْمًا مَاءً فِي الْوَيْلَةِ فَكَلَّمَا بِسِدْرٍ وَدُرٍّ وَنَهَى كَتَاهِيَةً أَقْبَرِي
 كَتَاهِيَةً لَدَيْكَ وَنَهَى عَنْهُ عَلَيْهِ وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهِ كَأَنَّهَا بَارِحَةٌ
 رِيَّةٌ أَوْ رِيَّةٌ بَيْتُهُ وَبَيْتَ قَبْلَتِهِ فَلَا يَبْرُقَنَّ فِي قَبْلَتِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ
 قَدَمِهِ ثُمَّ أَخَذَ طَوْتًا رَدَّ أَثَرَهُ فَبَرَقَ فِيهِ وَدَّوْ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ قَالُوا فَعَلْ هَكَذَا۔

ترجمہ ۱۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف سے نکال دیا تو اسے
 ہاتھ سے کھینچ ڈالا اور آپ سے کراہیت دیکھی گئی۔ یا اس کی دھڑ سے آپ کی کراہیت اور اس پر ناراضگی دیکھی
 گئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کر رہا ہے یا اس
 کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے پس اپنے قبلہ کی طرف نہ تھو کے بلکہ اپنے بائیں طرف
 یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے پھر اپنی چادر کا پلہ دکھا رہا، پکڑا اور اس میں تھوک کر لے دیا اور فرمایا اس طرح کعبہ

تشریح ۱۔ از شیخ مدنی رحمہ اللہ مستفصل ترجمہ الباب میں تو کہا کہ جب بزان غالب ہو مگر روایت سے
 یہ بات ثابت نہیں ہوتی غالباً امام بخاریؒ اس قید کے ساتھ مقید کرنا چاہتے ہیں کہ قصداً تو ایسا نہ کرنا چاہیے
 البتہ جب مغلوب ہو جائے تو پھر ایسا کر سکتا ہے۔ چنانچہ یفعل لکنا کے الفاظ اس پر دال ہیں حالانکہ
 ما قبل میں اسے غلطیہ کہا گیا ہے۔ الغرض روایت میں ہد رہا البزاز کے الفاظ تھے جو مصنف کی شرائط
 کے مطابق نہیں تھے اس لئے ترجمہ میں اعتبار کیا روایت میں نہ لائے۔

تشریح ۲۔ از شیخ (کریم) امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ روایت میں بزاز فی اليسار ام تحت
 المقدم اور فی الثوب کے اندر تسویر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ٹوب کے اندر لے کر لے دے

بلکہ یہ اس وقت ہے کہ جب بھاق اس پر غالب آجائے اور کوئی چارہ کار نہ رہے تو ایسا کرے گو ترجمہ
نثار ہے جس میں ایہام کی توضیح خاص کی تفہیم اور عام کی تخصیص ہوتی ہے ورنہ منہ کھادیتا قاعدہ یہ
ہے کہ جب کوئی شخص حسین ہوتا ہے تو رنج و غم اور خوشی و مسرت اس کے چہرہ میں ظاہر ہو جاتی ہے اور
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون حسین ہو سکتا ہے۔ نہ آپ جیسا حسین کوئی پیدا ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

روح مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری چشم خیال میں ہے نہ دکان آئینہ سازیں

چنانچہ غایت حسن کی وجہ سے جو بات ہوتی تھی وہ چہرہ انور سے ظاہر ہو جاتی تھی۔ شبی کے مدوح کافور کی
طرح نہیں کہ غایت سیاحی کی وجہ سے کسی چیز کا اثر ہی ظاہر نہ ہوتا تھا۔ الغرض امام بخاریؒ نے اذا بددہ
البنیاق بڑھا کر بتلایا کہ یہ کپڑے سے براق کو رگڑنا نیچے تھوکنے کے مساوی نہیں جیسا کہ لفظ
اوسے معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اذا بددہ البنیاق سے مقید ہے اور اس کا درجہ نیچے تھوکنے سے کم ہے
اور نیچے تھوکنا اس فعل ثوب سے بڑھا ہوا ہے

باب مِظْطَرِةٍ اِلَّا مَا رَأَيْتَ مِنْ فِرٍّ اِثْمًا وَ الصَّلَوةَ وَ ذِكْرَ الْقِبْلَةِ

ترجمہ :- نماز کے پورا کرنے میں امام کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور قبلہ کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَهُنَا فَوَاللَّهِ مَا يُخَيِّلُنِي عَلَيْكُمْ نَشْوَءُكُمْ وَلَا
ذِكْرُكُمْ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ كَلَامَكُمْ مِنْ قُرْآنِهِمْ خَلَعُكُمْ

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میرا قبلہ اس
جگہ سمجھتے ہو اللہ کی قسم تمہارا نشو و نما یا سجدہ اور رکوع مجھ پر پوشیدہ نہیں ہوتا میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے
بھی دیکھتا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: انا ادا کو من و دما ظہری بعض نے کہا کہ روسا ابوہ کی طرح یعنی
سوئی کے ناکہ کی مقدار آپ کے کندھوں میں باری تعالیٰ نے آنکھیں رکھی تھیں اور بعض نے کہا کہ یہ کہیں سے
منقول نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام نے اس کا اساس کیا۔ بلکہ انہیں آنکھوں سے دیکھتے تھے مگر باری تعالیٰ
اشیاء مستغفہ کو منقطع کر دیتے تھے جس کی وجہ سے آپ دیکھتے تھے جیسے سلوۃ کسوف میں آپ نے جنت

اور نار کو دیکھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ قلب کی آنکھوں سے دیکھتے تھے جس کے لئے مواجد اور قرب و بعد کوئی شرط نہیں۔ یہ آنکھیں عینک کے مرتبہ میں ہیں، درحقیقت یہ روحانی آنکھیں ہیں جب کسی کی وہ آنکھیں کل جائیں تو پھر دور دور کی چیزیں نظر آتی ہیں جیسے اشراقیہ اور جوگی ریاضات کر کے اسے حاصل کرتے ہیں۔ آپ کو بغیر ریاضت کے یہ آنکھیں حاصل تھیں

قتیبی از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے مصنفؒ کی طرف اشارہ فرمادیا کہ امام کو چاہیے کہ متنبہوں کے احوال کا تفحص کرے اگر وہ نماز وغیرہ صحیح نہ پڑھتے ہوں تو ان کو تہلائے اور تنبیہ بھی کرے۔ مگر بھائی یہ بھی ضروری ہے کہ پہلے اپنے حالات کو درست کرے۔ مقصود بالذات تعظیفاً الامام تھا مگر چونکہ حدیث میں حد قنوت قبلتھا آیتا تھا اس لئے لفظ حدیث کی رعایت میں و ذکر المقلدہ ہاندر دہا۔ اور یہ بتادیا کہ تم جو یہ سمجھتے ہو کہ میں حد صریح دیکھتا ہوں، بس ادھر ہی کی مجھے خبر ہوتی ہے

اور تیپے کی خبر نہیں ہوتی۔ یہ صحیح نہیں بلکہ خبر ہوتی ہے۔ مَا يَنْفَعُنِي عَلَى خُشْعَتِكَ مَدَّكَ مَعَكَ سُبْحَنَ عَلَانِيَةِ رُكُوعِ كَالْفُظِّ دِيكُ كَرُخْشُوعِ كِي تَفْسِيرِ سَجُودِ كِي۔ مگر میرے نزدیک ادلی یہ ہے کہ خشوع کو اپنے عموم پر رکھا جانے۔ تاکہ سارے افعال صلوٰۃ کو شامل ہو جاتے۔ در نہ پہلی صورت میں صرف سجدہ اور رکوع کا ذکر ہو گا۔ اور باقی کا نہیں جب سارے افعال صلوٰۃ خشوع کے اندر آ گئے۔ اور پھر خاص طور سے رکوع کو اس واسطے ذکر کیا کہ زیادہ گڑ بڑ رکوع کے اندر ہوتی ہے۔ اس کا انعام نہیں ہوتا۔ سجدہ کا تو تھوڑا بہت ہو ہی جاتا ہے۔ کیونکہ سجدہ میں سر زمین پر رکھا جاتا ہے۔ اس لئے وہاں تھوڑی دیر رک جاتا ہے بخلاف رکوع کے اور بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جلد بازی کی وجہ سے ان کا رکوع ہی نہیں ہوتا۔ اِنِ اِلَّا كُومِنَ وَدَّ اَلْهَوٰی اس روایت کے اندر شراح کے پانچ قول ہیں جن کو مختلف شراح نے الگ الگ ذکر کیا ہے مجھ کو کہیں ایک جگہ نہیں ملے۔ اول یہ کہ التفات کے ساتھ دیکھتے تھے۔ مگر اس پر ائیکال ہے کہ پھر اس میں حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ آپ کے علاوہ دوسرا بھی التفات سے دیکھ سکتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وحی کے ذریعہ علم ہو جاتا تھا۔ یہ اول سے زیادہ صحیح ہے مگر اس صورت میں اِنِ اِلَّا كُومِنَ كُومِنَ سے زیادہ مناسب اِنِ اِلَّا كُومِنَ تھا۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ جدار قبلہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم کے لئے مثل آئینہ ہو جاتی تھی۔ صحابہ جو کچھ کہتے تھے وہ حضورؐ کو نظر آ جاتا تھا۔ عام مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے اور جو تھا قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی علیہ وسلم دو آنکھیں تھیں جن سے حضور پاک صلی علیہ وسلم دیکھا کرتے تھے مگر اس کو محققین نے رد کر دیا اس لئے

کہ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو آپ کے احوال میں اس کا تذکرہ ضرور ہوتا اور ہاں خواں قول سننے سے پہلے ایک تمہید
 سنو وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی روایت دنیا میں ممکن نہیں۔ اور اہل سنت والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ یہ روایت جنت
 میں ہوگی۔ لیکن معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے
 جہت ہو کہ مرنے والی کے سامنے ہوتا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جہت کا ہونا روایت کے واسطے اس
 عالم کے ساتھ خاص ہے۔ عالم آخرت میں جہت ضروری نہ ہوگی۔ تو جیسے عالم آخرت میں سارے لوگ اللہ تعالیٰ
 کو بلا جہت دیکھیں گے۔ اسی طرح کیا عجیب کہ دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نماز میں یہ خصوصیت ہو کہ آپ
 مقتدیوں کو بلا جہت دیکھتے ہوں۔ یہی میرے نزدیک راجح ہے نیز میرے نزدیک ابواب المساجد شروع ہونے
 لیکن اس باب کا سمجھ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ نیز آگے جو دوسرا جز باب کا ہے۔ یعنی ذکر القبۃ اس
 پر اشکال ہوتا ہے کہ اس صورت میں اس کا تعلق باب استقبال القبۃ سے ہو گیا۔ ابواب المساجد سے نہ
 ہوا۔ میری رائے یہ ہے کہ قبلہ کا ذکر تنبیہا واستطراد آگیا۔ اور مقصود اول جز ہے۔ اور عام طور سے لوگ
 جماعت کے ساتھ مساجد میں نماز پڑھتے ہیں اس اعتبار سے یہ ابواب مساجد سے متعلق ہو گیا منت
 و لہذا ظہوری بعض لوگوں نے اس سے علم غیب پر استدلال کیا ہے لیکن یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ
 اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خود نمازیوں کے حالات دیکھتا رہتا ہوں۔ اور اس طرح مجھے علم ہو جاتا ہے
 نیز یہ حالت کلی بھی نہیں خود ابو بکرؓ کی روایت میں ہے کہ وہ مسجد میں آتے۔ وہاں جماعت ہو رہی تھی انہوں
 نے دور ہی سے رکوع کر لیا۔ نماز کے بعد یہ بات آپ کو دریافت کرنے پر معلوم ہوئی۔ اسی طرح ایک روایت
 میں ہے کہ ایک شخص ہانپتا ہوا آیا اور رکوع سے اٹھتے ہوئے ذرا بلند آواز سے حمد طیباً کثیراً مبارکاً پڑھا آپ
 نے نماز کے بعد دریافت کیا تب معلوم ہوا کہ فلاں شخص تھا۔ لہذا یہ قاعدہ کلیہ نہ ہوا اور بعض ظاہر یہ اپنے
 ظاہروں کی وجہ سے یوں کہتے ہیں کہ اس کے ظاہری معنی مراد میں یعنی حضور کی گدی میں دو مزید آنکھیں لگی
 ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں درہ کسی نہ کسی حدیث میں اس کا تذکرہ ہوتا۔ جیسے ہر نبوت کا بہت سی احادیث
 میں اس کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۲ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْخَمَزِيُّ عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَةُ تُؤْتِي الْمُنْبَرُ فَتُكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ وَفِي التَّكْوِينِ رَأْيِي لَا رَأْيَ لَكُمْ رَأْيِي لَا رَأْيَ لَكُمْ مِنْ رَأْيِي كَمَا أَذْأَكُ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر نماز اور رکوع کے بارے میں فرمایا۔ کیونکہ میں نہیں اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں نہیں دیکھتا ہوں۔

باب ھذا یُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي خَدَاجٍ

ترجمہ :- کیا مسجد بنو خداج کہا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۰۳ ھَذَا ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْخَمَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الْغَنِيِّ الْأَصْبَرِ مِنَ الْخَفِيَّاتِ وَآمَدَ هَانِئَةً الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الْغَنِيِّ كَوْنُ تَضَمُّنٍ مِنَ الشَّيْءِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ ذَرَأَتْ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ كَانَ فِيهِمْ سَابِقٌ بِهَا۔

ترجمہ :- حضرت محمد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کو درمیان جو پہلے کہنے گئے تھے۔ حقیقتاً سے گھوڑ دوڑ شروع کرائی جن کا آخری نشان ثنیۃ الوداع تھا۔ اور جن گھوڑوں کو ڈبلا نہ کیا گیا تھا ان کی دوڑ کا مقابلہ ثنیۃ سے مسجد بنی زریق تک تھا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو گھوڑ دوڑ میں آگے نکل گئے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی :- ان المساجد اللہ الخ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی طرف مساجد کی نسبت نہ کی جائے۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر جمیع اشیاء باری تعالیٰ کی ملوک ہیں مگر مساجد کو محلہ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے سابق بین الخیل الخ اگرچہ گھوڑ دوڑ لہو و لعب میں داخل ہے مگر آپ نے تین لہو کی اجازت دی ہے۔ لہو الوجہ بخیلہ و بسہمہ ہا مراتہ اپنے گھوڑے تیر اور بیوی سے لہو جائز ہے کیونکہ مسابقۃ الخیل داعیۃ واللہ ما استطعم الخ تبین سے خیل دو قسم کے ہوتے تھے۔ ایک خیل مضمر دوسرے غیر مضمر۔ مضمر کے معنی ڈبلا ہونے کے ہیں جن گھوڑوں کو سابقہ کے لئے تیار کیا جاتا تھا ان کو اور کوئی چیز نہیں کھلاتے تھے۔ صرف گھی وغیرہ کھلاتے تھے۔ دوسری خداک کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کی کمال سہولت جاتی تھی جس سے وہ ڈبلا ہو جاتا تھا۔ مگر گھی کی وجہ سے طاقتور ہوتا تھا یہ مضمر گھوڑے دوڑنے میں تیر ہوتے تھے۔ تیز رفتاری کی وجہ سے ڈبلا پن آجاتا تھا۔ غیر مضمر گھوڑے بہت نہیں دوڑ سکتے تھے۔

تشیع از شیخ ذکر کیا۔ حضرت ابراہیم نخعی او کا مذہب یہ ہے کہ مسجد بنی فلان کہنا نہیں اس لئے کہ اضافہ مفید تک جوتی ہے۔ اور مسجد اللہ تعالیٰ کی ہیں کسی کی ملک نہیں ہیں ان المساجد للہ اور جمہور کے نزدیک یہ اضافہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ اضافہ ان کے نزدیک تعریف کی ہے نہ کہ ملک کے لئے جیسا کہ خود ہمارے شہر سہارن پور میں فرخ کی مسجد بنونے کی مسجد مشہور ہے۔ امام بخاری جمہور کی تائید اور امام نخعی کی تردید فرما رہے ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ ثنیتہ الوداع سے مسجد بنی زریق کہ گھوڑ دوڑ ہوتی تھی۔ تو روایت میں تو مسجد بنی زریق موجود ہے۔ پھر ترجمہ میں لفظ حل کیوں لائے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری بہت ماریک بن ہیں۔ اس لئے حل سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ روایت میں مسجد بنی زریق کا جو لفظ آیا ہے۔ تو ممکن ہے کہ حضور انور صلم کے زمانہ میں وہاں مسجد نہ تھی ہو اور حضور صلم کے بعد بنی ہو۔ اور راوی نے تعریف کے واسطے بنی زریق کہہ دیا اس کے اسی نام سے مشہور ہونے کی وجہ سے رخصت الخ جن کی خرید والے گھوڑوں کو خوب کھلاتے پلاتے تھے اور ایک جگہ باندھے رکھتے تھے۔ خوب پسینہ نکلتا رہتا جس کو گھوڑے والے صاف کرتے رہتے اور ان کو ہنلاتے رہتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ خوب حاق و حوہ بند اور چیت ہو جاتے تھے اور انہیں فربہ ہی نہیں آتی تھی۔ بہر حال خرید والے گھوڑوں کے لئے میدان سابقہ پانچ میل اور ان کے غیر کے لئے ایک میل ہوتا ہے۔ ثنیتہ الوداع اور حنیاء جگہ کا نام ہے۔ ان دونوں کے درمیان قریباً پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ اور مسجد بنی زریق سے حنیاء تک فاصلہ ایک میل ہے۔

بَابُ الْقِسْمَةِ وَ تَقْلِیْلِ الْقِنَوفِ الْمُسْجِدِ -

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْقِنَوفُ الْحَنْظَلُ وَالْحَنْظَلَانِ قِنَوفَانِ وَالْجَمَاعَةُ رَابِعَا قِنَوفَانِ مِثْلُ صِنَوفِ صِنَوفَانِ وَقَالَ أَبُو إِحْمَدٍ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُمَيِّزٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَرَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا مِنَ الْخُجُوفِ فَقَالَ أُنْشِرُوا فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ أَكْثَرُ مَا أَرَفَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَكَوْ يَلْتَمِثُ إِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَهُ فُجَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَتْ يَلِيهِ أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطِنِي بِأَرْفَى فَاذْبَيْتُ كَفْسِي وَمَا ذَبْتُ مَعِيْلًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَنَحْنُ

فِي تَوْبَةٍ تَعْدُ ذَهَبَ إِلَيْكَ قُلُوبُ يَسْتَطِيعُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ مِمَّنْ كَبُضَهُمْ تَرْفَعُهُ إِلَيَّ
قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا رَفَعَهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَتَنْتَرِ مِنْهُ لَعَنَ ذَهَبَ إِلَيْكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مِمَّنْ كَبُضَهُمْ يَرْفَعُهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا رَفَعَهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَتَنْتَرِ مِنْهُ لَعَنَ ذَهَبَ إِلَيْكَ
فَالْقَاءَ عَلَى كَامِلِهِ لَعَنَ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُهُ بَصَرُهُ
حَتَّى خَفِيَ عَلَيْهِمَا مِنْ جُزْئِهِمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَتَمَّتْهُ مِنْهُ دُونََهُ (الحدیث)

ترجمہ :- مسجد میں مال بانٹنا اور مسجد کے اندر خوشی لگانا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ قزو کا مہی
خوشہ ہے اس کا نشیہ اور جمع تنوان ہے جیسے صنوکا تشنہ اور جمع صنوان ہے۔ اور حضرت انسؓ سے
روایت ہے کہ جناب نبی اکرمؐ کی خدمت میں بحرین سے مال آیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں
پھیلا دو آج تک جس قدر مال جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں لایا گیا ان سب سے زیادہ بھی مال
تھا؟ چنانچہ جناب رسول اللہؐ نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے۔ اس مال کی طرف تو ہر
ہی نہ فرمائی۔ البتہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور جو کوئی بھی آپؐ
کو نظر آیا اس کو اس مال میں سے عطا فرما دیا۔ اچانک جناب چچا حضرت عباسؓ تشریف لاتے فرمانے
لگے یا رسول اللہؐ مجھے بھی عطا فرمائیے۔ اور بہت دبیختے کیونکہ بدر کی لڑائی میں میں اپنا اور بھتیجے عقیل کا
فدیہ ادا کر چکا ہوں، جناب رسول اللہؐ نے فرمایا جن قدر لینا ہے لے لو چنانچہ وہ اپنے کپڑے
میں چلو بھر بھر کے جمع کرنے لگے۔ اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانے لگے تو نہ اٹھا سکے۔ فرمانے لگے
یا رسول اللہؐ کسی کو حکم دیجئے وہ مجھے اٹھوائے تو آپؐ نے فرمایا نہیں جو خود اٹھا سکتے ہو لے جاؤ
تو انہوں نے فرمایا آپؐ خود اٹھوا دیں آپؐ نے فرمایا نہیں تو انہوں نے کچھ مال کپڑے سے نکال کر
پھینک دیا۔ پھر اٹھانے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ کسی کو حکم دیجئے وہ مجھے اٹھوائے آپؐ نے
فرمایا نہیں پھر کہنے لگے آپؐ خود اٹھوا دیں آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں پھر اس کپڑے میں سے کچھ
مال نکال کر پھینک دیا۔ پھر اس مال کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال دیا اور چل ڈیٹے پس جناب
رسول اللہؐ برابر ان کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ ہم سے چھپ گئے یہ برابر دیکھتے رہنا ان کے
حرص پر تعجب کرنے کی وجہ سے تھا۔ پس جناب رسول اللہؐ اس جگہ سے کھڑے نہ ہو جب تک

ایک درہم بھی وہاں موجود رہا۔

تشریح از شیخ مدنی: حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص اگر مسجد میں کسی گم شدہ چیز کے متعلق اعلان کر رہا ہو تو تم لا ید الله علیہ کہ اللہ تعالیٰ تیری گم شدہ چیز واپس نہ کرے لان المساجد لہو تبین لہذا کہ مسجد میں اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا جو کام مسجد کے سبب نہیں وہ مسجد میں نہ کرنے چاہیں تو مال کا تقسیم کرنا اور کھجور کے خوشہ کا لٹکانا بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ مسجد ان کے لئے نہیں بنائی گئیں تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ غنیمت خراج کے مال کا مسجد میں تقسیم کرنا جائز ہے اس طرح مساکین کے لئے مسجد میں کھجور کے خوشوں کا لٹکانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ بھرمین سے خراج کا مال لایا گیا۔ تو آپ نے اسے مسجد میں ڈلوایا اور پھر اس کی تقسیم فرمائی۔ اس اثنا میں ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ کے چچا حضرت عباسؓ تشریف لاتے اور فرمایا کہ میں نے حضرت عقیلؓ برادر علی المرتضیٰؓ کی طرف سے فدیہ دیا تھا۔ اور یہ دونو بدر میں پکڑے آئے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ فدیہ دے کر میں نے احسان کیا تھا۔ اس لئے مجھے زیادہ مال دیا جائے۔ تو آپ نے فرمایا اے لو تو انہوں نے اس قدر مال جمع کر لیا۔ کہ خود نہیں اٹھا سکتے تھے۔ الی آخر ہند الفاظ ایسے ہیں جن کا ثلثہ پور جمع ایک ہیں ان میں قنود قنوان و صندوق و صندوق ہے۔

تشریح از شیخ زکریا: قسمت مال انہی استثنائات میں سے حرم کا مسجد میں کرنا جائز ہے اور تعلیق القنوان بطلال کے قول کے مطابق امام بخاریؒ سے غفلت ہو گئی کہ اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی۔ بعض لوگوں نے امام بخاریؒ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کا ارادہ لکھنے کا تھا مگر کچھ نہ سکے۔ یا ض چھوڑ دی گئی جسے کاتبوں نے ملا دی بعض کہتے ہیں کہ شرط کے موافق کوئی روایت نہیں ملی یا بھول گئے وغیرہ وغیرہ۔ مگر میرے نزدیک یہ لفظ صحیح ہے اور حضرت امام بخاریؒ نے اس سے ابو داؤد شریف کی ایک روایت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلم مسجد نبوی میں تشریف لاتے۔ دیکھا کہ آدمی نے شرف بہنی ردی کھجور دل کا ایک خوشہ مسجد میں لٹکا رکھا ہے۔ آپ کے دست مبارک میں لایا تھی۔ آپ نے اس خوشے میں مار کر فرمایا کہ اگر اس خوشے والا چاہتا تو اس سے بہتر صدقہ کر سکتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلم نے حکم فرمایا کہ ہر بائخ میم سے ایک خوشہ مسجد میں مساکین کے لئے لٹکایا جائے۔ اور حضرت امام بخاریؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ روایات کی طرف

سے فرمایا اٹھو چنانچہ آپ چل پڑے اور میں ان کے گے چل رہا تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ چونکہ دعوت کرنا امور دنیویہ میں ہے اور مساجد بنیت لذلک اللہ
و الصلوٰۃ وغیرہ ہیں۔ لہذا امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت فرما چکے ہیں۔ اس لئے کہ روایت میں
اس کا ثبوت ہے۔

باب انْقَضَاءُ وَ اِلْعَانِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرَّجَالِ وَالنِّسَاءِ

ترجمہ :- مردوں اور عورتوں کے درمیان مسجد کے اندر فیصلے کرنا اور لعان کرنا۔

حدیث نمبر ۴۰۵ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ الْإِمَامُ عَنْ سَمِيعِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّكَ كَجَدَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَكَايَتْ كَجَدَّ وَجَدَّ مَعَ امْرَأَةٍ كَجَدَّ أَيْقَتْلُهُ كَتَلَهُ عَنَّا فِي الْمَسْجِدِ وَأَنَا شَاهِدٌ۔

ترجمہ :- حضرت سہیل بن سعدؒ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ہناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں عرض کیا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو ہلے تو وہ اسے قتل کر سکتا ہے پھر ان
دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں حاضر تھا۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ شرح مثلاً علامہ عینیؒ قسط لانی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ بین الرجال
والنساء کے الفاظ یہاں لغو ہیں اس لئے کہ لعان تو ہوتا ہی بین الرجال والنساء ہے۔ اور یہی وجہ
ہے کہ بین السطور لہذا حشو لکھا ہوا ہے۔ اور بہت سے نسخوں میں یہ پایا ہی نہیں جاتا۔ میری رائے
یہ ہے کہ شرح حضرات کو اشکال پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بین الرجال والنساء کو
اللعان سے جوڑ دیا۔ اور اس کے متعلق کر دیا۔ حالانکہ یہ لعان سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق انقضاء
سے ہے اب مطلب یہ ہوا کہ باب القضا فی المسجد بین الرجال والنساء اور مقصود بالذات بھی یہی ہے
لعان کا لفظ تو روایت کی وجہ سے بڑھا دیا۔ کیونکہ اس میں لعان کا لفظ موجود ہے در نہ اصل مسئلہ
توقضا کا بیان کیا جا رہا ہے اور اس مسئلہ کو امام بخاریؒ نے اسی واقعہ خاصہ سے استنباط فرمایا ہے
تو جب قضا بین الرجال والنساء ثابت ہو گئی تو بین النوع الواحد بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔
نیز امیرے نزدیک لعان کا لفظ بھی لغو نہیں ہے کتاب النکاح کے اندر بھی باب آئے گا مگر وہاں
بین الرجال والنساء کا لفظ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں بحیثیت لعان کے ذکر فرمایا ہے
اور وہ رجال اور نساء کے درمیان ہی ہوتا ہے اور یہاں مقصود قضا بین الرجال والنساء ہے اور جواز

فی النوع الواحد جواز فی النوع الا حکم کو مستلزم نہیں اس لئے قضاء بین الرجال والنساء کا ذکر فرمایا ہے اور جب دونوں میں ثابت ہو جائے گا تو ایک نوع میں بدرجہ ادلی ثابت ہو جائے گا۔ اور روایت کا لحاظ کرتے ہوئے لعان کا لفظ بھی ذکر فرمادیا۔

وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ دَجَلًا اٰذْ بِهٖ رَوَايَتٌ يٰهٖا مَخْتَصِرَةٌ۔ کتاب الطلاق میں امام بخاریؒ اس روایت کو مکمل اور متعدد طرق سے ذکر فرماتے ہیں۔ اور متعدد مسائل ثابت فرماتے ہیں۔ مثلاً یہ لعان ایمان متوکلہ بالاشهاد ہیں یا شهادات متوکلہ بالایمان ہیں۔ اور روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی حضرت عویمیرؓ کے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر کوئی اپنی بیوی کے پاس کسی غیر کو پائے اور وہ آدمی اسے قتل کرے تو کیا اسے قصاصاً قتل کر دیں گے۔ حضرت شیخؒ نے بطور جملہ معترضہ کے یہاں یہ بھی فرمایا کہ یہاں تو اتنی غیرت تھی کہ کسی کو بیوی کے پاس دیکھ لیں تو قتل کرنے کو تیار۔ اور دوسری طرف اہل عرب کا یہ حال تھا کہ دوسرے کا لطفہ بجا بت دلہ کے لئے عورت کو دوسرے آدمی کے پاس بھیج کر حاصل کرتے تھے اور اگر بیوی کو قتل نہ کرے تو کیسے برداشت کرے۔ اب اگر کوئی آکر یہ کہہ دے کہ فلاں شخص میری بیوی کے پاس تھا۔ تو چار گواہ طلب کریں گے۔ اور پھر اس وقت چار گواہ کہاں ہوں گے۔ تو اس وقت آیت لعان نازل ہوئی۔ اور چار شہادتوں کی بجائے چار بار لعان قائم مقام ہو گیا۔ اور پھر حضور اکرمؐ نے لعان کہا یا اس واقعہ سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت ہو گیا کہ لعان کرنا مسجد کے اندر یہ قضائی المسجد ہوا۔ اور لعان چونکہ بین الرجال والنساء ہوتا ہے۔ لہذا قضاء بین الرجال والنساء بھی ثابت ہو گیا۔ یہ واقعہ اگرچہ خاص ہے مگر چونکہ قواعد کلیہ واقعات جزئیہ سے ہی مستنبط ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے قاعدہ کلیہ قضاء بین الرجال والنساء مستنبط کر لیا۔ اب یہ کہ قضائی المسجد کا کیا حکم ہے۔ ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قضائی المسجد اولیٰ ہے کیونکہ وہاں کوئی روک ٹوک نہیں سب آسکتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے۔

باب اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّي حَيْثُ شَاءَ اَوْ حَيْثُ اَمَرَ وَلَا يَتَجَسَّسُ۔

ترجمہ ۱۔ جب آدمی کسی گھر میں داخل ہو تو جہاں مرضی آئے نماز پڑھے یا جس جگہ کا اسے حکم کیا گیا ہو اور جاسوسی نہ کرے۔

حدیث نمبر ۲۰۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فِي مَنْدِلٍ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ صَلَّى لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشْرَفْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ فَكَبَّرَ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَّقْنَا خَلْفَهُ فَصَلَّى وَكَمَعَتَيْنِ۔

ترجمہ :- حضرت عثمان بن مالک سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے گھر کے کون سے حصے میں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے لئے نماز پڑھوں تو میں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا چنانچہ آپ نے تکبیر کہی ہم نے آپ کے پیچھے قطار بنائی تو آپ نے دور رکعت نماز پڑھی۔

تشریح :- شیخ زکریا۔ عام شراح کی رائے یہ کہ ترجمہ کے دو جزو ہیں ایک بصلی حیث شفاء اور دوسرے حیث امر و اب اختلاف لا یتجسس میں جو رہا ہے کہ اس کا تعلق جزو اول سے ہے یا جزو ثانی سے ہے۔ شراح کی رائے یہ ہے کہ جزو ثانی کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ جہاں تک دیا جائے وہیں پڑھے تجسس نہ کرے اور امر اور صر نہ دیکھے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی رائے یہ ہے کہ دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے۔ اب یہ سنو کہ یہاں روایت سے صرف حیث امر ہو سکتا ہے اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ کہاں پڑھوں اس پر حضرت عثمان نے فرمایا کہ فلاں جگہ یہ حیث امر ہو گیا۔ اور حیث شفاء کی روایت میں کوئی ذکر نہیں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے اصول میں ہے کہ ترجمہ میں بسا اوقات روایت کے دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں تو یہاں امام بخاری نے ایک اور طریق کی طرف اشارہ فرما دیا جس کے اندر تنجیہ کا ذکر موجود ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں لفظ حل مفرد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اذا دخل بیتا مل یمسک حیث شفاء و حیث امر اور تو روایت سے اس کا جواب معلوم ہو گیا۔ ای بصلی حیث امر اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ حل غور و فکر ہے اس لئے کہ روایت کے لفظ سے امر ثابت ہوتا ہے اور بلا نا دلیل ہے۔ اختیار کی جہاں چاہیں پڑھیں عن محمود بن الحنفیہ یہ وہی ہیں جن کی روایت باب متى یصلی صبح الصغیر میں گذر چکی ہے یہ حضرت عثمان کی روایت ہے کہ اس کو امام بخاری نے متعدد جگہوں میں ذکر فرمایا ہے اور متعدد مسئلے ثابت فرماتے ہیں۔ مثلاً ایک یہی کہ

حضرت عثمان کے واقعہ میں حضور اکرم مسلم نے اولاً نماز پڑھی اور حضرت ام سلمہ کے واقعہ میں ہے کہ
اولاً نوش فرمایا بعد ازاں ظہر کی نماز پڑھی۔

باب الْمَسَاجِدِ فِي الْبَيْتِ وَصَلَّى الْكِبَارُ بْنُ عَائِشٍ فِي مَسْجِدِ فِي دَارِهَا جَمَاعَةً

ترجمہ: گھروں میں مساجد کا ہونا۔ اور حضرت براء بن عازبؓ نے اپنی گھر کی مسجد میں جماعت کو نماز پڑھائی

حدیث نمبر ۴۰۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيْرٍ اَوْ أَخْبَرَنِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ

أَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ مَالِكٍ فِي هَوَاشِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ تِهْدٌ
بَدَلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ
أُنْكَرْتُ كِبَرِي وَأَنَا صَغِيرٌ يَقُوْمِي فَإِذَا كُنْتُ الْأَمَطَاءُ سَأَلَ الْوَادِي الْأَيْمَنُ بَنِي وَيْلَهُ
لَوْ اسْتَطَعْتُ أَنْ أَتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ تَأْتِنِي مُصَلِّي
فِي بَيْتِي مَا تَجِدُ مَعِي قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ إِنَّكَ
اللَّهُ تَعَالَى قَالَ عُثْمَانُ فَقَدْ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ
النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذْ نَتَّ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حِينَ دَخَلَ

الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ آيُنُ نَحْبُكَ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشْرَفَ لَهُ إِلَى تَأْخِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ
فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا نَقْنُقُنَا فَمَصَفَفْنَا فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ
قَالَ وَحَبَسْنَا عَلَى خَيْرٍ صَنَعْنَا هَالَهُ قَالَ فَتَابَ يَا بُيَيْتِ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الدَّارِ
ذَوُو مَعْدٍ فَاجْتَمَعُوا فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ آيُنُ مَالِكُ ابْنُ الدُّخَيْنِ أَوْ ابْنُ الدُّخَيْنِ
فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مَنْ فَوْقَ لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ لَا تَقْلُدْ ذَلِكَ وَلَا تَرَاكَ فَقَالَ لَوْلَا لَ الْإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ قَالَ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَفَلَا قَالَ فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنُصِيبُهُ إِلَى الْإِنْسَانِ فَعَيْنُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَوَمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَوْلَا لَ الْإِلَهِ إِلَّا اللَّهُ
يَبْتَنِي بِذَلِكَ وَجْهَهُ اللَّهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ
وَهُوَ حَدَّثَنِي سَالِحُو هُوَ مِنْ سَالِحِي عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَصَدَّقَهُ بِذَلِكَ

ترجمہ: حضرت محمد بن الربیع الانصاری فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مالک جو جناب رسول اللہ صلیم

کے ان صحابہ میں سے ہیں جو انصار میں سے ہر کی لڑائی میں حاضر ہوئے وہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میری بیٹائی میں ضعف آگیا ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھانا ہوں جب بارشیں ہوتی ہیں۔ تو یہ دادی جو میرے اور ان کے درمیان حامل ہے اس میں سیلاب آجاتا ہے تو میں ان کی مسجد تک نہیں پہنچ سکتا کہ میں انہیں پڑھا سکوں میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں وہاں میرے گھر میں آپ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے ملے نماز بنا لوں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا انشاء اللہ میں عنقریب ایسا کروں گا۔ حضرت متبان فرماتے ہیں کہ دن چڑھ چکا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم سویرے میرے پاس تشریف لائے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دے دی جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو ابھی بیٹھے ہی تھے کہ آیا کہ گھر کے کون سے حصہ میں تم میری نماز پڑھنا پسند کرتے ہو۔ میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر نماز کے لئے تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر صف بندی کر لی آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی سلام پھیرا حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں کہ آپ کو گوشت اور آٹے کے بنے ہوئے ٹریڈ پر روک لیا جو آپ کے لئے ہم نے بنایا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں اہل محلہ ہیں بہت سے لوگ کود پڑے جب اکٹھے ہو گئے تو ایک کہنے والا نے ان میں سے کہا کہ مالک بن النخیش یا ابن کدخشن کہاں ہے یعنی وہ تو ہمیں آیا کسی نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ جس پر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کہو کیا دیکھتے نہیں کہ وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ خلوص سے کہہ چکا ہے جس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے۔ وہ بولا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے ہم تو اس کی توجہ اور خیر خواہی سب کی سب منافقین کی طرف سمجھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ بلند و برتر ہر اس شخص کو جہنم پر حرام قرار دے چکا ہے جن نے خلوص ل سے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے مصعب بن محمد انصاری سے محمود بن الریح کی روایت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

قتل شیخ مدنی۔ مساجد بیروت (گھر دل کی مسجد میں) چونکہ عام لوگوں کے لئے نہیں ہوتیں۔ کیونکہ شرعی مسجد عند الاضاف وہ ہے جس میں اذن عام ہو۔ اور اسی میں ماضیہ وغیرہ کے احکام جاری ہوتے ہیں اور بعض حضرات اذن عام کی قید نہیں لگاتے۔ مصنف بھی یہی کہتے ہیں کہ مساجد بیروت مکرم

میں مساجد کا ہے اگرچہ اس میں اذن عام نہ ہو۔ ضریرہ تودہ ہے کہ پہلے پہل آٹے کو گھی میں بھونکتے ہیں۔ پھر اس میں پانی ڈالتے ہیں۔ اگر نمک ڈالا جائے تو اسے عصید کہتے ہیں۔ اگر مٹھائی اور دود وغیرہ ڈالا جائے۔ تو اسے حریرہ کہتے ہیں۔ اگر گوشت اور آٹا ہو۔ تو اسے ضریرہ کہتے ہیں۔ بنید بذات وجہ اللہ اشکال ہو تا ہے کہ ارادہ غیر مرتی ہے۔ آپ نے یہ کیسے ارشاد فرمادیا تو کہا جائے گا کہ علامات اور دلائل سے بھی کبھی اس کا علم ہو جاتا ہے۔ مسئلہ احناف گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر اس مسئلے کو مسجد شرعی نہیں کہتے۔ کیونکہ اس کے لئے قیود ہیں در نہ آپ نے جمیع ارض کو مسجد کہلے اس جگہ قیود کے ثبوت اور عدم ثبوت پر کوئی چیز دلائل نہیں کرتی۔ ہماری بحث مسجد نبوی میں نہیں مسجد اصطلاحی میں ہے

خشیجہ از شیخ زکریا۔ ابو داؤد شریف کے اندر حضرت سمرہؓ کے خط میں ایک روایت ہے جس میں وارد ہے ان رسول اللہ صلوٰۃ کاں یا مونا بالمساجد ان تضغطا فی حودنا اس روایت کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کی خاص جگہیں بنانے کا امر فرمایا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہم کو اپنے محلہ میں مسجد بنانے کا حکم دیا ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت کی تائید کرتے ہوئے بیوت کے اندر کسی خاص جگہ کو نماز کے لئے خاص کرنے کا استحباب بیان فرماتے ہیں گویا کہ اول معنی کی تعین کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں۔ اصل البوائی مسجد فی داہہ جماعت اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اپنے گھروں کے اندر نماز پڑھنے کے لئے مستقل جگہ بنا رکھی تھی۔ یہاں حضرت براہمہؓ کا اثر میں مسجد کا لفظ مجازاً بول دیا گیا۔ اسی طرح جہاں بھی گھر کے اندر مسجد کا ذکر ہو کیونکہ مسجد شرعی کے اندر ضروری ہے کہ اذن عام ہو۔ اور گھر کی مسجد میں اذن عام نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے فاتحہ مصحف فرمایا ہے جس سے اتحاد المسجد فی البیوت ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درخواست کی کہ گھر کے اندر نماز کے لئے کوئی خاص جگہ بنا لیں۔

تنبیہ۔ ہم نے بیان کیا ہے کہ ابو داؤد کی روایت میں حضرت سمرہؓ کے خط میں ایک بیعت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ نے اپنے بیٹوں کو خط لکھا تھا جس کے اندر روایات لکھی گئی تھیں ان میں سے چھ امام ابو داؤد نے نقل کی ہیں تین جلد ازل میں اور تین جلد ثانی میں البتہ مسند بزار

میں تئو روایات اسی خط سے نقل کی گئی ہیں، این نخب الزہاں روایت میں یہ ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچے ہی فرمایا ابن نجیب اور حضرت ام سلمہ کے واقعہ میں ہے کہ کھانا تبادل فرما کر استراحت فرمائی اس کے بعد نماز پڑھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود اصلی نماز پڑھنا تھا اس لئے اس کو مقدم کر دیا اور کھانا تابع تھا اس کو مؤخر فرمایا۔ منتاب فی البیت و جال اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ حب کوئی بزرگ آجائے۔ تو لوگ اس سے ملنے کے لئے اس کی زیارت کے لئے آ جلتے ہیں ایسا یہاں بھی ہوا پھر حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا بوجھنا۔ ابن مالک بن الاخنس یا ابن الاخنس یہ کسی راوی کو شبہ ہو گیا مصنف نے یا کتباً ہے۔ مگر یہ دونوں غلط ہیں صحیح مالک بن الاخنس بالمیم ہے۔

فانا نؤی وجہ اگر ان حضرات نے ان کے نہ آنے پر غصہ کی وجہ سے یہ بات کہی ہے تو اس میں کوئی بات نہیں غصہ میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ اگر غصہ نہ تھا بلکہ واقعہ میں ایسا سمجھ کر کہا تو انہوں نے معلوم نہیں ہو گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا ہو گا۔ اس لئے آپ نے لا تقولوا فیہ فرمایا۔ قال ابن شہاب سوال کی وجہ یہ ہے کہ روایت سے بظاہر احتمال عمل سمجھ میں آتا ہے اور دوسری روایات عمل چاہتی ہیں تو انہوں نے سوال کیا کہ آیا یہ صحیح محفوظ ہے یا نسیان کا ظریبان ہو گیا۔

باب التَّيَمُّنُ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَخِيَرَةِ كَاتِبِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُلَيْمٍ
الْيَمْنُ فَإِذَا حَجَّ يَدُ الْيَمِينِ الْيُسْرَى۔

ترجمہ :- مسجد میں داخل ہونے کے لئے دائیں جانب اختیار کرنی چاہئے اور اس طرح دیگر معاملات میں بھی حضرت ابن عمرؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو دائیں پاؤں سے ابتدا کرتے اور جب باہر نکلتے تو بائیں پاؤں سے شروع کرتے۔

حدیث نمبر ۴۰۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخَزَمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْبُ التَّيَمُّنُ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِمْ حُلِيمٌ فِي طَهْرِهِ وَتَحْلِيهِمْ تَحْلِيَةً
ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام حالات میں جس قدر طاقت رکھتے
دائیں جانب کو پسند فرماتے تھے وضو کرنے میں گلگھا کرتے اور جوتا پہنتے۔

تشیع از شیخ مدنی :- وغیرہ میں دو نزاحتمال ہیں کہ غیر کا عطف دخول پر ہو یا مسجد پر ہو۔ غیر الاحوال وغیر المسجد حضرت ابن عمرؓ کا اثر بھی کسی چیز کو متعین نہیں کرتا کہ مسجد میں تھا یا غیر مسجد

میں مگر دوسری روایات سے دخول مسجد کا ثبوت ہوتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں مسجد کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر وغیرہ کہنے سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اور مہم شریفہ میں تین کو ترجیح دیتے تھے ان میں سے دخول مسجد بھی ہے چنانچہ فی شانہ کلمہ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔

باب هَلْ يُنْبَسُّ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَامًا مَسَاجِدَ -
 يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَمَا يَجْنُو مِنْ الصَّلَاةِ فِي الْقُبُورِ رَدَّ رَأْيِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَلَسَ بَيْنَ مَا رَدَّ لَكُمْ عِنْدَ قَلْبِ قَالٍ الْقَبْرِ الْقُبُورُ وَكَلِمَاتُ مَرْكَ يَأْتِي عَادَ -

ترجمہ :- کیا جاہلیہ کے مشرکوں کی قبروں کو اکھیر کر ان کی جگہ مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔ بوجہ قول جناب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجد گاہیں بنا دیا۔ اور یہ کہ قبور کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت انس بن مالکؓ کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا قبر سے بچو قبر سے بچو لیکن انہیں نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ دیا

حدیث نمبر ۲۰۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ لُثَيْمٍ الْوَقْفِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَا كَيْسَةَ قَاتِنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيْرُ قَدْ كُنَّا ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ رَأَى أَوَّلَ ذَلِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمْ مِنَ الصَّالِحِينَ فَمَا تَبَنَّا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا أَقْصَوْا فَيَسِّرَ لَكَ الصُّحُفَ أَوَّلَ ذَلِكَ شِوَادُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ اور ام سلمہؓ نے اہل بیت المؤمنین اس گرجے کا ذکر کرتی تھیں جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا جس میں تصویریں تھیں انہوں نے اس کا تذکرہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا۔ آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی نیک آدمی ان میں فوت ہوتا۔ تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں بھی تصویریں رکھتے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مخلوقات میں سے ہوں گے۔

تشریح اذینش مدنی :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الی القبر سے منع فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مقبرہ قارۃ الطریق وغیرہ سب جگہ میں نماز ممنوع ہو۔ تو اس سے کہنا پڑے گا کہ خواہ وہ قبور مشرکین یا جاہلیہ کی ہوں یا مؤمنین کی سب کا یہی ایک حکم ہے۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت اس

وقت ہے جب قبور باقی ہوں اگر قبور مٹ چکی ہوں تو پھر ممانعت نہیں ہے اور قبور مشرکین کا اکھڑنا ضرورت و بلا ضرورت ہر طرح صحیح ہے۔ مگر بغیر ضرورت قبور تو منین کا بنش جائز نہیں اور وہ ضرورت شدید یہ ہے کہ دریا کا پانی قریب آگیا۔ یا کسی دوسرے کی زمین میں قبر بنائی گئی۔ اب وہ اکھڑنے کا مطالبہ کرتا ہے تو اس وقت بنش قبور تو منین بھی جائز ہے۔ بغیر ضرورت شدید سے بنش قبور تو منین جائز نہیں۔ اگر قبور کے درمیان کوئی چیز حائل ہو یا ان کا استقبال نہ ہو تو پھر نماز مقبرہ وغیرہ میں پڑھنا جائز ہے۔ ہل بینش کا جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے امام بخاریؒ اس لئے احتیاط سے کام لیتے ہیں کہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سواء کانت عیدما او الیہما او بینہما یعنی خواہ نماز قبور کے اوپر پڑھی جائے یا ان کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے یا دو قبروں کے درمیان پڑھی جائے۔ نماز صحیح ہوگی۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے حضرت انسؓ کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ یہ عدم فساد پر دلیل ہے۔

تشریح اشیخ ذکر کیا۔ تشریح کی قاطبہ رائے ہے کہ یہاں پر لفظ صل قد کے معنی میں ہے بیسے ہل اقی علی اللسان الآیۃ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روایت میں مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر ہے اور اس میں تصریح ہے کہ قبور مشرکین کا بنش کیا گیا تھا تو پھر لفظ صل کو اپنے اصل معنی پر رکھنا غلط ہے اس لئے یہ قد کے معنی میں ہے اور میرے نزدیک اپنے اصل معنی پر ہے جیسا کہ میں آئندہ بیان کر دوں گا۔ لعن اللہ الیہود اس سے استدلال اس طرح ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی قبور کو مساجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ تو مشرکین کا کیا حال ہوگا۔ لہذا اگر وہاں مسجد بنانے کی ضرورت ہو۔ تو مشرکین کی قبور کا بنش کیا جائے گا۔ ما یکوۃ من الصلوۃ فی القنود یہ ترجمہ کا جزو ہے اور باب کے تحت میں داخل ہے اور اس پر عطف کا نشان بھی لگا ہوا ہے۔ اب یہاں سوال یہ ہے کہ کواہۃ صلوۃ فی المقابر کی کوئی روایت امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمائی تشریح اس کا جواب دیتے ہیں کہ اثر انس بن مالکؓ پر اکتفا کیا گیا۔ اور اس سے استدلال یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبور کے پاس نماز پڑھنے سے روکا۔ اور اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ تو معلوم ہوا کہ مکروہ تو ہے لیکن نماز ہو جائے گی۔ اگر نماز صحیح نہ ہوتی تو اعادہ کا حکم فرماتے۔ اب اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس کے بعد ایک مستقل باب باب کواہۃ الصلوۃ فی المقابر منعقد فرما رہے ہیں۔ لہذا ترجمہ مکرر ہو گیا۔ اور یہ بات اصول میں معلوم ہو چکی ہے کہ اگر تراجم کی غرض ایک ہو تو وہ الفاظ بدل جائیں تو یہ تکرار ہوگا۔ اگر الفاظ ایک

ہوں لیکن اغراض الگ الگ ہوں تو یہ تنکراؤ نہیں جوتا۔ لیکن یہاں دونوں باتوں کی غرض ایک ہی ہے
 تشریح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں کا باب بننا ہے اور آنے والا باب قصد ہے۔ مگر میرے
 نزدیک اس پر اشکال یہ ہے کہ قصد اور تبع کہنے کی ضرورت تو اس وقت پیش آتی ہے۔ جبکہ کوئی
 اور صورت ممکن نہ ہو۔ یہاں اس کے علاوہ ایک صورت اور ہے۔ وہ یہ کہ میرے نزدیک لفظ صل
 اپنے اصلی معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ کیا قبور مشرکین جاہلیہ کا بنش کر دیا جائے اور ان کو
 مساجد بنا دیا جائے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور انبیاء کو مساجد بنانے والوں پر لعنت فرمائی
 ہے تو قبور مشرکین کا کیا حال ہوگا۔ اور اس لئے کہ صلوٰۃ فی المقابر مکروہ ہے تو میرے نزدیک
 ما یکوہ من الصلوٰۃ فی القبرود یہ ترجمہ کا جز نہیں بلکہ لام کے تحت میں داخل ہے۔ اور قول پر
 حلف ہے اور یہ بھی ایک علت ہے میرے قول کی بنا۔ پر جب یہ ترجمہ میں داخل ہی نہ رہا۔ تو
 روایت کی ضرورت نہ رہی اس لئے اثر سے ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی تکرار ہوا۔
 جس کے دفع کی بھی کوئٹہ کی جائے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ صل اپنے اصلی معنی میں کیونکر
 درست ہو سکتا ہے۔ حالانکہ مسجد نبوی کی تمبیک کے وقت بنش قبور مشرکین ہوا۔ اس کا جواب یہ
 ہے کہ چند ابواب کے بعد باب الصلوٰۃ فی مواضع الحنف والعداب منعقد فرمایا گئے
 اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے بابل کے اندر موضع عذاب ہونے کے سبب نماز پڑھنی کر وہ
 سمجھی تو حضرت علیؓ کی غرض کراہت موضع عذاب ہونے کی وجہ سے تھی اور جہاں مشرکین مدفون
 ہوں گے وہ خود موضع عذاب ہے لہذا اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ترجمہ میں لفظ صل لے
 آئے اگر کوئی یہ کہے بنش قبور کے بعد وہاں کیا کچھ رہ گیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بابل میں خسف
 کب واقع ہوا تھا۔ اب بھی وہاں کچھ باقی رہ گیا تھا۔ بالکل نہیں۔ لہذا جس طرح وہاں بادِ جود
 نہ ہونے کے موضع عذاب ہونے کی وجہ سے کراہت ہے تو یہاں بھی عذاب ہو چکا ہے یہ موضع
 عذاب ہے پچنا چاہیے۔

حدیث نمبر ۴۱۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيْثُ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ
 فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى

بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا أُمَّتَقْلَدِيَّتَ السُّلُوكَ فَكَانَ فِي أَنْظُرٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رَدَّ فَنَهَى وَمَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أُلْقِيَ بِفَنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ وَكَانَ يَحْتَبِ أَنْ يَصِلَ إِلَى جَيْتٍ أَدْرَكَتُهُ الْقُلُوبُ وَيَصِلَ إِلَى مَرِ ابْنِ الْغَنَمِ وَآتَتْهُ أَمْرٌ بِنَجَّارِ الْمُسْجِدِ فَادَّسَلَ إِلَى مَلَأَ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِمَا تَطْلُكُوا هَذَا مَا لَكُمْ إِلَّا وَاللَّهِ لَا تَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَلَسْتُ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَفِيهِ خَرِبٌ وَفِيهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ مَكْنُوتٌ ثُمَّ بِالنَّجَّارِ فَسَوَّيْتُ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوا عِصَادَ تَبِيْعِ الْحِجَابَةِ وَجَعَلُوا أَيْقُلُونَ الضَّخَرُ وَهُوَ يَوْمَ تَصْبُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَا حَبْرَ إِلَّا خَيْرٌ إِلَّا خَيْرٌ فَاعْفُ عَنَّا

الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرِينَ (الْحَدِيثُ)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حوالی مدینہ کے ایک قبیلہ میں رہائش پذیر ہوئے جسے بنو عمرو بن عرف کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں میں آپ نے جو ہیں یا میں پیام فرمایا۔ پھر بنو نجار کو پیغام بھیجا کہ تلواریں لٹکائے جوئے تشریف لائے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ گویا کہ میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہیں اور ابو بکر صدیقؓ آپ کے ردیف ہیں۔ اور بنو نجار کی ایک جماعت آپ کے ارد گرد گھیر ڈالے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ حضرت ابوالدب انصاری کے گھر کے صحن میں پڑاؤ کیا۔ اور جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا تھا وہاں پر حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بکریوں کے باڑ میں بھی نماز پڑھتے تھے چنانچہ آپؐ کے مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنو النجار کی جماعت کو پیغام بھیج کر فرمایا کہ اے بنو نجار! آپؐ لوگ یہ اپنا باغ ہمیں قیمت پر دے دیں انہوں نے فرمایا ہنیں اللہ کی قسم! ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تمہیں بتا رہا ہوں مشرکین کی قبریں تھیں کچھ دیر ان ٹکڑا اٹھا اور کچھ حصہ میں کھجور تھیں پس حضور نبی اکرم کے حکم کے مطابق مشرکین کی قبروں کو اکھیر دیا گیا۔ دیران حصہ کو ہموار کیا گیا۔ اور کھجوروں کو کاٹ دیا گیا جن کی قبلہ مسجد کی طرف قطار بنادی گئی۔ اور اس کے دونوں بازوؤں میں پتھر رکھ دیئے گئے۔ اور

پتھروں کی نقل و فصل کے وقت وہ لوگ رجز یہ اشعار پڑھتے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مل کر یہ کہتے تھے اے اللہ! آخرت کی مہلانی کے سوا کوئی مہلانی نہیں ہے اے اللہ! انصاف اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اربعہ عشرین لیلۃ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ ہے جس میں روایات مختلف ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائیں کتنے دن قیام فرمایا۔ اس روایت سے جو ہمیں رانیں معلوم ہوتی ہیں اور خود بخاری شریف کی ایک روایت میں چودہ دن کے قیام کا ذکر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ان میں سے ایک خلاف واقعہ ہوگی تو اس سے ہتھ چلا کہ بخاری شریف کی روایات کے صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری روایات واقعہ کے مطابق ہوں بنا بریں حنفیہ اس قاعدہ کے مطابق کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں رفع یدین کا ذکر آجھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ کے مطابق بھی ہو یعنی آپ کا آخری فعل جو۔ اب یہاں دونوں روایات مشکل ہیں اس لئے کہ سارے محدثین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن قبائیں پہنچے۔ اور پیر کے دن مکہ سے چلے گئے تو پیر کو چلے اور پیر کو قبائیں پہنچے اور مدینہ میں جمعہ کو تشریف لے گئے اور سب سے پہلا جمعہ بنو سالم میں پڑھا۔ ان دونوں دنوں پر اتفاق ہے کہ پیر کو قبائیں پہنچے اور جمعہ کو قبائیں سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اب روایات دو طرح کی ہیں، ایک جو ہمیں کی اور دوسرے چودہ کی۔ ان دونوں میں سے ایک بھی ان اقوال متفقہ کے پیش نظر صحیح نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر چودہ کو لیا جائے۔ تو پیر کو حضورؐ قبائیں تشریف لائے ہیں پیر سے پیر تک آٹھ اور تیسرے پیر تک پندرہ ہو جاتے ہیں لہذا چودہ حوالہ دن یک شبہ کو پڑتا ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کو مدینہ گئے اور چوبیس والی روایت بھی نہیں بنتی اس لئے کہ پیر سے پیر تک آٹھ اور تیسرے پیر تک پندرہ اور چوتھے پیر تک بائیس دن ہوتے ہیں۔ منگل تیس اور بدھ کو چوبیس دن ہوتے ہیں پھر بھی جمعہ کو چوبیس دن نہیں ہوتے۔ اب یہ دونوں صحیح نہ ہوتے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ چوبیس والی روایت صحیح ہے اس کی صورت یہ ہے کہ راوی نے یوم الدخول اور یوم الخروج کو شمار نہیں کیا۔ تو پیر تو یوم الدخول فی قبا تھا۔ اور جمعہ یوم الخروج نہ تھا۔ اب دونوں کو نکال کر چوبیس صحیح ہو جاتے ہیں اور قول متفق علیہ سے بھی تعارض نہیں ہوتا اس لئے کہ اب شمار منگل سے ہو گا۔ کیونکہ پیر تو منگل گیا۔ تو منگل سے منگل تک آٹھ

تیسرے مشکل تک پہنچ رہے تھے مشکل کو بایس اور بدھ تیس اور جمعرات چوبیس ہو جلتے ہیں اور
 اور جمعہ یوم النحر دس ہے وہ بھی خارج ہے لہذا اب بالکل درست ہو گیا۔ اب اس سے میری ایک تائید
 ہو گئی۔ وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں قیام تین جمعوں تک فرمایا۔ اور کوئی سا جمعہ دیہات ہونے سے نہیں
 پڑھا ورنہ اور کیا بات تھی۔ شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تک جمعہ فرض نہیں ہوا تھا اس لئے
 جمعہ نہیں پڑھا اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ حضور پاکؐ پر جمعہ کی فرضیت مکہ میں ہو چکی تھی۔ مگر دارالحرمین نے
 کی وجہ سے مکہ میں اقامت جمعہ نہ فرما سکے اور قبا میں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھ سکے
 احناف کا مسئلہ ابوداؤد کی روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک جب جمعہ کی اذان
 سنتے تھے تو اسعد بن زرارہ کے لئے رحمت کی دعا فرماتے تھے، صاحبزادے نے پوچھا کہ یہ اسعد بن
 زرارہ کون ہیں جن کے لئے آپ ہر جمعہ کو دعا فرماتے ہیں تو فرمایا کہ انہوں نے سب سے پہلے ہمیں
 جمعہ کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل پڑھائی۔ صاحبزادے نے کہا کہ آپ لوگ اس وقت کتنے آدمی تھے
 فرمایا چالیس آدمی تھے۔ شافعیہ اور حنابلہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کے لئے
 چالیس آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات روایت کے آخری حصہ کو تو لیتے
 ہیں۔ اس کے پہلے حصہ کو کیوں نہیں لیتے۔ دوسری دلیل حنفیہ یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر جمعہ مکہ میں فرض
 نہیں ہوا تھا تو اتنی جلدی بنو سالم میں کیسے اطلاع ہو گئی۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ ادا فرمائیں گے جس
 کا انتظام کیا گیا۔ حتیٰ اُنقی۔ بفتحوا ابی ایوب حضرت ابوالیوب انصاریؓ کے دروازے کے سامنے
 اونٹنی جا کر بیٹھ گئی۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزل فرمایا تَمَنُّونَی بِمَا نَطْكُو هَذَا یَوْمَ یَوْمِیوں کی
 زمین تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس زمین کی قیمت تمناؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کو بلا قیمت
 دیں گے۔ مگر سورا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور نہ فرمایا اور قیمت دے کر زمین لی۔ کیونکہ وہ قبیہوں کا مال تھا
 یہاں روایت مختصر ہے۔ ابواب ہجرت میں پوری کہے گی۔

ثقل بدت السیف یہ اس زمانہ کا شعار تھا کہ جب کسی کے استقبال کے لئے جاتے تھے تو تلوار وغیرہ
 ساتھ لے کر جاتے تھے۔ جیسے آجکل شیردانی وغیرہ پہننے کا رواج ہے۔

بَابُ الْمَلُوكِ فِي مَرَاتِعِ النَّعِيمِ
 ترجمہ: بکر یوں کے باڑے میں نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴۱۰ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي مَوَاضِعِ النِّعَمِ ثُمَّ يَمُوتُ بَعْدَ يَقُولُ كَانَ يُصَلِّي فِي مَوَاضِعِ النِّعَمِ قَبْلَ اَنْ يُبْنِيَ الْمَسْجِدَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرمؐ صلعم بکریاں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد ان کے سناوہ فرماتے ہیں کہ مسجد کے بناتے جانے سے پہلے۔ موابض غنم میں نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ اس باب سے بیان جواز کرنا ہے یا استحباب بتلانا ہے۔ اگر استحباب ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ صلعم بکری کو اس کی مسکنت کی وجہ سے پسند فرماتے تھے۔ اور آدمی جس کے پاس اٹھے بیٹھے اس کا اثر پڑتا ہے۔ اور بکری سب جانوروں میں مسکین اور متواضع ہے اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں نیز آدمی جب اونٹوں کے ساتھ رہتا ہے تو شدت اور سختی اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور گائے بھینوں کے اثر سے آدمی کی زبان پر گالیاں کثرت سے آنے لگتی ہیں نیز چنڈوں اکثر جب بوجھ وغیرہ اٹھاتا ہے اور کچھ زبان سے بولا جائے تو اس کا اثر اور وزن کم محسوس ہوتا ہے جیسے چھپر وغیرہ اٹھاتے وقت کتنا شور مچایا جاتا ہے۔ بنا بریں حضور اکرمؐ صلعم اور صحابہ کرام اجزیہ اشعار پڑھتے تھے

باب الصَّلَاةُ فِي مَوَاضِعِ الْإِبِلِ

ترجمہ :- اونٹ کی جگہوں پر نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۲ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي اِلَى بَعِيرَةٍ وَقَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

ترجمہ :- حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اپنے اونٹ کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ صلعم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ بعض روایات سے معائن اہل میں نماز پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے حالانکہ امام احمدؒ بولتے ہیں کہ حلال سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ معائن اہل میں نماز جائز نہیں۔ اگرچہ وہاں اہل موجود نہ ہوں تب بھی ممنوع ہے۔ اور اہل جنگل میں بیٹھا ہو۔ معائن میں نہ ہونے

بھی نماز ممنوع ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں اتہ یخلق من بول الشیطان کہ وہ شیطان کے پیشاب سے پیدا شدہ ہے۔ لیکن روایت باب سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ممنوع نہیں کیونکہ آپؐ نے ایسے کیا ہے۔
تشریح از شیخ ذکر کیا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صلوٰۃ فی المراءض و المعاطن میں کوئی فرق نہیں دونوں جگہ نماز جائز ہے اور خبابہ کے نزدیک معاطن اہل کے اندر نماز باطل ہے۔ اب بعض علما کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ روایت جو ذکر فرمائی ہے۔ وہ جواز دالی ذکر فرمائی ہے اور پھر اہل کا مستقل ترجمہ اس لئے باندھ دیا کہ خبابہ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور علامہ سندھیؒ کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ مرايض غنم اور معاطن اہل میں فرق بیان کر رہے ہیں کہ معاطن اور شئی ہے مرايض اور شئی ہے۔ لہذا تفریق کرنے سے پھر امام بخاریؒ خبابہ کے ساتھ ہوں گے۔ خبابہ کا استدلال اورداد کی روایت سے ہے کہ مرايض غنم میں اجازت اور معاطن اہل میں ممانعت وارد ہوتی ہے۔ اور فرمایا فانما من الشیاطین جمہور فرماتے ہیں کہ اہل کے نفار کی وجہ سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔

رأیت النبی صلی علیہ وسلم علامہ سندھیؒ کے قول کے مطابق امام بخاریؒ نے صلوٰۃ فی معاطن اہل اور صلوٰۃ الی اہل میں فرق فرمایا ہے کہ صلوٰۃ الی اہل صلوٰۃ فی معاطن اہل نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے لحوم اہل سے وضو کو ضروری قرار دیا ہے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ میں ہے چنانچہ خبابہ کے ہاں اعطان اہل میں نماز نہیں ہوتی اور خود حضور اکرم صلی علیہ وسلم کا ارشاد ہے تووضوا من لحوم اہل اس سے خبابہ کو تقویت پہنچی۔ ائمہ ثلاثہ اس کی تاویل میں تین جواہات دیتے ہیں۔ اول یہ کہ منسوخ ہے۔ دوم یہ کہ وضو سے وضو لغوی مراد ہے۔ سوم یہ کہ استنجاب پر محمول ہے۔ اور خبابہ وضو سے وضو اصطلاحی مراد لیتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک لحوم اہل ناقض وضو ہیں۔

باب مَنْ صَلَّى وَقَدْ آمَنَ تَتَوَدَّ أَوْ نَكَأَ أَوْ شَجَّ وَمَا يُعْبَدُ فَآذَاهُمْ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ التَّوَصُّعِيُّ أَخْبَرَنِي أَشْبَحُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيْكَ النَّارُ وَأَنَا هَاهُنَا۔

ترجمہ :- جو شخص نماز پڑھے اور اس کے آگے تنور ہو یا وہ چیز ہو جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اس سے اس کا ارادہ صرف ذات باری تعالیٰ ہو۔ تو نماز صحیح ہوگی۔ جناب امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے مجھے خبر دی کہ جناب نبی اکرمؐ نے فرمایا جہنم میرے سامنے پیش کا گئی جبکہ میں نماز پڑھ

رہا تھا۔

حدیث نمبر ۴۱۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَبْرُكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ النَّارَ فَلَوْ أَنَّ مَنْظَرًا مِمَّا يُورَى مَرَّقَطَ أَقْطَعَ - (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر فرمایا کہ مجھے جہنم دکھائی گئی آج کے دن جیسا بھی ایک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

تشبیہ از شیخ مدنی :- علماء احناف فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس سے تشبیہ یا کفر لازم آتا ہے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ عبادت الہی کا ارادہ کیوں نہ ہو تشبیہ کی وجہ سے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف میں اپنے آگے نار کو دیکھا تو نماز پڑھتے رہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ یہ نار دنیاوی نہیں بلکہ اخروی ہے ہم اس نار کے سامنے ہونے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ جو دنیا میں معبود بنائی جاتی ہے۔ ہاں البتہ چراغ اور لالٹین جی وغیرہ کو سامنے لانے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی وہ نار جو کفار کے طریقہ پر معبود بنتی ہے اس کو سامنے لانا ممنوع اور مکروہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ ہالا اختیار اسے سامنے لایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو نار بلا اختیار لائی گئی تھی۔ لہذا اس سے استدلال صحیح نہ ہوگا۔

تشبیہ از شیخ زکریا تنویر :- نار دغیرہ کی طرف نماز پڑھنا محمد بن سیرین اور بہت سے تابعین خفیہ اور خلیل کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام بخاریؒ مائتین کراہت پر رد فرما رہے ہیں کہ نماز میں مقصود حق تعالیٰ کی ذات ہے اور جب کوئی اللہ واسطے نماز پڑھے۔ تو نار دغیرہ اس کے اندر کوئی خلل و جزو پیدا نہیں کر سکتی۔ اور استدلال اس سے ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ کسوف پڑھ رہے تھے اور آپ نے نماز کے دوران آگ دیکھی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جہنم کی آگ ہے۔ اس کو دنیا کی آگ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ نیز وہ نار آپ کے اختیار سے آپ کے سامنے نہیں تھی، اور ممکن ہے کہ نار جہنم اپنی ہی مقام پر ہو۔ اور آپ کو وہیں سے دکھایا گیا ہو۔ اور ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آگ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دیکھ لیا جس طرح تعظیمین کو نماز کے اندر دیکھ لیتے تھے نیز! ہماری طرف سے یہ جواب بھی ہے

کہ امام بخاریؒ خود ما قبل میں وہ حدیث بیان کر آئے ہیں جس میں مکان میں تصاویر ہوں وہاں نماز کر دے
مزید برآں آگے باب الصلوٰۃ فی البیۃ منقذہ فرما کر مجدد نصاریٰ میں نماز کی کراہت ثابت فرمائیں
گئے۔ رہ گیا امام بخاریؒ کا مسئلہ کہ حضورؐ صلوٰۃ کسوف میں جنت بہنم دکھائی گئیں تو اس کا جواب یہ ہے
کہ وہ آگ آپ کے سامنے نہیں تھی۔ بلکہ وہ اپنی جگہ سے نظر آرہی تھی نیز یہ تکوینی امر ہے اس پر اختیار
معمول کو ٹیپس نہ کرنا چاہیے۔

باب کثر اہیۃ الصلوٰۃ فی المقابر

ترجمہ :- قبور کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے

حدیث نمبر ۴۱۴۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَمَّانِيُّ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِّنْ صَلَواتِكُمْ وَلَا تَتَخَذُوا هَاقِبُودًا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ بنی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے
گھروں کے اندر بھی کچھ نماز کا حصہ کر لیا کرو گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: روایت میں تو اجعلوا فی بیوتکم الخ ہے اس سے کراہت کیسے

ثابت ہوگی۔ مگر چونکہ آپؐ فرما رہے ہیں کہ گھروں کو قبور مت بناؤ، اور قبور میں نماز نہیں پڑھی جاتی
معلوم ہوا کہ متابر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

تشریح از شیخ ذکر گیا: صلوٰۃ فی المقابر خالبہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے اور غیر خالبہ کے ہاں مکروہ

نہی ہے وہ لا تتخذوا ہاقبوا الخ اس کے معنی میں مختلف اقوال میں اول یہ کہ تشبیہ عدم صلوٰۃ

میں ہے، یعنی جیسے متابر میں نماز نہیں پڑھی جاتی تو تم اپنے گھروں کو ایسا مت بناؤ کہ اس کے اندر بالکل

ہی نماز نہ پڑھو، اور مقصد امام بخاریؒ کا یہی ہے اور اسی سے ترجمہ ثابت ہے اس صورت میں لا تتخذوا

قبورا جملہ اولیٰ اجعلوا فی بیوتکم الخ کی تائید ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ گھروں میں اپنے

مرے دفن نہ کرو۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ متابر میں گھر نہ بناؤ کیونکہ قبور سے عبرت حاصل کی جاتی ہے تاکہ

قبریں گھروں میں بنائی جانے لگیں، تو مقصد ہی فوت ہو جائے گا، الحاصل اصلوا فی بیوتکم مت

صلواتکم سے مراد نوافل ہیں کہ نوافل گھر کے اندر پڑھنے چاہئیں اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اس

سے فرائض مراد ہوں کہ جب مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے تو گھر کے اندر جماعت کر لیا کرو۔ اور

تخصوہا قبول کا مطلب بطور لطیفہ کے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی تہا کے گمراہی کی کچھ خاطر تواضع کر لیا کر دے۔ ایسے نہ ہو جیسے قبرستان چلا جائے تو دھواں کوئی پان کھلانے والا بھی نہ ملے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔

باب الْقَلْوَةُ فِي مَوَاضِعِ الْخُشْفِ وَالْعَذَابِ وَيُذَكِّرُ أَنَّ عَذَابَ اللَّهِ عَظِيمٌ

کِرَّةُ الْقَلْوَةِ بِخُشْفِ بَابِلَ -

ترجمہ: خشف اور عذاب کی جگہ پر نماز پڑھنا کیلئے۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کی خشف کی جگہ نماز کو مکروہ فرمایا۔

حدیث نمبر ۴۱۵ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُصَمَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَذِهِ الْمُعَذِّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بِأَكْبَيْنَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بِأَكْبَيْنَ لَا تَدْخُلُوا عَلَيْكُمْ وَلَا يُعْرِبُكُمْ مَا أَصَابَهُمْ -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان عذاب دہ گئے لوگوں پر داخل نہ ہو کر روتے ہوئے۔ اور ان پر داخل نہ ہو کہیں تم پر وہ مصیبت نہ پڑ جائے جو ان پر پڑ چکی ہے۔

تفسیر: از شیخ مدنی: خشف کے معنی دھنسنے کے ہیں۔ اس سے مطلق عذاب مراد ہے۔ بابل میں ایک ایسا بازار بنایا گیا تھا جس کا تعلق زمین سے کچھ نہیں تھا۔ بلکہ جو اور فضا میں جاکر بیچ وشر کرتے تھے حضرت ابراہیم التشریف لائے۔ انہوں نے ان لوگوں کو اس تعلق سے روکا مگر وہ نہ رُکے۔ اس لئے وہ چھت ان پر گر پڑی اب یہاں اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت میں تو ہے کہ لَا أَنْ تَكُونُوا بِأَكْبَيْنَ اس سے کراہت کیسے ثابت ہوئی تو کہا جائے گا کہ جب وہ رونے کی جگہ ہے۔ تو اس میں التفتات اور توجہ الی اللہ نہیں ہوگی۔ اس لئے نماز مکروہ ہے۔ یا یہ کہ روتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بجا بھی خوف عذاب بعد بین میں سے ہے۔ تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر بجا توجہ اللہ ہو۔ تو پھر مکروہ نہیں۔

تفسیر: از شیخ ذکر کیا۔ ایسے مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام بخاری کا استدلال

لَا تَدْخُلُوا سَعَةً، کیونکہ اگر نماز میں مشغول ہوگا۔ تو بجا کہاں سے حاصل ہوگا۔ بجا میں مشغول ہوگا یا نماز میں اگر اشکال ہو کہ نماز باعث رحمت ہے موضع خشف میں نماز پڑھنی چاہیے تھا تا کہ عذاب کا اثر کم ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز اگرچہ رحمت ہے، لیکن دعا بھی ہے۔ اور موضع خشف میں اگر زیادہ

اخلاص نہ ہو۔ تور د دعا کا اندر بشر ہے۔ یہ یاد رہے کہ امام بخاریؒ جواز صلوٰۃ فی مواضع الخسف کے قائل ہیں۔

باب الصلوٰۃ فی اُبُیْحَتَہٗ ، وَخَالَ صُغُرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِنَّا لَا نَدَّ حُلَّ کُنَّا یُسْکُو مِنْ اَجْلِ التَّمَاثِیْلِ الْکَثْرِ فِیْہَا الصُّوَرُ وَکَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ یُصَلِّیْ فَاِبْیَعَتُہٗ لَاقِبِیْعَتِہٖ فِیْہَا تَمَاثِیْلٌ۔ ۱۰

ترجمہ :- گر جاگھر میں نماز پڑھنا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تمہارے گرجوں میں داخل نہیں ہوں گے۔ ان مورتیوں کی وجہ سے جن میں تصویریں ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ گر جاگھر میں نماز پڑھتے تھے گمان گرجوں میں نماز نہیں پڑھتے جن میں مورتیاں ہوتی تھیں۔

حدیث نمبر ۴۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَاہُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَنِیْسَةً رَاَتْہَا بِکَرِیْنِیَہِ الْحَبَشَیَّةِ یَقَالُ لَهَا مَا رِیَیْتُ فَذَكَرَتْ لَہٗ مَا رَاَتْ فِیْہَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُولَٰئِکَ تَقَوْمٌ اِفَا مَاتَ فِیْہِمْ اَعْبَدُوا الصَّالِحِ اَوْ التَّحِلُّ الصَّالِحِ یَنْبُوْا عَلٰی قَبْرِہِمْ مَسْجِدًا اَوْ صَوْرًا اَوْ فِیْہِ تِلْکَ الصُّوَرُ اَوْ اَتِلْکَ شِیْءًا اَوْ اَلْخَلْقَ عِنْدَ اللہِ (المحدث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس گر جاگھر ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا جسے ماریہ کہا جاتا تھا۔ تو حضرت ام سلمہؓ ان تصویروں کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے اس گر جاگھر میں دیکھی تھیں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ قوم ہے جب ان میں کوئی نیک بندہ مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے۔ اور یہ تصویریں بھی اس میں بنالیتے تھے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوقات میں سے ہیں۔

کشتیچ از شیخ مدنی رم بیچہ نقاری کے معبد کو کہتے ہیں اور کنیسہ بھی کہا جاتا تھا۔ اور یہودیوں کے معبد کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ اور راہبوں کے رہنے کی جگہ کو صومعہ کہا جاتا تھا۔ التماثیل اور التلی فیہا الصور دونو ایک چیز ہیں تو تعریف الشیخ بنفسہ لازم آئے گی تو کہا جائے گا کہ التلی فیہا الصور مستقل جملہ ہے اور تماثیل سے بدل واقع ہو رہا ہے۔ اس روایت سے امام بخاریؒ جواز صلوٰۃ فی البیعیۃ ثابت فرما رہے ہیں۔ مگر اکثر ائمہ ایسی جگہ نماز پڑھنے کو مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ اس سے تشبہ بالکفر لازم آتا ہے

اور ہو سکتا ہے کہ الصور عطف بیان ہو اور بعض لوگ تماثیل اور صور میں عموم و خصوص مطلق مانتے ہیں کہ تماثیل صور سے عام ہے اور الصور ذوی الارواح کے لئے خاص ہے تو اب مقصد یہ ہو گا کہ وہ تماثیل جن میں صور ہیں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جن میں صور نہیں ان میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، جمہور یہی فرماتے ہیں کہ چونکہ اس سے فرک اور تشبیہ بالکفر لازم آتا ہے۔ امام بخاری، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے قول اور فصل سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پیغمبر میں نماز ممنوع نہیں۔ یہاں تک کہ کراہت کا قول بھی نہیں کرتے، جمہور جواز مع الکراہت کے قائل ہیں۔

فتنیج از شیخ زکریا۔ بیہ معاہد نصاریٰ کو کہتے ہیں صلوة فی البیہ حنا بلہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہے خواہ اس کے اندر تصاویر ہی کیوں نہ ہوں اور مالکیہ کے نزدیک تفریق ہے۔ اگر تصاویر میں تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔ اور احناف و شوافع کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے قال عمرؓ ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا میلان مالکیہ کی طرف ہے۔ قال عمرؓ ان کا استدلال ہے مگر اس سے ان کا استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے دخول کے متعلق فرمایا ہے۔ نماز کا تو اس میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

باب

حدیث نمبر ۴۱ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَا سَمِعْنَا نُبُلَّ بْنَ مَسْلَمَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَبِئَتْ لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ كَعْتَهُ اللَّهُ عَلَى الْيَمْنِ وَالنَّصَاوِي اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحْذَرُ مَا مَنَعُوا - (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو وہ چادر منقش جو آپ کے چہرہ انور پر تھی اس کو پھینکنے لگے جاتے جب اس سے گھٹن محسوس ہوئی تو اپنے چہرہ انور سے اس کو کھول دیتے پس آپ اسی حالت میں تھے کہ فرماتے لگے اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت بھیجے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ راوی کہتا ہے کہ ان کی اس کارگزاری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈراتے تھے اور بچانا چاہتے تھے۔

فتنیج از شیخ مدنی یہ باب بلا ترجمہ ہے جو کہ اب سابق کا افضل ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ پہلے باب سے مسجد نصاریٰ میں نماز پڑھنے کی کراہت معلوم ہوتی تھی اس باب سے بھی کراہت معلوم ہوتی ہے

مگر پہلے باب میں کما ہرہ کی وجہ سے کراہت ہے۔ اگر قبور انبیاء علیہم السلام کو مسجد بنایا جائے تو یہ شرک ہے۔ اگر مسجد علیہا ہوں تو بھی قبور کی توہین ہے۔ اس لئے وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ اب اس سے قبور کے قریب نماز پڑھنا جائز ہوگا جیسا کہ روضۃ اقدس کے چاروں طرف مسجد نبوی بنائی گئی ہے۔ یہ عمل مسجد نہیں۔ روایت میں ممانعت اسی منع کے اعتبار سے ہے کہ انہیں محل مسجد نہ بنایا جائے۔ اور کلاس میں قبور پر کھڑے ہو کر آج بھی سجدے کرتے ہیں قبور کا مسجد الیہا ہونا یہ تو شرک ہے۔ اس کو یہاں بتلانا نہیں ہے، دوسرے آیت کے روضۃ اقدس کے ارد گرد محض دیوار بنائی گئی ہے۔ تاکہ حجرہ کی دیوار کے ساتھ تماس نہ ہو۔ یہ دیواریں تھکر کی ہیں۔ ان کے اندر کوئی دروازہ نہیں یہی وجہ ہے کہ حجرہ نبوی کو آج کوئی بھی دیکھنے والا نہیں پایا جاتا۔ اس محض دیوار کے باہر لوہے اور پتیل کی جالی لگی ہوئی ہے۔ اس میں چار دروازے ہیں جانب مشرق کا دروازہ ہر روز کھلتا ہے۔ اور جانب شمال کا دروازہ صرف رمضان المبارک میں کھلا کرتا تھا۔ اور جانب مغرب میں جو دروازہ ہے وہ تب کھلتا تھا جب کہ اہل اسلام پر کوئی مصیبت نازل ہو۔ تو روضہ من رماض الجنۃ کے اندر مصحف عثمانی رکھا رہتا تھا۔ وہاں لوگ جا کر دعا مانگتے تھے۔ جانب جنوب یعنی قبلہ کی جانب کا دروازہ کبھی نہیں کھولا گیا غرضیکہ حجرہ کی دیوار کو کسی نے نہیں دیکھا البتہ سلسلہ میں جبکہ مسجد نبوی محل گئی تو حجرہ مبارکہ بھی جل گیا تھا اس کی بنائے وقت لوگوں نے دیکھا۔ خلاصۃ الوفای میں کبوتر کا واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس مرے ہوئے کبوتر کو نکلنے والے نے حجرہ کی دیوار کو دیکھا۔ مگر وہ انتقال کے وقت تک کسی سے ہم کلام نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اس کے متعلق اس نے کچھ بتلایا۔ سلطان محمود زنگی والے دمشق نے جو سیسہ کی دیوار بنوائی تھی۔ وہ بھی حاجر عبد العزیز کے باہر ہے۔ الغرض یہاں جو شبہ ہوتا تھا کہ جوار قبور صالحین و جوار قبر البنی میں نماز ممنوع نہیں کیونکہ روضۃ اطہر کے باہر تو کئی دیواریں ہیں حجرہ مبارکہ کو کج تک کسی نے دیکھا نہیں ہے تو اس کا مسجد بنانا کیسے لازم آئے گا۔ باقی جوار میں نماز ممنوع نہیں ہے

خشیشیہ از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ اس کا فی الجملہ تعلق ما قبل سے فصل کی طرح ہے۔
والجامع النجہ عن اقتضاء القیود مساجد کہ قبور کو مساجد بنانے سے روکنا ہے امام بخاری نے اس باب سے ان لوگوں کے قول کی طرف اشارہ فرمادیا جو مطلقاً کما ہتھ صلوۃ فی البیعة کے قائل ہیں اور دوسری غرض یہ ہے کہ باب سابق سے صلوۃ فی معبد الفساری ثابت فرمایا تھا۔ اور اس سے صلوۃ فی معابد الیہود

ثابت فرماتے ہیں اور یہی میری رائے ہے۔

حدیث نمبر ۴۱۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْوَحْدِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِلِ اللَّهَ أَيْمُونَهُ وَاتَّخِذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مارے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مسجدیں بنا دیا۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَهَيْئًا۔

ترجمہ:- جناب نبی اکرمؐ کا ارشاد کہ تمام روئے زمین میرے لئے مسجد گاہ اور طہور بنائی گئی۔

حدیث نمبر ۴۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَنَابِلٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ مَسْجِدًا لَوْ يُطَهَّرُ أَحَدٌ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي لَنُصِرْتُ بِهِ لَوْ عِيبَ مَسْبُورَةٍ شَهَرَةٍ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيُّهَا رَجُلٌ مَعِيَ أَذْرَكَتُهُ الطَّلُوعُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْفَنَاءُ وَكَانَ الشَّيْءُ يُبْعَثُ إِلَيَّ قَوْلِيهِمْ خَاصَّةً وَكُنْتُ رَأَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ۔ (الحديث)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی جو میرے لئے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب سے مدد کی گئی اور تمام روئے زمین میرے لئے مسجد اور طہور بنائی گئی، اور میری امت کے جس آدمی کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لے اور غنیمتیں میرے لئے حلال کی گئی، اور پہلے نبی خاص ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی

تشیع از شیخ مدنیؒ یہاں پانچ خصوصیات ذکر کی گئی ہیں اور بھی بہت خصوصیات ہیں جن کو امام بیہقیؒ نے اپنے دور سالوں میں جمع کیا ہے۔ اور خصوصیات نبوی ایک ہزار سے بھی زائد بتلائی ہیں تو یہاں مختصر کر کے نہ ہو گا۔ اور نہ ہی ذکر مدد اس بات کا مقتضی ہے کہ مازاد کی نفی کرے۔ جعلت لی الارض مسجداً سب روئے زمین آپ کے لئے مسجد بنا دیا گیا۔ مگر عوارض کی وجہ سے بعض مقامات کا استثنا کیا گیا ہے، جیسے بقرہ قارعة اہل یق وغیرہ واعطیت الشفاعة اگر شبہ ہو کہ شفاعت آپ کی خصوصیت نہیں بلکہ انبیاء سابقین بھی شفاعت کریں گے۔ بلکہ اطفال بھی اپنے ماں باپ کے لئے بھی شفاعت کریں گے۔ تو اس کا جواب

یہ ہے کہ شفاعت سے اس جگہ شفاعت کبریٰ مراد ہے اور یہی آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ تمام عالم کی شفاعت فرماتے گئے۔ شفاعت موقوف کے عذاب سے نجات دلانے کے لئے ہوگی اور بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ تین شفاعتیں غرض ہیں۔ (۱) شفاعت کبریٰ (۲) شفاعت من یدخل الجنة بغیب حساب (۳) اخراج من فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان۔

تشبیح از شیخ زکریا۔ ترجمہ کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اوپر جو کراہتہ صلوٰۃ ان مقامات کے متعلق ذکر کی گئی وہ خلاف اولیٰ پر محمول ہے

باب نمبر ۱۰۲۰ اَلْمَوْتُ اَرْفَ الْمَسْجِدِ

ترجمہ :- عورت کا مسجد کے اندر سونا

حدیث نمبر ۴۲۰ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَمَاعٍ قَالَ سَمِعْتُ اُمَّ مَرْثَةَ عَائِشَةَ اَنَّ وَلِيدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحْجٍ مِنَ الْعَرَبِ فَاَعْتَقُوَهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ فَخَرَجْتُ صَبِيَةً اَمُّهُ عَلَيَّهَا نِكَاحٌ اَخَصَرُ مِنْ سَيُورٍ قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ اَوْ وَقَعَ مِنْهَا فَمَرَّتْ بِهِمُ حَدِيَاةٌ وَهُوَ مَلْفٌ حَبَبَةٌ لَحْمًا لَخَطَفَتْهُ قَالَتْ فَاَتَمَسُوهُ فَلَوْ يَجِدُوهُ قَالَتْ فَاَتَمَمُوْنِي بِهِمُ قَالَتْ فَطَفِقُوا لِيَفْتَسُوْنِي حَتَّى فَتَسُوْا اَمْلِكُمَا قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَقَائِمَةٌ مَّعَهُمْ اِذَا مَرَّتِ الْحَدِيَاةُ فَاَلْتَمَسْتُ قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ فَقُلْتُ هَذَا الَّذِي اَتَمَمْتُمُوْنِي بِهِمُ زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بِرَبِيْعَةٍ هُوَ اَهُوَ قَالَتْ كَجَاءَتْ رَاٰى سُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسَلْتُ قَالَتْ عَائِشَةُ كَمَا نَتُّ لَهَا خِيَابًا فِي الْمَسْجِدِ اَوْ حُمْشٍ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنِي فَتَحَدِّثُ عَلَيَّ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عَلَيَّ جُلُوسًا اِلَّا قَالَتْ وَيَوَّ مَ الْوَسَّاجِ مِنْ كَا حَبِيْبٍ رَّبَّنَا اَلَا اِنَّهُ مِنْ بَلَدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَأْنُكَ لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتُ هَذَا قَالَتْ تَحَدَّثِيْنِي بِهَذَا الْحَدِيْثِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی رنگ والی چھوڑی تھی جس کو انہوں نے آزاد کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ ان کے پاس رہنے لگی۔ وہ بیان کرتی ہے کہ ان کی ایک چھوٹی لڑکی گھر سے اس مال بیلگی ان کی کہ چڑے کے تسموں کا ایک سرخ ہار اس کے اوپر تھا اس نے اسے رکھ دیا وہ ہار گر پڑا بہر حال ایک چھوٹی سی گدھ (چیل) اس کے پاس سے گزری جبکہ وہ ہار پڑا ہوا تھا کہ

گدھ نے اسے گوشت سمجھ کر اُچاک لیا۔ وہ کہتی ہے کہ ان لوگوں نے خوب تلاش کیا مگر ہارنے نہ ملتا تھا اور نہ وہ ملا۔ تو انہوں نے مجھ پر اس کی تہمت لگائی چنانچہ انہوں نے میری تلاش یعنی شروع کی یہاں تک کہ میرے اندام نہانی کی بھی تلاشی لی وہ کہتی ہے کہ اللہ کی شان میں ان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک وہ چھوٹی سی گدھ (چیل) اس ہار کو لے کر گزری پھر اسے پھینک دیا۔ اتفاق سے وہ ہار ان کے درمیان آکر گرنا تو وہ کہتی ہے کہ میں نے کہا یہ وہ ہار ہے جس کے ساتھ تم نے مجھے منہم کیا اور خدا جلنے کیا کیا کہا حالانکہ میں اس سے بری تھی۔ اور وہ تھلے سے سامنے یہ ہے۔ پس وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ یا ایک چھوٹا سا گھر تھا وہ میرے پاس آکر بائیں کرتی تھیں اور جب بھی میرے پاس اس کی مجلس ہوتی۔ تو وہ شہر پڑھا کرتی تھی۔

ہار والادن ہمارے رب کی عجاibat میں سے ہے

بہر حال اس نے کفر کے شہر سے مجھے نجات دلائی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ جب بھی تو میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہ شہر ضرور پڑھتی ہے۔ پھر وہ مجھے اپنا وہ واقعہ سنائی اور بیان کرتی تھی۔

قتیبی از شیخ مدنی روایت باب سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جس طرح عند الضرورت مردوں کے لئے نوم فی المسجد جائز ہے۔ ایسے عند الضرورت عورتوں کے لئے بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ سیورج سیب کی بمعنی چڑے کی لمبی پٹا حدیث بمعنی چیل زعمتم ای ذعتم الخ مسختہ ثواب اس لڑکی کو اپنے متعلقین کے قبیلہ سے نفرت ہو گئی۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ مسلمان ہو گئی چونکہ اگے اس کے لئے کوئی مکان نہیں تھا۔ اس لئے اس کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگایا گیا۔ یوم النبیؐ وہی چیل والا واقعہ ہے کہ اگر وہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ میں دارالاسلام میں آسکتی اور نہ اسلام سے شرف ہوتی اس لئے اس رب العزت کے اعاجیب میں شمار کرتی ہوں۔

قتیبی از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں۔ ایک نوم المرأة فی المسجد کا اور دوسرا نوم الرجال فی المسجد کا۔ لفظ ہر امام بخاریؒ کی غرض دونوں بابوں سے جواز بیان کرنا ہے جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے مگر نوم المرأة کو نوم الرجال پر مقدم کر دیا۔ انتہام کی بنا پر۔ کیونکہ عورت محل فتنہ ہے ممکن ہے عدم جواز کا وہم ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اسے مقدم کر کے جواز کو واضح فرما دیا۔ اور اسی محل فتنہ میں

سونا کی وجہ سے مالکیہ کا مذہب ہے کہ عورت کو مطلقاً مسجد میں سونا جائز نہیں وان كانت مجوزۃ اگرچہ بطبعیا کیوں نہ ہو۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے اور نوم الرجال کے اندر امام مالک کے یہاں تفصیل ہے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سونے کی جگہ نائم کے لئے نہ ہو۔ تو مسجد میں سو سکتا ہے۔ اگر جگہ ہو تو سونا جائز نہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ اگر کوئی ٹھکانا نہ ہو تو باہر سوئے۔ فاعتقوا الزین یہ اس زمانے کا دستور تھا کہ اگر کسی کے غلام ہوتے اور وہ آزاد کر دیتا تو ان کے اخلاق کی بنا پر اس کے دلی نعمت ہونے کے سبب اس کے پاس رہتے تھے۔ اور کہیں نہیں جاتے تھے۔ ان صحابہ نے بھی ایسا کیا۔ مگر بعض تو ایسے تھے کہ غلامی کو پسند کرتے تھے۔ اگر مالک اجازت دیدے اور گھر والے لینے کے لئے آئیں جب بھی جانے کے لئے تیار نہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت دہ بن حارثہؓ کو ان کے گھر والے لینے کے لئے اور بہتری کوشش کی مگر حضرت زیدؓ نہ گئے اور حضورؐ کی غلامی کو پسند کیا۔ فاقمونی بہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر گھر کی کوئی چیز کھو جائے۔ اور کوئی بھنگن یا نوکرانی وہاں ہو۔ تو اسی کو متہم کیا کرتے ہیں اسی کے موافق ان کو بھی متہم کیا گیا۔ فكان لها جند في المسجد یہ عمل ترجمہ ہے۔ اور مقصود بالذات ہے کہ وہ مسجد کے اندر خیمہ ڈال کر رہا کرتی تھی اور جملہ میں اوشک بادی کھینچے حبش کے معنی جھوٹے ہیں ہیں فلا تجلس مجلساً یعنی وہ جب بھی آئیں اور بیٹھتیں تو ایک شعر پڑھا کرتی تھیں، یوم الوشاح اس لئے کہ اس واقعہ کی وجہ سے اس نے قبیلہ کو چھوڑا

باب نَوْمِ النَّبِيِّ فِي الْمَسْجِدِ وَ قَالَ أَبُو قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ رَهْطًا مِنْ مُكَلٍّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانُوا فِي الصُّفَّةِ وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ۔

ترجمہ:- مردوں کا مسجد میں سونا حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ قبیلہ مکمل کے کچھ لوگ جناب بنی اکرمؐ صلعم کے پاس آئے اور وہ صفہ اور چہوزرہ تھے حضرت عبدالرحمن ابی بکرؓ نے فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔

حدیث نمبر ۴۲۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَ هُوَ شَابٌّ أَعَزُّبٌ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خبر دی ہے کہ وہ نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے جو مسجد نبوی

میں سویا کرتے تھے۔

خشیشیہ از شیخ مدنیؒ اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ معتکف کے لئے مسجد کے اندر سونا جائز ہے۔ بلکہ اس کے لئے نوم خارج مسجد جائز ہی نہیں حالانکہ تلوث مسجد کا اندیشہ ہوتا ہے ریح نیکنے کا اندیشہ ہے۔ البتہ غیر معتکف کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض حضرات نے مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر نوم فی المسجد کو ناجائز کہا اور بعض حضرات نے کہا کہ بغیر میسیت اور مفیل ^{مات لکائیکہ} بنانے کے صاحب مکان بنانے کے مسجد میں نوم کو سکتا ہے۔ عامہ فقہاء اور شوافع کا بھی مسلک ہے اور بعض نے اجازت عام دے دی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اصحاب صفرہ کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں جو کہ ستر کے قریب تھے اور حضرت علیؓ صاحب مکان تھے تو معلوم ہوا مطلقاً اجازت ہے مسبیت نہ بنائے۔

حدیث نمبر ۴۲۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَمِيعٍ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ خَاطِمَةَ فَلَوْ يَجِدُ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ آيَنَ ابْنُ عَمَلِكٍ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَمَا ضَبَكْنِي فُجِرَ لَوْ يَقُولُ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَارِنِ انْظُرَا إِنِّي هُوَ فَجَاءُوا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَقَدْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْطَحِبٌ قَدْ سَقَطَ رِدَائُهُ عَنْ شِقْمٍ وَأَصَابَهُ ثَوَابٌ فَعَمَلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قَوْلًا ابْنُ ابْنٍ قَوْلًا ابْنُ ابْنٍ ترجمہ:- حضرت اہل بن سعد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلم حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؑ کو گھر میں نہ پایا۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا چچا زاد بھائی کہاں ہے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہو گئی جس کی بنا پر وہ مجھ سے ناراض ہو گئے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔ تو جناب رسول اللہ صلم نے کسی انسان سے فرمایا کہ اس کو دیکھو کہ کہاں ہیں اس نے وہیں آ کر بتلایا کہ وہ مسجد میں سوتے ہوئے ہیں تو جناب رسول اللہ صلم خود مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا وہ لیٹے ہوئے ہیں اور ایک کنارہ ان کی چادر کا ان کے پہلو سے گرا ہوا ہے جس کو مٹی لگی ہوئی ہے تو حضور اکرم صلم اس مٹی کو پونچھنے لگے اور فرماتے تھے او مٹی دالے اٹھو او مٹی دالے اٹھو۔

خشیشیہ از شیخ مدنیؒ حضرت علیؑ صاحب مکان تھے اور شادی شدہ تھے۔ مگر مسجد نبوی میں سو گئے جس سے نوم الرجال فی المسجد ثابت ہوا۔

تشبیح از شیخ زکریا۔ قدم رط من عکلا الخ یہ دہری عکلی دلے میں جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اسلام ظاہر کیا اور کہا کہ ہم کو مدینہ کی ہوا موافق نہیں آتی۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کے اونٹوں میں چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہاں جا کر غداری کی لٹکانٹ کو قتل کر دیا۔ اونٹ لے کر بھاگ گئے الی آخرہ نکاحانی الصفۃ الخ یہ صفہ مسجد کا حصہ تھا اس کے اندر قیام کیا تو یہ قیامی المسجد ہو گیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہانوں کے لئے کوئی مستقبل جگہ نہیں تھی۔ کوئی وفد وغیرہ آتا تو یہیں ٹھہرتے تھے۔ صحابہ الصفۃ الفقراء یہ حضرات غریب ہوتے تھے۔ ان کے پاس کچھ ہوتا نہیں تھا۔ دین کے واسطے آتے اور مسجد میں رہتے تھے۔ انہی آثار کی بناء پر امام مالک فرماتے ہیں کہ جس کے گھر کا انتظام نہ ہو وہ مسجد میں سو سکتا ہے

فقال ابن ابی عمیر ہذا جاز فان علیہ اربع مائتین ہا بن عوف طمۃ الزہرا ورنہ ہل ہوا بن عور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کات بینی و بینہ یثنیٰ یعنی کوئی بات ہو رہی تھی تو وہ مجھ پر ناراض ہو گئے۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی میاں بیوی میں کسی بات پر ناراضگی ہو جاتی ہے، فلو یقلد یکبس القاف من القیلولة ہونی المسجد راقد موضع المتجہ۔ قویا ابانراب اسی دن سے ان کی کنیت ابونراب ہو گئی۔ مائت سبعین من اصحاب الصفہ اصحاب صفہ کی تعداد ستر تک پہنچی ہے۔ اور اس سے زائد دو سو بلکہ چار سو تک پہنچی ہے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ لوگ علم سیکھنے کے لئے آتے تھے اور صفہ میں قیام فرماتے تھے۔ اس لئے کبھی زیادہ ہو جاتے کبھی کم ہو جاتے۔ اور یہی صفہ اصل اہل مدارس کی ہیں اور اصل خانقاہیں ہیں اصل مدارس تو اس لئے کہ یہ لوگ علم حاصل کرتے تھے اور اصل خانقاہیں اس لئے کہ فیض روحانی اصلی مقصد تھا۔ اور یہاں یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ بعض علمائے مدارس کو بیت حسہ میں شمار کیا ہے۔ اس لئے کہ مدارس کی خاص ہیئت۔ مدرسین کا ہونا ملازمین کا ہونا اوقات کی پابندی۔ یہ سب کچھ وہاں نہ تھا۔ تو گویا ہیئت خاصہ حادث ہے اور اصل تعلیم اور متعلمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہیں اسی طرح خانقاہیں کا ہے کہ یہ ہیئت خاصہ نہ تھی۔

حدیث نمبر ۴۲۳ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى الْهَمْدَانِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصَّفَةِ مَا مِمَّنْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رَدَأٌ أَوْ رَمْلٌ أَوْ إِذَا رَأَى قَوْمًا كَسَاوُ تَذَرُّ بِطَوَارِفِ أَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهُمْ مَا يَنْتَعِلُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ وَمِنْهُمْ مَا يَنْتَعِلُ الْكَعْبَيْنِ فَيَجْعَلُهُ بَيْدًا

كَانَ أَهْبَةً أَنْ تُبْرَى عَوْرَتُهُ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ کو دیکھا جن میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہوتا تھا جس پر ادھر کی چادر ہو یا تو تہبند ہوتا تھا یا گرم چادر ہوتی تھی جس کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے گردنوں میں باندھ رکھا تھا۔ پس بعض کو وہ پنڈلیوں کے نصف تک پہنچتے اور بعض کو ٹخنوں تک پہنچتے تھے۔ تو وہ اس چادر کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتا تھا کہ کہیں اس کا ٹنگ نہ دکھائی دے۔ جس کو وہ اپنڈ کرتے تھے۔ (تشریح گزر چکی ہے)

باب الصَّلَاةُ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ يَدَّأُ بِالسُّجْدِ فَصَلَّى فِيهِ۔

ترجمہ :- جب سفر سے آئے تو نماز پڑھے چنانچہ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ مسلم کی عادت مبارکہ تھی جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ابتداً سجدہ سے کہتے کہ اس میں نماز شکر ادا فرماتے تھے۔

تشریح :- شیخ زکریاؒ یہ نھیۃ القذوم من السفر کہلاتا ہے۔ یہ ائمہ کے یہاں ہے کہ جب سفر سے آئے تو اول مسجد میں جا کر دو رکعت نماز تھیۃ السفر پڑھے۔ تاکہ ابتداءً مقام متبرک سے تلبیس ہو اور برکت حاصل ہو۔ اور اس لئے بھی کہ لوگ مساجد میں جمع ہوتے ہیں، تو ان سے ملاقات بھی ہو جائے۔ حدیث نمبر ۴۲۴ حَدَّثَنَا خُذَّذَةُ بْنُ يَكِيحَ الْخِزَاعِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَكُنْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ مَسَعُ أَوْ قَالَ قَالَ مُعَوِّذٌ فَقَالَ صَلِّ رَكَعَتَيْنِ وَكَانَ رَأًى عَلَيْهِ وَ يُنْفَضُ فِي مَكِّيٍّ أَدْلَى (الحديث)

ترجمہ :- حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ مسجد میں تھے۔ معرادی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضعیفی کا وقت تھا۔ فرمایا دو رکعتیں پڑھ لو اور میرا آپ پر قرضہ تھا جو آپ نے ادا کر دیا۔ بلکہ زیادہ بھی دیا۔

تشریح :- شیخ زکریاؒ یہ دہی اونٹ والا واقعہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضور اکرمؐ کو اپنا اونٹ فروخت کیا تھا جب مدینہ میں آئے تو حضور اکرمؐ مسجد میں قیام فرماتے تھے۔ یہ اپنا قرضہ لینے آئے تھے۔ حضور اکرمؐ نے پہلے تھیۃ السفر کا حکم فرمایا۔ پھر ان کا قرضہ ادا فرمایا اور خوب لک فرمایا غرضیکہ ادبِ سفر

میں سے یوں ہے کہ جب سفر سے واپس آئے تو پہلے جا کر مسجد میں تہیۃ المسجد پڑھے کچھ دیر وہاں بیٹھے تاکہ اجاب وغیرہ کوٹنے میں تکلیف نہ ہو۔ صرف نماز پڑھنا تو ہر ایک کے لئے مندوب ہے اور نماز کے بعد بیٹھنا صرف ان کے لئے ہے جن کے اجاب اور تلاذہ زیادہ ہوں۔ اس باب کی حدیث میں قدوم من السفر کا ذکر نہیں لیکن امام بخاری کے اصول میں سے استدلال بالعموم بھی ہے۔ اور یہی حدیث آگے آئے گی جس میں سفر کا ذکر بھی ہے۔

باب اِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَبْسُطْ رِجْلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ۔

ترجمہ:- جب تم سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے۔

حدیث نمبر ۴۲۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَبْسُطْ رِجْلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ (المحدث)

ترجمہ:- حضرت ابو قتادہ سلمیٰ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب تہیۃ المسجد کے بیان میں ہے، یہاں امام بخاری نے الفاظ حدیث کو ترجمہ بنا لیے اس لئے کہ تہیۃ المسجد میں پانچ بحثیں ہیں تو الفاظ حدیث کو ترجمہ گردان کر اشارہ فرمادیا البعث الاول اذا دخل میں دو مسئلے ہیں اول یہ کہ اذا دخل اپنے عموم کی وجہ سے، شافعیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ کو بھی شامل ہے۔ لہذا جب بھی داخل ہوگا۔ اس کی طرف تہیۃ المسجد کا امر متوجہ ہوگا۔ اگرچہ دقت مکروہہ ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ دوسری روایت کی بنا پر اوقات مکروہہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں یہ حکم ائمہ ثلاثہ کے لئے ہے۔ حنابلہ اس عموم کو اوقات مکروہہ سے مقید کرتے ہیں تو مالکیہ حنفیہ کے ساتھ ہیں مگر جب خطیب خطبہ پڑھ رہا ہو تو اس دقت یہ حضرات دخل کو اپنے عموم پر رکھتے ہیں اور شافعیہ کے ساتھ ہو جاتے ہیں تو دو مسئلے ہوئے۔ ایک اوقات مکروہہ میں اس عموم دخول سے مستثنیٰ کرنے میں حنابلہ حنفیہ اور مالکیہ کے ساتھ ہیں تو گویا تین ایک طرف ہیں اور امام شافعی عام رکھتے ہیں۔ اور دخول عند الخطبہ میں حنابلہ شافعیہ کے ساتھ ہیں اور دخول کو اپنے عموم پر رکھتے ہیں سلیک غطفانی روایت کی بنا پر جس میں اذا دخل احدكم المسجد والامام یخطب فلیبس رجليه۔

البحث الثانی۔ دخل اپنے اطلاق کی بنا پر اس بات کا متقاضی ہے کہ جب بھی دخول ہو اس وقت تحیۃ المسجد پڑھے۔ یہی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر دخول للجلوس تو پھر تو اس کو پڑھنا چاہیے اگر صرف مردہ ہے تو نہیں۔ کیونکہ حدیث کے اندر دخول کا ذکر ہے مرد کا نہیں ائمہ ثلاثہ دخول کو عام رکھتے ہیں خواہ دخول للجلوس یا للمردہ تعصیم کی بنا پر امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ ۱۔ البحث الثالث فلیزکع کا امر اہل ظواہر کے نزدیک وجوب کے لئے ہے اور جمہیر کے نزدیک استحباب کے لئے ہے۔ ۱۔ البحث الرابع شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تنفل برکعتہ ^{یکبر کت لعل} جائز ہے مگر تحیۃ المسجد میں رکعتہ واحدہ کافی نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں رکعتین کی تصریح ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک تنفل برکعتہ ناجائز ہے، ۱۔ البحث الخامس حنابلہ کے نزدیک قبل ان یجلس کی بنا پر اگر کوئی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ تو تحیۃ فوت ہو گیا۔ ہاں اگر فوراً اٹھ کر پڑھ لے تو آتی بالتحیۃ ہو گا۔ اور شافعیہ کے نزدیک عمداً جلوس سے تحیۃ فوت ہو جائے گا۔ اور اگر بھول کر بیٹھ گیا اور جلوس طویل ہو گیا۔ تو بھی تحیۃ فوت ہو گیا تو حنابلہ اور شافعیہ کے مذہب میں یہ فرق ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک مطلقاً بیٹھنے سے فوت ہو جائے گا۔ سواءً کان عمداً او سهواً الا ان یقوم علی الفویہ اور شافعیہ کے نزدیک جلوس عمداً سے فوت ہو جائے گا۔ اب وہ کسی طور سے آتی بالتحیۃ نہیں ہو گا۔ اور نبیان کی صورت میں جلوس طویل سے فوت ہو گیا۔ تو گویا نبیان میں سب کی رائے ایک ہے عمداً کے اندر فرق ہے۔ شافعیہ کے نزدیک مطلقاً فوات اور حنابلہ کے نزدیک فوات بطول المجلس ہو گا۔ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً فوات نہ ہو گا۔ سواءً کان الجلوس عمداً او سهواً طال المجلس او قصی۔

باب المحدث فی المسجد

ترجمہ :- مسجد میں بے وضو ہونا۔

حدیث نمبر ۴۲۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أُمَّلَكُمْ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَهْلِكِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ۔

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ہر اس شخص پر دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی اس نماز کی جگہ پر ہے جہاں اس نے نماز پڑھی جب تک

کہ بے وضو نہ ہو وہ فرماتے ہیں اے اللہ! اس کی مغفرت و بخشش فرما اے اللہ اس پر رحم فرما
 تشریح از شیخ مدنی: اس باب میں امام بخاری نے یہ نہیں بتلایا کہ حدث فی المسجد جائز ہے کہ نہیں
 مگر مامو یحدث الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدث نہ کرنا چاہیے۔ ^{تعمدًا} بخاتمہ وغیرہ میں انقطاع مغفرت کا ذکر نہیں
 کیا گیا مگر اس میں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدث مسجد میں جائز نہیں ورنہ ملائکہ طلب مغفرت
 نہیں کریں گے۔

تشریح از شیخ زکریا: شرح کے نزدیک باب کی غرض جواز حدث کو بیان کرنا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ
 اگر مسجد کے اندر بیٹھے بیٹھے ریخ خارج کرنے کی ضرورت ہو جائے۔ تو اس کا خارج کرنا جائز ہے میرے نزدیک
 بیان جواز کے ساتھ ساتھ خلاف ادو تہ کو بھی بیان کرنا ہے جس کو میں آگے چل کے بیان کر دوں گا۔ ان
 الحدیثک نقلی علی احد کواذ شرح فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف حدث سے صلوٰۃ ملائکہ
 بند ہو جاتی ہے۔ اور اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا کہ کرے یا نہ کرے معلوم ہوا کہ جائز ہے یہی کہتا ہوں
 شرح جو کچھ کہتے ہیں درست ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ فرشتوں کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔
 لہذا جو اس محرومی کا باعث ہو وہ خلاف اولیٰ ہوگا

تقول اللہوا غفرلہ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ سورہ مومن میں ہے الذین یعملون العرشین
 حولہ یمسجون بحد ر بہو ویستغفرون للذین آمنوا الخ اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ حملۃ العرش
 ومن حولہو سارے مؤمنین کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں اور من حولہو سب فرشتوں کو عام ہے تو پھر
 وہ کون سے فرشتے ہیں جو ان جماعۃ مصلتین ماداموا فی مصلاہو مالدو یحد ثوا کے لئے مغفرت
 کی دعا کرتے ہیں اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ من حولہو عام نہیں ہے۔ بلکہ اس پاس کے فرشتے مراد ہیں
 اور فرشتوں کی دو جماعتیں ہیں ایک حملۃ العرش ومن حولہو وہ تو عام مؤمنین کے لئے دعائے مغفرت
 کرتے ہیں۔ اور دوسری وہ جماعت ہے۔ جو صرف مصلتین کی جماعت کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں
 اگر من حولہو کو ہم عام مانیں تو دوسرا جواب یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مغفرت جب محل مغفور سے
 مصادف ہو تو وہ رفع درجات کا سبب ہوا کرتی ہے فکذا لک ھینا۔ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض
 تابعین کے نزدیک حدث اصغر حدث اکبر کے حکم میں ہے۔ لہذا جیسے حدث اکبر کے اندر دخول مسجد جائز
 نہیں ایسے حدث اصغر میں بھی جائز نہیں امام بخاریؒ یہ باب منعقد فرما کر اس کے جواز کی طرف اشارہ فرمایا

ہے اس رائے کا بھی احتمال ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ زیادہ رائج ہو جو یہی اب بیان کروں گا سنو! اس باب سے ایک مسئلہ پر مشنبہ فرما دیا۔ وہ یہ کہ مسجد کے اندر بدبودار اشیاء کالے جانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور ریح بھی بدبودار ہوتی ہے تو اس سے وہم ہوا کہ ریح کا خارج کرنا ممنوع ہے تو یہاں سے جواز بتلا دیا البتہ غیر اولیٰ ہے۔

باب بُنْيَانِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ:- مسجد کا بنانا

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ كَانَتْ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَبْرِ مِيدِ الطُّحْلِ وَ أَمْسَعَمَوْا بَيْنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ
أَكُونَتِ النَّاسُ مِنَ الطُّحْلِ وَ إِيَالَهُ أَنْ تُقْعِمَتْ أَوْ تُصَفَّرَ قَتَمَيْنِ النَّاسِ قَالَ أَسَى يَكْبَاهُونَ
بِهَذَا ثَوَّ لَا يَعْصَمُونَ نَهَارًا لَقَدْ يَدِيدُوا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ تَنْجُو قَتَمَهَا كَمَا تَنْجُو قَتَمَ الْيَهُودِ
وَالنَّصَارَى -

ترجمہ:- حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی حضرت عمرؓ نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس میں لوگوں کو بارش سے چھپانا چاہتا ہوں۔ مگر خبردار ان سرخ اور زرد پٹانے سے بچتے رہنا کہیں وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ لوگ ان مسجدوں کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بلو جانے میں فخر کریں گے۔ پھر ان کو آباؤ نہیں کریں گے مگر تھوٹا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم اپنی مسجدوں کو اس طرح مزین کر کے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے معابد کو مزین کیا۔

حدیث نمبر ۴۲۷ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَخْبَرَهُ أَنَّ
الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللِّبْنِ وَ سَقْفُهُ الْجَرِيدُ وَ
عَمْدُهُ خَشَبُ الْكَنْهَلِ فَلَمَّا بَرَزَ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ سَبِيحًا قَرَأَ فِيهِ عَصْرًا وَ بَنَاهُ عَلَى مَبْنِيٍّ يَوْمَ
فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللِّبْنِ وَ الْجَرِيدِ وَ أَعَادَ عَمْدَهُ خَشَبًا ثُمَّ عَمَّرَهُ
عُمَرَاؤُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةٌ كَثِيرَةٌ وَ بَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَ الْقَصَصَةِ وَ جَعَلَ
عَمْدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَ سَقْفَهُ بِالسَّجِجِ - (الحديث)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھجور کی ٹہنیوں سے بنائی گئی تھی اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی اور اس کے ستون کھجور کی کڑیوں کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ

نے اس میں کسی چیز کا اضافہ نہ کیا۔ البتہ حضرت عمرؓ نے اس میں اضافہ فرمایا اور اس کو ان بنیادوں پر تعمیر کیا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھیں یعنی کچی اینٹ کھجور کی ٹہنی اور اس کے ستون کھجور لکڑی کے بدلے بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے اس میں تبدیلی کی اور خوب تبدیلی کی۔ کہ اس کی دیواریں نقش و نگار والے پتھروں سے بنائیں جو نا لگا یا اور اس کے ستون نقش پتھروں سے بنائے اور اس کی چھت سا گوان کی لکڑی سے بنائی۔
تشریح از شیخ مدنی: بنیان مسجد کے عنوان سے تو کیفیت معلوم ہوتی ہے اور نہ کوئی پتھر معلوم ہوتا ہے البتہ آثار سے پتہ چلتا ہے کہ جو مساجد خلوص اور عبادت کی نیت سے بنائی جائیں وہ مستحب ہیں اور جو زینت اور تفاخر کی بناء پر ہوں ان کی بناء مستحب نہیں۔

تشریح از شیخ ذکریا ترجمہ کی غرض دو امر ہیں اول بناء مسجد کے اہتمام کو بیان کرنا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد بنانے کا نظام بنایا۔ امر ثانی جیسا کہ میں بیان کیا ہے۔ اہم بخاریؒ کی غرض ان آثار سے معلوم ہوا کرتی ہے۔ جن کو وہ ترجمہ میں ذکر فرماتے ہیں تو یہاں بد جو آثار ذکر فرماتے ہیں ان میں مسجد کو نقش و نگار سے بالکل صاف ہونا مذکور ہے۔ بلکہ مختلف بھی آثار ذکر فرماتے ہیں ان سے تزخرف کی ممانعت اور سادگی کا مطالبہ معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ان آثار کے پیش نظر اہم بخاریؒ کی غرض بناء مسجد میں تجتنب عن المزخرفات ہے۔ و نادفیه عیٹ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ جلد اولیٰ چاہتا ہے کہ بناء مسجد تعمیر کی زیادتی کے بعد بدل گئی۔ اور جلد ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بناء وہی رہی جو سابق میں باقی تھی۔ تو پھر حضرت عمرؓ نے کیا زیادتی کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جانب قبلہ میں بمقدار دو صف کے زیادتی فرمائی تھی اور باقی بناء حال سابق پر رکھی تو جلد اولیٰ جو ان قبلہ کے متعلق ہے اور دوسرا جلد آلات بنا سے متعلق ہے۔ ثو غیبہ عثمان الخ جب حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ یہ تو روز روز کا جھگڑا ہے ہر چند سال بعد تجدید کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی بھی کثرت ہو گئی تو انہوں نے اس کو آگے پیچھے دائیں بائیں جانب ہر طرف سے زیادہ کردیا اور نقش پتھروں سے بچتہ بنادی۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے بد اعتراضات بھی کئے گئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا۔ کو بدل ڈالا۔ مگر یہ سب کچھ بحضرت اصحابہ ہوا۔ اور پھر میرے نزدیک اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زمانہ کے اندر تہذیب و تمدن آچکا تھا۔ مکانات عمدہ بن رہے تھے تو اگر مسجد کو اس حال پر باقی رکھا جاتا تو مکانات کے مقابلہ میں مسجد کی اہمیت ہوتی۔ اس بناء پر حضرت عثمانؓ نے یہ سب کچھ کرا دیا۔

باب التَّعَاذُ فِي بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ عِلًّا لِيَّةِ)

ترجمہ :- مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اللہ تعالیٰ بلند و بزرگوار شاد ہے کہ مشرکوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد کی تعمیر کریں۔

حدیث نمبر ۴۲۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا بُدَّ مِنْ عِلِّيٍّ أَنْ تَطْلُقَ إِلَى أَبِي سُوَيْدٍ فَأَسْأَلَهُ عَنْ بَيْتِهِ فَإِذَا هُوَ فِي حَاطٍ يُصْلِحُهُ مَلَكٌ رَدَّاهُ فَأَخْبَنِي ثُمَّ أُنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمَلُ لَبَنَةً لَبَنَةً وَعَمَّاؤَ لَبَنَتَيْنِ لِيَكْتَبِينَ فَرَأَاهُ السَّيِّحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلَ بِنْفَضِ الثُّرَابِ عَنْهُ وَيَقُولُ وَيُحْ عَمَّارٍ نَقَضْلُهُ الْفُتْنَةُ الْبَاغِيَّةُ يَدُ عُمُومٍ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدُ عُمُومَةٍ إِلَى النَّارِ فَتَالِ يَقُولُ عَمَّارٌ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتْنَةِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ مجھے اور اسہنیٹ علیؓ سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو سعیدؓ کے پاس جا کر اس کی حدیث سنو۔ ہم چلے تو وہ اپنے باغ کو اصلاح ٹھیک ٹھاک کر رہے تھے یہاں پہنچے اپنی چادر لی اور اس سے اجنبی کیا پھر میں حدیث سناتے گئے یہاں تک کہ ہاتھ کے ذریعہ پہنچے تو فرمایا کہ تم لوگ تو ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے جناب نبی اکرمؐ نے ان کو دیکھا تو ان سے بڑی کڑواہٹ ہوئی اور فرماتے تھے افسوس ہے عمار کیلئے کہ اسے ایک ہاتھ لوطہ قتل کرے گا۔ وہ انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ اسے جہنم کی طرف بلائے ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ فرماتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔

تشیخ از شیخ منی :- مسجد چونکہ بیت اللہ ہے اس لئے یہاں کہا جاسکتا تھا کہ اس میں تعاون نہ ہو۔ تو یہاں آپس میں تعاون کو ثابت کرنا ہے کہ مسلمان مل کر یہ کام کریں یا یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمارے مسجد میں مشرکین سے امداد نہ لینی چاہیے۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ

وہی عمار الخ حضرت عمارؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور یہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے جب ان کو قتل کر دیا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جماعت باغیہ نے ان کو قتل کر دیا تو حضرت سادہؓ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ حضرت علیؓ نے کیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو میدان جنگ میں کیوں لاتے تھے، یہاں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان جنگ اجتہادی تھی۔ اور یہی اہل السنۃ والجماعہ کا مسلک ہے

کہ مشاجرات اور حرب صحابہ اجتہادی تھیں۔ لیکن یہ دعویٰ الی الناس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کی جہت باغیہ تھی اور ان کی جنگ اجتہادی نہیں تھی۔ تو کہا جائے گا کہ جنگ تو اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا میں محض سختی نارہم ہوتا ہے، کیونکہ اس نے اپنے اجتہاد سے اپنی طاقت کے مطابق حکم الہی کا ادراک کرنا چاہا۔ لیکن خطا ہو گئی تو فی نفسہ سختی نارہم تھی۔ مگر عارض کی وجہ سے وہ زائل ہو گیا۔ تو حضرت امیر معاویہ کا مجازی معنی مراد لینا جائز نہیں کہ باغیہ سے طالبہ دم یعنی خون عثمان طلب کرنے والے مراد لیا جائے۔ بلکہ اہل سنت کے نزدیک صلح سے قبل تک باغی کہا جاتا ہے، جب حضرت جسٹس سے صلح ہو گئی تو پھر ان کو باغی نہیں کہا جائے گا اور حضرت جسٹس کو ملک عادل کہا جائے خلیفہ راشد نہیں۔

فتنہ منہج از شیخ زکریا۔ اما لغرض بیان جواز النفاذ فی بنار المسجد دفعا لما یتوہو من عدم جواز ذلک لان البتہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ساق و منہجی البخاری ارض المسجد قالو لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ عز وجل فانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبلہ فہذا قد یتوہو منہ عدم جواز النفاذ فی بنار المسجد فانہ البخاری جوازہ واما ان یکون الغرض بیان اولیئہ التعاون لان المسجد لجمیع المسلمین و فیہ فائدہ فاعلا ولی لہم التعاون فی بنائہ و بنا ہوا لا ولی عندی

ترجمہ، وہم ہوتا تھا۔ بنار المسجد میں باہمی امداد نہ کرنی چاہیے اس لئے جب آپ نے بنو النجار سے زمین مسجد کا سودا کرنا چاہا تو بنو النجار نے کہا ہم تو اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہہ قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اس سے عدم جواز تعاون کا دہم ہوتا تھا۔ امام بخاری نے اس کا جواز ثابت فرمایا یا امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ بنار مسجد میں تعاون کی اولویت کو بیان کرنا ہے کیونکہ مسجد تمام مسلمانوں کے لئے ہے جس میں ان کا فائدہ ہے۔ لہذا اولیٰ اور افضل ہے کہ اس کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اور یہی میرے نزدیک اولیٰ اور افضل ہے۔

مشائخ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے آیت کریمہ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ مسجد کے بنانے میں مسلمانوں سے تو تعاون لیا جائے گا۔ مشرکین سے مدد نہ لی جائے گی۔ ایسے ہی وہ لوگ جو ریاء کی وجہ سے تعاون کریں ان سے بھی تعاون حاصل نہیں کیا جائے گا۔ شراح فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ ذکر کر کے آیت کے اندر عمارت کے معنی میں دو احتمالات ہیں سے ایک احتمال کی تفسیر کر دی اور وہ دو احتمال یہ ہیں کہ عمارت

سے یا تو ظاہری عمارت مراد ہے یا تعمیر معنوی ذکر اللہ مراد ہے۔ تو عمارت ظاہری متین فرمادی قال لی ابن عباس ولا بند علی اور یہ ان حضرات کا طریقہ تھا۔ ہجوم من دیگے نیست ان کا شیوہ نہیں تھا بلکہ درمل کے پاس تحصیل علم کے واسطے بھیجتے تھے، چنانچہ حضرت ابو سعید کے پاس بھیجا کہ وہ طویل صحبت ہیں ان کو اخلاص زیادہ معلوم ہوں گی۔ لہذا دہاں جا کر علم حاصل کرو۔ فاخذ رداء فاقتبی الخ جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر سنا بس کیا تھا۔ سنانے بیٹھ گئے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب تھے اور محبوب کی بات ہر شخص کرنا چاہتا ہے۔ پھر صحابہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کیا پرچھا۔

تَقْتُلُوا الْفِتْنَةَ اَبَا غِيَاثٍ الخ یہ حضرت عمار بڑے شہم تھے۔ صبح و شام نیا جوڑا پہنتے تھے۔ مگر حب اسلام لانے تو یہاں تک پہنچے ایک چاندھی مشکل سے ملتی تھی۔ حضرت علیؑ کی جماعت میں تھے اور جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے لوگوں سے شہید ہوئے۔ اس سے حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کا باغی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ جماعت یہ دیتی ہے کہ باغیہ بغاوت سے شتمی نہیں بلکہ بغیہ سے شتمی ہے اب معنی ہوئے تَقْتُلُوا الْفِتْنَةَ اَبَا غِيَاثٍ الخ الطالبة لدم عثمان اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ان کو درشت حضرت علیؑ نے قتل کیا کیونکہ وہی تو قال کرنے کو لائے تھے لیکن حضرت علیؑ کو جب ان کا یہ جواب پہنچا، تو فرمایا کہ پھر تو حمزہؓ وغیرہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا ہوگا۔ کیونکہ وہی تو میدان جنگ میں انہیں لے کر گئے تھے اور پہلا جواب بھی مشکل ہے۔ کیونکہ حدیث میں آگے یہ دعویٰ الی الجنة و یدعونہ الی النار بھی وارد ہوا ہے۔

میرے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت خطا پر تھی۔ مگر ان پر اعتراض نہیں آسکتا یہ خطا اجتہادی تھی اور خطا اجتہادی میں کوئی گرفت نہیں ہوتی بلکہ اس پر ایک ثواب ملتا ہے۔ اگر مصلوب ہو تو دو ثواب ملیں گے، لہذا یہاں وہ شاب ہوئے۔ اور دلیل حضرت علیؑ کے حق پر ہونے کی جہاں اور بہت سی روایات ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے یدعونہ الی الجنة لکن نہو علی الحق و یدعونہ الی النار لکن نہو علی غیر الحق لکن نہو لکن نہو خاطبین فی الہ جنہا لیسوا معنوا بوجہ علی ذالک الخ ترجمہ: وہ حق پر تھے اس لیے جس کی دعوت دیتے تھے

باب اَلْاِسْتِعَانَةُ بِالْاَنْجَارِ وَالْاَصْنَاعِ فِي اَعْوَادِ الْمُنَابِرِ وَالْمَسْجِدِ -
ترجمہ :- مسجد اور منبر کی کڑیوں میں بڑھنی اور کاری گر سے مدد طلب کرنا

حدیث نمبر ۴۲۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ سَمِيعٍ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ مَرْوِيٍّ غُلَامًا مَلِكًا لِنَجْمًا لَا يَجْعَلُ لِيْ اَعْوَادًا اَجْلِسْ عَلَيْهِمْ -

ترجمہ: حضرت اہل سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی طرف پیام بھیجا کہ اپنے بڑے غلام کو حکم دو کہ میرے لکڑیوں کا منبر تیار کرے جس پر میں بیٹھ کر خطبہ دوں۔

تشریح از شیخ زکریا: میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاری نے کچھ ابواب ذکر فرمائے ہیں جن میں آداب کو بیان کیا ہے اور جن میں کسی دوسری روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو یہاں کنز العمال کی ایک روایت کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اس میں ہے جبکہ مساجد کو صناعہ کو تو شرح کے نزدیک امام بخاری نے اس باب سے رد فرمایا ہے اور میرے نزدیک اس کے عموم کو مقید فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ نہی جو کنز العمال میں ہے اپنے عموم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے جبکہ صناعہ خود اپنا کام مسجدوں میں کرنے لگیں اور اگر مسجد کا کام مسجد میں کریں تو کوئی مرج نہیں جائز ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۰ حَدَّثَنَا خَلْدُ بْنُ يَحْيَى الْخَزَنَدِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنِّي لِي غُلَامًا نَجْمًا فَاحْتَالَ إِنَّ شَيْئًا فَعَمِلْتَ الْمُنْبَرُ (الحديث)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے لئے کوئی ایسی چیز نہ بناؤں جس پر آپ بیٹھا کریں اس لئے کہ میرا ایک بڑھئی غلام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بنا لو تو اس نے منبر بنوا دیا۔ (منبر کی بحث گزر چکی ہے۔)

باب مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

ترجمہ: جس نے مسجد بنوائی

حدیث نمبر ۴۳۱ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ سَمِيعٍ عَنْ عُمَانَ بْنِ عَفَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ النَّاسُ فِيهِ جِبْتُ بَنِي مَسْجِدٍ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى كَثْرَتَهُمْ وَرَأَى سَمْعَتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ يَكُونُ حَبِيبْتُ أُمَّةٍ قَالِ يَكُونُ بِهِ وَجْهٌ لِلَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ -

ترجمہ: حضرت عبید اللہ خولانی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اس وقت کہتے سنا جبکہ لوگوں نے ان سے

چھ میگوئیاں شروع کیں جبکہ انہوں نے مسجد رسول اللہ صلعم کو بنوایا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت کچھ کہہ سن لیا۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلعم سے میں نے سنا کہ جس نے چھوٹی سی مسجد بنائی، بکیر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس بناء مسجد سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اس جیسا محل بنائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنی: عہد نبوی میں مسجد نبوی نہ تو پختہ تھی اور نہ ہی اتنی وسیع تھی، عہد عثمانی میں فتوحات بہت زیادہ ہوئی ہیں مسلمانوں کے پاس مال بہت تھا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص صدقہ و زکوٰۃ قبول کرنے والا نہیں رہا تھا، حضرت عثمان غفرلہ عنہ تھے۔ اور تجارت کی وجہ سے مال بہت جمع رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہی مال سے مسجد نبوی کو مزین کیا۔ اور اس کی دیواریں منقش پتھر کی بنوائیں اور چھت سا گوان کی بنوائی۔ جو بصرہ سے منگوا یا گیا تھا صحابہ کرام نے اس قسم کی تزئین دیکھی تھی۔ بنا بریں انہوں نے اعتراضات کرنے شروع کئے تو حضرت عثمان غفرلہ عنہ نے حضور کی ایک حدیث سنائی۔ مثلاً فی الجنة اگر شبہ ہو کہ دنیا کا گھر جنت کے گھر کی مثل کیسے ہو سکتا ہے، کیونکہ جنت کے محل کی دیواریں سونے اور چاندی کی ہوں گی۔ اور اس کی مٹی مشک ہوگی۔ تو مماثلت کیسے ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ مماثلۃ فی السعۃ ہے یعنی جتنا وسیع گھر مسجد یہاں بنایا جائے گا وہاں بھی دینا وسیع گھر ہوگا لیکن اس پر شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غفرلہ عنہ پر اعتراض تو زیب و زینت کی وجہ سے کیا جا رہا تھا۔ وسعت پر نہیں۔ تو دوسرا جواب یہ ہے کہ مماثلت باعتبار تینوں کے ہے کہ دنیا میں جو مسجد اس شان کی بنائی کہ وہ دوسرے بیوت سے متنازع ہو تو جنت میں بھی اس قسم کا متنازع گھر بنا دیا جائے گا۔ اگرچہ وسعت اور زیب و زینت میں اس سے زیادہ ہو۔ نیز اس جواب پر ہے کہ ہر ملک کے کیفیات مختلف ہیں پہاڑی علاقوں میں گھر پتھر کے بنائے جاتے ہیں۔ شہروں میں اینٹوں سے اور دیہات میں مٹی کے گھر بنائے جاتے ہیں اور کہیں لکڑی کے گھر بنتے ہیں اور کہیں زمین کے اندر گھر بنائے جاتے ہیں، جیسے افریقہ میں گرمی کے ایام میں زمین کے اندر گھر بنائے جاتے ہیں الغرض ہر ملک کے لئے مکانات کا مادہ علیحدہ ہے اور صورت مکانات علیحدہ ہے۔ اسی طرز پر جنت میں بھی اس کی شان کے مطابق ہوگا۔ تو مماثلۃ فی الجمال مراد ہوئی من کل الوجوه نہ ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا: اچھا اور عمدہ مسجد بنانے کی فضیلت بیان کر رہے ہیں کہ جو جیسی مسجد بنائے گا ویسا ہی مکان جنت میں ملے گا۔ عمدہ ہوگا۔ انکو اکثر نفع جب حضرت عثمان غفرلہ عنہ پر ان کے مسجد میں تعمیر کر دینے کا وجہ سے لوگوں نے کثرت سے اعتراضات کئے تو انہوں نے ان کو خاموش کرنے کے لئے اور اپنی محبت

بیان کرنے کے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ لہذا میں تو جنت میں اچھا مکان بنانا چاہتا ہوں اس لئے میں نے مسجد عمرو بنہادی۔ اس سے پہلے بھی ایک علت بیان ہو چکی ہے یہ دوسری علت ہوئی۔ اگر مشدہ اعتراض ہو کہ فلہ عشر امثالہا کے مطابق کس مثل لانا چاہیے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں کمیت کے اعتبار سے عشر امثال فرمایا گیا ہے اور حدیث پاک میں مشدہ نوعیت اور کیفیت کے اعتبار سے ہے۔

باب یا خذ بنصول النبیل اذا امر فی المسجد

ترجمہ:- جب مسجد سے گزرنے تو تیرے پھل کو پیڑے تاکہ کسی کو لگ نہ جائے۔

حدیث نمبر ۴۳۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ سِتْرٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِهَذَا تَرْجَمُ:- میں نے حضرت عمرو سے پوچھا کہ تو نے حضرت جابر عبد اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک آدمی کا گذر مسجد سے ہو جس کے پاس تیر تھے تو اس سے آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تیروں کے پھلوں کو روک کے رکھو۔

تشریح از شیخ ذکریا:- اگر کوئی جارح چیز لے کر مسجد میں جاوے تو اس کی دھار پر ہاتھ رکھ لے تاکہ کسی کو اس سے زخم نہ لگ جائے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

باب المرو فی المسجد

ترجمہ:- مسجد سے گزرنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۳۳ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْهَمْدِيُّ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِي شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا أَوْ امْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْيَأْخُذْ عَلَى رِصَا لَهَا لَا يَغْفِرَ بِكُمْ مُسْلِمًا (الحديث)

ترجمہ:- حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص ہماری کسی مسجد یا کسی بازار سے گزرنے تیرے کہ گزرنے تو اس کی دھار پر ہاتھ رکھ لے تاکہ اپنی ہتھیلی سے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

من مرق فی المسجد سے مصنف علی الاطلاق

تشریح از شیخ مدنی

مرو فی المسجد کی اہاز ثابت کر رہے ہیں اور اس روایت کا اعتبار نہیں کرتے جن میں ہے ماق گزرنے والا فی المسجد نھیۃ المسجد پڑھے اور پھر جانے فقہا اس روایت کا اعتبار کرتے ہیں اور من مرق فی المسجد

کے معنی من دخل فی المسجد کے لیتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا ترجمہ ناقص ہے۔ کیونکہ ترجمہ کا مقصد مرد مع النبل فی المسجد ہے جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ترجمہ میں مع النبل کا ذکر نہیں۔ میرے نزدیک مطلقاً مرد در فی المسجد کا جواز بیان کرنا ہے۔ ابن ماجہ میں جہاں مساجد کی روایات میں ضعیفات کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ہے ان تتخذ طریقاً کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو راستہ بنانے سے منع کیا ہے۔ تو امام بخاری نے اس پر رد فرمایا۔ اور جواز ثابت فرمادیا۔ اور بھی آئمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے۔ اور ضعیفہ کے نزدیک جائز نہیں۔ حضرات احناف فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ کی روایت نبی کے اندر نص ہے اور بخاری کی روایت جواز کے اندر نص نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ مرد سے مراد مردور لل دخول ہو۔ لہذا نص اپنے معنی پر رہے گی۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہاں مردور فی المسجد کا ذکر ہے، تو ایک درق بعد باب الخوۃ والامر آ رہا ہے اور مردور اور مر ایک ہی ہے۔ یہ مصدر بھی ہے صرف لفظی فرق ہے۔ جو تکرار کے دغیہ کے لئے مؤثر نہیں اس کا جواب اسی باب میں دوں گا۔ نیز ترجمہ مکرر ہونے کی صورت میں ایک تفسیق یہ بھی ہو سکتی کہ پہلے مطلق لے جانے کا ذکر تھا۔ اب نصال کے لے جانے کا ذکر ہے

باب الشَّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ: مسجد میں شعر کہنا کیسا ہے

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا أَبُو لَيْثَانَ أَنَّهُ سَمِعَ سَكَانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ يَسْتَشِيرُهُ أَبَا هُرَيْرَةَ أَنَشُدْكَ اللَّهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِأَحْسَنِ أَجِبْ عَنْكَ وَسُئِلَ اللَّهُمَّ أَتَيْدَهُ مِنْ رُوحِ الْقُدُسِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

ترجمہ: حضرت حسان بن ثابت الانصاری نے حضرت ابو ہریرہؓ کو گواہ بنانا چاہتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا کہ اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے (مشرکین) کو جواب دو اے اللہ روح القدس کے ذریعہ ان کی امداد فرما کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ہاں میں جواب دیا۔

تشریح از شیخ مدنی: حضرت صلعم نے شعر کی بہت قباحت بیان فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں وما علمناك الشعري وما ينبغي له۔ والستعاب يتبعهم الفأوت اور آپ کا ارشاد ہے۔ لان يتلى جوف

احدکھ من الغیج خیر من ان یمتلی شعراً او کما قال ان آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاد الشعر فی المسجد نہ ہو تو امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہر شعر کے لئے ممانعت نہیں بلکہ وہ اشعار جن میں باری تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو۔ یا نصیحت آموز اشعار ہوں۔ ان کا پڑھنا جائز ہے چنانچہ آپ نے خود حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھا اور دعا فرمائی اللہم ابدہ بروح القدس لے اللہ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ ان کی مدد فرما۔ اس لئے علمائے فرمایا ہے کہ علم ادب اور اشعار جاہلیہ کا پڑھنا پڑھانا فرض عین ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ معارف قرآنیہ اور دیگر کتب کے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے علیکو بدو ادین العیب کہ عرب کے دیوان لازم پکڑو

فتیح از شیخ زکریا۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہ کی جن روایات سے مساجد میں اشعار پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ ان پر رد کرنا ہے۔ اور جواز ثابت کرنا ہے۔ دوسرے علما فرماتے ہیں کہ دونو قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ دونو کا محمل الگ الگ ہے ممانعت کی روایات ان اشعار پر محمول ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور جواز کی روایات اشعار دنیہ پر محمول ہیں لہذا وہ ضرورت کے موقع پر جائز ہوں گے۔ اور صرف تفریح کے لئے ناجائز ہوں گے نستشهد ابابہؓ یہ روایت یہاں مختصر ہے۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت حسانؓ اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے سنا تو اس پر نکیر کی۔ حضرت حسانؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ تم گواہی دو کہ میں حضور اکرمؐ کے زمانہ میں خود آپ کے سامنے منبر پر اشعار پڑھا کرتا تھا۔ تفصیلی روایت ص ۲۵۶ پر آئے گی۔

باب اصحاب الجواب فی المسجد۔

ترجمہ:- چھوٹے نیرے والوں کا مسجد میں داخل ہونا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْهَمْدِيُّ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَوِي بَيْنَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنْطُو إِلَى لَعِبِهِمْ حَذَّادُ الْبَاهِمْ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَتَّى تَنَابَتْ وَهَبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحِجَابِ بَعْضِ

ترجمہ:- حضرت عائشہؓ نے فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن جناب رسول اللہؐ کو اپنے حجرے کے دروازے

پر دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی چادر سے چھپا رہے تھے اور میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی ابراہیم نے زائد کیا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ حبشی لوگ اپنے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

خشش ہے از شیخ مدنی؟ روایت باب سے امام بخاریؒ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آلات حرب کا مسجد میں لانا اور نیزہ بازی کرنا جائز ہے اگرچہ فقہاء اہانت مسجد کی وجہ سے اس کی ممانعت کرتے ہیں اور اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ فعل مبشر مسجد میں نہیں تھا بلکہ فناء مسجد میں تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں فناء مسجد کا لفظ وارد ہے اگر محض مسجد ہی مراد ہو۔ تو کہا جائے گا کہ اس وقت جنگ کی وجہ سے آلات حرب کی مشق کرنا فرض عین ہو چکا تھا۔ اس لئے محض مسجد میں مشق کی گئی۔ چونکہ آیت الحجاب از مکی تھی اور حضرت عائشہؓ نہ حدیث اسن تھیں اس جنگی کھیل کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس لئے بہت دیر تک آپ کے پیچھے پردہ میں کھڑی رہیں۔ آپ بھی ان کی وجہ سے کافی دیر تک ٹھہرے رہے جس سے آپ کا من معاشرہ بالازواج حدیث اسن ثابت ہوتا ہے۔ اگر شبہ ہو کہ حضرت عائشہؓ کے لئے انہیں کو دیکھنا کیسے جائز ہو گیا۔ تو اس کے دفعیہ کے لئے فرماتی ہیں کہ انظار الحیضہ کہ میں ان کے کھیل کو دیکھ رہی تھی۔ لعب دیکھنا مقصود بالذات تھا لا عبین کو دیکھنا مقصود نہیں تھا۔ یہ جائز ہے جیسے برقع اڑھے ہوئے چلے تو گڈنے والوں پر ضرر نظر پڑے گی۔ مگر وہ مقصود بالذات نہیں ہے۔ تو آیت حجاب کا خلاف نہ ہوگا۔

خشش ہے از شیخ زکریا۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر شہر سلاح سے منع فرمایا ہے۔ لا یشتر فیہ سلاحاً لہذا امام بخاریؒ جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ یہ ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ یجبون فی المسجد یہ سب نزل (مشق) اور اعداد للمشرکین یعنی مشرکوں کے لئے تیاری کرنے کے واسطے تھا۔ لہذا اعدوا لہم ما استطعتم میں داخل ہو گا۔ انظار الحیضہ مردوں کے دیکھنے کا جواب دے رہی ہیں۔ کیونکہ مرد کا عورت کو دیکھنا خواہ شہوت کے ساتھ ہو بلا شہوت دو صورتوں میں ناجائز ہے۔ لیکن عورت کا مرد کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے۔ یہ تنفیہ کا مسلک ہے جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس کے بالقابل حضور اکرمؐ نے حضرت فضل ابن عباسؓ کے چہرے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جس وقت وہ ایک جانبیہ کو دیکھ رہے تھے اور دیکھنا شہوت کے ساتھ نہیں

باب ذکر البیح والشرۃ علی المنبر فی المسجد

ترجمہ: مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کا ذکر کرنا۔

حدیث نمبر ۴۳۹ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَمَّتَا بِرَبِيعَةَ
تَسْلُمًا فِي بَيْتِنَا فَتَالَتْ رَأْسُ شِمْتِ اعْطَيْتِ أَهْلَكَ وَبِكَيْتِ الْوَلَدَ لِي وَقَالَ
أَهْلُمَا إِنْ شِمْتِ اعْطَيْتِنَا مَا بَغِيَّ وَقَالَ سُبْحَانَ مَرَّةً إِنْ شِمْتِ اعْطَيْتِنَا وَبِكَيْتِ
الْوَلَدَ لَنَا فَلَمَّا حَجَّاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذَلِكَ فَقَالَ
إِنِّي عِيبَا فَا عِظْتِنَا فَا إِنَّمَا الْوَلَدُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرُونَ شُرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنْ اشْتَرَا
شُرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ اشْتَرَا مَا شَاءَ مَرَّةً (الح)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں ان کے پاس حضرت بریرہؓ نے آکر
اپنی کتابت کے بارے میں کچھ مانگتی تھیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں بدل کتابت
تیرے مالکوں کو دے دوں اور دلاں میرے لئے ہوگا۔ ان مالکوں نے کہا کہ اگر حضرت عائشہؓ چاہے تو
مے دے اور سفیانؓ نے کہا کہ اگر چاہے تو آزاد کر دے لیکن دلاں ہمارے لئے ہو گا۔ جب جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے سارا واقعہ ذکر کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم بریرہؓ کو خرید کر آزاد کر سکتی ہے، دلاں
اسی کا ہو گا جس نے آزاد کیلئے پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے سفیانؓ فرماتے ہیں کہ
منبر پر چڑھے اور فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ کے اندر نہیں ہیں
سنو! جو شخص ایسی شرط لگاتے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ شخص اس شرط کا مستحق نہیں اگرچہ وہ
سومرتہ شرطیں لگائیں (الحديث)

تشیع از شیخ منیٰ: مساجد میں بیح و شرار کی ممانعت ہے۔ مگر ان کا ذکر کرنا ممنوع نہیں کیونکہ
یہ بھی احکام الہیہ کا ذکر کرنا ہے۔ حضرت بریرہؓ کی روایت سے بہت سے مسائل ثابت کئے گئے ہیں مگر
اس میں بہت سے اشکالات بھی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ دس سال تک کس ادقیہ پر ان کے موالی نے
مکاننت کی تھی دو برس تک دو ادقیہ مانگ مانگ کر ادا کر دیتے تھے۔ تیس سال یہ حضرت عائشہؓ
کے پاس آتی ہیں کہ مجھے کچھ بدل کتابت دیجئے جس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو خرید لوں

نوتھے آزاد کر دوں گی۔ اور دلا میرے لئے ہوگا۔ اگرچہ مکاتب کی بیع عقد کتابت تک جائز نہیں مگر جب وہ اپنا عجز ظاہر کر دے تو پھر اس کا بیچنا جائز ہے۔ مولیٰ بریرؓ نے اس کو منظور کیا مگر انہوں نے ایک شرط فاسد لگا دی۔ کہ دلا ہمارے لئے ہوگا۔ حضرت عائشہؓ نے اس کو نہ مانا آپ سے جب اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم شرط مان لو۔ حضرت عائشہؓ فرید لیتی ہیں۔ اس کے بعد آپ منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ بیع میں شرط نہ لگانی چاہیئے تو کیا یہ دھوکہ بازی نہ ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں من غشنا فلیس منا جس لے تم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہاں آپ خود دھوکہ کر رہے ہیں تو امام شافعیؒ نے جواب دیا۔
و استنطی و لعمرو للولاء یہ رشام کی روایت میں ہے چونکہ من غشنا اذ کے خلاف ہے اس لے تم سے اسے قبول نہیں کرتے۔ اور بعض نے کہا کہ لعمرو بمعنی علیہ ہو کے ہے۔ اور معنی یہ ہیں کہ استنطی علیہ ابو لاء یہ تاویل تو ہے مگر وہ بیچیں گے کیسے؟ اور بھی اس میں توجیہات ہیں سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اسے اپنے ظاہر پر رکھا جائے۔ کہ آپ یہاں اہازت دیتے ہیں تاکہ عقد راسخ ہو جائے۔ پھر جمع میں کھڑے ہو کر ان شروط فاسدہ فی الیبع سے ممانعت فرمادی جو کہ اوقع فی النفس ہے جیسے اعرابی نے تین مرتبہ بغیر اعتدال کے نماز پڑھی آپ اسے اہازت دیتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ تو بیخ راسخ ہو جائے الغرض مصالح کی بنا پر آپ نے ایسے کام کئے ہیں۔ یہاں بھی غشش واقع ہوئی مگر اس سے ایک بڑی منفعت کو حاصل کرنا ہے۔ اس کا امام کو اختیار ہے۔

یشتطون شروط طالیس فی کتاب اللہ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ شروط کی ممانعت کا تذکرہ تو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو جواب یہ ہوگا کہ کتاب اللہ بمعنی حکم اللہ کے ہے اور حکم اللہ عام ہے خواہ وہ صراحتہ کتاب اللہ میں مذکور ہو۔ یا ضمناً مفہوم ہو یا وحی غیر منلو سے معلوم ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا گیا ما انا کو الیہ رسول فخذہ راکنہ

فتنہ بیچ از شیخ زکریا۔ مسجد میں بیع اشراء کرنا جائز نہیں ہے۔ روایات اس کے متعلق متعارض ہیں اور یہی فقہاء کا مذہب ہے۔ شراح فرماتے ہیں کہ یہاں امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ عقد بیع و شرط ممنوع ہے۔ مسئلہ کا ذکر ممنوع نہیں۔ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے اور حضرت شاہ ولی اللہؒ غرض بیان کرتے ہیں اگر بیع حاضر نہ ہو تو بیع ایجاب و قبول کرنا جائز ہے۔ مگر واضح وہی ہے جو شراح فرماتے ہیں اس لے کہ ایجاب و قبول کبھی کثرت کلام اور تنازع کی طرف منحرف ہو جاتا ہے۔ روایت بھی شراح کی مسامتہ کرتی

ہے کیونکہ اس میں نفس مسئلہ کے بیان کا ذکر ہے کہیں بھی معاملہ بیع من غیب احصاءاً لمبیع کا ذکر نہیں۔ ذکر نہ یہ مجرور و مزید دو نوا طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ مزید سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عائشہ پہلے کہ چکی تھیں مگر حضور پاک کی اور کام میں مشغول ہو گئے تو حضرت عائشہ نے دوبارہ یاد دلایا۔ نیز اشراح کے نزدیک اس حدیث کے ہشت ظروف و شروط سے ترجمۃ الباب ثابت ہے لیکن میرے نزدیک ترجمہ کا اثبات اس سے ہے یہی حدیث دوسری جگہ آئے گی۔ اس میں بیع و شراء کا ذکر بھی کیا ہے۔

باب التَّقَاخِي وَالتَّامُّ زَمَةً فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ :- مسجد میں قرضہ کا تفتنا کرنا اور غریم کو چٹ جانا

حدیث نمبر ۴۳۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعَفَرِيُّ عَنْ كَعْبِ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ

أَبِي حَذْرَةَ دَنِيًّا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ تَقَعْتَ أَصُولًا تَهْمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَنَزَحَ إِلَيْهَا حَتَّى كَشَفَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَأَى كَعْبَ بْنَ قَتَادَةَ قَالَ كَبَيْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ خُذْ مِنْ ذَلِكَ هَذَا أَوْ مَالًا لِيَوْمَ السَّطْوَةِ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قَوِّ فَاخْضَمْ

ترجمہ :- حضرت کعب بن ابی حذو سے مسجد کے اندر اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا جو ان کے ذمہ تھا۔ ان دونوں کی آواز اس قدر اونچی ہو گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے گھر میں سن لیا۔ جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر تشریف لائے یہاں تک کہ اپنے حجرے کا پردہ کھول دیا۔ اور یا کعب پہلے انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اتنا قرضہ اس کا معاف کر دو اور ہاتھ سے نصف کا اشارہ فرمایا حضرت کعب نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ہوگی۔ آپ نے فرمایا اٹھ اور ادا کرے۔

تشریح :- از شیخ مدنی مرہض روایات میں آتا ہے کہ مسجد میں دنیاوی کلام حنات کو اس طرح جلا دینا ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ تو امام بخاری روایت ہا سے نبلا نا چاہتے ہیں کہ یا تو یہ روایت سنداً ثابت نہیں اگر ثابت ہو تو اس کلام دنیا سے ممانعت ہے جو فضول اور لغو ہو۔ مگر جو کلام دنیاوی تقاضا دین اور اپنے حقوق کے مطالبہ کے لئے ہو وہ جائز ہے۔ تدل علیہ روایت الباب۔

تشریح :- از شیخ زکریا :- چونکہ ابن ماجہ کی روایت سے ممانعت معلوم ہوئی ہے اس لئے بیان جواز

ثابت فرمادیا مگر سوال یہ ہے کہ روایت سے تقاضا تو ثابت ہوتا ہے مگر ملازمت کسی لفظ سے ثابت نہیں ہوتی۔ تشریح فرماتے ہیں کہ جب تقاضا کے گا۔ تو کچھ دیر تو اس کے پاس رہے گا بس یہ ملازمت ہو گئی۔ تشریح کا یہ فرمان اگرچہ درست ہے۔ مگر امام بخاریؒ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ وہ دوسرے طریق کی طرف اشارہ فرمایا کرتے ہیں یہاں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ جو صفحہ نمبر ۳۷۲ پر آرہا ہے۔ اس میں فلیزمہ موجود ہے جس سے صراحت ملازمت ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال مسجد کے متعلق دو چیزیں نوٹ کر رہے تھے۔ ایک آداب دوسرے وہ افعال جو حضور پاک صلیم سے مسجد میں صادر ہوئے۔ ان کا بیان کرنا بطور استثنائے کہے۔ منجملہ اقسام ثانی کے یہ ہے کہ مسجد کے اندر اگر کوئی اپنا فرض مانگے اور مقروض کا پیچھا کرے تو یہ جائز ہے۔ اگرچہ اس میں بیع و شرا سے زیادہ شور و شغب کا اندیشہ ہے۔ لیکن جائز ہے اس لئے کہ اس میں حق العبد کا دخل ہے۔

باب کَتَبَ الْمَسْجِدَ وَالْمِنَاطِطِ الْحَرَمِ وَالْمَقْدِ وَالْعَبِيدِ اب -

ترجمہ: مسجد میں بھاڑ دینا، چھتھڑے، تنگے اور کھڑیاں اٹھانا۔

حدیث نمبر ۴۳۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَتَبُوا مَقَاتَ الْحَاوِ كَتَبُوا اذْهَبُوا عَلَى قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَعَلُوا عَلَيْهِمُ الْوَعْدَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کالا آدمی یا کالی عورت جو مسجد نبوی میں بھاڑ دیتا تھا۔ وفات پا گیا تو جناب نبی اکرم صلیم نے اس کے لئے میں دریافت فرمایا۔ بتایا گیا کہ وہ وفات پا چکے تو آنجناب صلیم نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی۔ اب مجھے اس کی قبر تلا لے چنانچہ آپ ان کی قبر پر تشریف لائے اور دعا مانگی یا نماز پڑھی۔

خشخاش الہیخ ذکر کیا۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے نکلی نکال رہے۔ تو وہ اس کو قسم دلاتی ہے کہ تو مجھ کو مت نکال کیوں نکال رہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر پڑی ہوئی کھری۔ نکالنا جس دعا شک جو بھی پڑھتے اس کو نہ نکال جائے۔ امام بخاریؒ یہاں اس بات پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ کھری وغیرہ کا قسم دانا عام نہیں یعنی یہ بات نہیں کہ جو چیز بھی مسجد میں داخل

ہو جائے اس کو مسجد سے نہ نکالا جائے۔ اور کیا ٹخانہ بنا دیا جائے۔ بلکہ مسجد سے خس و خاشاک دُور کیا جائے۔ اور ابو داؤد کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کعبہ کے پتوں اور اس کی شانوں کی بنی ہوئی تھی۔ سچے سچی بھی ہوئی تھی جب بارش ہوا کرتی تھی تو مسجد ٹپکنے لگا کرتی تھی اور کچھڑا ہوا یا کرنا تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے کچھڑا دیکھ کر کچھ کنگریاں لا کر ڈال دیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا ما احسن هذا یہ کس قدر اچھا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو صحابہ کرامؓ نے بہت کنگریاں لا کر بچھا دیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ وہ کنگریاں ضرورت کی وجہ سے تھیں۔ ان پر خس و خاشاک کو قیاس نہ کیا جلتے۔ بلکہ وہ تو مسجد کا فرش تھیں پیری حجاز میں دو مرتبہ ماضی ہوئی ایک شہر میں دوسرے شہر میں دو مرتبہ یہیں نے دیکھا کہ دونوں جگہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں صحن مسجد میں کنگریاں بھی ہوئی تھیں ایک نوحال معلوم نہیں۔ مگر دونوں جگہ میں فرق یہ تھا کہ مدینہ منورہ کی کنگریاں نہایت خوبصورت چھوٹی چھوٹی تھیں ان پر بالکچھ مصلی وغیرہ بچھاتے نماز پڑھنے اور بیٹھنے کو جی چاہتا تھا۔ بخلاف مکہ معظمہ کی کنگریوں کے کہ وہ بڑی بڑی تھیں۔ اور ہم جیسوں کو اگر یوں ہی اس پر چلنے لگیں تو زخمی کر دیں۔ لہذا ان پر چلنے کے لئے ایک خاص قسم کے سیپہ ہوتے تھے اس کو پہن کر چلا کرتے تھے۔ وہ مسجد کے بواہوں کے پاس مسجد سے نکل کر رکھ دی جاتی تھیں اور مسجد میں داخل ہوتے وقت وہ لوگ دے دیا کرتے تھے۔ دھڑ دھڑ دوڑوں جگڑا ہر ہے کہ مدینہ منورہ میں تو شمالی محراب بیت تھی اور مکہ مکرمہ میں شمالی عاصیبت اس لئے ہر چیز ہر جگہ کے مناسب تھی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپؐ نے اسے گم پایا تو اس کی وجہ پوچھی خاقی قبیلہ الخ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے مامور تھے۔ فصل علیہما ان صلواتک سکون لہو اور حدیث شریف میں کہ ان کی قبریں تاریکی سے بے ریز رہتی ہیں جب میں نماز پڑھ لیتا ہوں تو وہ روشن ہو جاتی ہیں یا اس وجہ سے کہ آپؐ ہر مومن کے دلی ہیں۔ دلی کو بعد از دفن میت پر نماز پڑھنے کا حق ہے۔ جبکہ اس نے نماز جنازہ میں شرکت نہ کی ہو۔ تو آپؐ کی نماز پر غیر کو قیاس نہیں نہیں کیا جائے گا گویا کہ یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔ امام بخاریؒ اس روایت کو بہت سی جگہ ذکر فرماتے ہیں کیونکہ اس سے بہت سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ مثلاً مردہ کا رات کو دفن کرنا اس کی قبر پر نماز پڑھنا ہر باب پر کلام آئے گا بس اتنا یاد رکھو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے عام استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ صرف آپؐ کی خصوصیت ہے اس لئے کہ آپؐ مثل دلی کے ہیں اس لئے آپؐ کو حق تھا کہ آپؐ

ناز پر ہیں رجل او المراءۃ او ٹک کے لئے صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ عورت کا تھا۔ اس حدیث میں ایک لفظ تقویٰ ہے اس سے جھاڑو دینا ثابت ہوتا ہے۔ اور شراب کے نزدیک حکم کے عموم سے غرق۔ قذی وغیرہ ثابت ہو رہا ہے۔

باب تحریر یو تجارت الخمر فی المسجد۔

ترجمہ: مسجد میں شراب کی تجارت کی حرمت بیان کرنا۔

حدیث نمبر ۴۳۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا أُتِيَ لَيْثُ الْهَيْمَاتِ مِنْ سَفَرِهِ الْبَقْرَةَ مِنَ الْبَرِّ بِمَخْرَجِ الشَّيْءِ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى الْمَسْجِدَ فَقَرَأَ هُوَ عَلَى النَّاسِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَجَارَةً فِي الْخَمْرِ (الحديث)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی وہ آیات جو سوو کے بارے میں ہیں توجہ اکر مصلح گھر سے باہر نکل کر مسجد کی طرف تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے یہ آیات پڑھیں پھر شراب کی تجارت کی حرمت کو بیان فرمایا۔

تفسیر از شیخ مدنی فی المسجد تحریم کی قید ہے۔ تجارت کی نہیں یعنی مسجد میں تجارت خمر کی حرمت بیان کرنا جائز ہے۔

تفسیر از شیخ زکریا۔ شراب، سود، بول و براز کا مسجد کے اندر نام لینا بظاہر خلاف ادب و حتیٰ کہ سود کا نام نہیں لیتے بلکہ جانوسکتے ہیں تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگرچہ یہ اشیاء نجس ہیں اور ان کا نام مسجد میں نہیں لینا چاہیے۔ مگر ان کا مسئلہ تبلیغاً جائز ہے۔ اور اگر ان کا ذکر مسئلہ میں آجائے تو کوئی مرجع نہیں۔ فقہاء علی التماس یعنی جب حرمت ربوہ کی آیات نازل ہوئیں تو حضور پاک مصلح میں مسجد میں تشریف لائے اور آیت ربوہ تلاوت فرمائی پھر تحریم خمر کو بیان فرمایا یہاں اشکال یہ ہے کہ حرمت ربوہ کی آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے کچھ دنوں پہلے نازل ہوئی تھی حتیٰ کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے لئے میں سوال کر لیا ہوتا۔ اور خوب تحقیق کر لیتا۔ ایک شراب دوسرے کالہ اور تیسرے ربوہ اور تحریم خمر اس سے چار پانچ سال پہلے ہی پھر آیت ربوہ کے بعد تحریم خمر کا کیا مطلب اس کے تین جواب ہیں ایک تو یہ ہے کہ تحریم پہلے نازل ہو چکی تھی مگر حضور پاک مصلح نے تاکیداً پھر تحریم ربوہ کے ساتھ ساتھ حرمت خمر کو بھی بیان

فرمادیا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس وقت غمر کی حرمت نازل ہوئی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نفس حرمت غمر تو رہا
 کی حرمت سے مقدم ہے۔ ممکن ہے تجارت غمر ممنوع نہ ہوئی ہو۔ اور وہ ربوہ کی تحریم کے بعد نازل ہوئی۔
 اس لئے حضور صلعم نے اسے بیان فرمادیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ رادی نے اس وقت سنا ہو۔ اور اپنے
 خیال کے مطابق بیان کر دیا۔

**باب الخدم للمسجد، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَذَوُّتُ لَكَ مَافِي بَطْنِي
 مُخَوَّرًا فَخَوَّرَهَا لِلْمَسْجِدِ يَخْدُمُهُ۔**

ترجمہ:- مسجد کے لئے خادم کارکھنا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں نذوت لاسمانی بطنی
 مخوراً یعنی آزاد ہو مسجد کے لئے خدمت کرتا ہو۔

حدیث نمبر ۴۴۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ الْوَعَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أُمَّ آةَ أَوْ
 رَجُلًا كَانَتْ تُفْعِلُ الْمَسْجِدَ وَلَا أَرَاهُ إِلَّا أُمَّ آةَ فَذَكَرَ حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى قَبْرِهَا (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت یا ایک مرد مسجد نبویؐ میں جھاڑو دیتی تھی میرا
 خیال یہی ہے کہ وہ عورت تھی۔ پھر جناب نبی اکرم صلعم کی حدیث بیان کی کہ آپؐ نے اس کی قبر پر نماز پڑھی۔
 تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مسجد کے واسطے
 خادم رکھنا سنت قدیمہ ہے جیسے کہ ابن عباسؓ کے اثر سے ثابت ہے اور جنس نے کہا کہ صرف مسجد کے
 لئے خادم رکھنے کا جواز ثابت فرما رہے ہیں اور میرے والد صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ مسجد کے پیسے کے
 واسطے خادم رکھنے کا جواز بیان فرما رہے ہیں۔ بہر حال امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا ہے کہ وہ شخص مسجد
 میں صفائی کرتا تھا یا وہ ہمدی صفائی کیا کرتی تھی۔ اور آپؐ نے کبھی نکیر نہیں فرمائی۔ اس سے مطلق جواز معلوم
 ہوا۔ چونکہ وہ ضروریات میں سے ہے۔ لہذا والد صاحب دالی غرض بھی ثابت ہو گئی۔

باب لَا سَبِيرَ إِلَّا لِفَرِيضٍ يُبْطَلُ فِي الْمَسْجِدِ۔
 ترجمہ:- قیدی اور مقرض کو مسجد میں باندھا جاسکتا ہے۔

حدیث نمبر ۴۴۱ حَدَّثَنَا مُطَقُّ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَفْرِيَّتًا مِنَ الْجِبْرِ تَقْلَتُ عَلَى الْبَا رِحَةً أَوْ كَلِمَةً

تَحْمُوهَا يَنْقُطِعَ عَلَى الصَّلَاةِ فَاَمْكَنْتَنِي اللَّهُ مِنْهُ وَارَدَتْ أَنْ ارْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي
الْمَسْجِدِ حَتَّى تَضَعَهُ أَوْ تَنْطُرَهُ وَإِلَيْكَ مُلْكُكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِي
مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَخِيهِ مِنْ بَعْدِي قَالَ رَفِئِحُ خَزَنَةً لِّخَاسِكَا (الحديث)

ترجمہ ۱۔ حضرت ابوہریرہؓ جناب نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک نہایت ہی
شریر جن گزشتہ رات اچانک میرے پیش آیا تاکہ میری نماز خراب کرے۔ یا اس تغلت کی طرح کا اور کلمہ فرمایا
تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دے دی تو میرا ارادہ ہوا کہ مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے
ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ صبح کے وقت تم سب کے سب لوگ اس کو دیکھ لو۔ مگر مجھے اپنے بھائی حضرت
سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا یاد آئی جو انہوں نے فرمایا کہ اے میرے رب مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے
بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ تو روح راوی فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شیطان کو نامرد اور ذلیل کے واسطے فرمایا۔

حقیقۃً از شیخ مدنی؟ ایک شیطان کے قید کر لینے سے آپ حضرت سلیمان علیہ السلام کے برابر نہیں
ہو جاتے اور نہ ہی اس سے ان کی خصوصیت باطل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس ارشاد کا کیا مطلب ہوا۔ جواب یہ ہے
کہ خصوصی چیز جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے وہ جنات پر حکومت کرنا ہے جو انات اور طیور پر حکومت
کرنا دوسروں کے لئے بھی ہے مگر جنات کو مسخر کرنا حضرت سلیمان کی خصوصیت ہے۔ اگر ایک جن کو قید کر لیا
جائے تو اس سے لوگوں کو شبہ ہوگا کہ جنات آپ کے مسخر ہو گئے تو اس وقت حضرت سلیمان کی دعا
دب حب لی الخ میں عدم قبولیت کا احتمال پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے آپ نے اس سے اجتناب کیا

حقیقۃً از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر قیدی یا قرضدار کو مسجد کے ستون کے
ساتھ باندھ دیا جائے تو جائز ہے اور روایت جو ذکر فرماتی ہے وہ گزر چکی ہے۔ اس میں ہر مفسر ممکن
اللہ منہ الخ اس میں اشکال ہے کہ شیطان کیسے باندھتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان جب انسان
کی شکل میں آتا تو انسان کے لوازمات اس میں آ جاتے لہذا باندھنے میں کیا اشکال ہے۔ من تنزیا بزحشیؒ
یاخذ حکم یعنی جس شخص نے جس چیز کی شکل اختیار کر لی تو اس پر حکم ہوگا۔ اس میں اشکال ہے کہ نوات
میں اسیر کا تو ذکر ہے۔ مگر غریم کا نہیں۔ شرح جواب دیتے ہیں کہ قیاساً علی الاسیر ثابت فرما دیا۔

باب اَلَا غُتْسَالٌ اِذَا اَسْلَمَ وَرَبُّهُ اَلَا سَبْرٌ اَيْضًا فِی الْمَسْجِدِ۔ وَكَانَ شَيْخٌ
يَا مُرَاغِرِيَّوْ اَنْ يُجْبَسَ اِلَى سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ۔

ترجمہ :- جب سلام لائے تو غسل کرنا اور مسجد کے اندر قیدی کا باندھنا۔ قاضی شریح معروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۴۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِيْلًا قَتَلَ نَجْمًا فَنَازَتْ بِمَجْلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثَمَمَةُ بْنُ أُثَالٍ خَوْ بَطُونًا بِسَارِ يَدِ مَثَرٍ سَوَاوَى الْمَسْجِدِ فَخَنَعَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثَمَامَةَ فَأُطْلِقَ رَأَى نَجْلًا قَرِيبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنِّي مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

ترجمہ، حضرت سید نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت نبی اکرمؐ نے نجد کی طرف ایک گھوڑ سوار دستہ روانہ فرمایا جو بنی حنیفہ کے ایک ایسے آدمی کو گرفتار کر لائے جس کو ثمامہ ابن اثال کہا جاتا تھا۔ تو انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جناب نبی اکرمؐ اس کے پاس تشریف لائے گفتگو کے بعد حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو چنانچہ وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف گیا۔ غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہو کر کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ مسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر اشکال ہو کہ اغتسال کو احکام مسجد سے کیا تعلق ہے مگر کہا جائے گا کہ اگر اغتسال کا باب مستقل ہوتا۔ پھر اشکال تھا یہاں اغتسال کا باب مستقل نہیں ہے۔ ضمیمہ ہے۔ اگر مستقل بھی ہو تو بعض حضرات نے اس کے معنی یہ لئے ہیں۔ اخواج الکافر المربوط من المسجد للاغتسال اذا اسلخ اور ربط الاسیر بطور فائدہ جدید کے ہے۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ پہلے باب سے متعلق ہے اور اس کا تتمہ و تکملہ ہے پہلے باب میں اسیر اور غریم کہا گیا تھا۔ غریم کا ذکر تو پہلے باب میں آچکا ہے مگر اسیر کا ذکر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ مستقلاً اس باب میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ ثمامہ بن اثال اسیر کو سارہ مسجد سے باندھ دیا گیا تھا۔ تو اس باب میں اسیر اور غریم دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور باب اول میں حضرت کو اسیر اور غریم کہنا تکلف ہے۔ تو گویا باب اول میں ہے۔ یہاں سے ایک شبہ کا زائل کرنا مقصود ہے کہ بسا اوقات کافر اسیر و غریم جنسی ہوتا ہے۔ لہذا اسے مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ محض احتمال کی بنا۔ پران کو مساجد سے نہ روکا جائے۔ البتہ اگر ضرورت پیش آئے تو اسے مسجد سے

نکالا جلتے۔ ہاں امام مالکؒ کسی مسجد میں کافر کے داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

خشیعہ از شیخ زکریا۔ یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو گیا تو کیا اس پر غسل ضروری ہے یا نہیں اس پر اشکال ہے کہ اس باب کو ابواب الطہارت میں ذکر کرنا چاہیے تھا۔ ابواب الساجد میں اس کا ذکر کیسے آگیا۔ دوسری چیز ربط الاسیر ہے اس پر اشکال یہ ہے کہ ربط الاسیر کا مسئلہ تو امام بخاریؒ گذشتہ باب میں ذکر فرما چکے ہیں۔ پھر یہاں تبحر کیوں فرمایا۔ اب پہلے تو مسئلہ سنو! امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہو تو اس پر اسلام لانے کی وجہ سے غسل کرنا ضروری ہے اور واجب ہے خواہ موجب غسل پایا گیا ہو یا نہ اور ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی موجب غسل پایا جا رہا ہو جیسے اختلام، جماع اور عورت کے لئے حیض و نفاس تب تو واجب ہے ورنہ نہیں۔ پھر ان تینوں حضرات کے اندر ایک اور مسئلہ میں اختلاف ہے وہ یہ کہ اگر اسلام لانے سے پہلے موجب غسل پایا گیا اور اس نے بحالت کفر غسل کر لیا تو اس کا اعتبار ہو گا یا نہیں منقولہ کے نزدیک یہ غسل معتبر ہو گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط نہیں ہے اور مالکیہؒ اور شافعیہ کے نزدیک یہ غسل معتبر نہیں ہو گا۔ کیونکہ ان کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت شرط ہے اور نیت کافر کی معتبر نہیں۔ یہاں امام مالکؒ ایک اور بات فرماتے ہیں وہ یہ کہ اگر اس کو اعتقاد حازم ہو گیا ہو اور اس نے زبان سے کلمہ شہادت نہیں پڑھا اور اس سے قبل غسل کر لیا تو اس جرم اور اعتقاد کی بنا پر اس کی نیت معتبر ہوگی اور غسل صحیح ہو جائے گا چونکہ امام ابو داؤد و حنبلیؒ ہیں اس لئے انہوں نے اس روایت پر باب ما لم یطہر۔ باب الدجل فیہ ما تفضل اور امام ترمذیؒ نے باب الاغتسال اذا اسلمہ باندھلے جیسا کہ امام بخاریؒ نے باندھلے۔ اب رہی یہ بات کہ امام بخاریؒ کو تو اسے ابواب الطہارت میں بیان کرنا چاہیے تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی مستقل ترجمہ نہیں بلکہ امام بخاریؒ کے اصول موضوعہ میں سے ہے کہ اگر روایت باب کے اندر کوئی نئی بات ہو تو بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں حقیقہً یہ باب در باب ہے اور پہلے ہی باب کا جزو ہے۔ اب جیکہ اس کو باب سابق کا جزو مان لیا تو یہ اشکال نہیں رہتا کہ امام بخاریؒ نے باب سابق میں دو جزو ذکر فرماتے ہیں ایک ربط الاسیر اور دوسرا ربط الغریم لیکن روایت صرف ربط الاسیر کی ذکر فرمائی ہے۔ غریم کی ذکر نہیں فرمائی۔ تو ربط الغریم کیسے ثابت ہو گا اور شرح کے جواب دینے کی ضرورت نہیں رہتی کہ قیاس سے ثابت کیا ہے۔ بلکہ یہ پہلے باب کا کلمہ ہے۔ اور ربط الغریم کا ہا مشیج یا مؤ الغریم سے ثابت ہے۔ اور یہ بھی اشکال نہیں رہتا کہ باب تو امام بخاریؒ نے اغتسال کا باندھا اور ربط الاسیر

کہاں سے ذکر فرمایا۔ غنچ النجی صلحہ یہاں روایت مختصر ہے قصہ یہ ہوا تھا کہ ثمامہ بن اُثال کھڑ
 کر لائے گئے۔ اور انہیں مسجد کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ پہلے دن آپ تشریف لاتے تو فرمایا ما عندک
 یا ثمامہ انہوں نے جواب دیا ان تقتل تقتل ذاد مردان تنعو تنعو علی شاکردان وددتہا مال
 فہولک یعنی آپ نے پوچھا ہے ثمامہ اب تمہارا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو
 ایک خون دلے کو قتل کریں گے جس کا قصاص لیا جائے گا۔ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک سکر گزار پر احسان
 کریں گے۔ اور اگر آپ کو مال کی خوشی ہے تو یہ سب مال آپ کا ہے حضور پاک صلعم پس من کر چلے گئے، دوسرے
 دن پھر تشریف لائے اور یہی سوال و جواب ہوا تیسرے دن بھی یہی بات ہوئی حضور صلعم نے جب دیکھ لیا کہ
 اسلام ان کے قلب میں راسخ ہو گیا ہے تو فرمایا اطلقواہ اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا وہ
 مسجد کے قریب ایک باغ میں جا کر غسل کرتے پھر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس حدیث میں ہے کہ پہلے
 غسل کیا پھر کلمہ شہادت پڑھا یہ حنفیہ کے موافق ہے کہ کافر کا قبل از اسلام غسل کر لینا معتبر ہے۔

باب النبیۃ فی المسجد للہم منی و غیب ہو۔

ترجمہ :- مریضوں وغیرہم کے لئے مسجد میں خیمہ لگانا۔

حدیث نمبر ۴۴۲۲ حَدَّثَنَا زَكَوِيَّا بْنُ يَحْيَىٰ الْخَزَنَدَارِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُصِيبَ سَعْدُ
 يَوْمَ الْفَتْحِ فِي الْأَعْمَلِ فَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوذَ
 مِنْ قَرِيبٍ خَلَوْا يَوْمَئِذٍ فِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةً
 مِنْ بَنِي غَفَارٍ إِلَّا الذَّمَّ كَيْسِلُ رَأَيْتُهُمْ فَقَالُوا يَا أَهْلَ الْحَبَشَةِ مَا هَذَا الَّذِي يَا نَبِيَّنَا مِثْ
 فَعَلِكُمْ قَالُوا سَعْدٌ يَحْدُو جُنْحُهُ دَمَا فَمَاتَ مِنْهَا ر (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کی بازو والی ایک
 رگ میں تیر لگا تو جناب نبی اکرم صلعم نے مسجد میں خیمہ لگایا تاکہ قریب سے ان کی بیمار پرسی کر سکیں مسجد میں
 ایک اور خیمہ بنو غفار کا بھی تھا جن کو خون سے ہی خوفزدہ کر دیا۔ جو ان کی طرف بہہ کر آیا تھا۔ تو کھینچ لگے کہ
 لے اہل خیمہ یہ کیا چیز تمہاری طرف سے ہمارے پاس پہنچی ہے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعدؓ کا زخم خون بہا رہا
 تھا جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔

تشبیہ از شیخ مدنی: مریض کو مسجد میں رکھنے سے تلوث بالنجاستہ کا احتمال تھا۔ امام بخاری نے

ظاہر الفاظ خیمہ فی المسجد سے استدلال کر کے اس احتمال کو رد کر دیا۔ اگرچہ مانعین نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ مسجد نبوی نہیں تھی۔ بلکہ خیمہ کے قریب نماز پڑھنے کی ایک جگہ تھی۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ مسجد میں خیمہ لگانا امام بخاریؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اکمل ما تھیں ایک رگ ہوتی ہے جس حد و مادہ رگ جو بند تھی اس کا بندہ کھل گیا جس سے خون جاری ہو گیا۔ اور اسی میں وفات ہوئی۔ یوں کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر قریش سے کوئی جنگ ہوتی ہے تو مجھ کو باقی رکھ۔ درنہ اٹھا لے۔ ان کی دعا قبول ہوئی۔ اور اس کے بعد قریش سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

باب اِذَا خَالَ التَّبَعِيْرُ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ ۶۔

ترجمہ :- مسجد میں کسی ضرورت کی بناء پر اونٹ کو داخل کرنا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔

حدیث نمبر ۴۴۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ تَشَقَّقَتْ رِاحًا وَسُئِلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاشْتَرَكِي قَالَ طُوفِي مِنْ دُكَاوِ النَّاسِ وَأَنْتِ تَكَلِّبِي فَطُفْتُ وَاسْتَأْذَنَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصْرَفَ رِاحًا جَنِبَ الْبَيْتِ يَقِفُ ابْنُ الطَّوْدِ وَكَانَ سَطُورُ تَرْجَمَ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت پیش کی کہ میں بیمار ہوں تو آپ نے فرمایا کہ تم سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرو۔ چنانچہ میں طواف کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پہلو میں نماز پڑھ رہے تھے اور الطود کتاب مسطور پڑھ رہے تھے۔

تشیخ از شیخ مدنی۔ جمہور تو اس کے قائل نہیں ہیں کہ دواب کو مسجد میں لایا جائے بغیر ضرورت شدید کے کیونکہ یہ باعث تلویث مسجد ہے کہ اس سے مسجد کے طوٹ ہونے کا اندیشہ ہے۔ آپ کی ناظرہ مدبرہ تھی یعنی وہ سدھائی ہوئی تھی اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ مگر امام بخاریؒ اسے بھی ثابت فرما رہے ہیں۔

تشیخ از شیخ زکریا۔ جانور اونٹ وغیرہ کو کسی عذر کی بناء پر مساجد میں داخل کرنا جائز ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے مرض کی وجہ سے طواف عمرہ اونٹ پر کیا۔ اور جیسے ام سلمہؓ نے مرض کی وجہ سے اونٹ پر طواف کیا۔ بعض شراح نے علت سے مراد ضعف و بیماری لی ہے۔ پھر امام بخاریؒ پر اعتراض کیا ہے کہ ام سلمہؓ کی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے لیکن ابن عباسؓ کی حدیث موافق نہیں ہے حافظ فرماتے ہیں کہ

جسم سے متعلق تھا۔ مگر یہاں پر مصباحین اشخاص اجنبیہ کے سامنے آگئے۔ اور وہ بھی ان کے جسم میں سے نہیں ہیں وہاں پر روشنی نبی کے قلب سے آئی تھی یہاں قلب نبی سے نہیں آتی بلکہ خارج سے ہے اس باب کا ابواب مسجد سے کیا تعلق ہے۔ اکثر ایسا باب سابق کا مفصل ہوا کرتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی اہم بھاری تشبیہ الاذہان کے لئے ترجمہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ کہ خود ترجمہ مقرر کر لو۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے زمانے میں مساجد کے اندر مصابیح نہیں ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے مصابیح کا رواج پڑا تو مقصد ہو گا کہ مسجد میں بخیر روشنی کے داخل ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باب اذخال الانوار فی المساجد ثابت کرنا چاہتے ہوں۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا۔ بَشِّرِ الْمَشَاطِينَ فِي الظُّلُمِ بِالنُّورِ الْمَنَامِ۔ یعنی تاریکیوں میں چلنے والوں کو نور نام کی بشارت دو۔ اور یہاں پر آپؐ نے ان کے روشنی ہمیا کر دی۔ تو جب فروج کے لئے نور ہوا تو دخول کے لئے بطریق ادلی ہو گا۔ اور بَشِّرِ الْمَشَاطِينَ فِي الظُّلُمِ کے یہ معنی ہیں کہ جو لوگ اوقات تاریکی میں کتے جلنے ہیں ان کو نور نام کی بشارت دو۔ اگرچہ نور موجود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ادخال النور فی المساجد بھی جائز ہے۔ اور اسی مناسبت سے اسے کا فصل عن الباب السابق بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے باب میں استغاثۃ بالعبیر تھی اس میں استغاثۃ بالنور ہے۔

تفسیر میں از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ سے غرض یہاں عاجز ہو گئے اور انہوں نے کوئی غرض بیان نہیں فرمائی۔ بعض نے کہا کہ کتابت ترجمہ کا ارادہ تھا۔ مگر فرصت نہ ملی۔ بعض نے کہا اصل میں بیاض تھا۔ تاہم نسخین نے اسے ملا دیا۔ اور بعض نے کہا کتاب سے ہی رہ گیا۔ لیکن ہمارے مشائخ نے توجیہ فرمائی ہے کہ احکام المساجد کا ذکر ہو رہا تھا۔ اور بلا ترجمہ باب کافی الجملہ باب سابق سے متعلق ہوتا ہے تو امام بخاریؒ نے اس باب سے مسجد کے اندر بیٹھنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بَشِّرِ الْمَشَاطِينَ فِي الظُّلُمِ بِالنُّورِ الْمَنَامِ ہے۔ پھر ان دونوں صحابہ کی روایت بیان فرمادی جو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ مات اندمیری تھی جب جلنے لگے تو ایک نور ان کے سامنے آگیا۔ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ اور جب وہ الگ الگ ہو گئے تو اس نور کے دو ٹکڑے ہو کر ہر ایک کے پاس الگ الگ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو نمونہ کے طور پر وہاں چیزیں اور وہاں کا منظر دکھا دیتے ہیں ان دونوں کو بھی یسوی نور ہوا بین ابید بھو۔ و بَشِّرِ الْمَشَاطِينَ فِي الظُّلُمِ بِالنُّورِ الْمَنَامِ کا نمونہ دکھلایا جس زمانہ میں میں فضائل قرآن لکھ رہا تھا۔ تو مجھ کو خواب میں ایک تاج دکھلایا گیا۔

بالکل متیوں سے بھرا ہوا تھا۔ دعا گدانا باریک کہ نظر نہ آتا تھا اس کا حسن بیان سے باہر تھا۔ اور میرے والد صاحب کی رلے ہے کہ ان دونوں صحابیوں کے پاس جو کھڑکی تھی۔ اس کا سرادھ کے منہ کے مثل تھا۔ لہذا اخلاص البیہ ثابت ہو گیا۔ مگر چونکہ صراحت نہیں اس لئے باب بلا ترجمہ باندھ دیا۔ اور باب سابق میں ذکر نہیں فرمایا۔ یہ مضمون بہت تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ اگر مل جاتے تو اس سے عمدہ ترجمہ نہیں ہو سکتی۔ شاہ ولی اللہ دفرماتے ہیں کہ کلام فی المسجد کا جواز ثابت فرماتے ہیں آجکل ادباً اللہ کی کرامات کے متعلق بہت سی کتابیں مل جاتی ہیں لیکن صحابہ کرام کی کرامات کے متعلق نہیں ملتی۔ حالانکہ ان کی بھی ہزاروں کرامات موجود ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک کرامات دھواقی عادت کوئی بڑی چیز شمار نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ ان کے یہاں اتباع سنت و شریعت کو اہمیت حاصل تھی اور آجکل کسی سے کوئی خرق عادت کام صادر ہو جائے تو اس کو بہت بڑا دلی سمجھا جاتا ہے صحابہ کرام کی کرامت پر کوئی ترجمہ نہیں کرتا۔

بابُ الْخَوْفِ وَالْمَصْرِفِ الْمَسْجِدِ

ترجمہ :- مسجد کے اندر کھڑکی یا گدراگاہ بنانا داخل ہونے کے لئے

حدیث نمبر ۴۴۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسَافٍ الْإِمْلَانِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَالَ خُطْبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْعَاثُ خَيْرِ عِبَادِهِ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَكَ فَاتَّخَذَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَبَكَرَ أَبُو بَكْرٍ فَنُفِثَ فِي نَفْسِي مَا يَبْكِي هَذَا الشَّيْءُ إِنَّ يَكُنِ اللَّهُ خَيْرَ عَبْدٍ أَبَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاتَّخَذَ مَا عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَنَّا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكُ إِنَّ أَمْرَ النَّاسِ عَلَى فِي صُحْبَتِهِ كَمَا لَمْ يَكُنْ أَبَدُ بَكْرٍ وَكَوْنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيدًا لَا تَخْذُلُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَمْرُهُ الْإِسْلَامُ وَمَوَدَّتُهُ لَا يُبْقِيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلعم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس میں سے ایک اختیار دیا ہے اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو اختیار کر لیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دل میں کہا کہ بٹھے کو کس چیز نے دلایا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ دنیا اور عند اللہ میں کسی

ایک کو اختیار کرے تو اس نے ما عند اللہ اختیار کر لیا۔ نور رسول اللہ صلم وہی عہد تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ ہم سب میں سے زیادہ عالم تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تم روئے شک تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ اپنی صحبت اور اپنے مال کی بدولت مجھ پر تمام لوگوں میں سب سے زیادہ احسان کرنے والا ابو بکرؓ ہے اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا دلی دوست بنانا تو ابو بکر صدیقؓ کو بنانا۔ لیکن اسلامی بھائی چارہ اور اسلامی محبت رہ گئی ہے۔ مسجد میں کسی دروازہ کو باقی نہ رکھا جائے بلکہ اسے بند کر دیا جائے مگر حضرت ابو بکرؓ کا دروازہ باقی رکھا جائے۔

خدیج اشہق مدنیؒ: خوش چھوٹے دروازے کو کہتے ہیں (کھڑکی) اگر مسجد کی طرف کھڑکی اور گزرگاہ کو کھولا جائے گا۔ تو ایک نو مسجد کو راستہ بنانا پڑے گا۔ اس میں امانت مسجد ہے اور قطرق فی المسجد یعنی مسجد کو راستہ بنانے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ دوسرے بنی وغیرہ اس سے گزریں گے ان کے لئے دخول فی المسجد ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ اس کا خلاف کر رہے ہیں اور الا عابری سبیل سے استدلال کرتے ہیں کہ عابری سبیل کے لئے دخول فی المسجد جائز ہے۔ خواہ منی ہو یا غیر منی علماء احناف دشوابعؒ اس کو منع کرتے ہیں خبیہ عبد ا۔ عبد ا نکہ سخت میں اثبات کہ ہے۔ اس سے عموم تو مراد نہیں لیا جاسکتا۔ البتہ فرد غیر معین مراد لیا جاسکتا ہے اور قرآن خارجہ سے اس کی تفسیر کی جاسکتی ہے حضرت صدیق اکبرؓ اس کو سمجھ گئے دوسرے صحابہؓ نہ سمجھ سکے۔ کان ابو بکر علینا اس سے چہرہ استدلال کہتے ہیں۔ کہ اعدوا حق بالامامة ہونا چاہیے۔ ان من الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر صحبت کے معنی معاشرہ کے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے اشاعت اسلام میں اپنا تمام مال و اسباب خرچ کر دیا۔ واقعات ان کی معاشرہ اور اتفاق مال پر کثرت سے دلالت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت خلافت کے ساتھ ہوتی ہے۔ مگر پھر اس کے مراتب ہیں معیت محبین اور معیت صابریں اور ہے اور معیت سید المرسلین کے ساتھ سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس میں ابو بکر صدیقؓ کو شامل کرتے ہوئے فرمایا گیا ولا تخونن ان الله معنا۔ معی نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت جیسے سید المرسلین کے ساتھ ہے ایسے صدیق اکبر کے ساتھ بھی ہے۔

الا باب الیٰ جسکا اگر اس پر شبہ ہو۔ کہ باب علیؓ بھی کھلا رہا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود امام ترمذیؒ نے اس روایت پر صرح کی ہے۔ اگر ثابت بھی ہو جائے۔ تو اس روایت صحیحہ قویہ کو ترجیح دی جائے

گی۔ یہ کہا جائے گا کہ وہ واقعہ مشہور ہے اور یہ واقعہ متاخر ہے۔

تشنیع از شیخ زکریا۔ باب امر و رد گندہ چکا اور وہاں جو توجیہ میں نے کی اس کی بناء پر یہاں تکرار لازم آتا ہے کیونکہ ہر مصدر بھی ہے بشرح نے جواب دیا کہ وہ بالا صالۃ ذکر ہے۔ اور یہاں بالتبع ذکر ہے مگر مجھے اس جواب دینے کی ضرورت اس وقت ہوگی۔ جب میں ہر کو مصدر میمی مانوں میرے نزدیک یہ مصدر میمی نہیں بلکہ اسم ظرف ہے اور غوض کی تفسیر ہے۔ کیونکہ خوچہ مطلقاً کھڑکی کو کہتے ہیں۔ خواہ گذرگاہ ہو یا نہ ہو۔ تو میرے نزدیک امام بخاریؒ نے خوچہ کے بعد ہر کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ خوچہ سے وہ مراد ہے جو گزرنے کی جگہ کے معنی میں ہے۔ ولو کنت متخذہ خلیلاً یہاں سوال یہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اسلام سے پہلے تھی اور ضرب المثل تھی لہذا اس کا کیا مطلب کہ اگر کسی کو دوست بنانا تو ابوبکرؓ کو بنانا اس کا جواب یہ ہے کہ مودت اور محبت عام ہے اور غفلت اس محبت کو کہتے ہیں جو خلل قلب میں ہو۔ مثنی کہتا ہے۔

عدل العوادل حول قلبی التائب ۝ دھوی الاحبة منه فی سوادہ

کہ ملامت گروں کی ملامت میرے پریشان دل کے ارد گرد ہے اور دوستوں کی محبت دل کے کلمے دان کے اندر ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔ پھر کسی دوسرے کی محبت کی جگہ کیسے ہو سکتی ہے۔ اب یہ سنو! کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت حبیب اللہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت خلیل اللہ ہے اس میں اختلاف ہے کہ خلقت کا درجہ اولیٰ ہے یا محبت کا بعض محبت کو اعلیٰ مانتے ہیں اور بعض خلقت کو اگر ایسا ہو تو یہ جزئی فضیلت ہوگی۔ یا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حبیب اللہ دونوں تھے۔ حبیب اللہ تو دارمی میں صریح ہے اور ان اللہ اخصف خلیلاً کا اتھذا ابراہیم خلیلاً۔ تو اب کوئی شبہ نہ ہے گا۔

ولکن اخوة الاسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ اخوت اسلام ہے تو جس کا اسلام جتنا قوی ہو گا اس کا تعلق بھی اتنا قوی ہو گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اسلام سب سے قوی ہے اس لئے اس کی اخوت بھی سب سے قوی ہوگی۔ لا یبتغین فی المسجد باب الا رد ابنت میں باب کا لفظ ہے اور امام بخاریؒ نے ترجمہ غوض کا لفظ ذکر فرما کر ایک اہم بات کی طرف اشارہ فرما دیا۔ وہ یہ کہ نزدیکی تشریف کی روایت میں ہے۔ ولا یبتغین باب الا باب یحلی اب یہاں بخاری اور ترمذی کی روایت میں تعارض

ہو گیا۔ بعض حضرات نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض مؤرخین فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی اس طور پر بنی تھی کہ اس کے کنارے مکانات تھے۔ اردان مکان والوں نے مسجد میں آنے کے لئے اپنے گھروں کے دروازے مسجد میں کھول رکھے تھے اور اس وقت تک جب اور عاتض کا مسجد میں سے ہو کر گذرنا ممنوع نہیں تھا۔ لوگ گذرتے رہتے تھے لیکن جب گذرنا ممنوع ہو گیا۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے دروازے بند کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علیؓ کے دروازہ کو استثناً فرمایا۔ کیونکہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ اس بات پر صحابہ نے دروازے تو سب بند کر دیے۔ مگر چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں کھول لیں۔ تاکہ نماز کے واسطے ان میں سے ہو کر آجایا کریں جب وفات قریب ہوئی تو حضورؐ نے یہ سب خونے بھی بند کرادیے۔ صرف حضرت ابوبکرؓ کا خونہ باقی رکھا۔ اس لئے کہ وہ خلیفہ ہونے والے تھے۔ ان کو ضرورت تھی لہذا ان کا خونہ باقی رکھا۔ تو لفظ خونہ سے اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ باب سے خونہ مراد ہے۔

حدیث نمبر ۴۴۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ الْحَمْدِيُّ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَائِشَةُ اسْتَأْذَنَتْ فَفَعَدَ عَلَى الْمَنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَاشْتَمَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ كَيْسٌ مِنْ أَتَابِ أَحَدٍ أَمَّنَ عَلَى فِيهِ نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ آيٍ يَكْرِهْنَ آيٍ تُحَافَتُهُ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا لَكِنْ خَلَّةٌ الْإِسْلَامَ فَضَلُّهُ سُدُّوْا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةٍ آيٍ يَكْرَهُ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں ہیں میں آپ کی وفات ہوتی اپنے سر پر ایک ٹاکی کی بٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے منبر پر آ کر بیٹھ گئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی ذات اور مال نے مجھ پر زیادہ احسان کیا ہو سوائے حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ کے اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا ولی دست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر صدیقؓ کو خلیل بناتا۔ لیکن اب اسلامی دوستی افضل ہے۔ پس اس مسجد میں سب کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کے کہ وہ کھلی رہے

تشیخ از شیخ زکریا - سد و اعفی کل خوخۃ اس روایت کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ باب کے اندر لفظ خونہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اتباع روایت کی وجہ سے لکھا ہے۔ اور بحار باب

مسجد کے متاع کی حفاظت ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی حفاظت باقی رہے گی۔ اس لئے امام بخاریؒ اس باب سے بتلانا چاہتے ہیں کہ کعبہ اور مسجد کو مطلق کرنا اس کا مصداق نہیں چنانچہ آپؐ نے خود خانہ کعبہ کے دروازہ کو بند کرایا۔ لوگ انتظار میں تھے۔ اسی وجہ سے ابن عمرؓ اندر نہ جاسکے۔

تشییع از شیخ زکریا رعیض علیہ السلام نے مسجد کے دروازے بند کرنے کو منع کیا ہے کہ یہ من اظلم من منع مسجد اللہ میں داخل ہے۔ لیکن امام بخاریؒ اس باب سے اس کا جواز ثابت فرما رہے ہیں کہ اگر غلق باب مسجد کی حفاظت یا اور کسی مصلحت کی وجہ سے ہو تو جائز ہے اور انت مسجد ابن عباسؓ اہل معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اپنے زمانے میں مسجد کے اندر دروازے لگاتے تھے جن کی ان کو قدرت تھی۔ فتوا غلق الباب یہاں پر دروازے بند کر دینے کی وجہ سے منع الناس عن الدخول ہوا مگر مصلحت کی بنا پر تھا۔ معلوم ہوا کہ ایسا کرنا مصلحتی جائز ہے۔ اور بند کرنا جب کعبہ میں جائز ہے تو مسجد میں بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ بند اس لئے کیا تھا کہ اس میں جہوم نہ ہو اور سکون قلبی حاصل ہو۔

باب دُخُولِ الْمُشْرُوفِ فِي الْمَسْجِدِ -

ترجمہ :- مشرک کا مسجد میں داخل ہونا۔

حدیث نمبر ۴۴۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ خُرُوجِهِ لِمَا أُتِيَ مِنْ كُنَى حَنِيفَةَ يَقُولُ لَهُ ثَمَامَةُ بْنُ اِثَالٍ قَدْ تَطَوَّعَ بِسَارٍ يَتَّبِعُ مِنْ سَوَادِي الْمَسْجِدِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھوڑ سوار فوجی دستہ بخبر کی طرف بھیجا تو وہ ایسے آدمی کو پیڑ کے لئے جو قبیلہ بنو حنیفہ کا تھا جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ تو اس کو مسجد کے ستونوں میں ایک ستون کے ساتھ انہوں نے باندھ دیا۔

تشییع از شیخ زکریا رعیض علیہ السلام نے "حنیفہ" و "خابلہ" کے نزدیک دخول المسجد جائز ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز شوافع کے نزدیک مسجد حرام میں ناجائز ہے اور اس کے ماسوا میں جائز ہے۔ بظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ کیونکہ انہوں نے ترجمہ میں کوئی قید ذکر نہیں فرمائی۔ ما نصیب انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا یعنی مشرک نجس ہیں۔ یہ ناپاک لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اس آیت سے استدلال

کرتے ہیں مجوزین کہتے ہیں کہ اس سے نجاست اعتقاد مراد ہے نہ کہ نجاست جسم

باب رفع الصوت في المسجد

ترجمہ :- مسجد میں آواز بلند کرنا۔

حدیث نمبر ۴۵۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَمَّانِيُّ السَّامِيُّ بْنُ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا

فِي الْمَسْجِدِ فَخَصَّصَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ رَأْيَهُ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ أَذْهَبْتَ فَأُتِيتُ بِهَذَا بِنِجْمَتِهِ يَمَامًا فَقَالَ وَمَنْ أَنْتُمْ فَأَلَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمْ مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَا وَجَعْتُمْ تَرْتِمَانِ أَصَوًّا كَمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ :- حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا ہوا تھا کہ مجھے ایک آدمی نے کلگری ماری۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ حضرت عمر بن الخطابؓ ہیں فرمایا جاؤ! اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے آیا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو یا کہاں سے آئے انہوں نے کہا کہ ہم تو طائف کے رہنے والے ہیں فرمایا اگر تم اس شہر کے باشندے ہو تو تمہیں دردناک سزا دیتا ہوں۔ تم مسجد رسول اللہؐ میں آواز بلند کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنی و امام بخاری نے ترجمہ الباب بغیر حکم کے ذکر فرمایا۔ جو روایات ذکر فرمائی ہیں

ان میں سے ایک اجازت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری ممانعت پر۔ تو اس کے دو جواب ذکر کئے جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلا ضرورت مسجد میں رفع صوت جائز نہیں ہے۔ عندا الضرورت جائز ہے۔ جیسے مسجد میں خطیب کو آواز بلند کرنی پڑتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آواز کو عندا الخطبہ و عندا التکبیر بلند کیا کرتے تھے۔ اس لئے امام صاحب متفقین کو رفع الصوت فی المسجد کی اجازت دیتے ہیں۔ چونکہ طائف کے ان دو باشندوں نے بلا ضرورت رفع الصوت کیا تھا اس لئے ان کو منع کیا گیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ مطلقاً رفع الصوت کو ممنوع قرار دینا چاہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۵۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ الْهَمْدِيُّ أَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ تَقَاعَى

ابْنُ أَبِي حَدْرٍ وَدَيْنَانُ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّ لَفَعَتْ أَصْوَابُهُمَا حَتَّى سَمِعَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِمْ فَخَسَّجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ مِجَنَّفَ مَجْنُتِهِمَا وَنَادَى كَعْبَ

بَن مَالِیْتَ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ كَتَبْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَشَارَ بِبَیْدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ
دَیْنِدَیْ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُكَ اللَّهُ مَلِكُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَمَلَكَ قَوْمُكَ فَاقْضِهِ

ترجمہ:- حضرت کعب بن مالک خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے ابن ابی حدوسہ سے اپنے اس قرضہ کا مطالبہ کیا۔ جو اس کے ادا پر تھا۔ اور یہ مطالبہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوا۔ اس جگہ پر میں ان کی آواز میں اتنی بلند ہوئیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں ان کی آواز کو سن لیا چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مجرمہ کا پردہ ہٹا کر ان دونوں کے لئے باہر تشریف لائے اور کعب بن مالک کے اونچی آواز سے پکارا فرمایا اے کعب! انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قرضے میں سے آدھا اس کو معاف کر دو۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے کر لیا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا اٹھو اور قرضہ باقی ادا کر دو۔

تشریح از شیخ مدنی:- یہ حضرت کعب بن مالکؓ کا یہ واقعہ رفع الصوت فی المسجد کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ آپ جلدی سے ان کے درمیان صلح نہ کراتے۔ آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر معاملہ طویل پڑ گیا۔ تو لڑائی جھگڑے تک نہوت آئے گی۔ اور رفع صوت ہو گا۔ مگر پہلی توجیہ اقرب الی التحقيق ہے۔

تشریح از شیخ زکریا:- رفع صوت کی ممانعت بہت سی روایات سے ثابت ہے اسی بنا پر اختلاف کے نزدیک مکرود ہے۔ اس کے برخلاف بہت سی روایات سے جواز بھی معلوم ہوتا ہے چونکہ روایات مختلف ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف دو طرح کی روایات ذکر کر دیں۔ اور علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے بھی کی روایت پہلے ذکر فرمائی۔ اور جواز دالی بعد میں تو جواز دالی روایت بھی کی طرف پھیری جاسکتی ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ رفع صوت مطلقاً منع ہے اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی سے نکل کر ہاتھ سے اشارہ فرمادیا تاکہ مسجد میں آواز بلند نہ ہو، الحاصل مسجد کے اندر رفع صوت مکرود ہے لیکن علمی بات کہنے یا تقویٰ کے لئے اگر رفع صوت کی ضرورت نہ پڑ جائے تو جائز ہے۔ تو دونوں روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ایک کو ضرورت پر محمول کیا جائے۔ خصوصی رجل۔ حضرت عمرؓ بآداب جہوری الصوت ہونے کے مجھے مسجد میں آواز نہیں دی۔ بلکہ لنگری کے اشارے سے بلایا۔ نیز آجادی گفتگو کر رہے تھے ان کو دھمکی دی۔ اس سے کراہتہ رفع صوت کا علم ہوا۔ امام بخاریؒ کا

بہلان بھی کراہتہ رفع صوت کی طرف ہے

بَابُ الْحَلْقِ وَالْجُلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ :- مسجد میں حلقہ بنانا اور بیٹھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْهَمْدِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَلْبَنَرِ مَا تَنَاهَى فِي صَلَاتِهِ اللَّيْلُ قَالَ مَتْنِي مَتْنِي فَإِذَا أَمْسَيْتُ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى وَاجِدَكَ فَأَوْقِفْهُ لَهُ مَا صَلَّيْتَ وَرَأَيْتَهُ كَانَ يَقُولُ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَثُمَّ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهِ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرمؐ سے اس وقت مسئلہ پوچھا جبکہ آپؐ منبر پر تھے کہ رات کی نماز کے بارے میں آپؐ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا کہ دو گمانہ درگمانہ پڑھی جلتے اور جب کسی کو صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو۔ تو ایک رکعت ملا کے جو کچھ پڑھ چکا ہے اس کو دتر بنائے کیوں کہ ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ مات کے وقت تمہاری آخری نماز دتر ہونی چاہیے کیونکہ جناب نبی اکرمؐ نے اسی حکم دیا ہے

تشبیح از شیخ مدنی :- جمعہ کے دن حلقہ بنا کر بیٹھنے کو آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اور اسی طرح انشاء خدا

یعنی گم شدہ چیز کی تلاش کے لئے فرمایا کہ ان المساجد لھو تبین لھذا کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اگر تم مسجد میں بیٹھو گے تو اور لوگ بھی تھلے پاس آکر بیٹھیں گے تو حلقہ بنانے کی نوبت آجائے گی۔ اور روایات اس کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں لیکن روایات باب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونو امر جائز ہیں کیونکہ باب کی پہلی روایت سے جلوس ثابت ہوتا ہے۔ اور حلقہ کا ثبوت التزاماً ہے۔ اور تیسری روایت میں خوائی ضجۃ فی اطلقۃ۔ صراحتہ حلقہ بندی پر دلالت کرتا ہے۔

تشبیح از شیخ زکریاؒ مسلم شریف کی روایت میں ہے فانی اور ابن کوع بن مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں تفرق دیکھتا ہوں۔ اس طرح ابو داؤد کی روایت میں ہے منی عن الحلق فی المسجد یوم الجمعة کہ آپؐ نے جمعہ کے دن مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے لعن اللہ من جلس وسط الحلقۃ کہ جو شخص حلقہ کے درمیان بیٹھا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ ان روایات کا تقاضا ہے کہ مسجد کے اندر حلقہ بنا کر بیٹھنا ناجائز ہے۔ ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے ان روایات پر رد کیا ہے جس سے یہی معلوم ہوتی تھی۔ اور علماء موجودین فرماتے ہیں کہ اس باب سے تنبیہ فرمائی ہے کہ جن روایات کے

اندرونی وارد ہوئی ہے دہلچے عوم پر نہیں لہذا عربوں والی روایت اس پر عمل ہے کہ اس طور پر بیٹھنے سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور مقصود اجتماع ہے اس لئے اس سے منع فرما دیا۔ اسی طرح ابو داؤد کی روایت جمعہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ملحق بنانا۔ اصناف یعنی صفیں بنانے کے مقصود میں غل ہے۔ اور وسط الحلقہ میں بیٹھنا چونکہ مستقرین (سفرے) لوگوں کا طریقہ ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا سال رحیل النبی صلعم و صوملی المنید جب حضور مسلم منہر بدتھے۔ تو لوگ اس پاس ملحق کئے ہوئے بیٹھ رہے تھے۔

حدیث نمبر ۴۵۲ حَدَّثَنَا أَبُو الشَّعْمَانِ الْخَزَّازِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُخْطَبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلَوةُ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْقِ بِوَاحِدَةٍ كَوْنُ تَرَوْهُ لَكَ مَا خَذَ صَلَاتِكَ وَقَالَ الْوَلِيدُ بْنُ كَوْثِرٍ حَدَّثَنِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم مسلم خطبہ دے رہے تھے تو ایک آدمی حضور مسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتا ہے کہ رات کی نماز یعنی نماز تہجد کس طرح پڑھی جاتے۔ آپ نے فرمایا دو گانہ دو گانہ پڑھی جائے۔ جب صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہو تو ایک رکعت کے ساتھ دز بنا لو کیونکہ جو کچھ تم پڑھ چکے ہو اس رکعت کو دز بنا دے گی۔ اور ابن عمر نے ان حضرات کو حدیث بیان کی کہ آدمی نے جناب نبی اکرم مسلم کو اونچی آواز سے پکارا جبکہ آپ مسجد میں تھے۔

حدیث نمبر ۴۵۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْخَزَّازِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلَ نَفْسُ ثَلَاثَةً فَأَقْبَلَ أَشْوَافَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدًا فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَمَنْ أَمَى فَوَجَّهَتْهُ فِي الْحَلْفَةِ فَجَلَسَتْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَتْ خَلْفَهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَذْبَنَ ذَاهِبًا فَلَمَّا خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنْ الثُّغَرِ الثَّلَاثَةِ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللَّهِ عَالَةً وَاللَّهُ وَاللَّهُ وَاللَّهُ فَأَخْرَجُوا مَا سَبَّحُوا فَاسْتَجَبَى اللَّهُ مِنْهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللَّهُ عَنْهُ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ لئیٹی فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ جناب رسول اللہ مسلم مسجد میں تھے کہ نہیں لوگ آئے تو حضور رسول اللہ مسلم کے پاس پہنچ گئے اور تیسرا چلا گیا۔ ان دو میں سے ایک نے

حلقہ میں کوئی کٹا دہ جگہ دیکھی تو اس میں جا کر بیٹھ گیا۔ دوسرا ان سب کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا بیٹھ بھیکے چلا گیا جب آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ان تین لوگوں کے متعلق نہ بتاؤں ان میں سے ایک نے تو اللہ تعالیٰ سے ٹھکانا مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھکانا وسط میں دے دیا دوسرے کو جیسا دامن گیر ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے جیسا دار جیسا معاملہ کیا۔ تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

تشریح از شیخ مدنی :- یہ تیسری روایت جو از حلقہ پر صراحۃً دلالت کرتی ہے یہ روایت کتاب العلم میں مفصل گزر چکی ہے

باب اِلَا سْتَلْقَاءُ فِي الْمَسْجِدِ ،

ترجمہ :- مسجد میں چیت لیٹنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۵۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْخِزْمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ آدَى رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضْطِجَاعًا رَجُلِيًّا عَلَى الْأُخْلَى وَعَيْنُ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ يَفْعُلُكَونَ ذَلِكَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن زید بن عامر سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چیت لیٹے ہوئے دیکھا کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنے والے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی :- اس روایت میں سے استلقاء کا جو از معلوم ہوتا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ غنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاستلقاء فی المسجد تو رفع تقاض کے لئے کہا جائے گا کہ استلقاء سے فی نفسہ ممانعت نہیں بلکہ اس زمانہ میں لوگ تہمند باندھتے تھے اور استلقاء کی صورت مذکورہ فی الحدیث میں کشف عورت ہوتا ہے جس کی بنا پر آپ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اگر کوئی کشف عورت سے حفاظت کرے تو کوئی ممانعت نہیں چنانچہ آپ نے بھی کیا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ روایت نہیں کو منسوخ قرار دینا چاہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے بتلا دیا کہ نبی متقدم ہے اور اباحت متاخر ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے افعال اس پر دال ہیں۔

تشریح از شیخ ذکر کیا :- یہ آداب میں سے ہے جس کی تفصیل کتاب آداب میں آئے گی، یہاں ابوداؤد کی

روایت پر رد کرنا ہے جن میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر حبت لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے علماً موجبین فرماتے ہیں کہ استلقاء فی نفسہ جائز ہے۔ جیسا کہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ ایسے نہ لیٹے اور بھی ابو داؤد کی روایت کا محل ہے۔ اور میرے حضرت نور اللہ مرقہ کی رائے یہ ہے کہ استلقاء کی صورت میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر سونے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ پیر پھیلے ہوئے ہوں اور پاؤں پر پاؤں رکھ لے۔ یہ صورت جائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ پاؤں ٹوڑ کر گھٹنے پر دوسرا پاؤں رکھ لے۔ یہ دوسری صورت روایات میں کا محل ہے۔ نہی اس لئے فرمائی گئی کہ اس میں کشف عورت کا احتمال ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ اگر تنگی چھوٹی ہے تب منع ہے ورنہ نہیں جب ان روایات میں نص موجود ہے اس لئے اگر اس ترجمہ کو بیان جواز کے لئے مانا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

باب المسجد یكون في الطريق من غير ضررٍ بالناس فيه
و قال الحسن و أيوب و مالك

ترجمہ :- راستے میں مسجد بنانا جبکہ اس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت حسن بصری اور ایوب اور امام مالک اسی کے قائل ہیں۔

حدیث نمبر ۴۵۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَكِينٍ أَخْبَارَنَا عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ أَغْفِرْ لَأَبِي قَتَادَةَ وَمَا يَدْرِي بِنَانِ الدِّينِ وَكَهْ يَمُوتَ عَلَيْنَا يَوْمَ لَا يَكُونُ فِيهِ رَمَلٌ مَوْلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفِي الْكَمَارِ بِكَوْنِهِ ثُمَّ بَدَأَ لِي بِكَوْنِ ابْنَتِي مَسْجِدًا بِذَنَاءِ دَارِهِ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَنْفَعُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَابْنَاءَهُمْ يَعْبُجُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ وَجُلَاءُ كَهَاءٍ وَلَا يَمْلِكُ عَيْنِيهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَافْتَحَ ذَلِكَ أَشْرَافُ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں کہ مجھے سمجھ تو نہیں تھی مگر میرے والدین کسی خاص دین کو اختیار کرتے ہوئے تھے کوئی دن ایسا نہیں گذرتا تھا مگر یہ کہ جناب رسول اللہ صلی صبح و شام ہمارے گھر آیا کرتے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی نے مناسب سمجھا کہ اپنے گھر کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنالی جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے مشرکین کی عورتیں امدان کے بچے آپ کے پاس آ کر کھڑے ہوتے

تھے۔ قرآن مجید پڑھنے پر تعجب بھی کرتے اور آپ کی طرف مشتاقانہ نظر بھی کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ بہت رونے والے تھے جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا بلا اختیار رونے لگتے۔
مشرکین قریش کے سردار اس تناثر سے گہرا اٹھے

خشنیع از شیخ مدنی مر مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ قارعة الاطریق کو مسجد نہ بنایا جا
ام بخاری بہ ثابت فرماتے ہیں کہ اگر اس مسجد قارعة الاطریق سے لوگوں کو ضرر نہ پہنچے تو ممانعت نہیں ہے۔
ضرر پہنچے تو ممانعت ہے۔ چنانچہ ممانعت والی روایت اسی پر معمول ہے۔ اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ دو اب
وغیرہ گذرتے ہیں نجاسات پڑی ہوتی ہوتی ہیں۔ اسنے جانے والوں کو رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس لئے ممانعت ہے
ورنہ نہیں مصنف نے ممانعت کو محلول بالعلۃ قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو قارعة الاطریق پر
مسجد بنانے سے نہیں روکا۔

خشنیع از شیخ زکریا۔ شارع عام کے اندر جو کسی کی ملوک نہ ہو۔ اور اس میں کسی کا ضرر بھی نہ ہو وہاں
اگر مسجد بنا دی جلتے تو کوئی حرج نہیں خاجق مسجد الفخامدارہ یہ روایت ابواب الہجرۃ میں پوری
نہیں صفحہ پر آئے گی۔ اور کتاب الکفالتہ میں ایک صفحہ کا ٹکڑا اسے گا۔ مختصر انناسن لور کہ جب مشرکین طرح طرح
سے مسلمانوں کو ستانے لگے تو کچھ مسلمانوں نے ہجرت کا ارادہ کیا اور جانے لگے چونکہ حبشہ کا بادشاہ رحمدل تھا
اس لئے وہیں صحابہ کرام جارہے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا اور نکل پڑے، راستہ میں ابن
ملا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس لئے پوچھا ابو بکر کہاں جارہے ہو۔ حضرت نے بتلا دیا۔ کہنے لگا تم جیسا
آدمی نہیں جاسکتا۔ تم صلہ رحمی کرتے ہو۔ غریبوں کی خیر و خبر لیتے ہو۔ میرے ساتھ چلو تمہیں کوئی تکلیف
نہیں پہنچا سکتا۔ عرب میں دستور تھا کہ اگر کوئی کسی کو پناہ دے دیتا تو پھر اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا
اگر کوئی کرتا تو پھر اس کی اسی پناہ دینے والے کے سارے قبیلے سے ہو جاتی تھی۔ ابن الدغنے حضرت
ابو بکر صدیقؓ کو واپس لے آئے اور ادھر ادھر پھر کہ سب کو خبر کر دی کہ میں نے ابو بکر صدیقؓ کو پناہ دے
دی ہے۔ اب ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جلتے جب قریش نے سنا تو کہنے لگے کہ ہمیں تمہارے امان
دینے سے کوئی انکار نہیں۔ ابو بکر شوق سے رہیں مگر بات یہ ہے کہ ابو بکرؓ جب قرآن پاک پڑھتے ہیں
تو بہت زیادہ روتے ہیں ہمیں گور ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں ہم سے پھر نہ جاتیں اس لئے کہ عورتوں اور بچوں
کا دل نرم ہوتا ہے۔ لہذا لے ابن الدغنے تم یہ شرط لگا دو کہ وہ قرآن پاک اپنے گھر کے اندر پڑھا کریں اس نے

آ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہہ دیا حضرت ابو بکرؓ نے اولاً تو منظور کر لیا مگر کب تک اللہ کے ذکر کو چھپاتے دروازے کے سامنے مسجد نہالی۔ اور اس میں قرآن پاک پڑھتے رہے۔ قریش نے اس کی شکایت ابن لادن سے کی وہ آیا اور آ کر اپنی شرط یاد دلائی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اس کی امان اسے واپس کر دی بفضل نصہ آگے آئے گا۔

باب الصلوة في مسجد السوقي - و صلى بن عوف في
مسجد في دار يخلق عليكم النباب -

ترجمہ :- بازار میں نماز پڑھنا حضرت ابن عوف نے اپنی حویلی کی ایسی مسجد میں نماز پڑھی جس کا دروازہ ان پر بند کیا جاتا تھا

حدیث نمبر ۴۵۸۰ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمِيعِ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي مَجْتَمَعَةٍ وَصَلَاتُهُ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً فَإِنْ أَحَدٌ كَوَّرَ إِذَا تَوَضَّأَ فَاحْسَنَ التَّوَضُّعِ وَأَقَامَ الْمَسْجِدَ لَا يُسَيِّدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يُعْطَ تَطَوُّلاً إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِمَا دَرَجَتُهُ وَحَطَّ عَنْهُ بِمَا خَطِيئَتُهُ حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُهُ وَتُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَهُ يُؤْذِي يُخْذِلُ فِيهِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت ابو ہریرہؓ بن ابی بکرؓ بنی اکرم صلعم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے گھر میں نماز پڑھنے سے یا اپنے بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ کیونکہ جب کسی نے وضو کیا۔ اور وضو کو اچھی طرح بنایا پھر مسجد میں اس حال کے اندر آیا کہ نماز کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں رکھتا تھا تو جو قدم بھی اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کی بدولت ایک درجہ بلند کر دیں گے یا اس کا ایک گناہ معاف فرما دیں گے۔ یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگا جب مسجد میں داخل ہوگا۔ تو جب تک اسے نماز دو کے ہوتے ہیں وہ نماز ہی میں ہے۔ اور جب تک نماز پڑھنے والی جگہ میں تھا تو فرشتے برابر اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم فرما جب تک کہ یہ کسی کو تکلیف نہ لے یعنی بے وضو نہ ہو جاتے۔

تشریح از شیخ مدنی: چونکہ اسواق کو شرابہ تعاق کہا گیا ہے۔ اس لئے احتمال تھا کہ مسجد سوق میں نماز مکروہ ہوگی مگر امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ سوق میں اور مسجد سوق میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ فی مسجد فی دار اگر شبہ ہو کہ یہ مسجد توفی دار ہے تو پھر ترجمہ مسجد فی السوق کیسے ثابت ہوگا۔ بعض حضرات نے کہا کہ افادہ زائدہ کے لئے مصنفؒ نے زیادتی کر دی۔ وہ یہ ہے کہ مسجد وہ ہے جس میں اذن عام ہو مسجد دار مسجد اصطلاحی نہیں ہے تو بتلانا ہے کہ اس میں بھی نماز باجماعت ہو جاتی ہے کیونکہ آپؐ کا ارشاد ہے۔ جعلت الارض مسجد او طہوناً کہ تمام رستے زمین میرے لئے مسجد گاہ بنائی گئی ہے حالانکہ وہ بھی مسجد اصطلاحی نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ مسجد نبویؐ میں ہر جگہ نماز ہو جاتی ہے اور صلوٰۃ فی البیت اور صلوٰۃ فی السوق دو نو برابر کے درجہ کی ہیں البتہ صلوٰۃ الجمع ان سب سے پچیس درجہ زائد ہے۔ تو مسجد سوق شرابہ تعاق نہ ہوئی۔ کیونکہ صلوٰۃ فی سوتہ فرمایا گیا ہے صلوٰۃ الجمع تنزیہ اگر شبہ ہو کہ صلوٰۃ الجمع مثلاً سود میوں کے مجموعہ کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زائد ہے حالانکہ یہ مقصد نہیں تو کہا جلتے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے ہر فرد کی نماز مصلیٰ فی البیت کی نماز سے پچیس گنا زائد ہے یہی وجہ ہے کہ صلوٰۃ فی بیتہ میں ضمیر کو مفرد لایا گیا ہے۔ یہ ثواب تو الگ ہے اس کے علاوہ جو وضو اچھا کرے گا۔ قدموں چل کر آئے گا۔ یہ اسباب صلوٰۃ ہیں۔ ان میں بھی خیریت پائی جاتی ہے ان کا ثواب الگ ملے گا۔ پچیس درجہ نماز کا ثواب وہ ان کے ثواب سے الگ ہے فان احدکم اس کی علت نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے اندر آیا ہے شرابہ تعاق اسواق اور بالکل یہی بات ہے لہذا اگر کسی ضرورت کے لئے جلتے تو بقدر ضرورت دہاں ٹھیرے اور پلا آدے جیسے بیت الخلا میں اتنی ہی دیر ٹھیرتا ہے جتنی اس کو حاجت ہوتی ہے تو اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ سوق کے اندر نماز پڑھی جلتے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اس باب سے اس کا جواز ثابت فرمایا اور یہی اقرب ہے۔ علامہ عینیؒ نے حافظ کے کلام کو رد فرمادیا۔ مگر کوئی وجہ بیان نہ فرمائی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بہت آئی ہے اور بعض روایات میں لا صلوٰۃ لدار المسجد الا فی المسجد کہ مسجد کے ہمسائے کی نماز مسجد کے سوا جائز نہیں تو اس سے یہ سمجھ میں آئے کہ غیر مسجد میں جائز مسجد کی نماز ہی نہیں ہوتی اس لئے امام بخاریؒ اس کا جواز ثابت

فرماتے ہیں مسجد سوق میں اگرچہ وہ حقیقتہً مسجد نہیں ہوتی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حنفیہ پر رد فرماتا ہے اس لئے کہ مسجد شرعی ان کے نزدیک وہ ہے جس میں اذن عام ہو مسجد سوق میں عام اجازت نہیں ہوتی اور بازار کی مسجد سے وہ مسجد مراد ہے جو گھر میں بنائی جائے تو امام بخاریؒ نے جواز ثبات کیا کہ مسجد سوق سے مسجد شرعی ہو سکتی ہے میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے مسجد اصطلاحی کا ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ مسجد نبویؐ کے اندر بھی نماز پڑھا جاتا ہے اور سب اقرب ہے و علیٰ ابن عون فی مسجد۔ علامہ کرامیؒ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عون کے اثر کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ باب تو صلوٰۃ فی مسجد سوق کے بیان میں ہے اور ابن عون کا اثر مسجد البیت کے بارے میں ہے مگر میرے والد صاحب نے ترجمہ کی جو غرض بتلائی ہے اس صورت میں ابن عون کا اثر بے تعلق نہیں رہتا کیونکہ مسجد اصطلاحی کا ہونا ضروری نہیں مسجد اصطلاحی وہ ہے جس میں اذن عام ہو اور مسجد سوق میں اذن عام نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب سوق بند ہو گیا تو مسجد بھی بند ہو گئی۔ اس لئے کہ سوق سے مراد مستف مذہب ہے جیسے گوشت مارکیٹ، سبزی مارکیٹ وغیرہ۔ صلوٰۃ الجلیع منید اس سے بھی معلوم ہوا کہ صلوٰۃ السوق جائز ہے کیونکہ جب جماعت کی نماز صلوٰۃ بیت اور صلوٰۃ سوق پر پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ جو اصل صلوٰۃ ہے وہ ان دونوں کے اندر بھی موجود رہتا ہے اب یہاں بحث پچیس اور ستائس درجے کا ہے۔ اس پر کلام ابواب الجماعت میں آئے گا۔ کیونکہ وہاں دونوں قسم کی روایات آئیں گی، حرجۃ الباب کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ حضرت سمرہؓ کا جو خط انہوں نے اپنے بیٹوں کو لکھا تھا اس کے اندر ہے کہ اپنے گھروں کے اندر مساجد بناؤ تو یہاں سے بتلاتے ہیں کہ بازار اور گھروں کے اندر مساجد بنانی چاہئیں اور ان کے اندر کبھی کبھی نماز پڑھتے رہنا چاہیے۔ روایت میں جو ایک لفظ آیا ہے۔ صلوٰۃ فی سوق تو امام بخاریؒ کا اپنے ترجمہ پر استدلال اسی سے ہے۔

باب تَشْبِیْهِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَ غَيْرِهَا

ترجمہ :- مسجد میں انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرنا۔ بجانا، چٹھارے نکالنا۔

حدیث نمبر ۴۵۸ حَدَّثَنَا حَاوِذُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَأَبْنِ عُمَرَ قَالَ
شَدَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعَهُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ وَكَيْفَ بِكَ إِذَا بَقِيتَ فِي حَالِكَ مِنَ النَّاسِ هَذَا۔

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمر یا عبداللہ بن عمر العاصی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں داخل کرتے ہوئے فرمایا۔ اور دوسری سند میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن عمرؓ تیرا کیا حال ہوگا جبکہ تو ردی لوگوں میں رہ جائے گا۔

تشیخ از شیخ مدنی :- تشبیک الأصابع کو آپ نے پسند نہیں فرمایا جس سے علی الاطلاق ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر امام بخاریؒ اس کے جواز کو رد نہ بھی مسجد میں ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے تشبیک ناجائز ہے۔

تشیخ از شیخ زکریا :- چونکہ ابوداؤد وغیرہ سنن کی روایات میں ہے۔ اذ اعمدا حد کو الی المسجد فلا یشتکت یدک یعنی جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جانے کا ارادہ کرے تو اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو نہ بجلائے جس سے معلوم ہوا کہ تشبیک ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کے جواز کو ثابت فرمادیا۔ علماء موحہدین فرماتے ہیں کہ سنن کی روایت اور بخاری کی روایت میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ بخاری کی روایت نفس تشبیک پر محمول ہے۔ اور وہ جائز ہے۔ اور سنن کی روایت مثنیٰ الی المساجد پر محمول ہے۔ کیونکہ جب مصلیٰ مسجد کی طرف جاتا ہے تو وہ مصلیٰ ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور مصلیٰ تشبیک سے ممنوع ہے اس لئے عامہ الی المسجد میں مصلیٰ کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ممنوع عن التشبیک ہوگا۔ تشبیک النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصابعہ یہ روایت محل ہے وقال عامر بن علی سے اس کی تفصیل فرمائی ہے۔ سمعت هذا الحديث عن ابي عبد الله یوں کہتے ہیں کہ جیسے یہ حدیث میں واقعہ مثنیٰ اس طرح اپنے والد صاحب سے بھی سنی ہے۔ مگر مجھ کو وہ ترتیب یاد نہ رہی جو والد صاحب نے بیان فرمائی کہ پہلے کیا بیان کیا تھا۔ اور پھر کیا بیان فرمایا عن ابیہ میں ابیہ کی ضمیمہ واقعہ کی طرف راجع ہے۔ اذا بقیت فی حثالة الناس ۱۰ ابواب الفتن کی روایت ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیک کر کے اشارہ کر دیا کہ اس وقت نیز کیا حال ہوگا جبکہ اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو سکے گی اور سب ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔

حدیث نمبر ۲۵۹ حَدَّثَنَا خُذَّوْهُ بِكَ يَحْيَىٰ الْا عَنْ اَبِي مُوسَىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَلْمُؤْمِنَ لَيُؤْمِنُ بِمَا لَبَنَانٍ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَتَشِيكَ اَصَابِعُهُ ترجمہ :- حضرت ابو موسیٰؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن مومن کے لئے دہوار کی طرح ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں پھر آپ نے انگلیوں کو انگلیوں

اس لکڑی کا سہارا لیا۔ گویا کہ آپ ناراض تھے۔ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں کے درمیانے تشبیک کی۔ اور اپنے دایں رخسار کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پیٹھ پر رکھا۔ اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے نکل چکے تھے۔ صحابہ کرام نے سمجھا کہ نماز میں کمی کر دی گئی ہے۔ اور قوم میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ موجود تھے مگر وہ آپ سے کلام کرنے میں ہیبت زدہ ہو گئے۔ اور قوم میں ایک ایسا شخص تھا جس کے دونوں ہاتھوں میں لمبا پن تھا جس کو ذوالبدرین کہا جاتا تھا۔ وہ بولا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں یا نماز میں کمی کر دی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز میں کمی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ کیا بات ایسے ہے جیسے ذوالبدرین کہتا ہے۔ سب بولے ہاں تو آپ آگے بڑھے اور جو کچھ چھوڑ دیا تھا اس کو بڑھا سلام پھیرا تکبیر کی اس طرح کا سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا۔ پھر سر اٹھایا تکبیر کی اس جیسا سجدہ کیا یا اس سے بھی لمبا سجدہ کیا پھر سر اٹھایا تکبیر کی۔ ابن سیرین سے لوگوں نے پوچھا پھر سلام پھیرا فرمانے لگے مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصین نے فرمایا فتوہ پھر سلام پھیرا۔

نکشیچے از شیخ زکریا۔ احدى صلوة العشى الظمروا لعض ابو هريرة کی روایت میں ظہر مشہور ہے اور عمران بن حصین کی روایت میں عصر ہے محدثین دونوں کو ایک ہی واقعہ پر محمول کرتے ہیں مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ زحمت پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ سہو متعدد بار ہوا ہے۔ کا نہ غضبان چونکہ نماز کے اندر سہو واقع ہوا جس کا اثر قلب ظہر پر پڑا اور وہ اثر چہرے سے ایسا ظاہر ہوا جیسے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ آ رہا ہو۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جو جتنا حسین ہوتا ہے۔ اتنا ہی جلدی تاثر اس کے چہرہ پر پڑتا ہے جو تلمبہ ہے پھر حضورؐ کے حق کا تو کیا پوچھنا۔ وضع یدہ الیمنی سے لے کر علی ظہر یدہ الیسری تک کی جو تشکیل حضرت نے فرمائی۔ وہ یہ ہے کہ اولاً دایں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے کف کی پشت پر رکھے۔ اور انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال لیا جلتے۔ اور پھر دایمنے رخسارے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر اس طرح رکھے کہ دایمنے ہاتھ کی انگلیاں تو بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں رہیں۔ مگر ہتھیلی بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی طرف کو ذرا سا الگ ہو جائے۔ انھما باہ ان یکلما اس لئے کہ جس کو جتنا زیادہ بزرگوں سے قرب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ان سے خوف بھی ہوتا ہے۔ قال لوانس و لوانس قصی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لم اسس اس لئے فرمایا کہ بھولنے والے کو یاد نہیں رہتا کہ مجھ سے بھول واقع ہوئی یا نہیں اور فسر ہوا یا نہیں تو حضورؐ نے یہ سب کچھ اپنے ظن کے مطابق فرمایا۔ فقال اکما یقول ذوالبدرین حضرت ذوالبدرین کے فرمانے کے بعد

حضرت صلعم نے دوسرے صحابہ سے اس کی تصدیق فرمائی کہ ذوالیہدین جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں۔ یہ روایت ابواب السہو اور کلام فی الصلوٰۃ میں آئے گی اور ان مسائل پر کلام وہیں ہوگا۔ فی سبائلہ وسلم ابن سیرین کے شاگرد کا مقولہ ہے کہ ابن سیرین سے لوگوں نے پوچھا کہ پھر حضور صلعم نے اس کے بعد سلام بھی پھیرا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ عمران بن حصین قال ثم سلم یعنی ابوہریرہ کی روایت میں تو نہیں مگر مجھے خبر پہنچی کہ عمران بن حصین فرماتے ہیں ثم سلم۔ قال عامر بن علی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ عامر بن علی فرماتے ہیں کہ ہم سے اس کو عامر بن محمد نے اپنے باپ سے بیان کیا۔ لیکن وہ اس کے الفاظ بھول گئے تھے، تو انہوں نے اپنے بھائی داد بن محمد سے اس کی توثیق اور تقویم کرائی کہ میں نے اس کو اپنے باپ سے سنا تھا تم کو بھی یاد ہے تو انہوں نے توثیق فرمائی۔ اور کہا کہ میرے باپ بیان کیا کرتے تھے۔ تو گو یا اس حدیث کی سند اگرچہ عامر بن محمد سے ہے مگر چونکہ وہ بھول گئے تھے۔ اس لئے اپنے بھائی سے پوچھ کر اس حدیث کو بیان فرمایا۔ اذا بقیۃ فی حثالة من الناس۔ حثالة کہتے ہیں بھجور کو یعنی وہ کباڑ جو جو کا آٹا چھننے کے بعد چھنی میں رہ جاتا ہے۔ اور مطلب یہ تھا کہ جب سب لوگ غلط ملط ہو جائیں گے اس وقت تو کیا کرے گا۔

باب المساجد الکتی علی طرقي البسینة والمواضع الکتی مونی فیہ السبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ :- ان مساجد کے بارے میں جو مدینہ منورہ کے راستوں میں ہیں اور وہ مقامات جن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدِّسِيُّ الْقَائِلُ وَآيَةُ سَالِعُونَ عَبْدُ اللَّهِ يَتَعَوَّذُ بِمَا كُنَّا مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَ أَنَّكَ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأُمُكِنَةِ قَالَ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّكَ كَانَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الْأُمُكِنَةِ وَ سَأَلْتُ سَالِمًا خَلَا أَعْلَمَهُ رَأَاهُ وَافَقُو نَافِعًا فِي الْأُمُكِنَةِ كُلِّهَا إِلَّا أَنَّهُمَا اخْتَلَفَا فِي مَسْجِدِ بَشْرَفِ الْمَوْحِلِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سالم بن عبد اللہ دیکھا کہ راستے کے ان مکانات کو تلاش کرتے جن میں وہ نماز پڑھتے تھے بیان کرتے تھے کہ ان کے باپ حضرت ابن عمر انہیں مکانات میں نماز پڑھتے تھے اور انہوں نے جناب نبی اکرم صلعم کو ان مکانات میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ اور نافع نے بھی ابن عمر سے روایت کیا کہ وہ انہیں مکانات میں نماز پڑھتے تھے۔ اور میں نے سالم سے پوچھا تو انہوں نے

نے بھی میرے علم کے مطابق ان مکانات کے بارے میں حضرت نافع کی موافقت کی مگر مسجد خرف الروما میں دونوں کا اختلاف ہو گیا۔

کشتیج از شیخ مدنی ۶۷۰۔ اس باب سے بتلانا ہے کہ اگر کسی جگہ کوئی صاحب نماز پڑھے یا وہاں سے اس کا گذر ہو تو اس مقام پر مسجد بنالینا جائز ہے۔ مدینہ منورہ سے طرق مکہ میں سے آپ کا جانا کتنی بار ہوا ہے۔ اور بعض مقامات پر آپ نے مختلف ازمنہ میں نماز پڑھی۔ اور راحت بھی فرمائی۔ حضرت ابن عمرؓ کو آپ کی ان قیام گاہ کے بارے میں غلو تھا۔ اس لئے انہوں نے اس کا زیادہ تفحص کیا۔ مگر اس زمانہ میں بھی خطبہ غسویٰ ہو گیا تھا۔ اب ان مساجد میں سے صرف مسجد ذوالحلیفہ باقی ہے۔ دوحاء مدینہ منورہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر دوسری منزل ہے اور شرف کے معنی بلندی کے ہیں چونکہ اس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا اس لئے یہاں پر ایک مسجد بنادی گئی۔ مگر اس میں حضرت سلم اور نافعؓ کا اختلاف واقع ہو گیا۔ اور سب مساجد میں اتفاق رہا۔

کشتیج از شیخ زکریا۔ شراح فرماتے ہیں چونکہ غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو بیان کرنا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسفار کے راستے کا حال بھی بیان فرما دیا۔ مساجد چونکہ اہم تمہیں اس لئے ان پر ترجمہ باندھ دیا۔ میرے نزدیک امام بخاریؒ نے ایک اہم مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ وہ یہ کہ مشاہد کا برس استبراک جائز ہے یا نہیں جس میں دو فریق ہو گئے۔ ایک نے تو بالکل افراط کر دی جیسے مبتدعین اور دوسرے نے بالکل تفریط کر دی۔ جیسے دہلیہ۔ نجدیہ اور ہم اہل دیوبند کا طریقہ یہ ہے کہ عقائد کے اندر تو دہلی اور اعمال کے اندر مبتدعین کے ساتھ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس طرح نہیں کرنے کہ جس سے ان بزرگوں کی شان میں کسی قسم کی گستاخی ہو بلکہ جو ادب ہے۔ اس کے ساتھ پیش آتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ حضرات کچھ بھی نہیں کر سکتے جو کرنے والا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ اب یہ سنو کہ حضرت عمرؓ استبراک یعنی تہرک حاصل کرنے کے معاملہ میں بہت زیادہ سخت واقع ہوئے تھے۔ دہلیہوں کے قریب قریب تھے، حتیٰ کہ اس درخت کو بھی کٹوا دیا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوتی تھی، جس کی وجہ یہ ہوئی کہ لوگوں نے برکت کی نیت سے وہاں اس درخت کے نیچے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اس پر فرمایا کہ اب درخت کی عبادت ہوگی۔ یہ کہہ کر کٹوا دیا۔ اسی طرح جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو اذکار فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنْتَ لَا تَفْسُدُ وَلَا تَنْفَعُ لَوْلَا اِنِّیْ وَلَّیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

قَبْلَكَ مَا قَبْلُكَ ثَوَقْتُ اَلَا مَعْنٰی میں جانتا ہوں کہ تُو نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو مجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ پھر بوسہ دیا۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عمرؓ بالکل حضرت عمرؓ کی ضد تھے جہاں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کام کیا وہاں بھی وہ کام حضرت ابن عمرؓ بھی کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ اگر کسی جگہ حضورؐ نے پیشاب کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے بھی پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ جاتے تھے۔ گو اس وقت حاجت نہ بھی ہو رہی ہو حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے طریقہ کو ترجیح دی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے استبراک ثابت ہے جیسا کہ عثمانؓ کی ذات میں گزر چکا کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ حضورؐ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ لیں۔ میں اسی کو اپنے لئے نماز گاہ بناؤں گا۔ تو یہ استبراک ہی ہوا اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے استبراک کرتے تھے کہ اس کو پانی میں ڈال کر ٹیٹھا مائل کرتے تھے۔

وحدثنی تافع اس روایت کو ذکر فرما کر موسیٰ بن عقبہ نے بتلادیا کہ جیسے سالم نے اپنے ہاتھ نقل کیا ہے۔ اسی طرح ابن عمرؓ کے مولیٰ تافع نے بھی ان سے یہی نقل کیا ہے۔ تو اس سے سالم کی روایت کی تقویت ہو گئی کہ صرف وہی نہیں بیان کرتے بلکہ اور بھی بیان کرتے ہیں۔ ان دونوں کی روایات میں یہاں صرف اس مسجد میں اختلاف ہے جو کہ شرفِ روم پر واقع ہے کہ کس جگہ پر واقع ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۲ حَدَّثَنَا اِبْنُ اَبِيْهِمْ بَنُو الْمُشَدِّدِ الْحِمْصِيُّ اَلَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِيْنَ يَعْتَمِرُ وَفِي حُجَّتِهِ حِيْنَ حَجَّ تَحْتَ سَمُوْدَ فِيْ مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ اِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ فِيْ تِلْكَ الطَّرِيْقِ اَوْ حَجَّ اَوْ عُمَرَا هَبَطَ بَطْنٌ وَّادٍ فَاِذَا ظَلَمَ مِنْ بَطْنٍ وَّادٍ اَنَّا بِاَلْبَطْحَاءِ اَلَّتِي عَلٰى شَفِيْرِ الْوَادِي السَّرُوْنِيَّةِ فَقَوَّسَ ثُمَّ حَقَّ يُصْبِرُ كَيْسَرٌ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلٰى اَلَا كَمَا اَلَّتِي عَلَيَّهَا الْمَسْجِدُ كَانَ ثُمَّ خَلِيفَةُ يَصْلِيْ عَبْدَ اللّٰهِ عِنْدَهُ فِيْ بَطْنِهِ كَثْرًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَصْلِيْ فَدَحَايِيْهِ السَّيْلُ بِاَلْبَطْحَاءِ حَقًّا فَتَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَصْلِيْ فِيْهِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنِيْ اَنَّ الشَّيْخَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حِيْثُ الْمَسْجِدِ الْمَغِيْرُ الَّذِي دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي يَشْرَفُ التَّوْحَاوُ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَلْعَنُ الْمَكَانَ الَّذِي يَشْرَفُ التَّوْحَاوُ

وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثُمَّ
عَنْ يَمِينِكَ حَيْثُ تَقُومُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّي وَذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى حَافَةِ الطَّرِيقِ الْيُمْنَى وَأَنْتَ
ذَا هَبْتَ إِلَى مَكَّةَ بَيْتَهُ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْأَكْبَرِ وَمِيَّةَ بَحْرٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ وَأَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ
يُصَلِّي إِلَى الْعُرُقِ الَّذِي عِنْدَ مَنْصَرِفِ الرُّوحَاءِ وَذَلِكَ الْعُرُقُ انْتَهَى طَوْفُهُ عَلَى حَافَةِ
الطَّرِيقِ دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَنْصَرِفِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ وَقَدْ ابْتَدَأَ
ثَوْبُ مَسْجِدٍ فَلَوْ يَكُنْ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي أَمَامَهُ إِلَى الْعُرُقِ نَفْسِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
يُرْذِلُ مِنَ الدُّرُوحَاءِ فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتَّى يَأْتِيَ ذَاكَ الْمَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ الظُّهْرَ وَإِذَا
أَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَإِنْ مَرَّ بِهِ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ أَوْ مِنْ آخِرِ السُّبْحِ مَرَّ مِنْ حَقِّ يُصَلِّي
بِمَا الصُّبْحُ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّ الشَّيْءَ مَبْلُغٌ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ تَحْتَ
سُرْحَةٍ فَخَمَافَةٌ دُونَ الرُّوحَاءِ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ وَوُجَاهَةُ الطَّرِيقِ فِي مَكَانٍ بَطْحٍ
مَمْلُوءٍ حَقًّا يُفَضَّى مِنْ أَكْمَةِ دُوَيْنَ بَرِيدِ الرُّوحَاءِ بِمِيلَيْنِ وَفِي ذَلِكَ مَكَانٍ مَا تَنَقَّى فِي
جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى سَاقٍ وَفِي سَاقِهَا كَثَبٌ كَثِيرٌ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ
أَنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي طَوْفٍ مُكْعَةٍ مِنْ وَرَاءِ الْعُرُقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ
إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قُبْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٍ عَلَى التُّبُورِ رَمَسُو مِنْ حِجَارَةٍ عَنْ
يَمِينِ الطَّرِيقِ عِنْدَ سَلَامَاتِ الطَّرِيقِ بَيْنَ أُولَئِكَ السَّلَامَاتِ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرُوحُ مِنَ
الْعُرُقِ بَعْدَ أَنْ تَمِيلَ الشَّمْسُ بِأَلْهَاجَةٍ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْمَسْجِدِ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
بْنُ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَاجَاتٍ عَنْ كَيْسَارِ
الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ دُونَ هَرَشَى بَيْتِهِ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ قَرِيبٌ مِنْ غُلُوفَةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي إِلَى سُرْحَةٍ هِيَ أَقْرَبُ الشَّرْحَاتِ إِلَى الطَّرِيقِ وَهِيَ أَطْوَلُهُنَّ وَأَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ فِي الْمَسِيلِ الَّذِي
فِي أَدْنَى مِنَ الظُّهْرِ إِنْ قَبْلَ السَّيِّئَةِ حِينَ تَهْبِطُ مِنَ الصُّفْرِ وَأَنْتَ تَنْزِلُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ
الْمَسِيلِ عَنْ كَيْسَارِ الطَّرِيقِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَكَّةَ كَيْسُ بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ إِذَا رَمِيَتْ بِحَجَرٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الشَّيْءَ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي طُوًى وَ يَبِيتُ حَتَّى يُصْبِحَ يُصَلِّي الصُّبْحَ حِينَ يَقْدُمُ
مَكَّةَ وَ مُصَلَّى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ عَلِيْظَةٍ كَيْسٍ فِي الْمَسْجِدِ
الَّذِي بُنِيَ ثَمَنَةً وَ لَكِنْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى أَكْمَةِ عَلِيْظَةٍ وَ أَتَى عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ
حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبَلَ خُرُوجَ الْجَبَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَ بَيْنَ
الْجَبَلِ الطَّوِيلِ نَحْوَ الْكَحْبَةِ فَجَعَلَ السَّجْدَ الَّذِي بَيْنَهُمَا يَمَانِ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْأَكْمَةِ
وَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْأَكْمَةِ السَّوْدَةِ آيَةً تَدْعُ مِنَ
الْأَكْمَةِ عَشْرَةَ أَذْوَاعٍ أَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تَصَلِّي مُسْتَقْبِلَ الْغُرُفَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِي
بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْكَحْبَةِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر حضرت نافع کو خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرے کے لئے جاتے تو
ذوالحلیفہ اور اپنے حج میں بھی جبکہ حج کے لئے جاتے اس کبیر کے درخت کے نیچے جو ذوالحلیفہ میں مسجد کی جگہ میں ہے۔
اور جب کسی غزوہ سے واپس تشریف لاتے اور اس راستہ میں ہونے یا حج اور عمرے سے واپس آتے تو طین دادی
میں آتے اور جب طین دادی سے باہر نکل کر ظاہر ہونے تو اس ککڑی ملی زمین شرقی پر اذنی کو بٹھا دیتے جو
دادی کے کنارے پر ہے۔ وہاں رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے۔ یہاں تک کہ صبح کرتے۔ نہ اس مسجد کے
پاس جو پتھروں پر ہے اور نہ ان ٹیلوں پر جن پر مسجد بنی ہے۔ اس جگہ ایک گہری دادی تھی جس کے پاس
حضرت عبداللہ نماز پڑھتے تھے اس دادی کے اندر ریت کے ٹیلے ہیں جہاں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے
تھے اس جگہ پر سیلاب، کنگریاں بہا کرے آیا جس سے وہ مکان مٹ گیا جہاں حضرت عبداللہ نماز پڑھتے تھے
اور عبداللہ بن عمر نے ان میں بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹی سی مسجد میں نماز پڑھی جو ردحار
پہاڑ کی بلندی والی مسجد کے قریب ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر اس مکان کو جانتے تھے جہاں جناب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی فرماتے تھے اس جگہ دائیں جانب جہاں تم کھڑے ہو کر مسجد میں نماز پڑھو۔ اور یہ
مسجد راستے کے دائیں جانب کنارے پر ہے جبکہ آپ مکہ کو جا رہے ہوں اس چھوٹی اور بڑی مسجد کے درمیان
پتھر پھینکنے کی مقدار یا اس کے برابر ہے۔ اور ابن عمر نے اس چھوٹے پہاڑ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ جو
ردحار پہاڑ کے موڑ پر ہے اور اس چھوٹے پہاڑ کا کنارہ راستے کی جانب اس مسجد کے قریب پہنچتا ہے جو
اس چھوٹے پہاڑ اور ردحار کے موڑ کے درمیان ہے۔ جبکہ آپ مکہ کو جا رہے ہوں اس جگہ ایک مسجد بن

چکی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ اس مسجد کو اپنی بائیں طرف اور اپنے پیچھے چھوڑ جلتے تھے اور خود عرق کی طرف اپنے آگے چل کر نماز پڑھتے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ روحا سے چل کر ظہر کی نماز نہیں پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اس مکان میں پہنچ کر ظہر پڑھتے تھے اور جب مکہ سے آتے اور اس مکان سے صبح سے ایک گھڑی پہلے گزرتے یا سحری کے آخری وقت گزرتے تو یہاں اس وقت تک آرام کرتے یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کرتے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلیم راستہ کی داہنی جانب ردیہ پہاڑ کے قریب بڑے بڑے عظیم درخت کے نیچے اترتے تھے اور راستے کے مقابل اس مکان میں اترتے جو وسیع اور نرم ہے۔ یہاں تک کہ اس ٹیلے کے پاس پہنچے جو دو میل کے فاصلہ پر ردیہ پہاڑ جہاں قاصد جا کر ٹھہرتے تھے اس کے قریب سے جس کا اوپر والا حصہ ٹوٹ چکا ہے اور وہ دوہرا ہو کر اس کے پیٹ میں گر گیا ہے پہاڑ اپنی بنیاد پر کھڑا ہے۔ اور اس کی بنیاد میں بہت سے ریت کے ٹیلے ہیں اور عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب اکرم صلیم نے مرج بستی کے پیچھے ٹیلے کے کنارے نماز پڑھی جبکہ آپ اس پہاڑ کی طرف جارہے ہوں جو زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں اور قبروں کے اوپر بڑے بڑے پتھر ہیں راستے کے داہیں جانب جہاں راستے کے بڑے بڑے درخت ہیں ان درختوں کے درمیان حضرت عبداللہ عرج بستی سے چلتے تھے جبکہ دوہرے بعد سورج ڈھلتا تھا تو وہ اس مسجد میں آ کر ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور یہ بھی حضرت عبداللہ رضی نے بیان فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلیم ہر شہی پہاڑ کے قریب جہاں پانی کی گذرگاہ ہے، راستے کے بائیں جانب بڑے بڑے درختوں کے پاس اترتے تھے اور یہ پانی کی گذرگاہ ہر شہی پہاڑ کے کنارے لی ہوئی ہے راستے اور اس کے درمیان تیر کے پتھروں کی مقدار کے قریب ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان درختوں میں سے جو درخت راستے کے قریب ہے وہاں نماز پڑھتے تھے یہ درخت ان درختوں سے لمبے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلیم اس پانی کی گذرگاہ پر اترتے تھے جو منظر ان کے قریب ہے۔ مدینہ کی طرف جبکہ ان پہاڑوں یا وادیوں سے نیچے اترتے تھے تو اس پانی کی گذرگاہ جو راستے کے بائیں جانب ہے جبکہ آپ مکہ کی طرف جارہے ہوں اتر کر آتے تھے۔ آپ کی منزل اور راستے کے درمیان پتھر کے پھینکنے کی مسافت کے برابر ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ جناب نبی اکرم صلیم جب ذی طوی میں اترتے تو رات وہاں پر بسر کرتے یہاں تک کہ جب صبح ہوتی تو فجر کی نماز ادا کرتے جبکہ آپ مکہ کو آ رہے ہوتے۔ جناب رسول اللہ صلیم کے نماز

بڑھنے کی یہ جگہ ایک بہت بڑے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں جہاں اب مسجد بنی ہوئی ہے۔ لیکن اس کے نیچے بڑے ٹیلے پر ہے۔ اور عبداللہ بن عمرؓ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم صلیم اس پہاڑ کے راستے کو سنبھال رکھتے تھے جو اس پہاڑ اور کعبہ کی طرف جو لہا پہاڑ ہے اس کے درمیان ہے تو نافع فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس مسجد کو جو اس جگہ بنائی گئی ہے اس مسجد کے بائیں جانب قرار دیتے تھے جو ٹیلے کے کنارے پر ہے۔ جناب نبی اکرم صلیم کے نماز پڑھنے کی جگہ اس کے نیچے کالے پتھر والے ٹیلے کو دس گز یا اس کے مثل چھوڑ کر پھر توان پہاڑی راستوں کو سامنے رکھ کر نماز پڑھے جو راستے اس پہاڑ کے ہیں جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے۔

خشخشیج از شیخ مدنی: سمرہ کانسٹنٹینہ دار درخت کو کہتے ہیں اکثر اس کا اطلاق ببول کے درخت پر ہوتا ہے جسے ام غیلان بھی کہتے ہیں جہاں غول بیابان رہا کرتے ہیں یعنی ارواح خبیثہ جن کو اکثر قبول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کو رد کر دیا جاتا تھا بعض نے کہا غول بیابان ایک دہی چمیر ہے۔ بطحاء وہ وادی جہاں ہر سنگ پرے کثرت سے پھیلے ہوئے ہوں تنغیر یعنی کنارہ خلیج یعنی دریا۔ یا سمند کے کنارے کوئی گر لہا پڑ جائے قلعہ وہ اونچی زمین جو وادی سے اوپر ہو۔ اور پہاڑ سے نیچے ہو۔ اس لئے کبھی اسے ارض مرتفعہ کہا جاتا ہے اور کبھی ارض متخفضہ کہتے ہیں۔ دونو حیثیتوں کا لحاظ کر کے ہوتے ہیں۔ ہوشی پہاڑ کی گھاٹی کا نام ہے۔ سرتحہ درخت کو کہتے ہیں۔ کحاح حقیقت میں ذوات القوائم کے سپر کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں پہاڑ کا سلسلہ یا وادی کا سلسلہ اگر لانا ہو جائے تو اسے کراع کہتے ہیں۔ یعنی رمیہ السہم صفات جمع صفر کی اس کا اطلاق پہاڑ اور وادی دونو پر آتا ہے۔ فضة الجبل ای مراحل والطریق فی الجبل قد دفن المکان الذی کان عبداللہ یصلی فیہ ہاں اس کی محاذات باقی رہ گئی ہیں یہاں تک پہلی منزل ہو گئی۔ ان عبداللہ بن عمرؓ نے یہ جملہ آٹھ جگہ ذکر کر کے آٹھ منزلیں گنوائی ہیں من لطن والد اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں نزول فرماتے تھے بلکہ نیچے اترنے کے معنی میں چلتے ہوئے فی جانبہ السیل بالبطحاء پس روتے اس میں کنکریاں لاکر ڈال دیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ردھلتی ہے کہ کوڑا کرکٹ اور ریت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے دوسری جگہ سے تیسری جگہ وانت ذاہب فی مکة اس جملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ان اشیاء میں دایاں بایاں اضافی ہے بیند بین المسجد و مية بحجۃ الخ چونکہ ان حضرات کے ہاں تیسرا اندازی کا مشغلہ تھا۔ نشانہ بازی ان کا کھیل تھا اس لئے انہیں ایک مقدار بعد معلوم تھی

اس لئے کہیں تو ریتہ انجر کہہ دیا اور کہیں ریتہ بہم بول کر ایک خاص مقدار مراد لیتے تھے۔ العرق چھوٹی سی پہاڑی تخت سرحہ ضخمتہ سرحہ بڑے موٹے اور چوڑے درخت کو کہتے ہیں نغمہ سے اس کی تاکید کردی کان یترک عن یسارہ مدانہ یعنی اس مسجد کو بائیں جانب چھوڑتے تھے اور اس سے آگے بڑھ کر پھر پڑھتے تھے۔ واقت ذاہب الخاضبہ۔ مہضبہ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جو اونچی نہ ہو وغم من حجارة چھوٹے چھوٹے سفید پتھر دل کو رضم کہتے ہیں۔ عند سلمان الطریق راستہ کے لیکروں کے پاس۔ صرشی ایک جگہ کا نام ہے بکراع ہرشی ای بطرفہ مواظلمان بھی جگہ کا نام ہے عرب کا پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ اگر منزل بڑی ہوتی تو ظہر کی نماز پڑھ کر چلتے ورنہ عصر کی نماز کے بعد چلتے تھے اور صبح سے دوپہر تک کسی جگہ آرام کر لیا کرتے تھے اور مکہ سے مدینہ کا سفر تقریباً دس بارہ دن کا ہے درمیان میں آٹھ منزلیں ہوتی تھیں۔ ان مقامات پر جو حضور انور صلعم نے نمازیں پڑھی ہیں وہ حجۃ الوداع کے موقع پر پڑھی ہیں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ حضور انور مدینہ سے کب چلے۔ چوبیس پچیس یا چھپیس ذیقعدہ میری رائے یہ ہے کہ آپ شنبہ کے دن چلے ہیں اور چھپیس ذیقعدہ تھی۔ اگر مہینہ تیسل کا ہے اور پچیس ذیقعدہ تھی اگر مہینہ اتیس کا ہے۔ یہ اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ چارویں الحجہ بروز اتوار چاشت کے وقت مکہ کے اندر داخل ہوئے اور مدینہ سے مکہ تک کل آٹھ منزلیں ہیں تو گویا مدینہ میں آٹھ دن لگے ہیں یعنی شنبہ سے شنبہ تک اور یکشنبہ کی چاشت کو آپ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور بجائے جمعہ کے شنبہ میں نے اس لئے اختیار کیا کہ رواہنک کے اندر آئے ہیں کہ جب حضور صلعم تشریف لے چلے تو ظہر کی نماز مدینہ میں چار رکعات ادا فرمائی۔ اور عصر کی نماز دو رکعت ذوالحلیفہ میں پڑھی۔ اگر جمعہ کا دن ہوتا تو چار رکعات ظہر کی کیسے ہو سکتی ہے۔ بطون کے معنی پست زمین علوانچی زمین بطحا کنگری زمین کشیب ریت کے ٹیلے سرف اردوار یہ دوسری منزل ہے۔ پہلی منزل ذوالحلیفہ ہے۔ حافہ یعنی کنارہ ریتہ بکھر ایک پتھر پھینکنے کی مقدار العرق چھوٹی پہاڑی۔ منصرف موڑ دو تیسہ تیسری منزل کا نام ہے سحۃ بہت بڑا لیکر کا درخت وجاہ مقابلہ۔ بطح ہموار وسیع بید الویشہ روئیہ میں ٹاک گھر عوج چوٹھی منزل کا نام ہے۔ قلعه چھوٹا ٹیلہ مہضبہ عرج کے قریب چھوٹا سا گاؤں رضم بڑے بڑے پتھر سلمان لیکر کے درخت سلمہ کی جمع ہے۔ حوشی پانچویں منزل کا نام ہے۔ سیل بمعنی روجس میں ہاش کا پانی چلتا ہے کساح کنارہ۔ غلوة ایک تیر پھینکنے کی مسافت کے بلو مواظلمان چھٹی منزل

کا نام ہے۔ صفادات صفراء کی جمع ہے بمعنی داری۔ ذوالطوی مکہ سے لڑھائی تین میل کے فاصلہ پر چھٹی منزل کا نام ہے۔

باب سُنَّةُ الْإِمَامِ سِتْرَةٌ مِنْ خَلْفِهِ

ترجمہ ۱۔ امام کا سترہ اور ان لوگوں کا سترہ جو امام کے پیچھے ہیں۔

حدیث نمبر ۴۶۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَجَلْتُ لَكَ بَابًا عَلَى حَبَابٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاوَضْتُ الْإِسْخَانَ وَكَرَّسْتُ لِلَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْلُو بِالنَّاسِ بِمَنْجِي رَأَى غَيْرَ حَدَّادٍ فَمَرَدَتْ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّغَفِ حَتَّى لُتْ وَأَدْسَلْتُ الْوَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّغَفِ فَلَوْ مِثْلُ ذَلِكَ عَلَى أَحَدٍ۔

ترجمہ ۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں ان دنوں قحط کے قریب تھا۔ یعنی بالغ ہونے والا تھا۔ اور جناب رسول اللہؐ سلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے سلمنے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میں بعض کے سامنے سے گذرا تو کر گدھیا کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور خود میں صف میں شامل ہو گیا کسی نے اس درجہ سے مجھ پر اعتراض نہ کیا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جناب رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ صحرا میں نمازی اپنے آگے ستر رکھ کرے۔ جو بین المصلیٰ و بین الکعبۃ گزے گا وہ گناہگار ہوگا۔ مگر یہ حکم ہر مصلیٰ کے لئے نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے اور جو شخص مقتدیوں کے آگے سے گزے اور امام کے آگے سے نہ گزے تو اس سے نہ امام کی نماز میں خلل آئے گا اور نہ ہی مقتدیوں کی نماز میں ضرر ہوگا۔ چنانچہ روایت ابن عباسؓ اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ خود بھی نمازیوں کے آگے سے گزے اور ان کی گدھیا بھی آگے سے گذری مگر کچھ نے ان پر نکیر نہ کیا حالانکہ ماز بین یدی المصلیٰ گناہ کا از کتاب کرنا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سترہ الامام سترہ من خلفہ ہے۔ اس کو آثار سے ثابت کیا حالانکہ کوئی صراحت نہیں ہے۔ مگر قراءۃ الامام قراءۃ لہ میں جبکہ صراحت ہے وہاں سب کو کمی چھینک جاتی ہے۔ امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کا خلاف کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب جماعت سے نماز ہو رہی ہو۔ تو صرف امام کے سلمنے سترہ ہونا کافی ہے ہر شخص کے لئے مقتدیوں میں سے سترہ ہونا ضروری نہیں یہ اجماعی مسئلہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کہ سنتۃ الامام سنتہ من خلفہ ہے یا امام کا سترہ تو وہ لکڑی ہے اور خود امام قوم کا سترہ ہے اس

میں علماء کے دو قول ہیں۔ یصلی بالثانی بھیجی الی غیر جدار روایت گذر چکی اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ بالکل سترہ نہیں تھا۔ چنانچہ یہی تھی نے اس روایت پر ترجمہ باندھا ہے باب الصلوة بھیجی من غیر سنتہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ سترہ تو تھا مگر جدار نہیں تھی۔ یہی امام بخاریؒ کی روایت ہے۔ فوراً بین یدی بعض المصنف کیونکہ سترہ الامام سترہ لمن خلفہ ہے امام بخاریؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ سنتہ الامام سنتہ لمن خلفہ ہے۔ فلو فیکرہ الذ علی احد اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں۔ حمار رکعت اور عورت قطع صلوة کا سبب ہوتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے میں نے گدھی چھوڑ دی۔ وہ چرتی رہی کس نے نکیر نہیں کی۔ اب اگر سترہ تھا تو پھر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اگر نہیں تھا جیسے کہ یہی وغیرہ کی رائے ہے تو پھر واضح ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۴ حَدَّثَنَا الشَّيْخُ ابْنُ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ مَرْأٍ أَمَرَ بِأَلْحَوْ بَنُو قَتُوعٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَصِلُوا إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَدَعَوْهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الشَّغْرِ فَمِنْ ثَوْرٍ أَخَذَ هَذَا الْأَمْرُ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن باہر تشریف لاتے تو ایک چھوٹے نیزے کے متعلق حکم دیتے جو آپ کے سامنے رکھا جاتا۔ آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے تھے اور یہ کام آپ سفر میں کرتے تھے اسی وجہ سے امراء ملنے نیزہ رکھنے کو معمول بنایا۔

تشیخ از شیخ زکریاؒ امر بالحویۃ اس سے امام کے لئے سترہ ثابت ہوا۔ لوگوں کے لئے سترہ نہیں رکھا گیا۔ اگر رکھا جاتا تو اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ جب ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے۔ فمن ثور اخذھا الامراء یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو اس غرض سے ہوتا تھا کہ اگر نماز کے لئے ضرورت ہو اور کوئی سترہ نہ ہو تو نیزہ کو گاڑ کر سترہ بنالیں کہیں استنجاء کی ضرورت ہو تو زمین نرم کر لیں۔ ڈھیلے توڑ لیں مگر اس کو اصل قرار دے کر ان امراء نے اختیار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نیزہ لے کر چلتے تھے۔ اور امراء سے مراد امراء بنو امیہ ہیں خلفاء راشدین مراد نہیں اور یہ نکیر فرماتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتوں کی اصل ہوتی ہے۔ مگر اس میں افراط کی بنا پر سدا للہاب علماء منع فرماتے ہیں کہ ابتداء میں وہ باتیں عارضی ہوتی ہیں۔ اور پھر لوگ اس کو معلوم نہیں کس حد تک پہنچا دیتے ہیں الحاصل

امام بخاریؒ کی اصول موضوعہ میں سے ہے کہ جب کوئی روایت غیر بخاری کی ہو، لیکن مضمون اس کا صحیح ہو تو ان مضامین کی تقویت کرتے ہیں اور جن روایات کے مضامین درست نہ ہوں ان پر رد کرتے جلتے ہیں۔ باب کی روایت ابو داؤد کی ہے۔ اور اسی روایت کا مضمون ان کے نزدیک صحیح ہے۔ لہذا اس کی تقویت کے لئے دوسری حدیث ذکر فرمادی اور اس حدیث کو ترجمۃ الہاب بنا دیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ جو سترہ امام کے لئے ہوتا ہے وہی سترہ مقتدیوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔ یا مقتدیوں کا سترہ امام ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے بتلا دیا کہ مقتدیوں کا سترہ وہی ہے جو امام کا ہے۔ نہ کہ خود امام سترہ ہے۔ اس اختلاف کا خمرہ یہ نکلے گا کہ اگر امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز قاطع نکلے تو وہ امام کے لئے مضر ہوگی۔ مقتدیوں کے لئے مضر نہیں کیونکہ مقتدیوں کا سترہ تو خود امام ہے۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان سے گزرے تو مقتدیوں کے لئے مضر ہوگا۔ اور امام کی نماز صحیح ہوگی۔ یعنی الیٰ غیب جدار سلم شریف میں بجلنے میں کے عرفہ واقع ہے۔ علامہ نوویؒ نے فرمایا ہے کہ تعدد واقعہ پر محمول ہے اس پر حافظ نے نکیر فرمائی ہے کہ واقعہ ایک ہی ہے۔ اور روایات مشہورہ کے اندر صرف یہی واقعہ ہوا ہے۔ لہذا یہی صحیح ہے اور عرفہ شاذ ہے۔ مصنفؒ نے باب باندھ کر بتلا دیا کہ حضور علیہ السلام نے یہی واقعہ کے اندر جدار کے علاوہ کسی اور شیخ کو سترہ بنا کر نماز پڑھی اور یہی معنی راجح میں منفق اخذھا الاموالہ یہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ہمیں سے بادشاہ ہوں نے بنا لیا۔ اب جو بدعتوں کی موجودہ خرافات ہیں ان کی ابتداء اور اصل بہت اچھی ہوتی ہے۔ لیکن پھر بعد میں ناجائز اور حرام باتیں اس میں داخل ہو جاتی ہیں ان زیادتیوں کی وجہ سے ناجائز کہنا پڑتا ہے۔ عرس کی اصل یہ ہے کہ جب کوئی شیخ مرجع ہو جاتا تھا تو اس کے سب مرید آپس میں ملاقات کے لئے شیخ کی تاریخ وفات پر ایک جگہ جمع ہو جایا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ تاریخ انتقال سب کو معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اب بعد میں ان میں زوائد داخل ہو گئے۔ جیسے رقص و سرود۔ میلہ میلہ وغیرہ اس لئے ناجائز ہے

حدیث نمبر ۴۶۵ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ خَالَ سَبْحَتُ أَبِي يَقُولُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَائِةٌ الظُّنُودُ كَعَتَيْنِ وَالْعَقُودُ كَعَتَيْنِ تَمُوتُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَوَآئِدُ وَالْحِمَاوُ۔

ترجمہ :- حضرت حوٰن فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ ابو جحیفہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحا میں ان کو نماز پڑھائی جبکہ آپ کے سامنے نوکدار لاٹھی تھی۔ ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھا تیں۔ آپ کے سامنے سے عورت اور گدھا گزرتے تھے جس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا تھا۔

باب قَدْ رَكَعَ يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَالْمُتَلَوِّ

ترجمہ:- نمازی اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ مناسب ہے۔

حدیث نمبر ۴۶۶ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ قُدَارَةَ الْخَزَعَنِيُّ عَنْ سَمْعِلِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرٌ مَشَاةً (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلے نماز اور دیوار کے درمیان بھری کے گزرنے کی جگہ کا فاصلہ ہوتا تھا

تشریح از شیخ زکریا: كَانَ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَرَسُولِ اللَّهِ الْخَزَعَنِيُّ یہ مسجد نبوی کا واقعہ ہے، مصلی رسول اللہ سے پیر رکھنے کی جگہ مراد ہے تو اس کے اور جدار کے درمیان ممر المشاة تھا۔ مگر اتنی جگہ میں سجدہ نہیں ہو سکتا۔ تو کہا جائے گا کہ مصلی رسول اللہ سے پیر رکھنے کی جگہ مراد نہیں بلکہ سجدہ کرنے کی جگہ مراد ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ممر المشاة طویل مراد ہے۔ اس کے لئے جگہ بہت چاہیے۔ ممر المشاة عرضاً مراد نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا: مصلی اسم فاعل من التعمیل اور اسم ظرف منہ پڑھا گیا ہے۔ چونکہ سترہ نماز پڑھنے والوں اور گزرنے والوں دونوں کی سہولت کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے نمازی کو سترہ سے بہت دور نہ کھڑا ہونا چاہیے۔ بلکہ قریب کھڑا ہونا چاہیے۔ اب مقدار کیا ہو۔ اس کو امام بخاریؒ بیان فرماتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مصلی اسم فاعل اور مصلی اسم ظرف دونوں پڑھ گئے ہیں۔ تو جہور تو اس کو علی ملأ الخلف پڑھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے کی جگہ اور سترہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اور مالکیہ اس کو فاعل کے وزن پر پڑھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کے درمیان اور سترہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے جہور کے نزدیک چونکہ اسم ظرف ہے۔ اس لئے روایت سے معلوم ہوا کہ جتنی دور کے اندر مصلی سجدہ کرتا ہے۔ اس کو چھوڑے پھر ایک متر شاہ ہونا چاہیے۔ اور مالکیہ کے نزدیک نمازی اور سترہ کے درمیان ممر المشاة کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اب سجدہ کیسے کرے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ کے وقت پیچھے ہٹ جلتے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے کے لئے منبر سے نیچے اترے تھے۔ باب کے اندر جو لفظ مصلی ہے۔ جہور نے اسے اسم ظرف پڑھا ہے مالکیہ نے اسم فاعل لیکن جو روایت اس باب میں آ رہی ہے

وہ آم فاعل کے صیغہ کا احتمال نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہاں اضافہ کے ساتھ ہے۔ مسلی رسول اللہ اس سے معلوم ہوا کہ ترجمہ الباب کے اندر بھی آم ظرف ہے تو گویا اب باب کے ذریعہ مالکیہ پر رد فرما دیا۔

حدیث نمبر ۴۶۷ حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي بَرْجٍ قَالَ كَانَ جَدُّهُ الْمُسْجِدَ عِنْدَ الْمُبَرِّقِ مَا كَادَتْ الشَّاةُ تَجْمُؤُ نِيهَا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ مسجد کی دیوار منبر کے پاس تھی جس سے بکری شکل سے گذر سکتی تھی۔

باب الصَّلَاةِ رَاحِ الْكَرْبَةِ

ترجمہ :- چھوٹے نیزے کی طرف نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۶۸ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَزَّازُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْكَلُ لَهُ الْكَرْبَةُ فَيَصَلِّيُ رَاحَتَهَا۔

ترجمہ :- حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرمؐ کے لئے چھوٹا نیزہ گاڑا جاتا جس کی طرف منہ کر کے آپؐ نماز پڑھتے تھے۔

تشریح :- از شیخ مدنیؒ، عنقرضہ اور حرہ عام نیروں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ البتہ بعض کے نزدیک عنقرضہ کی مجال چوڑی ہوتی ہے اور حرہ کی پتلی۔

تشریح :- از شیخ ذکر کیا۔ امام بخاریؒ نے دو باب باندھے ہیں۔ ایک صلاۃ الی الحرہ اور دوسرا صلاۃ الی عنقرضہ کا میرے والد صاحب کی رائے ہے کہ بعض اقوام چونکہ ہتھیاروں کی پرستش کرتے ہیں اس لئے اس سے شبہ ہوتا تھا کہ ہتھیاروں کا سترو بنانا ان کی طرف نماز پڑھنا صحیح نہ ہو جیسے کہ احنافؒ کے نزدیک آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ ترجمہ امام بخاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرما دیا۔

باب الصَّلَاةِ رَاحِ الْعَنْزَةِ

ترجمہ :- چھوٹے نیزے کی طرف نماز پڑھنا

حدیث نمبر ۴۶۹ حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْمَاجِزَةِ فَأَتَى بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بَيْنَ الظُّلُمِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ مَنُكَةٌ وَالْمَنُكَةُ وَالْجَمَادُ يَمُوتُ إِنْ مَاتَ قَدَرًا هَذَا (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت عونؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ ابو مجنفؓ سے سنا فرماتے تھے کہ دوپہر

کے وقت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف باہر تشریف لائے پانی لایا گیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ اور ہمیں نظر اور عصر کی نماز پڑھانی جبکہ آپ کے سامنے چھوٹا نیزہ تھا۔ عورت اور گدھا اس غنہ کے پیچھے گزر گئے تھے۔ نماز میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔

حدیث نمبر ۴۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَاتِبٍ الْخِمْمِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ تَبَعْتُهُ أَنَا وَعُلَامَةٌ مَعَنَا عِكَازٌ أَوْ عَصَا أَوْ عُنْدَةٌ مَعَنَا إِمَّا دَاوَةً أَوْ فَاذًا أَوْ فَرْغَ مِثْ حَاجَتِهِ نَأُو لَنَا الْإِدَاوَةَ۔

ترجمہ :- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے باہر جاتے تھے تو میں اور ایک لڑکا آپ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ ہمارے ساتھ عکاز یا عصا یا غنہ ہوتا تھا۔ اور ایک پانی کی ٹھلیا بھی ہوتی تھی۔ پس جب آپ حاجت سے فارغ ہوتے تو ہم آپ کو پانی کی ٹھلیا دے دیتے تھے۔

ختمیج از شیخ زکریا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اوٹک کے لئے ہے اور جب شک ہو گیا تو ترجمہ کیے ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب بھی نوان اٹیل کے درمیان شبہ ہوا۔ تو مطلوب ثابت ہوا اور میرے نزدیک اذنیویع کے لئے ہے۔ کہ کبھی اس کی طرف کبھی اس کی طرف اب کوئی اشکال نہیں۔ مرتبہ چھوٹے نیزے کہتے ہیں۔ غنہ ذرا اس سے بڑا ہوتا ہے اور عکاز اس لکڑی کو کہتے ہیں جو چرواہے کے ساتھ رہتی ہے اور اس کے کونہ پر لوہے کا ایک بچہ سا بنا ہوا ہوتا ہے جس سے وہ درخت کے پتے اور شاخیں توڑ لے۔

باب السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا۔

ترجمہ :- مکہ اور غیر مکہ میں ستر کا استحباب۔

حدیث نمبر ۴۷۱ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخِمْمِيُّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّجَاحِ وَفِي قَهْلِي بِالْبَطْحَاءِ الظَّلَوِ وَالْعَصَى وَكَعْتَيْنِ وَنَهَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عُنْدَةً وَتَوَضَّأَ فَعَمَلَ النَّاسُ يَمْسَحُونَ بِوُضُوئِهِ

ترجمہ :- حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ ایک دن دوپہر کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے باہر تشریف لائے تو ہمارے میں ہمیں نظر اور عصر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ اور آپ کے ساتھ چھوٹا نیزہ

کھڑا کیا تھا۔ اور آپ نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام آپ کے وضو کے پانی کو ہنرگا بدن کو ملتے تھے۔
 خشش میچ از شیخ مدنی مد۔ کہ مسئلہ میں طاعتین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور طاعتین کو مرد
 سے نہ روکا جائے گا۔ احناف اور شوافع روکا اس مسئلہ پر اتفاق ہے۔ حالانکہ نمازی کے آگے گزرنے
 والے کو شیطان کہا گیا ہے اور اس کے دفع کرنے کا حکم ہے۔ دفع کے معنی بعض شوافع حقیقی لیتے ہیں
 مگر احناف اشارہ مراد لیتے ہیں تو اگر طاعتین کو روکا جائے تو اتنی بڑے جماعت کو کیسے روکا جاسکتا ہے
 اس لئے ضرورت کی بنا پر احناف اور شوافع نے طاعتین کی تخصیص کر دی۔ اور ان کے لئے سترہ کے
 قائل نہ ہوتے اور بعض نے معنوی علت بیان کی ہے کہ طواف کی حالت مجنونانہ اور طور عقل سے نکل
 جانا ہے اور مجنون پر کوئی تنگی نہیں اس لئے اس کے لئے سترہ کی کوئی ضرورت نہیں غیر مطاف میں
 میں سترہ۔ کھڑا کرنا۔ بالاتفاق ضروری ہے۔ جیسے آپ نے بطحار کے اندر سترہ کھڑا کیا۔

خشش میچ از شیخ زکریا۔ ابو داؤد وغیرہ سنن کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں
 مطاف میں باب بنی ہشم کے پاس نماز پڑھتے تھے اور طواف کرنے والے حضور صلی علیہ وسلم کے سامنے طواف کرتے
 تھے اور آپ کے سامنے سترہ نہیں ہوتا تھا۔ اس روایت کی تخریج میں علما کا اختلاف ہے بعض کی رائے یہ
 ہے کہ مکہ میں بلا سترہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں باب باندھا ہے۔
 اور بی حنا بلہ کا مذہب ہے۔ تو امام بخاری نے اس پر رد فرمادیا۔ کہ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ مکہ میں
 سترہ ضروری نہیں ہے بلکہ مکہ میں آپ نے بطحار کے اندر سترہ کی طرف نماز پڑھائی ہے۔ اور بعض علما
 کی رائے یہ ہے کہ چونکہ حدیث اندر ہے۔ الطواف بالبيت صلوة۔ بیت اللہ کا طواف کرنا نماز
 ہے۔ لہذا طاعتین کی جماعت ایسی ہے جیسی نماز کی جماعت اس لئے وہ مضر نہیں نیز قول یہ ہے
 کہ حنفیہ کے نزدیک مسجد کبیر میں سترہ ہونے کی ضرورت نہیں اور مسجد کبیر کی مثال میں یہ حضرات مسجد
 مکہ اور مسجد مدینہ اور مسجد بیت المقدس کو پیش کرتے ہیں تو چونکہ یہاں مسجد کبیر تھی اس لئے سترہ کی
 ضرورت نہیں تھی۔

بَابُ الْمَلَلَةِ الْحَبْلُ الْمُسْتَوْدَعُ

ترجمہ۔ ستون کی طرف نماز پڑھنا

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّونَ أَحَقُّ بِالسَّعَادَةِ مِنَ الْمُتَحَدِّثِينَ رَأَيْتُمَا وَرَأَى ابْنُ مَرْجَانٍ

وَجَلًّا يُصَلِّي بَيْنَ اسْطُوَانَتَيْنِ فَأَذْنَاهُ إِلَى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَدِّ إِلَيْهَا (الحديث)

ترجمہ :- حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نمازی لوگ ستونوں کے زیادہ مقدار میں باتیں کرنے والوں سے اور ابن عمرؓ نے دو ستونوں کے درمیان ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ستون کے قریب کر دیا اور فرمایا کہ اس کی طرف نماز پڑھو۔

حدیث نمبر ۴۷۲ حَدَّثَنَا ابْنُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كُنْتُ اَتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عِندَ عَائِشَةَ اَلْمُسْطَوَانَةِ اَلَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَمَنْكُتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَوَاكَ تَتَحَوَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ قَالَ فَاَرَيْتُ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَوَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا ترجمہ :- حضرت زبید بن ابی عبیدہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کے ہمراہ آتا تھا۔ تو وہ اس ستون کے پاس نماز پڑھتے تھے جو مصحف کے پاس ہے۔ میں نے پوچھا اے ابو مسلم! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرمؐ کو اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا ہے۔

تشریح :- از شیخ ذکر کیا۔ غرض یہ ہے کہ اگرچہ مسجد کے اندر سترہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ادلی یہ ہے کہ کسی ستون کے قریب پڑھے۔ کیونکہ اس سے نمازیوں کے نکلنے میں سہولت ہوگی اور یہ وجوب کا وجہ نہیں۔ الا سطوانۃ الی عند المصحف اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں نسخ مصاحف جمع کرائے تو مسجد نبویؐ میں ایک ستون کے پاس رکھ دیئے گئے تاکہ نماز پڑھنے والوں میں سے جس کا جی چاہے اس میں دیکھ کر پڑھے۔ تو اس ستون کو اسطوانۃ المصحف کہتے ہیں۔ اور بعض نے یہ کہہ دیا کہ حضورؐ نے اپنے زمانے میں مصحف رکھوا دئے تھے یہ غلط ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۳ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ اَلْخَزَنَةِ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ اَدْرَكْتُ رَكْعَاتَ اَمِّمَاِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِئُ بِهَا السَّوَارِي عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَنَادَى شُعْبَةً عَنْ عَمْرِو وَعَنْ اَلْنَّبِيَّ حَتَّى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحديث)

ترجمہ :- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ کے بڑے بڑے صحابہ کرام کو پایا کہ وہ مغرب کی نماز کے وقت ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے تاکہ دو رکعت قبل المغرب پڑھ لیں شعبہ کی روایت میں یہ زائد ہے۔ یہاں تک جناب نبی اکرمؐ باہر تشریف لے آئیں۔

تشیع از شیخ زکریا۔ اس پر کلام "تو وہاں آئے گا۔ جہاں صلوٰۃ بعد العصر کا ذکر آئے گا، یہاں صلوٰۃ
الحا السواری ثابت کرنا ہے۔ وہ ثابت ہے۔

باب الصلوٰۃ بَيْنَ السَّوَارِي فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ۔

ترجمہ:- بغیر جماعت کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رِشْوَيْنٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ لَيْثُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَثُمَّانُ بْنُ ظَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَأَطَالَ
تَوَخُّوْجَ وَكُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلَى آثَرِهِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا أَيْنَ صَلَّى فَقَالَ
بَيْنَ الْعُمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ:- حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں جناب نبی اکرم صلم۔ اساتذہ بن زید عثمان بن طلحہ اور
حضرت بلالؓ داخل ہوئے۔ آپ بڑی دیر تک اندر رہے پھر باہر تشریف لے آئے۔ تو میں لوگوں میں سے
سب سے پہلا شخص تھا جو آپ کے نقش قدم پر داخل ہوا۔ تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ نے
کہاں نماز پڑھی فرمایا ان لگے دو ستونوں کے درمیان پڑھی۔

تشیع از شیخ زکریا۔ اس میں اختلاف ہے کہ صلوٰۃ بین السواری مکروہ ہے یا جائز امام مالکؒ
فرماتے ہیں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے لئے جائز ہے۔ معتدل کے لئے مکروہ ہے
ہاں اگر صرف کے اندر کھڑے ہونے میں تنگی ہو تو جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک امام کے لئے مکروہ ہے۔
اور منفرد اور جماعت کے لئے جائز ہے۔ شوافع کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے فی غیر جماعت کی
قید لگائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اگر کوئی منفرداً نماز پڑھے تو اس کے لئے جائز
ہے اور جماعت کے اندر سواری ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے اور غالباً اس کی وجہ سن کی
روایت ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ وقفنا بین السواری فقد منا ونا خوفاً وکسناً
نقیحی هذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس
صلعم کے زمانہ میں ہم اس سے بچا کرتے تھے۔ معلوم ہوا ایسا نہیں کرنا چاہتے تھے منا ونا خوفاً کے
مختلف معنی ہیں۔ بمعنی ان کے یہ ہے کہ سواری میں ترتیب نہیں تھی۔ لہذا کوئی آگے ہو گیا۔ کوئی پیچھے ہو
گیا۔ اور میرے نزدیک حضرت بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا اثر علی قول المحققین وھو نسخہ

الحاشیہ یا حضرت بن عمر کا اثر جواب سابق میں گزرا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بین الساربتین نماز پڑھتے دیکھا تو اس کو ساریہ کے نزدیک لا کر کھڑا کر دیا۔ اس سے بظاہر وہم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ بین السواری جائز نہ ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کو دفع کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ چونکہ صلوٰۃ بین السواری کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض سے ممانعت، تو امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات کے اندر جمع فرما کر تبلا دیا کہ ممانعت جماعت کی حالت پر محمول ہے۔ اور حجاز کی روایت کا محمل افراد کی حالت ہے۔

حدیث نمبر ۴۷۵ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ الْحِمَازِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكُحَيْنَةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ ابْنُ طَلْحَةَ الْعَجَنِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَتَكَثَّرَ فِيهَا فَخَسَأْتُ بِلَالًا حِينَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عُمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعُمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَثَلَاثَةَ أَعْمِدَةٍ قَدْلَهُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُؤَمِّدُ عَلَى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلَّى وَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ حَدَّثَنِي مَا لَكَ فَقَالَ عُمُودَيْنِ عَنْ يَمِينَيْنِ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت بلالؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہؓ الجہمیؓ بھی داخل ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے کعبہ آپ پر بند کر دیا۔ آپ کچھ دیر اس میں ٹھہرے جب باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آپ نبی اکرم ﷺ نے اندر کیا کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک ستون کو بائیں جانب دوسرے ستون کو دائیں جانب اور تین ستون پیچھے رکھے۔ کعبہ ان دنوں چھ ستونوں پر قائم تھا۔ پھر آپ نے نماز پڑھی۔ اسامہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ نے مجھے بیان کیا کہ دو ستون دائیں جانب رکھے

تشریح از شیخ زکریا۔ عمو دین عن یمنہ اس بارے میں حضور اکرم ﷺ نے کعبہ کے اندر کہاں نماز پڑھی۔ روایات مختلف ہیں۔ بعض کے اندر عمو دین عن یمنہ ہے اور بعض میں عمو دین عن یسارہ ہے اور بعض کے اندر بین الصمودین المقدمین ہے۔ محدثین کی رلے یہ ہے کہ روایات میں اضطراب ہے۔ مگر میرے والد صاحبؒ کی رلے یہ ہے کہ ان میں اضطراب نہیں بلکہ وجہ اس اختلاف کی یہ ہے کہ اس زمانہ میں بہت زیادہ تمدن تو تھا نہیں لہذا ستونوں کے اندر کوئی خاص ترتیب نہیں تھی۔ ایسا ہی تھا کہ

جیسا کہ مسجد نبوی کے اندر کھجور دلوں کو اوپر سے کاٹ کر ستونوں کا کام لے لیا گیا تھا۔ کسی ستون کو آگے کھڑا کر دیا گیا اور کسی کو پیچھے اس طرح یہاں بھی تھا جس کی صورت یہ تھی [] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں جہاں نقطہ لگ رہا ہے جس کے نیچے ایک ہندسہ ہے کھڑے تھے تو یمن کے اعتبار سے عمودین عن یمینہ بھی ہو گیا۔ اور یسار کی بھی ہو گئی۔ اور اقدام کی بھی۔ اور اس میں روایات متفق ہیں کہ بیت اللہ چھ ستونوں پر قائم تھا۔

تقد متاخرنا کا مطلب ابن ارسلان نے بیان کیا ہے کہ بقینا مؤخر یعنی ہم پیچھے کو ہو گئے۔ میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہاں عمود ہموار نہیں تھے اور سب ایک سیدھے میں نہیں تھے اس لئے ہم میں سے بعض مؤخر ہو گئے اور بعض نے مقدم ہو کر صف سیدھی کر لی۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں سے بعض آگے کی صف میں اور بعض پیچھے والی صف میں کھڑے ہو گئے۔ غرضیکہ بنی السائبین نہیں کھڑے ہوئے آگے چل کر ہے کنا متقی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بنا پر امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے اور یہ لوگ حضرت انسؓ کی روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہ ان کا اپنا مسلک ہو گا یا اس وجہ سے کہ عمودین ہموار نہیں ہوتے تھے اور صف بندی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے بچتے تھے۔ امام بخاریؒ کا میلان خنا بلکہ کی طرف ہے اس لئے فی غیر جماعت کی قید لگا دی۔

باب

حدیث نمبر ۴۷۶ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ اَلْا عَنْ ثَابِعِ اَبْنِ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشَى قَبْلَ وَجْهِهِ حَتَّى يَدْخُلَ وَجَعَلَ الْهَابَ قَبْلَ ظَهْرِهِ فَكَشَى حَتَّى يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الْذِي قَبْلَهُ وَجْهِهِ قَبْلَ يَمَانِهِ ثَلَاثَةَ اُذُنِجَ صَلَّى يَتَوَخَّ الْمَكَانَ الَّذِي اُخْبِرَ بِهِمْ بِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِيهِ قَالَ وَكَيْفَ عَلَى اَحَدِنَا بِأَنَّ اَنَّ صَلَّى فِي اَيِّ تَوَاجِهِ الْمَبِيتِ شَأْنًا (الحديث)

ترجمہ :- حضرت ثابعتؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب کعبہ میں داخل ہوتے تھے تو جب داخل ہوتے تو اپنے سامنے چلے جاتے۔ اور دروازہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کر لیتے اور یہاں تک چلے جاتے کہ ان کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو آپ کے سامنے تھی۔ تین گز کا فاصلہ رہ جاتا وہاں نماز پڑھتے اس مکان کی کوشش کرتے جس کے متعلق حضرت بلالؓ نے ان کو بتلایا تھا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

دہن نماز پڑھی تھی اور فرماتے تھے کہ کسی پر تنگی نہیں ہے۔ بیت اللہ کے جس کاندے میں چاہے نماز پڑھ لے۔
کشتیج از شیخ مدنی: امام مالکؒ کعبہ کے اندر نماز فرض۔ نفل بالجماۃ اور منفرداً سب کو مکروہ کہتے ہیں
 جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ روایت باب سے ثابت ہے اس لئے اس باب کو باب سابق سے فصل
 کے طور پر لائے ہیں

کشتیج از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے جس کا فی الجملہ باب سابق سے تعلق ہوتا ہے۔ علامہ عینیؒ
 کی رائے یہ ہے کہ اس باب سے سواری کا اثبات بطریق التزام ثابت فرمایا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے
 ہیں کہ باب سابق میں حضور اقدس صلم کے قیام فی الکعبہ کو باغیاد عمود کے بتلایا تھا اور یہاں سے قیام باعتبار
 مسافت کو بیان فرمایا ہے ہیں کہ دیوار سے نین گز بعد بخار اور میری رائے یہ ہے کہ روایت سابقہ میں
 گذرا ہے کہ حضور اقدس صلم نے فلاں جگہ نماز پڑھی ہے اس سے بظاہر دہم ہوتا ہے کہ ممکن ہے اس مقام
 خاص کو کعبہ من حیث الکعبہ ہونے کے اندر کوئی خصوصیت ہو۔ تو امام بخاریؒ نے اس دہم کو دفع فرما دیا۔ اور
 دلیل میرے اس قول کی حضرت محمد اللہ بن عمرؓ کا وہ ارشاد ہے۔ جو اس باب کی روایت کے اخیر میں ہے
 کہ ہم میں سے کسی پر تنگی نہیں ہے کعبہ کے جس کونے میں چاہے نماز پڑھے میرے والد صاحبؒ فرماتے ہیں
 کہ پہلے باب میں عمودین کے درمیان نماز پڑھنے کی تصریح تھی اس باب میں عمودین کی تصریح نہیں اگرچہ مراد
 وہی ہے۔ اس لئے دو نو حدیثوں کے درمیان فصل کئے باب بڑھا دیا۔ اور بعض مشائخؒ کی رائے ہے کہ اس روایت
 سے استبراک مقصود ہے جیسے ابن عمرؓ اس مقام مبارک کی تلاش کرتے تھے۔ حالانکہ کعبہ خود سب سے
 زیادہ بابرکت ہے۔

باب الصلوة الحائِلَة وَالْبَعِيْرَو الشَّجَرَو وَالْوَحْد

ترجمہ :- سواری۔ اونٹ۔ درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّسِيُّ الْبَصْرِيُّ عَنْ ابْنِ
 عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يُعْرِي صُرَّاحًا لَتَهُ فَمِيعَلَهُ إِلَيْهَا قُلْتُ
 أَفَرَأَيْتَ رَأَا هَبَّتِ الرِّكَابُ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ التَّحْلُ فَيُعَدُّهُ فَيُصَلِّي إِلَى أَخَوَاتِهِ
 أَوْ قَالَ مُؤَخَّرَةٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ (الحدیث)

ترجمہ :- حضرت محمد اللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم صلم

اپنی سواری کو چوڑائی میں بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ یہاں نے پوچھا بتلاؤ جب سے ایسا چلی جاتی تھیں تو فرمایا کہ پالان کو لے کر اسے ٹھیک کر کے رکھ دیتے پھر اس کی آخری لکڑی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

قتل کے لیے از شیخ ذکر کیا۔ اس سے امام بخاریؒ یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ لیوان کو سترہ بنانا جائز ہے یا نہیں حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لئے سترہ سے مقصود گزرنے والوں کی سہولت ہے۔ تو اس جانور کا کیا اعتبار جب چاہے چل دے اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ سترہ بنانا جائز ہے۔ انہی میں حنفیہؒ اور حنابلہؒ بھی شامل ہیں حضرت امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں امام بخاریؒ کا اصل مقصد تو لیوان کے سترہ بنانے کا جواز بیان کرنا تھا۔ اور اصل لکھنی ہوتی ہے اس لئے اس سے شجرہ کا استنباط کر لیا۔ اور اصل کو روایت میں ہونے کی وجہ سے ترجمہ میں ذکر فرما دیا۔ اور شجرہ کو استنباط بہر حال امام بخاریؒ نے اس سے جمہور کی تائید فرما کر مالکیہؒ شافعیہؒ پر رد فرما دیا۔ اور یہی نبلا چکا ہوں کہ جو شخص مذاہب ائمہ سے واقف ہو گا۔ اس پر یہ بات بخوبی واضح ہوگی کہ امام بخاریؒ نے جتنا حنفیہؒ پر رد کیا ہے۔ شوافعؒ پر بھی رد فرمایا ہے۔

اذا هبت الوکاب . ہبت کا ترجمہ شرح قاطبہ حاجت و محنت سے کہتے ہیں لیکن میرے والد صاحب نے اپنی تقریر میں اس کی تغلیط فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہبت کے معنی ذہبت کے ہیں میرے نزدیک بھی یہی اولیٰ ہے۔ کیونکہ شرح جو مطلب بیان کرتے ہیں اس سے کوئی بات اچھی طرح ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ اب مطلب یہ ہے کہ جب سواریاں حرکت کرنے لگتیں تو رمل کو سترہ بنالیا کرتے تھے یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بخلاف اس مطلب کے کہ جب سواریاں نہیں ہوتی تھیں اور جنگل میں چرنے کے لئے چلی جایا کرتی تھیں تو کچا وول کو سترہ بنا لیتے تھے۔

باب الصَّلَاةِ الْحَكِيمِي

ترجمہ :- چارپائی کی طرف نماز پڑھنا کیسا ہے۔

حديث نمبر ۴۷۸ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْهَمْدِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعَدَّ اللَّهُ لِلْكَلْبِ وَالْجَمَارِ لَقْدَرًا يَنْتَعِي مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيرِ كَيْجِيئَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّيَ فَأَكْرَمَ أَنْ أُسْتَقْبِلَهُ فَأَنْسَلُ مِنْ فَيْسِلِ

رَجُلٍ الشَّرِّ حَتَّىٰ أَسَدًا مِنْ لِحَافٍ (الحديث)

ترجمہ ۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ کیا تم لوگوں نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے برابر کر لیا۔ کہ عورت کے آگے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حالانکہ میں چار پائی پر بیٹھی ہوتی تھی یہاں رسول اللہ صلعم چار پائی کو درمیان لے کر نماز پڑھتے تھے۔ میں سامنے سے نکلتا پسند نہیں کرتی تھی، تو میں نے چار پائی سے اپنے پاؤں کی طرف سے کھسکا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنی لِحاف سے نکل جاتی تھی۔

مُتَشَبِّحٌ از شیخ زکریا۔ علامہ عینیؒ کرمانیؒ اور علامہ سندھیؒ کی رائے ہے کہ الحی علی کے معنی ہیں چہ تو معنی ہوتے چار پائی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔ یا تخت پوش پر نماز پڑھنا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ سریر کو سترہ بنائے اور اس کے بیچ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور بھی زیادہ واضح ہے۔ اس لئے کہ اگر الی کو علی کے معنی ہیں لے لیں تو یہ باب باب السترہ کا نہیں ہے گا بلکہ وہاں کا ہو گا جہاں صلوٰۃ علی السطح کو بیان فرمایا ہے۔ اعد لتقونا بالکلب والحمار یہ نکیر ففس قلبا بینا و بین الکلب والحمار پر ہے۔ نہ کہ اس کا مطلب وہ ہے جو شرح بیان کر رہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ عورت کے قاطع صلوٰۃ ہونے پر نکیر فرما رہی ہیں اور کلب و حمار سے قطع ثابت ہوتا ہے۔ اب وہ اشکال نہیں ہوگا جو شرح باب لا یقطع الصلوٰۃ متبیح کے تحت جہاں امام بخاریؒ نے اس روایت کو ذکر فرمایا کرتے ہیں کہ روایت سے تو یہ معلوم ہوا کہ عورت قاطع نہیں ہے اور کلب و حمار قاطع ہیں متوسط السورجی علامہ عینیؒ نے اپنے قول کے مطابق اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ اور حافظؒ فرماتے ہیں کہ تخت کی اوپر بیچ میں نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ تخت سے نیچے کھڑے ہوتے تھے۔ اس طور پر کہ تخت کا وسط آپ کے چہرہ کے سامنے رہتا تھا۔ اس پر علامہ عینیؒ نے اعتراض کیا کہ جب حضورؐ تخت کے نیچے کھڑے ہوتے تھے تو پھر حضرت عائشہؓ کے اس جملہ فافس من قبل رجلی لکھنے کا کیا مطلب ہے اس کا جواب حافظؒ نے یہ دیا ہے کہ حضورؐ کے احترام کی وجہ سے ستر سے ہٹ جاتی تھیں۔

باب لَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ مِنْ مَدْيَنَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَادَّابْنُ عَصْرٍ فِي الشَّهْرِ
وَفِي الْمَكْبَرَةِ قَالَ إِنَّ أَجَلَ رَأْدِ أَنْ يُقَاتِلَهُ فَلْيَقَاتِلْهُ -

ترجمہ ۲۔ جو شخص نماز کی سلامت سے گزے اسے ہٹانا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ الختبات

اور کعبہ میں بھی ایسے آدمی کو ہلاتے تھے اور فرماتے کہ اگر گزرنے والا انکار کرے۔ اور لڑائی تک نوبت پہنچے تو اس سے لڑائی کرور

حدیث نمبر ۴۷۹ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْصَرٍ الْخِزَّانِيُّ قَالَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانِيُّ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فِي يَوْمٍ مَرَّ مَجْمَعَةً يُصَلِّيُ رَأَى شَيْخًا يَسْتُرُكَ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِي أَبِي مُعَيْطٍ أَنْ يَجْتَنَزَ بَيْنَهُمَا فَدَفَعَ أَبُو سَعِيدٍ فِي صَدْرِهِ فَتَطَعَا شَابٌّ فَلَمْ يَجِدْ مَسَافَرًا لَمْ يَكُنْ يَدِيهِ فَعَادَ لِيَجْتَنَزَ فَدَفَعَهُ أَبُو سَعِيدٍ أَشَدَّ مِنَ الْأَوَّلَىٰ فَقَالَ مَنِ ابْنُ سَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلَىٰ مَرْوَانَ فَشَكَرَ إِلَيْهِ مَا لَفِيَ مِنْ ابْنِ سَعِيدٍ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ خَلْفَهُ عَلَىٰ مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَابْنُ أَخِيكَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ إِلَىٰ شَيْخٍ يَسْتُرُكَ مِنَ النَّاسِ فَأَمَّا إِذَا أَحَدُ أَنْ يَجْتَنَزَ بَيْنَكَ يَدِيهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَإِنَّ ابْنَ سَعِيدٍ تَلَهُ مَا هُوَ شَيْطَانٌ (الحديث)

ترجمہ:- حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا اور دوسری سند سے ابو صالح سمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ جمعہ کے دن ایک سترہ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا بنو ابی معیط کے ایک نوجوان نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا۔ تو حضرت ابو سعیدؓ نے اس کے سینے میں ٹکڑے مارا۔ تو نوجوان غصہ سے دیکھنے لگا جب اسے آپ کے سامنے سے گزرنے میں کوئی چارہ نہ دیکھا تو پھر وہ سامنے سے گزرنے لگا۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس کو پہلے سے زیادہ سخت دھکا دیا۔ تو اس نے ابو سعیدؓ کو گالی دینی شروع کی اور مردانِ حاکم مدینہ کے پاس اپنی اس تکلیف کی شکایت کی جو انہیں حضرت ابو سعید خدریؓ سے پہنچی تھی۔ حضرت ابو سعیدؓ بھی پیچھے پیچھے مردان کے پاس پہنچ گئے۔ مردان نے کہا کہ اے ابو سعید یہ اپنے بھتیجے کو آپ نے کیوں تکلیف پہنچائی

جس پر حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم صلم سے سنا تھا فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو اس کو دھکا دے اگر انکار کرے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

تشیخ از شیخ منی۔ شوافع مالکیہ اور بعض اہل طواہر کے نزدیک دفع کے حقیقی معنی دھکا دینا

مراد ہیں، مگر احنافؒ اور دیگر ائمہ دفع سے اشارہ قویہ مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ دھکا دینے سے نمازیں زیادہ خلل واقع ہوگا۔ کیونکہ یہ مرد سے زیادہ ہے۔ اگر وہ اشارے سے بھی نہ رُکے۔ پھر مارنے اور لڑنے کی اجازت ہے، مگر یہ قاتل کا امر درجوب کے لئے نہیں۔ البتہ بعض اہل ظاہر اسے وجوب مراد لیتے ہیں۔

تشیخ از شیخ ذکر کیا۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں امام بخاریؒ نے الفاظ حدیث ہی کو ترجمہ گردان دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نلیقاتہ کا امر کیسے ہے اس کا کیا حکم ہے۔ اخافؒ کے نزدیک اباحت کے لئے ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استحب کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ نزدیک اس وجوب کے لئے ہے اور اسی پر آجکل اہل نجد کا عمل ہے تو امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے الفاظ حدیث کو ترجمہ قرار دے دیا اور امام بخاریؒ نے جو روایات ذکر کی ہیں۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ امام بخاریؒ صحت کے قائل نہیں ہیں تو کم از کم استحب کے قائل تو ہیں اور آگے امام بخاریؒ نے فی الکعبہ بڑھا کر اشارہ کر دیا کہ روکنے کا عمل کعبہ اور غیر کعبہ دونوں میں برابر ہے اور جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ مصنف عبد الرزاق میں باب ہے کہ مکہ میں سترہ ضروری نہیں یہاں بھی اس پر رد ہے۔ وروث ابن عمرؓ فی التشمید الخ اور جب بالکل اخیر میں رد فرمایا تو کم از کم مستحب ہوگا۔ مالک و لاہ بن اخیک یہ مجاز ہر عرب کے اندر ہے بڑے کو چچا اور چھوٹے کو ابن الاخ کہہ دیتے ہیں۔

فات ابی خلیفہ قلہ او جز کے اندر اس کے آٹھ مطلب ہیں ان سب کی تفصیل وہاں دیچ لینا۔
 حنفیہ چونکہ جواز الدفع کے قائل نہیں اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ نماز کے اندر یہ افعال جائز تھے جب قوموا للہ قانتین آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو یہ سب منسوخ ہو گئے ایک مطلب ہوا اور مالک کہ قتال کے معنی کو بددعا پر حمل کرتے ہیں فرماتے ہیں یہ ایسے ہے جیسے قتل الخواصون میں ہے۔ یہ دوسرا مطلب ہے۔ اکثر شراح نے اس کو بعد الصلوٰۃ پر حمل کیا ہے کہ بعد میں تنبیہ کرے۔ کیونکہ اعمال کثیرہ نماز کے اندر ممنوع ہیں۔ مگر ہذا مفسدۃ لہا یہ معنی ثالث ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ یہ تہمید پر محمول ہے (مکرش) جو کسی حال میں مانتا ہی نہ ہو یہ معنی رابع ہوتے۔

باب رَأَوْا لِمَا قَبَّيْنِي يَدِي الْمُصَلِّي

ترجمہ :- نمازی کے آگے سے گزرنے والے کا گناہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْمُونٍ سَفَّيْتُ خَالَاتِي يَدَ بَنِي خَالِدٍ أَرْسَلَهُ إِلَى

أَبُو جَهِيمٍ تَسْنَأُ لَهُ مَا ذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَاءِ بَيْنَ يَدَيْ
الْمُعْزِ فَقَالَ أَبُو جَهِيمٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَاءُ بَيْنَ يَدَيْ
الْمُعْزِ مَا ذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَكْفِ أَوْ بَعِيَتْ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ
أَبُو لَيْثٍ لَوْ قَالَ أَنْ بَعِيَتْ يَوْمَ مَا أَوْ شَمْسًا أَوْ سَنَةً (الحدیث)

ترجمہ :- بسریں مسجد کو حضرت زید بن خالد نے حضرت ابو جہیم صحابی کے پاس بھیجا جو ان سے پوچھتے
تھے کہ انہوں نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے، حضرت
ابو جہیم نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر نمازی کے گے سے گزرنے والے کو اس گناہ کا علم
ہو جائے تو اس کے سامنے سے گزرنے سے بہتر ہے کہ چالیس تک کھڑا رہے۔ ابو انصر لوی فرماتے ہیں کہ
کہ نہیں معلوم چالیس دن فرماتے پیسے فرماتے یا چالیس سال فرماتے۔

فتنیج از شیخ منیٰ جہاں شبہ ہوتا ہے کہ آپ کا ارشاد ہے لَوْ يَعْلَمُ الْمَاءُ حَالًا لَكَانَتْ دُفُوفُ
اربعین علم پر موقوف نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی دُفُوفُ اربعین علم پر موقوف نہیں ہے۔ لیکن یہاں
پر ایک قید ہے خَيْرًا لَهُ اَلِیْ خَيْرًا لَهُ مَعْنَدُهُ یَا خَيْرًا کے معنی اسہل کے ہیں۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ علم
حقیقی قلبی مراد ہو۔ معنی تاثر ہو علم لسانی مراد نہیں ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات بہت سے لوگ جاننے کے باوجود
مردہ کہ جانتے ہیں۔

فتنیج از شیخ زکریا۔ میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب سے ایک اختلاف کی طرف
اشارہ فرما دیا۔ وہ اختلاف یہ ہے کہ خلیفہ فاع اور خلیفہ قاتل کا امر کسی وجہ سے ہے۔ بعض کی رائے ہے
کہ چونکہ یہ موجب قطع نشتوع اور سبب دسواکس ہے۔ اس لئے امر فرما دیا۔ اس صورت میں اس کا نفع
مصلیٰ کی طرف لوٹ جاتے گا۔ اور بعض کی رائے ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو دفع دکرے گا تو گزرنے
والا مصلیٰ کے سامنے گزرے گا جس کی بنا پر گزرنے والا گناہگار ہوگا۔ لہذا اس دہال سے بچانے کے
لئے اس کا امر فرمایا۔ جیسے کوئی اندھا جا رہا ہو۔ اور آگے کواں آجائے۔ اور اس اندھے کے اس کنوئل
میں گرنے کا احتمال ہو تو اس مصلیٰ کو نماز توڑ دینی ہوگی۔ اسی طرح یہاں چونکہ گزرنے والا ایک بڑے دہال
سے گذر رہا ہے۔ لہذا اس سے اس کو بچانا ضروری ہے۔ اور اسی واسطے یہ امر فرما دیا۔ امام بخاریؒ کا رجحان
اسی طرف ہے۔ اسلئے ابی جہیم ابو جہیم اور ابو جہیم کی روایات تین جگہ آئی ہیں ایک لباس میں

دوسرے مرد میں تیسرے میں بخت مستقلاً ہو چکی ہے۔ قال ابو النضر اذا یہاں تو ابو نضر کو شک ہو گیا لیکن اہم طحاوی نے معانی الآثار میں اربعین غریباً ذکر فرمایا ہے جس سے اربعین ستہ مراد ہے اس لئے کہ موسم غریف سال بھر میں ایک مرتبہ آتا ہے، جب چالیس غریف ہو گئے تو چالیس سال بن گئے۔

باب اِسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلِ وَهُوَ يُصَلِّي ۚ وَ كَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي ۚ وَ هَذَا اِذَا اسْتَقْبَلَ بِهٖ فَاَمَّا اِذَا كَرِهَتْهُ بِهٖ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَا كَيْتَ اِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلَوةَ الرَّجُلِ۔

ترجمہ :- نماز کی حالت میں آدمی آدمی کی طرف منہ کرے تو حضرت عثمان اس کو مکروہ سمجھتے تھے یہ اس وقت ہے جبکہ آدمی آدمی کے ساتھ مشغول ہو جائے۔ نماز میں دھیان نہ رہے۔ لیکن جب مشغول نہ ہو تو زید بن ثابت نہ فرماتے ہیں کہ میں پردہ نہیں کرتا۔ آدمی آدمی کی نماز کو قطع نہیں کرتا۔

حدیث نمبر ۲۸۱ حَدَّثَنَا سَمَاعِلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ عِنْدَ هَاطَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ فَقَالُوا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُو نَا كَلَابًا لَقَدْ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَرَأَيْتُ لَبِيئَةَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيرِ فَتَكُونُ لِي الْجَا حَةً وَأَكُوهُ أَنْ اسْتَقْبَلَهُ فَأَنْسَلُ السَّلَاةَ ۚ

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضہ کے پاس ان چیزوں کا تذکرہ ہوا جو نماز کو توڑتی ہیں تو لوگوں نے کہا کہ اس کو کتا۔ گدھا اور عورت قطع کرتی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ہمیں کتا بنا دیا حالانکہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے دیکھا کہ میں آپ کے ادر قبلہ کے درمیان چار پائی پر لیٹی ہوتی تھی اگر مجھے کوئی ضرورت پیش آتی تو میں آپ کے سامنے آنے کو پسند نہیں کرتی تھی اس لئے ایک طرف سے کھسک جاتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنی :- اخاف اسے مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ یہ عبادت غیر اللہ کے مشابہ ہے۔ مگر مصنف اس میں تفصیل ذکر کرتے ہیں کہ اگر اس حالت میں مصلی مشغول فی الصلوۃ ہے تو کوئی کراہت نہیں اگر اشتغال نہ رہے تو پھر مکروہ ہے۔ حضرت عائشہ رضہ کے کلام سے استقبال کی مطلقاً کراہت معلوم ہوئی ہے۔ لیکن مصنف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا فقہا کے نزدیک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا جو مصلی کا

طرف منہ کئے ہوئے ہو مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہم ہو تا ہے کہ مصلیٰ اس کو سجدہ کر رہا ہے اور حضرت امام بخاریؒ کی رائے ہے کہ اس میں کوئی صریح نہیں۔ جبکہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ مگر یہ ان کی رائے ہے جو فقہاء پر حجت نہیں کیونکہ فقہاء ایہام کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔ لیکن خود امام بخاریؒ نے صلوٰۃ الیٰ النضادیر کو مکروہ تبلا یا ہے اور وہاں خلوص کا اعتبار نہیں فرمایا۔

و کہ عثمٰن ابو حضرت عمرؓ سے بھی کراہت منقول ہے۔ اور یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے جمہور کی تائید ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنے مطلب کے مطابق تفسیر کی ہے۔ انا هذا اذا اشتغل انیہ ان کی اپنی رائے اور اپنی تفسیر ہے۔ ما بالیت ان الوجیل ۱۰ فقہاء فرماتے ہیں کہ قطع صلوٰۃ اور چیز ہے اور کراہت اور چیز ہے اور عدم قطع سے کراہت کی نفی کہاں لازم آتی ہے۔ خاکمہ ان استقبلہ ابو امام بخاریؒ کا استدلال اس سے اس طرح ہے کہ یہ حضرت عائشہ کی طرف سے کراہت ہے حضور اقدس صلیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی کراہت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضور اقدس صلیٰ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آپ نے درست فرمایا کہ یہ حضرت عائشہ کا فعل ہے مگر انہوں نے استقبال کہاں کیا جس کی وجہ سے حضور اکرم صلیٰ علیہ وسلم کو ممانعت کی نوبت آتی۔ وہ تو خود یہ فرما رہی ہیں کہ میں یہ مکروہ سمجھتی تھی اس لئے چپکے سے پیچھے کو کھسک جاتی تھی۔

باب الصلوٰۃ خلف النائم

ترجمہ :- سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۴۸۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي وَآتَانَا فَنَدُّهُ مُعْتَصِمَةً عَلَى خِرَاسِهِ فَإِذَا ارَادَ أَنْ يُؤْمِرَ لِيَقْطَعِي فَأَقْبَرْتُ۔ ترجمہ :- حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں جناب نبی اکرم صلیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں سامنے آپ کے بستر پر سوئی ہوتی تھی جب آپ دتر پڑھنا چاہتے تو مجھے جگا دیتے تھے تو میں دتر پڑھ لیتی۔

تشریح از شیخ مدنی :- خلف القائم کے یہ معنی نہیں کہ قائم امام بنا ہوا ہو۔ بلکہ قائم سترہ بنا ہوا ہو۔ اگرچہ ایسے قائمین بھی ہوتے ہیں جو سوتے سوتے نماز پڑھتے رہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا :- ابو داؤد شریف میں ہے نہی رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم عن الصلوٰۃ خلف المنصت والفاطمہ لما قال کہ باتیں کرنے والے اور سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ کے روک دیا ہے۔ اسی وجہ سے امام مالک نے صلوٰۃ خلف القائم کو مکروہ فرماتے ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک

کوئی کراہت نہیں حضرت امام بخاریؒ جہور تاہید فرماتے ہیں۔ اور امام مالکؒ پر رد فرماتے ہیں اور ابو داؤد شریف کی روایت کا محمل یہ ہے کہ قائم کے سامنے ہونے میں تشویش کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ شاید اس کا ضابطہ وغیرہ خارج ہو۔ تو خشوع میں فرق پڑے۔ یہاں ایک سوال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب استقبال الرجل اور باب الصلوۃ خلف القائم دونوں کے اندر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر فرمائی ہے۔ تو جب استقبال ہوا تو خلعت کہاں ہوئی۔ لہذا ترجمہ کا ثبوت کیونکر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں استدلال بکل محتمل ہے۔ یہاں بھی اسکا قبیل سے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کراہتہ ان مستقبلہ سے ہوا اور یہاں اس طور پر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہرے کہ قبلہ کی طرف چہرہ کر کے سوئیں گی۔ تو صلوۃ خلف القائم ثابت ہو گیا۔

باب التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

ترجمہ :- عورت کے پیچھے نماز پڑھنا۔

حدیث نمبر ۲۸۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ أَنَا مَرْبُوعٌ يَدِي رُفُوعٌ اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ وَرَجُلًا حَيٌّ فِي قَبْلَتِهِمْ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَ فِي كَبْضَتِي رَجُلِي فَإِذَا قَامَ بَسَطَتُمَا قَائِلَتِ وَالْيَوْمُ يُؤْمَزُّ لَيْسَ فِيهِمَا مَصْلُوحٌ (المحدث)

ترجمہ :- حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سویا کرتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ کے قبلہ کی طرف ہوتے تھے جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو میرے چپکی کاٹ دیتے تو میں اپنے پاؤں سیکر لیتی تھی، جب آپ کھڑے ہو جاتے تو پھر ان کو پھیلا دیتی تھی۔ وہ یہ بھی فرماتی ہیں گھر میں ان دونوں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

تشریح ادریشخ زکریاؒ۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ عورت کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ مگر ایسا نہیں بلکہ امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی مشہور شیخ کے خلاف کو ثابت کرنے پر اترتے ہیں تو اس کو مختلف طرق اور مختلف اسالیب سے ثابت فرماتے ہیں چونکہ روایات میں ہے۔ یقطع الصلوۃ المراءاة والکلب والحمد اور امام بخاریؒ کو اس کے خلاف ثابت کرنا ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس کو مختلف ابواب کے اندر مختلف طور سے ثابت فرمایا۔ مثلاً یہاں امام بخاریؒ کا استدلال یوں ہے کہ جب عورت کا مصلیٰ کے مقابل

ترجمہ :- اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی۔

ترجمہ بر حضرت عائشہؓ کے پاس جو چنبریں نماز کو قطع کرتی ہیں ان کا ذکر ہوا۔ کتا۔ گدھا اور عورت
 تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کی مثل بنا دیا۔ اللہ کی قسم جس نے جناب نبی اکرم صلیم اس حال میں
 نماز پڑھنے دیکھا کہ میں چار پانی پر آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوئی تھی مجھے کوئی ضرورت لاحق ہوئی
 میں آپ کے سامنے بیٹھنے کو کمر دے سکتی کہ کہیں آپ کو تکلیف میں مبتلا نہ کر دوں اس لئے چار پانی کے پاؤں کے
 پاس سے کھسک جاتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ: چونکہ باب استرہ ہے اس لئے تقدیر عبارت ہوگی: لا یقطع الصلوۃ منوشیء جمہور کا یہی مسلک ہے مگر بعض روایات میں تین چیزوں کا استثناء کیا گیا ہے، لیکن وہ احادیث یا تو منسوخ ہیں یا محمول عن الظاہر ہیں کہ یہ چیزیں خشوع کے لئے قاطع ہیں قاطع صلوۃ نہیں ہیں اور عورتیں تو واقعی قاطع خشوع ہوا کرتی ہیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ الباب میں لا یقطع الصلوۃ منشیء کہا گیا ہے۔ مگر روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ حضرت عائشہؓ کا فعل مذکور ہے۔ تو عورت قاطع صلوۃ نہ ہوتی دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر عورت کا مرد قاطع ہے جو لوگ اس کے قائل ہیں۔ مگر انسلال کو تو کوئی بھی قاطع نہیں کہتا۔ پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ عورت کو قاطع کہتے ہیں وہ ان تینوں چیزوں میں فرق نہیں کرتے۔ تو جب عورت کا مرد قاطع نہ ہوا۔ تو دوسری چیزوں کا مرد بھی قاطع نہیں ہو گا۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ مرد تو ایک منٹ میں ہو تلے۔ اور انسلال تو کچھ وقت چاہتا ہے جب وہ قاطع نہیں تو ایک منٹ کا مرد کیسے قاطع ہوگا۔

تشیخ از شیخ زکریا چونکہ مسلم شریف وغیرہ میں ہے۔ یفطع الصلوة المرأة والكلب الحمار اور نسائی کے اندر المرأة الحائض ہے تو امام بخاری نے یہ باب باندھ کر اس کے خلاف کو ثابت فرمادیا چونکہ دونو روایتوں میں تعارض ہے اس لئے بعض علماء کی رائے ہے کہ قطع صلوة والی روایات ابتداء اسلام پر محمول ہیں اور لا یقطع الصلوة شیئ متاخر ہے۔ لہذا اس کے لئے ناخج ہے۔ اور اکثر علماء و مشائخ کی رائے یہ ہے کہ یہ قطع خشوع پر محمول ہے۔ عورت کا قاطع خشوع ہو نا ظاہر ہے اور کتنے کی عادت یہ ہے کہ وہ زبان لگاتا ہے۔ تو اس سے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں منہ نہ لگا دے۔ اور ناپاک نہ کر دے۔ اور گدھے کا قاعدہ یہ ہے کہ چہل کوئی چیز دیکھتا ہے اپنے بدن کو اس سے کھلانا شروع کر دیتا ہے۔ اور اس سے تصادم کرتا ہے۔ لہذا ڈر ہے کہ کہیں مصلی سے آکر نہ لگ جائے۔

حدیث نمبر ۲۸۵ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عُرْوَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فَيُحْبِلُ مِنَ اللَّيْلِ فَمَا فِي كُمُعَتِي ضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقُبْلَةِ عَلَيَّ مِنْ أَيْتِ أَهْلِهِ (المحدث)

ترجمہ :- ابن شہاب نے اپنے چچا کے لئے کوئی چیز قاطع ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی تھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان ان کے گھر والوں کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوتی تھی۔

باب إِذَا حَتَّ جَارِيَةٌ صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ :- جب کوئی شخص نماز میں ایک چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر اٹھائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحْبِلُ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةً بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَخِي لُحَاصِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا (المحدث)

ترجمہ :- حضرت ابو قتادہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں نماز پڑھتے

تھے کہ اپنی نواسی حضرت ام بنت زنیب بنت رسول اللہ کو اٹھانے والے ہونے تھے اور وہ ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھی۔ جب آپ سجدہ مکے لئے جاتے تو اسے نیچے رکھ دیتے جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے تھے۔

تشیخ از شیخ مدنی: آپ کا یہ فعل بیان جواز کے لئے تھا۔ اس واقعہ سے بہت سے مسائل ثابت ہوتے ہیں بہر ایک بچہ خمس نہیں اگرچہ اس کے اندر نجاست ہے۔ پہاڑی عورتیں اور مختلف ممالک کی عورتیں بچوں کو پیچھے باندھ لیتی ہیں۔ اس میں عندا رکوع السجود انارنے کی نوبت نہیں آتی۔ افریقہ کے تقویری قبیلہ کے لوگوں کی عورتیں کبیتی باڑی کا کام کرتی ہیں اور ان کے مرد دینی امور میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ان کو جلالی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک جلالین شریف حفظ ہوتی ہے۔ وہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر ایک مہینہ میں جلالین پرٹھا کر ختم کرتے ہیں۔ اور ان کی عورتیں اسی حالت میں نماز پڑھتی ہیں کہ ان کے بچے ان کی کمر پر ہوتے ہیں۔ دوسرا احتمال تھا کہ پیمہ پیشاب کر دیتا ہے جس کے دھونے میں بار بار تکلیف ہوتی ہے۔ اور کبھی فعل کثیر بھی ہو جاتا ہے۔ جمہور تو فرماتے ہیں کہ جاریہ کے اٹھانے میں فعل قلیل تھا۔ فعل کثیر نہیں تھا۔ یا ابھی تک فعل کثیر فی الصلوٰۃ کی ممانعت نہیں آئی تھی۔ تو معلوم ہوا کہ فقط احتمال پر حکم نہیں لگایا جاسکتا جب تک ظن غالب نہ ہو۔

تشیخ از شیخ زکریا: مطلب کہنے کا یہ ہے کہ جب بچی کا اٹھانا قاطع صلوٰۃ نہیں تو پھر عورت کا گزر جانا بدرجہ اولیٰ قاطع نہ ہوگا۔ وہو حاملہ امامۃ الخ یہ حضور اقدس کی نواسی ہیں حضور اقدس صلم نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ اور ان پر اپنے کاندھے پر بٹھا رکھا تھا۔ جب رکوع وسجود میں جلنے تو اتار دیتے اور جب کھڑے ہونے لگتے تو اٹھا لیتے۔ اب اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ تو عمل کثیر ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے اس کے مختلف جوابات ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ نماز میں عمل کثیر اور حرکات کثیرہ جائز تھیں اور میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ محل کی نسبت حضور اقدس صلم کی طرف مجازی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ خود ہی اترتی اور چڑھتی تھیں۔ اور ایسا بہت ہوتا ہے جبکہ بچہ لاڈلا ہوتا ہے۔ تو کو دگر گردن پر چڑھ جاتا ہے۔ تو حضور انور صلم جب سجدہ میں ہوتے تو یہ آکر بیٹھ جاتیں۔ اور قیام تک لیٹی رہتیں اور جب رکوع وسجود میں جلتے وقت گئے لگتیں تو اتر جاتیں اور پھر سجود سے اٹھتے ہی کاندھے پر بیٹھ جاتیں اور میری توجیہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلم تعلیم فعلی کے لئے تشریف

لائے تھے۔ تو جتنے امور شانِ نبوت کے خلاف نہیں تھے۔ وہ تو حضور صلعم سے کرائے گئے۔ اور جو منافقِ شانِ نبوت تھے وہ صحابہ کرام سے کرائے گئے۔ اب سنو! حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مفید نوالی حرکات فی رکعت واحد ہیں۔ یعنی عمل کثیر ایک ایک رکن میں پایا جائے۔ یہاں ایک ہی رکن میں وضع و حمل جاریہ نہیں ہوتا تھا۔ تو عمل کثیر نہیں پایا گیا۔ حضور اقدس صلعم نے خود اس کو کر کے دکھا دیا۔

ولای الحاص یعنی وہ جیسے حضرت زینب کی صاحبزادی ہیں ویسے حضرت ابوالحاص کی بھی ہیں۔ کیونکہ حضرت زینب کے شوہر کا نام ابوالحاص بن ربیعہ ہے۔

باب إِذَا صَلَّيْتَ الْخَلْفَ فَإِنَّ رِجْلَكَ خَائِضٌ۔

ترجمہ :- جب اس بستر میں نماز پڑھے جس میں حائضہ ہو۔

حدیث نمبر ۲۸۸ حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي خَالَتِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ خِرَاشِي جِيَالٌ مُصَلًّى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا وَقَعَ ثَوْبُهُ عَلَيَّ وَآنَا عَلَى خِرَاشِي (المحدث)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ زوجہ ابنی صلعم فرماتی تھیں کہ میرا بستر جناب نبی اکرم صلعم کی جلتے نماز کے پہلو میں ہوتا تھا۔ تو بسا اوقات آپ کا کپڑا میرے اوپر گرتا تھا حالانکہ میں اپنے بستر میں ہوتی تھی۔

تفسیر :- از شیخ ذکر کیا۔ جب کہ صلوٰۃ علیٰ فرشتہ الحائض قاطع نہیں ہے۔ تو مرد حائض بدرجہ اولیٰ قاطع نہیں ہو گا روایت پہلے باب میں گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲۸۸ حَدَّثَنَا أَبُو التَّعَانِ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ تَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَآنَا عَلَى جِئِمْ فَأَسْرَجْتُ فَلَا أَسْمَعُ صَوْتَهُ ثَوْبُهُ وَآنَا خَائِضٌ ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ جناب نبی اکرم صلعم اس مال میں نماز پڑھتے تھے جبکہ میں آپ کے پہلو میں سونے والی ہوتی تھی اور میں حائضہ ہوتی تھی۔ جب آپ سجدہ کرتے جلتے تو آپ کا کپڑا مجھے گلتا تھا۔

باب هَلْ يَغْبِرُ الرَّجُلُ امْرَأَةً عِنْدَ السُّجُودِ لِكَيْ يَسْجُدَ۔

ترجمہ :- کیا مرد سجدہ کے وقت اپنی بیوی کے چمکی کاٹ سکتا ہے تاکہ وہ سجدہ کر سکتے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا أَفْضَحُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى أَعْضٍ مِّنَ الصُّحُفِ فَانْطَلَقَ
مُنْطَلِقًا إِلَى فَاطِمَةَ وَهِيَ جُوبِيْرِيَّةٌ فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَتَبَتْ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَبْتُهُمْ فَلَمَّا أَفْضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقَوْلَيْنِ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ
بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمَى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِعُمَيْرٍ وَابْنِ هِشَامٍ وَعُثْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَثَيْبَةَ بْنَ
رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عُثْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلْفٍ وَعُثْبَةَ ابْنَ أَبِي مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ
بْنَ الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَ اللَّهُ لَقَدْ دَأَّبْتُهُمْ صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ مَجَّبُوا إِلَى الْقَلْبِ
قَلْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَبْعَ أَصْحَابُ الْقَلْبِ لَعْنَةً -

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ قریش کی ایک جماعت اپنی مجلسوں میں تھے کہ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا اس ریاکار کو نہیں دیکھتے کیا تم میں سے کوئی آل فلاں کے ذبح شدہ اونٹ کے پاس جائے۔ اس کی گواہی اس کا خون اور ادھر جہری کی گندگی لے آئے پھر آپ کو اتنی دیر مہلت دے کہ جب آپ سجدے کے لئے جائیں تو یہ سب گندگی آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ چنانچہ ان میں سے سب بڑا بد بخت عقبہ بن ابی صفیط اٹھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے لئے گئے تو اس گندگی کو اس نے آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برابر سجدہ کی حالت میں ہے۔ پس وہ لوگ ہنسنے لگے یہاں تک کہ ہنسی کی دھڑ سے ایک دوسرے پر لوٹ پوٹ ہوتے تھے تو ایک جاننے والا حضرت فاطمہ الزہراء کی طرف گیا۔ وہ اس وقت چھوٹی بچی تھیں وہ دوڑتی ہوئی آئیں ابھی تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ٹپکے ہوئے تھے کہ حضرت فاطمہ نے اس گندگی کو آپ سے گرا دیا۔ اور قریش کے پاس آکر ان کو گالیاں دینے لگیں جب آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بد دعا دیتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ قریش کو پکڑ لے قریش کو پکڑ لے، پھر چند آدمیوں کے نام لے لے اللہ! عمرو بن ہشام ابو جہل کو پکڑ لے۔ عقبہ بن ربیعہ ہشیم بن ربیعہ ولید بن عقبہ اور امیہ بن خائف عقبہ بن ابی صفیط اور عمارہ بن الولید کو پکڑ لے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے بدر کی لڑائی میں ان کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو بدر کے اندھے کنوئیں میں جھکیل کر پھینک دیا گیا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندھے کنوئیں والوں کے پیچھے لعنت ڈالی گئی۔

تشریح از شیخ مدنی ص۔ پہلے باب میں غزیرہ عورت کے لئے تھا، جیسے وہ ناقض وضو نہیں۔
ایسے عورت اگر مرد کے بدن نجاست کو زائل کرے تو اس میں ضرر نجاست کا باغیر مرد کو لگے گا تو یہ بھی ناقض
وضو اور قاطع صلوٰۃ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک سلفہ روایت میں تھا۔ سلاہا۔ سلا کے معنی بچہ دان کے ہیں بعض
اسے نجس نہیں کہتے تھے مگر یہاں تو فرقت دم وغیرہ کا بھی ذکر ہے جس کی وجہ سے آپ سجدہ سے نہ اٹھ سکے
نیسری بات یہ ہے کہ مصنف فرق کرنا چاہتے ہیں کہ جو نجاست نماز سے پہلے لگ جائے تو وہ ناقض ہے مگر
جو نجاست اثناء صلوٰۃ میں گر پڑے وہ ناقض نہیں ہے۔ مصنف کا یہی مسک ہے مگر جہود فرماتے ہیں کہ
خواہ نماز سے پہلے نجاست لگ جائے یا اثناء صلوٰۃ میں سب کا ایک ہی حکم ہے کہ نجس ہے۔ اس روایت کی
یہ توجیہ کرنے میں کہ آپ کو استغراق کی وجہ سے علم ہی نہیں ہو سکا۔ اس لئے آپ نماز پڑھتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب میں امام بخاری نے سلا جز در والی روایت ذکر فرمائی ہے جس میں
کہ حضرت فاطمہ آئیں۔ اور انہوں نے سلا جزور کو دھکیل کر حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی کمر سے اتار دیا۔ تو اس دھکیلنے کی
وجہ سے سس ضرر ہوا ہو گا۔ تو جب من ہو جانا مفید نہیں تو مرد کیونکر مفید صلوٰۃ ہو گا۔ اور ممکن ہے حنفیہ پر
رد ہو۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک محاذاتہ المرأة ناقض صلوٰۃ ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا محاذات ہو سکتی
ہے۔ کہ عورت کو فی چیز مصلیٰ کے اوپر سے اٹھائے مگر ہم پر یہ اشکال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو محاذات ہمارے
ہاں ناقض ہے۔ وہ یہاں پائی نہیں گئی۔ یہ روایت ص ۳ پر گذر چکی ہے۔ اور وہاں مفصل کلام بھی ہو چکا ہے
الحمد للہ یہاں تک بخاری شریف کا دوسرا پارہ ختم ہوا اور دوا پارہ کی پہلی جلد نشر و سحابت بخاری اختتام کو پہنچی۔

کتاب مواظبت الصلوٰۃ سے دوسری جلد کا آغاز ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

2/2